الجامع المسند الصحيح المختصر من امور
رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وايامه

صحيح البخاري

للإمام أبي عبد الله محمد بن اسمعيل البخاري الجعفي رحمه الله
١٩٤ھ ——— ٢٥٦ھ

اوّل

ترجمه وتشريح
مولانا محمد داود راز

نظر ثانی
شیخ الحدیث أبو محمد حافظ عبد الستار الحماد

مقدمه
حافظ زبیر علی زئی

تخريج
فضيلة الشيخ احمد زهوة فضيلة الشيخ احمد عناية

دار العلم ممبئی

الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ

صحیح بخاری

للإمام أبي عبد الله محمد بن اسمٰعیل البخاری الجعفی رحمہ اللہ

۱۹۴ھ ——— ۲۵۶ھ

ترجمہ و تشریح

مولانا محمد داؤد راز

جلد اوّل

نظر ثانی

شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبد الستار الحماد

مقدمہ

حافظ زبیر علی زئی

تخریج

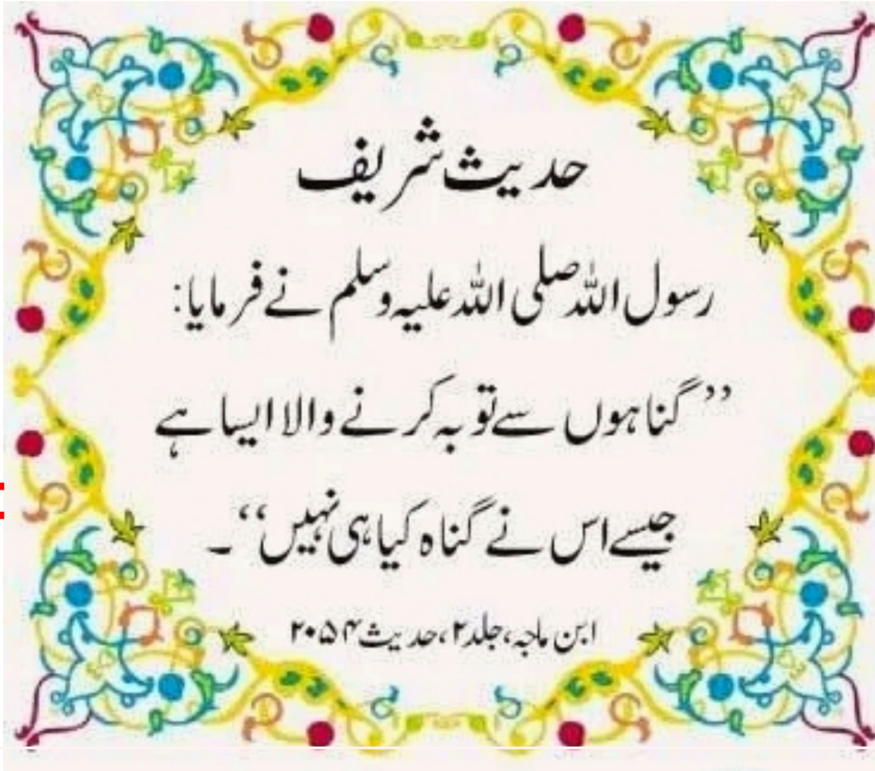
فضیلۃ الشیخ احمد زھوۃ فضیلۃ الشیخ احمد عنایۃ



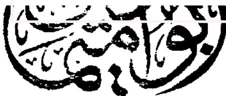
دار العلم ممبئی



سلسلہ مطبوعات دارالعلم نمبر 150







PUBLISHERS & DISTRIBUTORS
242, J.B.B. Marg, (Belasis Road),
Nagpada, Mumbai-8 (INDIA)
Tel. (+91-22) 2308 8989, 2308 2231
Fax : (+91-22) 2302 0482
E-mail : ilmpublication@yahoo.co.in

فہرست

تشریحی مضامین

عَرضِ ناشر

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين...... أما بعد!

امیر المؤمنین فی الحدیث ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری کی مایہ ناز کتاب صحیح بخاری قرآن مجید کے بعد سب سے صحیح ترین کتاب ہے جو خاتم النبیین محمد عربی ﷺ کے فرامین پر مشتمل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو جمع کرنا، ان کے ارشادات کو صفحہ قرطاس کی زینت بنانا، آپ کے شب و روز کو احاطہ تحریر میں لانا اور آپ کی صورت و سیرت کو الفاظ کا روپ دینا انتہائی خوش نصیب لوگوں کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ محدثین کرام کی قبروں کو منور فرمائے اور جنت کا باغیچہ بنائے۔ جنہوں نے ایک ایک حدیث مبارکہ کے حصول کے لیے ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے کتب احادیث کا نادر خزانہ مرتب فرمایا۔ آمین

پھر وہ لوگ بھی بہت بلند بخت ہیں جو ایسے علمی خزینے طباعت کے مراحل سے گزار کر قارئین کی راہنمائی کے لیے پیش کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان اور خصوصی کرم نوازی ہے کہ مجھ جیسے خاکسار کو اس سعادت مندی کے لیے چن رکھا ہے اور بفضلہ وقتاً فوقتاً کتب احادیث کی خدمت کا موقع میسر آتا ہے۔ اس سے قبل بھی گلستانِ محمدی ﷺ کے کئی پھول ہم اپنی استطاعت کے مطابق ہدیہ قارئین کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور رحمت سے صحیح بخاری شریف کو بھی تین مجلدات میں طبع کیا ہے جو بازار میں دستیاب ہے۔

اس کے علاوہ صحیح مسلم شریف تین مجلدات میں طبع ہو چکی ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جزء رفع الیدین، اور اس کے ساتھ ساتھ امام موصوف کی کتاب جزء القراءۃ حافظ زبیر علی زئی کے فاضلانہ قلم سے نصر الباری فی جزء القراءۃ للإمام البخاری کے نام سے چھپ چکی ہے۔ امام صاحب کی ہی کتاب، کتاب الضعفاء حافظ زبیر علی زئی کے افادہ جات کے ساتھ تحفۃ الاقویاء کے نام سے طبع ہو چکی ہے۔ مؤطا امام مالک جو کہ امام دار الہجرہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز کتاب اور قدیم ترین مجموعہ حدیث ہے دار العلم کی طرف سے معیاری اور خوبصورت انداز میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر پذیرائی حاصل کر چکی ہے یاد رہے یہ امام ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ ہے اور فاضل محقق اور نامور عالم دین جناب حافظ زبیر علی زئی صاحب نے اس نسخہ کا پہلی دفعہ اردو ترجمہ اور فوائد حدیث کے ساتھ ساتھ احادیث کی تحقیق کا کام مکمل کر کے اس کی افادیت میں قابل ذکر اضافہ کر دیا ہے۔

ہم حدیث شریف کی مشہور کتاب مشکوٰۃ المصابیح بھی جدید و عام فہم ترجمہ اور تخریج کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صحیح بخاری شریف کو شرح کے ساتھ ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں۔

ترجمہ و تشریح مولانا محمد داؤد راز رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کردہ ہیں، تخریج فضیلۃ الشیخ احمد زھوۃ و فضیلۃ الشیخ احمد عنایہ کی ہے۔ جبکہ اس کا علمی مقدمہ جناب حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے غیر معمولی محنت کے ساتھ عالمانہ انداز میں تحریر فرمایا ہے۔

استاذ محترم فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالستار الحماد نے نظر ثانی اور مشکل مقامات کو آسان فہم کرنے کے ساتھ ساتھ نہایت جامع اور تحقیقی مقدمہ تحریر کیا ہے۔

احادیث مبارکہ کے نمبر (ترقیم) محمد فؤاد عبدالباقی کے لگائے گئے نمبروں کے مطابق ہیں۔ جبکہ ترتیب میں نسخہ ہندیہ کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

اہل فن نے بازار میں موجود بعض نسخہ جات میں اغلاط کی نشاندہی کی ہے انہیں دور کر کے صحیح ترین عبارت نقل کرنے پر خصوصی توجہ دی گئی ہے اور اپنی استطاعت کے لحاظ سے کوشش کی گئی ہے کہ یہ نسخہ بہترین اور معیاری ہو مگر بشری کمزوری کے تحت کوئی انسان بھی غلطی سے مبرا نہیں اگر قارئین یا اہل فن کسی سقم سے مطلع ہوں تو ضرور آگاہ فرمائیں، شکریہ کے ساتھ تصحیح کر دی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس عظیم کاوش کو میرے لیے اور ہر اس شخص کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے جس نے کسی طور بھی اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ (آمین)

ناشر

تقدیم

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله وأصحابه واتباعه وإخوانه أجمعين وبعد!

تمام اہل علم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم صرف الفاظ یا معانی کا نام نہیں بلکہ الفاظ و معانی کے مجموعے کو قرآن کہا جاتا ہے اور یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے کہ قرآن کے معانی، الفاظِ قرآن سے جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں وہ اس طرح کہ قرآن کریم کے معانی سمجھانے کے لیے ایسے نئے الفاظ استعمال کرنا انتہائی ضروری ہیں جو الفاظِ قرآن کے علاوہ ہوں، حدیث نبوی دراصل قرآنی الفاظ کے معانی کا نام ہے اور یہی قرآن کا بیان ہے جس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴾ (۷۵/ القيامة: ۱۹)

''پھر ہمارے ذمے اس کا بیان کرنا ہے۔''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قرآن اور اس کا بیان دونوں اللہ کی طرف سے ہیں اور دونوں کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ (۱۵/ الحجر: ۹)

''ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

اور اس حفاظت کے تین مراحل ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے الفاظ قرآن اور ان کی مرادات کو اپنی حفاظت کے ساتھ سینہ نبوت میں اتار کر جمع اور محفوظ کیا۔

② رسول اللہ ﷺ نے حفاظت الٰہیہ کی مدد سے قرآنی الفاظ کو تلاوت کے ذریعے اور اس کے بیان کو اپنے افعال واقوال اور تقریرات کے ذریعے اپنے صحابہ کرام کو منتقل فرمادیا۔

③ اس کے بعد قرآن اور اس کا بیان دونوں صحابہ کرام سے تابعین اور تبع تابعین تک پھر سینہ بہ سینہ ہوتے ہوئے ہم تک پہنچے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن و بیان کی حفاظت کے لیے مندرجہ ذیل تین ذرائع پیدا فرمائے:

(ا) تعامل امت: قرآن کریم کے احکام کی تعمیل جس طرح رسول اللہ ﷺ کرتے تھے، آپ کے صحابہ کرام بھی آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ کی اتباع کرتے۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان کتاب اللہ اور اپنے صوابدیدی اختیارات کے مطابق فیصلے کرتے اور لوگ ان فیصلوں کو ماننے کے پابند ہوتے، شریعت کے احکام کی بجا آوری کا دوسرا نام تعامل امت ہے، اس کے ذریعے قرآن وسنت کو محفوظ کیا گیا۔

(ب) حفظ وسماع: حفاظت حدیث کا دوسرا ذریعہ احادیث مبارکہ کا سننا، اسے یاد رکھنا اور دوسروں تک پہنچانا تھا، اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی بطور خاص ایک دعا کتب حدیث میں مروی ہے، فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم رکھے جس نے میری بات کو سنا، اسے یاد رکھا پھر اسے آگے پہنچایا، کیونکہ جن لوگوں کو

بات پہنچائی جاتی ہے، ان میں سے بہت سے ایسے ہو سکتے ہیں جو براہ راست سننے والوں سے اُسے زیادہ یاد رکھتے ہوں۔''

ج۔ کتابت حدیث: حفاظت حدیث کا تیسرا ذریعہ اس کی کتابت وتحریر ہے اور یہ صورت بھی رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اختیار کی گئی، جب کہ آپ نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا تھا کہ ابوشاہ کو میرا خطبہ لکھ دو، اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو بطور خاص کتابت حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ گویا رسول اللہ ﷺ نے احادیث مبارکہ لکھنے کا خود حکم دیا جو زمانہ نبوت سے شروع ہو کر آج تک جاری ہے۔ کتابت حدیث کو ہم تین ادوار میں تقسیم کرتے ہیں۔

① دور رسالت اور عہد صحابہ میں احادیث کا بہت سا تحریری سرمایہ وجود میں آ گیا تھا۔

② حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے دور خلافت میں زبانی اور تحریری احادیث کی جمع وتدوین کا حکم حضرت محمد بن مسلم بن شہاب زہری کو دیا جو اپنے وقت کے بہت بڑے حافظ حدیث تھے۔

③ یہ دور چوتھی صدی کے خاتمہ تک پھیلا ہوا ہے اس دور میں مسند نویسی کا آغاز ہوا، ان مسانید میں محدثین کرام نے صحیح وضعیف روایات کو بلا امتیاز جمع کیا بالآخر سلطان المحدثین ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری نے سب سے پہلے ایسی کتاب لکھی جو صحت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی حامل تھی، پھر ان کے تلمیذ رشید امام مسلم بن حجاج نے صحیح مسلم ترتیب دی، اس کے بعد سنن اربعہ کی تدوین ہوئی۔ فن حدیث پر جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سے ایک صحیح بخاری ہے جس کی شرح قارئین کے ہاں پیش کی جا رہی ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سورۂ جمعہ نازل ہوئی تو ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آپ سے سوال کیا یا رسول اللہ! سورۂ جمعہ کی اس آیت کریمہ کے مصداق کون لوگ ہیں۔

﴿ وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ﴾ (٦٢/ الجمعة: ٣)

''اور انہی میں سے کچھ دوسرے لوگ ہیں جو ابھی ان سے نہیں ملے۔''

رسول اللہ ﷺ نے میرے سوال کا کوئی جواب نہ دیا میں نے تین مرتبہ یہی سوال دہرایا، اس وقت ہم لوگوں میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے سر پر رکھ کر فرمایا: ''اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی ہوتا تو ان لوگوں میں سے کئی لوگ وہاں تک پہنچ جاتے اور اسے وہاں سے حاصل کرتے۔'' (صحیح بخاری، التفسیر: ۴۸۹۷)

رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کا مصداق اہل فارس کو ٹھہرایا کہ یہ لوگ دوسروں سے بڑھ کر دین اسلام کی خدمت کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ صحابہ کرام کے دور کے بعد اسلام کی نشرواشاعت کا جتنا کام اہل فارس نے سرانجام دیا دوسروں کے حصہ میں یہ سعادت نہ آ سکی۔ بڑے بڑے محدثین اور فقہا کی اکثریت اسی علاقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ بھی اسی علاقہ سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ اس وقت بخارا ملک فارس کا حصہ تھا۔ امام بخاری نے دین اسلام کی سربلندی کے لیے جو خدمات انجام دی ہیں۔ ان کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ سردست ہم امام بخاری کی حیات طیبہ اور ان کی تالیف صحیح بخاری کے متعلق کچھ گزارشات پیش کرنا چاہتے ہیں چنانچہ یہ گفتگو دو حصوں پر مشتمل ہوگی۔

① حالات امام بخاری ② احوال صحیح بخاری

حالات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ جعفی بخاری۔

بردزبہ، فارسی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی زراعت پیشہ ہے۔ چونکہ یہ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ اس لیے بردزبہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ امام بخاری کے جد اعلی بردزبہ اپنے آبائی مذہب پر مجوسی تھے، ابراہیم کے والد مغیرہ، یمان جعفی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ اس زمانہ میں دستور کے مطابق جو شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا وہ اسی کے قبیلہ کی طرف منسوب ہوتا تھا۔ اس بنا پر آپ جعفی کہلائے۔ چونکہ عرب قبول اسلام کے ربطِ خاص کو ولائے اسلام سے تعبیر کرتے تھے اور پھر اس ولا کی شاخیں دور تک پھیلتی جاتی تھیں، اسی سے وہ اپنی نسبتیں قائم کر لیتے تھے۔ امام بخاری کو بھی ان کے جد اعلیٰ کی نسبت ولا سے جعفی کہا جاتا ہے۔ چونکہ آپ بخارا میں پیدا ہوئے تھے اس بنا پر آپ بخاری کہلائے یعنی آپ کی دو نسبتیں ہیں ایک وطن بخارا کی وجہ سے اور دوسری ولائے اسلام کی بنا پر ہے۔ (مقدمہ فتح الباری ص ٦٦٩)

ولادت ووفات

آپ ١٣ شوال ١٩٤ھ بمطابق ٢١ جولائی ٨١٠م بعد از نماز جمعہ بخارا شہر میں پیدا ہوئے۔ بخارا روس کے علاقہ ازبکستان میں ماوراء النہر کے بڑے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ جو چین، ایران اور افغانستان کی سرحدوں کی شاہراہ پر واقع ہے، اس شہر میں ان تینوں ملکوں کے راستے آ کر آپس میں ملتے ہیں۔ آپ نے ٣٠ رمضان المبارک ٢٥٦ھ بمطابق ٣١ اگست ٨٧٠م عید الفطر کی رات بوقت نماز عشاء ٦٢ سال کی عمر میں وفات پائی اور عید کے روز ہی بعد از نماز ظہر بستی خرتنگ میں دفن ہوئے جو سمرقند سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ چونکہ آپ کے جنازہ میں لوگ بکثرت آئے جس کی بنا پر سواری کی تنگی پیش آئی۔ اسی دن سے اس بستی کا نام خرتنگ مشہور ہو گیا۔

امام بخاری کو دفن کرنے کے لیے جب قبر میں رکھا گیا تو مٹی سے کستوری کی طرح خوشبو آنے لگی، یہ خوشبو کئی دن تک آتی رہی، لوگ آپ کی قبر سے خوشبو والی مٹی اٹھا کر لے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ قبر کے ارد گرد لکڑی کا جنگلہ لگا دیا گیا، تا کہ وہ محفوظ رہے۔ عبدالواحد بن آدم طواویسی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ ایک مقام پر کھڑے ہیں گویا آپ کسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے سلام کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ یہاں کس کے انتظار میں ہیں۔ آپ نے فرمایا محمد بن اسماعیل بخاری کا انتظار کر رہا ہوں۔

مجھے چند دنوں کے بعد امام بخاری کی وفات کا پتہ چلا تو میں نے دیکھا کہ ان کی وفات کا وہی وقت تھا جس وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں کسی کا انتظار کرتے دیکھا تھا۔ (مقدمہ فتح الباری ص ٦٨٨)

بچپن کے حالات

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ ان کے والد اسماعیل بن ابراہیم کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ پھر ان کی والدہ نے ان کی تربیت کی جو بہت صبر کیش اور حلیم الطبع تھیں۔ نیز وہ بہت عبادت گزار اور مستجاب الدعوات تھیں، چنانچہ امام بخاری بچپن میں کسی مرض کی وجہ سے دونوں آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو گئے تو ان کی والدہ کو بہت صدمہ ہوا، اللہ کی بارگاہ میں رو رو کر دعائیں کیں کہ لخت جگر کی بینائی واپس آ جائے، بالآخر اللہ تعالیٰ نے شب خیزی کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازا، آپ نے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا، انہوں نے آپ کو بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لخت جگر کی بصارت واپس کر دی ہے، چنانچہ صبح جب نیند سے بیدار ہوئیں تو دیکھا کہ بیٹے کی آنکھیں روشن ہیں۔ (مقدمہ فتح الباری ص ٦٦٩)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ابھی قرآن مجید حفظ کر رہا تھا کہ مجھے احادیث حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ جب میں مکتب سے فارغ ہوا تو اس وقت میری عمر تقریباً دس برس تھی۔ میں نے قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور کچھ ابتدائی کتابیں بھی پڑھ لی تھیں۔ اس کے بعد میں نے مختلف اساتذہ کے پاس آنا جانا شروع کر دیا چنانچہ میں ایک دن امام داخلی کے پاس حاضر ہوا تو وہ حاضرین کے سامنے احادیث بیان کر رہے تھے۔ انہوں نے ایک حدیث کی سند بایں الفاظ پڑھی:

"سفیان عن ابی الزبیر عن ابراھیم"

یعنی سفیان، ابوزبیر سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں۔

میں نے انہیں عرض کیا کہ ابوالزبیر، ابراہیم سے روایت نہیں کرتا، اس پر امام داخلی نے مجھے ڈانٹ پلائی تو میں نے عرض کیا اگر آپ کے پاس اصل نسخہ ہے تو ملاحظہ فرمالیں۔ وہ گھر تشریف لے گئے، اصل نسخہ دیکھنے کے بعد مجھے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اے لڑکے! تو نے کیسے کہا تھا؟''

میں نے انہیں بتایا کہ سفیان، زبیر سے روایت کرتے ہیں اور زبیر، عدی کے بیٹے ہیں وہ ابراہیم سے بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد امام داخلی نے قلم پکڑا اور اپنی کتاب میں غلطی کی اصلاح کر لی کیونکہ وہاں ابوالزبیر ہی لکھا ہوا تھا جو دراصل زبیر بن عدی تھا لیکن امام داخلی کی کتاب میں غلط لکھا گیا تھا۔ اس وقت کسی نے امام بخاری سے پوچھا کہ جب آپ نے امام داخلی کی غلطی پکڑی تو اس وقت آپ کی کتنی عمر تھی؟ آپ نے فرمایا کہ میری عمر اس وقت گیارہ سال تھی۔ آپ نے مزید فرمایا کہ جب میں نے سولھویں سال میں قدم رکھا تو اس وقت میں نے عبداللہ بن مبارک اور امام وکیع کی کتابیں یاد کر لی تھیں اور اہل الرائے کے کلام کو بھی خوب سمجھنا شروع کر دیا تھا۔ (مقدمہ فتح الباری ص ٦٦٩)

اللہ تعالیٰ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن میں ہی بے مثال قوت حافظہ سے نوازا تھا چنانچہ حاشد بن اسماعیل بیان کرتے ہیں:

''امام بخاری ہمارے ساتھ حدیث حاصل کرنے کے لیے مشائخ بصرہ کے پاس آتے جاتے تھے اور آپ اس وقت بچپن میں تھے، سولہ دن گزر گئے، آپ کے ساتھ والے تو احادیث لکھتے لیکن آپ انہیں قلمبند نہیں کرتے تھے، آپ کے ساتھیوں نے آپ کو ملامت کی تو امام بخاری نے فرمایا تم اپنی اپنی کاپیاں لاؤ ہم نے اپنی کاپیاں نکالیں جن میں

پندرہ ہزار سے زیادہ احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ آپ نے وہ سب کی سب زبانی پڑھ دیں حتیٰ کہ ہم آپ کے حافظہ سے اپنی کاپیوں کی اصلاح کرتے تھے۔ (فتح الباری ص ۶۷۰)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کا حافظہ بچپن میں ہی بہت تیز تھا۔ نیز یہ بھی پتہ چلا کہ آپ چھوٹی عمر میں بہت سا علم حاصل کر چکے تھے۔

ذہانتِ بخاری

اللہ تعالیٰ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ذہن رسا اور قوی حافظہ عطا فرمایا تھا چنانچہ آپ نے اسناد سمیت لاکھوں احادیث یاد کر رکھی تھیں۔ آپ کا اپنا بیان ہے:

مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں۔

بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ سند میں کوئی تابعی ہو یا صحابی میں ان کی ولادت، جائے پیدائش اور سن وفات الغرض سب کچھ جانتا ہوں، ایک دفعہ امام بخاری کے سامنے کسی نے ان کے شیخ امام اسحاق بن راہویہ کا یہ قول پیش کیا:

''میں اپنی کتاب میں ستر ہزار احادیث کو دیکھتا ہوں۔''

یہ سن کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''شاید اس زمانے میں کوئی ایسا شخص بھی ہو جو دو لاکھ احادیث اپنی کتابوں میں دیکھتا ہو۔''

امام بخاری نے اگر چہ اپنا نام نہیں لیا لیکن ان کی مراد اپنے نفس کی طرف اشارہ کرنا تھا۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۶۸۱)

ایک مرتبہ امام بخاری بغداد تشریف لے گئے تو بغداد کے مشائخ نے جمع ہو کر امام بخاری سے امتحان لینے کا پروگرام بنایا۔ امتحان کا طریقہ یہ طے ہوا کہ دس علما کو مقرر کیا گیا اور ہر عالم کو دس دس احادیث دی گئی۔ پھر انہوں نے سند اور متن میں تبدیلی کی کہ ایک حدیث کی سند کو دوسری حدیث کے متن کے ساتھ ملا دیا گیا۔ دوسری حدیث کا متن کسی اور حدیث کی سند کے ساتھ ملا دیا۔ اس طرح انہوں نے سو کی تعداد میں مقلوب احادیث تیار کیں۔ ہر ایک عالم کی ڈیوٹی لگائی گئی کہ جب مجلس خوب جم جائے تو باری باری ان احادیث کو امام بخاری پر پیش کیا جائے۔ جب بغداد میں مجلس حدیث قائم ہوئی جس میں مقامی اور بیرونی بے شمار لوگ موجود تھے اور اہل مجلس جب مطمئن ہو کر بیٹھ گئے تو طے شدہ پروگرام کے مطابق ان دس علما میں سے ایک عالم امام بخاری کے سامنے آیا اور ایک مقلوب حدیث پیش کی۔ امام بخاری نے فرمایا میں اسے نہیں پہچانتا۔

جب اس نے دوسری حدیث بیان کی تو امام بخاری نے وہی جواب دیا کہ میں اسے نہیں جانتا۔ اس طرح اس نے اپنی دس احادیث پوری کر لیں۔ امام بخاری ہر حدیث کے متعلق یہی کہتے تھے۔ میں اسے نہیں پہچانتا۔

پہلے شخص کے بعد دوسرا کھڑا ہوا، اس نے بھی طے شدہ منصوبے کے مطابق دس مقلوب احادیث پیش کیں۔ اس طرح باقی علما نے بھی باری باری احادیث کو الٹ پلٹ کر کے پیش کیا۔ امام بخاری ہر ایک پر یہی کہہ دیتے تھے میں اس حدیث کو نہیں پہچانتا۔ پھر مجلس میں سے کچھ حضرات تو منصوبے کی تہہ تک پہنچ گئے اور کچھ تذبذب کا شکار ہونے لگے اور امام بخاری کے حافظہ اور ذہانت میں

شک وشبہ کرنے لگے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے شخص کو بلوایا اور اسے کہا تو نے سب سے پہلے یہ حدیث اس طرح پڑھی جب کہ صحیح حدیث اپنے متن اور سند کے ساتھ اس طرح ہے پھر اس کی پیش کردہ دوسری مقلوب حدیث پڑھی اور حدیث کے اصل متن اور سند کی نشاندہی فرمائی اسی طرح باقی آٹھ احادیث درست کر کے بتائیں پھر آپ نے دوسرے شخص کو بلایا اور اسے پیش کردہ مقلوب احادیث صحیح متن اور سند کے ساتھ بتائیں۔ اسی طرح ہر آدمی کو بلاتے رہے اور ہر ایک کی دس مقلوب احادیث کو صحیح سند اور متن کے ساتھ بتاتے رہے۔

اس واقعہ کو حافظ ابن حجر نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کے بعد بایں الفاظ اس پر تبصرہ کیا ہے:

''اس واقعہ کو سننے کے بعد انسان امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حافظہ کا سکہ تسلیم کر لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ لیکن اس مجلس میں ایک سو صحیح احادیث کا بیان کر دینا کوئی تعجب انگیز بات نہیں بلکہ تعجب وحیرت اس بات پر ہے کہ آپ نے مقلوب شدہ سو احادیث کو صرف ایک دفعہ سن لینے کے بعد انہیں اسی ترتیب کے ساتھ یاد کر لیا اور اسی مجلس میں انہیں دہرا دیا۔

(مقدمہ فتح الباری ص ۶۷۹)

حافظ ابن حجر نے مذکورہ واقعہ سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ بھی بیان کیا ہے فرماتے ہیں:

سمرقند میں چار صد محدث تھے، انہوں نے ایک مرتبہ شامی اسناد کو عراقی اسناد کے ساتھ اور عراقی اسناد کو شامی اسناد کے ساتھ ملا دیا۔ اسی طرح حجازی اسناد کو یمنی اسناد کے ساتھ خلط ملط کیا۔ یہ مجموعہ تیار کر کے انہوں نے امام بخاری کے سامنے پیش کیا۔ انہیں خیال تھا کہ اس طرح ہم امام بخاری کی غلطی پکڑ لیں گے، لیکن ان کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا انتہائی کوشش کے باوجود وہ امام بخاری کی ایک غلطی بھی نہ پکڑ سکے۔ (مقدمہ فتح الباری ۶۸۰)

اسید بن ابی جعفر والی بخارا کہتے ہیں:

''ایک دن مجھے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کتنی ہی احادیث میں نے بصرہ میں سنیں، میں نے انہیں شام میں جا کر لکھا اور کتنی ہی احادیث میں نے شام میں سنیں اور انہیں مصر جا کر لکھا۔ میں نے امام بخاری سے پوچھا آپ مکمل احادیث اسی طرح لکھتے رہے تو امام بخاری خاموش رہے۔'' (مقدمہ فتح الباری ص ۶۸۰)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خاموشی سے ''نعم'' میں جواب دیا ہے کیونکہ دیگر واقعات اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ امام بخاری ایک ہی دفعہ سننے سے اسے یاد کر لیتے تھے۔ آپ کے متعلق حضرت قتیبہ فرماتے ہیں:

''اگر محمد بن اسماعیل صحابہ کرام میں ہوتے تو ایک نشانی کی صورت اختیار کر جاتے۔'' (مقدمہ فتح الباری ص ۶۷۴)

حافظ رجاء بن رجاء کہتے ہیں کہ محمد بن اسماعیل کی برتری دوسرے علما پر اس طرح ہے جس طرح مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اور آپ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے جو روئے زمین پر چلتی پھرتی نظر آتی تھی۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۶۷۶)

بہر حال امام بخاری حفظ احادیث، تیزی ذہن، دقت نظری، کثرت فقاہت، علل حدیث کی وسعت، معرفت اسانید، قوتِ حافظہ اور ملکہ اجتہاد واستنباط میں اپنی مثال آپ تھے۔

رحلات بخاری

محدثین کی اصطلاح میں ''رحلہ'' اس سفر کو کہا جاتا ہے جو حدیث یا اس کی عالی سند حاصل کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اس مبارک سفر کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴾ (۹/ التوبة: ۱۲۲)

''پھر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ہر گروہ میں سے کچھ لوگ دین میں سمجھ پیدا کرنے کے لیے نکلتے، تا کہ جب وہ ان کی طرف واپس جاتے تو اپنے لوگوں کو ڈراتے شاید وہ اس طرح برے کاموں سے بچے رہیں۔''

اس آیت کریمہ کے پیش نظر صحابہ کرام اور تابعین عظام کو اس قسم کے علمی سفر کا بہت شوق تھا۔ ایک حدیث کے حصول کے لیے مہینوں سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن برید کہتے ہیں کہ ایک صحابی مدینہ طیبہ سے سفر کر کے مصر میں حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، جب ملاقات ہوئی تو دیکھا کہ وہ اپنی اونٹنی کو گھاس کھلا رہے ہیں۔ حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھتے ہی خوش آمدید کہا، یہ سن کر صحابی مذکور نے حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ سے کہا میں آپ کے پاس ملاقات کی غرض سے نہیں آیا بلکہ میرے آنے کا مقصد وحید یہ ہے کہ آپ اور میں دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی تھی مجھے امید ہے کہ آپ کو وہ یاد ہوگی اور آپ اسے بھولے نہیں ہوں گے، حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کونسی حدیث ہے؟ اس کے بتانے سے انہوں نے پوری حدیث ان سے بیان کی۔ (مسند امام احمد ص ۲۲ ج ۶)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی عمر کے سولھویں برس تک اپنے ہی ملک کے اساتذہ سے تحصیل علم کرتے رہے کیونکہ علمی سفر کے لیے محدثین کے ہاں یہ شرط ہے۔

''جب علمی سفر کا قصد ہو تو اپنے وطن کے شیوخ سے جس قدر احادیث مل سکیں انہیں حاصل کر لیا جائے اگر چہ وہ قلیل تعداد میں ہوں۔''

امام بخاری نے سب سے پہلے علاقہ حجاز کا ارادہ کیا جو کہ علوم شریعت کا ماویٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن اور نزول وحی کا مقام تھا۔ نیز وہ مرکز اسلام اور جملہ صحابہ کرام کی جائے سکونت تھا۔ چنانچہ آپ ۲۱۰ھ میں اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ پہنچے اس سفر میں آپ کے بڑے بھائی احمد بھی ہمراہ تھے۔ آپ کی والدہ اور آپ کے بھائی حج سے فراغت کے بعد واپس بخارا آ گئے لیکن امام بخاری نے تحصیل علم کے لیے مکہ میں اقامت اختیار کر لی اور تکمیل کے لیے شیوخ مکہ کی درس گاہوں میں حاضری شروع کی۔ اس وقت مکہ مکرمہ میں جن شیوخ کی درسگاہیں ممتاز تھیں اور جو لوگ امام فن و مرجع خلائق تھے وہ حسب ذیل ہیں:

- ☆ ابو الولید احمد بن الازرقی
- ☆ عبداللہ بن یزید
- ☆ اسماعیل بن سالم صائغ
- ☆ ابوبکر عبداللہ بن زبیر
- ☆ علامہ حمیدی

ان کے علاوہ دوسرے شیوخ سے بھی کسب فیض کیا جن کا مکہ مکرمہ میں قیام تھا۔ مکہ مکرمہ سے فراغت کے بعد امام بخاری نے

مدینہ طیبہ کا رخ کیا جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’قریب ہے کہ لوگ اونٹوں پر سوار ہو کر حصول علم کے لیے رخت سفر باندھیں، لیکن وہ عالم مدینہ سے بڑھ کر کسی عالم کو نہیں پائیں گے۔‘‘ (مسند امام احمد ص ۲۹۹ ج ۲)

امام بخاری ۲۱۲ھ میں مدینہ طیبہ پہنچے، وہاں جن اہل علم کا چرچا تھا اور جو لوگ درس حدیث دیتے تھے ان میں سرفہرست حسب ذیل شیوخ ہیں جن سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث حاصل کیا:

☆ ابراہیم بن منذر ☆ مطرف بن عبداللہ ☆ ابراہیم بن حمزہ

☆ ابوثابت محمد بن عبداللہ ☆ عبدالعزیز بن عبداللہ الاویسی

واضح رہے امام بخاری نے مدینہ طیبہ میں دوران اقامت اپنی کتاب تاریخ کبیر کا مسودہ چاندنی راتوں میں لکھا۔

مدینہ طیبہ سے فراغت کے بعد امام بخاری نے بصرہ کا قصد کیا جو ان دنوں وسعت علم اور اشاعت حدیث کے اعتبار سے بہت ترقی پر تھا۔ آپ نے بصرہ کا سفر چار مرتبہ کیا اور حسب ذیل شیوخ سے علم حاصل کیا۔

☆ امام ابوعاصم النبیل ☆ صفوان بن عیسیٰ ☆ بدل بن محبر ☆ حرمی بن عمارہ

☆ عفان بن مسلم ☆ محمد بن عرعرہ ☆ سلیمان بن حرب

☆ ابوالولید الطیالیسی ☆ محمد بن سنان

امام بخاری نے کوفہ میں ان حضرات سے روایات لیں پھر بغداد کا رُخ کیا جو سلطنت عباسیہ کا دارالحکومت تھا۔ سرکاری طور پر علماو مشائخ کی قدر افزائی نے اس کو مرجع علوم بنا دیا تھا۔ وہاں ہر طرف سے اہل کمال جمع ہو گئے تھے۔ امام بخاری نے حصول علم کے لیے بغداد کا کئی مرتبہ سفر کیا۔ بغداد کے شیوخ مندرجہ ذیل ہیں:

☆ امام احمد بن حنبل ☆ محمد بن عیسیٰ الصباغ ☆ محمد بن سائق

☆ سریج بن نعمان

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب آخری مرتبہ بغداد سے واپس آنے لگے اور امام احمد بن حنبل سے ملاقات کرنے کے لیے آئے تو امام موصوف نے انہیں بڑے دردناک لہجہ میں فرمایا:

’’آپ لوگوں، اہل زمانہ اور علم کو چھوڑ کر خراسان جا رہے ہیں۔‘‘

جب حاکم بخارا ابوطاہر نے امام بخاری پر بہتان لگا کر بخارا بدر کرنے کا منصوبہ بنایا تو آپ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اس مقولہ کو یاد کر کے بہت افسوس کرتے تھے۔ فرماتے تھے:

’’اب مجھے ان کی بات یاد آتی ہے۔‘‘

امام بخاری نے شام کا بھی سفر کیا وہاں حسب ذیل مشائخ سے علم حاصل کیا:

☆ امام یوسف فریابی ☆ ابونصر اسحاق بن ابراہیم ☆ آدم بن ابی ایاس

☆ ابوالیمان الحکم بن نافع ☆ حیوہ بن شریح

ان کے علاوہ دوسرے اہل علم معاصرین سے بھی تکمیل علم کی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حصول علم کے لیے مصر بھی گئے اور وہاں عثمان بن صائغ، سعید بن ابی مریم، عبداللہ بن صالح، احمد بن صالح، احمد بن شبیب، اصبغ بن خرج، سعید بن ابی عیسیٰ، سعید بن کثیر اور یحییٰ بن عبداللہ سے احادیث حاصل کیں۔

آپ نے مرو میں علی بن حسن، عبدان، محمد بن مقاتل، بلخ میں مکی بن ابراہیم، یحییٰ بن بشیر، محمد بن ابان، حسن بن شجاع، یحییٰ بن موسیٰ، امام قتیبہ، ہرات میں احمد بن ابی الولید الحنفی، نیشاپور میں یحییٰ بن یحییٰ، بشر بن حکم، اسحاق بن راہویہ، محمد بن رافع، رَی میں ابراہیم بن موسیٰ اور واسط میں حسان بن حسان، حسان بن عبداللہ اور سعید بن عبداللہ سے احادیث حاصل کیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے صرف انہی شیوخ سے احادیث لیں ہیں جو ایمان میں کمی بیشی کے قائل تھے اور اعمال کو جزو ایمان خیال کرتے تھے، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کا موقف تھا۔ (مقدمہ فتح الباری ص: ٦٧٠)

طبقات شیوخ بخاری

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار مشائخ سے کسب فیض کیا وہ خود فرماتے ہیں:

"میں نے ایک ہزار اسی شیوخ سے احادیث لکھی ہیں اور وہ سب کے سب محدث تھے۔" (مقدمہ فتح الباری ص ٦٧٠)

حافظ ابن حجر نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کو پانچ طبقات میں تقسیم کیا ہے جو حسب ذیل ہیں:

☆ پہلا طبقہ

اس طبقہ میں وہ شیوخ شامل ہیں جنہوں نے آپ کو تابعین کے واسطہ سے احادیث سنائیں۔ جیسا کہ امام بخاری کے استاد محمد بن عبداللہ انصاری ہیں۔ انہوں نے حُمید طویل سے احادیث لیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد ہیں۔ اسی طرح امام بخاری کے استاد مکی بن ابراہیم ہیں۔ جنہوں نے یزید بن ابی عبید سے احادیث روایت کیں اور یہ حضرت بھی تابعین عظام سے ہیں، امام بخاری مکی بن ابراہیم سے تین واسطوں کے ذریعہ حدیث بیان کرتے ہیں۔ یعنی ایک مکی بن ابراہیم دوسرے تابعی اور تیسرے صحابی، ان روایات کو ثلاثیات کہا جاتا ہے، امام بخاری کے ایک استاد ابونعیم فضل بن دکین ہیں۔ انہوں نے حضرت سلمان بن مہران اعمش سے احادیث بیان کی ہیں اور اعمش تابعی ہیں۔ الغرض امام بخاری کے بہت سے ایسے اساتذہ ہیں جو تابعین سے احادیث بیان کرتے ہیں۔ مشائخ بخاری میں یہ اعلیٰ طبقہ ہے۔

☆ دوسرا طبقہ

اس طبقہ میں امام بخاری کے وہ شیوخ شامل ہیں جو طبقہ اولی کے ہم عصر تو ہیں لیکن ثقات تابعین سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے۔ مثلاً: آدم بن ایاس، ابومسہر عبدالاعلی بن مسہر، سعید بن ابی مریم اور ایوب بن سلیمان وغیرہ یہ تمام حضرات طبقہ ثانیہ سے ہیں جن سے امام بخاری نے احادیث کو بیان کیا ہے۔

☆ تیسرا طبقہ

اس طبقہ میں امام بخاری کے وہ اساتذہ شامل ہیں جن کی کسی تابعی سے ملاقات ثابت نہیں ہے مثلاً سلیمان بن حرب، قتیبہ

بن سعید، نعیم بن حماد، علی بن مدینی، عبس بن معین، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راھویہ، ابوبکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ وغیرہ۔ اس طبقہ سے روایت کرنے میں امام مسلم بھی امام بخاری کے ساتھ شریک ہیں۔

☆ چوتھا طبقہ

اس طبقہ میں امام بخاری کے وہ مشائخ شامل ہیں جو طلب حدیث میں امام بخاری کے ساتھی تھے۔ یا ان سے تھوڑا وقت پہلے علم حدیث پڑھا، مثلاً محمد بن یحییٰ ذہلی، ابوحاتم رازی، عبد بن حمید، احمد بن نصر اور محمد بن عبدالرحیم وغیرہ ان اساتذہ سے امام بخاری نے وہ احادیث روایت کی ہیں جو آپ کو پہلے تین طبقات سے نہ مل سکیں۔

☆ پانچواں طبقہ

اس طبقہ میں وہ اساتذہ شامل ہیں جو عمر اور اسناد کے اعتبار سے امام بخاری کے شاگردوں میں سے ہیں۔ مثلاً عبداللہ بن حماد الاعلی، عبداللہ بن ابی العاص خوارزمی اور حسین بن محمد قبانی وغیرہ۔ امام بخاری نے کسی خاص فائدہ کے تحت ان سے احادیث بیان کی ہیں۔ مثلاً: ایک حدیث اپنے اساتذہ اور ساتھیوں سے نہ مل سکی تو وہ اپنے شاگردوں سے بیان کریں گے ایسا کرنے سے امام بخاری نے امام وکیع کی بات پر عمل کیا ہے آپ فرماتے ہیں:

”آدمی اس وقت تک عالم نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے سے اعلیٰ، اپنے ہم عمر اور اپنے سے نیچے والے سے احادیث بیان نہیں کرتا۔“

بلکہ امام بخاری خود فرماتے ہیں کہ انسان محدث کامل اس وقت ہوگا جب وہ اپنے سے اعلیٰ، اپنے ہم عمر اور اپنے سے کم درجہ سے احادیث بیان نہ کرے۔ (مقدمہ فتح الباری، ص: ۶۷۰، ۶۷۱)

تلامذہ بخاری

امام بخاری کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ امام بخاری کے شاگرد فربری کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے آپ سے صحیح بخاری کا سماع کیا ہے، ان کی تعداد نوے ہزار ہے۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۶۸۶)

بہرحال امام بخاری سے روایت کرنے والوں کو ہم تین طبقات میں تقسیم کرتے ہیں۔

☆ پہلا طبقہ

اس طبقہ میں وہ مشائخ شامل ہیں جن سے امام بخاری نے کسب فیض کیا، ان میں چند ایک یہ ہیں:

☆ عبداللہ بن محمد مسندی ☆ عبداللہ بن منیر ☆ اسحاق بن احمد سرماری ☆ محمد بن خلف بن قتیبہ

☆ دوسرا طبقہ

یہ طبقہ امام بخاری کے ہم عصر مشائخ پر مشتمل ہے جو آپ سے احادیث بیان کرتے ہیں۔ اس طبقہ میں مشہور مشہور تلامذہ یہ ہیں:

☆ ابوزرعہ رازی ☆ ابوحاتم رازی ☆ ابراہیم حربی ☆ ابوبکر بن ابی عاصم ☆ موسیٰ بن ہارون

☆ محمد بن عبداللہ بن حطین ☆ اسحاق بن احمد بن زیرک فارسی ☆ محمد بن قتیبہ بخاری ☆ ابوبکر اعین

☆ تیسرا طبقہ

اس طبقہ میں وہ تلامذہ شامل ہیں جن کا شمار بڑے بڑے حفاظ میں ہوتا ہے، چند ایک کے نام یہ ہیں:

☆ صالح بن محمد جزرہ ☆ ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری ☆ ابوالفضل احمد بن مسلم
☆ ابوبکر بن اسحاق بن خزیمہ ☆ محمد بن نصر مروزی ☆ ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی
☆ ابوعیسیٰ محمد بن عیسی بن سورہ ترمذی ☆ ابوبکر بن ابی الدنیا ☆ ابوبکر البزار
☆ حاشد بن اسماعیل ☆ ابوالقاسم البغوی ☆ حسین بن اسماعیل المحاملی

(مقدمہ فتح الباری ۶۸۷)

یہ وہ تلامذہ ہیں جنہوں نے براہ راست امام بخاری کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ بالواسطہ تلامذہ کی تعداد میں قیامت تک اضافہ ہوتا رہے گا اور آپ کے لیے صدقہ جاریہ کا سامان پیدا ہوتا رہے گا۔

"ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم ـ"

مسلک بخاری

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فروعی اور اجتہادی مسائل میں مروجہ مسالک سے بالکل آزاد ہیں۔ مذاہب اربعہ میں سے کسی کی مخالفت یا موافقت کا انحصار تعصب یا عقیدت کی بنا پر نہیں بلکہ دلیل پر ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے، ہمارے پاس آپ کا مسلک معلوم کرنے کا واحد ذریعہ آپ کی تالیف صحیح بخاری ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مسلک درج ذیل آیت کریمہ کا آئینہ دار ہے:

﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ﴾ (۷/ الاعراف: ۳)

"جو کچھ ہمارے پروردگار سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے تم اس کی پیروی کرو، اس کے علاوہ دوسرے قائدین کی پیروی نہ کرو۔"

اگرچہ کچھ حضرات نے امام بخاری کو شافعی یا حنبلی لکھا ہے لیکن یہ حقیقت کے خلاف ہے بلکہ آپ مجتہد مطلق امام الفقہ اور تحریک آزادی فکر کے علمبردار ہیں جیسا کہ درج ذیل مثالوں سے معلوم ہوتا ہے۔

☆ شوافع کے نزدیک جمعہ کی ادائیگی کے لیے کم از کم چالیس آدمیوں کا ہونا ضروری ہے، امام بخاری نے ان کی تردید کرتے ہوئے بایں طور پر عنوان قائم کیا ہے:

جب لوگ نماز جمعہ کے وقت امام کو چھوڑ کر چلے جائیں تو امام اور باقی ماندہ آدمیوں کی نماز صحیح ہے۔ (کتاب الجمعہ: باب نمبر ۳۸)

پھر اس کے تحت حدیث ذکر فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ آدمیوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا فرمائی جب کہ تجارتی قافلہ آنے کی وجہ سے لوگ دوران جمعہ چلے گئے تھے۔ (بخاری، الجمعہ: ۹۳۶)

☆ احناف کے ہاں جمعہ کی ادائیگی کے لیے متعدد شرائط ہیں، ان کے ہاں عام دیہاتوں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ امام بخاری نے اس مؤقف کی تردید میں درج ذیل عنوان قائم کیا:

دیہاتوں اور شہروں میں جمعہ کی ادائیگی۔ (کتاب الجمعہ باب نمبر ۱۱)

پھر ایک حدیث کا حوالہ دیا کہ مسجد نبوی کے بعد پہلا جمعہ عبدالقیس کی ایک جواثی نامی بستی میں شروع ہوا جو بحرین کے علاقہ میں تھی۔ (بخاری، الجمعہ: ۸۹۲)

☆ حنابلہ کا مشہور مسلک ہے کہ زوال آفتاب سے پہلے جمعہ جائز ہے، امام بخاری نے صراحت فرمائی کہ یہ مؤقف صحیح نہیں ہے۔ اور ان کی تردید میں ایک عنوان قائم کیا:

جب سورج ڈھل جائے تو جمعہ کا وقت ہو جاتا ہے۔ (کتاب الجمعہ باب نمبر ۱۶)

پھر آپ نے اس کے تحت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوال آفتاب کے بعد جمعہ پڑھتے تھے۔ (بخاری، الجمعہ: ۹۰۴)

☆ مالکی حضرات کے نزدیک بارش کی وجہ سے جمعہ چھوڑ دینا جائز نہیں ہے۔ امام بخاری نے اس موقف سے اتفاق نہیں کیا بلکہ ان کی تردید میں ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا:

بارش کی وجہ سے جمعہ میں حاضر نہ ہونے کی رخصت ہے۔ (کتاب الجمعہ، باب نمبر ۱۶)

اس کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ذکر کیا کہ اگرچہ جمعہ کی ادائیگی بہت ضروری ہے تاہم بارش کی وجہ سے میں نہیں چاہتا کہ تمہیں مشقت میں ڈالوں اور تم مٹی اور کیچڑ میں لتھڑے ہوئے مسجد میں آؤ۔ (بخاری، الجمعہ: ۹۰۱)

مولانا انور شاہ کاشمیری نے امام بخاری کے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

''میرے نزدیک حق بات یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں کسی مسلک کی تقلید نہیں کی بلکہ اجتہاد کا راستہ اختیار کیا ہے، ان کی فہم و بصیرت نے جو فیصلہ کیا، اسے آزادی کے ساتھ اپنایا ہے۔ (فیض الباری ص ۳۳۵ ج ۱)

مسائل میں ایک مجتہد کا دوسرے مجتہد کے ساتھ موافقت کرنا چیزے دیگر است، یہ بات مجتہد کے مقلد ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

تالیفات بخاری

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد تالیفات کی صورت میں اپنا علمی ترکہ امت کے حوالے کیا ہے۔ ان تصانیف کی دو اقسام ہیں:

1. جو آج دستیاب ہیں۔
2. جن کا ذکر صرف مورخین نے کیا ہے۔

دستیاب تالیفات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

① الجامع الصحیح: جس کا تفصیلی تذکرہ ہم آیندہ اوراق میں کریں گے۔

② الادب المفرد: یہ کتاب اخلاق و آداب اور معاشرتی مسائل کا مجموعہ ہے۔

③ جزء رفع الیدین: اسے استاذ مکرم جناب علامہ بدیع الدین راشدی رحمۃ اللہ علیہ کے حواشی کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

④ جزء القراءۃ: حافظ زبیر علی زئی کی تحقیق کے ساتھ مکتبہ اسلامیہ نے اسے شائع کیا ہے۔

⑤ کتاب الضعفاء: اس کتاب کو بھی مکتبہ اسلامیہ نے حافظ زبیر علی زئی کی تحقیق سے شائع کیا ہے۔

⑥ خلق افعال العباد: اس کتاب کو امام بخاری سے یوسف بن ریحان اور فربری روایت کرتے ہیں۔

⑦ برالوالدین: والدین سے حسن سلوک کے متعلق اس رسالہ میں احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔

⑧ التاریخ الکبیر: اسے امام بخاری نے چاندنی راتوں میں تصنیف کیا اور یہ متعدد جلدوں پر مشتمل ہے۔

⑨ التاریخ الاوسط۔

⑩ التاریخ الصغیر بھی آپ کی تالیفات سے ہیں۔

ان کے علاوہ کچھ تالیفات کا مورخین نے ذکر کیا ہے جو حسب ذیل ہیں:

۱۔الجامع الکبیر ۲۔المسند الکبیر ۳۔التفسیر الکبیر ۴۔کتاب الھبۃ ۵۔کتاب الاشربۃ ۶۔کتاب الوحدان
۷۔کتاب اسامی الصحابۃ ۸۔کتاب المبسوط ۹۔کتاب العلل ۱۰۔کتاب الکنی ۱۱۔کتاب الفوائد۔

(مقدمہ فتح الباری ص۶۸۶)

ابو حاتم وراق کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے عرض کیا کہ آپ نے اپنی تمام تصانیف میں جو کچھ ذکر کیا ہے وہ آپ کو یاد ہے؟ تو امام بخاری نے جواب دیا۔

''ان تصانیف میں جو کچھ ہے ان میں سے کوئی چیز مجھ پر مخفی نہیں ہے۔ نیز میں نے تمام کتابوں کو تین تین مرتبہ تصنیف کیا ہے۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے ان تصانیف میں دولاکھ سے زائد احادیث جمع کی ہیں۔ آپ اپنی تالیفات کے متعلق فرماتے ہیں:

''مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے ان تصانیف میں برکت عطا فرمائے گا۔'' (مقدمہ فتح الباری ص۶۸۱)

ان تمام تصانیف میں سے جو قبولیت اور شہرت دوام صحیح بخاری کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی وہ دوسری کسی کتاب کے حصہ میں نہیں آئی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اتنی عظیم محنت کا اپنے ہاں اجر جزیل عطا فرمائے اور ہمیں قیامت کے دن خدامِ حدیث میں اٹھائے۔ (آمین)

احوال صحیح بخاری

کتب احادیث میں جو مرتبہ اور مقام صحیح بخاری کو حاصل ہے وہ کسی اور کتاب کو نہیں مل سکا، محدثین کرام کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بعد صحیح ترین کتاب ''صحیح بخاری'' ہے۔

سنن نسائی کے مؤلف امام ابوعبدالرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کتب احادیث میں محمد بن اسماعیل بخاری کی کتاب سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے۔'' (تاریخ بغداد، ص۹ ج۲)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ ''جو انسان اس کتاب کی عظمت کو تسلیم نہ کرے وہ بدعتی، مسلمانوں کی راہ کے خلاف راستہ اختیار کرتا ہے۔'' (حجۃ اللہ البالغہ، ص۱۳۴ ج۱)

اس عظیم کتاب کا تعارف پیش خدمت ہے

نام صحیح بخاری

"الجامع الصحیح المسند المختصر من أمور رسول اللهﷺ و سننه و أیامه ۔"

اس نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب کا موضوع صحیح اور مسند احادیث کو جمع کرنا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا ہے کہ میں نے اس کتاب میں صرف صحیح احادیث کو درج کیا ہے۔ (مقدمہ فتح الباری، ص۷)

اس میں احادیث معلقہ اور آثار موقوفہ اصل مقصود نہیں ہیں بلکہ انہیں محض متابعت اور تائید کے لیے پیش کیا گیا ہے، اب ہم اس نام کی مختصر وضاحت کرتے ہیں۔

الجامع

محدثین کی اصطلاح میں جامع اس کتاب کو کہتے ہیں جو مندرجہ ذیل آٹھ قسم کی احادیث پر مشتمل ہو، احکام، مناقب، سیر، آداب، تفسیر، فتن، رقاق اور عقائد۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں حدیث کے متعلق کسی ایک صنف کو خاص نہیں کیا بلکہ انواع ثمانیہ کے متعلق احادیث بیان کی ہیں۔

الصحیح

اصول حدیث کے اعتبار سے صحیح حدیث کی پانچ شرائط ہیں۔

① اتصال سند ② عدل راوی

③ ضبط راوی ④ عدم شذوذ

⑤ عدم علت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں بنیادی احادیث کے لیے صحیح ہونے کا پورا پورا التزام کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے خود

تصریح کی ہے کہ میں نے اپنی جامع میں صحیح احادیث ہی ذکر کی ہیں۔

المسند

اس سے مراد وہ مرفوع حدیث ہے جس کی سند متصل ہو خواہ وہ حدیث قولی یا فعلی یا تقریری، اگر کسی موقع پر احادیث معلقہ اور آثار موقوفہ بیان ہوئے ہیں تو وہ اصل مقصود نہیں بلکہ انہیں صرف متابعت اور تاکید و استشہاد کے لیے پیش کیا گیا ہے، امام بخاری کا اصل مقصود احادیث مرفوعہ متصلہ بیان کرنا ہے۔

المختصر

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے چھ لاکھ احادیث سے اس کتاب کا انتخاب کیا ہے۔ اس میں مکررات و معلقات کی مجموعی تعداد نو ہزار اناسی (۹۰۷۹) ہے۔ ان میں ایک ہزار تین صد اکیاسی (۱۳۸۱) معلقات، تین صد اکیاسی (۳۸۱) متابعات اور باقی سات ہزار تین صد ستانوے (۷۳۹۷) احادیث موصول ہیں۔

من امور رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

اس سے مسند کی وضاحت مقصود ہے۔ یعنی اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اور تقریرات کا بیان ہوگا۔

سننه

اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جاری ہونے والے فقہی احکام ہیں، یعنی ضابطہ زندگی اور اس کی تفصیل جو آپ سے منقول ہے، اسے بیان کیا جائے گا۔

أيامه

اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آنے والے شب و روز کے حوادث و واقعات ہیں یعنی اس کتاب میں ابواب جہاد اور غزوات کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

سبب تالیف صحیح بخاری

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح بخاری سے پہلے کتب حدیث لکھی گئی تھیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہی اس کی تدوین شروع ہو چکی تھی جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک صحیفہ مدون کیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے "الصحيفة الصادقة" مرتب کر رکھا تھا۔ نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے "الصحيفة الصحيحة" کا بھی تاریخ میں حوالہ ملتا ہے۔ حضرت ابن جریج اور سعید بن عمرو کے مجموعے مرتب ہوئے تھے، لیکن ان میں صرف احادیث کو جمع کیا گیا تھا ان کی عنوان بندی نہ تھی اس کے بعد سفیان ثوری، امام مالک اور امام اوزاعی نے اپنے مجموعوں کو کتب و ابواب کے ساتھ مرتب فرمایا، لیکن ان میں صحیح اور معتمد احادیث جمع کرنے کا اہتمام نہ تھا، تاہم عام لوگوں کو اس امر کی ضرورت تھی کہ کوئی ایسا مجموعہ ہو جس پر آنکھیں بند کر کے عمل کیا جائے۔ جس کی ہر حدیث قابل حجت ہو اور اطمینان ہو کہ اس کی ہر حدیث واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

فرمان ہے، امام بخاری کے استاذ امام اسحاق بن راہویہ نے ایک دفعہ اپنی علمی مجلس میں اس امر کا اظہار کیا کہ صحیح احادیث پر مشتمل ایک ایسا مجموعہ ہونا چاہیے جو نہ صرف قابل عمل ہو بلکہ وہ واجب العمل ہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ استاذ محترم کی یہ بات میرے دل میں اتر گئی، میں نے اس خواہش کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، انہی دنوں امام بخاری نے ایک خواب دیکھا کہ وہ پنکھے کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے کھیاں اڑا رہے ہیں۔ اس خواب کی تعبیر یوں کی گئی کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک سے کذب وافترا کی کھیاں دور فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے متعلق کوئی خدمت لے گا چنانچہ صحیح بخاری کی تالیف دراصل آپ کے استاذ محترم کی خواہش کی تکمیل اور آپ کے خواب کی تعبیر ہے۔

(مقدمہ فتح الباری، ص:۹)

اغراض ومقاصد صحیح بخاری

اس مبارک تالیف کے مندرجہ ذیل اغراض ومقاصد ہیں:

۱۔ مختلف فنون کا بیان

صحیح بخاری کی تالیف سے پہلے مختلف جوامع اور مسانید مرتب ہو چکی تھیں اور مصنفات کے نام سے بھی مجموعے تیار ہو چکے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا کہ متقدمین نے بہت سے اسلامی علوم اور دینی فنون کو اپنی تالیفات میں جمع کر دیا ہے جیسا کہ امام مالک اور سفیان ثوری نے فقہ میں، ابن جریج نے تفسیر میں، ابوعبیدہ نے غریب قرآن میں، محمد بن اسحاق اور موسی بن عقبہ نے سیرت میں، ابن مبارک نے زہد ورقاق میں، امام نسائی نے ابتدائے آفرینش اور قصص الانبیاء میں یحییٰ بن معین نے مناقب صحابہ میں اور دیگر علمانے تعبیر رؤیاء، ادب وشمائل، اصول حدیث اور احوال قیامت کے متعلق لکھا ہے۔ امام بخاری نے ان مدونہ علوم وفنون پر طائرانہ نظر ڈالی تو انہیں خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ ان تمام علوم وفنون کو ایک مختصر مگر جامع کتاب میں جمع کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے چون (۵۴) کے قریب مختلف فنون پر قلم اٹھایا اور ان کا حق ادا کر دیا۔

۲۔ تحریک آزادی فکر کا احیا

تیسری صدی میں محدثین کرام نے جب مسلمانوں کی اکثریت کو دیکھا کہ وہ اپنے علما اور فقہا کے استنباطات اور فتاوی کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور ان کے استخراجات کو آسمانی وحی خیال کرتے ہیں تو محدثین عظام نے فقہ الرائے کے بجائے فقہ الحدیث کی داغ بیل ڈالی، ان محدثین میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امیر قافلہ ہیں۔ آپ نے اپنی الجامع الصحیح میں صرف صحیح احادیث کو ہی جمع نہیں فرمایا بلکہ اس میں استخراج مسائل کو موضوع بنایا ہے اور اس کی تکمیل کے لیے تمام قویٰ صرف کر دیں۔ چنانچہ آپ نے تراجم ابواب میں جو فقہ مرتب کی ہے وہ تقلیدی انداز کی نہیں بلکہ وہ آپ کے اپنے اجتہاد واستنباط کے ثمرات ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ عنوانات کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے کہ انہوں نے ضروریات زندگی کا کوئی مسئلہ نہیں چھوڑا جس کا براہ راست حدیث سے اس کا استخراج نہ کیا ہو، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فقہی فروع اور اجتہادی مسائل میں مروجہ تقلیدی مسالک سے بالکل آزاد ہیں، مسائل میں توافق

کو تقلید کا نام نہیں دیا جا سکتا، ہمارے رجحان کے مطابق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تحریک آزادی فکر کے علمبردار ہیں۔ حقیقت کے اعتبار سے یہ امر واقعہ ہے۔"فقه البخاری فی تراجمه" یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ ان کے قائم کردہ عنوانات میں ہے، تراجم کے متعلق ہم ایک مستقل عنوان کے تحت آئندہ گفتگو کریں گے۔

۳۔ مختلف فتنوں کی روک تھام

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی الجامع الصحیح میں ان نظریاتی تحریکات کا بھی جائزہ لیا ہے۔ جو اس دور میں اسلامی معاشرہ کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت اختیار کر چکی تھیں۔ چنانچہ معتزلہ اور جہمیہ نے صفات باری تعالیٰ کی نفی کر کے ایک بڑے فتنے کو جنم دے رکھا تھا، جب کہ خوارج اور مرجئہ نے ایمان و کفر کے پیمانے مقرر کر رکھے تھے، اس طرح فقہی جمود کی تباہ کاریاں حد اعتدال سے تجاوز کر چکی تھیں۔ ان کے علاوہ شیعہ اور روافض نے نظریہ خلافت و حکومت کے متعلق انتشار پھیلا رکھا تھا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام نظریات و تحریکات کو سامنے رکھ کر متعدد فتنوں کی سرکوبی اپنی الجامع الصحیح میں کی ہے جسے ہم درج ذیل سطور میں تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

فتنہ انکار حدیث

قرآن اور حدیث دونوں کی بنیاد وحی پر ہے منکرین حدیث صرف قرآن کو وحی مانتے ہیں اور حدیث کو وحی تسلیم نہیں کرتے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی الجامع الصحیح کے آغاز میں بدء الوحی کا عنوان قائم کر کے وحی کی عظمت و حقانیت کو ثابت کیا ہے اور بتایا ہے کہ قرآن اور اس کا بیان یعنی حدیث دونوں کی بنیاد وحی الٰہی ہے۔ ایک کو ماننا اور دوسرے سے انکار کرنا عقل و نقل کے خلاف ہے۔

فتنہ ارجاء (بے عملی)

کچھ لوگ ایمان کی موجودگی میں عمل کو کوئی حیثیت نہیں دیتے، ان کے نزدیک ایمان لانے کے بعد عمل کرنا، نہ کرنا دونوں برابر ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الایمان میں عمل کی حیثیت کو اجاگر کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ احادیث میں مختلف اعمال کو ان کی اہمیت کے پیش نظر ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مثلاً: جہاد کرنا ایمان کا حصہ ہے، زکوٰۃ دینا اسلام کا جزو ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ایمان کا تقاضا ہے۔ نماز پڑھنا عین ایمان ہے اور کھانا کھلانا اسلام کا حصہ ہے۔

فتنہ تکفیر

معمولی بدعملی کی وجہ سے کسی کو کافر قرار دینا انتہائی خطرناک عمل ہے، خوارج کے ہاں یہ فتنہ بڑے عروج پر تھا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حدود و قیود کی وضاحت کرتے ہوئے الجامع الصحیح میں حسب ذیل دو عنوان قائم کیے ہیں:

۱۔ باب من کفر أخاه بغیر تأویل فهو کما قال۔ (کتاب الادب باب نمبر ۷۳)
"جس کسی نے اپنے بھائی کو بلا وجہ کافر کہا وہ اپنے کہنے کے مطابق کافر ہو جاتا ہے۔"

۲۔ باب من لم یر إکفار من قال ذالك متأ ولاً أو جاهلاً۔ (کتاب الادب باب نمبر ۷۴)
جو شخص معقول تاویل یا جہالت کی وجہ سے کسی کو کافر کہتا ہے اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔

فتنہ تقلید

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں فتنہ تقلید عروج پر تھا، احبار و رہبان کو حضرات انبیا علیہم السلام کے مقام پر فائز کر کے علمی عروج کہا جاتا تھا۔ آپ نے اپنی الجامع الصحیح میں کتاب الاعتصام بالکتاب و السنة، جیسا ایک بڑا عنوان قائم کر کے اس فتنہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا ہے اور بتایا ہے کہ شریعت سازی میں ان احبار و رہبان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ شریعت صرف اللہ کا قرآن اور اس کے رسول کا بیان ہے، ان دونوں کا اتباع ہی ذریعہ نجات ہے، اندھی تقلید کی، اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فتنہ روافض کو کتاب الاحکام میں، فتنہ قیاس بالرائے کو کتاب الحیل میں اور فتنہ اعتزال کو کتاب التوحید میں خوب دبا کر اصل حقائق سے پردہ اٹھایا ہے۔

وسعت نظری کی ترویج

شریعت نے جہاں امت پر کشادگی رکھی تھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے برقرار رکھا ہے اور اسے فقہی موشگافیوں سے تنگ نہیں کیا۔ مثلاً: ران کا ڈھانپنا ضروری ہے یا نہیں؟ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کے متعلق بعض روایات معلق ذکر کیں اور کچھ روایات کا مع سند حوالہ دیا پھر دونوں میں فیصلہ کیا: حدیث انس أسند وحديث جرهد أحوط۔

(کتاب الصلوٰۃ، باب نمبر:۱۲)

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت جس میں ہے کہ ران کو ڈھانپنا ضروری نہیں سند کے لحاظ سے مضبوط ہے اور حدیث جرہد جس میں ہے کہ ران ستر ہے اس میں احتیاط کا پہلو نمایاں ہے۔ الغرض آپ نے تمام پہلوؤں پر نہایت حزم و احتیاط سے گفتگو فرمائی اور اپنے فیصلہ میں وسعت نظری کو برقرار رکھا۔

۵۔ مصالح عباد پر نظر

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ استنباط مسائل میں مصالح عباد پر گہری نظر رکھتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ وہ نصوص کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے، اس سلسلہ میں انہوں نے ایک عنوان قائم کیا ہے:

باب من قال لا نكاح إلا بولي۔ (کتاب النکاح، باب نمبر ۳۷)

یعنی ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، دوسری روایات کے پیش نظر ایسا نکاح باطل ہے جو ولی کی اجازت کے بغیر ہو۔

امام بخاری آگے چل کر ایک دوسرا عنوان بایں الفاظ قائم کرتے ہیں:

لا ينكح الأب وغيره البكر والثيب إلا برضاها۔ (کتاب النکاح، باب نمبر: ۴۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کی رضامندی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، ان دونوں ابواب سے مقصود یہ ہے کہ نہ تو عورت مطلق العنان ہے کہ جب چاہے جہاں چاہے اپنی شادی رچا لے اور نہ ہی وہ اس قدر مجبور و مقہور ہے کہ اس کا سرپرست جب چاہے جس سے چاہے اس کا عقد کر دے اور وہ مجبور ہو کر خاموش رہے بلکہ اس امر کی وضاحت کے لیے ایک مزید عنوان بایں الفاظ قائم کیا:

إذا زوج الرجل ابنته وهي كارهة فنكاحه مردود۔ (کتاب النکاح، باب نمبر ۴۳)

جب باپ اپنی بیٹی کا نکاح زبردستی کر دے جب کہ وہ اسے ناپسند کرتی ہو تو ایسا نکاح مردود ہے۔

درحقیقت شریعت کا منشا بھی یہی ہے کہ اعتدال اور عدل وانصاف کو قائم کیا جائے ، اب ہمارے مجتہدین کرام کو دیکھیں ، ایک طرف تو انہوں نے بالغہ کو مطلق العنان کر دیا کہ وہ جب چاہے جس سے چاہے اپنا عقد کرے ، اسے کسی سرپرست کی ضرورت نہیں اور دوسری طرف یہ اندھیر نگری کہ اگر کوئی شخص دھوکہ سے ایجاب وقبول کے الفاظ کہلوا لے جسے عورت نہ سمجھتی ہو تو وہ بھی قید نکاح میں آ جائے گی اور اسے اس سے آزادی کا کوئی اختیار نہیں ، لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس افراط وتفریط کے بین بین اعتدال کا پہلو اختیار کیا ہے اور اس اعتدال کو احادیث سے ثابت کیا ہے۔

٦۔ فقہ الحدیث کی داغ بیل

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس نظریے کے پرزور حامی ہیں کہ کتاب وسنت میں ہر مسئلہ موجود ہے ، لہٰذا قیاس اور رائے کا بے دریغ استعمال درست نہیں ، آپ نے الجامع الصحیح میں عملاً اس بات کا مظاہرہ کیا ہے اور ایک ایک حدیث پر متعدد عنوانات قائم کر کے فقہ الحدیث کا دروازہ کھولا ہے جیسا کہ درج ذیل امثلہ سے واضح ہوتا ہے۔

☆ حدیث بریرہ رضی اللہ عنہا پر بیس سے زیادہ عنوان قائم کر کے متعدد مسائل کا استخراج کیا ہے۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ لینے کے واقعہ پر آپ نے متعدد عنوان قائم کیے ہیں۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے چند وسق جو خریدے اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھی ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو گیارہ مرتبہ بیان کر کے متعدد احکام ثابت کیے ہیں۔

☆ حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے بے شمار مسائل اخذ کیے ہیں۔

☆ حدیث کسوف متعدد مرتبہ لائے ہیں اور اس سے مختلف احکام کا استنباط کیا ہے۔

قیاس میں افراط وتفریط پر پابندی

قیاس کے متعلق فقہائے کوفہ اور علمائے ظاہر افراط وتفریط کا شکار ہیں چنانچہ امام داود ظاہری اور امام ابن حزم نے حجیت قیاس کا سرے سے انکار کر دیا جو درج ذیل مسئلہ سے واضح ہوتا ہے:

''اگر کتا برتن میں سے کچھ کھا لے اور اس میں منہ ڈال کر کچھ پینے کی نوبت نہ آئے یا اپنا پاؤں یا اپنی دم برتن میں ڈال دی یا وہ خود اس میں گر پڑا لیکن اس میں منہ نہ ڈالا تو ان تمام صورتوں میں برتن کا دھونا ضروری نہیں اور نہ ہی اس میں پڑی چیز کو باہر پھینکنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ حلال اور پاکیزہ ہے۔ نیز اگر زمین کے گڑھے میں کھڑے پانی کے اندر منہ ڈال دے یا کسی انسان کے ہاتھ میں پانی تھا یا کوئی چیز جسے برتن نہیں کہا جاتا اس میں منہ ڈال کر کچھ پی لے تو ایسی صورت میں بھی اسے دھونے اور پڑی چیز کو پھینکنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ولوغ صرف منہ ڈال کر پینے کو کہتے ہیں جس پر نجاست کا حکم مرتب ہوتا ہے۔'' (محلی ابن حزم ، ص: ١٠٩ ، ١١٠)

احناف نے جس طرح بے دریغ قیاس کا استعمال کیا اس کا اندازہ درج ذیل مسئلہ سے کیا جا سکتا ہے۔

''اگر جسم کے کسی عضو کو نجاست لگ جائے تو اگر زبان سے چاٹ کر اس کے اثرات کو زائل کر دیا جائے تو وہ عضو پاک ہو جائیگا، اسی طرح اگر چھری کو نجاست لگ جائے اور اسے زبان سے چاٹ کر زائل کر دیا جائے یا تھوک سے اس کو صاف کر دیا جائے تو وہ چھری پاک ہو جائے گی اور اگر کپڑے کو نجاست لگ جائے اور اسے زبان سے چاٹ کر صاف کر دیا جائے یہاں تک کہ اس کے اثرات ختم ہو جائیں تو وہ کپڑا پاک ہو جائے گا۔'' (فتاویٰ عالمگیری، ص۴۵ ج۱)

ایسے حالات میں قیاس کے متعلق افراط وتفریط پر پابندی لگانا ضروری تھا۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کے نام سے الجامع الصحیح میں ایک مستقل عنوان اس کے سد باب کے لیے قائم کیا پھر تیس (۳۰) کے قریب ذیلی عنوانات قائم کر کے اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ کا مقصد یہ ہے کہ ایک مسلمان کو سب سے پہلے واضح نصوص کا اتباع کرنا چاہیے اسے خواہ مخواہ قیاس کی تلاش میں مارا مارا نہیں پھرنا چاہیے۔ اگر ضرورت محسوس کرے تو ضروری ہے کہ مقیس علیہ واضح اور معلوم ہونا چاہیے اور علت حکم واضح اور نمایاں ہو۔ چنانچہ آپ نے الجامع الصحیح میں ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے:

"من شبه أصلا معلوماً بأصل مبين قد بين النبی ﷺ حكمهما ليفهم السائل۔"

(كتاب الاعتصام، باب نمبر ۱۲)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیاس میں اصل اور علت کو بین اور واضح ہونا چاہیے محض ظن وتخمین پر انحصار نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس کی روک تھام کے لیے ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے:

"باب مايذكر من ذم الرأى و تكلف القياس۔" (كتاب الاعتصام، باب نمبر ۷)

قیاس میں تکلف اور رائے کا استعمال انتہائی قابل مذمت ہے، پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرضی قیاسات کو درج ذیل آیت کریمہ میں داخل فرما کر ان کا بوداپن واضح کیا ہے۔

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ (الاسراء:۳۶) ''اور ایسی بات کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔''

نوٹ:۔ عام طور پر تالیف صحیح بخاری کی درج ذیل چار اغراض کو بیان کیا جاتا ہے۔

☆ بنیادی غرض تو یہ ہے کہ اس کتاب میں صرف احادیث صحیحہ مرفوعہ کو بیان کیا جائے جن میں کوئی سقم یا ضعف نہ ہو، معلق روایات اور آثار موقوفہ اصل مقصود نہیں ہیں۔

☆ صحیح احادیث سے احکام ومسائل کو نکالا جائے چنانچہ الجامع الصحیح میں بے شمار فقہی احکام اور بدیع فوائد بیان ہوئے ہیں جنہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

☆ استنباط مسائل کی تعلیم دینا بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود ہے چنانچہ نصوص سے فقہی احکام ثابت کرنے کے کئی ایک طریقے ہیں۔ یعنی دلالت نص، عبارت نص اور اشارات نص وغیرہ ان تمام طرق واستخراج کی الجامع الصحیح میں عملی تعلیم دی گئی ہے۔

☆ حدیث وفقہ کو جمع کرنا، اس کا مطلب یہ ہے کہ الجامع الصحیح صرف فن حدیث پر ہی مشتمل نہیں بلکہ اس میں کتاب وسنت پر مبنی فقہ کا بھی بیان ہے جسے فقہ الحدیث کہا جاتا ہے۔

شرائط صحیح بخاری

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اخذ روایات کے سلسلہ میں اپنی کسی کتاب میں شرائط وغیرہ کا ذکر نہیں کیا، بلکہ ان کے بعد آنے والے علما حضرات نے ان کی تالیفات کا مطالعہ کیا، خاص طور پر ان کی تالیف الجامع الصحیح پر غور وخوض کیا تو تتبع وتلاش کے بعد ان شرائط کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے اخذ روایات کے سلسلہ میں ملحوظ رکھی ہیں۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے الجامع الصحیح میں روایات ذکر کرنے میں جن شرائط کا اعتبار کیا ہے وہ امام مسلم کی شرائط سے زیادہ سخت ہیں، کیونکہ ان کے ہاں ہر روایت میں دو چیزوں کا خاص خیال رکھا جاتا ہے جو حسب ذیل ہیں:

ا۔ راوی کی ذاتی حیثیت یعنی اس کا عادل وضابط اور ثقہ ہونا۔

ب۔ اس راوی کا اپنے شیخ سے کیسا تعلق ہے اور ملاقات وسماع کس پائے کا ہے؟

ان دونوں حیثیتوں سے راویوں کو ہم پانچ طبقات میں تقسیم کرتے ہیں۔

پہلا طبقہ: جن راویوں کا ضبط واتقان زیادہ ہے اور وہ اپنے استاذ کے پاس بھی تادیر ٹھہرے رہے یعنی سفر وحضر میں ان کے ساتھ رہے۔

اس کی مثال امام زہری کے شاگردوں میں یونس بن یزید ایلی، عقیل بن خالد ایلی، امام مالک بن انس اصبحی، سفیان بن عیینہ وغیرہ یہ حضرات کثیر الضبط اور کثیر الملازمہ ہیں۔

دوسرا طبقہ: جن راویوں کا ضبط واتقان تو بہت ہے لیکن اپنے استاذ کے ہاں تھوڑا وقت ٹھہرے، امام زہری کے شاگردوں میں اس کی مثال ابوعمرو عبدالرحمٰن اوزاعی، لیث بن سعد مصری، عبدالرحمٰن بن خالد، اور ابن ابی ذئب یہ حضرات کثیر الضبط اور کثیر الاتقان ہیں، لیکن امام زہری کے ہاں ان کا قیام بہت تھوڑا رہا ہے گویا یہ حضرات کثیر الضبط اور قلیل الملازمہ ہیں۔

تیسرا طبقہ: وہ راوی جن میں ضبط واتقان کم ہے لیکن اپنے استاذ کے پاس زیادہ دیر تک ٹھہرے۔ امام زہری کے شاگردوں میں ان کی مثال جعفر بن برقان، سفیان بن حسین اور اسحاق بن یحیٰ الکلبی ہیں۔ یہ سب حضرات امام زہری کے ہاں دیر تک رہے لیکن ضبط واتقان ان میں کم ہے گویا یہ حضرات قلیل الضبط اور کثیر الملازمہ ہیں۔

چوتھا طبقہ: وہ راوی جن میں ضبط واتقان سب سے کم اور اپنے استاذ کے ہاں بھی بہت کم قیام کیا، امام زہری کے شاگردوں میں ان کی مثال زمعہ بن صالح، معاویہ بن یحیٰ صدفی اور مثنی بن صباح ہیں، ان حضرات کا ضبط واتقان بھی زیادہ نہیں اور اپنے استاذ کے ہاں بھی بہت کم عرصہ ٹھہرے گویا قلیل الضبط اور قلیل الملازمہ ہیں۔

پانچواں طبقہ: وہ راوی جن کا حفظ وضبط بھی تھوڑا ہو اور اپنے شیخ کے پاس بس بہت کم وقت ٹھہرے اس کے ساتھ ساتھ ان پر جرح بھی کی گئی ہو۔

امام زہری کے شاگردوں میں ان کی مثال عبدالقدوس بن حبیب اور محمد بن سعید مصلوب ہیں، یہ حضرات حفظ واتقان بھی تھوڑا رکھتے ہیں اور اپنے شیخ کے ہاں بھی بہت کم عرصہ قیام کیا۔ پھر ان پر جرح بھی ہوئی ہے۔ گویا یہ حضرات قلیل الضبط اور قلیل الملازمہ مع غوائل الجرح ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پہلے طبقہ کے راویوں کی روایت اپنی تالیف "الجامع الصحیح" میں لاتے ہیں اور اس کی بیان کردہ روایت اصول میں بھی لاتے ہیں اور دوسرے مقامات میں بھی ان کی روایات کو بیان کرتے ہیں، دوسرے طبقہ سے راویوں کا انتخاب کرتے ہیں اور ان کی روایات کو اصول میں درج کرنے کے بجائے شواہد و متابعات میں لاتے ہیں جب کہ امام مسلم پہلے اور دوسرے طبقہ کے تمام راویوں کی احادیث بیان کرتے ہیں اور تیسرے طبقہ سے انتخاب کرتے ہیں، امام ابوداود اور نسائی دوسرے، تیسرے اور چوتھے طبقہ کی روایات ذکر کرتے ہیں اور امام ترمذی پانچویں طبقہ کی احادیث بھی لے آتے ہیں۔ (مقدمہ فتح الباری، ص:۱۲)

بہرحال امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس راوی سے روایت لیتے ہیں جو عادل، ثقہ اور ضابط ہو اور اپنے شیخ سے اس کی ملاقات بالفعل ثابت ہو، وہ سفر و حضر میں اپنے شیخ کے ساتھ رہا ہو، یا کم از کم حضر میں تو اس کی ملاقات بکثرت ہو کیونکہ جو آدمی سفر و حضر میں کسی کا ساتھی ہوگا۔ اس سے غلطی کا امکان بہت کم ہوتا ہے جب کہ امام مسلم پہلی شرط میں تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہیں البتہ دوسری شرط بالفعل ملاقات کو وہ ضروری خیال نہیں کرتے، بلکہ اخذ روایت میں وہ امکانِ لقا کو ہی کافی سمجھتے ہیں، امام ابوداود اور امام نسائی دونوں امام بخاری کے ساتھ شرط ثانی میں شریک ہیں۔ شرط اوّل کا ان کے ہاں اتنا اہتمام نہیں ہے، ترمذی میں دونوں شرائط پر اتنا خیال نہیں رکھا گیا۔

یہی وہ شرائط و وجوہات ہیں جن کی بنا پر علمائے حدیث کا متفقہ فیصلہ ہے کہ الجامع الصحیح کو باقی تمام کتب حدیث پر ترجیح ہے خواہ یہ ترجیح باعتبار صحت کے ہو یا جودت فقاہت کی وجہ سے ہو اور اسی بنا پر امام بخاری کو امیر المومنین فی الحدیث اور سید المحدثین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

تراجم صحیح بخاری

لفظ تراجم، ترجمہ کی جمع ہے اور یہ تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

☆ کسی بات کو ایک زبان سے دوسری زبان میں بیان کرنا جیسا کہ عربی زبان کا اردو میں ترجمہ کیا جاتا ہے۔

☆ کسی آدمی کے حالات اور سیرت و اخلاق کو بیان کرنا جیسا کہ تراجم علمائے مصر میں مصری علما کے حالات بیان ہوئے ہیں۔

☆ کسی چیز کے آغاز اور ابتدائی حصہ کو بھی ترجمہ کہا جاتا ہے جسے، ہم عنوان نام دیتے ہیں۔ تراجم صحیح بخاری سے یہ آخری معنی مراد ہے۔ امام بخاری نے الجامع الصحیح کے تراجم میں بہت سے علمی، فقہی اصولی اور لغوی حقائق بیان کیے ہیں اور یہ تراجم بہت حقائق و دقائق پر مشتمل ہیں۔ بڑے بڑے علما ان تراجم کو دیکھ کر انگشت بدنداں ہیں، مولانا انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کسی نے اس قسم کے تراجم قائم نہیں کیے اور نہ ہی ان کے بعد اس قسم کے تراجم وجود میں آئے گویا امام بخاری اس دروازے کو کھولنے والے تھے اور خود ہی اس دروازے کو بند کر دینے والے ہیں۔"

(مقدمہ فیض الباری، ص:۴۰)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ تراجم سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں حدیث، تفسیر، لغت اور علم کلام پر پورا پورا عبور حاصل تھا۔ یہ بات تو اہل علم میں مشہور ہے:

"فقه البخاری فی تراجمه" یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ ان کے قائم کردہ تراجم میں ہے۔

تراجم بخاری کی دقت واہمیت کے پیش نظر علمائے حدیث نے انہیں حل کرنے کے لیے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔اب ہم تراجم صحیح بخاری کے متعلق اپنی گزارشات پیش کرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان تراجم کے ذریعے احادیث سے مسائل کے استنباط میں اپنی پوری توانائیاں صرف کی ہیں،اس بناپر ہم آپ کے تراجم کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔

① الجامع الصحیح کے اکثر تراجم دعویٰ کے طور پر ہیں اوراحادیث کو بطور دلیل پیش کرکے انہیں ثابت کیا گیا ہے اس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایک حدیث سے کئی کئی مسائل کا استنباط کیا ہے۔مثلاً: وہ حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:''ان دو قبر والوں کو عذاب ہورہا ہے۔''(صحیح بخاری،حدیث نمبر ۲۱۶)

اس پر مندرجہ ذیل عنوان قائم کیے ہیں اور متعدد احکام ومسائل اخذ کیے ہیں۔

☆ من الكبائر ان لا يستتر من بوله (كتاب الوضوء، باب ٥٥)''یہ کبیرہ گناہ ہے کہ انسان اپنے پیشاب سے پرہیز نہ کرے۔''

☆ ماجاء في غسل البول (كتاب الجنائز، باب ٥٦)''پیشاب کی جگہ کو دھونا چاہیے۔''

☆ عذاب القبر من الغيبة والبول (كتاب الجنائز، باب ٨٨)''غیبت اور پیشاب سے عذاب قبر ہوتا ہے۔''

☆ النميمة من الكبائر (كتاب الادب، باب ٤٩)''چغلی اور غیبت کرنا کبیرہ گناہ ہے۔''

ایک مقام پر مذکورہ حدیث ذکر کی ہے۔(صحیح بخاری،حدیث ۲۱۸)لیکن اس پر کوئی عنوان قائم نہیں کیا تاکہ طالب علم خود غور وفکر کرکے کوئی مناسب عنوان قائم کرے۔چنانچہ مناسب عنوان یہ ہے:''كون البول موجباً لعذاب القبر۔''

② تراجم میں کسی مسئلہ کا استخراج نہیں بلکہ حدیث کی وضاحت مقصود ہوتی ہے۔مثلاً:

☆ باب الذكر بعد الصلوة (كتاب الاذان، باب ١٥٥) حدیث میں دبر الصلوۃ (حدیث نمبر ۸۴۴) آیا تھا جس سے بعض حضرات نے یہ اخذ کیا کہ مذکورہ ادعیہ کو تشہد میں پڑھنا چاہیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ دبر کی وضاحت فرمائی کہ اس سے مراد نماز کے بعد ہے۔

☆ باب بركة السحور من غير ايجاب (كتاب الصوم، باب نمبر ٢٠) حدیث میں ہے کہ تم سحری کھاؤ کیونکہ اس میں برکت ہے۔(صحیح بخاری،حدیث نمبر ۱۹۲۵) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت فرمائی کہ حدیث میں صیغہ امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ استحباب کے لیے ہے۔

☆ باب رفع معرفة ليلة القدر (كتاب فضل ليلة القدر، باب نمبر: ٤) حدیث میں لیلۃ القدر کے متعلق رفعت کے الفاظ آئے تھے (صحيح بخاری، حديث نمبر: ٢٠٢٣) جس سے بعض حضرات کو شبہ ہوا کہ شاید شب قدر کو ہی اٹھا لیا گیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت فرمائی کہ ایک تعیین کو اٹھا لیا گیا ہے۔

③ بعض اوقات ایک حدیث متعدد اوامر ونواہی پر مشتمل ہوتی ہے۔تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہر امر اور ہر نہی پر الگ عنوان قائم کرتے ہیں،تاکہ ان کی مستقل حیثیت واضح ہوجائے۔

اوامر کی مثال

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم غلے، جو، کھجور، پنیر اور منقیٰ سے ایک ایک صاع بطور فطرانہ دیتے تھے۔ (صحیح بخاری، الزکاۃ:۱۵۰۶)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر الجامع الصحیح میں چار عنوان قائم کیے ہیں:

① صدقة الفطر صاعاً من شعير (كتاب الزكاة، باب نمبر:۷۲)

② صدقة الفطر صاعاً من طعام (باب نمبر: ۷۳)

③ صدقة الفطر صاعاً من تمر (باب نمبر: ۷٤)

④ صدقة الفطر صاعًا من زبيب (باب نمبر: ۷۵)

لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "صدقة الفطر صاعًا من أقط" کا عنوان قائم نہیں کیا کیونکہ ان کے نزدیک دوسری اشیاء کی موجودگی میں اس کی ادائیگی جائز نہیں۔ واللہ اعلم

نواہی کی مثال

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ ہم سے نہیں جو مصیبت کے وقت رخسار پیٹتا ہے، کپڑے پھاڑتا ہے یا جاہلیت کی باتیں کرتا ہے۔'' (صحیح بخاری، الجنائز:۱۲۹۴)

اس حدیث پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حسب ذیل تین عنوان قائم کیے ہیں۔

① ليس منا من شق الجيوب (كتاب الجنائز، باب نمبر: ۳۵)

② ليس منامن ضرب الخدود (كتاب الجنائز، باب نمبر: ۳۸)

③ ما ينهى من الويل ودعوى الجاهلية عند المصيبة (باب نمبر: ۳۹)

④ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات عنوان میں کسی لفظ کا اضافہ کر دیتے ہیں، اس اضافے سے مقصود، دو متعارض احادیث کے درمیان تطبیق دینا ہوتا ہے۔ مثلاً:

☆ ایک عنوان ہے: "لا تستقبل القبلة ببول ولا غائط الاعند البناء جدار او نحوه" (كتاب الوضوء، باب نمبر: ۱۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد صحراء سے متعلق اور آپ کا عمل عمارت کے متعلق ہے اس طرح آپ نے دو متعارض احادیث میں تطبیق دی ہے۔

☆ قول النبی ﷺ يعذب الميت ببعض بكاء أهله عليه إذا كان النوح من سنته (الجنائز، باب نمبر: ۳۲)
اس اسلوب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان تطبیق دی ہے کہ جب میت پر رونا دھونا اس خاندان کی عادت ہو اور مرنے والا انہیں اس کام سے باز رہنے کی وصیت نہ کر کے گیا ہو تو اہل خانہ کے رونے سے میت کو باز پرس ہوگی جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے اور جب وہ وصیت کر کے گیا ہو تو وہ بے قصور ہے۔ اسے اہل خانہ کے رونے سے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی وضاحت کی ہے۔

☆ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عنوان قائم کیا ہے اگر کوئی نیند کے ہاتھوں مغلوب ہو جائے تو عشاء سے پہلے سونا جائز ہے۔ (کتاب المواقیت، باب نمبر۲۴) جب کہ ایک حدیث میں عشاء سے پہلے سونے کو ناپسند کیا گیا ہے۔ (المواقیت:۵۶۸) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اضافہ سے معلوم ہوا کہ نیند کے ہاتھوں مغلوب ہونے کی صورت میں اس کی گنجائش ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صراحت کی ہے۔ (صحیح بخاری، المواقیت:۵۶۹)

⑤ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ الجامع الصحیح میں ایک بڑے عنوان کے تحت اضداد کا ذکر کر دیتے ہیں، اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس سے بڑے عنوان کی اچھی طرح وضاحت ہو جائے کیونکہ گرمی کا احساس دلانے کے لیے اس کی ضد سردی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ عرب کا ایک محاورہ ہے اضداد کے ذکر سے اشیاء کی پہچان ہو جاتی ہے جیسا کہ آپ نے کتاب الایمان میں درج ذیل عنوان کو پیش کیا ہے حالانکہ ان کا ایمان سے تعلق نہیں ہے۔

باب کفران العشیر و کفر دون کفر (کتاب الایمان باب نمبر: ۲۱)

باب ظلم دون ظلم (باب نمبر ۲۳)

باب المعاصی من أمر الجاهلية (باب نمبر: ۲۲)

باب علامات النفاق (باب نمبر: ۲٤)

کتاب الاستسقاء میں درج ذیل عنوان بھی اسی قبیل سے ہے۔

باب دعاء النبی ﷺ اجعلها سنین کسنی یوسف (الاستسقاء باب نمبر ۲)

⑥ بعض دفعہ عنوان کے تحت ذکر کردہ حدیث قطعی طور پر عنوان کے مطابق نہیں ہوتی، لیکن اس حدیث کے دیگر طرق کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں، مذکورہ حدیث ذکر کرنے سے یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ اس عنوان کی بنیاد ضرور ہے۔ اور مذکورہ روایت سے اس کی بنیاد کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے، اس کی دو اقسام ہیں:

(أ) وہ طریق خود الجامع الصحیح میں ہوتا ہے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے:

باب السمر فی العلم (کتاب العلم، باب نمبر: ٤١)

اس کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث ذکر کی ہے کہ انہوں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات بسر کی لیکن اس میں علمی باتوں کا کوئی ذکر نہیں، جس کے متعلق عنوان قائم کیا گیا ہے۔ البتہ ایک دوسرے مقام پر اس کی وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل خانہ کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ (صحیح بخاری، التفسیر:۴۵۶۹)

(ب) وہ طریق صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں ہوتا ہے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عنوان قائم کیا ہے: باب طول القیام فی صلوة اللیل (کتاب التهجد باب نمبر:۹)

پھر اس کے تحت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث لاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو تہجد کے لیے اٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرتے۔ (صحیح بخاری، التہجد:۱۱۳۶) اس حدیث میں طول قیام کا ذکر نہیں ہے البتہ صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز تہجد میں سورۂ بقرہ، آل عمران، مائدہ اور نساء کی تلاوت

فرمائی۔(صحیح مسلم صلوۃ المسافرین:۲:۷۷۲)

⑤ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات اپنے عنوان میں کسی مسئلہ کو جزم ووثوق سے بیان نہیں کرتے جس کی متعدد وجوہ حسب ذیل ہوتی ہیں۔

مسئلہ میں وسعت کا پہلو برقرار رکھنا چاہتے ہیں جیسا کہ کتاب الوتر میں پہلا عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے:

باب ما جاء فی الوتر (کتاب الوتر باب نمبر: ۱)

اس کے تحت آپ نے متعدد احادیث ذکر کی ہیں، تاکہ وتروں کی وسعت کا پہلو برقرار رہے کہ وتر ایک ہے یا تین، انہیں فصل سے پڑھنا چاہیے یا وصل سے ادا کرنا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں امام قاسم کا قول بیان کیا ہے:

جب سے ہم نے ہوش سنبھالی ہے ہم نے لوگوں کو تین وتر پڑھتے پایا ہے اور اس میں وسعت ہے، امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔(کتاب الوتر، حدیث نمبر:۹۹۳)

روایات میں اختلاف کی وجہ سے کوئی فیصلہ کن موقف اختیار نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل عنوان کے متعلق اسلوب اختیار کیا ہے:

باب الصلوۃ علی الشهيد (كتاب الجنائز ، باب نمبر: ۷۲)

اس عنوان کے تحت دو احادیث ذکر کی ہیں ایک میں ہے کہ آپ نے شہدائے احد کا جنازہ نہیں پڑھا۔(حدیث نمبر:۱۳۴۳)

دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لے گئے اور اہل احد پر اسی طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر پڑھی جاتی ہے۔(حدیث نمبر:۱۳۴۴)

ج۔ ایک مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہوتا ہے اس بنا پر آپ وہاں کوئی فیصلہ کن موقف اختیار نہیں کرتے جیسا کہ آپ نے اپنی الجامع الصحیح میں ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے:"اذا دعت الام ولدها فی الصلوۃ" اس عنوان کو کتاب العمل فی الصلوۃ نمبر:۷ کے تحت بیان کیا ہے۔ پھر حدیث جریج ذکر کی ہے۔ چونکہ اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ دوران نماز اگر والدہ اپنی کسی ضرورت کے لیے بیٹے کو بلائے تو وہ حاضر ہو جائے یا نماز جاری رکھے۔ اہل علم کے اختلاف کے پیش نظر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جزم ووثوق سے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

⑧ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ اختلافی ہوتا ہے لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے اختیار کردہ موقف کے متعلق بڑے مضبوط دلائل رکھتے ہیں، اس لیے عنوان میں اس مسئلہ کو بڑے وثوق اور جزم سے بیان کرتے ہیں درج ذیل عنوانات اسی قبیل سے ہیں۔

① باب وجوب صلوة الجماعة (كتاب الاذان باب نمبر ۲۹)

② باب التيمم للوجه والكفين (كتاب التيمم باب)

③ باب وقت الجمعة اذا زالت الشمس (كتاب الجمعة ، باب نمبر: ۱۶)

④ باب التكبير على الجنازة أربعا (الجنائز باب نمبر ٦٤)

حالانکہ ان مسائل کے متعلق ائمہ اور فقہا میں بہت اختلاف ہے، لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل و براہین کی وجہ سے ان کے متعلق بڑے جزم و وثوق سے فیصلہ کن موقف اختیار کیا ہے۔

⑨ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات عنوان میں ایک مرفوع حدیث لاتے ہیں جو ان کی شرط کے مطابق نہیں ہوتی لیکن اس کا معنی صحیح ہوتا ہے۔ پھر اس معنی کو ثابت کرنے کے لیے تائید کے طور پر دیگر احادیث پیش کرتے ہیں جو ان کی شرائط کے مطابق ہوتی ہیں درج ذیل ابواب میں یہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

☆ باب الصعيد الطيب وضوء المسلم (كتاب التيمم، باب نمبر: ٦)

☆ سترة الامام سترة من خلفه (كتاب الصلوة، باب نمبر: ٩٠)

☆ باب الاقامة واحدة (كتاب الاذان، باب نمبر: ٣)

☆ باب من قال لا يقطع الصلوة شيء (كتاب الصلوة، باب نمبر: ١٠٥)

☆ باب الاثنان فما فوقها جماعة (كتاب الاذان، باب نمبر: ٣٥)

☆ الامراء من قريش (كتاب الاحكام، باب نمبر: ٢)

مذکورہ بالا احادیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط کے مطابق نہ تھیں اس لیے انہیں عنوانات میں ذکر کیا ہے اور اس کا معنی صحیح تھا لہٰذا دیگر احادیث سے اسے ثابت کیا ہے۔

⑩ کبھی عنوان کی عبارت کا ظاہر مدلول مقصود نہیں ہوتا بلکہ دلالت التزامی سے ثابت ہونے والا امر مقصود ہوتا ہے جو عنوان کے تحت پیش کردہ احادیث میں کافی غور و فکر کرنے کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً باب "كيف بدأ الوحي" میں آغاز وحی کا تذکرہ ہی مقصود نہیں بلکہ وحی کے جملہ مبادی یعنی وحی اس کی اقسام، اس کی عظمت و صداقت، مقام وحی، زبان وحی اور موحی الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و اخلاق نیز صاحب وحی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے حالات وغیرہ بیان کرنا مقصود ہیں، یہ تمام باتیں اس عنوان کے تحت پیش کردہ احادیث سے معلوم ہوتی ہیں، صرف نزول وحی کی کیفیت مقصود نہیں ہے کیونکہ اس کے لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب فضائل القرآن میں ایک عنوان قائم کیا ہے:

باب كيف نزول الوحي وأول ما نزل (كتاب فضائل القرآن، باب نمبر: ١)

⑪ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "الجامع الصحیح" میں بعض مقامات پر باب کا لفظ لکھا ہے لیکن وہاں عنوان ندارد یعنی وہ باب بلا عنوان ہوتا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس قسم کے عنوان سے تین اغراض ہوتی ہیں۔

☆ اس قسم کے باب کا تعلق پہلے عنوان سے ہوتا ہے گویا بلا عنوان باب کی حیثیت ایک "فصل" کی ہوتی ہے جیسا کہ کتاب الصلوۃ میں باب الصلوٰۃ بین السواری کے بعد ایک باب بلا عنوان ہے۔ گویا کہ پہلے باب کا تتمہ اور تکملہ ہے۔

☆ قارئین اہل علم اور طلبہ کو اس امر پر آمادہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ وہ از خود غور و فکر کر کے اس مقام پر کوئی عنوان قائم کریں جو موقع و محل کے مطابق ہو جیسا کہ کتاب التیمم کے آخر میں ایک باب بلا عنوان ہے۔ جس کے تحت حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ ایک جنبی آدمی نماز میں شامل نہ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تیمم کر کے نماز پڑھنے کی تعلیم دی۔ اس

مقام میں حسب حال درج ذیل عنوان مناسب ہے:

"الجنب اذا لم یجد ماءً یتیمم۔" "جب جنبی کو پانی نہ ملے تو تیمم کرلے۔"

☆ ایسے عنوان کے تحت ذکر کردہ حدیث سے بے شمار احکام و مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کثیر فوائد کے پیش نظر اس حدیث پر کوئی عنوان بندی نہیں کرتے، تاکہ اس سے مسائل کثیرہ کے استنباط کی گنجائش برقرار رہے۔ مثلاً: کتاب الایمان میں ایک عنوان باب "سؤال جبرائیل للنبی ﷺ عن الایمان......" ہے۔ اس کے بعد ایک باب بلاعنوان (باب نمبر ۳۸) ہے اور اس کے تحت حدیث ہرقل بیان کی گئی ہے، جس سے متعدد مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر باب بلاعنوان رکھا ہے، تاکہ تکثیر مسائل کی وسعت برقرار رہے۔

۱۲۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ عنوان موجود ہے لیکن اس کے تحت کسی آیت یا حدیث کا ذکر نہیں ہوتا، اس کے متعلق شارحین نے درج ذیل دو موقف اختیار کیے ہیں:

☆ راویوں کے تصرف سے ایسا ہوا ہے، اصل کتاب میں ایسا نہیں تھا۔

☆ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیاض چھوڑ دیا تھا لیکن اس کے بعد حدیث ذکر کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

لیکن ہمارے رجحان کے مطابق یہ دونوں موقف محل نظر ہیں کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح کو تالیف کرنے کے بعد اس کی تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا تقریباً نوے ہزار شاگردوں نے اس کتاب کو براہ راست امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا ہے، یہ ناممکن ہے کہ ایسے حالات میں راویوں کو تصرف کا موقع ملا ہو یا آپ نے بیاض چھوڑ دیا، لیکن بعد میں وہاں حدیث لانے کا اتفاق نہ ہو سکا، ہمارے نزدیک اس کی حسب ذیل دو وجوہات ہیں:

(ا) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں میں اجتہاد کا ملکہ پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ایسے مقامات پر خود کسی آیت یا حدیث کا انتخاب کریں۔

ب۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وقتی طور پر ایسا کیا ہے کیونکہ اس قسم کے باب سے پہلے یا بعد ضرور ایسی حدیث ہوتی ہے جو اس عنوان کو ثابت کرتی ہے۔ خواہ وہ حدیث قریب یا دور، ہوتی ضرور ہے۔ مثلاً: کتاب الحج میں ایک عنوان بایں الفاظ ہے: باب قصر الخطبة بعرفة (باب نمبر: ۹۰)

اس کے بعد ایک دوسرا عنوان ہے۔ "التعجیل الی الموقف" اس عنوان کے تحت کوئی آیت یا حدیث نہیں ہے، چونکہ اس عنوان سے پہلے درج کردہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حجاج بن یوسف سے کہا اگر تو سنت کے مطابق حج کرنا چاہتا ہے تو خطبہ مختصر کر اور وقوف عرفات کے لیے جلدی کرو۔ (صحیح بخاری، الحج: ۱۶۶۳)

مذکورہ عنوان کی یہی حدیث دلیل ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تکرار سے بچنے کے لیے اسے یہاں نقل نہیں فرمایا نیز آپ کا یہ بھی مقصود ہے کہ طلبہ کا ذہن پختہ ہو جائے اور انہیں استنباط مسائل اور محنت کی عادت پڑھے، بہر حال اس طرح کے ابواب بہت کم ہیں

بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں، الغرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "الجامع الصحیح" کے تراجم میں بڑے بڑے اعلیٰ مقاصد پیش نظر رکھے ہیں جن کی گہرائی تک پہنچنے کے لیے نظر غائر اور فہم صائب کی ضرورت ہے۔ سطحی فکر کا حامل انسان ان کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کر دیتا ہے کہ ان کے قائم کردہ عنوانات پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ حالانکہ وہ خود فہم سقیم میں مبتلا ہوتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ تراجم کے متعلق تفصیل سے لکھنے کی ضرورت ہے ہم نے صرف بارہ انواع کا ذکر کیا ہے۔ ہماری زیر تالیف شرح بخاری جو اپنے آخری مراحل میں ہے، اس کے مقدمہ میں تراجم کے متعلق تفصیل سے لکھنے کا پروگرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محض اپنے فضل وکرم سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور صحیح بخاری کا دفاع کرنے کی توفیق دے۔ (آمین

نسخہ ہائے صحیح بخاری

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید فربری نے ذکر کیا ہے کہ الجامع الصحیح کو نوے ہزار آدمیوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے براہ راست سنا۔ (مقدمہ فتح الباری، ص ٦٨٦) لیکن ہم تک صحیح بخاری کے جو نسخے متصل سند سے پہنچے ہیں وہ صرف چار ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

☆ پہلا نسخہ

یہ حافظ فربری کا نسخہ ہے، یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ سے ہیں انہوں نے صحیح بخاری کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے دو مرتبہ سنا ہے، ایک مرتبہ بخارا میں اور دوسری مرتبہ فربر میں، بخارا کے قریب دریائے جیحون کے کنارے پر ایک فربر نامی شہر آباد ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہونہار شاگرد اسی مقام پر پیدا ہوئے۔ ان کا پورا نام ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر فربری ہے۔ صحیح بخاری کے متعدد مقامات پر قال الفربری موجود ہے۔ صحیح بخاری کا یہ نسخہ باقی تینوں نسخوں سے زیادہ شہرت یافتہ ہے۔

☆ دوسرا نسخہ

یہ حافظ نسفی کا نسخہ ہے۔ ان کا نام ابراہیم بن معقل بن حجاج نسفی ہے، انہوں نے الجامع الصحیح کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے براہ راست سنا، حافظ نسفی نے پوری کتاب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے نہیں سنی، چند اوراق رہ گئے تھے، اس طرح اس نسخہ میں معمولی سا نقص رہ گیا اس بنا پر فربری کا نسخہ زیادہ عمدہ ہے، کیونکہ انہوں نے پوری کتاب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سنی ہے۔ حافظ نسفی کے نسخہ کو وہ شہرت نہ مل سکی جو نسخہ فربری کو حاصل ہوئی۔

☆ تیسرا نسخہ

یہ نسخہ حافظ نسوی کا ہے، ان کا نام حماد بن شاکر نسوی ہے، انہوں نے الجامع الصحیح کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سماعت کیا لیکن کچھ مقامات کی سماعت ان سے بھی رہ گئی، اس نسخہ کو آگے بیان کرنے والا صرف ایک شخص ہے جب کہ فربری کے نسخہ کو نقل کرنے والے نو تلامذہ ہیں۔ اس بنا پر حماد بن شاکر کے نسخہ کو بھی وہ شہرت نہ حاصل ہو سکی جو نسخہ فربری کو حاصل ہوئی۔

☆ چوتھا نسخہ

یہ نسخہ حافظ بزدوی کا ہے۔ ان کا پورا نام ابو طلحہ منصور بن محمد بن علی بزدوی ہے۔ انہوں نے ٣٢٩ھ میں وفات پائی، امام

بخاری کے شاگردوں میں سے آخر میں فوت ہونے والے ہیں۔ اس نسخہ کو بھی صرف ایک آدمی نقل کرتا ہے۔ اس لیے نسخہ فربری کے مقابلہ میں اس کی شہرت نہ ہوسکی۔ بعض حضرات حافظ محاملی کو بھی صاحب نسخہ کہتے ہیں لیکن ان کے پاس صحیح بخاری کا کوئی نسخہ نہیں تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب آخری مرتبہ بغداد گئے تو حافظ محاملی وہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی چند مجالس میں شریک ہوئے۔ بہر حال ہمارے ہندو پاک میں حافظ فربری کا نسخہ ہی مدارِ روایت ہے۔ واللہ اعلم

ترتیب صحیح بخاری

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ فتح الباری میں شیخ الاسلام ابوحفص عمر بلقینی کے حوالہ سے الجامع الصحیح کی ترتیب بیان کی ہے، ہم اپنے الفاظ میں اس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔

صحیح بخاری ایک ایسی کتاب ہے جس پر صحیح اور جامع دونوں صفات کا اطلاق ہوتا ہے۔ جامعیت کا یہ عالم ہے کہ یہ شریعت کے تمام فنون یعنی عقائد وعبادات، جہاد وغزوات، آداب ومعاملات، سیر واخلاقیات، حدود وتعزیرات، تفسیر وفضائل، طب وعلاج اور رقاق وتوحید جیسے چون (۵۴) فنون اسلامیہ پر مشتمل ہے۔ ملکی سیاسی قوانین کے علاوہ روزمرہ کے جزوی معاملات بڑے صاف اور روشن دلائل سے مستنبط کیے ہیں، الغرض اللہ کی کتاب کے بعد یہ ایک ایسی کتاب ہے جو دین ودنیا کے معاملات بڑے اچھے انداز میں حل کرتی ہے اور مصنف کے متعلق تمام فنون میں قابلیت کی شہادت دیتی ہے۔

مصنف نے اپنی کتاب کا آغاز بدء الوحی سے کیا ہے۔ کیونکہ دین اسلام کی بنیاد وحی پر ہے اور وحی کی دونوں اقسام متلو یعنی کتاب اللہ اور غیر متلو یعنی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ان دونوں میں عملی اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے، اس کے بعد کتاب الایمان لائے ہیں، تاکہ بتایا جائے کہ وحی پر ایمان لانا ہی نجات کا باعث ہے اور اس کے بغیر انسان کی کوئی محنت بھی ثمر آور نہیں ہوسکتی۔ پھر کتاب العلم کو بیان کیا اس سے یہ مقصود ہے کہ ایمان کے تقاضوں کو سمجھنے کے لیے علم انتہائی ضروری ہے چونکہ علم کا تقاضا عمل ہے اور عملی میدان میں سب سے زیادہ اہم عبادات ہیں اور عبادات کی بجا آوری کے لیے طہارت ظاہری شرط ہے۔ لہٰذا اس کے بعد کتاب الوضوء، کتاب الغسل، کتاب الحیض اور کتاب التیمم کو بیان فرمایا، عبادات کچھ ایسی بھی ہیں جن کے ثواب کا پیمانہ مقرر ہے پھر ان میں سے کچھ خالص بدنی ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے ان کے متعلق باز پرس ہوگی، لہٰذا کتاب الصلوٰۃ کا اہتمام کیا، پھر وہ عبادات جو محض مالی ہیں، کتاب الزکاۃ اسی اہمیت کے پیش نظر بیان کی گئی ہے۔ پھر وہ عبادات جو مالی اور بدنی دونوں سے مرکب ہیں۔ چنانچہ کتاب الحج، کتاب العمرۃ، کتاب المحصر اور کتاب جزاء الصید بیان فرمائیں۔ پھر حج کی مناسبت سے کتاب فضائل المدینہ لائے ہیں۔

پھر وہ عبادات جن کے اجر وثواب کا کوئی پیمانہ مقرر نہیں ہے۔ اگر اسے پورے آداب وشرائط سے ادا کیا جائے تو اللہ کے ہاں بلا حد وحساب اجر وثواب ملے گا۔ چنانچہ کتاب الصوم تا کتاب الاعتکاف اس حکمت کے پیش نظر بیان کی ہیں۔ اس کے بعد معاملات کا آغاز فرمایا خاص طور پر ہر وہ شخصی معاملات جن کا تعلق انسانی معیشت سے ہے، کتاب البیوع سے کتاب الوصایا تک اسی مقصد کو پورا کیا گیا ہے۔ پھر بین الاقوامی معاملات کو زیر بحث لایا گیا ہے، سرکشوں کی سرکوبی کے لیے جہاد اور ان سے حاصل شدہ اموال کی تقسیم اور جزیہ وٹیکس کو بیان فرمایا، پھر ان کے سامنے دعوتِ اسلام پیش کرنے کے لیے انبیائے کرام اور ان کے اصحاب کے فضائل و

مناقب، آسمانی کتابیں، خاص طور پر قرآن کریم اور اس کی تفسیر کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے کتاب الجہاد سے فضائل قرآن تک کا طویل سلسلہ بیان کیا، یہ سلسلہ بین الاقوامی مباحث پر مشتمل ہے، اس کے بعد عائلی قوانین کتاب النکاح سے کتاب النفقات تک یعنی خاندانی نظام کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد معاشرہ کی تشکیل نو کے لیے کھانے پینے کے آداب کتاب الاطعمہ سے کتاب الاشربہ تک اور اس میں بے اعتدالی کی وجہ سے بیماری پھر علاج معالجہ کی اہمیت کو کتاب المرضی اور کتاب الطب میں اجاگر کیا گیا ہے۔ متمدن اقوام کھانے پینے کے بعد ستر پوشی کو اہمیت دیتی ہیں۔ اس لیے الناس باللباس کے پیش نظر کتاب اللباس کو بیان کیا۔ پھر اخلاقیات کا آغاز فرمایا چنانچہ کتاب الادب اور کتاب الاستیذان میں اسی قسم کے معاشرتی آداب وحقوق کو بیان کیا گیا ہے۔ پھر اللہ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کرنے کے لیے کتاب الدعوات اور کتاب الرقاق کو بیان کیا، موت کے حوالہ سے کتاب القدر، کتاب الأیمان والنذ ور اور کتاب الفرائض کا ذکر بھی از بس ضروری تھا۔

بعض اوقات انسان اپنی موت سے بے خبر ہو کر دوسروں کے حقوق پر شب خوں مارتا ہے، کتاب الحدود اور کتاب الدیات میں ان جرائم کی روک تھام کے لیے مختلف سزاؤں کو بیان فرمایا، بسا اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ جرم پیشہ لوگوں کی سرکشی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ مذکورہ سزائیں انہیں سیدھا نہیں کرسکتیں تو ان کے لیے کتاب استتابة المرتدين والمعاندين و قتالهم قائم کیا۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان مجبور ہو کر کلمہ کفر کہہ دیتا ہے، اس کے حل کے لیے کتاب الاکراہ کو لائے ہیں، اس عالم رنگ و بو میں بے شمار ایسے فتنے ہیں جو انسان کے ایمان واخلاق کو غارت کر دیتے ہیں، بعض فتنے مذہب کی آڑ میں برپا کیے جاتے ہیں یا کسی خواب کو بنیاد بنا کر انہیں ہوا دی جاتی ہے چنانچہ کتاب الحیل، کتاب التعبیر اور کتاب الفتن میں اسی قسم کے فتنوں کا سد باب کیا گیا ہے پھر اسلامی حکومت کا خاکہ کتاب الاحکام میں بیان کیا، آخر میں مختلف تحریکات اور نظریات کا جائزہ کتاب التمنی اور کتاب اخبار الآحاد کی صورت میں لیا گیا پھر باطل تحریکات سے بچاؤ کے لیے کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کا عنوان قائم کیا ہے۔

آخر میں توحید باری تعالیٰ کے متعلق مختلف لوگوں اور گروہوں نے جو شکوک وشبہات پھیلا رکھے ہیں، اپنی کتاب التوحید میں خوب خوب صاف کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آغاز کتاب میں وحی اور آخر میں توحید کو بیان کیا کیونکہ توحید کی اصل وحی اور وحی کا ثمرہ توحید ہے۔ اور درمیان میں اس کا تقاضا عمل ہے آپ نے واضح کیا کہ جس نے دنیا میں اس پھل کو پالیا وہ آخرت میں کامیاب ہوگا اور جنت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوگا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامیابی سے ہمکنار کرے۔ آمین

مقام صحیح بخاری

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی الجامع الصحیح کو حسن نیت اور اخلاص سے تالیف فرمایا اور اس کی تالیف میں بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لیا آپ فرماتے ہیں:

''میں نے اپنی صحیح میں کوئی بھی حدیث غسل کرنے اور دو رکعت پڑھنے اور استخارہ کرنے کے بغیر نہیں لکھی۔'' (مقدمہ فتح الباری، ص۹)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس عظیم کتاب کو لکھنے کے بعد اس وقت کے جلیل القدر علمائے کرام کے ہاں پیش کیا، تمام محدثین اور شیوخ نے اسے بنظر تحسین دیکھا۔ ابو جعفر عقیلی کا بیان ہے:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس تالیف کو امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی اور دیگر علمائے وقت کی خدمت میں پیش کیا تو سب نے اس کی تعریف کی اور اس کے صحیح ہونے کی شہادت دی مگر چار احادیث کے متعلق معمولی سا اختلاف کیا۔

ان چار احادیث کے متعلق عقیلی کا بیان ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بات ہی صحیح ہے۔اور وہ احادیث بھی صحیح ہیں۔(مقدمہ فتح الباری،ص ۹)

اب گویا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بعد صحیح ترین کتاب صحیح بخاری ہے، امام بخاری خود اس تالیف کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں نے سولہ برس کی محنت شاقہ سے اپنی اس کتاب کو مرتب کیا ہے اور چھ لاکھ احادیث میں سے اس کا انتخاب کر کے اپنے اور اللہ کے درمیان اسے حجت قرار دیا ہے۔(مقدمہ فتح الباری،ص ۶۸۱)

امام حاکم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر رحم فرمائے انہوں نے اپنی صحیح کو تالیف کر کے اس میں اصول جمع کیے اور لوگوں کی راہنمائی کے لیے اس میں احادیث بیان کیں۔ان کے بعد جس قدر بھی مؤلفین آئے انہوں نے اسی کتاب سے مواد لیا۔

(مقدمہ فتح الباری،ص ۶۸۱)

اس کتاب کے متعلق حافظ ابونصر وائلی لکھتے ہیں:

تمام اہل علم اور فقہا اس پر متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ قسم اٹھائے:

''بخاری کی وہ تمام مرفوع روایات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی گئی ہیں وہ صحیح ہیں، اگر ایسا نہ ہو تو میری بیوی کو طلاق ہو جائے۔''

اس طرح کی قسم اٹھانے سے اس کی بیوی کو طلاق نہیں ہوگی اور وہ عورت اس کی بیوی رہے گی۔(علوم الحدیث لابن الصلاح،ص ۳۹)

چونکہ صحیح بخاری کی تمام متصل مرفوع روایات صحیح ہیں اس لیے اس کی بیوی پر طلاق نہیں پڑے گی۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے متعلق تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ ان میں تمام کی تمام متصل اور مرفوع روایات یقیناً صحیح ہیں اور یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک تواتر کے ساتھ پہنچی ہیں، جو انسان ان کی تعظیم نہ بجالائے وہ بدعتی ہے اور وہ مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلتا ہے۔''(حجۃ اللہ البالغہ،ص ۱۳۴ ج ۱)

صحیح بخاری کے متعلق ابوزید مروزی فرماتے ہیں:

میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان سویا ہوا تھا، اس دوران میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ نے مجھے فرمایا ابوزید! تو کب تک شافعی کی کتاب پڑھتا رہے گا اور تو میری کتاب کیوں نہیں پڑھتا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کی کونسی کتاب ہے؟ آپ نے فرمایا: محمد بن اسماعیل کی جامع صحیح میری کتاب ہے۔

(مقدمہ فتح الباری،ص ۶۸۳)

بہرحال امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح بخاری کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازا، اس عالم رنگ و بو میں کوئی بھی اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صحیح بخاری کے مترجم اور شارح مولانا محمد داؤد راز رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و خدمات سے بھی قارئین کو آگاہ کیا جائے اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اپنے ہاں اجر جزیل سے نوازے۔

شارح بخاری مولانا داؤد راز رحمۃ اللہ علیہ

نام وجائے پیدائش

مولانا محمد داؤد راز ضلع گوڑ گاؤں (علاقہ میوات) کے ایک چھوٹے سے گاؤں ''راہپواہ'' میں ۱۹۰۸ء کو پیدا ہوئے۔ وہاں کے باشندے زیادہ تر میوراجپوت مسلمان ہیں۔ جن کا آبائی پیشہ زراعت ہے۔ یہ علاقہ میوچھتری راجپوت مسلمانوں کا ہے، اگرچہ تقسیم ملک کی وجہ سے اس علاقہ پر کافی اثر پڑا۔ یہاں توحید وسنت کی ترویج واشاعت کا سہرا ان بزرگان قوم پر ہے جو آزادی وطن کے اولین علمبردار مولانا سید احمد بریلوی اور سید اسماعیل شہید دہلوی کے تربیت یافتہ تھے۔ وہ حضرات اس علاقہ میں تشریف لائے اور اصلاح وتربیت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس کے بعد شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے فیض یافتگان نے بھی یہاں کافی تبلیغی اور اصلاحی کام کئے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔

تعلیمی حالات

مولانا محمد داؤد راز کا بچپن سکول کی ابتدائی تعلیم سے شروع ہوا، ان کے والد محترم پہلے ہی داغ مفارقت دے چکے تھے۔ بڑے بھائی اور والدہ ماجدہ کے زیر سایہ غالباً ۱۳۴۷ھ میں دارالعلوم دہلی جا کر مدرسہ حمیدیہ صدر بازار میں داخلہ کی سعادت حاصل کی جو دہلی کے رئیس حافظ حمید اللہ نے قائم کیا تھا اور وہی اس مدرسہ کے اخراجات برداشت کرتے تھے وہاں مولانا عبدالجبار شکراوی سے دینیات کی کتابیں پڑھنا شروع کیں اور اسی درسگاہ میں قرآن مجید نیز فارسی صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد دہلی ہی میں حضرت مولانا عبدالوہاب صدری کے مدرسہ دارالکتاب والسنۃ میں حافظ عنایت اللہ اثری اور بعض دیگر اساتذہ سے کسب علم کیا اور وہیں سے دینی علوم کی تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ یہ غالباً ۱۳۴۶ھ کی بات ہے۔ ان دنوں دہلی کا یہ مدرسہ واقعی دارالعلوم تھا۔ بڑے بڑے علما ومشائخ یہاں موجود تھے اور دیگر اکابر اہل علم بھی ہند کے اطراف سے یہاں آتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد داؤد راز کو تحقیقی رجحان دیا تھا، اس مدرسہ میں رہتے ہوئے انہیں علمی مجالس سے استفادہ کرنے کا خوب موقع میسر آیا، مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی بھی یہاں درس وافتا کا سلسلہ جاری کئے ہوئے تھے، ان کی صحبت سے بھی انہوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ تقسیم ملک کے بعد مولانا ابوسعید شرف الدین نے کراچی کو مسکن بنایا مگر آپ ۱۳۷۲ھ میں ممبئی تشریف لائے تو انہیں دو ماہ تک ان کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا، انہی ایام میں انہوں نے سند اجازت حاصل کی، حصول علم اور سند فراغت کے بعد آپ اپنے وطن میوات چلے گئے وہاں جا کر آپ نے تدریس کا سلسلہ شروع کیا جو کافی سال جاری رہا۔

تبلیغی خدمات

مولانا محمد داؤد راز نے مقامی اہل حدیث علما کے ساتھ ملکر ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دعوتی دورہ کیا، تبلیغی دورے کا یہ سلسلہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی طرف سے شروع کیا گیا تھا جو کافی عرصہ جاری رہا۔ اس دوران آپ نے مدراس، جبل پور، بریلی اور دیگر شہروں میں کتاب وسنت کی تبلیغ کی اور قرآن وحدیث پر مشتمل دروس دیئے۔ ایک دفعہ آپ نے آل انڈیا کانفرنس کی

صدارت کی اور خطبہ صدارت ارشاد فرمایا آپ نے اس خطبہ کے آخر میں کہا:

حضرات! ملی اتحاد و اصلاح ہی آپ کے اس عظیم الشان اجلاس کا مقصد ہے، سخت ضرورت ہے کہ آج مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان بنیں۔ عقائد و اعمال اور اخلاق و کردار کے لحاظ سے آج ہمارا جو حال ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، ہمیں اس ملک میں رہتے ہوئے ملی اور وطنی تعمیرات میں پورا پورا حصہ لینا چاہیے۔ آج ہماری سخت ضرورت ہے کہ اسلام کی حقیقی روشنی میں ہمارے اخلاق و اعمال درست ہوں، دوسری اقوام کے لیے ہمارا وجود باعث کشش ہو۔ اگر ایسا ہو جائے تو ہم آج بھی دعوت و تبلیغ کے متعلق بزرگان اسلام کی یاد تازہ کر سکتے ہیں اور بنی نوع انسان کو ترقی و سکون کا صحیح راستہ دکھا سکتے ہیں۔ اس اجلاس کا یہی مقصد ہے اور ہم کو آج خود فیصلہ کرنا ہے کہ اس مقصد میں ہم کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں۔ اور اس بابرکت اجتماع سے کس قدر روحانی و اخلاقی فوائد ہم نے حاصل کیے ہیں۔ اللہ نہ کرے اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا:

نشستند و گفتند و برخاستند

آج ہمیں گفتار سے ہٹ کر کردار کی ضرورت ہے، قول سے زیادہ عمل درکار ہے۔

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

علمی مصروفیات

آپ کئی سال ممبئی رہے۔ وہاں ان کا قیام مومن پورہ میں تھا جہاں وہ خطابت کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے اور مکتبہ دینیات کے نام سے مسلک اہل حدیث کے مطابق دینی کتب کی نشر و اشاعت کا سلسلہ شروع کیا، اس سلسلہ میں انہوں نے بہت بڑی علمی خدمات انجام دیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

☆ انہوں نے پہلے پہلے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے نام سے ثنائی ترجمے والا قرآن مجید منتخب حواشی کے ساتھ مرتب کر کے شائع کیا، حواشی کی ترتیب و تدوین میں تفاسیر و احادیث کی معتبر اور مستند کتابوں کو پیش نظر رکھا۔ شروع میں قرآن مجید کی تلاوت کے فضائل و آداب پھر حواشی کے اہم مضامین کی مختصر فہرست درج کی گئی ہے۔ جو پانچ صفحات پر مشتمل ہے۔ قرآن مجید میں صفات باری تعالیٰ توحید و رسالت، ردشرک، ملائکہ، جنت و دوزخ، قیامت، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد اور دیگر مضامین سے متعلق جو آیات مختلف مقامات پر آئی ہیں۔ ان کی الگ فہرست دی گئی ہے۔ علامہ ثناء اللہ امرتسری کے حالات زندگی بھی بیان کئے گئے ہیں۔

☆ فتاویٰ ثنائیہ: مولانا محمد داؤد راز نے اخبار اہل حدیث امرتسر میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کے فتاوی جات کو مرتب کر کے شائع کیا۔ بعض مقامات پر مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی کے حواشی بھی ہیں۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر ان کے متعلق رقمطراز ہیں:

فتاویٰ ثنائیہ کے بارے میں یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ اردو فتاویٰ میں یہ جامع اور صحیح ترین مجموعہ ہے۔ مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق اور ژرف نگاہی کے اپنے اور بیگانے سب ہی معترف ہیں اور پھر مولانا محمد داود راز نے اسے سلیقے اور طریقے سے مرتب کر کے مزید مفید اور مستند بنا دیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس میں کچھ

تسامحات بھی ہوں گے لیکن اس سے بھی انکار نہیں کہ کتاب وسنت کے اس قدر قریب اور مسلک سلف کے اس قدر مطابق فتاویٰ کا اور کوئی مجموعہ اردو میں موجود نہیں۔

☆ شرح بخاری: مولانا محمد داؤد راز نے صحیح بخاری کا اردو ترجمہ بھی کیا اور مفید حواشی بھی رقم فرمائے۔ پھر خود ہی تیس پاروں کی صورت میں انہیں الگ الگ شائع کیا، مولانا مرحوم نے اس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ہمارے ہاں کچھ متعصب حضرات بخاری شریف کے ترجمہ وشرح کی خدمت کا نام لے کر اس مقدس کتاب کو اس کے مقام رفیع سے گرانے کی کوشش میں مصروف ہیں بلکہ خود امام الدنیا فی الحدیث حضرت امام بخاری کی تنقیص کر کے اپنے مزعومات کی برتری ثابت کرنے کی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ عین منشائے ایزدی اور سخت ترین ضرورت کے پیش نظر اس خدمت کا آغاز کیا گیا ہے جسے تکمیل کو پہنچانا کائنات کے پروردگار کا کام ہے۔''

طالب الدعوات
ابو محمد عبد الستار الحماد

مُقدّمہ

امام بخاری کا تعارف اور صحیح بخاری

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ. مَن يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَن يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ . وَأَشْهَدُ أَن لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ . أَمَّا بَعْدُ!

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنتُمْ تَسْمَعُونَ ﴾

(٨/ الا نفال: ٢٠)

''اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اس سے منہ نہ پھیرو اور (حال یہ کہ) تم سن رہے ہو۔''

اور فرمایا: ''اور اگر تم اس (رسول) کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پر ہو گے۔'' (٢٤/ النور: ٥٤)

نیز فرمایا: ''جس نے رسول کی اطاعت کی تو اُس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔'' (٤/ النسآ: ٨٠)

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی اطاعت صرف صحیح اور مقبول احادیث کے ذریعے سے ہی ممکن ہے۔ امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (متوفی ٢٥٦ھ) کی مشہور کتاب: صحیح البخاری صحیح احادیث کا وہ مجموعہ ہے جسے اُمتِ مسلمہ کے جلیل القدر اماموں نے بالاتفاق تلقی بالقبول کرتے ہوئے "أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ" یعنی قرآنِ مجید کے بعد سب سے صحیح کتاب قرار دیا ہے۔

سُنن النسائی کے مصنف امام ابو عبدالرحمٰن النسائی رحمہ اللہ (متوفی ٣٠٣ھ) جو کہ امام بخاری کے شاگرد ہیں، اپنے دور تک لکھی ہوئی کتبِ حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: "فما في هذه الكتب كلها أجود من كتاب محمد بن إسماعيل البخاري"

ان تمام کتابوں میں محمد بن اسماعیل البخاری کی کتاب سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے۔ (تاريخ بغداد ٢/ ٩ وسنده صحيح)

امام ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ٣٨٥ھ) فرماتے ہیں: "ومع هذا فما في هذه الكتب خيرًا وأفضل من كتاب محمد بن إسماعيل البخاري رحمه الله"

اور اس کے ساتھ ان کتابوں میں محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ کی کتاب سے بہتر اور افضل کوئی کتاب نہیں ہے۔

(اطراف الغرائب والافراد تاليف محمد بن طاهر المقدسي ١/ ٢٠ ح ١٥، وسنده صحيح)

امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ (متوفی ٤٥٨ھ) فرماتے ہیں: بخاری اور مسلم ہر ایک نے ایسی ایسی کتاب لکھی ہے جس میں ایسی حدیثیں جمع کر دی ہیں جو ساری صحیح ہیں۔ (معرفة السنن والآثار ١/ ١٠٦)

جس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ دونوں روایت کر دیں تو تفسیر بغوی کے مصنف امام ابو محمد الحسین بن مسعود

الفراء رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۱۶ھ) اسے "هذا حديث متفق على صحته" اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے، لکھتے ہیں۔
مثلاً دیکھئے شرح السنة (۱/ ۵ ح ۱)

اس بات پر مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ صحیح بخاری "أصح الكتب بعد كتاب الله" اللہ کی کتاب (قرآن) کے بعد سب کتابوں سے صحیح کتاب ہے۔ اصولِ حدیث کی کتابوں میں یہ مسئلہ واضح اور دوٹوک انداز میں بیان کردیا گیا ہے۔

حافظ ابن کثیر الدمشقی (متوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں: "ثم حكى أن الأمة تلقت هذين الكتابين بالقبول، سوى أحرف يسيرة، انتقدها بعض الحفاظ كالدار قطني وغيره، ثم استنبط من ذلك القطع بصحة ما فيها من الأحاديث، لأن الأمة معصومة عن الخطأ، فما ظنت صحته وجب عليها العمل به، لا بد وأن يكون صحيحا في نفس الأمر، وهذا جيد" پھر (ابن الصلاح نے) بیان کیا کہ بے شک (ساری) امت نے ان دو کتابوں (صحیح بخاری وصحیح مسلم) کو قبول کرلیا ہے، سوائے تھوڑے حروف کے جن پر بعض حفاظ مثلاً دارقطنی وغیرہ نے تنقید کی ہے۔ پھر اس سے (ابن الصلاح نے) استنباط کیا کہ ان دونوں کتابوں کی احادیث قطعی الصحت ہیں کیونکہ امت (جب اجماع کرلے تو) خطا سے معصوم ہے۔ جسے امت نے (بالاجماع) صحیح سمجھا تو اس پر عمل (اور ایمان) واجب ہے اور ضروری ہے کہ وہ حقیقت میں بھی صحیح ہی ہو۔ اور (ابن الصلاح کی) یہ بات اچھی ہے۔ (اختصار علوم الحديث ۱/ ۱۲٤، ۱۲۵)

اصولِ فقہ کے ماہر حافظ ثناء اللہ الزاہدی نے ایک رسالہ "أحاديث الصحيحين بين الظن واليقين" لکھا ہے، جس میں ابواسحاق الاسفرائنی (متوفی ۴۱۸ھ) امام الحرمین الجوینی (متوفی ۴۷۸ھ) ابن القیسر انی [محمد بن طاہر المقدسی] (متوفی ۵۰۷ھ) ابن الصلاح (متوفی ۶۴۳ھ) اور ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) وغیرہم سے صحیحین کا صحیح وقطعی الثبوت ہونا ثابت کیا ہے۔ اس مسئلے پر تفصیلی بحث سے پہلے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف

① امام بخاری کے شاگرد امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ولم أر أحدا بالعراق ولا بخراسان في معنى العلل والتاريخ ومعرفة الأسانيد كبير أحد أعلم من محمد بن إسماعيل رحمه الله"
میں نے علل، تاریخ اور معرفت اسانید میں محمد بن اسماعیل (بخاری) رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا کوئی عالم نہ عراق میں دیکھا ہے اور نہ خراسان میں۔ (كتاب العلل للترمذی ص ۳۲)

② امام بخاری کے شاگرد امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے سر کا بوسہ لیا اور فرمایا: "لا يبغضك إلا حاسد وأشهد أن ليس في الدنيا مثلك"
آپ سے صرف حسد کرنے والا شخص ہی بغض رکھتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ جیسا کوئی نہیں ہے۔

(الارشاد للخليلي ۳/ ۹٦۱ وسنده صحيح)

③ امام الائمہ شیخ الاسلام محمد بن اسحاق بن خزیمہ النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۱ھ) نے فرمایا: "ما رأیت تحت أدیم السماء أعلم بالحدیث مِن محمد بن إسماعیل البخاري" میں نے آسمان کے نیچے محمد بن اسماعیل البخاری سے بڑا حدیث کا عالم کوئی نہیں دیکھا۔ (معرفة علوم الحدیث للحاکم ص ۷٤ ح ۱۵۵ وسنده صحیح)

④ صحیح ابن حبان کے مؤلف حافظ ابن حبان رحمہ اللہ (متوفی ۳۵۴ھ) نے لکھا: "وکان من خیار الناس ممن جمع وصنف ورحل وحفظ وذاکر وحث علیه وکثرت عنایته بالأخبار وحفظه للآثار مع علمه بالتاریخ ومعرفة أیام الناس ولزوم الورع الخفي والعبادة الدائمة إلی أن مات رحمه الله"

لوگوں میں آپ بہترین انسان تھے، آپ نے (احادیث) جمع کیں، کتابیں لکھیں، سفر کیا اور (احادیث) یاد کیں۔ آپ نے مذاکرہ کیا، اس کی ترغیب دی اور اخبار و آثار یاد کرنے پر بہت زیادہ توجہ دی۔ آپ تاریخ اور لوگوں کے حالات کو خوب جانتے تھے۔ آپ اپنی وفات تک خفیہ پرہیز گاری اور عبادتِ دائمہ پر قائم رہے، رحمہ اللہ (کتاب الثقات ۹/ ۱۱۳، ۱۱٤)

صحیح بخاری کا تعارف

اب صحیح بخاری کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

① مشہور کتاب سنن النسائی کے مؤلف امام ابو عبدالرحمٰن النسائی رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۳ھ) نے فرمایا:

"فما في هذه الکتب کلها أجود من کتاب محمد بن إسماعیل البخاري"

ان تمام کتابوں میں محمد بن اسماعیل البخاری کی کتاب سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے۔ (تاریخ بغداد ۲/ ۹ وسنده صحیح)

② "الإبانة الکبریٰ" کے مصنف، امام حافظ، شیخ السنۃ ابو نصر السجزی الوائلی (حنفی) رحمہ اللہ (متوفی ۴۴۴ھ) سے منقول ہے:

"أجمع أهل العلم ـ الفقهاء وغیرهم ـ أن رجلاً لو حلف بالطلاق أن جمیع ما في کتاب البخاري مما روی عن النبي ﷺ قد صح عنه ورسول الله ﷺ قاله، لاشك فیه أنه لا یحنث، والمرأة بحالها في حبالته"

اہل علم ـ فقہاء وغیرہم ـ کا اجماع ہے کہ اگر کوئی آدمی طلاق کی قسم کھائے کہ صحیح بخاری میں نبی ﷺ سے جو کچھ مروی ہے وہ یقیناً صحیح ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی قسم نہیں ٹوٹتی اور اس کی عورت اس کے نکاح میں باقی رہتی ہے۔ (علوم الحدیث لابن الصلاح ص ۳۸، ۳۹ دوسرا نسخہ ص ۹٤، ۹۵، النکت للزرکشی ص ۸۰، التقیید والایضاح للعراقی ص ۳۸، ۳۹، الشذی الفیاح لبرهان الدین الأبناسی، الورقه: ۹ بحواله أحادیث الصحیحین بین الظن والیقین ص ۲۸)

اس قول کی وائلی تک مجھے سند نہیں ملی لیکن ایسا ہی قول امام الحرمین ابو المعالی سے مروی ہے۔ دیکھئے النکت للزرکشی (ص ۸۰، ۸۱، شرح صحیح مسلم للنووی، درسی نسخہ ج ۱ ص ۱٤ دوسرا نسخہ ۱/ ۱۹، ۲۰) النکت علی ابن الصلاح لابن حجر (۱/ ۳۷۲ وقال: مقالته المشهورة)

امام الحرمین والاقول بھی باسند صحیح معلوم نہیں۔ ابن دحیہ والی روایت قوی متابعت نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ تاہم یہ مسئلہ بالکل صحیح ہے کہ ایسی قسم کھانے والے شخص کی بیوی پر طلاق نہیں پڑتی کیونکہ صحیح بخاری کی تمام متصل مرفوع روایات یقیناً صحیح ہیں۔

③ شاہ ولی اللہ الدہلوی فرماتے ہیں: "أما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على أن جميع ما فيهما من المتصل المرفوع صحيح بالقطع و أنهما متواتران إلى مصنفيهما وأنه كل من يهون أمرهما فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين" ''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان میں تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں۔ جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔'' (حجة الله البالغه عربی ١/ ١٣٤، اردو ١/ ٢٤٢ ترجمہ: عبدالحق حقانی)

برصغیر (پاکستان اور ہندوستان) کے دیوبندیوں، بریلویوں اور حنفیوں کے نزدیک شاہ ولی اللہ الدہلوی کا بہت بڑا مقام ہے، لہٰذا شاہ ولی اللہ کا قول ان کے لئے کافی ہے تاہم مزید تحقیق اور اتمامِ حجت کے لئے صحیح بخاری کے بارے میں بریلویوں اور دیوبندیوں کی تحقیقات پیش خدمت ہیں۔

بریلویوں کے نزدیک صحیح بخاری کا مقام

① سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیحین کے راوی محمد بن فضیل بن غزوان پر جرح کی۔ (دیکھئے معیار الحق ص ٣٩٦)

تو احمد رضا خان بریلوی صاحب نے رد کرتے ہوئے لکھا:

''اقول اولاً: یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجال سے ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ، طبع قدیم ٢/ ٢٤٤ طبعہ جدیدہ ٥/ ١٧٤)

معلوم ہوا کہ احمد رضا خان صاحب کے نزدیک صحیحین کے راویوں پر جرح کرنا بے شرمی کا کام ہے۔

تنبیہ: محمد بن فضیل ثقہ وصدوق راوی ہیں اور ان پر جرح مردود ہے۔ والحمدللہ

احمد رضا خان صاحب ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''ازاں جملہ اجل و اعلیٰ حدیث صحیح بخاری شریف ہے کہ.....'' (احکام شریعت حصہ اول ص ٦٢)

② عبدالسمیع رامپوری صاحب لکھتے ہیں: ''اور یہ محدثین میں قاعدہ ٹھہر چکا ہے کہ صحیحین کی حدیث نسائی وغیرہ کل محدثوں کی احادیث پر مقدم ہے کیونکہ اوروں کی حدیث اگر صحیح بھی ہوگی تو صحیحین اس سے صحیح اور قوی تر ہوگی'' (انوار ساطعہ ص ٤١)

③ غلام رسول رضوی صاحب لکھتے ہیں: ''تمام محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کے بعد صحیح بخاری تمام کتب سے اصح کتاب ہے۔'' (تفہیم البخاری شرح صحیح البخاری ١/ ٥)

نیز دیکھئے تذکرۃ المحدثین للسعیدی (ص ٣٢٤)

④ محمد حنیف رضوی بریلوی نے صحیح بخاری کو ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' قرار دیا۔

(دیکھئے جامع الحدیث ۱/ ۳۲۳ ومقالات کاظمی ۱/ ۲٤۷، نیز دیکھئے یہی مضمون، باب: حنفیوں کے نزدیک صحیح بخاری کا مقام)

تنبیہ: عینی حنفی، زیلعی حنفی، ابن الترکمانی حنفی اور ملا علی قاری وغیرہم کو بریلوی حضرات اپنا اکابر مانتے ہیں، ان کے اقوال آگے آرہے ہیں۔ ان شاء اللہ

پیر محمد کرم شاہ بھیروی بریلوی فرماتے ہیں کہ ''جمہور علمائے امت نے گہری فکر ونظر اور بے لاگ نقد وتبصرہ کے بعد اس کتاب کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری کا عظیم الشان لقب عطا فرمایا ہے۔'' (سنت خیر الانام ص ۱۷۵ طبع ۲۰۰۱ء)

دیوبندیوں کے نزدیک صحیح بخاری کا مقام

① رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں: ''مگر کتاب بخاری اصح الکتب میں جو چودہ روز مذکور ہیں وہ سب سے راجح ہے''

(اوثق العری فی تحقیق الجمعة فی القریٰ ص ۱۸، تالیفات رشیدیه ص ۳۳۷)

نیز دیکھئے اوثق العریٰ (ص ۲۹) اور تالیفات رشیدیہ (ص ۳۴۲)

② مدرسہ دیوبند کے بانی محمد قاسم نانوتوی صاحب نے ایک آدمی راؤ عبدالرحمٰن صاحب سے فرمایا: ''بھائی میں تمھارے لئے کیا دعا کروں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے تمھیں دونوں جہان کے بادشاہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بخاری پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

(حکایات اولیاء ص ۲۷۲ حکایت: ۲۵٤)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک راؤ صاحب، سیدنا رسول اللہ ﷺ کے سامنے صحیح بخاری پڑھتے تھے۔ اگر اس میں کوئی ضعیف حدیث ہوتی تو آپ ﷺ انھیں یا نانوتوی صاحب کو ضرور بتا دیتے۔

③ انور شاہ کاشمیری دیوبندی فرماتے ہیں: "والشعراني رحمه الله تعالى أيضا كتب أنه رآه ﷺ وقرأ عليه البخاري في ثمانية رفقة معه ثم سما هم وكان واحد منهم حنفيا وكتب الدعاء الذي قرأه عند ختمه، فالرؤيا يقظة متحققة وانكارها جهل"

مفہوم: اور شعرانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس نے آپ ﷺ کو دیکھا اور آٹھ آدمیوں کے ساتھ جن میں ایک حنفی تھا، آپ کو صحیح بخاری پڑھ کر سنائی، اور جو دعا اس کے ختم کے وقت پڑھی تھی لکھ دی۔ پس (یہ) رؤیت بیداری کی ثابت ہے اور اس کا انکار جہالت ہے۔ (فیض الباری ۱/ ۲۰٤)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے ''عظیم محدث'' کے نزدیک نبی کریم ﷺ نے بیداری میں (دنیا میں آکر) آٹھ آدمیوں کو صحیح بخاری پڑھائی، ان آٹھ آدمیوں میں شعرانی بدعتی صوفی بھی تھا۔ اگر اس میں کوئی ضعیف حدیث ہوتی تو آپ ﷺ ضرور بیان فرما دیتے۔

④ قاری محمد طیب دیوبندی، مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ ''دوسری طرف شارحِ بخاری جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔''

(مقدمة فضل الباری ۱/ ۲٦)

اسی کتاب کے مقدمے میں قاری طیب صاحب فرماتے ہیں: ''اس لئے حدیث صحیح لذاتہ کا انکار درحقیقت قرآن کی سینکڑوں

آیتوں کا انکار ہے۔اس لئے کسی منکر حدیث کے لئے جو اتباع قرآن کا نام نہاد مدعی ہے کم از کم اس روایت سے انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی جس کا نام صحیح لذاتہ ہے۔'' (مقدمہ فضل الباری ۱/ ۱۰۳)

قاری محمد طیب صاحب مزید فرماتے ہیں: ''صحت بخاری: تو امام بخاری روایت کرنے میں یکتا ہیں کہ صحیح بخاری کے اندر جو حدیثیں ہیں وہ ان کی شرائط پر منطبق ہیں وہ نہایت ہی اونچی حدیثیں ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صحیح کسی اور کتاب میں نہیں ہے۔ مسلم میں بھی صحیح حدیثیں ہیں ترمذی میں بھی صحیح حدیثیں ہیں۔نسائی میں بھی صحیح حدیثیں ہیں۔اور کتابوں میں بھی ہیں مگر جن شرائط اور محتاط طریقے سے امام بخاری قبول کرتے ہیں ان سب سے نیچے نیچے ہیں۔ان کی نہایت پکی شرطیں ہوتی ہیں۔وہ ان میں کچھ کہنے سننے کی گنجائش نہیں ہوتی۔تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی شرطیں روایت میں لگائی ہیں کہ وہ اور صحیحوں سے بڑھ کر روایت میں صحیح ہیں جن کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کر دیا......اسی لئے امت کا اس پر اجماع ہے۔

اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہ اللہ کی کتاب کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری ہے۔کتاب اللہ کے بعد اس کا درجہ رکھا گیا۔اول تو طبعاً بھی بعد میں اس کا مرتبہ ہونا چاہئے اس لئے کہ کتاب اللہ میں تو اللہ کا علم ہے۔.کتاب اللہ کہتے ہیں جس میں حق تعالیٰ کا حکم ہو،اور یہ صحیح بخاری درحقیقت کتاب الرسول ﷺ ہے۔ظاہر بات ہے کہ رسول کا درجہ تو اللہ کے بعد ہی ہے اس لئے رسول کی کتاب کا درجہ بھی اللہ کی کتاب کے بعد ہوا۔تو اعلیٰ ترین صحت کتاب اللہ کی ہے کہ اس عالم میں کسی آسمانی کتاب کو وہ صحت نصیب نہیں ہوئی جو کتاب مبین کو ہوئی۔بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ کلام درحقیقت صرف یہی ہے۔''(خطبات حکیم الاسلام ۵/ ۲۳۲، ۲۳۳)

تنبیہ: نبی کریم ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ پورا درود (ﷺ) لکھنا چاہئے۔صرف ''ص'' وغیرہ لکھ دینا غلط ہے۔

دیکھئے مقدمۃ ابن الصلاح (ص ۲۰۹ دوسرا نسخہ ص ۲۹۹، ۳۰۰)

⑤ مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی لکھتے ہیں:

''حالانکہ امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری'' (مودودی صاحب اور تخریب اسلام ص ۱۹، احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۱۵)

⑥ محمد عاشق الٰہی میرٹھی صاحب فرماتے ہیں: ''جمہور کا مسلک یہ ہے کہ سب سے مقدم بخاری ہے بلکہ تقریباً سارے ہی مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے۔'' (سوانح عمری محمد زکریا صاحب ص ۳۴۹، ۳۵۰)

⑦ مولوی عبدالقدیر دیوبندی صاحب (مومن پور، حضرو، ضلع اٹک والے) حافظ ابن حجر کا ضابطہ بطور استدلال لکھتے ہیں کہ ''یعنی صحیحین کی روایت کو غیر پر ترجیح ہوگی۔'' (تدقیق الکلام ۱/ ۲۳۲)

⑧ محمد عبدالقوی پیر قادری لکھتے ہیں: ''علمائے امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ احادیث کی جملہ کتابوں میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم صحیح ترین ہیں۔'' (مفتاح النجاح مع حل سوالات جلد اول ص ۳۵)

⑨ دیوبندی مناظر ماسٹر محمد امین اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں: ''...مگر اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری الصحیح البخاری اور صحاح ستہ کے اجماع کے انکار کو کفر سمجھتے ہیں۔'' (فرقہ غیر مقلدین کی ظاہری علامات ص ۴ فقرہ: ۱۶، مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۶۲ طبعہ ۱۹۹۴ء)

⑩ عبدالقیوم حقانی دیوبندی صاحب فرماتے ہیں: ''چنانچہ روئے زمین پر اصح الکتب بعد کتاب اللہ ھو الصحیح البخاری کے باب...''
(دفاع امام ابوحنیفہ ص ۲۸۷ پسند فرمودہ عبدالحق حقانی و سمیع الحق حقانی)

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے کہا: ''اہلِ فن اسے اصح الکتاب بعد کتاب اللہ قرار دیتے ہیں۔'' (آثار الحدیث جلد دوم ص ۱۶۳)

اس قسم کے اور بھی بہت سے حوالے ہیں مثلاً دیکھئے تفہیم البخاری (۲۷/۱، از عدنان احمد مکتبہ مدنیہ/ شائع کردہ مکتبہ مدنیہ، اردو بازار لاہور) وصحبتے با اہل حق (ص ۳۰۴ عبدالقیوم حقانی) ومقدمۃ انوار الباری (۵۲/۲) ودرس ترمذی (محمد تقی عثمانی ۶۸/۱) انعام الباری (محمد تقی عثمانی ۹۹/۱) علوم الحدیث (محمد عبیداللہ الاسعدی ص ۹۴) ارشاد اصول الحدیث (مفتی محمد ارشاد قاسمی ص ۵۹ بحوالہ ظفر الامانی ص ۱۳۶) آسان اصول حدیث (خالد سیف اللہ رحمانی ص ۳۸) خیر الاصول فی حدیث الرسول (خیر محمد جالندھری ص ۶، ۷، آثار خیر ص ۱۲۳، ۱۲۴) کشف الباری (۱۸۵/۱، از افادات: سلیم اللہ خان دیوبندی)

جناب عبدالحق حقانی دہلوی (صاحب تفسیر حقانی) فرماتے ہیں: ''اسی لئے حدیث کی کتابوں میں صحیح بخاری سب سے قوی اور معتبر ہے اس کے بعد صحیح مسلم۔'' (عقائد الاسلام ص ۱۰۰، پسند فرمودہ محمد قاسم نانوتوی، دیکھئے عقائد الاسلام ص ۲۶۴)

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں: ''امام مسلم (المتوفی ۲۶۱ھ) صحیح مسلم شریف کے مؤلف ہیں جو بخاری شریف کے بعد تمام حدیث کی کتابوں میں پہلے درجہ پر صحیح تسلیم کی جاتی ہے۔ اور امت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے۔ کہ بخاری و مسلم دونوں کی تمام روایات صحیح ہیں۔'' (حاشیہ احسن الکلام ۱/ ۱۸۷ دوسرا نسخہ ۱/ ۲۳۴)

احناف کے نزدیک صحیح بخاری کا مقام

① عینی حنفی نے کہا:

"اتفق علماء الشرق والغرب على أنه ليس بعد كتاب الله تعالىٰ أصح من صحيحي البخاري و مسلم...." ''مشرق و مغرب کے علما کا اس پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد بخاری و مسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے۔

(عمدة القاری ۱/ ۵)

② ملا علی قاری نے کہا: "ثم اتفقت العلماء على تلقي الصحيحين بالقبول وإنهما أصح الكتب المؤلفة...." پھر (تمام) علما کا اتفاق ہے کہ صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور یہ دونوں کتابیں تمام کتابوں میں صحیح ترین ہیں۔ (مرقاة المفاتيح ۱/ ۵۸)

③ زیلعی حنفی نے کہا: "وأعلى درجة الصحيح عندالحفاظ ما اتفق عليه الشيخان" اور حفاظ حدیث کے نزدیک سب سے اعلیٰ درجے کی صحیح حدیث وہ ہے جس کی روایت پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہو۔ (نصب الراية ۱/ ۴۲۱)

④ شاہ ولی اللہ الدہلوی کا قول ''صحیح بخاری کا تعارف'' کے تحت گزر چکا ہے۔

⑤ قاضی محمد عبدالرحمٰن عیدالحلاوی الحنفی نے کہا:

"ومن هذا القسم أحاديث صحيح البخاري ومسلم فإن الأمة تلقت ما فيهما بالقبول" اور اسی قسم سے بخاری ومسلم کی حدیثیں ہیں کیونکہ یقیناً امت نے (تلقی بالقبول کرکے) انھیں قبول کرلیا ہے۔

(تسهيل الوصول الى علم الوصول ص ١٤٥ حكم خبر الواحد ووجوب العمل به)

نیز دیکھئے قفوا الاثر فی صفو علوم الاثر لمحمد بن ابراهيم الحلبی الحنفی (ص ٥١-٥٧)

وبلغة الغريب فی مصطلح آثار الحبيب لمحمد مرتضى الحسينی الزبيدی (ص ١٨٩[٣])

اور الاجوبة الفاضلة للكنوی (ص ١٩، مجموعه رسائل لكهنوی ٤/ ٤١١)

⑥ احمد علی سہارنپوری ماتریدی (متوفی ۱۲۹۷ھ) نے فرمایا: "واتفق العلمآء على أن أصح الكتب المصنفة صحيحا البخاري ومسلم واتفق الجمهور على أن صحيح البخاري أصحهما صحيحًا وأكثرهما فوائد"

اور علما کا اتفاق (اجماع) ہے کہ (کتاب اللہ کے بعد) لکھی ہوئی کتابوں میں سب سے صحیح، بخاری ومسلم ہیں اور جمہور کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ صحیح مسلم سے صحیح بخاری زیادہ صحیح ہے اور اس میں فوائد بھی زیادہ ہیں۔ (مقدمة صحيح البخاری، درسی نسخه ١/ ٤)

اس قسم کے اور بھی بہت سے حوالے ہیں۔ مختصر یہ کہ بریلویوں، دیوبندیوں اور حنفیوں کے نزدیک صحیح بخاری صحیح اور اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔ والحمد لله على ذلك

صحیح بخاری پر منکرین حدیث کے حملے

دورِ قدیم اور دورِ جدید میں منکرین حدیث جن زاویوں سے صحیح بخاری پر حملے کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں ان کا مختصر تعارف مع رد درج ذیل ہے:

۱☆ بعض الناس صحیح بخاری کی ایک یا چند احادیث لے کر کہتے ہیں کہ "یہ قرآن کے خلاف ہے" عرض ہے کہ خلاف ہونے کی دو قسمیں ہیں:

اول: ایک دلیل دوسری دلیل کے من کل الوجوہ (ہر لحاظ سے) خلاف ہو، تطبیق اور توفیق ممکن ہی نہ ہو مثلاً (۱) ایک شخص کہتا ہے: "کتا حلال ہے"! (۲) دوسرا کہتا ہے: "کتا حرام ہے"

یہ دونوں اقوال ایک دوسرے کے سراسر مخالف ہیں۔ اس قسم کی مخالفت والی کوئی ایک حدیث بھی صحیح بخاری میں موجود نہیں ہے کہ جس سے قرآن مجید کا صریح خلاف وارد ہوتا ہو۔ بلکہ دنیا کی کسی کتاب میں ایسی صحیح حدیث موجود نہیں جو اس لحاظ سے قرآن کے صریح مخالف ہو۔

میرا یہ دعویٰ ہے کہ "لا أعرف أنه روي عن النبي ﷺ حديثان بإسنادين صحيحين متضادين، فمن كان عنده فليأتني لأؤلف بينهما / إن شاء الله"

مجھے نبی ﷺ کی ایسی دو صحیح السند حدیثیں معلوم نہیں ہیں جو باہم متعارض ہوں (یا قرآن کے خلاف ہوں) جس شخص کے

پاس ایسی کوئی بات ہے تو وہ میرے پاس لے آئے میں ان کے درمیان تطبیق وتوفیق دے کر سمجھا دوں گا ان شاءاللہ۔

تنبیہ: اس قسم کا ایک قول شیخ الاسلام محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۱۱ھ) سے مروی ہے لیکن مجھے اس کی کوئی صحیح سند نہیں ملی لہٰذا ہم اس بات کو امام ابن خزیمہ سے منسوب نہیں کرتے۔

دوم: حدیث صحیح کا متن صراحت کے ساتھ قرآن یا احادیث صحیحہ کے خلاف نہیں ہوتا۔ ناسخ منسوخ، تطبیق اور توفیق ممکن ہوتی ہے لیکن بعض الناس اپنے اپنے مزاعم مخصوصہ کی بنا پر اس حدیث کو قرآن یا احادیث صحیحہ کے خلاف کہہ دیتے ہیں۔ ان کا یہ اعتراض سرے سے مردود ہے، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ تم پر مردار حرام کیا گیا۔ (۵/ المآئدۃ:۳)

جبکہ ارشاد نبوی ہے: ((الحل میتته)) سمندر کا مردار حلال ہے۔ (موطأ امام مالك ۱/ ۲۲ ح ۴۰ وسنده صحيح، ورواه أبوداود: ۸۳ والنسائي: ۵۹ وابن ماجه: ۳۸۶ والترمذي: ۶۹ وقال: "هذا حديث حسن صحيح" وصححه ابن خزيمة: ۱۱۱ وابن حبان الموارد: ۱۱۹)

اگر کوئی شخص قرآنی آیت سے استدلال کرتے ہوئے مردہ مچھلی (مردارِ سمندر) کو حرام قرار دے تو یہ اس شخص کی حماقت ہی ہو گی۔ معلوم ہوا کہ خاص دلیل کے مقابلے میں عام دلیل سے استدلال غلط ہوتا ہے۔

تنبیہ: بعض منکرینِ حدیث نے (۱) تخلیق آدم وحوا (۲) فرضیتِ اطاعتِ والدین وغیرہ اسلامی عقائد کو قرآن کے خلاف کہہ کر رد کر دیا ہے (!) دیکھئے پرویز کی کتاب "عالمگیر افسانے" (ص۳، ۱۷)

تمام مسلمانوں (اور دیگر مذاہب) کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا علیہما السلام کو پیدا فرما کر ان دونوں کی نسل سے تمام انسان روئے زمین پر پھیلا دیئے۔ اس اجماعی عقیدے کا انکار کرتے ہوئے پرویز لکھتا ہے: "سب سے پہلے نہ کوئی ایک فرد مٹی سے بنایا گیا تھا، نہ اس کی پسلی سے عورت نکالی گئی تھی....اور پانی کے امتزاج (یعنی قرآن کے الفاظ میں، طینِ لازب) سے زندگی کا اولین جرثومہ (LIFE-CELL) ظہور میں آیا جو جوشِ نمو سے دو حصوں میں بٹ گیا" (عالمگیر افسانے ص۵)

اس عبارت میں پرویز نے انسانوں کی ابتدا آدم علیہ السلام کے بجائے ایک جرثومے کو قرار دیا ہے جو کہ بعینہ ڈاروِن (کافر) کی تھیوری ہے، اس کفریہ عقیدے سے تمام مسلمان بری ہیں۔

۲☆ بعض لوگوں نے میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب، تقریب التہذیب اور تہذیب الکمال وغیرہ کتبِ اسماء الرجال میں سے صحیحین کے بعض مرکزی راویوں پر بعض جرحیں نقل کر کے ان کی روایات رد کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ حرکت حبیب الرحمٰن کاندھلوی، تمنا عمادی، شبیر احمد ازہر میرٹھی اور محمد ہادی تورڈھیروی وغیرہ منکرینِ حدیث نے کی ہے۔ صحیحین کی اصولی روایتوں پر اسماء الرجال کی کتابوں میں یہ جرحیں دیکھ کر ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ یہ تمام جروح درج ذیل دو باتوں پر مشتمل ہیں:

① بعض جرحیں اصل جارحین سے ثابت ہی نہیں ہیں، مثلاً صحیحین کے بنیادی راوی ابن جریج کے بارے میں بعض الناس نے تذکرۃ الحفاظ للذہبی (۱/ ۱۷۰، ۱۷۱ ت ۱۶۴) وغیرہ کے ذریعے سے لکھا ہے کہ ابن جریج نے نوے (۹۰) عورتوں سے متعہ کیا تھا۔

تذکرۃ الحفاظ میں بغیر سند کے لکھا ہوا ہے:"وقال جرير: كان ابن جريج يرى المتعة تزوج ستين امرأة... قال ابن عبدالحكم : سمعت الشافعي يقول: استمتع ابن جريج بتسعين امرأة حتى أنه كان يحتقن في الليلة بأوقية شيرج طلبًا للجماع" (۱۷۰/۱، ۱۷۱)

جرح کے یہ دونوں اقوال بے سند ہونے کی وجہ سے باطل ہیں۔ جریر اور ابن عبدالحکم کی وفات کے صدیوں بعد حافظ ذہبی پیدا ہوئے لہٰذا انھیں کس ذریعے سے یہ اقوال ملے؟ یہ ذریعہ نامعلوم ہے۔ اسی طرح مؤمل بن اسماعیل پر امام بخاری سے منسوب جرح (منکر الحدیث) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہی نہیں ہے۔

② بعض جرحیں اصل جارحین سے ثابت ہوتی ہیں لیکن جمہور کی توثیق یا تعدیلِ صریح کے مقابلے میں جرح غیر صریح ہونے کی وجہ سے مردود ہوتی ہیں، مثلاً امام زہری، عبدالرزاق بن ہمام، بقیہ بن الولید، عبدالحمید بن جعفر، عکرمہ مولیٰ ابن عباس اور محمد بن اسحاق بن یسار وغیرہم پر تمام جرحیں جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

تنبیہ: امام زہری کا ذکر بطورِ فرض کیا گیا ہے ورنہ وہ تو بالا جماع ثقہ ہیں۔ والحمدللہ

جب کسی راوی پر جرح و تعدیل میں محدثین کا اختلاف ہو تو جارحین مع جرح اور معدلین مع تعدیل جمع کر کے دیکھیں پھر اس حالت میں جس طرف جمہور ہیں وہی حق اور صواب ہے۔

تمنا عمادی، کاندہلوی اور شبیر احمد میرٹھی وغیرہ تمام لوگوں کی صحیحین کے بنیادی واصولی راویوں پر جرحیں جمہور اور اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود و باطل ہیں۔

۳☆۔ بعض لوگ تدلیس یا اختلاط کی وجہ سے بھی جرح کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ ثقہ مدلس راوی کی روایت تصریح سماع یا معتبر متابعت وصحیح شاہد کے بعد صحیح وحجت ہوتی ہے اور مختلط کی اختلاط سے پہلے والی روایت بھی بالکل صحیح ہوتی ہے۔

تنبیہ: صحیحین میں تمام مدلسین کی روایات تصریح سماع، معتبر متابعات اور صحیح شواہد پر مبنی ہیں۔ تفصیلی حوالوں کے لئے دیکھئے اصول حدیث کی کتابیں اور شرح صحیح مسلم للنووی (۱۸/۱ درسی نسخہ) وغیرہ .

محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی فرماتے ہیں:"مدلس راوی عــن سے روایت کرے تو وہ حجت نہیں اِلّا یہ کہ وہ تحدیث کرے یا اس کا کوئی ثقہ متابع ہو مگر یاد رہے کہ صحیحین میں تدلیس مضر نہیں۔ وہ دوسرے طرق سے سماع پر محمول ہے۔ (مقدمہ نووی ص۱۸، فتح المغيث ص۷۷ وتدريب الراوى ص ١٤٤)" (خزائن السنن ١/ ١)

بعض جاہل لوگ ادراج اور مدرج کی جرح کر کے بعض ثقہ راویوں کو گرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس جرح کی علمی میدان میں کوئی حیثیت نہیں ہے، صرف مدرج کو غیر مدرج سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے اور بس!

صحیح حدیث حجت ہے چاہے خبرِ واحد ہو یا متواتر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ (٤/ النساء:٨٠)

"جس نے رسول کی اطاعت کی، اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔"

اس آیتِ کریمہ و دیگر آیات سے رسولِ کریم ﷺ کی اطاعت کا فرض ہونا ثابت ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ قُبا (مدینے) میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے آ کر کہا: رسول اللہ ﷺ پر آج کی رات قرآن نازل ہوا ہے اور کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آ گیا ہے۔ پس سارے نمازی جو شام کی طرف رُخ کئے نماز پڑھ رہے تھے، نماز ہی میں کعبہ کی طرف مڑ گئے۔ (موطأ امام مالك رواية ابن القاسم بتحقيقي: ۲۷۷ وسنده صحيح، رواية يحيىٰ بن يحيىٰ ۱/ ۱۹۵ ح ٤٦٠ ، صحيح البخاري: ٤٠٣ وصحيح مسلم: ٥٢٦)

معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین عقیدے میں بھی صحیح خبرِ واحد کو حجت سمجھتے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے عیسائیوں کے بادشاہ ہرقل کی طرف دعوتِ اسلام کے لئے جو خط بھیجا تھا، اسے سیدنا دحیہ الکلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا تھا۔ (دیکھئے صحيح البخاري: ۷)

اس سے معلوم ہوا کہ صحیح خبرِ واحد ظنی نہیں ہوتی بلکہ یقینی، قطعی اور حجت ہوتی ہے۔

حافظ ابن الصلاح الشہرزوری لکھتے ہیں: "صحیحین میں جتنی احادیث (حدثنا کے ساتھ بیان کردہ) ہیں وہ قطعی طور پر صحیح ہیں کیونکہ اُمت (اجماع کی صورت میں) معصوم عن الخطأ ہے لہٰذا جسے اُمت نے صحیح سمجھا ہے، اس پر عمل (اور ایمان) واجب ہے اور یہ ضروری ہے کہ یہ روایات حقیقت میں بھی صحیح ہی ہیں۔"

اس پر محی الدین نووی کا اختلاف ذکر کرنے کے باوجود حافظ ابن کثیر الدمشقی لکھتے ہیں: "اور یہ استنباط اچھا ہے... میں اس مسئلے میں ابن الصلاح کے ساتھ ہوں، انھوں نے جو کہا اور راہنمائی کی ہے (وہی صحیح ہے) واللہ اعلم"

(اختصار علوم الحديث مع تحقيق الشيخ الالباني ج ۱ ص ۱۲۵، ۱۲۶)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: "اس کے بعد مجھے ہمارے استاذ علامہ ابن تیمیہ کا کلام ملا جس کا مضمون یہ ہے:

جس حدیث کو (ساری) امت کی (بالاجماع) تلقی بالقبول حاصل ہے، اس کا قطعی الصحت ہونا ائمۂ کرام کی جماعتوں سے منقول ہے۔ ان میں قاضی عبدالوہاب المالکی، شیخ ابو حامد الاسفرائنی، قاضی ابو الطیب الطبری اور شافعیوں میں سے شیخ ابو اسحاق الشیرازی، حنابلہ میں سے (ابو عبداللہ الحسن) ابن حامد (البغدادی الوراق)، ابو یعلیٰ ابن الفراء، ابو الخطاب، ابن الزاغونی اور ان جیسے دوسرے علما، حنفیہ میں سے شمس الائمہ السرخسی سے یہی بات منقول ہے۔ (کہ تلقی بالقبول والی احادیث قطعی الصحت ہیں۔)

ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) نے فرمایا: "اشاعرہ (اشعری فرقے) کے جمہور متکلمین مثلاً ابو اسحاق الاسفرائنی اور ابن فورک کا یہی قول ہے... اور یہی تمام اہلِ حدیث (محدثینِ کرام اور ان کے عوام) اور عام سلف صالحین کا مذہب (دین) ہے۔ یہ بات ابن الصلاح نے بطورِ استنباط کہی تھی جس میں انھوں نے ان اماموں کی موافقت کی ہے۔" (اختصار علوم الحديث ج ۱ ص ۱۲۷، ۱۲۸)

جو حدیث نبی کریم ﷺ سے ثابت ہو جائے، اس کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسے ترک کرنا جائز

نہیں ہے۔ (مناقب الشافعی للبیهقی ج۱ ص ۴۸۳ وسنده صحیح)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے تھے: "متی رویتُ عن رسول الله ﷺ حدیثا صحیحًا فلم آخذ به و الجماعة۔ فأشهد کم ان عقلي قد ذهب" جب میرے سامنے رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث بیان کی جائے اور میں اسے (بطورِ عقیدہ و بطورِ عمل) نہ لوں تو گواہ رہو کہ میری عقل زائل ہو چکی ہے۔ (مناقب الشافعی ج۱ ص ۴۷۴ وسنده صحیح)

معلوم ہوا کہ امام شافعی کے نزدیک، صحیح حدیث پر عمل نہ کرنے والا شخص پاگل ہے۔

امام شافعی خبر واحد (صحیح) کو قبول کرنا فرض سمجھتے تھے۔ (دیکھئے جماع العلم للشافعی ص ۸ فقرہ: ۱)

امام شافعی نے امام احمد بن حنبل سے فرمایا: تم ہم سے زیادہ صحیح حدیثوں کو جانتے ہو، پس اگر خبر (حدیث) صحیح ہو تو مجھے بتا دینا تاکہ میں اس پر عمل کروں چاہے (خبر) کوفی، بصری ہو یا شامی ہو۔ (حلیة الاولیاء ۹/ ۱۷۰، وسنده صحیح، ماهنامه الحدیث حضرو: ۲۵ ص ۳۲)

معلوم ہوا کہ صحیح حدیث چاہے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہو یا سنن اربعہ و مسند احمد وغیرہ میں ہو یا دنیا کی کسی معتبر و مستند کتاب میں صحیح سند سے موجود ہو تو اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا فرض ہے۔ اسے ظنی، خبر واحد، مشکوک، اپنی عقل کے خلاف یا خلافِ قرآن وغیرہ کہہ کر رد کر دینا باطل، مردود اور گمراہی ہے۔

امام اہلِ سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: جس نے رسول اللہ ﷺ کی (صحیح) حدیث رد کی تو وہ شخص ہلاکت کے کنارے پر (گمراہ) ہے۔ (مناقب احمد ص ۱۸۲، وسنده حسن، الحدیث: ۲۶ ص ۲۸)

امام مالک کے سامنے ایک حدیث بیان کی گئی تو انھوں نے فرمایا: "یہ حدیث حسن ہے، میں نے یہ حدیث اس سے پہلے کبھی نہیں سنی" اس کے بعد امام مالک اسی حدیث کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ (تقدمة الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ص ۳۱، ۳۲ ج ۱، وسنده حسن)

امام ابوحنیفہ کے بارے میں حنفی علما یہ کہتے ہیں کہ صحیح حدیث ان کا مذہب تھا۔ مثلاً دیکھئے مجموعہ رسائل ابن عابدین (۲۴/۱، شرح عقود رسم المفتی)

عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں: "اما بالخبر الواحد فقال بجوازه الأئمة الأربعة"

قرآن کی خبر واحد (صحیح) کے ساتھ تخصیص ائمۂ اربعہ کے نزدیک جائز ہے۔ (غیث الغمام ص ۲۷۷)

معلوم ہوا کہ زمانہ تدوینِ حدیث کے بعد، اصولِ حدیث کی رُو سے صحیح روایت کو ایمان، عقائد، صفات اور احکام وغیرہ سب مسائل میں قبول کرنا فرض ہے۔

حدیث وحی ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ (۱۶/ النحل: ۴۴)

"اور ہم نے آپ کی طرف ذِکر نازل کیا، تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اسے بیان کر دیں جو نازل کیا گیا ہے اور شاید وہ غور و فکر کریں۔"

دوسرے مقام پر فرمایا:﴿ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴾ (۷۵/ القیامۃ: ۱۹) پھر اس کا بیان ہمارے ذمہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وإنما كان الذي أوتيت وحيًا أوحاه الله إلي.))

''مجھے جو دیا گیا ہے وہ وحی ہے جسے اللہ نے مجھ پر نازل فرمایا ہے۔''(صحیح بخاری: ۷۲۷٤، صحیح مسلم: ۱۵۲)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((فأوحي إلي أنكم تفتنون في قبوركم.))

''پس میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تمھیں قبروں میں آزمایا جاتا ہے....''(صحیح بخاری: ۸٦)

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((وإن الله أوحى إليّ أن تواضعوا حتى لا يفخر أحد على أحد ولا يبغي أحد على أحد.))

''اور بے شک اللہ نے میری طرف وحی کی ہے کہ (لوگو!) تواضع اختیار کرو حتیٰ کہ کوئی کسی دوسرے پر فخر نہ کرے اور کوئی کسی دوسرے پر ظلم نہ کرے۔''(صحیح مسلم: ۲۸٦۵، دارالسلام: ۷۲۱۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((ألا إني أوتيت الكتاب ومثله معه.))

سن لو! مجھے کتاب اور اس کی مثل (وحی حدیث) عطا کی گئی ہے۔

(مسند احمد ٤/ ۱۳۰، ۱۳۱ ح ۱۷۱۷٤، وسندہ صحیح، سنن ابی داود: ٤٦۰٤ وله طريق آخر فی صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۲)

اس میں مثل سے مراد وحی غیر متلو (یعنی حدیث) ہے۔ دیکھئے عون المعبود (ج ٤ ص ۳۲۸ ح ٤٦۰٤)

مشہور ثقہ تابعی حسان بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كان جبريل ينزل على رسول الله ﷺ بالسنة كما ينزل عليه بالقرآن ويعلمه إياه كما يعلمه القرآن"

جبریل (علیہ السلام) رسول اللہ ﷺ کے پاس سنت (حدیث) لے کر (ایسے) نازل ہوتے تھے جیسے قرآن لے کر نازل ہوتے تھے اور وہ آپ کو جس طرح قرآن سکھاتے، اُسی طرح یہ بھی (سنت/ حدیث) سکھاتے تھے۔

(السنة للامام محمد بن نصر المروزی: ۱۰۲، وسندہ صحیح)

حدیثِ رسول کے وحی غیر متلو ہونے پر علمائے کرام کے اقوال کے لئے دیکھئے فتح الباری (۱۵/۴۴، تحت ح ۱۸۱۴) اور الاحکام لابن حزم (۵۰۹/۲)

فتنۂ انکارِ حدیث

ہمارے علم کے مطابق سب سے پہلے خوارج نے قرآن ماننے کا دعویٰ کر کے حدیث کا انکار کیا جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:((ويقرؤون القرآن لا يجاوز حناجرهم.)) ''اور وہ قرآن پڑھیں گے جو اُن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔'' (صحیح بخاری: ۵۰۵۸، صحیح مسلم: ۱۰٦٤)

یعنی خوارج نہ تو قرآن پر عمل کریں گے اور نہ قرآن کا مفہوم سمجھیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے خوارج کو "کلاب النار" [جہنم کے کُتے] قرار دیا ہے۔ دیکھئے مسند احمد (٤/ ٣٨٢ ح ١٩٤١٥ ، وسندہ حسن)

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے خوارج کو کلاب النار کہا اور اسے مرفوعاً یعنی نبی ﷺ سے بھی بیان کیا۔ مسند احمد (۲۵۳/۵ ح ۲۲۱۸۳ وسندہ حسن) مسند احمد (۲۵۰/۵ ح ۲۲۱۵۱) میں اس کا حسن شاہد بھی ہے۔

خوارج کی تقلید کرتے ہوئے روافض، معتزلہ، جہمیہ اور منکرینِ حدیث نے بھی صحیح احادیث کی حجیت کا انکار کیا اور قرآن کو رسول کے بغیر سمجھنے کا زبانِ حال سے دعویٰ کیا۔ یہاں یہ بات انتہائی قابلِ ذکر ہے کہ اُمت میں فتنۂ انکارِ حدیث کی پیش گوئی نبی کریم ﷺ نے اس فتنے کے وقوع سے پہلے کردی تھی۔ دیکھئے سنن ابی داود (۴۶۰۴ وسندہ صحیح)

حدیث پر منکرینِ حدیث کے حملے اور ان کا سدِّ باب

احادیثِ صحیحہ پر منکرینِ حدیث چار طرح سے حملے کرتے ہیں:

① قرآن اور عقل کے خلاف

بعض صحیح احادیث کو قرآن اور عقل کے خلاف کہہ کر رد کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ احادیث نہ تو قرآن کے خلاف ہوتی ہیں اور نہ عقلِ سلیم کے خلاف۔ تفصیل کے لئے دیکھئے امام عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی رحمہ اللہ کی عظیم الشان کتاب "الانوار الکاشفۃ"۔

② راویانِ حدیث پر جرح

کتبِ حدیث، کتبِ تاریخ اور اسماء الرجال کی کتابوں میں بعض ثقہ وصدوق راویوں پر بعض اوقات کچھ جرح منقول ہوتی ہے جسے بعض منکرینِ حدیث مثلاً تمنا عمادی اور بشیر احمد میرٹھی وغیرہما پیش کر کے عوام الناس کو حدیث سے دُور ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں، اگر جرح منقول نہ بھی ہو تو یہ لوگ خود جرح بنا لیتے ہیں۔ مثلاً یہ راوی ایرانی ہے، عجمی ہے، شیعہ تھا۔ وغیرہ

اس تمام جرح کا مختصر و جامع جواب یہ ہے کہ اگر کسی راوی پر جرح ثابت ہے اور تطبیق وتوفیق ممکن نہیں تو جمہور محدثین کی ثابت شدہ توثیق وتعدیل کو ہمیشہ ترجیح ہوتی ہے یعنی جو راوی جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق، صحیح الحدیث یا حسن الحدیث ہے تو ان پر بعض محدثین کی جرح مردود ہوتی ہے سوائے اس کے کہ کسی خاص روایت میں اس کا وہم وخطا بطریقِ محدثین ثابت ہو جائے تو اسے مستثنیٰ قرار دیا جاتا ہے۔

③ حجیتِ حدیث کا انکار

بعض منکرینِ حدیث کسی تقیے کے بغیر ڈھٹائی کا ثبوت دیتے ہوئے احادیث کی حجیت کا سرے سے انکار کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ عام مسلمانوں کے نزدیک بھی مبغوض ومردود رہتے ہیں۔

④ روایات میں شک وتشکیک پیدا کرنا

بعض منکرینِ حدیث یہ دعویٰ کرتے پھرتے ہیں کہ احادیث تو سُنی سنائی باتیں ہیں جو نبی ﷺ کی وفات کے ڈھائی سو سال (۲۵۰) بعد لکھی گئیں لہٰذا یہ سارا ذخیرہ ہی مشکوک ہے۔ سنی سنائی باتوں میں کمی بیشی تو ہوتی رہتی ہے بلکہ بسا اوقات بات کا بتنگڑ بھی بن جاتا ہے!!

عرض ہے کہ یہ اعتراض دو وجہ سے باطل ہے:

① یہ دنیاوی سنی سنائی باتیں نہیں ہیں بلکہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین وغیرہم نے انھیں دین سمجھ کر سُنا، یاد رکھا اور آگے سُنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خیرالقرون کے لوگوں کو ایسے بے پناہ حافظے عطا فرمائے تھے کہ لاکھوں روایات اپنی سندوں اور متنوں (متون) کے ساتھ راویانِ حدیث کو اس طرح یاد تھیں جیسے عام آدمی کو سورۂ فاتحہ یاد ہوتی ہے۔ مشہور ثقہ امام اسحاق بن راہویہ المروزی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عظیم الشان اور بڑی کتاب مسند اسحاق بن راہویہ لکھی تھی جس کی چوتھی جلد کے قلمی نسخے کی فوٹو سٹیٹ ہمارے پاس موجود ہے اور یہ چوتھی جلد چار جلدوں میں چھپی ہوئی ہے۔ امام اسحاق بن راہویہ نے یہ ساری مسند کئی دفعہ زبانی حافظے سے شاگردوں کو لکھوائی تھی۔ دیکھئے تاریخ بغداد (٦/ ٣٥٤ رواية ابراهيم بن ابي طالب و سنده صحيح)

یہ صرف ایک امام کے عظیم الشان حافظے کی مثال ہے، اگر تفصیل دیکھنا چاہتے ہیں تو حافظ ابن الملقن کی شہرہ آفاق کتاب "البدر المنیر" (ج ۱ ص ۲۵۹ تا ۲۷۲) کا مطالعہ کریں، آپ تعجب سے سر دھنتے رہ جائیں گے۔

امام دارقطنی کی مشہور کتاب العلل سولہ (۱۶) جلدوں میں مع تحقیق وفہرست چھپی ہوئی ہے، یہ ساری کتاب امام دارقطنی نے زبانی لکھوائی تھی۔ دیکھئے تاریخ بغداد للخطيب البغدادي (١٢/ ٣٧ وسنده صحيح)

② یہ بات غلط ہے کہ کتابتِ حدیث خیرالقرون کے بعد شروع ہوئی یا حدیث کی کتابیں ڈھائی سو سال بعد لکھی گئیں بلکہ اس کے برعکس یہ صحیح ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور سے لے کر ہر دور میں احادیث لکھی جاتی رہی ہیں جس میں سے خیرالقرون کے دور کی لکھی ہوئی بعض کتابوں کا مختصر وجامع تذکرہ درج ذیل ہے۔

عہدِ نبوی میں کتابتِ حدیث

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"ما من أصحاب النبي ﷺ أحد أكثر حديثًا عنه مني إلا ما كان من عبدالله بن عمرو فإنه كان يكتب ولا أكتب" نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ آپ (ﷺ) سے حدیثیں بیان کرنے والا نہیں سوائے عبداللہ بن عمرو (بن العاص) کے کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ (صحيح بخاري: ١١٣)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جو بھی سنتا تو ہر شے لکھ لیتا تھا، میں اسے یاد کرنا چاہتا تھا (لیکن) قریشیوں نے مجھے منع کر دیا اور کہا: "تم رسول اللہ ﷺ سے سن کر ہر چیز لکھ لیتے ہو اور رسول اللہ ﷺ بشر

ہیں، کبھی آپ غصے میں ہوتے ہیں اور کبھی خوشی کی حالت میں'' تو میں نے لکھنا چھوڑ دیا پھر رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ((اکتب فوالذي نفسي بيده! ما خرج مني إلا حق.)) لکھو! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری زبان سے صرف حق ہی نکلتا ہے۔ (مسند احمد ۲/ ۱۶۲ ح ٦٥١٠، مصنف ابن ابی شیبہ ۹/ ٤٩، ٥٠، سنن ابی داود: ٣٦٤٦، مسند دارمی: ٤٩٠ وسندہ صحیح)

ابوقبیل تابعی (حی بن ہانی المعافری/حسن الحدیث) سے روایت ہے کہ ہم (سیدنا) عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) کے پاس موجود تھے کہ اُن سے پوچھا گیا: دوشہروں میں سے کون سا شہر سب سے پہلے فتح ہوگا: قسطنطنیہ یا رُومیہ؟ تو عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نے حلقوں والا صندوق منگوایا پھر اس سے ایک کتاب نکالی اور فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس لکھ رہے تھے کہ جب آپ سے پوچھا گیا: دوشہروں میں سے کون سا شہر سب سے پہلے فتح ہوگا: قسطنطنیہ یا رومیہ؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مدينة هرقل تفتح أولاً.)) ''پہلے ہرقل کا شہر یعنی قسطنطنیہ فتح ہوگا۔'' (مسند احمد ۲/ ۱۷٦ ح ٦٦٤٥ وسندہ حسن لذاته وصححه الحاكم ٤/ ٥٥٥ ووافقه الذهبي واخطأ من ضعفه)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی احادیث کا ایک مجموعہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند کے ساتھ الصحیفہ الصادقہ کے نام سے مشہور ہے۔

عہدِ صحابہ میں کتابتِ حدیث

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے یہ کتاب لکھ کر انھیں بحرین کی طرف بھیجا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ فرض صدقات کے مسائل ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض قرار دیئے ہیں...

(صحیح بخاری: ١٤٥٤)

جلیل القدر ثقہ تابعی ابوعثمان عبدالرحمٰن بن مل النہدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

ہم عتبہ بن فرقد کے ساتھ آذر بائیجان یا شام میں تھے کہ عمر (رضی اللہ عنہ) کی کتاب ہمارے پاس پہنچی: اُما بعد! بے شک رسول اللہ ﷺ نے ریشم سے (مردوں کو) منع فرمایا ہے سوائے اتنے (یعنی) دو انگلیوں (کے برابر) کے۔

(صحیح مسلم: ۲۰٦۹، دارالسلام: ٥٤١٥)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن خطبہ میں فرمایا: اے اللہ! میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے شہروں کے امراء کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان انصاف کریں، انھیں دین سکھائیں اور نبی ﷺ کی سنت کی تعلیم دیں۔

(صحیح مسلم: ٥٦٧، دارالسلام: ١٢٥٨)

سیدنا ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس کوئی ایسی چیز بھی ہے جو قرآن میں نہیں ہے؟ یا لوگوں کے پاس نہیں ہے؟ تو انھوں (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانہ پھاڑ کر اُگایا اور مخلوق

کو پیدا کیا! ہمارے پاس قرآن کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے سوا۔ بُرفہم کے جو آدمی کو کتب کے بارے میں عطا ہوتا ہے اور جو کچھ اس صحیفے میں ہے۔ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس صحیفے میں کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: دیت (تاوانِ خون)، قیدیوں کو آزاد کرنے (کے مسائل) اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔ (صحیح بخاری: ۶۹۰۳)

بشیر بن نہیک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: میں ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے جو کچھ سنتا لکھ لیتا تھا پھر جب میں نے آپ سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو کتاب لے کر گیا اور آپ کو کتاب پڑھ کر سنائی اور کہا: میں نے آپ سے جو سنا ہے وہ یہ ہے؟ انھوں نے فرمایا: جی ہاں۔ (مسند الدارمی: ۵۰۰، العلم لابی خیثمہ: ۱۳۷، مصنف ابن ابی شیبہ ۹/ ۵۰ وسندہ صحیح)

ابن عوف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: ہم حسن (بصری) کے پاس گئے تو انھوں نے ہمیں سَمُرہ (بن جندب رضی اللہ عنہ) کی کتاب دکھائی۔ (العلل للامام احمد ۲۱۸۷ وسندہ صحیح)

معن (بن عبدالرحمٰن) سے روایت ہے کہ میرے سامنے عبدالرحمٰن بن عبداللہ (بن مسعود) نے ایک کتاب نکالی اور قسم کھا کر کہا کہ یہ ان کے والد (سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۹/ ۵۰ ح ۲٦٤٢٠ وسندہ صحیح)

تابعینِ عظام اور تدوینِ حدیث

تابعینِ کرام کے دور میں کثرت سے احادیث لکھی گئیں جن میں سے بعض کے حوالے درج ذیل ہیں:

① عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے اہلِ مدینہ کی طرف لکھ کر (حکم) بھیجا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں تلاش کرکے لکھ لو کیونکہ مجھے علم اور اہلِ علم کے ختم ہونے کا ڈر ہے۔

(مسند الدارمی: ٤٩٤، دوسرا نسخہ: ۵۰۵ وسندہ صحیح، صحیح بخاری قبل ح ۱۰۰، نحو المعنیٰ)

② سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں رات کو مکے کے راستے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر کر رہا تھا، وہ مجھے کوئی حدیث سناتے تو میں اسے کجاوے پر لکھ لیتا پھر صبح کو اسے اپنے پاس (کتاب میں) لکھ لیتا تھا۔ (سنن الدارمی: ۵۰۵/۵۱۶ وسندہ صحیح)

③ موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس کریب نے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کی کتابوں میں سے ایک اونٹ کے وزن کے برابر کتابیں رکھیں پھر جب علی بن عبداللہ بن عباس کو کسی کتاب کی ضرورت ہوتی تو لکھ بھیجتے: فلاں کتاب میری طرف بھیج دیں، تو وہ اس کتاب کو لکھ کر ایک نسخہ ان کے پاس بھیج دیتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ۵/ ۲۹۳ وسندہ صحیح)

④ سلیمان بن موسیٰ (صدوق راوی) سے روایت ہے کہ انھوں نے دیکھا، نافع مولیٰ ابن عمر اپنا علم لکھواتے اور یہ آپ کے سامنے لکھا جاتا تھا۔ (مسند الدارمی: ۵۱۳ وسندہ صحیح)

⑤ مشہور ثقہ امام ایوب السختیانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ (مشہور ثقہ تابعی) ابو قلابہ (عبداللہ بن زید الجرمی رحمۃ اللہ علیہ) نے میرے

لئے اپنی کتابوں کی وصیت فرمائی (کہ میری کتابیں ایوب کو دے دو) تو میں یہ کتابیں شام سے لایا، ان کے کرائے پر دس سے زیادہ درہم ادا کئے گئے تھے۔ (طبقات ابن سعد ۷/ ۲۵۱ وسندہ صحیح)

⑥ صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ پھر انھوں (زہری) نے (احادیث کو) لکھا اور میں نے نہیں لکھا تو وہ کامیاب ہو گئے اور میں ضائع ہو گیا۔(تقیید العلم للخطیب ص ۱۰۶، ۱۰۷، وسندہ صحیح، تاریخ ابی زرعة الدمشقی: ۹۶۶)

⑦ محمد بن اسحاق بن یسار امام المغازی (تابعی صغیر) کی کتاب السیرۃ کا ایک حصہ ۲۷۷ صفحات میں مطبوع ہے۔

⑧ مشہور ثقہ تابعی ہمام بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کا جمع کردہ صحیفہ شائع ہو کر علمی دنیا میں بہت مشہور ہے۔ اس مجموعے میں ایک سو اڑتالیس (۱۴۸) احادیث ہیں۔

⑨ عبید المُکتِب سے روایت ہے کہ میں نے لوگوں کو (مشہور مفسرِ قرآن) مجاہد (بن جبر تابعی) کے سامنے تفسیر لکھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن دارمی: ۵۰۸ وسندہ صحیح)

اس طرح کے اور بھی کئی حوالے کتبِ حدیث و کتبِ رجال وغیرہ میں موجود ہیں۔

عہدِ تبع تابعین میں کتابتِ حدیث

عہدِ تبع تابعین میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

1 موطأ امام مالک (روایۃ یحییٰ بن یحییٰ) .... ۱۹۵۵۔احادیث ہیں

تنبیہ: امام ابوحنیفہ نے امام مالک کی احادیث کو ابراہیم بن طہمان سے سن کر لکھا تھا۔ (دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل ۳/۱، ۴ وسندہ صحیح)
معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ امام مالک کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔

2 کتاب المناسک للامام سعید بن ابی عروبہ العدوی (متوفی ۱۵۶ھ) .... ۱۶۳۔احادیث

3 کتاب الزہد للامام وکیع بن الجراح (متوفی ۱۹۷ھ) .... ۵۳۹۔احادیث

4 کتاب الزہد للامام عبداللہ بن المبارک .... ۱۶۲۷۔احادیث

(زوائد نعیم بن حماد) .... ۴۳۔احادیث

مسند عبداللہ بن المبارک .... ۲۸۹۔احادیث

کتاب البر والصلۃ .... ۳۵۳۔احادیث

کتاب الجہاد .... ۲۶۲۔احادیث

کل احادیث: ۲۹۶۷

5 کتاب السیر للامام ابی اسحاق الفزاری .... ۶۵۹۔احادیث

6 کتاب الدعاء للامام محمد بن فضیل بن غزوان .... ۱۶۱۔احادیث

اس سنہری دور کے بعد تو حدیث کی اتنی کتابیں لکھی گئی ہیں جن کا شمار بے حد مشکل ہے مثلاً:

مصنف عبدالرزاق .... ۲۱۰۳۳۔احادیث

مصنف ابن ابی شیبہ .... ۳۷۹۳۰۔احادیث

مسند ابن ابی شیبہ .... ۹۹۸۔احادیث

مسند احمد .... ۲۸۱۹۹۔احادیث

مسند ابی داود الطیالسی .... ۲۷۶۷۔احادیث

اور دیگر کتبِ حدیث

قرآن کے علاوہ لکھنے سے ممانعت والا حکم منسوخ ہے

صحیح مسلم (۳۰۰۴) کی جس روایت میں قرآنِ مجید کے علاوہ لکھنے سے ممانعت کا حکم آیا ہے، متعدد دلائل کی رُو سے منسوخ ہے۔ دیکھئے الناسخ والمنسوخ لابن شاہین (ص ۵۷۸ ح ۶۱۹) اور الباعث الحثیث (ج ۲ ص ۳۸۰)

نبی کریم ﷺ نے اپنی آخری بیماری میں فرمایا: ((ائتوني بكتاب أكتب لكم كتابًا لا تضلوا بعده.)) ''میرے پاس کتاب (کاغذ) لے آؤ تاکہ میں تمھارے لئے ایک کتاب لکھا دوں، تم اس کے بعد گمراہ نہیں ہو گے۔'' (صحيح بخاري: ١١٤)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کو حکم دیا تھا۔ بیٹو! اس علم کو کتاب میں لکھ لو۔ (سنن الدارمي: ٤٩٧ وسنده حسن)

ثقہ راوی عبداللہ بن حنش رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ (سیدنا) براء (بن عازب رضی اللہ عنہ) کے پاس لکھتے تھے۔ (سنن دارمی: ٥٠٩ وسنده صحيح)

بعض دیگر حوالے اسی مضمون میں سابقہ صفحات پر گزر چکے ہیں۔

اس کتاب کے ناشر حفظہ اللہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ قرآن وحدیث کی نشر واشاعت میں دن رات مصروف ہیں اور اُن کا یہی مطمحِ نظر ہے کہ دینِ حق چاروں طرف پھیل جائے۔ اسی سلسلے میں انھوں نے مولانا محمد داود راز رحمہ اللہ کے ترجمے اور شرح والی صحیح بخاری آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کرلیا ہے۔ احادیث صحیح بخاری کی کتبِ ستہ سے مناسب ومفید تخریج بھی کردی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ محترم ناشر، اُن کے معاونین اور تمام اشخاص کو جزائے خیر عطا فرمائے جو اس کتاب کی تدوین اور نشر واشاعت میں شریک رہے ہیں اور تمام مسلمانوں کو احادیث صحیحہ پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین (۱۰/اپریل ۲۰۰۹ء)

حافظ زبیر علی زئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[كِتَابُ بَدْءِ الْوَحْيِ]

وحی کی ابتدا کا بیان

[قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْحَافِظُ أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُغِيرَةِ الْبُخَارِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى آمِينَ.]

شیخ امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ:

باب: اس بارے میں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتدا کیسے ہوئی اور اللہ عزوجل کا یہ فرمان:

﴿إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَى نُوحٍ وَّالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ﴾. [النساء:١٦٣]

''ہم نے بلاشبہ (اے محمد! ﷺ) آپ کی طرف وحی کا نزول اسی طرح کیا ہے جس طرح حضرت نوح (علیہ السلام) اور ان کے بعد آنے والے تمام نبیوں کی طرف کیا تھا۔''

١ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ [عَبْدُاللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ] قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيَّ، يَقُوْلُ سَمِعْتُ: عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِامْرِىءٍ مَا نَوَى؛ فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ)). [أطرافه في: ٥٤، ٢٥٢٩، ٣٨٩٨، ٥٠٧٠، ٦٦٨٩، ٦٩٥٣] [مسلم: ٤٩٢٧،

(١) ہم کو حمیدی نے یہ حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم کو سفیان نے یہ حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں ہم کو یحییٰ بن سعید انصاری نے یہ حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ مجھے یہ حدیث محمد بن ابراہیم تیمی سے حاصل ہوئی۔ انہوں نے اس حدیث کو علقمہ بن وقاص لیثی سے سنا، ان کا بیان ہے کہ میں نے مسجد نبوی میں منبر رسول ﷺ پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زبان سے سنا، وہ فرمارہے تھے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرمارہے تھے کہ ''تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر عمل کا نتیجہ ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی ملے گا۔ پس جس کی ہجرت (ترک وطن) دولت دنیا حاصل کرنے کے لیے ہو یا کسی عورت سے شادی کی غرض سے ہو۔ پس اس کی ہجرت ان ہی چیزوں کے لیے ہوگی جن کے حاصل کرنے کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہے۔''

ابوداود: ۲۲۰۱، ترمذي: ۱٦٤٧، نسائي: ۷٥،
۳٤۳۷، ۳۸۰۳، ابن ماجه: ٤٢٢٧]

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی جامع صحیح کے افتتاح کے لیے تو صرف بسم الله الرحمن الرحیم ہی کو کافی سمجھا کہ اس میں بھی اللہ کی حمد کامل طور پر موجود ہے۔ یا آپ نے حمد کا تلفظ زبان سے ادا فرما لیا کہ اس کے لیے لکھنا ہی ضروری نہیں۔ یا پھر آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی کو ملحوظ خاطر رکھا ہو کہ تحریرات نبوی کی ابتدا صرف بسم الله الرحمن الرحیم ہی سے ہوا کرتی تھی جیسا کہ کتب تواریخ وسیر سے ظاہر ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلے ''وحی'' کا ذکر مناسب سمجھا اس لیے کہ قرآن وسنت کی اولین بنیاد ''وحی'' ہے۔ اسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت موقوف ہے۔ وحی کی تعریف علامہ قسطلانی رحمہ اللہ شارح صحیح بخاری کے لفظوں میں یہ ہے: "والوحی الاعلام فی خفاء وفي اصطلاح الشرع اعلام الله تعالى انبيائه الشيء اما بكتاب او برسالة ملك او منام او الهام۔" (ارشاد السارى ١ / ٤٨) یعنی وحی لغت میں اس کو کہتے ہیں کہ مخفی طور پر کوئی چیز علم میں آ جائے اور شرعاً وحی یہ ہے کہ اللہ پاک اپنے نبیوں رسولوں کو براہ راست کسی مخفی چیز پر آگاہ فرما دے۔ اس کی بھی مختلف صورتیں ہیں، یا تو ان پر کوئی کتاب نازل فرمائے یا کسی فرشتے کو بھیج کر اس کے ذریعہ سے خبر دے یا خواب میں آگاہ فرما دے، یا دل میں ڈال دے۔ وحی محمدی کی صداقت کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے آیت کریمہ: ﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ﴾ (۴/النساء:۱۶۳) درج فرما کر بہت سے لطیف اشارات فرمائے ہیں، جن کی تفصیل طوالت کا باعث ہے مختصر یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ یہ سلسلہ عالیہ حضرت آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ و جملہ انبیا ورسل علیہم السلام سے مربوط ہے اور اس سلسلے کی آخری کڑی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس طرح آپ کی تصدیق جملہ انبیا ورسل علیہم السلام کی تصدیق ہے اور آپ کی تکذیب جملہ انبیا ورسل علیہم السلام کی تکذیب ہے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ومناسبة الآية للترجمة واضح من جهة ان صفة الوحی الیٰ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم توافق صفة الوحی الی من تقدمه من النبيين" (فتح البارى ١ / ٩) یعنی باب بدء الوحی کے انعقاد اور آیت: ﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ﴾ الآیۃ میں مناسبت اس طور پر واضح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول قطعی طور پر اسی طرح ہے جس طرح آپ سے قبل تمام نبیوں رسولوں پر وحی کا نزول ہوتا رہا ہے۔

ذکر وحی کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث: ((انما الاعمال بالنيات)) کو نقل فرمایا، اس کی بہت سی وجوہ ہیں۔ ان میں سے ایک وجہ یہ ظاہر کرنا بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خزانہ وحی سے جو کچھ بھی دولت نصیب ہوئی یہ سب آپ کی اس پاک نیت کا ثمرہ ہے جو آپ کو ابتدائے عمر ہی سے حاصل تھی۔ آپ کا بچپن، جوانی، الغرض قبل نبوت کا سارا عرصہ نہایت پاکیزگی کے ساتھ گزرا۔ آخر میں آپ نے دنیا سے قطعی علیحدگی اختیار فرما کر غار حرا میں خلوت اختیار فرمائی۔ آخر آپ کی پاک نیت کا ثمرہ آپ کو حاصل ہوا اور خلعت رسالت سے آپ کو نوازا گیا۔ روایت حدیث کے سلسلہ عالیہ میں امام بخاری رحمہ اللہ نے امام حمیدی رحمہ اللہ سے اپنی سند کا افتتاح فرمایا۔ امام حمیدی رحمہ اللہ علم وفضل، حسب ونسب ہر لحاظ سے اس کے اہل تھے اس لیے کہ ان کی علمی وعملی جلالت شان کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ امام بخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ میں سے ہیں، حسب ونسب کے لحاظ سے قریشی ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وسیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے جا ملتا ہے۔ ان کی کنیت ابوبکر، نام عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ ہے، ان کے اجداد میں کوئی بزرگ حمید بن اسامہ نامی گزرے ہیں، ان کی نسبت سے یہ حمیدی مشہور ہوئے۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ حمیدی سے جو کہ مکی ہیں، لا کر یہ اشارہ فرما رہے ہیں کہ وحی کی ابتدا مکہ سے ہوئی تھی۔

حدیث: ((انما الاعمال بالنيات)) کی بابت علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وهذا الحديث احد الاحاديث التى عليها مدار الاسلام ...... و قال الشافعي واحمد انه يدخل فيه ثلث العلم۔" (ارشاد السارى ١ / ٥٦، ٥٧) یعنی یہ حدیث ان احادیث میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا دارومدار ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور احمد رحمہ اللہ جیسے اکابر امت نے صرف اس ایک حدیث کو علم دین کا تہائی یا نصف حصہ قرار دیا ہے۔ اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور بھی تقریباً بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمایا ہے۔ بعض علمانے اسے حدیث متواتر بھی قرار

دیا ہے۔اس کے راویوں میں سعد بن ابی وقاص، علی بن ابی طالب، ابوسعید خدری، عبداللہ بن مسعود، انس، عبداللہ بن عباس، ابوہریرہ، جابر بن عبداللہ، معاویہ بن ابی سفیان، عبادہ بن صامت عتبہ بن عبدالسلمی، ہلال بن سوید، عقبہ بن عامر، ابوذر عقبہ بن المنذ رعقبہ بن مسلم اور عبداللہ بن عمر جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی نقل کیے گئے ہیں۔(قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ)۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع صحیح کو اس حدیث سے اس لیے شروع فرمایا کہ ہر نیک کام کی تکمیل کے لیے خلوص نیت ضروری ہے۔احادیث نبوی کا جمع کرنا، ان کا لکھنا، ان کا پڑھنا، یہ بھی ایک نیک ترین عمل ہے، پس اس فن کے حاصل کرنے والوں کے لیے آداب شرعیہ میں سے یہ ضروری ہے کہ اس علم کو خالص دل کے ساتھ محض رضائے الٰہی و معلومات سنن رسالت پناہی کے لیے حاصل کریں، کوئی غرض فاسد ہرگز درمیان میں نہ ہو۔ورنہ یہ نیک عمل بھی اجر و ثواب کے لحاظ سے ان کے لیے مفید عمل نہ ہو سکے گا۔جیسا کہ اس حدیث کے شانِ ورود سے ظاہر ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت ام قیس نامی کو نکاح کا پیغام دیا تھا، اس نے جواب میں خبر دی کہ آپ ہجرت کر کے مدینہ آ جائیں تو شادی ہو سکتی ہے۔چنانچہ وہ شخص اسی غرض سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچا اور اس کی شادی ہو گئی۔دوسرے صحابہ کرام اس کو مہاجر ام قیس کہا کرتے تھے۔اسی واقعہ سے متاثر ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"واخرجه المؤلف فی الایمان والعتق والهجرة والنكاح والایمان والنذور وترك الحيل ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجة واحمد والدارقطنی وابن حبان والبیهقی۔"یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی جامع صحیح میں اس حدیث کو یہاں کے علاوہ کتاب الایمان میں بھی لائے ہیں اور وہاں آپ نے یہ باب منعقد فرمایا ہے "باب ماجاء ان الاعمال بالنية والحسبة ولكل امرىء مانوى۔" یہاں آپ نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے کہ وضو، زکوٰۃ، حج، روزہ جملہ اعمال خیر کا اجر اسی صورت میں حاصل ہوگا کہ خلوص نیت سے بغرض طلب ثواب ان کو کیا جائے۔یہاں آپ نے استشہاد مزید کے لیے قرآنی آیت کریمہ ﴿قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ﴾ (۱۷/بنی اسرائیل:۸۴) کو نقل کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ ﴿شَاكِلَتِهٖ﴾ سے نیت ہی مراد ہے۔مثلاً کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر بہ نیت ثواب خرچ کرتا ہے تو یقیناً اسے ثواب حاصل ہوگا تیسرے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو کتاب العتق میں لائے ہیں۔چوتھے باب الهجرة میں پانچویں کتاب النكاح میں چھٹے نذور کے بیان میں، ساتویں کتاب الحيل میں۔ہر جگہ اس حدیث کی نقل سے غرض یہ ہے کہ صحت اعمال و ثواب اعمال، سب نیت ہی پر موقوف ہیں اور حدیث ہذا کا مفہوم بطور عموم ہر دو صورتوں کو شامل ہے۔اس حدیث کے ذیل میں فقہائے شوافع صرف صحت اعمال کی تخصیص کرتے ہیں اور فقہائے احناف صرف ثواب اعمال کی۔مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان ہر دو کی تغلیط فرماتے ہوئے امام المحدثین بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہی کے موقف کی تائید کی ہے یہ حدیث ہر دو صورتوں کو شامل ہے۔(دیکھو انوار الباری/۱،۱۶،۱۷)

نیت سے دل کا ارادہ مراد ہے۔جو ہر فعل اختیاری سے پہلے دل میں پیدا ہوتا ہے، نماز، روزہ، وغیرہ کے لیے زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا غلط ہے۔امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر امت نے تصریح کی ہے کہ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنے کا غلط ثبوت نہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے نہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین سے، لہٰذا زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا محض ایجاد بندہ ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

آج کل ایک جماعت منکرین حدیث کی بھی پیدا ہو گئی ہے جو اپنی ہفوات کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی بھی استعمال کیا کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت حدیث کے خلاف تھے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع صحیح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے شروع فرمایا ہے۔جس سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ منکرین حدیث کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر الزام بالکل غلط ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود احادیث نبوی کو روایت فرمایا کرتے تھے۔ہاں صحت کے لیے آپ کی طرف سے احتیاط ضرور مد نظر تھا اور یہ ہر عالم، امام، محدث کے سامنے ہونا ہی چاہیے۔منکرین حدیث کو معلوم ہونا چاہیے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں احادیث نبوی کی نشر و اشاعت کا غیر معمولی اہتمام فرمایا تھا اور دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ میں جلیل القدر صحابہ کو اس غرض کے لیے روانہ فرمایا تھا، جن کی پختگی سیرت اور بلندی کردار کے علاوہ ان کی جلالت علمی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں مسلم تھی۔جیسا

کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ازالۃ الخفاء میں تحریر فرماتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

''فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک جماعت کے ساتھ کوفہ بھیجا۔ اور معقل بن یسار و عبداللہ بن مغفل و عمران بن حصین رضی اللہ عنہم کو بصرہ میں مقرر فرمایا اور عبادہ بن صامت اور ابودرداء کو شام روانہ فرمایا اور ساتھ ہی وہاں کے عمال کو لکھا کہ ان حضرات کو ترویج احادیث کے لیے مقرر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ حضرات جو حدیث بیان کریں ان سے ہرگز تجاوز نہ کیا جائے۔ معاویہ بن ابی سفیان جو اس وقت شام کے گورنر تھے ان کو خصوصیت کے ساتھ اس پر توجہ دلائی۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۶ نبوی میں ایمان لائے اور آپ کے مسلمان ہونے پر کعبہ شریف میں مسلمانوں نے نماز باجماعت ادا کی یہ پہلا موقع تھا کہ باطل کے مقابلہ پر حق سر بلند ہوا۔ اسی وجہ سے آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاروق کا لقب عطا فرمایا۔ آپ بڑے نیک، عادل اور صائب الرائے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی تعریف میں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری کر دیا ہے۔ ۱۳ نبوی میں آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت اسلامیہ کو سنبھالا اور آپ کے دور میں فتوحات اسلامی کا سیلاب دور دور تک پہنچ گیا تھا۔ آپ ایسے مفکر اور ماہر سیاست تھے کہ آپ کا دور اسلامی حکومت کا زریں دور کہا جاتا ہے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے ایک پارسی غلام فیروز نامی نے آپ کے دربار میں اپنے آقا کی غلط شکایت پیش کی تھی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر توجہ نہ دی۔ مگر وہ پارسی غلام ایسا برافروختہ ہوا کہ صبح کی نماز میں خنجر چھپا کر لے گیا اور نماز کی حالت میں آپ پر اس ظالم نے حملہ کر دیا۔ اس کے تین دن بعد یکم محرم ۲۴ھ کو آپ نے جام شہادت نوش فرمایا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے مخلص رفیق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں قیامت تک کے لیے سو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اغفر لھم اجمعین۔ آمین

٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَحْيَانًا يَأْتِينِي مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ، وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ، فَيُفْصَمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ، وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلاً فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِي مَا يَقُولُ)) قَالَتْ عَائِشَةُ وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيدِ الْبَرْدِ، فَيَفْصِمُ عَنْهُ وَإِنَّ جَبِينَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا. [طرفه في:٣٢١٥]

[ترمذي: ٣٦٣٤، نسائي: ٩٣٣]

(۲) ہم کو عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، ان کو مالک نے ہشام بن عروہ کی روایت سے خبر دی، انہوں نے اپنے والد سے نقل کی، انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص حارث بن ہشام نامی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ حضور آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''وحی نازل ہوتے وقت کبھی مجھ کو گھنٹی کی سی آواز محسوس ہوتی ہے اور وحی کی یہ کیفیت مجھ پر بہت شاق گزرتی ہے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میرے دل و دماغ پر (اس فرشتے) کے ذریعے نازل شدہ وحی محفوظ ہو جاتی ہے اور کسی وقت ایسا ہوتا ہے کہ فرشتہ بشکل انسان میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے۔ پس میں اس کا کہا ہوا یاد رکھ لیتا ہوں۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے سخت کڑاکے کی سردی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور جب اس کا سلسلہ موقوف ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی۔

تشریح: انبیا خصوصاً محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کے مختلف طریقے رہے ہیں۔ انبیا کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں اور ان کے قلوب مجلّٰی پر جو واردات یا الہامات ہیں۔ کبھی اللہ کا فرستادہ فرشتہ اصل صورت میں ان سے ہمکلام ہوتا ہے اور کبھی بصورت بشر حاضر ہو کر ان کو اللہ کا فرمان سناتا ہے۔ کبھی باری تعالیٰ و تقدس خود براہ راست اپنے رسول سے خطاب فرماتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں وقتاً فوقتاً وحی کی یہ جملہ اقسام پائی

گئیں۔ حدیث بالا میں جو گھنٹی کی آواز کی مشابہت کا ذکر آیا ہے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے وحی مراد لے کر آنے والے فرشتے کے پیروں کی آواز مراد بتلائی ہے، بعض حضرات نے اس آواز سے صوت باری کو مراد لیا ہے اور قرآنی آیت ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ الآية (۴۲/ الشوریٰ: ۵۱) کے تحت اسے ورائے حجاب والی صورت سے تعبیر کیا ہے، آج کل ٹیلی فون کی ایجاد میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ فون کرنے والا پہلے گھنٹی پر انگلی رکھتا ہے اور وہ آواز جہاں فون کرتا ہے گھنٹی کی شکل میں آواز دیتی ہے۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ حدیث مندرجہ بالا میں بھی کوئی ایسا ہی استعارہ ہے۔ ہاں کچھ نہ کچھ مشابہت ضرور ہے وحی اور الہام بھی اللہ پاک کی طرف سے ایک غیبی روحانی فون ہی ہے جو عالم بالا سے اس کے مقبول بندگان انبیا و رسل کے قلوب مبارکہ پر نزول کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول اس کثرت سے ہوا کہ اسے باران رحمت سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ قرآن مجید وہ وحی ہے جسے وحی متلو کہا جاتا ہے یعنی وہ وحی جو تا قیام دنیا مسلمانوں کی تلاوت میں رہے گی اور وحی غیر متلو آپ کی احادیث قدسیہ ہیں جن کو قرآن مجید میں ''الحکمہ'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہر دو قسم کی وحی کی حفاظت اللہ پاک نے اپنے ذمہ لی ہوئی ہے اور اس چودہ سو سال کے عرصہ میں جس طرح قرآن کریم کی خدمت و حفاظت کے لیے حفاظ، قراء، علما، فضلا، مفسرین پیدا ہوتے رہے، اسی طرح احادیث نبویہ کی حفاظت کے لیے اللہ پاک نے گروہ محدثین امام بخاری و مسلم رحمہم اللہ وغیرہم جیسوں کو پیدا کیا۔ جنہوں نے علوم نبوی کی وہ خدمت کی کہ قیامت تک امت ان کے احسان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ حدیث نبوی کہ اگر دین ثریا پر ہوگا تو آل فارس سے کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو وہاں سے بھی اسے حاصل کر لیں گے، بلا شک و شبہ اس سے یہی محدثین کرام امام بخاری و مسلم رحمہم اللہ وغیرہم مراد ہیں۔ جنہوں نے احادیث نبوی کی طلب میں ہزارہا میل پیدل سفر کیا اور بڑی بڑی تکالیف برداشت کر کے ان کو مدون فرمایا۔

صد افسوس کہ آج اس چودھویں صدی میں کچھ لوگ کھلم کھلا احادیث نبوی کا انکار کرتے اور محدثین کرام پر پھبتیاں اڑاتے ہیں اور کچھ ایسے بھی پیدا ہو چلے ہیں جو بظاہر ان کے احترام کا دم بھرتے ہیں اور در پردہ ان کو غیر ثقہ، محض روایت کنندہ، درایت سے عاری، ناقص الفہم ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہتے ہیں۔ مگر اللہ پاک نے اپنے مقبول بندوں کی خدمات جلیلہ کو جو دوام بخشا اور ان کو قبول عام عطا فرمایا وہ ایسی غلط کاوشوں سے زائل نہیں ہو سکتا۔ الغرض وحی کی چار صورتیں ہیں (۱) اللہ پاک براہ راست اپنے رسول، نبی سے خطاب فرمائے (۲) کوئی فرشتہ اللہ کا پیغام لے کر آئے (۳) یہ کہ قلب پر القا ہو (۴) چوتھے یہ کہ سچے خواب دکھائی دیں۔

اصطلاحی طور پر وحی کا لفظ صرف پیغمبروں کے لیے بولا جاتا ہے اور الہام عام ہے جو دوسرے نیک بندوں کو بھی ہوتا رہتا ہے۔ قرآن مجید میں جانوروں کے لیے لفظ الہام کا استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ ﴿وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ﴾ (۱۶/ النحل: ۶۹) میں مذکور ہے۔ وحی کی مزید تفصیل کے لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث ذیل نقل فرماتے ہیں:

۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، أَنَّهَا قَالَتْ: أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ، ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ، وَكَانَ يَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ۔ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ

(۳) ہم کو یحییٰ بن بکیر نے یہ حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی ہم کو لیث نے خبر دی، لیث عقیل سے روایت کرتے ہیں عقیل ابن شہاب سے، وہ عروہ بن زبیر سے، وہ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بتلایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا ابتدائی دور اچھے سچے پاکیزہ خوابوں سے شروع ہوا۔ آپ خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح صحیح اور سچا ثابت ہوتا۔ پھر منجانب قدرت آپ تنہائی پسند ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں خلوت نشینی اختیار فرمائی اور کئی کئی دن اور رات وہاں مسلسل عبادت اور یاد الٰہی و ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ جب

الْعَدَدِ۔ قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ، وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيْجَةَ، فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا، حَتَّى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ، فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ: اقْرَأْ، فَقَالَ: فَقُلْتُ: ((مَا أَنَا بِقَارِئٍ)) قَالَ: ((فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ. فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ. فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ . فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ. فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ٥ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ٥ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾)) [العلق:١-٣] فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ، فَدَخَلَ عَلَى خَدِيْجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ فَقَالَ: ((زَمِّلُوْنِي زَمِّلُوْنِي)) فَزَمَّلُوْهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ، فَقَالَ لِخَدِيْجَةَ وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ: ((لَقَدْ خَشِيْتُ عَلَى نَفْسِي)) فَقَالَتْ خَدِيْجَةُ: كَلَّا وَاللّٰهِ! مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيْجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِالْعُزَّى، ابْنَ عَمِّ خَدِيْجَةَ، وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ فَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيْلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَكْتُبَ، وَكَانَ شَيْخًا كَبِيْرًا قَدْ عَمِيَ، فَقَالَتْ لَهُ خَدِيْجَةُ: يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنَ ابْنِ أَخِيْكَ، فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ: يَا ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرَى؟ فَأَخْبَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَبَرَ مَا رَأَى. فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ: هَذَا النَّامُوْسُ

تک گھر آنے کو دل نہ چاہتا تو توشہ ہمراہ لیے ہوئے وہاں رہتے۔ توشہ ختم ہونے پر ہی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور کچھ توشہ ہمراہ لے کر پھر وہاں جا کر خلوت گزیں ہو جاتے، یہی طریقہ جاری رہا یہاں تک کہ آپ پر حق منکشف ہو گیا اور آپ غار حرا ہی میں قیام پذیر تھے کہ اچانک حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! پڑھو آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ "فرشتے نے مجھے پکڑ کر اتنے زور سے بھینچا کہ میری طاقت جواب دے گئی، پھر مجھے چھوڑ کر کہا پڑھو، میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس فرشتے نے مجھ کو نہایت ہی زور سے بھینچا کہ مجھ کو سخت تکلیف محسوس ہوئی، پھر اس نے کہا کہ پڑھ! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے تیسری بار مجھ کو پکڑا اور تیسری مرتبہ پھر مجھ کو بھینچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ پڑھو اپنے رب کے نام کی مدد سے جس نے پیدا کیا اور انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا، پڑھو اور آپ کا رب بہت ہی مہربانیاں کرنے والا ہے۔" پس یہی آیتیں آپ حضرت جبریل علیہ السلام سے سن کر اس حال میں غار حرا سے واپس ہوئے کہ آپ کا دل اس انوکھے واقعہ سے کانپ رہا تھا۔ آپ حضرت خدیجہ کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ "مجھے کمبل اڑھا دو، مجھے کمبل اڑھا دو۔" لوگوں نے آپ کو کمبل اڑھا دیا۔ جب آپ کا ڈر جاتا رہا۔ تو آپ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ سنایا اور فرمانے لگے کہ "مجھ کو اب اپنی جان کا خوف ہو گیا ہے۔" آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی ڈھارس بندھائی اور کہا کہ آپ کا خیال صحیح نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! آپ کو اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ تو اخلاق فاضلہ کے مالک ہیں، آپ تو کنبہ پرور ہیں، بے کسوں کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیتے ہیں، مفلسوں کے لیے آپ کماتے ہیں، مہمان نوازی میں آپ بے مثال ہیں اور مشکل وقت میں آپ امر حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ ایسے اوصاف حسنہ والا انسان یوں بے وقت ذلت وخواری کی موت نہیں پا سکتا۔ پھر مزید تسلی کے لیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو ان کے چچا زاد بھائی تھے اور زمانہ جاہلیت میں نصرانی مذہب اختیار کر چکے تھے اور عبرانی زبان کے

الَّذِي نَزَّلَ اللَّهُ عَلَى مُوسَى يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا، لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا إِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ؟)) قَالَ: نَعَمْ، لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ، وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا. ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ. [أطرافه في: ٣٣٩٢، ٤٩٥٣، ٤٩٥٥، ٤٩٥٦، ٤٩٥٧، ٦٩٨٢] [مسلم: ٤٠٥]

کاتب تھے، چنانچہ انجیل کو بھی حسب منشائے خداوندی عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے۔(انجیل سریانی زبان میں نازل ہوئی تھی پھر اس کا ترجمہ عبرانی زبان میں ہوا۔ ورقہ اسی کو لکھتے تھے) وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے یہاں تک کہ ان کی بینائی بھی رخصت ہو چکی تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے آپ کے حالات بیان کئے اور کہا کہ اے چچا زاد بھائی! اپنے بھتیجے (محمد ﷺ) کی زبانی ذرا ان کی کیفیت سن لیجئے۔ وہ بولے کہ بھتیجے آپ نے جو کچھ دیکھا ہے، اس کی تفصیل سناؤ۔ چنانچہ آپ ﷺ نے از اول تا آخر پورا واقعہ سنایا، جسے سن کر ورقہ بے اختیار ہو کر بول اٹھے کہ یہ تو وہی ناموس (معزز راز دان فرشتہ) ہے جسے اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی دے کر بھیجا تھا۔ کاش! میں آپ کے اس عہد نبوت کے شروع ہونے پر جوان عمر ہوتا۔ کاش! میں اس وقت تک زندہ رہتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی۔ رسول کریم ﷺ نے یہ سن کر تعجب سے پوچھا کہ ''کیا وہ لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟'' (حالانکہ میں تو ان میں صادق وامین ومقبول ہوں) ورقہ بولا: ہاں یہ سب کچھ سچ ہے۔ مگر جو شخص بھی آپ کی طرح امر حق لے کر آیا لوگ اس کے دشمن ہی ہو گئے ہیں۔ اگر مجھے آپ کی نبوت کا وہ زمانہ مل جائے تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ مگر ورقہ کچھ دنوں کے بعد انتقال کر گئے۔ پھر کچھ عرصہ تک وحی کی آمد موقوف رہی۔

٤۔ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ- وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ- فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ: ((بَيْنَا أَنَا أَمْشِي، إِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا، مِنَ السَّمَاءِ، فَرَفَعْتُ بَصَرِي فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَرُعِبْتُ مِنْهُ، فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ: زَمِّلُونِي، زَمِّلُونِي، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ﴾ [إِلَى قَوْلِهِ:] ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾)) [المدثر:١-٥] فَحَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ.

(۴) ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھ کو ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی کہ آپ ﷺ نے وحی کے رک جانے کے زمانے کے حالات بیان فرماتے ہوئے کہا کہ ''ایک روز میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک میں نے آسمان کی طرف ایک آواز سنی اور میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا وہ آسمان وزمین کے بیچ میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں اس سے ڈر گیا اور گھر آنے پر میں نے پھر کمبل اوڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس وقت اللہ پاک کی طرف سے یہ آیات نازل ہوئیں: ''اے لحاف اوڑھ کر لیٹنے والے! اٹھ کھڑا ہو اور لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھ اور گندگی سے دور رہ۔'' اس کے بعد وحی تیزی کے ساتھ پے در پے آنے لگی۔ اس حدیث کو یحییٰ بن بکیر

تَابَعَهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ وَأَبُوْ صَالِحٍ . وَتَابَعَهُ هِلَالُ بْنُ رَدَّادٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ . وَقَالَ يُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ: ((بَوَادِرُهُ)). [أطرافه في: ٣٢٣٨، ٤٩٢٢، ٤٩٢٣، ٤٩٢٤، ٤٩٢٥، ٤٩٢٦، ٤٩٥٤، ٦٢١٤] [مسلم: ٤٠٦، ٤٠٧، ٤٠٨، ٤٠٩، ٤١٠، ترمذي: ٣٣٢٥]

کے علاوہ لیث بن سعد سے عبداللہ بن یوسف اور ابو صالح نے بھی روایت کیا ہے۔ اور عقیل کے علاوہ زہری سے ہلال بن رداد نے بھی روایت کیا ہے۔ یونس اور معمر نے اپنی روایت میں (لفظ "فؤادہ" کی جگہ) "بوادرہ" نقل کیا ہے۔

تشریح: ((بوادر)) بادرۃ کی جمع ہے، جو گردن اور کندھے کے درمیانی حصہ جسم پر بولا جاتا ہے۔ کسی دہشت انگیز منظر کو دیکھ کر بسا اوقات یہ حصہ بھی پھڑ کنے لگتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس حیرت انگیز واقعہ سے آپ ﷺ کے کندھے کا گوشت تیزی سے پھڑکنے لگا۔

ابتدائے وحی کے متعلق اس حدیث سے بہت سے امور پر روشنی پڑتی ہے۔ اول منامات صادقہ (سچے خوابوں) کے ذریعہ آپ کا رابطہ عالم مثال سے قائم کرایا گیا، ساتھ ہی آپ ﷺ نے غار حرا میں خلوت اختیار کی۔ یہ غار مکہ مکرمہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ آپ نے وہاں "تحنث" اختیار فرمایا۔ لفظ تحنث زمانہ جاہلیت کی اصطلاح ہے۔ اس زمانہ میں عبادت کا اہم طریقہ یہی سمجھا جاتا تھا کہ آدمی کسی گوشے میں دنیا ومافیہا سے الگ ہو کر کچھ راتیں یاد الٰہی میں بسر کرے۔ چونکہ آپ کے پاس اس وقت تک وحی الٰہی نہیں آئی تھی، اس لیے آپ نے یہ عمل اختیار فرمایا اور یاد الٰہی ذکر و فکر و مراقبۂ نفس میں بالقائے ربانی وہاں وقت گزارا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو تین مرتبہ اپنے سینے سے آپ کا سینہ ملا کر زور سے اس لیے بھینچا کہ بحکم الٰہی آپ کا سینہ کھل جائے اور ایک خاکی و مادی مخلوق کو نورانی مخلوق سے فوری رابطہ حاصل ہو جائے۔ یہی ہوا کہ آپ بعد میں وحی الٰہی ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ (۹۶/ العلق: ۱) کو فر فر ادا کرنے لگے۔ پہلی وحی میں سلسلہ علوم معرفت حق وخلقت انسانی واہمیت قلم وآداب تعلیم اور علم و جہل کے فرق پر جو لطیف اشارات کیے گئے ہیں، ان کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، نہ یہاں گنجائش ہے۔ ورقہ بن نوفل عہد جاہلیت میں بت پرستی سے متنفر ہو کر نصرانی ہو گئے تھے اور ان کو سریانی و عبرانی علوم حاصل تھے، نبی کریم ﷺ نے ان کی وفات پر ان کو جنتی لباس میں دیکھا اس لیے کہ یہ شروع ہی میں آپ پر ایمان لا چکے تھے۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ کی ہمت افزائی کے لیے جو کچھ فرمایا وہ آپ ﷺ کے اخلاق فاضلہ کی ایک بہترین تصویر ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرف عام کے پیش نظر فرمایا کہ آپ جیسے ہمدرد انسانیت بااخلاق ہرگز ذلیل وخوار نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ آپ کا مستقبل تو بے حد شاندار ہے۔ ورقہ نے حالات سن کر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو لفظ "ناموس اکبر" سے یاد فرمایا۔ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ شرح بخاری میں فرماتے ہیں: "هو صاحب سر الوحي والمراد جبرئيل واهل الكتاب يسمونه الناموس الاكبر۔" یعنی یہ وحی کے رازداں حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں جن کو اہل کتاب "ناموس اکبر" کے نام سے موسوم کیا کرتے تھے۔ حضرت ورقہ نے باوجود یہ کہ وہ عیسائی تھے مگر یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام لیا، اس لیے کہ حضرت موسیٰ ہی صاحب شریعت ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت موسوی ہی کے مبلغ تھے۔ اس کے بعد تین یا اڑھائی سال تک وحی کا سلسلہ بند رہا کہ اچانک سورۂ مدثر کا نزول ہوا۔ پھر برابر پے در پے وحی آنے لگی۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو دبایا۔ اس کے متعلق علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وهذا الغط ليفرغه عن النظر الى امور الدنيا ويقبل بكلية الى ما يلقى اليه وكرره للمبالغة واستدل به على ان المؤدب لايضرب صبيا اكثر من ثلاث ضربات وقيل الغطة الاولى ليتخلى عن الدنيا والثانية ليتفرغ لمايوحى اليه والثالثة للمؤانسة۔" (ارشاد الساری ۱/ ۶۳) یعنی یہ دبانا اس لیے تھا کہ آپ کو دنیاوی امور کی طرف نظر ڈالنے سے فارغ کر کے جو وحی وبار رسالت آپ پر ڈالا جا رہا ہے، اس کے کلی طور پر قبول کرنے کے لیے آپ کو تیار کر دیا جائے۔ اس واقعہ سے دلیل پکڑی گئی ہے کہ معلم کے لیے مناسب ہے کہ بوقت ضرورت اگر متعلم کو مارنا ہی ہو تو تین دفعہ سے زیادہ نہ مارے۔ بعض لوگوں نے اس واقعہ "غطہ" کو نبی کریم ﷺ کے خصائص میں شمار کیا ہے۔ اس لیے کہ دیگر انبیا کی ابتدائے وحی کے وقت ایسا واقعہ کہیں منقول نہیں

ہوا۔حضرت ورقہ بن نوفل نے آپ کے حالات سن کو جو کچھ خوشی کا اظہار کیا۔اس کی مزید تفصیل علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ یوں نقل فرماتے ہیں: "فقال له ورقة ابشر ثم ابشر فانا اشهد انك الذى بشربه ابن مريم وانك على مثل ناموس موسىٰ وانك نبى مرسل۔" یعنی ورقہ نے کہا کہ خوش ہو جایئے، خوش ہو جایئے، میں یقیناً گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی نبی ورسول ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے دی تھی اور آپ پر وہی ناموس نازل ہوا ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا کرتا تھا اور آپ بیشک اللہ کے فرستادہ سچے رسول ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ورقہ بن نوفل کو مرنے کے بعد جنتی لباس میں دیکھا تھا۔اس لیے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی ،اس لیے جنتی ہوا۔ورقہ بن نوفل کے اس واقعہ سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور اس کو دوسرے اسلامی فرائض ادا کرنے کا موقع نہ ملے،اس سے پہلے ہی وہ انتقال کر جائے۔اللہ پاک ایمانی برکت سے اسے جنت میں داخل کرے گا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ بذیل تفسیر سورۂ مدثر ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ (۷۴/المدثر:۱) فرماتے ہیں کہ عرب شعراء ثیاب سے مراد دل لیا کرتے ہیں۔امرء القیس کہتا ہے: "وان كنت قد ساء تك منى خليقة فسلى ثيابى من ثيابك تنسلى" اس شعر میں ثیاب سے مراد دل ہے۔یہاں مناسب یہی ہے کیونکہ کپڑوں کا پاک رکھنا صحت صلوٰۃ کے لیے ضروری ہے مگر دل کا پاک صاف رکھنا ہر حال میں لازمی ہے۔حدیث شریف میں وارد ہے ((ان فى الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله الاوهى القلب)) یعنی انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے،سو وہ دل ہے۔اللهم اصلح قلبى وقلب كل ناظر (تفسیر ثنائی)

عجیب لطیفہ: قرآن مجید کی کون سی سورہ پہلے نازل ہوئی؟ اس بارے میں قدرے اختلاف ہے مگر سورۂ علق ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ﴾ پر تقریباً اکثر کا اتفاق ہے،اس کے بعد فترۂ وحی کا زمانہ اڑھائی تین سال رہا اور پہلی سورۂ ﴿يَااَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ نازل ہوئی۔مسلکی تعصب کا حال ملاحظہ ہو کہ اس مقام پر ایک صاحب نے جو بخاری شریف کا ترجمہ باشرح شائع فرما رہے ہیں۔اس سے سورۂ فاتحہ کی نماز میں عدم رکنیت پر دلیل پکڑی ہے۔چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں: ''سب سے پہلے سورۂ اقرا نازل ہوئی اور سورۂ فاتحہ کا نزول بعد کو ہوا ہے تو جب تک اس کا نزول نہیں ہوا تھا،اس زمانے کی نمازیں کس طرح درست ہوئیں؟ جب کہ فاتحہ رکن نماز ہے کہ بغیر اس کے نماز درست ہی نہیں ہو سکتی قائلین رکنیت فاتحہ جواب دیں۔'' (انوار الباری،جلد:اول/ص:۱۴۰)

نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا صحت نماز کے لیے ضروری ہے،اس پر یہاں سے تفصیل سے لکھنے کا موقع نہیں نہ اس بحث کا یہ محل ہے ہاں شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے لفظوں میں اتنا عرض کر دینا ضروری ہے:''فان قراء تها فريضة وهى ركن تبطل الصلوٰة بتركها''(غنية الطالبين ، ص:۵۳) یعنی نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا بطور رکن نماز فرض ہے جس کے ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے،موصوف کے جواب میں ہم سر دست اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ جب تک سورۂ فاتحہ کا نزول ہی نہیں ہوا تھا جیسا کہ موصوف نے بھی لکھا ہے تو اس موقعہ پر اس کی رکنیت فرضیت کا سوال ہی کیا ہے؟ ابتدائے رسالت میں بہت سے احکام وجود میں نہیں آئے تھے جو بعد میں بتلائے گئے۔پھر اگر کوئی کہنے لگے کہ یہ احکام شروع زمانہ رسالت میں نہ تھے تو ان کا ماننا ضروری کیوں؟ غالباً کوئی ذی عقل انسان اس بات کو صحیح نہیں سمجھے گا۔پہلے صرف دو نمازیں تھیں بعد میں نماز پنج وقتہ کا طریقہ جاری ہوا، پہلے اذان بھی نہ تھی بعد میں اذان کا سلسلہ جاری ہوا۔مکی زندگی میں رمضان کے روزے فرض نہیں تھے،مدنی زندگی میں یہ فرض عائد کیا گیا۔پھر کیا موصوف کی اس نازک دلیل کی بنا پر ان جملہ امور کا انکار کیا جا سکتا ہے ایک ادنیٰ تامل سے یہ حقیقت واضح ہو سکتی تھی،مگر جہاں قدم قدم پر مسلکی وفقہی جمود کام کر رہا ہو وہاں وسعت نظری کی تلاش عبث ہے۔خلاصہ یہ کہ جب بھی سورۂ فاتحہ کا نزول ہوا اور نماز فرض باجماعت کا طریقہ اسلام میں رائج ہوا،اس سورۂ مبارکہ کو رکن نماز قرار دیا گیا۔نزول سورہ وفرض نماز باجماعت سے قبل ان چیزوں کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا۔ باقی مباحث اپنے مقام پر آئیں گے۔ان شاء الله تعالىٰ۔

حدیث قدسی میں سورۂ فاتحہ کو''نماز'' کہا گیا ہے۔شاید معترض صاحب اس پر یوں کہنے لگیں کہ جب سورۂ فاتحہ ہی اصل نماز ہے تو اس کے نزول سے قبل والی نمازوں کو نماز کہنا کیوں کر صحیح ہوگا۔خلاصہ یہ کہ سورۂ فاتحہ نماز کا ایک ضروری رکن ہے اور معترض کا قول صحیح نہیں۔ یہ جواب اس بنا پر ہے کہ

سورۂ فاتحہ کا نزول مکہ میں نہ مانا جائے۔ لیکن اگر مان لیا جائے جیسا کہ کتب تفاسیر سے ثابت ہے کہ سورۂ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی تو مکہ شریف ہی میں اس کی رکنیت نماز کے لیے ثابت ہوگی۔

٥۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾ [القيامه:١٦] قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً، وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَأَنَا أُحَرِّكُهُمَا لَكَ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُحَرِّكُهُمَا. وَقَالَ سَعِيدٌ: أَنَا أُحَرِّكُهُمَا كَمَا رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَرِّكُهُمَا. فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ. فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ o إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾ [القيامة: ١٦-١٧] قَالَ: جَمْعَهُ لَكَ صَدْرُكَ، وَتَقْرَأَهُ ﴿فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ﴾ [القيامة: ١٨] قَالَ فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ [القيامة: ١٩] ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ. فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيلُ اسْتَمَعَ، فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ ﷺ كَمَا قَرَأَهُ. [أطرافه في: ٤٩٢٧، ٤٩٢٨، ٤٩٢٩، ٥٠٤٤، ٥٧٢٤] [مسلم: ١٠٠٤، ترمذي: ٣٣٢٩]

(۵) موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے حدیث بیان کی، ان کو ابوعوانہ نے خبر دی، ان سے موسیٰ بن ابی عائشہ نے بیان کی، ان سے سعید بن جبیر نے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کلام الٰہی ﴿لَا تُحَرِّكْ﴾ الخ کی تفسیر کے سلسلہ میں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نزول قرآن کے وقت بہت سختی محسوس فرمایا کرتے تھے اور اس کی (علامتوں) میں سے ایک یہ تھی کہ یاد کرنے کے لیے آپ اپنے ہونٹوں کو ہلاتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں اپنے ہونٹ ہلاتا ہوں جس طرح آپ ہلاتے تھے۔ سعید کہتے ہیں میں بھی اپنے ہونٹ ہلاتا ہوں جس طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما کو میں نے ہلاتے دیکھا۔ پھر انہوں نے اپنے ہونٹ ہلائے۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا) پھر یہ آیت اتری کہ ''اے محمد! قرآن کو جلد جلد یاد کرنے کے لیے اپنی زبان نہ ہلاؤ۔ اس کا جمع کر دینا اور پڑھا دینا ہمارا ذمہ ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں یعنی قرآن آپ ﷺ کے دل میں جما دینا اور پڑھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ ''پھر جب ہم پڑھ چکیں تو اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں (اس کا مطلب یہ ہے) کہ آپ اس کو خاموشی کے ساتھ سنتے رہو۔ ''اس کے بعد مطلب سمجھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔'' پھر یقیناً یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ آپ اس کو پڑھو (یعنی اس کو محفوظ کرسکو) چنانچہ اس کے بعد جب آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام (وحی لے کر) آتے تو آپ (توجہ سے) سنتے۔ جب وہ چلے جاتے تو رسول اللہ ﷺ اس (وحی) کو اس طرح پڑھتے جس طرح حضرت جبریل علیہ السلام نے اسے پڑھا تھا۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے وحی کی ابتدائی کیفیت کے بیان میں اس حدیث کا نقل کرنا بھی مناسب سمجھا جس سے وحی کی عظمت اور صداقت پر بھی روشنی پڑتی ہے، اس لیے کہ اللہ پاک نے ان آیات کریمہ ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾ (۷۵/القیامہ:۱۶) میں آپ کو پورے طور پر تسلی دلائی کہ وحی کا نازل کرنا، پھر اسے آپ کے دل میں جما دینا، اس کی پوری تفسیر سمجھا دینا، اس کا ہمیشہ کے لیے محفوظ رکھنا یہ جملہ ذمہ داریاں صرف ہماری ہیں۔ ابتدا میں آپ کو یہ کھٹکا رہتا تھا کہ کہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے جانے کے بعد میں نازل شدہ کلام کو بھول نہ جاؤں۔ اس لیے آپ ﷺ ان کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ پڑھنے اور یاد کرنے کے لیے اپنی زبان مبارک ہلاتے رہتے تھے، اس سے آپ کو روکا گیا اور بغور و توجہ کامل سننے کے لیے ہدایتیں کی گئیں، جس کے بعد آپ کا یہی معمول ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت کریمہ: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ﴾ الآیۃ کے نزول کے وقت عالم وجود میں نہ

تھے۔ مگر بعد کے زمانوں میں جب نبی کریم ﷺ کے وحی کے ابتدائی حالات بیان فرماتے تب ابتدائے نبوت کی پوری تفصیل فرمایا کرتے تھے، ہونٹ ہلانے کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ ایسا ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے عہد میں دیکھا اور فعل نبوی کی اقتدا میں اپنے ہونٹ ہلا کر اس حدیث کو نقل فرمایا۔ پھر حضرت سعید بن جبیر نے بھی اپنے عہد میں اسے روایت کرتے وقت اپنے ہونٹ ہلائے۔ اس لیے اس حدیث کو "مسلسل بتحريك الشفتين" کہا گیا ہے۔ یعنی ایسی حدیث جس کے راویوں میں ہونٹ ہلانے کا تسلسل پایا جائے۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ وحی کی حفاظت کے لیے اس کے نزول کے وقت کی حرکات وسکنات نبویہ تک کو بذریعہ نقل در نقل محفوظ رکھا گیا۔ آیت مبارکہ ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ امام بخاری رحمہ اللہ کا اشارہ اس طرف بھی ہے کہ قرآن مجید کی عملی تفسیر جو نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی اور اپنے عمل سے دکھلائی۔ یہ بھی سب اللہ پاک کی وحی کے تحت ہے، اس سے حدیث نبوی کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ جو لوگ حدیث نبوی میں شکوک وشبہات پیدا کرتے اور ان کو غلط قرار دینے کی مذموم کوشش کرتے ہیں ان کے خیالات باطلہ کی بھی یہاں پوری تردید موجود ہے۔ صحیح مرفوع حدیث یقیناً وحی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآنی وحی کو وحی متلو اور حدیث کو وحی غیر متلو قرار دیا گیا ہے۔ حدیث مذکور سے معلم ومتعلم کے آداب پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ایک حیثیت میں استماع اور انصات کی ہدایت فرمائی گئی۔ استماع کانوں کا فعل ہے اور انصات بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آنکھوں سے ہوتا ہے۔ پس متعلم کے لیے ضروری ہے کہ درس کے وقت اپنے کانوں اور آنکھوں سے معلم پر پوری توجہ سے کام لے۔ اس کے چہرے پر نظر جمائے رکھے، لب ولہجہ کے اشارات سمجھنے کے لیے نگاہ استاد کی طرف اٹھی ہوئی ہو۔ قرآن مجید وحدیث شریف کی عظمت کا یہی تقاضا ہے کہ ان ہر دو کا درس لیتے وقت متعلم ہمہ تن گوش ہو جائے اور پورے طور پر استماع اور انصات سے کام لے۔ حالت خطبہ میں بھی سامعین کے لیے اسی استماع وانصات کی ہدایت ہے۔ نزول وحی کے وقت آپ پر سختی اور شدت کا طاری ہونا اس لیے تھا کہ خود اللہ پاک نے فرمایا ہے ﴿إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا﴾ (۷۳/المزمل:۵) بے شک ہم آپ پر بھاری باعظمت کلام نازل کرنے والے ہیں۔ پچھلی حدیث میں گزر چکا ہے کہ سخت سردی کے موسم میں بھی نزول وحی کے وقت آپ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے۔ وہی کیفیت یہاں بیان کی گئی ہے، آیت کریمہ میں زبان ہلانے سے منع کیا گیا ہے اور حدیث ہذا میں آپ کے ہونٹ ہلانے کا ذکر ہے۔ یہاں راوی نے اختصار سے کام لیا ہے۔ کتاب التفسیر میں حضرت جریر نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے اس واقعہ کی تفصیل میں ہونٹوں کے ساتھ زبان ہلانے کا بھی ذکر فرمایا ہے ((كان رسول الله ﷺ اذا نزل جبريل بالوحي فكان مما يحرك بلسانه وشفتيه)) اس صورت میں آیت وحدیث میں کوئی تعارض نہیں رہتا۔

راویان حدیث: حضرت موسیٰ بن اسماعیل منقری۔ منقر بن عبید الحافظ کی طرف منسوب ہیں جنہوں نے بصرہ میں ۲۲۳ھ ماہ رجب میں انتقال فرمایا۔ غفر الله له۔ ابوعوانہ وضاح بن عبداللہ ہیں جن کا ۱۹۶ھ میں انتقال ہوا۔ موسیٰ بن ابی عائشہ (الکوفی الہمدانی) ہیں۔ سعید بن جبیر بن ہشام الکوفی الاسدی ہیں، جن کو ۹۶ھ میں مظلومانہ حالت میں حجاج بن یوسف ثقفی نے نہایت ہی بے دردی کے ساتھ قتل کیا۔ جن کی بددعا سے حجاج پھر جلد ہی غارت ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ترجمان القرآن کہا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے فہم قرآن کی دعا فرمائی تھی۔ ۶۸ھ میں طائف میں ان کا انتقال ہوا۔ صحیح بخاری شریف میں ان کی روایت سے دو سو سترہ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ (قسطلانی)

٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ؛ ح وَحَدَّثَنَا بِشْرُ ابْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، وَمَعْمَرٌ نَحْوَهُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ [قَالَ:] أَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَجْوَدَ

(۶) ہم کو عبدان نے حدیث بیان کی، انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، ان کو یونس نے، انہوں نے زہری سے یہ حدیث سنی۔ (دوسری سند یہ ہے کہ) ہم سے بشر بن محمد نے یہ حدیث بیان کی، ان سے عبداللہ بن مبارک نے، ان سے یونس اور معمر دونوں نے، ان دونوں نے زہری سے روایت کی پہلی سند کے مطابق سے زہری سے عبیداللہ بن عبداللہ نے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ ﷺ سب

النَّاسِ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ، وَكَانَ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ. [أطرافه في: ١٩٠٢، ٣٢٢٠، ٣٥٥٤، ٤٩٩٧] [مسلم: ٦٠٠٩، نسائي: ٢٠٩٤]

لوگوں سے زیادہ جواد (سخی) تھے اور رمضان میں (دوسرے اوقات کے مقابلہ میں جب) جبریل آپ ﷺ سے ملتے بہت ہی زیادہ جود و کرم فرماتے۔ جبریل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں آپ ﷺ سے ملاقات کرتے اور آپ ﷺ کے ساتھ قرآن کا دورہ کرتے، غرض آنحضرت ﷺ لوگوں کو بھلائی پہنچانے میں بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ جود و کرم فرمایا کرتے تھے۔

تشریح: اس حدیث کی مناسبت باب سے یہ ہے کہ رمضان مبارک میں حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ سے قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ قرآن یعنی وحی کا نزول رمضان شریف میں شروع ہوا۔ جیسا کہ آیت مبارکہ: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ﴾ (۲/البقرۃ:۱۸۵) میں مذکور ہے۔ یہ نزول قرآن لوح محفوظ سے بیت العزت میں آسمانِ دنیا کی طرف تھا۔ پھر وہاں سے نبی کریم ﷺ پر نزول بھی رمضان ہی میں شروع ہوا۔ اسی لیے رمضان شریف قرآن کریم کے لیے سالانہ یادگار مہینہ قرار پایا اور اسی لئے اس ماہ مبارک میں آپ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن مجید کا باقاعدہ دور فرمایا کرتے تھے۔ ساتھ ہی آپ ﷺ کے ''جود'' کا ذکر خیر بھی کیا گیا۔ سخاوت خاص مال کی تقسیم کا نام ہے۔ اور جود کے معنی ''اعطاء ماینبغی لمن ینبغی'' کے ہیں جو بہت زیادہ عمومیت لیے ہوئے ہے۔ پس ''جود'' مال ہی پر موقوف نہیں۔ بلکہ جو چیز بھی جس جس کے لیے مناسب ہو دے دی جائے، اس لئے آپ ﷺ اجود الناس تھے۔ حاجت مندوں کے لیے مالی سخاوت، تشنگان علوم کے لئے علمی سخاوت، گمراہوں کے لئے فیوض روحانی کی سخاوت، الغرض آپ ﷺ ہر لحاظ سے تمام بنی نوع انسان میں بہترین سخی تھے۔ آپ کی جملہ سخاوتوں کی تفصیلات کتب احادیث و سیر میں منقول ہیں۔ آپ کے جود و سخاوت کی تشبیہ بارش لانے والی ہواؤں سے دی گئی جو بہت ہی مناسب ہے۔ باران رحمت سے زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ آپ کی جود و سخاوت سے بنی نوع انسان کی اجڑی ہوئی دنیا آباد ہو گئی۔ ہر طرف ہدایات کے دریا بہنے لگے۔ خدا شناسی اور اخلاق فاضلہ کے سمندر موجیں مارنے لگے۔ آپ کی سخاوت اور روحانی کمالات سے ساری دنیائے انسانیت نے فیض حاصل کیے اور یہ مبارک سلسلہ تا قیام دنیا قائم رہے گا کیونکہ آپ پر نازل ہونے والا قرآن مجید وحی متلو اور حدیث شریف وحی غیر متلو تا قیام دنیا قائم رہنے والی چیزیں ہیں۔ پس دنیا میں آنے والے اہل بصیرت انسان ان سے فیوض حاصل کرتے ہی رہیں گے۔ اس سے وحی کی عظمت بھی ظاہر ہے اور یہ بھی کہ قرآن و حدیث کے معلمین و متعلمین کو بہ نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ سخی، جواد و وسیع القلب ہونا چاہیے کہ ان کی شان کا یہی تقاضا ہے۔ خصوصاً رمضان شریف کا مہینہ جود و سخاوت ہی کا مہینہ ہے، کہ اس میں ایک نیکی کا ثواب کتنے ہی درجات حاصل کر لیتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ اس ماہ مبارک میں خصوصیت کے ساتھ اپنی ظاہری سخاوتوں کے دریا بہا دیتے تھے۔

سند حدیث: پہلا موقع ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں سند حدیث میں تحویل فرمائی ہے۔ یعنی امام زہری تک سند پہنچا دینے کے بعد پھر آپ دوسری سند کی طرف لوٹ آئے ہیں اور عبدان پہلے استاد کے ساتھ اپنے دوسرے استاد بشیر بن محمد کی روایت سے بھی اس حدیث کو نقل فرمایا ہے اور زہری پر دونوں سندوں کو یکجا کر دیا۔ محدثین کی اصطلاح میں لفظ (ح) سے یہی تحویل مراد ہوتی ہے۔ اس سے تحویل سند اور سند میں اختصار مقصود ہوتا ہے۔ آگے اس قسم کے بہت سے مواقع آتے رہیں گے۔ بقول علامہ قسطلانی اس حدیث کی سند میں روایت حدیث کی مختلف اقسام تحدیث، اخبار، عنعنہ، تحویل سب جمع ہو گئی ہیں۔ جن کی تفصیلات مقدمہ میں بیان کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

٧۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ

(۷) ہم کو ابوالیمان حکم بن نافع نے حدیث بیان کی، انہیں اس حدیث کی شعیب نے خبر دی۔ انہوں نے زہری سے یہ حدیث سنی۔ انہیں عبیداللہ بن

عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ ابْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ. أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِي رَكْبٍ مِنْ قُرَيْشٍ، وَكَانُوا تُجَّارًا بِالشَّأْمِ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ مَادَّ فِيهَا أَبَا سُفْيَانَ وَكُفَّارَ قُرَيْشٍ، فَأَتَوْهُ وَهُمْ بِإِيْلِيَاءَ فَدَعَاهُمْ فِي مَجْلِسِهِ، وَحَوْلَهُ عُظَمَاءُ الرُّوْمِ ثُمَّ دَعَاهُمْ وَدَعَا تَرْجُمَانَهُ فَقَالَ: أَيُّكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا بِهَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ؟ فَقَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: فَقُلْتُ: أَنَا أَقْرَبُهُمْ نَسَبًا، فَقَالَ: أَدْنُوْهُ مِنِّيْ، وَقَرِّبُوْا أَصْحَابَهُ، فَاجْعَلُوْهُمْ عِنْدَ ظَهْرِهِ . ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ: قُلْ لَهُمْ: إِنِّيْ سَائِلٌ هَذَا عَنْ هَذَا الرَّجُلِ، فَإِنْ كَذَبَنِي فَكَذِّبُوْهُ. فَوَاللَّهِ! لَوْلَا الْحَيَاءُ مِنْ أَنْ يَأْثِرُوْا عَلَيَّ كَذِبًا لَكَذَبْتُ عَنْهُ، ثُمَّ كَانَ أَوَّلَ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ أَنْ قَالَ: كَيْفَ نَسَبُهُ فِيْكُمْ؟ قُلْتُ: هُوَ فِينَا ذُوْ نَسَبٍ قَالَ: فَهَلْ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ مِنْكُمْ أَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهُ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَهَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَأَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ فَقُلْتُ: بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ . قَالَ: أَيَزِيدُوْنَ أَمْ يَنْقُصُوْنَ؟ قُلْتُ: بَلْ يَزِيْدُوْنَ. قَالَ: فَهَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِنْهُمْ سَخْطَةً لِدِيْنِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُوْلَ مَا قَالَ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: فَهَلْ يَغْدِرُ؟ قُلْتُ: لَا، وَنَحْنُ مِنْهُ فِيْ مُدَّةٍ لَا نَدْرِيْ مَا هُوَ فَاعِلٌ فِيْهَا. قَالَ: وَلَمْ تُمْكِنِّيْ كَلِمَةٌ أُدْخِلُ

عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ عبداللہ بن عباس سے ابوسفیان بن حرب نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ہرقل (شاہِ روم) نے ان کے پاس قریش کے قافلے میں ایک آدمی بلانے کو بھیجا اور اس وقت یہ لوگ تجارت کے لیے ملک شام گئے ہوئے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اللہ ﷺ نے قریش اور ابوسفیان سے ایک وقتی عہد کیا ہوا تھا۔ جب ابوسفیان اور دوسرے لوگ ہرقل کے پاس ایلیا پہنچے جہاں ہرقل نے دربار طلب کیا تھا۔ اس کے گرد روم کے بڑے بڑے لوگ (علما وزرا و امرا) بیٹھے ہوئے تھے۔ ہرقل نے ان کو اور اپنے ترجمان کو بلوایا۔ پھر ان سے پوچھا کہ تم میں سے کون شخص مدعی رسالت کا زیادہ قریبی عزیز ہے؟ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں بول اٹھا کہ میں اس کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہوں۔ (یہ سن کر) ہرقل نے حکم دیا کہ اس کو (ابوسفیان کو) میرے قریب لاکر بٹھاؤ اور اس کے ساتھیوں کو اس کی پیٹھ کے پیچھے بٹھا دو۔ پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں ابوسفیان سے اس شخص کے (یعنی محمد ﷺ کے) حالات پوچھتا ہوں۔ اگر یہ مجھ سے کسی بات میں جھوٹ بول دے تو تم اس کا جھوٹ ظاہر کردینا۔ (ابوسفیان کا قول ہے کہ) خدا کی قسم! اگر مجھے یہ غیرت نہ آتی کہ یہ لوگ مجھ کو جھٹلائیں گے تو میں آپ ﷺ کی نسبت ضرور غلط گوئی سے کام لیتا۔ خیر پہلی بات جو ہرقل نے مجھ سے پوچھی وہ یہ کہ اس شخص کا خاندان تم لوگوں میں کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ تو بڑے اونچے عالی نسب والے ہیں۔ کہنے لگا اس سے پہلے بھی کسی نے تم لوگوں میں ایسی بات کہی تھی؟ میں نے کہا: نہیں، کہنے لگا: اچھا اس کے بڑوں میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ پھر اس نے کہا: بڑے لوگوں نے اس کی پیروی اختیار کی ہے یا کمزوروں نے؟ میں نے کہا: نہیں کمزوروں نے۔ پھر کہنے لگا: اس کے تابعدار روز بڑھتے جاتے ہیں یا کوئی ساتھی پھر بھی جاتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ کہنے لگا: کیا اپنے اس دعوائے (نبوت) سے پہلے کبھی (کسی بھی موقع پر) اس نے جھوٹ بولا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ اور اب ہماری اس سے (صلح کی) ایک مقررہ مدت ٹھہری ہوئی ہے معلوم نہیں وہ اس میں کیا کرنے والا ہے۔ (ابوسفیان کہتے ہیں) میں اس بات کے سوا اور کوئی

فِيهَا شَيْئًا غَيْرُ هَذِهِ الْكَلِمَةِ. قَالَ: فَهَلْ قَاتَلْتُمُوهُ؟ قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ: فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ إِيَّاهُ؟ قُلْتُ: الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِجَالٌ، يَنَالُ مِنَّا وَنَنَالُ مِنْهُ. قَالَ: مَاذَا يَأْمُرُكُمْ؟ قُلْتُ: يَقُولُ: اعْبُدُوا اللَّهَ وَحْدَهُ، وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَاتْرُكُوا مَا يَقُولُ آبَاؤُكُمْ، وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ. فَقَالَ لِلتَّرْجُمَانِ: قُلْ لَهُ: سَأَلْتُكَ عَنْ نَسَبِهِ، فَذَكَرْتَ أَنَّهُ فِيكُمْ ذُونَسَبٍ، وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِي نَسَبِ قَوْمِهَا، وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ مِنْكُمْ هَذَا الْقَوْلَ؟ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا، قُلْتُ: لَوْ كَانَ أَحَدٌ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ لَقُلْتُ: رَجُلٌ يَأْتَسِي بِقَوْلٍ قِيلَ قَبْلَهُ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ؟ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا، قُلْتُ: فَلَوْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ قُلْتُ: رَجُلٌ يَطْلُبُ مُلْكَ أَبِيهِ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ؟ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا، فَقَدْ أَعْرِفُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَذَرَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبَ عَلَى اللَّهِ، وَسَأَلْتُكَ أَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوهُ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ فَذَكَرْتَ أَنَّ ضُعَفَائَهُمُ اتَّبَعُوهُ، وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ، وَسَأَلْتُكَ أَيَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ؟ فَذَكَرْتَ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ، وَكَذَلِكَ أَمْرُ الْإِيمَانِ حَتَّى يَتِمَّ، وَسَأَلْتُكَ أَيَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخْطَةً لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ؟ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا، وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حِينَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوبَ، وَسَأَلْتُكَ: هَلْ يَغْدِرُ؟ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا، وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ، وَسَأَلْتُكَ

(جھوٹ) اس گفتگو میں شامل نہ کر سکا۔ ہرقل نے کہا: کیا تمہاری اس سے کبھی لڑائی بھی ہوئی ہے؟ ہم نے کہا کہ ہاں۔ بولا پھر تمہاری اور اس کی جنگ کا کیا حال ہوتا ہے؟ میں نے کہا، لڑائی ڈول کی طرح ہے۔ کبھی وہ ہم سے (میدان جنگ) جیت لیتے ہیں اور کبھی ہم ان سے جیت لیتے ہیں۔ ہرقل نے پوچھا: وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟ میں نے کہا: وہ کہتا ہے کہ صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ اور اپنے باپ دادا کی (شرک کی) باتیں چھوڑ دو اور ہمیں نماز پڑھنے، سچ بولنے، پرہیز گاری اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ (یہ سب سن کر) پھر ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ابوسفیان سے کہہ دے کہ میں نے تم سے اس کا نسب پوچھا تو تم نے کہا کہ وہ ہم میں عالی نسب ہے اور پیغمبر اپنی قوم میں عالی نسب ہی بھیجے جایا کرتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا کہ (دعویٰ نبوت کی) یہ بات تمہارے اندر اس سے پہلے کسی اور نے بھی کہی تھی، تو تم نے جواب دیا کہ نہیں، تب میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اگر یہ بات اس سے پہلے کسی اور نے کہی ہوتی تو میں سمجھتا کہ اس شخص نے بھی اسی بات کی تقلید کی ہے جو پہلے کہی جا چکی ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ اس کے بڑوں میں کوئی بادشاہ بھی گزرا ہے تو تم نے کہا کہ نہیں۔ تو میں نے (دل میں) کہا کہ ان کے بزرگوں میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہوگا تو کہہ دوں گا کہ وہ شخص (اس بہانہ) اپنے آبا واجداد کی بادشاہت اور ان کا ملک (دوبارہ) حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ اس بات کے کہنے (یعنی پیغمبری کا دعویٰ کرنے) سے پہلے تم نے کبھی اس کو دروغ گوئی کا الزام لگایا ہے؟ تم نے کہا کہ نہیں۔ تو میں نے سمجھ لیا کہ جو شخص آدمیوں کے ساتھ دروغ گوئی سے بچے وہ اللہ کے بارے میں کیسے جھوٹی بات کہہ سکتا ہے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ بڑے لوگ اس کے پیرو ہوتے ہیں یا کمزور آدمی۔ تم نے کہا کمزوروں نے اس کی اتباع کی ہے، تو (دراصل) یہی لوگ پیغمبروں کے متبعین ہوتے ہیں۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ اس کے ساتھی بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں۔ تم نے کہا کہ وہ بڑھ رہے ہیں اور ایمان کی کیفیت یہی ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ کامل ہو جاتا ہے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا کوئی شخص اس کے دین سے ناخوش ہو کر مرتد بھی ہو جاتا ہے۔ تم نے کہا

بِمَا يَأْمُرُكُمْ، فَذَكَرْتَ أَنَّهُ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ، وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا، وَيَنْهَاكُمْ عَنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ، وَيَأْمُرُكُمْ بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ فَإِنْ كَانَ مَا تَقُوْلُ حَقًّا فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ، وَلَمْ أَكُنْ أَظُنُّ أَنَّهُ مِنْكُمْ، فَلَوْ أَنِّي أَعْلَمُ أَنِّي أَخْلُصُ إِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَائَهُ، وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ. ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ الَّذِي بَعَثَ بِهِ مَعَ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ إِلَى عَظِيْمِ بُصْرَى، فَدَفَعَهُ عَظِيْمُ بُصْرَى إِلَى هِرَقْلَ فَقَرَأَهُ فَإِذَا فِيهِ: ((بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيْمِ. مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِاللَّهِ وَرَسُوْلِهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ. سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى، أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّي أَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ، أَسْلِمْ تَسْلَمْ، يُؤْتِكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ، فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْيَرِيْسِيِّيْنَ وَ: ﴿يَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾)) [آل عمران:٦٤] قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ، وَفَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ، فَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ وَأُخْرِجْنَا: فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي حِيْنَ أُخْرِجْنَا لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ، إِنَّهُ يَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ. فَمَا زِلْتُ مُوْقِنًا أَنَّهُ سَيَظْهَرُ حَتَّى أَدْخَلَ اللَّهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ وَكَانَ ابْنُ النَّاطُوْرِ صَاحِبُ إِيْلِيَاءَ وَهِرَقْلَ- [سُقُفًّا] عَلَى

نہیں، تو ایمان کی خاصیت بھی یہی ہے جن کے دلوں میں اس کی مسرت رچ بس جائے وہ اس سے لوٹا نہیں کرتے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا وہ کبھی عہد شکنی کرتے ہیں۔ تم نے کہا نہیں۔ پیغمبروں کا یہی حال ہوتا ہے، وہ عہد کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ اور میں نے تم سے کہا کہ وہ تم سے کس چیز کے لئے کہتے ہیں۔ تم نے کہا کہ وہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تمہیں بتوں کی پرستش سے روکتے ہیں۔ سچ بولنے اور پرہیز گاری کا حکم دیتے ہیں۔ لہٰذا اگر یہ باتیں جو تم کہہ رہے ہو سچ ہیں تو عنقریب وہ اس جگہ کا مالک ہو جائے گا کہ جہاں میرے یہ دونوں پاؤں ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ (پیغمبر) آنے والا ہے مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ تمہارے اندر ہوگا۔ اگر میں جانتا کہ اس تک پہنچ سکوں گا، تو اس سے ملنے کے لیے ہر تکلیف گوارا کرتا۔ اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔ ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کا وہ خط منگایا جو آپ نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ حاکم بصریٰ کے پاس بھیجا تھا اور اس نے وہ ہرقل کے پاس بھیج دیا تھا۔ پھر اس کو پڑھا تو اس میں (لکھا تھا): "اللہ کے نام کے ساتھ جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے۔ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر محمد ﷺ کی طرف سے یہ خط ہے شاہِ روم کے لیے۔ اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اس کے بعد میں آپ کے سامنے دعوت اسلام پیش کرتا ہوں۔ اگر آپ اسلام لے آئیں گے تو (دین و دنیا میں) سلامتی نصیب ہوگی۔ اللہ آپ کو دوہرا ثواب دے گا اور اگر آپ (میری دعوت سے) روگردانی کریں گے تو آپ کی رعایا کا گناہ بھی آپ ہی پر ہوگا۔ اور اے اہل کتاب! ایک ایسی بات پر آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا رب بنائے۔ پھر اگر وہ اہل کتاب (اس بات سے) منہ پھیر لیں تو (مسلمانو!) تم ان سے کہہ دو کہ (تم مانو یا نہ مانو) ہم تو ایک خدا کے اطاعت گزار ہیں۔" ابوسفیان کہتے ہیں: جب ہرقل نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا اور خط پڑھ کر فارغ ہوا۔ تو اس کے اردگرد بہت شور و غوغا ہوا۔ بہت سی آوازیں اٹھیں اور ہمیں باہر نکال دیا گیا۔ تب میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابوکبشہ کے بیٹے (آنحضرت ﷺ)

نَصَارَى الشَّأْمِ، يُحَدِّثُ أَنَّ هِرَقْلَ حِينَ قَدِمَ إِيْلِيَاءَ أَصْبَحَ يَوْمًا خَبِيْثَ النَّفْسِ، فَقَالَ بَعْضُ بَطَارِقَتِهِ: قَدِاسْتَنْكَرْنَا هَيْئَتَكَ قَالَ ابْنُ النَّاطُوْرِ: وَكَانَ هِرَقْلُ حَزَّاءً يَنْظُرُ فِي النُّجُوْمِ، فَقَالَ لَهُمْ حِينَ سَأَلُوْهُ: إِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ حِيْنَ نَظَرْتُ فِي النُّجُوْمِ مَلِكَ الْخِتَانِ قَدْ ظَهَرَ، فَمَنْ يَخْتَتِنُ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ؟ قَالُوْا: لَيْسَ يَخْتَتِنُ إِلَّا الْيَهُوْدُ فَلَا يُهِمَّنَّكَ شَأْنُهُمْ وَاكْتُبْ إِلَى مَدَائِنِ مُلْكِكَ، فَيَقْتُلُوْا مَنْ فِيْهِمْ مِنَ الْيَهُوْدِ. فَبَيْنَاهُمْ عَلَى أَمْرِهِمْ أُتِيَ هِرَقْلُ بِرَجُلٍ أَرْسَلَ بِهِ مَلِكُ غَسَّانَ، يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا اسْتَخْبَرَهُ هِرَقْلُ قَالَ: اذْهَبُوْا فَانْظُرُوْا أَمُخْتَتِنٌ هُوَ أَمْ لَا فَنَظَرُوْا إِلَيْهِ، فَحَدَّثُوْهُ أَنَّهُ مُخْتَتِنٌ، وَسَأَلَهُ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ: هُمْ يَخْتَتِنُوْنَ. فَقَالَ هِرَقْلُ هَذَا مَلِكُ هَذِهِ الْأُمَّةِ قَدْ ظَهَرَ. ثُمَّ كَتَبَ هِرَقْلُ إِلَى صَاحِبٍ لَهُ بِرُوْمِيَةَ، وَكَانَ نَظِيْرَهُ فِي الْعِلْمِ، وَسَارَ هِرَقْلُ إِلَى حِمْصَ، فَلَمْ يَرِمْ حِمْصَ حَتَّى أَتَاهُ كِتَابٌ مِنْ صَاحِبِهِ يُوَافِقُ رَأْيَ هِرَقْلَ عَلَى خُرُوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَنَّهُ نَبِيٌّ، فَأَذِنَ هِرَقْلُ لِعُظَمَاءِ الرُّوْمِ فِي دَسْكَرَةٍ لَهُ بِحِمْصَ ثُمَّ أَمَرَ بِأَبْوَابِهَا فَغُلِّقَتْ، ثُمَّ اطَّلَعَ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الرُّوْمِ، هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ وَأَنْ يَثْبُتَ مُلْكُكُمْ فَتُبَايِعُوْا هَذَا النَّبِيَّ، فَحَاصُوْا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ، فَوَجَدُوْهَا قَدْ غُلِّقَتْ، فَلَمَّا رَأَى هِرَقْلُ نَفْرَتَهُمْ، وَأَيِسَ مِنَ الْإِيْمَانِ قَالَ: رُدُّوْهُمْ عَلَيَّ وَقَالَ: إِنِّي قُلْتُ مَقَالَتِي آنِفًا

کا معاملہ تو بہت بڑھ گیا۔ (دیکھو تو) اس سے بنی اصفر (روم) کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔ مجھے اس وقت سے اس بات کا یقین ہو گیا کہ حضور ﷺ عنقریب غالب ہو کر رہیں گے حتیٰ کہ اللہ نے مجھے مسلمان کر دیا۔ (راوی کا بیان ہے کہ) ابن ناطور ایلیا کا حاکم ہرقل کا مصاحب اور شام کے نصاریٰ کا لاٹ پادری بیان کرتا تھا کہ ہرقل جب ایلیا آیا، ایک دن صبح کو پریشان اٹھا تو اس کے درباریوں نے دریافت کیا کہ آج ہم آپ کی حالت بدلی ہوئی پاتے ہیں (کیا وجہ ہے؟) ابن ناطور کا بیان ہے کہ ہرقل نجومی تھا، علم نجوم میں وہ پوری مہارت رکھتا تھا۔ اس نے اپنے ہم نشینوں کو بتایا کہ میں نے آج رات ستاروں پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ ہمارے ملک پر غالب آ گیا ہے (بھلا) اس زمانہ میں کون لوگ ختنہ کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہود کے سوا کوئی ختنہ نہیں کرتا۔ سو ان کی وجہ سے پریشان نہ ہوں۔ سلطنت کے تمام شہروں میں یہ حکم لکھ بھیجئے کہ وہاں جتنے یہودی ہوں سب قتل کر دیے جائیں وہ لوگ انہی باتوں میں مشغول تھے کہ ہرقل کے پاس ایک آدمی لایا گیا۔ جسے شاہ غسان نے بھیجا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے حالات بیان کئے۔ جب ہرقل نے (سارے حالات) سن لئے تو کہا کہ جا کر دیکھو وہ ختنہ کئے ہوئے ہے یا نہیں؟ انہوں نے اسے دیکھا تو بتلایا کہ وہ ختنہ کیا ہوا ہے۔ ہرقل نے جب اس شخص سے عرب کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتلایا کہ وہ ختنہ کرتے ہیں۔

تب ہرقل نے کہا کہ یہ ہی (محمد ﷺ) اس امت کے بادشاہ ہیں جو پیدا ہو چکے ہیں۔ پھر اس نے اپنے ایک دوست کو رومیہ خط لکھا اور وہ بھی علم نجوم میں ہرقل کی طرح ماہر تھا۔ پھر وہاں سے ہرقل حمص چلا گیا۔ ابھی حمص سے نکلا نہیں تھا کہ اس کے دوست کا خط (اس کے جواب میں) آ گیا۔ اس کی رائے بھی حضور ﷺ کے ظہور کے بارے میں ہرقل کے موافق تھی کہ محمد ﷺ (واقعی) پیغمبر ہیں۔ اس کے بعد ہرقل نے روم کے بڑے آدمیوں کو اپنے حمص کے محل میں طلب کیا اور اس کے حکم سے محل کے دروازے بند کر دیے گئے۔ پھر وہ (اپنے خاص محل سے) باہر آیا۔ اور کہا: ”اے روم والو! کیا ہدایت اور کامیابی میں کچھ حصہ تمہارے لیے بھی ہے؟ اگر تم اپنی سلطنت کی بقا چاہتے ہو تو پھر اس نبی (ﷺ) کی بیعت کر لو اور

أَخْتَبِرُ بِهَا شِدَّتَكُمْ عَلَى دِينِكُمْ، فَقَدْ رَأَيْتُ فَسَجَدُوا لَهُ وَرَضُوا عَنْهُ، فَكَانَ ذَلِكَ آخِرَ شَأْنِ هِرَقْلَ. قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: رَوَاهُ صَالِحُ ابْنُ كَيْسَانَ وَيُونُسُ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

[أطرافه في: ٥١، ٢٦٨١، ٢٨٠٤، ٢٩٤١، ٢٩٧٨، ٣١٧٤، ٤٥٥٣، ٥٩٨٠، ٦٢٦٠، ٧١٩٦، ٧٥٤١]

[مسلم: ٤٦٠٧، ٥١٣٦، ترمذي: ٢٧١٧]

مسلمان ہو جاؤ (یہ سنتا تھا کہ) پھر وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف دوڑے (مگر) انہیں بند پایا۔ آخر جب ہرقل نے (اس بات سے) ان کی یہ نفرت دیکھی اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گیا۔ تو کہنے لگا کہ ان لوگوں کو میرے پاس لاؤ۔ (جب وہ دوبارہ آئے) تو اس نے کہا۔ میں نے جو بات کہی تھی اس سے تمہاری دینی پختگی کی آزمائش مقصود تھی، سو وہ میں نے دیکھ لی۔ تب (یہ بات سن کر) وہ سب کے سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑے اور اس سے خوش ہو گئے۔ بالآخر ہرقل کی آخری حالت یہ ہی رہی۔ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو صالح بن کیسان، یونس اور معمر نے بھی زہری سے روایت کیا ہے۔

تشریح: وحی، نزول وحی، اقسام وحی، زمانہ وحی، مقام وحی، ان جملہ تفصیلات کے ساتھ ساتھ ضرورت تھی کہ جس مقدس شخصیت پر وحی کا نزول ہو رہا ہے ان کی ذات گرامی کا تعارف کراتے ہوئے ان کے حالات پر بھی کچھ روشنی ڈالی جائے۔ مشہور مقولہ ہے "الحق ما شهدت به الاعداء" حق وہ ہے جس کی دشمن بھی گواہی دیں۔ اسی اصول کے پیش نظر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں اس تفصیلی حدیث کو نقل فرمایا جو دو اہم ترین شخصیتوں کے درمیان ایک مکالمہ ہے۔ جس کا موضوع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ کی نبوت و رسالت ہے۔ یہ دونوں شخصیتیں اس وقت غیر مسلم ہیں۔ باہمی طور پر دونوں کے قوم و وطن، تہذیب و تمدن میں ہر طرح سے بعد المشرقین ہے۔ امانت و دیانت اور اخلاق کے لحاظ سے ہر دو اپنی اپنی جگہ پر ذمہ دار ہستیاں ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کا مکالمہ نہایت، جچا تلا ہوگا اور ان کی رائے بہت ہی اعلیٰ وارفع ہوگی، چنانچہ اس حدیث میں پورے طور پر یہ چیز موجود ہے اسی لئے علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لما كان المقصود بالذات من ذكر الوحي هو تحقيق النبوة واثباتها وكان حديث هرقل اوفر تأدية لذالك المقصود ادرجه في باب الوحي والله اعلم۔" اس عبارت کا مفہوم وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اس مقام کے علاوہ کتاب الجہاد و کتاب التفسیر و کتاب الشہادات و کتاب الجزیہ و ادب و ایمان و علم و احکام و مغازی وغیرہ وغیرہ میں بھی نقل فرمایا ہے اور ہر جگہ اسی مقام کے باب سے اس کی مطابقت پیدا کرتے ہوئے اس سے بہت سے احکام و مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔ بعض متعصبین و متجددین کہتے ہیں کہ محدثین کرام رحمہم اللہ محض ناقلین روایت تھے، اجتہاد و استنباط مسائل میں ان کو درک نہیں تھا۔ یہ محض جھوٹ اور محدثین کرام کی کھلی توہین ہے جو ہر پہلو سے لائق صد مذمت ہے۔

بعض حضرات محدثین کرام خصوصاً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مسلک شافعی کا مقلد بتلایا کرتے ہیں۔ مگر اس بارے میں مزید تفصیلات سے قطع نظر ہم صاحب ایضاح البخاری کا ایک بیان یہاں نقل کر دیتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مقلد ہرگز نہ تھے۔ بلکہ آپ کو مجتہد مطلق کا درجہ حاصل تھا۔

"لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی شافعی یا حنبلی سے تلمذ اور تحصیل علم کی بنا پر کسی کو شافعی یا حنبلی کہنا مناسب نہیں بلکہ امام کے تراجم بخاری کے گہرے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ایک مجتہد ہیں، انہوں نے جس طرح احناف رحمہم اللہ سے اختلاف کیا ہے وہاں حضرات شوافع سے اختلاف کی تعداد بھی کم نہیں ہے......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد اور تراجم ابواب میں ان کی بالغ نظری کے پیش نظر ان کو کسی فقہ کا پابند نہیں کہا جا سکتا ہے۔"

(ایضاح البخاری، جزء اول/ص:۳۰)

صحیح بخاری کے عمیق مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے استنباط مسائل، فقہ الحدیث کے بارے میں بہت ہی غور و خوض سے

کام لیا ہے اور ایک ایک حدیث سے بہت سے مسائل ثابت کئے ہیں۔ جیسا کہ اپنے اپنے مقامات پر ناظرین مطالعہ کریں گے۔
علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ کی فصل ثانی میں فرماتے ہیں:

"تقرر انه التزم فيه الصحة وانه لايورد فيه الاحديثا صحيحا (الى قوله) ثم راى ان لايخليه من الفوائد الفقهية والنكت الحكمية فاستخرج بفهمه من المتون معاني كثيرة فرقها في ابواب الكتاب بحسب تناسبها ـ(الى قوله)قال الشيخ محى الدين نفع الله به: ليس مقصود البخارى الاقتصار على الاحاديث فقط، بل مراده الاستنباط منها والاستدلال لابواب ارادها (الى قوله)وقد ادعى بعضهم انه صنع ذالك عمداً۔" (هدي السارى ، ص:۸بيروت)

یہ بات ثابت ہے کہ امام نے التزام کیا ہے کہ اس میں سوائے صحیح حدیث کے اور کسی قسم کی روایت نہیں ذکر کریں گے اور بایں خیال کہ اس کو فوائد فقہی اور حکمت کے نکات سے خالی نہ رہنا چاہیے، اپنی فہم سے متن حدیث سے بہت بہت معانی استخراج کئے۔ جن کو مناسبت کے ساتھ ابواب میں علیحدہ علیحدہ بیان کر دیا۔ شیخ محی الدین نے کہا کہ امام کا مقصود حدیث ہی کا ذکر کر دینا نہیں بلکہ اس سے استدلال واستنباط کر کے باب مقرر کرنا ہے (انہیں وجوہات سے) بعض نے دعویٰ کیا ہے کہ امام نے یہ سب کچھ خود قصداً کیا ہے''۔ (حل مشکلات البخاری حضرت مولانا سیف بنارسی قدس سرہ ص ۱۶)

۷ھ ماہ محرم کی پہلی تاریخ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہان عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط مبارکہ اپنے معزز سفراء کے ہاتھوں روانہ فرمائے جو سفیر جس قوم کے پاس بھیجا گیا وہ وہاں کی زبان جانتا تھا کہ تبلیغی فرائض بحسن وخوبی انجام دے سکے۔ ایسی ہی ضروریات کے لئے آپ کے واسطے چاندی کی مہر تیار کی گئی تھی۔ تین سطور میں اس پر محمد رسول اللہ کندہ تھا۔ ہرقل شاہ قسطنطنیہ یا روما کی مشرقی شاخ سلطنت کا نامور شہنشاہ عیسائی المذہب تھا۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ اس کے پاس نامۂ مبارک لے کر گئے۔ یہ بادشاہ سے بیت المقدس کے مقام پر ملے۔ جسے یہاں لفظ ایلیا سے یاد کیا گیا ہے۔ جس کے معنی بیت اللہ کے ہیں، ہرقل نے سفیر کے اعزاز میں بڑا ہی شاندار دربار منعقد کیا۔ اور سفیر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت سی باتیں دریافت کرتا رہا۔ اس کے بعد ہرقل نے مزید تحقیق کے لئے حکم دیا کہ اگر ملک میں کوئی مکہ کا آدمی آیا ہو تو اسے پیش کیا جائے۔ اتفاق سے ان دنوں ابوسفیان مع دیگر تاجران مکہ ملک شام آئے ہوئے تھے، ان کو بیت المقدس بلا کر دربار میں پیش کیا گیا۔ ان دنوں ابوسفیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا۔ مگر قیصر کے دربار میں اس کی زبان سوائے حق وصداقت کے کچھ نہ بول سکی۔ ہرقل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ابوسفیان سے دس سوال کئے جو بہت گہرے حقائق اپنے اندر رکھتے تھے۔ ان کے جوابات میں ابوسفیان نے بھی جن حقائق کا اظہار کیا۔ ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ہرقل کے دل میں نقش ہوگئی مگر اپنی قوم وحکومت کے خوف سے وہ ایمان نہ لا سکا۔ بالآخر کفر ہی کی حالت میں اس کا خاتمہ ہوا۔ مگر اس نے جو پیش گوئی کی تھی کہ ایک دن آئے گا کہ عرب مسلمان ہمارے ملک وتخت پر قابض ہو جائیں گے وہ حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی اور وہ دن آیا کہ مسیحیت کا صدر مقام اور قبلہ ومرکز اچانک عیسائی دنیا کے ہاتھ سے نکل کر ایک نئی قوم کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

مشہور مؤرخ گبن کے لفظوں میں تمام مسیحی دنیا پر سکتہ کی حالت طاری ہوگئی۔ کیونکہ مسیحیت کی اس سے بڑی توہین کو نہ تو مذہب کا کوئی متوقع معجزہ ہی روک سکا نہ عیسائی شہنشاہی کا لشکر جرار۔ پھر یہ صرف بیت المقدس ہی کی فتح نہ تھی بلکہ تمام ایشیا وافریقہ میں مسیحی فرمانروائی کا خاتمہ تھا۔ ہرقل کے یہ الفاظ جو اس نے تختہ جہاز پر لبنان کی چوٹیوں کو مخاطب کر کے کہے تھے آج تک مؤرخین کی زبانوں پر ہیں ''الوداع سرزمین شام ہمیشہ کے لئے الوداع۔''

فدائے رسول حضرت قاضی محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ پٹیالوی:

مناسب ہوگا کہ اس مکالمہ کو مختصراً فدائے رسول حضرت قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کے لفظوں میں ہی نقل کر دیا جائے۔ جس سے ناظرین اس مکالمہ کو پورے طور پر سمجھ سکیں گے۔

قیصر: محمد کا خاندان اور نسب کیسا ہے؟

ابوسفیان: شریف وعظیم۔

قیصر: سچ ہے نبی شریف گھرانے کے ہوتے ہیں، تاکہ ان کی اطاعت میں کسی کو عار نہ ہو۔

قیصر: محمد (ﷺ) سے پہلے بھی کسی نے عرب میں یا قریش میں نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ اپنے سے پہلے کی تقلید اور ریس کرتا ہے۔

قیصر: نبی ہونے سے پہلے کیا یہ شخص جھوٹ بولا کرتا تھا یا اس کو جھوٹ بولنے کی کبھی تہمت دی گئی تھی؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل نے اس جواب پر کہا یہ نہیں ہوسکتا کہ جس شخص نے لوگوں پر جھوٹ نہ بولا، وہ اللہ پر جھوٹ باندھے۔

قیصر: اس کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ بھی ہوا ہے؟

ابوسفیان: نہیں

ہرقل نے اس جواب پر کہا اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ نبوت کے بہانے سے باپ دادا کی سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

قیصر: محمد (ﷺ) کے ماننے والے مسکین غریب لوگ زیادہ ہیں یا سردار قوی لوگ؟

ابوسفیان: مسکین حقیر لوگ۔

ہرقل نے اس جواب پر کہا ہر نبی کے پہلے ماننے والے مسکین غریب لوگ ہی ہوتے رہے ہیں۔

قیصر: ان لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے یا کم ہو رہی ہے؟

ابوسفیان: بڑھ رہی ہے۔

ہرقل نے کہا ایمان کا یہی خاصہ ہے کہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اور حد کمال تک پہنچ جاتا ہے۔

قیصر: کوئی شخص اس کے دین سے بیزار ہو کر پھر بھی جاتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل نے کہا: لذت ایمانی کی یہی تاثیر ہے کہ جب دل میں بیٹھ جاتی اور روح پر اپنا اثر قائم کر لیتی ہے تو جدا نہیں ہوتی۔

قیصر: یہ شخص کبھی عہد و پیمان کو بھی توڑ دیتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔ لیکن امسال ہمارا معاہدہ اس سے ہوا ہے دیکھئے کیا انجام ہو۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ صرف اس جواب میں اتنا فقرہ زیادہ کر سکا تھا۔ مگر قیصر نے اس پر کچھ توجہ نہ دی اور کہا کہ بے شک نبی عہد شکن نہیں ہوتے، عہد شکنی دنیادار کیا کرتے ہیں، نبی دنیا کے طالب نہیں ہوتے۔

قیصر: کبھی اس شخص کے ساتھ لڑائی بھی ہوئی ہے؟

ابوسفیان: ہاں۔

قیصر: جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟

ابوسفیان: کبھی وہ غالب رہا (بدر میں) اور کبھی ہم (احد میں)۔

ہرقل نے کہا اللہ کے نبیوں کا یہی حال ہوتا ہے لیکن آخر کار اللہ کی مدد سے فتح ان ہی کو حاصل ہوتی ہے۔

قیصر: اس کی تعلیم کیا ہے؟

ابوسفیان: ایک اللہ کی عبادت کرو، باپ دادا کے طریق (بت پرستی) چھوڑ دو۔ نماز و روزہ، سچائی، پاکدامنی، اور صلہ رحمی کی پابندی اختیار کرو۔

ہرقل نے کہا: نبی موعود کی یہی علامتیں ہم کو بتائی گئی ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ نبی کا ظہور ہونے والا ہے لیکن یہ نہ سمجھتا تھا کہ وہ عرب میں سے ہوگا۔ ابوسفیان! اگر تم نے سچ سچ جواب دیئے ہیں تو ایک روز اس جگہ جہاں میں بیٹھا ہوا ہوں (شام و بیت المقدس) کا ضرور مالک ہو جائے گا۔ کاش! میں ان کی خدمت میں پہنچ سکتا اور نبی (ﷺ) کے پاؤں دھویا کرتا۔

اس کے بعد نبی کریم ﷺ کا نامہ مبارک پڑھا گیا۔ اراکین اسے سن کر چیخ چلائے اور ہم کو دربار سے نکال دیا گیا۔ اسی روز سے اپنی ذلت کا نقش اور نبی کریم ﷺ کی عظمت کا یقین ہو گیا۔ (رحمۃ للعالمین، جلد اول/ص:۱۵۲،۱۵۴)

ابوسفیان نے آپ ﷺ کے لئے ابوکبشہ کا لفظ استعمال کیا تھا۔ کیونکہ کفار مکہ نبی کریم ﷺ کی طنز یہ اور تحقیر کے طور پر ابن کبشہ کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ ابوکبشہ ایک شخص کا نام تھا جو بتوں کی بجائے ایک ستارہ شعریٰ کی پوجا کیا کرتا تھے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابوکبشہ نبی کریم ﷺ کے رضاعی باپ تھے۔

ہرقل کو جب یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ لوگ کسی طرح بھی اسلام قبول نہیں کریں گے تو اس نے بھی اپنا پینترا بدل دیا اور کہا کہ اس بات سے محض تمہارا امتحان مقصود تھا۔ تو سب کے سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑے، جو گویا تعظیم اور اطاعت کا اظہار تھا۔

ہرقل کے بارے میں بعض لوگ اسلام کے بھی قائل ہیں۔ مگر صحیح بات یہی ہے کہ باوجود رغبت وہ اسلام قبول نہ کر سکا۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ان کے عہد یعنی گیارہویں صدی ہجری تک نبی کریم ﷺ کا نامہ مبارک ہرقل کی اولاد میں محفوظ تھا اور اس کو تبرک سمجھ کر بڑے اہتمام سے سونے کے صندوقچے میں رکھا گیا تھا۔ ان کا اعتقاد تھا کہ: "واوصانا آباء نا مادام هذا الكتاب عندنا لا يزال الملك فينا فنحن نحفظ غاية الحفظ ونعظمه ونكتمه عن النصارى ليدوم الملك فينا" انتهى۔ (فتح الباری)

ابوسفیان آخر وقت میں جب کہ مکہ فتح ہو چکا تھا۔ اسلام قبول کر کے فدائیان اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ اس وقت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

لعمرك انى يوم احمل راية لتغلب خيل اللات خيل محمد

فكا لمدلج الحيران اظلم ليلة فهذا اوانى حين اهدى فاهتدى

هدانى هاد غير نفسى ، ودلنى الى الله من طردته كل مطرد

"قسم ہے کہ جن دنوں میں نشان جنگ اس لیے اٹھایا کرتا تھا کہ لات (بت) کا لشکر محمد (ﷺ) کے لشکر پر غالب آ جائے ان دنوں میں خار پشت جیسا تھا جو اندھیری رات میں ٹکریں کھاتا ہو۔ اب وہ وقت آ گیا کہ میں ہدایت پاؤں اور سیدھی راہ اختیار کرلوں، مجھے ہادی نے نہ کہ میرے نفس نے ہدایت دی ہے اور اللہ کا راستہ مجھے اس نے بتلایا ہے جسے میں نے پورے طور پر دھتکار دیا اور چھوڑ دیا تھا۔"

متفرقات: ابوسفیان نے جس مدت صلح کا ذکر کیا تھا۔ اس سے صلح حدیبیہ کی دس سالہ مدت مراد ہے۔

ہرقل نے کہا تھا کہ وہ آخری نبی عرب میں سے ہوگا۔ یہ اس لیے کہ یہود و نصاریٰ یہی گمان کئے ہوئے تھے کہ آخری نبی بھی بنی اسرائیل ہی سے ہوگا۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول کو بھلا دیا تھا کہ تمہارے بھائیوں میں سے اللہ ایک پیغمبر میری طرح پیدا کرے گا۔

اور اشعیاء نبی کی اس بشارت کو بھی فراموش کر دیا تھا کہ فاران یعنی مکہ کے پہاڑوں سے اللہ ظاہر ہوا۔ نیز حضرت مسیح علیہ السلام کی اس بات کو بھی وہ بھول چکے تھے کہ جس پتھر کو معماروں نے کونے میں ڈال دیا تھا۔ وہی محل کا صدر نشین ہوا۔

نیز حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس مقدس گیت کو بھی وہ فراموش کر چکے تھے کہ "وہ تو ٹھیک محمد (ﷺ) ہے۔" میرا خلیل میرا حبیب یہی ہے۔ وہ دس ہزار قدوسیوں کے درمیان جھنڈے کے مانند کھڑا ہوتا ہے اے یروشلم کے بیٹو!

یہ جملہ بشارات یقیناً محمد رسول اللہ ﷺ کے حق میں تھیں۔ مگر یہود و نصاریٰ ان کو عناداً بھول چکے تھے۔ اسی لئے ہرقل نے ایسا کہا۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے نامہ مبارک میں آیت کریمہ ﴿وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (۳/آل عمران:۶۴) کا استعمال اس

لیے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ میں اور بہت سے امراض کے ساتھ تقلید جامد کا مرض بھی بری طرح داخل ہو گیا تھا۔ وہ اپنے مولویوں اور درویشوں کی تقلید میں اتنے اندھے ہو گئے تھے کہ ان ہی کا فتویٰ ان کے لئے آسمانی وحی کا درجہ رکھتا تھا۔

ہمارے زمانے کے مقلدین جامدین کا بھی یہی حال ہے کہ ان کو کتنی ہی قرآنی آیات یا حدیث نبوی دکھلاؤ، قول امام کے مقابلہ میں ان سب کو ردکر دیں گے۔ اسی تقلید نے امت کا بیڑہ غرق کر دیا۔ انا للہ ثم انا للہ حنفی شافعی ناموں پر جنگ وجدال اس تقلید جامد ہی کا ثمرہ ہے۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہرقل اور اس کے دوست ضغاطر نے اسلام قبول کرنا چاہا تھا۔ مگر ہرقل اپنی قوم سے ڈر گیا اور ضغاطر نے اسلام قبول کر لیا اور روم کو اسلام کی دعوت دی مگر رومیوں نے ان کو شہید کر دیا۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے رومیوں کے لئے بنواصفر (زردنسل) کا لفظ استعمال کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ روم کے جداعلیٰ نے جوروم بن عیص بن اسحاق تھے ایک حبشی شہزادی سے شادی کی تھی۔ جس سے زرد یعنی گندم گوں اولاد پیدا ہوئی۔ اسی لیے ان کو بنوالاصفر کہا گیا۔ اس حدیث سے اور بھی بہت سے مسائل پر روشنی پڑتی ہے۔

آداب مراسلت وطریق دعوت اسلام کے لئے نامۂ مبارک میں ہمارے لئے بہت سے اسباق ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلامی تبلیغ کے لئے تحریری کوشش کرنا بھی سنت نبوی ہے۔

دعوت حق کو مناسب طور پر اکابر عصر کے سامنے رکھنا بھی مسلمانوں کا ایک اہم فریضہ ہے۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ مختلف الخیال اقوام وملل اگر مسائل مشترکہ میں اتحاد وعمل سے کام لیں تو یہ بھی عین منشائے اسلام ہے۔

ارشاد نبوی: ((فان علیك اثم الیریسیین)) سے معلوم ہوا کہ بڑوں کی ذمہ داریاں بھی بڑی ہوتی ہیں۔ یریسیین کاشتکاروں کو کہتے ہیں۔ ہرقل کی رعایا کاشتکاروں ہی پر مشتمل تھی۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آپ نے دعوت اسلام قبول نہ کی اور آپ کی متابعت میں آپ کی رعایا بھی اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہ گئی تو ساری رعایا کا گناہ آپ کے سر ہوگا۔

ان تفصیلی معلومات کے بعد ہرقل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک منگایا جو عظیم بصریٰ کی معرفت ہرقل کے پاس پہنچا تھا۔ جس کا مضمون اس طرح شروع ہوتا تھا:

((بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی ہرقل عظیم الروم)) اسے سن کر ہرقل کا بھتیجا بہت ناراض ہوا، اور چاہا کہ نامۂ مبارک کو چاک کر دیا جائے۔ کیونکہ اس میں شہنشاہ روم کے نام پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو فوقیت دی گئی ہے اور شہنشاہ کو بھی صرف عظیم الروم لکھا گیا ہے۔ حالانکہ آپ ملک الروم وسلطان الروم ہیں۔

ہرقل نے اپنے بھتیجے کو ڈانٹتے ہوئے کہا کہ خط میں جو لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ میں مالک نہیں ہوں، مالک تو صرف خداوند کریم ہے۔ رہا اپنے نام کا تقدم سو اگر وہ واقعتا نبی ہیں تو واقعی ان کو تقدم کا حق حاصل ہے۔ اس کے بعد نامۂ مبارک پڑھا گیا۔

ابن ناطور شام میں عیسائی لاٹ پادری اور وہاں کا گورنر بھی تھا۔ ہرقل جب حمص سے ایلیا آیا تو ابن ناطور نے ایک صبح کو اس کی حالت متغیر ومتفکر دیکھی۔ سوال کرنے پر ہرقل نے بتایا کہ میں نے آج رات ستاروں پر نظر کی تو معلوم ہوا کہ میرے ملک پر ملک الختان (ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ) کا غلبہ ہو چکا ہے۔ ہرقل فطری طور پر کاہن اور علم نجوم میں مہارت تام رکھتا تھا۔ منجمین کا عقیدہ تھا کہ برج عقرب میں قران السعدین کے وقت آخری نبی کا ظہور ہوگا۔ برج عقرب وہ ہے جب اس میں چاند اور سورج دونوں مل جاتے ہیں تو یہ وقت منجمین کے نزدیک قران السعدین کہلاتا ہے اور مبارک سمجھا جاتا ہے۔ یہ قران ہر بیس سال کے بعد ہوتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت بھی قران السعدین میں ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر نبوت کا تاج بھی جس وقت رکھا گیا وہ قران السعدین کا وقت تھا۔ فتح مکہ کے وقت بھی سعدین برج عقرب میں جمع تھے۔ ایسے موقع پر ہرقل کا جواب اس کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتا تھا چنانچہ اس نے مصاحبین سے معلوم کیا کہ ختنے کا رواج کس ملک اور کس قوم میں ہے؟ چنانچہ یہودیوں کا نام لیا گیا اور

ساتھ ہی ان کے قتل کا بھی مشورہ دیا گیا کہ حاکم غسان حارث بن ابی تامر نے ایک آدمی (یہ شخص خود عرب کا رہنے والا تھا جو غسان کے بادشاہ کے پاس نبی کریم ﷺ کی خبر دینے گیا، اس نے اس کو ہرقل کے پاس بھجوا دیا، یہ مختون تھا) کی معرفت ہرقل کو تحریری خبر دی کہ عرب میں ایک نبی پیدا ہوئے ہیں۔ جب یہ معزز قاصد ہرقل کے پاس پہنچا۔ تو ہرقل نے اپنے خواب کی بنا پر معلوم کیا کہ آنے والا قاصد فی الواقع مختون ہے۔ ہرقل نے اسی کو خواب کی تعبیر قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ مدعی رسالت میری راجدہانی تک جلد ہی سلطنت حاصل کرلے گا۔

اس کے بعد ہرقل نے بطور مشورہ ضغاطر کو اٹلی میں خط لکھا اور ساتھ میں مکتوب نبوی بھی بھیجا۔ یہ ہرقل کا ہم سبق تھا۔ ضغاطر کے نام یہ مکتوب حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ ہی لے کر گئے تھے اور ان کو ہدایت کی گئی تھی کہ یہ خط ضغاطر کی تنہائی میں دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس نے نامہ مبارک کو آنکھوں سے لگایا اور بوسہ دیا اور جواب میں ہرقل کو لکھا کہ میں ایمان لا چکا ہوں۔ فی الواقع حضرت محمد ﷺ نبی و رسول موعود ہیں۔ درباری لوگوں نے ضغاطر کا اسلام معلوم ہونے پر ان کو قتل کر دیا۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ واپس ہرقل کے دربار میں گئے اور ماجرا بیان کیا۔ جس سے ہرقل بھی اپنی قوم سے ڈر گیا۔ اس لئے دروازوں کو بند کر کے دربار منعقد کیا تاکہ ضغاطر کی طرح اس کو بھی قتل نہ کر دیا جائے۔ درباریوں نے نامہ مبارک اور ہرقل کی رائے سن کر مخالفت میں شور و غوغا برپا کر دیا۔ جس پر ہرقل کو اپنی رائے بدلنی پڑی اور بالآخر کفر ہی پر دنیا سے رخصت ہوا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی جامع صحیح کو حدیث ((انما الاعمال بالنیات)) اور آیت کریمہ ﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ﴾ سے شروع فرمایا تھا اور اس باب کو ہرقل کے قصہ اور نامہ نبوی پر ختم فرمایا اور ہرقل کی بابت لکھا کہ فکان ذالك آخر شان ھر قل یعنی ہرقل کا آخری حال یہ ہوا۔

اس میں امام بخاری رحمہ اللہ اشارتاً فرماتے ہیں کہ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنی نیت کی درستگی کے ساتھ اپنی آخری حالت کو درست رکھنے کی فکر کرے کہ اعمال کا اعتبار نیت اور خاتمہ پر ہے۔ شروع کی آیت مبارکہ: ﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ﴾ الایۃ میں حضرت محمد ﷺ اور آپ سے قبل جملہ انبیا و رسل علیہم السلام کی وحی کا سلسلہ عالیہ ایک ہی رہا ہے اور سب کی دعوت کا خلاصہ صرف اقامت دین و اتفاق باہمی ہے۔ اسی دعوت کو دہرایا گیا اور بتلایا گیا کہ عقیدہ توحید پر جملہ ملل و ادیان کو جمع ہونے کی دعوت پیش کرنا یہی اسلام کا اولین مقصد ہے اور بنی نوع انسان کو انسانی غلامی کی زنجیروں سے نکال کر صرف ایک خالق مالک ﴿فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (۱۲/یوسف:۱۰۱) کی غلامی میں داخل ہونے کا پیغام دینا تعلیمات محمدی ﷺ کا لب لباب ہے۔ اقامت دین یہ کہ صرف خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت، بندگی، اطاعت، فرمانبرداری کی جائے اور جملہ ظاہری و باطنی معبودان باطلہ سے منہ موڑ لیا جائے۔ اقامت دین کا صحیح مفہوم کلمہ طیبہ ((لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ)) میں پیش کیا گیا ہے۔

ہرقل کافر تھا مگر نبی کریم ﷺ نے اپنے نامہ مبارک میں اس کو ایک معزز لقب "عظیم الروم" سے مخاطب فرمایا۔ معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی اخلاق فاضلہ و تہذیب کے دائرہ میں خطاب کرنا سنت نبوی ہے (ﷺ)۔

الحمد للہ باب بدء الوحی کے ترجمہ و تشریحات سے فراغت حاصل ہوئی۔

والحمد للہ اولا وآخرا ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا۔ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْإِيْمَانِ
ایمان کا بیان

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ))

باب: نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی تشریح سے متعلق ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے“

وَهُوَ قَوْلٌ وَفِعْلٌ، وَيَزِيدُ وَيَنْقُصُ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿لِيَزْدَادُوٓا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ﴾ [الفتح:٤] ﴿وَزِدْنَاهُمْ هُدًى﴾ [الكهف:١٣] ﴿وَيَزِيدُ اللّٰهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى﴾ [مريم:٧٦] ﴿وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ﴾ [محمد:١٧] ﴿وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوٓا إِيمَانًا﴾ [المدثر:٣١] وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا﴾ [توبہ:١٢٤] وَقَوْلُهُ: ﴿فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا﴾ [آل عمران: ١٧٣] وَقَوْلُهُ: ﴿وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَّتَسْلِيمًا﴾ [الاحزاب:٢٢] وَالْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ مِنَ الْإِيمَانِ. وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيزِ إِلَى عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ إِنَّ لِلْإِيمَانِ فَرَائِضَ وَشَرَائِعَ وَحُدُودًا وَسُنَنًا، فَمَنِ اسْتَكْمَلَهَا اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَكْمِلْهَا لَمْ يَسْتَكْمِلِ الْإِيمَانَ، فَإِنْ أَعِشْ فَسَأُبَيِّنُهَا لَكُمْ حَتَّى تَعْمَلُوا بِهَا، وَإِنْ أَمُتْ

اور ایمان کا تعلق قول اور فعل ہر دو سے ہے اور وہ بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”تا کہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ایمان میں اور زیادتی ہو۔“ اور فرمایا کہ ”ہم نے ان کو ہدایت میں اور زیادہ بڑھا دیا۔“ اور فرمایا کہ ”جو لوگ سیدھی راہ پر ہیں ان کو اللہ اور ہدایت دیتا ہے۔“ اور فرمایا کہ ”جو لوگ ہدایت پر ہیں اللہ نے اور زیادہ ہدایت دی اور ان کو پرہیز گاری عطا فرمائی۔“ اور فرمایا کہ ”جو لوگ ایماندار ہیں ان کا ایمان اور زیادہ ہوا۔“ اور فرمایا کہ ”اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان بڑھا دیا؟ فی الواقع جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا۔“ اور فرمایا کہ ”منافقوں نے مومنوں سے کہا تمہاری بربادی کے لیے لوگ بکثرت جمع ہو رہے ہیں، ان کا خوف کرو پس سن کر ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ گیا اور ان کے منہ سے یہی نکلا ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾“ اور فرمایا کہ ”ان کا اور کچھ نہیں بڑھا، ہاں ایمان اور اطاعت کا شیوہ ضرور بڑھ گیا۔“ اور حدیث میں وارد ہوا کہ اللہ کی راہ میں محبت رکھنا اور اللہ ہی کے لئے کسی سے دشمنی کرنا ایمان میں داخل ہے اور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن عدی کو لکھا تھا کہ ایمان کے اندر کتنے ہی فرائض اور عقائد ہیں۔ اور حدود ہیں اور مستحب و مسنون باتیں ہیں، سب ایمان میں داخل ہیں پس جو ان سب کو پورا کرے اس نے اپنا ایمان پورا کر لیا اور جو پورے طور پر ان کا لحاظ رکھے

فَمَا أَنَا عَلَى صُحْبَتِكُمْ بِحَرِيْصٍ.

نہ ان کو پورا کرے اس نے اپنا ایمان پورا نہیں کیا۔ پس اگر میں زندہ رہا تو ان سب کی تفصیلی معلومات تم کو بتلاؤں گا تا کہ تم ان پر عمل کرو اور اگر میں مر ہی گیا تو مجھ کو تمہاری صحبت میں زندہ رہنے کی خواہش بھی نہیں۔

عمر بن عبدالعزیز بن مروان اموی قرشی رحمۃ اللہ علیہ خلفائے راشدین میں خلیفہ خامس ہیں جن کو مطابق حدیث مجدد اسلام میں پہلا مجدد تسلیم کیا گیا ہے۔ آپ ۹۹ھ میں مسند خلافت پر اس وقت متمکن ہوئے کہ بنو امیہ کے دور خلافت نے ہر چہار اطراف میں مظالم و مفاسد کا دروازہ کھول رکھا تھا۔ آپ نے گدی نشین ہوتے ہی جملہ مظالم کا خاتمہ کر کے شیر و بکری کو ایک گھاٹ پر جمع فرمادیا۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک دن چرواہے نے شور کیا۔ اس سے وجہ دریافت کی گئی تو اس نے آہ بھر کر کہا خلیفہ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا آج انتقال ہو گیا ہے اسی لیے میں دیکھ رہا ہوں کہ بھیڑیے نے میری بکری پر حملہ کر دیا۔ تحقیق کی گئی تو جو وقت بھیڑیے کے بکری پر حملہ کرنے کا تھا وہی وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ خامس راشد کے انتقال کا تھا۔

آپ کا سن وفات ۱۰۱ھ ہے۔ آپ نے اپنی خلافت کے قلیل عرصہ میں اسلام اور ملت کی وہ تعمیری خدمات انجام دی ہیں جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گی۔ احادیث نبوی (فداہ روحی) کی جمع و ترتیب کے لئے آپ نے ایک منظم اقدام فرمایا۔ بعد میں جو کچھ اس فن شریف میں ترقیاں ہوئیں وہ سب آپ ہی کی مساعی جمیلہ کے نتائج ہیں۔ آپ نے دور حکومت میں بنو امیہ کی وہ جائیدادیں بحق بیت المال ضبط کر لیں جو انہوں نے ناجائز طریقوں سے حاصل کی تھیں اور وہ جملہ اعلیٰ سامان بیت المال میں داخل کر دیئے جو لوگوں نے ظلم و جور کی بنا پر جمع کئے تھے۔ حتیٰ کہ ایک دن اپنی اہلیہ محترمہ کے گلے میں ایک قیمتی ہار دیکھ کر فرمایا کہ تم بھی اسے بیت المال کے حوالہ کر دو۔ وہ کہنے لگیں کہ یہ مجھ کو میرے باپ عبدالملک بن مروان نے دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا فیصلہ اٹل ہے اگر میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو۔ چنانچہ اطاعت شعار نیک خاتون نے خود ہی اپنا وہ ہار بھی بیت المال میں داخل کر دیا۔

ایک دفعہ ایک خواب دیکھنے والے نے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے حد قریب دیکھا حتیٰ کہ سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے بھی زیادہ قریب دیکھا دریافت کرنے پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما نے ایسے وقتوں میں انصاف سے حکومت کی جب وہ انصاف ہی کا دور تھا۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے وقت میں انصاف کو پھیلایا جب کہ انصاف کا دور دورہ بالکل ختم ہو چکا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے دور خلافت میں ہر رات سجدہ ریز رہتے اور رو رو کر دعا کرتے کہ خداوند قدوس! اے قادر قیوم مولا! جو ذمہ داری تو نے مجھ پر ڈالی ہے اس کو پورا کرنے کی بھی توفیق عطا فرما۔ کہتے ہیں کہ بنو امیہ میں سے کسی ظالم نے آپ کو زہر کھلا دیا تھا، یہی آپ کی وفات کا سبب تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ: ﴿وَلَكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي﴾ [البقرة:٢٦٠] وَقَالَ مُعَاذٌ: اجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: الْيَقِيْنُ الْإِيْمَانُ كُلُّهُ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيْقَةَ التَّقْوَى حَتَّى يَدَعَ مَا حَاكَ فِي الصَّدْرِ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصَّى بِهِ نُوْحًا﴾ [الشورى:١٣] أَوْصَيْنَاكَ يَا مُحَمَّدُ! وَإِيَّاهُ دِيْنًا وَاحِدًا. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾ [مائدة: ٤٨] سَبِيْلًا وَسُنَّةً.

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول قرآن مجید میں وارد ہوا ہے کہ لیکن میں چاہتا ہوں کہ میرے دل کو تسلی ہو جائے۔ اور معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ ایک صحابی (اسود بن بلال نامی) سے کہا تھا کہ ہمارے پاس بیٹھو تا کہ ایک گھڑی ہم ایمان کی باتیں کر لیں۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ یقین پورا ایمان ہے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ بندہ تقویٰ کی اصل حقیقت یعنی کہنہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ جو بات دل میں کھٹکتی ہو اسے بالکل چھوڑ نہ دے۔ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ﴾ الخ کی تفسیر میں فرمایا کہ "اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ ٹھہرایا جو حضرت نوح علیہ السلام کے لیے ٹھہرایا تھا۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد! ہم

﴿دُعَاءُ كُمْ﴾ إِيمَانُكُمْ

نے تم کو اور نوح کو ایک ہی دین کے لئے وصیت کی ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت کریمہ ﴿شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾ کے متعلق فرمایا کہ اس سے سبیل (سیدھا راستہ) اور سنت (نیک طریقہ) مراد ہے۔ اور سورۂ فرقان کی آیت میں لفظ دعاء کم کے بارے میں فرمایا: ایمانکم اس سے تمہارا ایمان مراد ہے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع صحیح کو وحی کی تفصیل اور اس کی عظمت وصداقت کے ساتھ شروع فرمایا جس کے بعد ضروری تھا کہ دین وشریعت کی اولین بنیاد پر روشنی ڈالی جائے جس کا نام شرعی اصطلاح میں ''ایمان'' ہے۔ جو اللہ اور بندے کے درمیان ایک ایسی کڑی ہے کہ اس کو دین کا اولین درجہ اور اخروی درجہ دیا جا سکتا ہے۔ ایمان ہی دارین میں کامیابی کی کنجی ہے۔ حقیقی عزت ورفعت اس کے ساتھ وابستہ ہے۔

صاحب مشکوۃ نے بھی اپنی کتاب کو ''کتاب الایمان'' ہی سے شروع فرمایا ہے۔ اس پر مولانا شیخ الحدیث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وقدمه لانه افضل الامور على الاطلاق واشرفها ولانه اول واجب على المكلف ولانه شرط لصحة العبادات المتقدمة على المعاملات" یعنی ''ذکر ایمان کو اس لئے مقدم کیا کہ ایمان جملہ امور پر مطلقاً افضلیت کا درجہ رکھتا ہے اور ہر مکلف پر یہ پہلا واجب ہے اور عبادات کی صحت اور قبولیت کے لیے ایمان بمنزلہ شرط اول کے ہے۔''

اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بدء الوحیٰ کے بعد کتاب الایمان سے اپنی جامع صحیح کا افتتاح کیا ہے۔ فتح الباری میں ہے: "ولم يستفتح المصنف بدء الوحى بكتاب الايمان لان المقدمة لاتستفتح بماتستفتح به غيرها لانها تنطوى على ما يتعلق بما بعدها۔"

لفظ ''ایمان'' امن سے مشتق ہے۔ جس کے لغوی معنی سکون اور ایمان کے ہیں۔ امن لغوی حیثیت سے اس کو کہا جائے گا کہ لوگ اپنی جانوں اور مالوں اور عزت وآبرو کے بارے سکون اور اطمینان وامن محسوس کریں جیسا کہ حدیث نبوی ہے: ((المؤمن من امنه الناس على دماء هم واموالهم)) ''مؤمن وہ ہے کہ جس سے لوگ اپنی جان ومال کے بارے میں امن میں رہیں۔'' ایمان کے لغوی معنی تصدیق کے بھی ہیں جیسا کہ سورۂ یوسف میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کے ذکر میں وارد ہوا ہے: ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ﴾ (۱۲/ یوسف:۱۷) یعنی ''اے ابا جان! ہم جو کچھ بھی (یوسف) کے بارے عرض کر رہے ہیں آپ اس کی تصدیق کرنے والے نہیں ہیں اگرچہ ہم کتنے ہی سچے کیوں نہ ہوں۔'' یہاں ایمان تصدیق کے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کسی کی بات پر ایمان لانا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کو اپنی تکذیب کی طرف سے مطمئن کر دیتے ہیں اور اس کی امانت ودیانت پر پورا اعتماد ثابت کر دیتے ہیں۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں: "والايمان لغة التصديق وشرعا تصديق الرسول بما جاء به عن ربه وهذا المقدر متفق عليه۔" یعنی ایمان لغت میں مطلق تصدیق کا نام ہے اور شریعت میں ایمان کے معنی یہ ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ بھی اپنے رب کی طرف سے اصول واحکام وارکان دین لے کر آئے ان سب کی تصدیق کرنا سب کی سچائی دل میں بٹھانا۔ یہاں تک ایمان کے لغوی وشرعی معانی پر سب کا اتفاق ہے۔ تفصیلات میں جو اختلافات پیدا ہوئے ہیں ان کی تفصیل مشہور مؤرخ اسلام محمد ابوزہرہ پروفیسر لاء کالج فواد یونیورسٹی مصر کے لفظوں میں یہ ہے جس کا اردو ترجمہ ''سیرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ'' سے درج ذیل ہے:

ایمان کی حقیقت ایسا مسئلہ ہے جو اپنے اندر متعدد اختلاقی پہلو رکھتا ہے اور یہ اختلاف اتنا بڑھا کہ اس نے متعدد فرقے پیدا کر دیئے۔ جہمیہ کا خیال ہے کہ ایمان معرفت کا نام ہے اگرچہ وہ عمل سے ہم آہنگ نہ ہو۔ انہوں نے یہ تصریح نہیں کی ہے کہ معرفت کے ساتھ اذعان بھی واجب ہے۔ معتزلہ کا یہ خیال ہے کہ اعمال ایمان کا جزو ہیں۔ ان کے نزدیک جو شخص کبائر کا ارتکاب کرتا ہے، وہ مؤمن نہیں رہتا اگرچہ وحدانیت خداوندی پر عقیدہ رکھتا ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مانتا ہو۔ لیکن وہ کافر بھی نہیں ہوتا۔ یعنی نہ پورا مؤمن نہ پورا کافر بلکہ ان دونوں کے بین بین۔ خوارج کا خیال ہے کہ

گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا مؤمن نہیں رہتا کافر ہو جاتا ہے، اس لئے کہ عمل ایمان کا جزو ہے۔ ضروری تھا کہ محدثین اور فقہا اپنے اپنے انداز میں اس مسئلہ پر گفتگو کرتے اور ظاہر ہے ان کی روش یہی ہو سکتی تھی کہ وہ عقل مجرد پر اعتماد کرنے کی بجائے کتاب وسنت پر بھروسہ کریں، پھر اس بارے میں ان کی آراء باہم ایک دوسرے سے گو زیادہ بعید نہیں ہیں تاہم کسی نہ کسی حد تک مخالف ضرور ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک ایمان غیر متزلزل اعتقاد کا نام ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس اعتقاد کی علامت صرف یہ ہے کہ آدمی اللہ کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کا اقرار کرے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عمل ایمان کا حصہ نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک ایمان ایک ایسی مجرد حقیقت کا نام ہے جو بجائے خود کامل ہوتی ہے اور کمی زیادتی قبول نہیں کرتی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان بھی ویسا ہی ہے جیسا تمام مسلمانوں کا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جو فضیلت حاصل ہے وہ عمل کی بنا پر ہے (نہ کہ ایمان کی بنا پر) اور اس بنا پر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو منجملہ دس لوگوں کے جنت کی بشارت دی تھی۔ اب اس کے بعد مسلمانوں کے اقدار کا باہمی تفاوت صرف عمل اور تعمیل حکم الٰہی اور اجتناب نواہی کی بنا پر رہ گیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایمان نام ہے تصدیق واذعان کا لیکن ان کے نزدیک ایمان میں زیادتی ممکن ہے اس لئے کہ قرآن میں بعض مسلمانوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ان کا ایمان بڑھتا ہے۔ جس طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایمان میں اضافہ ہو سکتا ہے، اسی طرح کبھی وہ اس کی کمی کی صراحت بھی کر دیتے تھے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کمی کی صراحت سے وہ رک گئے کیونکہ انہوں نے اس کا اظہار فرمایا ہے کہ ایمان نام ہے قول وعمل کا وہ گھٹ بھی سکتا ہے اور بڑھ بھی سکتا ہے۔ حافظ ابن الجوزی کی کتاب المناقب میں وارد ہوا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ایمان نام ہے قول وعمل کا، وہ گھٹ بھی سکتا ہے اور بڑھ بھی سکتا ہے۔ نیکوکاری تمام تر ایمان ہی ہے اور معاصی سے ایمان میں کمی ہو جاتی ہے۔ نیز وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے، اہل السنّت والجماعت مؤمن کی صفت یہ ہے کہ اس امر کی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ یکتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ نیز یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ نیز دوسرے انبیاء ورسل جو کچھ لائے ہیں ان کا اقرار کرے۔ اور جو کچھ اس کی زبان سے ظاہر ہو وہ اس کے قلب سے ہم آہنگ ہو۔ پس ایسے آدمی کے ایمان میں کوئی شک نہیں۔ (حیات امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: ٢١٦، ٢١٧)

مسلک محدثین وجمہور ائمہ اہل السنّت والجماعت

ایمان کے بارے میں جمہور ائمہ اہل سنت وجملہ محدثین کرام سب کا مسلک یہی ہے جسے علامہ نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مدلل طور پر اسی کو بیان فرمایا ہے۔ امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ "تمہید" میں فرماتے ہیں:

"اجمع اهل الفقه والحديث على ان الايمان قول وعمل ولا عمل الا بنية قال: والايمان عندهم يزيد بالطاعة وينقص بالمعصية والطاعات كلها عندهم ايمان الاماذكر عن ابى حنيفة واصحابه فانهم ذهبوا الى ان الطاعات لاتسمى ايمانا قالوا:انما الايمان تصديق والاقرار ومنهم من زاد المعرفة وذكر ما احتجوابه الى ان قال واما سائر الفقهاء من اكمل الرأى والاثار بالحجاز والعراق والشام ومصر منهم مالك بن انس والليث بن سعد وسفيان الثورى والاوزاعى والشافعى واحمد بن حنبل واسحق بن راهويه وابوعبيد القاسم بن سلام وداود بن على ومن سلك سبيلهم قالوا: الايمان قول وعمل: قول باللسان وهو الاقرار واعتقاد بالقلب وعمل بالجوارح مع الاخلاص بالنية الصادقة وقالوا: كل مايطاع الله به من فريضة ونافلة فهو من الايمان قالوا: والايمان يزيد بالطاعات وينقص بالمعاصى ...... وهذا مذهب الجماعة من اهل الحديث والحمدلله.

علامہ ابن عبدالبر کی اس جامع تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل فقہ اور اہل حدیث سب کا اجماع ہے کہ ایمان قول اور عمل پر مشتمل ہے اور عمل کا اعتبار نیت پر ہے ایمان نیکیوں سے بڑھتا ہے اور گناہوں سے گھٹتا ہے اور نیکیاں جس قدر بھی ہیں وہ سب ایمان ہیں، ہاں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ اور ان کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ طاعات کا نام ایمان نہیں رکھا جا سکتا، ایمان صرف تصدیق اور اقرار کا نام ہے بعض نے معرفت کو بھی زیادہ کیا ہے۔ ان کے علاوہ

جملہ فقہائے اہل الرائے واہل حدیث حجازی، عراقی وشامی ومصری ہیں۔ سب یہی کہتے ہیں، (جن میں سے کچھ بزرگوں کے اسمائے گرامی علامہ موصوف نے یہاں نقل بھی فرمائے ہیں) کہ ایمان زبان سے اقرار کرنا اور دل میں اعتقاد رکھنا اور جوارح سے نیت صادقہ کے ساتھ عمل کرنا ہے اور عبادات وطاعات فرض ہوں یا نفل سب ایمان ہیں۔ اور ایمان نیکیوں سے بڑھتا اور برائیوں سے گھٹتا ہے۔ جماعت اہل حدیث کا بھی یہی مسلک ہے والحمدللہ۔

سلف امت سے اس قسم کی تصریحات اس قدر منقول ہیں کہ ان سب کے لئے ایک مستقل دفتر کی ضرورت ہے۔ یہاں مزید طوالت کی گنجائش نہیں۔ وفيه كفاية لمن له دراية۔

فرقہ مرجیہ: ایمان کے متعلق جملہ محدثین کرام وائمہ ثلاثہ اہل السنت والجماعت سے اگرچہ فرقہ خوارج اور معتزلہ نے کافی اختلافات کئے ہیں۔ مگر سب سے بدترین اختلاف وہ ہے جو فرقہ مرجیہ نے کیا۔

صاحب ایضاح البخاری لکھتے ہیں: ''بسیط ماننے والوں کی دو جماعتیں ہیں۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ ایمان کی حقیقت صرف تصدیق ہے۔ اعمال اور اقرار ایمان کی حقیقت میں داخل نہیں۔ امام اعظم اور فقہا رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے۔ لیکن اعمال ایمان کی ترقی کے لیے ضروری ہیں۔ اور مرجیہ کہتے ہیں کہ اعمال بالکل غیر ضروری ہیں۔ ایمان لانے کے بعد نماز ادا کرنا اور کھانا کھانا دونوں برابر ہیں۔ بسیط ماننے والوں میں دوسری جماعت مرجیہ اور کرامیہ کی ہے۔ جو صرف اقرار کو ایمان کی حقیقت بتلاتے ہیں۔ تصدیق اور اعمال اس کا جز نہیں۔ صرف یہ شرط کہ اقرار لسانی کے ساتھ دل میں انکار نہ ہونا چاہیے۔'' (ایضاح البخاری، ج ۲، ص: ۱۳۲)

اس لیے اسلاف امت نے فرقہ مرجیہ کے خلاف بڑے ہی سخت بیانات دیئے ہیں۔ حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: "المرجية اخوف على هذه الامة من الخوارج۔" یعنی امت کے لئے مرجیہ کا فتنہ، فتنہ خوارج سے بھی بڑھ کر خطرناک ہے۔

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں "ما ابتدع في الاسلام بدعة اضر على اهله من الارجاء۔" یعنی اسلام میں فتنہ ارجاء سے بڑھ کر ضرر رساں اور کوئی بدعت پیدا نہیں ہوئی۔ یحییٰ بن ابی کثیر اور قتادہ فرماتے ہیں: "ليس شيء من الاهواء اشد عندهم على الامة من الارجاء" یعنی مرجیہ سے بڑھ کر خواہش پرستی کا اور کوئی فتنہ جو انتہائی خطرناک ہو امت میں پیدا نہیں ہوا۔ قاضی شریک رحمہ اللہ نے کہا ہے: ''المرجية اخبث قوم حسبك بالرافضة ولكن المرجية يكذبون على الله'' یعنی فرقہ مرجیہ بہت ہی گندی قوم ہے جو روافض سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ جو اللہ پر جھوٹ باندھنے میں ذرا بھی باک نہیں محسوس کرتے۔ امام سفیان ثوری، امام وکیع، امام احمد بن حنبل، امام قتادہ، امام ایوب سختیانی اور بھی بہت سے ائمہ اہل سنت رحمہم اللہ نے ایسے ہی خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔

مرجیہ میں جو بہت ہی غالی قسم کے لوگ ہیں ان کا کہنا یہاں تک ہے کہ جس طرح کفر میں کوئی نیکی نفع بخش نہیں اسی طرح حالت ایمان میں کوئی بھی گناہ مضر نہیں اور یہ بدترین قول ہے جو اسلام میں کہا گیا ہے۔ (لوامع الانوار البہیہ)

ایمان کے بسیط اور مرکب کی بحث میں علامہ سندھی رحمہ اللہ کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "والسلف كانوا يتبعون الوارد ولا يلتفتون الى نحو تلك المباحث الكلامية استخرجها المتأخرون۔" یعنی سلف صالحین صرف ان آیات واحادیث کی اتباع کو کافی جانتے تھے جو ایمان سے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ اور وہ ان مباحث کلامیہ کی طرف قطعی التفات نہیں کرتے تھے جن کو متاخرین نے ایجاد کیا ہے۔

ایمان بہر حال تصدیق قلبی اور اقرار لسانی وعمل بدنی ہر سہ سے مرکب ہے اور یہ تینوں باہمی طور پر اس قدر لازم وملزوم ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی اگر الگ کر دیا جائے تو ایمان حقیقی جس سے عند اللہ نجات ملنے والی ہے وہ باقی نہیں رہ جاتا۔

حضرت العلامہ شیخ الحدیث مولانا مبارکپوری رحمہ اللہ

حضرت العلامہ مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری رحمہ اللہ نے ''ایمان'' سے متعلق ایک بہترین جامع تبصرہ فرمایا ہے، جو جستہ جستہ

درج ذیل ہے۔

فرماتے ہیں: "وانما عنون به مع ذكره الاسلام ايضا لا نهما بمعنى واحد فى الشرع۔" یعنی کتاب الایمان کے عنوان کے تحت اسلام کا بھی ذکر آیا ہے۔ اس لئے کہ ایمان اور اسلام شریعت میں ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ إختلفوا فيه على اقوال کے تحت حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں: "فقال الحنفية الايمان هو مجرد تصديق النبی ﷺ فيما علم مجيئه به بالضرورة تفصيلا فى الامور التفصيلية واجمالا فى الامور الاجمالية تصديقا جازما ولو بغير دليل فالايمان بسيط عندهم غير مركب لا يقبل الزيادة والنقصان من حيث الكمية۔" الخ یعنی حنفیہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی تصدیق مجرد کا نام ایمان ہے۔ تفصیلی امور میں تفصیلی طور پر اور اجمالی امور میں اجمالی طور پر جو کچھ آپ احکام ضرور یہ لے کر تشریف لائے سب کی تہہ دل سے تصدیق کرنا ایمان ہے۔ احناف کے نزدیک ایمان مرکب نہیں بلکہ بسیط ہے اور وہ کمیت کے اعتبار سے زیادتی اور کمی کو قبول نہیں کرتے۔ ہاں فرقہ مرجیہ ضالہ کی زد سے بچنے کے لیے وہ بھی اہل سنت وجملہ محدثین کی طرح اعمال کو تکمیل ایمان کی شرط قرار دیتے اور کمال ایمان کے لیے ضروری اجزا تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اور دیگر اہل سنت کے درمیان اس بارے میں صرف نزاع لفظی ہے۔ (رسالہ ایمان وعمل مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ص:۱۲۳)

حضرت شیخ الحدیث آگے مرجیہ سے متعلق فرماتے ہیں: "وقال المرجية هو اعتقاد فقط والاقرار باللسان ليس بركن فيه ولا شرط فجعلوا العمل خارجا من حقيقة الايمان كالحنفية وانكروا جزئيته الاان الحنفية اهتموابه وحرضوا عليه وجعلوه سببا ساريا فى نماء الايمان واما المرجية فهدروه وقالوا: لاحاجة الى العمل ومدارالنجاة هو التصديق فقط فلا يضر المعصية عندهم مع التصديق۔

اور فرقہ ضالہ مرجیہ نے کہا کہ ایمان فقط اعتقاد کا نام ہے۔ اس کے لئے زبانی اقرار نہ رکن ہے نہ شرط ہے۔ حنفیہ نے بھی عمل کو حقیقت ایمان سے خارج کیا ہے اور اس کی جزئیت کا انکار کیا ہے۔ مگر حنفیہ نے عمل کی اہمیت کو مانا ہے اور اس کے لیے رغبت دلائی اور ایمان کے نشو ونما میں عمل کو ایک موثر سبب تسلیم کیا ہے۔ مرجیہ نے عمل کو بالکل باطل قرار دیا اور کہا کہ عمل کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ نجات کا دارومدار فقط تصدیق پر ہے۔ جس کے بعد کوئی بھی گناہ مضر نہیں ہے (غالباً حضرت مولانا مدنی صاحب مرحوم کے حوالہ مذکور کا بھی یہی منشا ہے) آگے کرامیہ کے متعلق حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں: "وقال الكرامية هو نطق فقط فالاقرار باللسان يكفى للنجاة عندهم سواء وجد التصديق ام لا" یعنی مرجیہ کے خلاف کرامیہ کہتے ہیں کہ ایمان فقط زبان سے اقرار کر لینے کا نام ہے جو نجات کے لئے کافی ہے۔ تصدیق کی جائے یا نہ۔

آگے حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں: "وقال السلف من ائمة الثلاثة مالك والشافعى واحمد وغيرهم من اصحاب الحديث هو اعتقاد بالقلب ونطق باللسان وعمل بالاركان فالايمان عندهم مركب ذواجزاء والاعمال داخلة فى حقيقة الايمان ومن ههنا نشألهم القول بالزيادة والنقصان بحسب الكمية الخ۔"

یعنی سلف ائمہ ثلاثہ مالک وشافعی واحمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر اصحاب الحدیث کے نزدیک ایمان دل کے اعتقاد اور زبان کے اقرار اور ارکان کے عمل کا نام ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک ایمان مرکب ہے جس کے لئے مذکورہ اجزا ضروری ہیں اور اعمال حقیقت ایمان میں داخل ہیں۔ اسی بنا پر ان کے نزدیک ایمان میں کمی وبیشی ہوتی ہے۔ اس دعویٰ پر ان کے یہاں بہت سی آیات قرآنی واحادیث نبوی دلیل ہیں۔ جن کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں اور علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الایمان میں بیان فرمایا ہے اور مذہب حق یہی ہے۔ (مرعاۃ، جلد اول، ص:۲۳ ملخصاً)

اس تفصیل کی روشنی میں علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں: "وقد ظهر من هذا ان الاختلاف بين الحنفية واصحاب الحديث اختلاف معنوى حقيقى لالفظية كما توهم بعض الحنفية۔" (مرعاۃ) یعنی ایمان کے بارے میں حنفیہ اور اہلحدیث کا اختلاف معنوی حقیقی ہے لفظی نہیں ہے جیسا کہ بعض حنفیہ کو وہم ہوا ہے۔

معتزلہ کے نزدیک ایمان عمل اور قول واعتقاد کا مجموعہ ہے۔ان کے نزدیک کبائر کا مرتکب نہ کافر ہے نہ مؤمن بلکہ کفر وایمان کے درمیان ایک درجہ قرار دیتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ کبائر کا مرتکب بلا توبہ مرے گا تو وہ مخلد فی النار یعنی ہمیشہ کے لئے دوزخی ہوگا۔ان کے برخلاف خوارج کہتے ہیں کہ کبیرہ وصغیرہ ہر دو گناہوں کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے۔کفر اور ایمان کے درمیان اور کوئی درجہ ہی نہیں ہے۔یہ دونوں فرقے گمراہ ہیں۔ان کے برخلاف اہل سنت ایمان کو جہاں اجزائے ثلاثہ سے مرکب اور قابل زیادت ونقصان مانتے ہیں وہاں ان کے نزدیک اعمال کو کمال ایمان کے لئے شرط بھی قرار دیتے ہیں۔لہٰذا ان کے نزدیک کبائر و تارک فرائض کافر مطلق اور محروم الایمان نہ ہوں گے۔(فتح الباری وغیرہ)

مناسب ہوگا کہ اپنے محترم قارئین کرام کی مزید تفہیم کے لیے ہم ایمان سے متعلق ایک مختصر خاکہ اور پیش کردیں۔

① ایمان بسیط ہے صرف دل سے تصدیق کرنا اور زبان سے اقرار کرنا جس کے بعد کوئی گناہ مضر نہیں اور کوئی نیکی مفید نہیں ہے۔(مرجیہ)

② ایمان فقط زبان سے اقرار کر لینے کا نام ہے دل کی تصدیق ہو یا نہ ہو۔زبانی اقرار نجات کے لیے کافی ہے۔(کرامیہ)

③ ایمان بسیط ہے اور وہ صرف تصدیق کا نام ہے۔اعمال اس میں داخل نہیں ہیں نہ وہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔ہاں اعمال ایمان کی ترقی کے لئے ضروری ہیں۔(حنفیہ)(دیکھو ایضاح البخاری،ص:۱۳۲)

④ ایمان اعتقاد اور عمل اور قول کا ایسا مجموعہ ہے جس کو علیحدہ علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔اس صورت میں گناہ کبیرہ کا مرتکب اگر بلا توبہ مرے گا تو وہ ہمیشہ کے لیے دوزخی ہے۔گویا اللہ پر مطیع کا ثواب اور عاصی کا عذاب واجب ہے۔(معتزلہ)

⑤ ایمان اعتقاد وعمل دونوں کا مجموعہ ہے جس کے بعد صرف کفر ہی کا درجہ ہے۔لہٰذا کبیرہ وصغیرہ ہر دو قسم کے گناہوں کا مرتکب جو توبہ نہ کرے وہ کافر ہے۔(خوارج)

⑥ ایمان قول وعمل کا ایک مجموعہ ہے جس کے لئے تصدیق قلبی اور اقرار لسانی وعمل بالارکان ضروری ہے اور وہ ان اجزائے ثلاثہ سے مرکب ہے۔وہ گھٹتا اور بڑھتا ہے۔گناہ کبیرہ کا مرتکب بشرط صحت ایمان اللہ چاہے تو اسے بخش دے یا دوزخ میں سزا دینے کے بعد جنت میں داخل کردے۔پس مرتکب کبائر کافر مطلق اور محروم الایمان نہ ہوا۔(اہل سنت والجماعت)اور یہی مذہب حق اور صائب ہے۔

علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"والسلف قالوا: هو اعتقاد بالقلب ونطق باللسان وعمل بالاركان وارادوا بذلك ان الاعمال شرط فی كماله ومن هنا نشأ لهم القول بالزيادة والنقص كما سيأتي -والمرجئة قالوا: هو اعتقاد ونطق فقط والكرامية قالوا: هو نطق فقط والمعتزلة قالوا: هو العمل والنطق والاعتقاد والفارق بينهم وبين السلف انهم جعلوا الاعمال شرطا فی صحته والسلف جعلوها شرطا فی كمال...... الخ -"(فتح الباری)خلاصہ اس عبارت کا وہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا۔

ایک لطیف مکالمہ: ہمارے محترم مولانا الفاضل المناظر مولوی عبدالمبین منظر صاحب بستوی نے شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے استاد جبائی معتزلی کا وہ لطیف مکالمہ''عقائد اسلام''میں درج فرمایا ہے۔جسے ایک لطیف مکالمہ ہی کہا جا سکتا ہے۔(یہ مکالمہ بہت سی کتب عقائد میں مذکور ہے)جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دن شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے جبائی سے پوچھا کہ آپ ان تین بھائیوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں جن میں سے ایک مطیع تابعدار مرا۔دوسرا عاصی نافرمان اور تیسرا بچپن ہی میں مرگیا۔جبائی نے جواباً کہا کہ پہلا شخص جنت میں دوسرا دوزخ میں اور تیسرا دونوں سے الگ۔نہ جنت نہ دوزخ میں۔اس پر ابوالحسن نے پوچھا کہ اگر تیسرا شخص اللہ سے عرض کرے کہ مجھے کیوں نہ زندگی عطا ہوئی کہ بڑا ہو کر نیکی کرتا اور جنت پاتا۔تو اللہ کیا جواب دے گا۔جبائی صاحب نے کہا کہ اللہ فرمائے گا میں جانتا تھا تو بڑا ہوگا تو نافرمانی کر کے جہنم میں داخل ہوگا۔لہٰذا تیرے لئے بچپن ہی میں مرجانا بہتر تھا۔ابوالحسن اشعری نے کہا اگر دوسرا عرض کرے کہ میرے رب تو نے مجھ کو کیوں نہ بچپن ہی میں موت دی کہ میں تیری نافرمانیوں سے بچ کر دوزخ سے نجات پاتا۔تو آپ کے مذہب کے مطابق اللہ پاک کی طرف سے اس کو کیا جواب ملے گا؟

اس سوال کے بعد ابوعلی جبائی (معتزلی) لاجواب ہوگیا اور ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد جبائی کا مذہب ترک کر کے معتزلہ کی تردید اور ظاہر سنت کی تائید اور اثبات میں اپنی پوری زندگی صرف کر دی۔ کیا خوب کہا گیا ہے:

ماتریدی واشعری ہمہ خوب لیک طور سلف بود مرغوب
چیت دانی عقائد ایشاں انتخاب فوائد ایشاں
پائے برپائے مصطفی رفتن بسر خویش نے زپا رفتن
پشت پا برزون بفهم جمیل برقیا سات وایں ہمہ تاویل

نسال الله النجاة يوم المعاد وان يطهر قلوبنا عن قبائح الاعتقاد ونستغفر الله لنا ولكافة المسلمين من اهل الحديث والقرآن واصحاب التوحيد والايمان۔ آمین

چونکہ مذکورہ بالا تفصیلات میں کئی جگہ ایمان کے متعلق "حنفیہ" کا ذکر آیا ہے۔ اس لئے مناسب ہوگا کہ اس سلسلے کی کچھ تفصیلات ہم موجودہ اکابر علمائے احناف ہی سے نقل کر دیں۔ جس سے ناظرین کو مسلک محدثین کرام اور موجودہ اکابر علمائے احناف کے خیالات کے سمجھنے میں کافی مدد مل سکے گی۔

دیوبند سے بخاری شریف کا ایک ترجمہ معہ شرح ایضاح البخاری کے نام سے بھی شائع ہو رہا ہے۔ جو حضرت مولانا فخر الدین صاحب شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند و صدر جمعیت علمائے ہند کے افادات پر مشتمل ہیں ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ مستند بیان اور نہیں ہوسکتا۔ مندرجہ ذیل تفصیلات ہم لفظ بلفظ اسی ایضاح البخاری سے نقل کر رہے ہیں۔

ایمان میں کمی زیادتی کا بیان

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جس انداز سے مسئلہ شروع فرمایا ہے، اس کے نتیجہ میں یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ ایمان تین چیزوں سے مرکب ہے۔ اعتقاد قلبی، قول لسانی، افعال جوارح۔ کیونکہ جملہ "وهو قول وفعل" میں قول وفعل دونوں میں تعمیم ہوسکتی ہے۔ یا تو قول کو قول لسانی اور قول قلبی دونوں پر عام کر دیا جائے۔ مگر عرف عام میں قول کا لفظ صرف قول لسانی ہی پر بولا جاتا ہے۔ لیکن اس کو بایں معنی قول قلبی پر بھی عام کیا جا سکتا ہے کہ دل میں تصدیق کا پیدا ہو جانا ایمان نہیں ہے بلکہ پیدا کرنا ایمان ہے اور جب قول دل اور زبان دونوں پر عام ہوگیا تو فعل سے مراد جوارح ہو ہی جائے گا۔ ورنہ اگر قول کو صرف قول لسانی پر محدود کر دیا جائے تو لفظ فعل میں تعمیم کر دی جائے گی جو فعل قلبی اور فعل جوارح پر عام ہو جائے گا۔

اور بعض حضرات نے کہا کہ تصدیق و اعتقاد کا مسئلہ تو اہل فن کے نزدیک مسلم تھا۔ اختلاف صرف زبان اور جوارح کے سلسلہ میں تھا۔ اور اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ادھر ہی توجہ مبذول فرمائی، اور جب یہ بات ثابت ہوئی کہ ایمان میں تین چیزیں داخل ہیں تو اس کے نتیجہ میں ایمان میں کمی زیادتی ممکن ہوگی۔ یہ کمی و بیشی بظاہر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ ترتیب کے مطابق ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اجزا کے اعتبار سے ہے۔ یعنی چونکہ ایمان ایک ذی اجزا چیز ہے اور تین چیزوں سے مرکب ہے۔ اس لئے ضروری کمی زیادتی کی قابلیت ہونی چاہیے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دعویٰ کے مطابق مذہب یہی ہے۔ کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جملہ اساتذہ سے یزید وینقص ہی نقل کیا ہے اور اگر اس سلسلہ میں کچھ اختلاف آتا ہے تو وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کیونکہ صرف امام ہی کی طرف لا یزید ولا ینقص کی نسبت کی گئی ہے۔ اور جمہور یزید وینقص کے قائل ہیں گویا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بساطت ایمان کے قائل ہیں اور جمہور ترکیب کے۔ اس لئے بظاہر تردید امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ان قائلین تردید نے اس پر غور نہیں کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا لا یزید ولا ینقص جمہور کے یزید وینقص سے متعارض بھی ہے یا نہیں۔ اگر یہ حضرات اس حقیقت کو سمجھ لیتے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ہدف بنانے کی نوبت نہ آتی۔ لیکن کیا کیا جائے کہ ہوتا ہی ایسا آیا ہے۔

اس لئے اصل تو یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے لا یزید ولا ینقص کا ثبوت ہی دشوار ہے۔ کیونکہ جن تصانیف پر اعتماد کر کے اس قول کی نسبت امام رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کی گئی ہے۔ تحقیق کی روشنی میں امام رحمۃ اللہ علیہ کی جانب غلط ہے۔ مثلاً: فقہ اکبر امام حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے۔ لیکن یہ

ہے کہ یہ امام کے تلمیذ ابو مطیع البلخی کی تصنیف ہے۔ جو فقہا کی نظر میں بلند مرتبت سہی مگر محدثین کی نگاہ میں کمزور ہیں۔ اسی طرح العالم والمتعلم، الوصیہ اور وسطین امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ امام رحمہ اللہ تک ان کی نسبت کی صحت میں کلام ہے۔ اور حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کا رخ ہی یہ نہیں ہے کہ جس کو امام بخاری رحمہ اللہ سمجھ رہے ہیں۔ نیز ابراہیم بن یوسف تلمیذ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور احمد بن عمران کا قول طبقات الحنفیہ میں موجود ہے کہ وہ ایمان کی کمی بیشی کے قائل تھے۔ الخ

(ایضاح البخاری، ص:۱۴۷ و ص:۱۴۸)

آگے اس امر کی اور وضاحت کی گئی ہے کہ بالفرض لا یزید و لا ینقص امام رحمہ اللہ ہی کا قول مان لیا جائے تو اس کی صحیح توجیہ کیا ہے۔ اس کی تفصیل سے چند امور روشنی میں آ جاتے ہیں۔

① ایمان کی کمی وبیشی کے متعلق یزید وینقص ہی کا نظریہ جمہور کا نظریہ ہے اور یہی صحیح ہے۔

② امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی بابت لا یزید و لا ینقص جن کی کتابوں میں نقل ہے وہ کتابیں امام صاحب کی تصنیف نہیں ہیں۔ اور ان کو حضرت امام کی طرف منسوب کرنا ہی غلط ہے۔ جیسا فقہ اکبر وغیرہ۔

③ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی ایمان میں کمی وبیشی کے قائل تھے۔ فنعم الوفاق وحبذا الاتفاق۔

اس تفصیل کے بعد مسلک محدثین کی تغلیط میں اگر کوئی صاحب لب کشائی کرتے ہیں تو یہ خود ان کی اپنی ذمہ داری ہے۔ جمہور سلف اور خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق صحیح موقف یہی ہے جو تفصیل بالا میں پیش کیا گیا۔ اللہ پاک سب مسلمانوں کو مسلک حق محدثین کرام پر زندہ رکھے اور اس پر موت نصیب کرے اور اس پر حشر فرمائے تاکہ قیامت کے دن شفاعت نبوی سے حصہ وافر نصیب ہو آمین یارب العالمین۔

مقصد ترجمہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الایمان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بنی الاسلام علی خمس سے شروع فرمایا۔ جس میں اشارہ ہے کہ اگرچہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور اسلام عمل جوارح کا۔ مگر بطور عموم خصوص مطلق حقیقت میں دونوں ایک ہی ہیں اور نجات اخروی کے لیے باہمی طور پر لازم وملزوم ہیں۔ اس لیے آپ نے دوسرا جملہ ایمان کے لیے یہ استعمال فرمایا وهو قول وفعل یعنی وہ قول (زبان سے اقرار) اور فعل (یعنی اعمال صالحہ) ہے۔ تیسرا جملہ فرمایا ویزید وینقص یعنی وہ زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہو جاتا ہے۔ ان تینوں جملوں میں ہر پہلا جملہ دوسرے کے لئے بمنزلہ علت یا ہر دوسرا جملہ پہلے کے لیے بمنزلہ نتیجہ کے ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایمان قول وفعل کا نام ہے جسے دوسرے لفظوں میں اسلام کہنا چاہیے اور اس میں کمی زیادتی کی صلاحیت ہے۔

کتاب الایمان والاسلام میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "الایمان والاسلام احدهما مرتبطة بالآخر فهما كشيء واحد لا ايمان لمن لا اسلام له ولا اسلام لمن لا ايمان له اذ لا يخلو المسلم من ايمان به يصحح اسلامه ولا يخلو المؤمن من اسلام به يحقق ايمانه۔" یعنی ایمان واسلام آپس میں مربوط ہیں اور وہ ایک ہی چیز کی طرح ہیں۔ کیونکہ جو اسلام کا پابند نہیں اس کا ایمان کا دعویٰ غلط ہے اور جس کے پاس ایمان نہیں اس کا اسلام غلط ہے۔ مسلمان جو حقیقی معنوں میں مسلمان ہوگا وہ کبھی بھی ایمان سے خالی نہیں ہو سکتا اور مؤمن جو حقیقی مؤمن ہوگا، اس کو اسلام کے بغیر چارہ نہیں۔ اس لئے کہ اسی سے اس کا ایمان متحقق ہوگا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے مقاصد کو بایں طور متعین کیا جا سکتا ہے۔

① ایمان واسلام آپس میں مربوط ہیں۔

② ایمان میں قول وفعل داخل ہیں۔

③ ایمان میں کمی وزیادتی ہو سکتی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے یہی جملہ سلف کا مسلک ہے۔ صحابہ وتابعین وتبع تابعین وجملہ امامان اسلام سب اس پر بالاتفاق عقیدہ

رکھتے ہیں۔ ہاں مرجیہ وکرامیہ وجہمیہ ومعتزلہ وخوارج وروافض کو ان سے اختلاف ضرور ہے اور ان ہی کی تردید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ہے۔ ضرورت تھی کہ اپنے دعاوی کو پہلے کتاب اللہ المجید سے ثابت کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اس مقام پر قرآن شریف سے استدلال کے لئے آیات ذیل کو نقل فرمایا ہے۔ جن میں ایمان کو ہدایت ودعاوغیرہ سے تعبیر کرتے ہوئے اس کے بڑھنے اور زیادہ ہونے کا صراحتاً ذکر موجود ہے۔

① ﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا﴾ (۴۸/الفتح:۴)

''وہ اللہ ہی تھا جس نے ایمان والوں کے دلوں میں (صلح حدیبیہ کے موقع پر) تسکین نازل فرمائی۔ تاکہ وہ اپنے سابقہ ایمان میں اور زیادتی حاصل کرلیں۔ اور زمین وآسمانوں کے سارے لشکر اللہ ہی کے قبضے میں ہیں اور وہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔''

اس آیت میں واضح طور پر ایمان کی زیادتی کا ذکر ہے۔

② ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًی﴾ (۱۸/الکہف:۱۳)

''اصحاب کہف کی ہم صحیح صحیح خبریں آپ کو سناتے ہیں بلاشک وہ چند نوجوان تھے۔ جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے ہم نے ان کو ہدایت میں زیادتی عطا فرمائی۔''

یہ آیت کریمہ بھی صاف بتلا رہی ہے کہ ایمان وہدایت میں بفضلہ اللہ تعالیٰ زیادتی ہوا کرتی ہے۔

③ ﴿وَیَزِیْدُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا هُدًی وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ مَّرَدًّا﴾ (۱۹/مریم:۷۶)

''جو لوگ ہدایت پر ہیں اللہ ان کو ہدایت میں اور زیادتی عطا کرتا ہے، اور نیک اعمال (بعد موت) پیچھے رہنے والے ہیں۔ تمہارے رب کے نزدیک ثواب اور انجام کے لحاظ سے وہی اچھے ہیں۔''

یہاں بھی ہدایت میں زیادتی کا ذکر ہے۔ جس سے ایمان کی زیادتی مراد ہے۔

④ ﴿وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًی وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰىهُمْ﴾ (۴۷/محمد:۱۷)

''اور جو لوگ ہدایت یاب ہیں اللہ ان کو ہدایت اور زیادہ دیتا ہے اور ان کو تقویٰ پرہیزگاری کی توفیق بخشتا ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں بھی ہدایت (ایمان) کی زیادتی کا ذکر ہے۔ اور یہی مقصود ہے کہ ایمان کی زیادتی ہوتی ہے۔

⑤ ﴿وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیَسْتَیْقِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِیْمَانًا﴾ (۷۴/المدثر:۳۱)

''ہم نے دوزخ کے محافظ فرشتے ہی بنائے ہیں اور ہم نے ان کی گنتی اتنی مقرر کی ہے کہ وہ کافروں کے لیے فتنہ ہو اور اہل کتاب اس پر یقین کر لیں۔ اور جو ایماندار مسلمان ہیں وہ اپنے ایمان میں زیادتی اور ترقی کریں۔''

اس آیت مبارکہ میں بھی ایمان والوں کے ایمان کی زیادتی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

⑥ ﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ اَیُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِیْمَانًا فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّهُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ (۹/التوبۃ:۱۲۴)

''یعنی جب کوئی سورۂ مبارکہ قرآن کریم میں نازل ہوتی ہے تو منافق لوگ باہمی طور پر کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان تازہ کردیا ہے؟ ہاں جو لوگ ایماندار ہیں ان کا ایمان یقیناً زیادہ ہوجاتا ہے اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔''

اس آیت مبارکہ میں نہایت ہی صراحت کے ساتھ ایمان کی زیادتی کا ذکر ہے۔

⑦ ﴿اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ﴾ (۳/آل عمران:۱۷۳)

''وہ راسخ الایمان لوگ (انصار ومہاجرین) جن کو لوگوں نے ڈراتے ہوئے کہا کہ لوگ بکثرت تمہارے خلاف جمع ہوگئے ہیں، تم اس سے ڈرو تو

ان کا ایمان بڑھ گیا، اور انہوں نے فوراً کہا کہ ہم کو اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں بھی ایمان کی زیادتی کا ذکر واضح لفظوں میں موجود ہے۔

⑥ ﴿وَلَمَّا رَاَى الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾ (۳۳/احزاب:۲۲)

"ایمانداروں نے (جنگ خندق میں) جب کفار کی فوجوں کو دیکھا تو کہا یہ تو وہی واقعہ ہے جس کا وعدہ اللہ اور رسول نے ہم سے پہلے ہی سے کیا ہوا ہے اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اور اس سے بھی ان کے ایمان و تسلیم میں زیادتی ہی ہوئی۔"

اس آیت میں بھی ایمان کی زیادتی کا صاف ذکر موجود ہے۔

قرآن شریف کے بعد سنت رسول ﷺ سے استدلال کرنے کے لیے آپ نے مشہور حدیث "الحب فی الله" الخ کو ذکر فرمایا ہے کہ اللہ کے لئے محبت رکھنا اور اللہ ہی کے لئے کسی سے بغض رکھنا یہ بھی داخل ایمان ہے۔ محبت اور دشمنی ہر دو گھٹنے اور بڑھنے والی چیزیں ہیں۔ اس لئے ایمان بھی حسب مراتب گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے۔ خلیفہ خامس حضرت عمر بن عبدالعزیز کا فرمان بھی آپ نے استدلالاً نقل فرمایا جس سے ظاہر ہے کہ خیر القرون میں فرائض اور شرائع اور حدود اور سنن سب داخل ایمان سمجھے جاتے تھے اور ایمان کے کامل یا ناقص ہونے کا تصور ان جملہ امور کی ادائیگی و عدم ادائیگی پر موقوف سمجھا جاتا تھا اور مسلمانوں میں عام طور پر ایمان کی کمی و بیشی کی اصطلاحات مروج تھیں۔ حضرت سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کا قول ﴿لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ﴾ الخ بھی اسی لئے نقل فرمایا کہ ایمان کی کمی و بیشی کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔ اوامر الٰہی پر جس قدر بھی اطمینان قلب حاصل ہوگا، ایمان میں ترقی ہوگی۔ علم الیقین عین الیقین کے ساتھ حق الیقین کے لئے آپ نے یہ درخواست کی تھی۔ جیسا کہ شہد کی مٹھاس صرف خبر سننے والا اور دوسرا اس کو آنکھوں سے دیکھنے والا اور تیسرا اسے دیکھنے والا اور پھر چکھنے والا۔ ظاہر ہے کہ ان تینوں میں کافی فرق ہے۔ حق الیقین اسی آخر مقام کا نام ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی سے جو کچھ فرمایا جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں نقل فرمایا ہے اس سے بھی ایمان کی ترقی مراد ہے۔ بقول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یقین کل (اپنی جملہ قسموں کے ساتھ) ایمان ہی میں داخل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حقیقت تقویٰ کے بارے میں جو فرمایا اس سے بھی ایمان کی کمی و بیشی پر روشنی پڑتی ہے۔ مشہور مفسر قرآن مجاہد رحمہ اللہ نے آیت مبارکہ ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ﴾ الآية (۴۲/الشوریٰ:۱۳) کے بارے میں جو فرمایا وہ وضاحت سے بتلا رہا ہے کہ ایمان اور دین کے بارے میں جملہ انبیائے کرام علیہم السلام کا اصولاً اتحاد رہا ہے۔

آیت کریمہ: ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾ (۵/المائدہ:۴۸) کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شرعۃ سے مراد ہدایت (سنت طریقہ) اور منہاجا سے سبیل یعنی دینی راستہ مراد ہے۔ مقصد یہ کہ ایمان ان سب کو شامل ہے۔ اسی طرح آیت کریمہ: ﴿قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا﴾ (۲۵/الفرقان:۷۷) یعنی کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کی عبادت نہیں کرتے تو اللہ کو بھی تمہاری پروا نہیں۔ سو تم نے تکذیب پر کمر باندھی ہوئی ہے۔ پس عنقریب وہ (عذاب الٰہی) بھی تم کو چمٹ جانے والا ہے۔ یہاں دعاؤکم میں حقیقتاً ایمان باللہ اور ایمان بالرسول ہی مراد ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اہل مکہ اپنے طور طریق پر عبادت بھی کرتے تھے۔ پس ایمان ہی اصل بنیاد نجات ہے اور عبادات اور جملہ اعمال صالحہ اس کے اندر داخل ہیں۔ آیت کریمہ: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾ (۲/البقرۃ:۱۴۳) میں اللہ پاک نے خود نماز کو لفظ ایمان سے تعبیر فرمایا ہے۔ ان جملہ نصوص قطعیہ کے بعد بھی اعمال نماز روزہ وغیرہ کو ایمان سے علیحدہ کہنا صریحاً غلطی ہے۔ اللہ نیک سمجھ دے۔ آمین۔

امام بخاری رحمہ اللہ اور جملہ محدثین کرام رحمہم اللہ و اماماں ہدیٰ کا بھی یہی مسلک ہے۔ "ونقل الشافعي على ذالك الاجماع وقال البخاری لقیت اكثر من الف رجل من العلماء بالامصار فما رايت احدا منهم يختلفه فی ان الايمان قول وعمل ويزيد وينقص۔" (لوامع الانوار البهیہ، ص:۴۳۱) یعنی امام شافعی رحمہ اللہ نے اس مسلک پر اجماع نقل کیا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اسلامی ممالک کے شہروں میں ایک ہزار سے زائد اہل علم و فضل و کمال سے ملا۔ ان میں سے میں نے کسی کو اس بارے میں مختلف نہ پایا کہ ایمان قول و عمل کا نام

ہے اور وہ بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَّمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ﴾ (۳۵/ فاطر: ۳۲) یعنی ''(اہل کتاب کے بعد) ہم نے اپنی کتاب قرآن پاک کا وارث ان لوگوں کو بنایا جن کو ہم نے اس لئے چن لیا تھا۔ پس بعض ان میں سے اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ بعض درمیانی راستہ چلنے والے اور بعض نیکیوں کے لئے سبقت کرنے والے اللہ کے حکم سے اور یہی بڑا فضل ہے۔''

اس آیت کریمہ میں نمبر اول پر وہ مسلمان مراد ہے جو مسلمان تو ہے مگر اس نے ایمانی و اسلامی فرائض کو کما حقہ ادا نہ کر کے اپنے نفس پر ظلم کیا اور دوسرے نمبر پر وہ ہے جس نے دینی واجبات کو ادا کیا اور محرمات سے بچا وہ مؤمن مطلق ہے اور تیسرا سابق بالخیرات وہ محسن ہے جس نے اللہ کی عبادت بایں طور کی گویا وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ حاصل یہ کہ دین کے یہی تین مدارج ہیں۔ اول اسلام۔ اوسط ایمان۔ اعلیٰ احسان۔ اسلام انقیاد ظاہر اور ایمان تصدیق الٰہی اور رسول کے ساتھ انقیاد باطن کا نام ہے۔ اس لحاظ سے اسلام و ایمان میں جو فرق ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ پھر ایمان مجمل تو یہ کہ اللہ و رسول کی تصدیق کی جائے اور قیامت و تقدیر و جملہ رسل و انبیائے کرام علیہم السلام و فرشتوں پر ایمان لایا جائے اور ایمان مفصل کی کچھ اوپر ساٹھ یا ستر شاخیں ہیں۔ جن میں سے کچھ کے متعلق وہ احادیث ہیں جن کو امام بخاری رحمہ اللہ کتاب الایمان میں روایت فرما رہے ہیں۔ ہر حدیث کے مطالعہ کے ساتھ اس حقیقت کو سامنے رکھنے سے بہت سے علمی و روحانی فوائد حاصل ہوں گے۔ و باللہ التوفیق۔

٨ ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِيْ سُفْيَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ)).

[طرفه في: ٤٥١٥] [مسلم: ١١٤؛ ترمذي: ٢٦٠٩]

(۸) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے یہ حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس کی بابت حنظلہ بن ابی سفیان نے خبر دی۔ انہوں نے عکرمہ بن خالد سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ اول گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مرفوع حدیث کو یہاں اس مقصد کے تحت بیان فرمایا کہ ایمان میں کمی و بیشی ہوتی ہے اور جملہ اعمال صالحہ و ارکان اسلام ایمان میں داخل ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے دعاوی بایں طور ثابت ہیں کہ یہاں اسلام میں پانچ ارکان کو بنیاد بتلایا گیا اور یہ پانچوں چیزیں بیک وقت ہر ایک مسلمان مرد و عورت میں جمع نہیں ہوتی ہیں۔ اسی اعتبار سے مراتب ایمان میں فرق آ جاتا ہے عورتوں کو ناقص العقل والدین والیاں اس لیے فرمایا گیا کہ وہ ایک ماہ میں چند ایام بغیر نماز کے گزارتی ہیں۔ رمضان میں چند روزے وقت پر نہیں رکھ پاتیں۔ اسی طرح کتنے مسلمان نمازی بھی ہیں جن کے حق میں ﴿وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى﴾ (۴/ النسآء: ۱۴۲) کہا گیا ہے کہ وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ پس ایمان کی کمی و بیشی ثابت ہے۔

اس حدیث میں اسلام کی بنیادی پانچ چیزوں کو بتلایا گیا۔ جن میں اولین بنیاد توحید و رسالت کی شہادت ہے اور قصر اسلام کے لئے یہی اصل ستون ہے جس پر پوری عمارت قائم ہے۔ اس کی حیثیت قطب کی ہے جس پر خیمۂ اسلام قائم ہے باقی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ بمنزلہ اوتاد کے ہیں۔ جن کے خیمے کی رسیاں باندھ کر اس کو مضبوط و مستحکم بنایا جاتا ہے، ان سب کے مجموعہ کا نام خیمہ ہے جس میں درمیانی اصل ستون و دیگر رسیاں، اوتاد و چھت سب ہی شامل ہیں۔ ہو بہو یہی مثال اسلام کی ہے۔ جس میں کلمہ شہادت قطب ہے باقی اوتاد و ارکان ہیں جن کے مجموعہ کا نام اسلام ہے۔

اس حدیث میں ذکر حج کو ذکر صوم رمضان پر مقدم کیا گیا ہے۔ مسلم شریف میں ایک دوسرے طریق سے صوم رمضان حج پر مقدم کیا گیا ہے۔ یہی روایت حضرت سعید بن عبیدہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کی ہے، اس میں بھی صوم رمضان کا ذکر حج سے پہلے ہے اور انہیں حنظلہ سے امام مسلم نے ذکر صوم کو حج پر مقدم کیا ہے گویا حنظلہ سے دونوں طریق منقول ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں طرح سنا ہے۔ کسی موقع پر آپ نے حج کا ذکر پہلے فرمایا اور کسی پر صوم رمضان کا ذکر مقدم کیا۔

اسی طرح صحیح مسلم کی روایت کے مطابق وہ بیان بھی صحیح ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جب والحج وصوم رمضان فرمایا تو راوی نے آپ کو ٹوکا اور صوم رمضان والحج کے لفظوں میں آپ کو لقمہ دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ هكذا سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یعنی میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے "والحج وصوم رمضان" سنا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم شریف والے بیان کو اصل قرار دیا ہے اور بخاری شریف کی اس روایت کو بالمعنی قرار دیا ہے۔ لیکن خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع تصنیف میں ابواب حج کو ابواب صوم پر مقدم کیا ہے اس ترتیب سے معلوم ہوتا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی روایت اصل ہے جس میں صوم رمضان سے حج کا ذکر مقدم کیا گیا ہے۔

صیام رمضان کی فرضیت ۲ھ میں نازل ہوئی اور حج ۶ ھ میں فرض قرار دیا گیا۔ جو بدنی و مالی ہر دو قسم کی عبادات کا مجموعہ ہے۔ اقرار توحید و رسالت کے بعد پہلا رکن نماز اور دوسرا رکن زکوٰۃ قرار پایا جو علیحدہ علیحدہ بدنی و مالی عبادات ہیں۔ پھر ان کا مجموعہ حج قرار پایا۔ ان منازل کے بعد روزہ قرار پایا جس کی شان یہ ہے۔ "الصيام لی وانا اجزی به" (بخاری کتاب الصوم) یعنی "روزہ خاص میرے لئے ہے اور اس کی جزا میں ہی دے سکتا ہوں" فرشتوں کو تاب نہیں کہ اس کے اجر و ثواب کو وہ قلم بند کر سکیں۔ اس لحاظ سے روزے کا ذکر آخر میں لایا گیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غالباً ایسے ہی پاکیزہ مقاصد کے پیش نظر ابواب صیام کو نماز، زکوٰۃ اور حج کے بعد قلم بند فرمایا ہے۔ حقیقت یہ ہے اسلام کے ان ارکان خمسہ کو اپنی اپنی جگہ پر ایسا مقام حاصل ہے جس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ سب کی تفصیلات اگر قلم بند کی جائیں تو ایک دفتر تیار ہو جائے۔ یہ سب حسب مراتب باہم ارتباط تام رکھتے ہیں۔ ہاں زکوٰۃ و حج ایسے ارکان ہیں۔ جن سے غیر مستطیع مسلمان مستثنیٰ ہو جاتے ہیں۔ جو ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (۲/البقرۃ:۲۸۶) کے تحت قرآن کے تحت ہیں۔

حضرت علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں ارکان خمسہ میں جہاد کا ذکر اس لئے نہیں آیا کہ وہ فرض کفایہ ہے جو بعض مخصوص احوال کے ساتھ متعین ہے۔ نیز کلمہ شہادت کے ساتھ دیگر انبیا اور ملائکہ پر ایمان لانے کا ذکر اس لئے نہیں ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ہی ان سب کی تصدیق ہے۔ فیستلزم جميع ما ذكر من المعتقدات۔ اقامت صلوۃ سے ٹھہر ٹھہر کر نماز ادا کرنا اور مداومت و محافظت مراد ہے۔ ایتائے زکوٰۃ سے مخصوص طریق پر مال کا ایک حصہ نکال دینا مقصود ہے۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ومن لطائف اسناد هذا الحديث جمعه للتحديث والاخبار والعنعنة وكل رجاله مكيون الاعبيدالله فانه كوفي وهو من الرباعيات واخرج متنه المولف ايضا فى التفسير ومسلم فى الايمان خماسى الاسناد۔" یعنی اس حدیث کی سند کے لطائف میں سے یہ ہے کہ اس میں روایت حدیث کے مختلف طریقے تحدیث و اخبار و عنعنہ سب جمع ہو گئے ہیں۔ (جن کی تفصیلات مقدمہ بخاری میں ہم بیان کریں گے ان شاء اللہ) اور اس کے جملہ راوی سوائے عبیداللہ کے مکی ہیں، یہ کوفی ہیں اور یہ رباعیات میں سے ہے (اس کے صرف چار راوی ہیں جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واقع ہوئے ہیں) اس روایت کے متن کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التفسیر میں بھی ذکر فرمایا اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الایمان میں اسے ذکر کیا ہے۔ مگر وہاں سند میں پانچ راوی ہیں۔

بَابُ أُمُوْرِ الْإِيْمَانِ

باب: ایمان کے کاموں کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:

اور اللہ پاک کے اس فرمان کی تشریح کہ

﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَآئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوْا وَالصَّابِرِيْنَ فِي الْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَأْسِ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ [البقرة:١٧٧] وَقَوْلِهِ: ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ الآيَةَ. [المؤمنون:١]

''نیکی یہی نہیں ہے کہ تم (نماز میں) اپنا منہ پورب یا پچھم کی طرف کرلو بلکہ اصلی نیکی تو اس انسان کی ہے جو اللہ (کی ذات وصفات) پر یقین رکھے اور قیامت کو برحق مانے اور فرشتوں کے وجود پر ایمان لائے اور آسمان سے نازل ہونے والی کتاب کو سچا تسلیم کرے۔ اور جس قدر نبی رسول دنیا میں تشریف لائے ان سب کو سچا تسلیم کرے۔ اور وہ شخص مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں اپنے (حاجت مند) رشتہ داروں کو اور (نادار) یتیموں کو اور دوسرے محتاج لوگوں کو اور (تنگ دست) مسافروں کو اور (لاچاری میں) سوال کرنے والوں کو اور (قیدی اور غلاموں کی) گردن چھڑانے میں اور نماز کی پابندی کرتا ہو اور زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور اپنے وعدوں کو پورا کرنے والے جب وہ کسی امر کی بابت وعدہ کریں۔ اور وہ لوگ صبر وشکر کرنے والے ہیں تنگ دستی میں اور بیماری میں اور (معرکہ) جہاد میں۔ یہی لوگ وہ ہیں جن کو سچا مومن کہا جاسکتا اور یہی لوگ درحقیقت پرہیز گار ہیں۔'' اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''یقیناً ایمان والے کامیاب ہوگئے۔''

٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ ابْنُ بِلَالٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّوْنَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيْمَانِ)). [مسلم: ١٥٢، ١٥٣؛ ترمذي: ٢٦١٤؛ ٥٠١٩، ٥٠٢٠، ٥٠٢١؛ ابن ماجه: ٥٧]

(٩) ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد جعفی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابو عامر عقدی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سلیمان بن بلال نے، انہوں نے عبداللہ دینار سے، انہوں نے روایت کیا ابو صالح سے، انہوں نے نقل کیا حضرت ابو ہریرہ سے، انہوں نے نقل فرمایا جناب نبی کریم ﷺ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں، اور حیا (شرم) بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔''

تشریح: امیر المحدثین رحمہ اللہ سابق میں بنیادی چیزیں بیان فرماچکے اب فروع کی تفصیل کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لیے باب میں ''امور الایمان'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مرجیہ کی تردید کرنا بھی مقصود ہے۔ کیونکہ پیش کردہ قرآنی آیات کریمہ میں سے پہلی آیت میں بعض امور ایمان گنائے گئے ہیں اور دوسری آیتوں میں ایمان والوں کی چند صفات کا ذکر ہے۔ پہلی آیت سورۂ بقرہ کی ہے جس میں دراصل اہل کتاب کی تردید مقصود ہے۔ جنہوں نے تحویل قبلہ کے وقت مختلف قسم کی آوازیں اٹھائی تھیں۔ نصاریٰ کا قبلہ مشرق تھا اور یہود کا مغرب۔ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا۔ پھر مسجد الحرام کو آپ ﷺ کا قبلہ قرار دیا گیا اور آپ نے ادھر منہ پھیرلیا۔ اس پر مخالفین نے اعتراضات شروع کیے۔ جن کے جواب میں اللہ پاک نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی اور بتلایا کہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر کے عبادت کرنا ہی بالذات کوئی نیکی نہیں ہے اصل نیکیاں تو ایمان راسخ، عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ معاشرتی پاک زندگی اور اخلاق فاضلہ ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے عبدالرزاق سے بروایت مجاہد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے ایمان کے بارے

میں سوال کیا تھا۔ آپ نے جواب میں آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ (۲/ البقرۃ:۱۷۷)

ترجمہ اوپر باب میں لکھا جا چکا ہے۔

آیات میں عقائد صحیحہ و ایمان راسخ کے بعد ایثار، مالی قربانی، صلہ رحمی، حسن معاشرت، رفاہ عامہ کو جگہ دی گئی ہے۔ اس کے بعد اعمال اسلام نماز، زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ پھر اخلاق فاضلہ کی ترغیب ہے۔ اس کے بعد صبر و استقلال کی تلقین ہے۔ یہ سب کچھ "بر" کی تفسیر ہے۔ معلوم ہوا کہ جملہ اعمال صالحہ و اخلاق فاضلہ ارکان اسلام میں داخل ہیں۔ اور ایمان کی کمی و بیشی بہر حال صورت قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ مرجیہ جو اعمال صالحہ کو ایمان سے الگ اور بیکار محض قرار دیتے ہیں اور نجات کے لیے صرف "ایمان" کو کافی جانتے ہیں۔ ان کا یہ قول سراسر قرآن و سنت کے خلاف ہے۔

سورۂ مؤمنون کی آیات یہ ہیں:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ (۲۳/ المؤمنون: ۱۔۱۱)

ان آیات کا ترجمہ بھی اوپر لکھا جا چکا ہے۔

اس پیرایہ میں یہ بیان دوسرا اختیار کیا گیا ہے۔ مقصد ہر دو آیات کا ایک ہی ہے۔ ہاں اس میں بذیل اخلاق فاضلہ، عفت و عصمت شرم و حیا کو بھی خاص جگہ دی گئی ہے۔ اسی جگہ سے اس آیت کا ارتباط اگلی حدیث سے ہو رہا ہے جس میں حیا کو بھی ایمان کی ایک شاخ قرار دیا گیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ہر دو آیات کے درمیان واؤ عاطفہ کا استعمال نہیں فرمایا۔ مگر بعض نسخوں میں واؤ عاطفہ اور بعض میں وقول اللہ کا اضافہ بھی ملتا ہے۔ اگر ان نسخوں کو نہ لیا جائے تو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وجہ بیان فرمائی کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پہلی آیت کی تفسیر میں المتقون کے بعد اس آیت کو بلا فصل اس لئے نقل کر رہے ہیں۔ تاکہ متقون کی تفسیر اس آیت کو قرار دے دیا جائے۔ مگر ترجیح واؤ عاطفہ اور و قول اللہ کے نسخوں کو حاصل ہے۔

آیت قرآن کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نبوی کو نقل فرمایا اور اشارتاً بتلایا کہ امور ایمان ان ہی کو کہنا چاہیے جو پہلے کتاب اللہ سے اور پھر سنت رسول سے ثابت ہوں۔ حدیث میں ایمان کو ایک درخت سے تشبیہ دے کر اس کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں بتلائی گئی ہیں۔ اس میں بھی مرجیہ کی صاف تردید مقصود ہے جو ایمان سے اعمال صالحہ کو بے جوڑ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ درخت کی جڑ میں اور اس کی ڈالیوں میں ایسا قدرتی ربط ہے کہ ان کو باہمی طور پر بے جوڑ بالکل نہیں کہا جا سکتا۔ جڑ قائم ہے تو ڈالیاں اور پتے قائم ہیں۔ جڑ سوکھ رہی تو ڈالیاں اور پتے بھی سوکھ رہے ہیں۔ ہو بہو ایمان کی یہی شان ہے۔ جس کی جڑ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔ اور جملہ اعمال صالحہ و اخلاق فاضلہ و عقائد راسخہ اس کی ڈالیاں ہیں۔ اس ایمان و اعمال صالحہ کا باہمی لازم ملزوم ہونا اور ایمان کا گھٹنا اور بڑھنا ہر دو امور ثابت ہیں۔

بعض روایات میں بضع وستون کی جگہ بضع وسبعون ہے اور ایک روایت میں اربع وستون ہے۔ اہل لغت نے بضع کا اطلاق تین اور نو کے درمیان عدد پر کیا ہے۔ کسی نے اس کا اطلاق ایک اور چار تک کیا ہے، روایت میں ایمان کی شاخوں کی تحدید مراد نہیں بلکہ کثیر مراد ہے علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔ بعض علما تحدید مراد لیتے ہیں۔ پھر ستون (۶۰) اور سبعون (۷۰) میں زائد سبعون کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ زائد میں ناقص

بھی شامل ہو جاتا ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک ستون (٦٠) ہی متیقن ہے۔ کیونکہ مسلم شریف میں بروایت عبداللہ بن دینار جہاں سبعون کا لفظ آیا ہے بطریق شک واقع ہوا ہے۔

والحیاء شعبة من الایمان میں تنوین تعظیم کے لیے ہے۔ حیا طبیعت کے انفعال کو کہتے ہیں۔ جو کسی کام کے نتیجہ میں پیدا ہو جو کام عرفاً یا شرعاً مذموم، برا، بے حیائی سے متعلق سمجھا جاتا ہو۔ حیا و شرم ایمان کا اہم ترین درجہ ہے۔ بلکہ جملہ اعمال خیرات کا مخزن ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا: "اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔" ''جب تم شرم وحیا کو اٹھا کر طاق پر رکھ دو پھر جو چاہو کرو۔'' کوئی پابندی باقی نہیں رہ سکتی۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ہذا کی تشریح میں مستقل ایک کتاب شعب الایمان کے نام سے مرتب فرمائی ہے۔ جس میں ستر سے کچھ زائد امور ایمان کو مدلل و مفصل بیان فرمایا ہے ان کے علاوہ امام ابوعبداللہ حلیمی نے فوائد المنہاج اور اسحاق ابن قرطبی نے کتاب النصائح میں اور امام ابوحاتم نے وصف الایمان و شعبہ میں اور دیگر حضرات نے بھی اپنی تصنیفات میں ان شاخوں کو معمولی فرق کے ساتھ بیان کیا ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب کو اعمال قلب (دل کے کام) اعمال لسان (زبان کے کام) اعمال بدن (بدن کے کام) پر تقسیم فرما کر اعمال قلب کی (٢٤) شاخیں اور اعمال لسان کی سات شاخیں اور اعمال بدن کی (٣٨) شاخیں بالتفصیل ذکر کی ہیں۔ جن کا مجموعہ (٦٩) بن جاتا ہے۔ روایت مسلم میں ایمان کی اعلیٰ شاخ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ اور ادنیٰ شاخ اماطة الاذی عن الطریق بتلائی گئی ہے۔ اس میں تعلق باللہ اور خدمت خلق کا ایک لطیف اشارہ ہے۔ گویا دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ تب ایمان کامل حاصل ہوتا ہے۔ خدمت خلق میں راستوں کی صفائی، سڑکوں کی درستگی کو لفظ ادنیٰ سے تعبیر کیا گیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خدمت خلق کا مضمون بہت ہی وسیع ہے۔ یہ تو ایک معمولی کام ہے جس پر اشارہ کیا گیا ہے۔ ایمان باللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے شروع ہو کر اس کی مخلوق پر رحم کرنے اور مخلوق کی ہر ممکن خدمت کرنے پر جا کر مکمل ہوتا ہے۔ اس شعر کے یہی معنی ہیں۔

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر — نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر
کرو مہربانی تم اہل زمین پر — خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

بَابٌ: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ

باب: اس بیان میں کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر مسلمان بچے رہیں (کوئی تکلیف نہ پائیں)

١٠ ـ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ، وَإِسْمَاعِيلَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ)).[طرفه: ٦٤٨٤]

(١٠) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے یہ حدیث بیان کی، ان کو شعبہ نے وہ عبداللہ بن ابی السفر اور اسماعیل سے روایت کرتے ہیں، وہ دونوں شعبی سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں اور مہاجر وہ ہے جو ان کاموں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا۔''

[ابو داود: ٢٤٨١؛ نسائي: ٥٠١١]

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: وَقَالَ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ

ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور ابومعاویہ نے کہ ہم کو حدیث بیان کی داود بن ابی ہند نے، انہوں نے روایت کی عامر شعبی سے، انہوں نے کہا کہ

عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ عَبْدُالْأَعْلَى عَنْ دَاوُدَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

میں نے سنا عبداللہ بن عمرو بن عاص سے، وہ حدیث بیان کرتے ہیں جناب نبی کریم ﷺ سے (وہی مذکورہ حدیث) اور کہا کہ عبدالاعلیٰ نے روایت کیا داود سے، انہوں نے عامر سے، انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے، انہوں نے نبی ﷺ سے۔

تشریح: امیر المحدثین رحمہ اللہ نے یہاں یہ بات ثابت کی ہے کہ اسلام کی بنیاد اگرچہ پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ مگر اس سے آگے کچھ نیک عادات، پاکیزہ خصائل بھی ایسے ہیں جو اگر حاصل نہ ہوں تو انسان حقیقی مسلمان نہیں ہوسکتا۔ نہ پورے طور پر صاحب ایمان ہوسکتا ہے اور اسی تفصیل سے ایمان کی کمی وبیشی و پاکیزہ و نیک خصائل کا داخل ہونا ثابت ہے۔ جس سے مرجیہ وغیرہ کی تردید ہوتی ہے۔ جو ایمان کی کمی وبیشی کے قائل نہیں۔ نہ اعمال صالحہ واخلاق حسنہ کو داخل ایمان مانتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کا قول نصوص صریحہ کے قطعاً خلاف ہے۔ زبان کو ہاتھ پر اس لئے مقدم کیا گیا کہ یہ ہر وقت قینچی کی طرح چل سکتی ہے اور پہلے اسی کے وار ہوتے ہیں۔ ہاتھ کی نوبت بعد میں آتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

جراحات السنان لها التئام ولا يلتأم ما جرح اللسان

''یعنی نیزوں کے زخم بھر جاتے ہیں اور زبانوں کے زخم عرصہ تک نہیں بھر سکتے۔''

((من سلم المسلمون)) کی قید کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر مسلمانوں کو زبان یا ہاتھ سے ایذا رسانی جائز ہے۔ اس شبہ کو رفع کرنے کے لیے دوسری روایت میں ((من امنه الناس)) کے لفظ آئے ہیں۔ جہاں ہر انسان کے ساتھ صرف انسانی رشتہ کی بنا پر نیک معاملہ واخلاق حسنہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسلام کا ماخذ ہی سلم ہے جس کے معنی صلح جوئی، خیر خواہی، مصالحت کے ہیں۔ زبان سے ایذا رسانی میں غیبت، گالی گلوچ، چغلی، بدگوئی وغیرہ جملہ عادات بد داخل ہیں اور ہاتھ کی ایذا رسانی میں چوری، ڈاکہ، مار پیٹ، قتل وغارت وغیرہ وغیرہ۔ پس کامل انسان وہ ہے جو اپنی زبان پر، اپنے ہاتھ پر پورا کنٹرول رکھے اور کسی انسان کی ایذا رسانی کے لیے اس کی زبان نہ کھلے، اس کا ہاتھ نہ اٹھے۔ اس معیار پر آج تلاش کیا جائے تو کتنے مسلمان ملیں گے جو حقیقی مسلمان کہلانے کے مستحق ہوں گے۔ غیبت، بدگوئی، گالی گلوچ تو عوام کا ایسا شیوہ بن گیا ہے گویا یہ کوئی عیب ہی نہیں ہیں۔ استغفر اللہ! شرعاً مہاجر وہ جو دار الحرب سے نکل کر دار الاسلام میں آئے۔ یہ ہجرت ظاہری ہے۔ ہجرت باطنی یہ ہے جو یہاں حدیث میں بیان ہوئی اور یہی حقیقی ہجرت ہے جو قیامت تک ہر حال میں ہر جگہ جاری رہے گی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں دو تعلیقات ذکر فرمائی ہیں۔ پہلی کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ عامر اور شعبی ہر دو سے ایک ہی راوی مراد ہے جس کا نام عامر اور لقب شعبی ہے۔ دوسرا مقصد یہ کہ ابن ہندہ کی روایت سے شبہ ہوتا تھا کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص سے شعبی نے براہ راست اس روایت کو نہیں سنا۔ اس شبہ کو دور کرنے کے لیے عن عامر قال سمعت عبد الله بن عمرو کے الفاظ نقل کیے گئے۔ جس سے براہ راست شعبی کا عبداللہ بن عمرو بن عاص سے سماع ثابت ہوگیا۔

دوسری تعلیق کا مقصد یہ کہ عبدالاعلیٰ کے طریق میں ''عبداللہ'' کو غیر منتسب ذکر کیا گیا جس سے شبہ ہوتا تھا کہ کہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مراد نہ ہوں جیسا کہ طبقہ صحابہ میں یہ اصطلاح ہے۔ اس لئے دوسری تعلیق میں ''عن عبداللہ بن عمرو'' کی صراحت کردی گئی۔ جس سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔

بَابٌ: أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ؟

باب: اس بیان میں کہ کون سا اسلام افضل ہے؟

١١ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْأُمَوِيُّ الْقُرَشِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ بُرْدَةَ

(١١) ہم کو سعید بن یحییٰ بن سعید اموی قرشی نے یہ حدیث سنائی، انہوں نے اس حدیث کو اپنے والد سے نقل کیا ہے، انہوں نے ابو بردہ بن

ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ)) [مسلم: ١٦٤؛ ترمذي: ٢٥٠٤؛ نسائي: ٥٠١٤]

عبداللہ بن ابی بردہ سے، انہوں نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کون سا اسلام افضل ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ جس کے ماننے والے مسلمانوں کی زبان سے سارے مسلمان سلامتی میں ہیں۔''

چونکہ حقیقت کے لحاظ سے ایمان اور اسلام ایک ہی ہیں، اس لئے ای الاسلام افضل کے سوال سے معلوم ہوا کہ ایمان کم وبیش ہوتا ہے۔ افضل کے مقابلہ پرادنیٰ ہے۔ پس اسلام ایمان، اعمال صالحہ واخلاق پاکیزہ کے لحاظ سے کم وزیادہ ہوتا رہتا ہے یہی امام بخاری رحمہ اللہ کا یہاں مقصد ہے

بَابٌ: إِطْعَامُ الطَّعَامِ مِنَ الْإِسْلَامِ

باب: اس بیان میں کہ (بھوکے ناداروں کو) کھانا کھلانا بھی اسلام میں داخل ہے

١٢۔حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: ((تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ)).

[طرفاه في: ٢٨، ٦٢٣٦] [مسلم: ١٦٠؛ نسائي: ٥٠١٥؛ ابن ماجه: ٣٢٥٣]

(۱۲) ہم سے حدیث بیان کی عمرو بن خالد نے، ان کو لیث نے، وہ روایت کرتے ہیں یزید سے، وہ ابوالخیر سے، وہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا: ''یہ کہ تم کھانا کھلاؤ اور جس کو پہچانو اس کو بھی، اور جس کو نہ پہچانو اس کو بھی، الغرض سب کو سلام کرو۔''

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توکل الطعام کی بجائے تطعم الطعام فرمایا۔ اس لئے کہ اطعام میں کھانا کھلانا، پانی پلانا، کسی چیز کا چکھانا اور کسی کی ضیافت کرنا اور علاوہ ازیں کچھ بطور عطا بخشش کرنا وغیرہ یہ سب داخل ہیں۔ ہر مسلمان کو سلام کرنا خواہ وہ آشنا ہو یا بیگانہ، یہ اس لئے کہ جملہ مؤمنین باہمی طور پر بھائی بھائی ہیں، وہ کہیں کے بھی باشندے ہوں، کسی قوم سے ان کا تعلق ہو مگر اسلامی رشتہ اور کلمہ توحید کے تعلق سے سب بھائی بھائی ہیں۔ اطعام طعام مکارم مالیہ سے اور اسلام مکارم بدنیہ سے متعلق ہیں۔ گویا مالی وبدنی طور پر جس قدر بھی مکارم اخلاق ہیں ان سب کے مجموعہ کا نام اسلام ہے۔ اس لئے یہ بھی ثابت ہوا کہ جملہ عبادات داخل اسلام ہیں اور اسلام وایمان نتائج کے اعتبار سے ایک ہی چیز ہے اور یہ کہ جس میں جس قدر بھی مکارم اخلاق بدنی ومالی ہوں گے، اس کا ایمان واسلام اتنا ہی ترقی یافتہ ہوگا۔ پس جو لوگ کہتے ہیں کہ ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں ان کا یہ قول سراسر نا قابل التفات ہے۔

اس روایت کی سند میں جس قدر راوی واقع ہوئے ہیں وہ سب مصری ہیں اور سب جلیل القدر ائمہ اسلام ہیں۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ اسی کتاب الایمان میں آگے چل کر ایک اور جگہ لائے ہیں۔ اور باب الاستیذان میں بھی نقل کیا ہے اور امام مسلم اور امام نسائی رحمہما اللہ نے اس کو کتاب الایمان میں نقل کیا ہے اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے باب الادب میں اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے باب الاطعمۃ میں۔

غربا ومساکین کو کھانا کھلانا اسلام میں ایک مہتم بالشان نیکی قرار دیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں جنتی لوگوں کے ذکر میں ہے ﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّأَسِيْرًا﴾ (۷۶/الدہر: ۸) نیک بندے وہ ہیں جو اللہ کی محبت کے لیے مسکینوں یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔''

اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اسلام کا منشا یہ ہے کہ بنی نوع انسان میں بھوک و تنگ دستی کا اتنا مقابلہ کیا جائے کہ کوئی بھی انسان بھوک کا شکار نہ ہو سکے اور سلامتی و امن کو اتنا وسیع کیا جائے کہ بدامنی کا ایک معمولی سا خدشہ بھی باقی نہ رہ جائے۔ اسلام کا یہ مشن خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ خیر میں پورا ہوا اور اب بھی جب اللہ کو منظور ہوگا یہ مشن پورا ہوگا۔ تاہم جزوی طور پر ہر مسلمان کے مذہبی فرائض میں سے ہے کہ بھوکوں کی خبر لے اور بدامنی کے خلاف ہر وقت جہاد کرتا رہے۔ یہی اسلام کی حقیقی غرض و غایت ہے۔

بَابٌ: مِنَ الْإِيْمَانِ أَنْ يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

باب: اس بارے میں کہ ایمان میں داخل ہے کہ مسلمان جو اپنے لئے دوست رکھتا ہے وہی چیز اپنے بھائی کے لیے دوست رکھے

١٣۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَعَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ)). [مسلم: ١٦٩، ١٧٠؛ ترمذي: ٢٥١٥؛ نسائي: ٥٠٣١، ٥٠٣٢، ٥٠٥٤؛ ابن ماجه: ٦٦]

(۱۳) ہم سے حدیث بیان کی مسدد نے، ان کو یحییٰ نے، انہوں نے شعبہ سے نقل کیا، انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ خادم رسول کریم ﷺ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا۔ اور شعبہ سے اور حسین معلم سے بھی روایت کیا، انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے نقل فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہ ہوگا جب تک اپنے بھائی کیلئے وہ نہ چاہے جو اپنے نفس کیلئے چاہتا ہے۔"

بَابٌ: حُبُّ الرَّسُوْلِ ﷺ مِنَ الْإِيْمَانِ

باب: اس بیان میں کہ رسول کریم ﷺ سے محبت رکھنا بھی ایمان میں داخل ہے

١٤۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ)). [نسائي: ٥٠٣٠]

(۱۴) ہم سے ابوالیمان نے حدیث بیان کی، ان کو شعیب نے، ان کو ابوالزناد نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی کہ بے شک رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تم میں سے کوئی بھی ایماندار نہ ہوگا جب تک میں اس کے والد اور اولاد سے بھی زیادہ اس کا محبوب نہ بن جاؤں۔"

تشریح: پچھلے ابواب میں من الایمان کا جملہ مقدم تھا اور یہاں ایمان پر حب الرسول کو مقدم کیا گیا ہے۔ جس میں ادب مقصود ہے اور یہ بتلانا کہ محبت رسول ہی سے ایمان کی اول و آخر تکمیل ہوتی ہے۔ یہ ہے تو ایمان ہے یہ نہیں تو کچھ نہیں۔ اس سے بھی ایمان کی کمی وبیشی پر روشنی پڑتی ہے اور یہ کہ اعمال صالحہ و اخلاق فاضلہ و خصائل حمیدہ سب ایمان میں داخل ہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے ایمان کی حلفیہ نفی فرمائی ہے جس کے دل میں نبی کریم ﷺ کی محبت پر اس کے والد یا اولاد کی محبت غالب ہو۔ روایت میں لفظ والد کو اس لئے مقدم کیا گیا کہ اولاد سے زیادہ والدین کا حق ہے اور لفظ والد میں ماں بھی داخل ہے۔

١٥۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ: حَدَّثَنَا

(۱۵) ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن ابراہیم نے، ان کو ابن علیہ نے، وہ

ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؛ وَحَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ)). [مسلم: ١٦٨، ١٦٩؛ نسائي: ٥٠٢٨، ٥٠٢٩؛ ابن ماجه: ٦٧]

عبدالعزیز بن صہیب سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔ اور ہم کو آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، ان کو شعبہ نے، وہ قتادہ سے نقل کرتے ہیں، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص ایمان دار نہ ہوگا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو جائے۔''

تشریح: اس روایت میں دو سندیں ہیں۔ پہلی سند میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد یعقوب بن ابراہیم ہیں اور دوسری سند میں آدم بن ابی ایاس ہیں۔ تحویل کی صورت اس لئے اختیار نہیں کی کہ ہر دو سندیں حضرت انس رضی اللہ عنہ پر جا کر مل جاتی ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے لئے ان روایات میں جس محبت کا مطالبہ ہے وہ محبت طبعی مراد ہے کیونکہ حدیث میں والد اور ولد سے مقابلہ ہے اور ان سے انسان کو محبت طبعی ہی ہوتی ہے پس نبی کریم ﷺ سے محبت طبعی اس درجہ میں مطلوب ہے کہ وہاں تک کسی کی بھی محبت کی رسائی نہ ہو۔ حتیٰ کہ اپنے نفس تک کی بھی محبت نہ ہو۔

بَابُ حَلَاوَةِ الْإِيْمَانِ

باب: ایمان کی مٹھاس کا بیان

١٦۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ: أَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ)). [أطرافه في: ٢١، ٦٠٤١، ٦٩٤١] [مسلم: ١٦٣؛ ترمذي: ٢٦٢٤]

(١٦) ہمیں محمد بن مثنیٰ نے یہ حدیث بیان کی، ان کو عبدالوہاب ثقفی نے، ان کو ایوب نے، وہ ابوقلابہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں۔ وہ نبی کریم ﷺ سے، آپ نے فرمایا: ''تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ پیدا ہو جائیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا۔ اول یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بن جائیں۔ دوسرے یہ کہ وہ کسی انسان سے محض اللہ کی رضا کے لئے محبت رکھے۔ تیسرے یہ کہ وہ کفر میں واپس لوٹنے کو ایسا برا جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔''

تشریح: یہاں بھی امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے مرجیہ اور ان کے کلی وجزوی ہم نواؤں کے عقائد فاسدہ پر ایک کاری ضرب لگائی ہے اور ایمان کی کمی وزیادتی اور ایمان پر اعمال کے اثر انداز ہونے کے سلسلے میں استدلال کیا ہے اور بتلایا ہے کہ ایمان کی حلاوت کے لئے اللہ و رسول کی حقیقی محبت، اللہ والوں کی محبت اور ایمان میں استقامت لازم ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وفی قوله حلاوة الايمان استعارة تخيلية شبه رغبة المؤمن فی الايمان بشيء حلو واثبت له لازم ذالك الشيء واضافه اليه وفيه تلميح الى قصة المريض والصحيح لان المريض الصفراوی يجد طعم العسل مرا والصحيح يذوق حلاوته على ماهی عليه وكلما نقصت الصحة شيئا ما نقص ذوقه بقدر ذالك فكانت هذه

الاستعارة من اوضح ما یقوی استدلال المصنف علی الزیادة والنقص۔" یعنی ایمان کے لیے لفظ حلاوت بطور استعارہ استعمال فرما کر مؤمن کی ایمانی رغبت کو میٹھی چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور اس کے لازمہ کو ثابت کیا گیا ہے اور اسے اس کی طرف منسوب کیا اس میں مریض اور تندرست کی تشبیہ پر بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ صفراوی مریض شہد کو بھی چکھے گا تو اسے کڑوا بتلائے گا اور تندرست اس کی مٹھاس کی لذت حاصل کرے گا۔ گویا جس طرح صحت خراب ہونے سے شہد کا مزہ خراب معلوم ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح معاصی کا صفرا جس کے مزاج پر غالب ہے، اسے ایمان کی حلاوت نصیب نہ ہوگی۔ ایمان کی کمی وزیادتی کو ثابت کرنے کے لیے مصنف کا یہ نہایت واضح اور قوی تر استدلال ہے۔

حدیث مذکور میں حلاوت ایمان کے لئے تین خصلتیں پیش کی گئی ہیں۔ شیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دین کی ایک اصل عظیم ہے ۔اس میں پہلی چیز اللہ اور اس کے رسول کی محبت قرار دی گئی ہے جس سے ایمانی محبت مراد ہے۔ اللہ کی محبت کا مطلب یہ کہ توحید الوہیت میں اسے وحدہ لاشریک لہ یقین کر کے عبادت کی جملہ اقسام صرف اس اکیلے کے لیے عمل میں لائی جائیں اور کسی بھی نبی، ولی، فرشتے، جن، بھوت، دیوی، دیوتا، انسان وغیرہ وغیرہ کو اس کی عبادت کے کاموں میں شریک نہ کیا جائے۔ کیونکہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا یہی تقاضا ہے۔ جس کے متعلق حضرت علامہ نواب صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الدین الخالص'' میں فرماتے ہیں:" وفی هذه الکلمة نفی واثبات ، نفی الالوهیة عما سوی الله تعالی من المرسلین حتی محمد ﷺ والملائکة حتی جبرئیل فضلا عن غیرهم من الاولیاء والصالحین واثباتها له وحده لا حق فی ذالك لاحد من المقربین اذا فهمت ذالك فتأمل هذه الالوهیة التی اثبتها کلها لنفسه المقدسة ونفی عن محمد وجبرئیل وغیرهما ان یکون لهم مثقال حبة خردل منها۔" (الدین الخالص ، ج:١ / ص:١٨٢)

یعنی اس کلمہ طیبہ میں نفی اور اثبات ہے۔ اللہ پاک کی ذات مقدس کے سوا ہر چیز کے لئے الوہیت کی نفی ہے۔ حتیٰ کہ حضرت محمد ﷺ وحضرت جبرئیل علیہ السلام تک کے لئے بھی نفی ہے۔ پھر دیگر اولیا وصلحا کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ الوہیت خالص اللہ کے لیے ثابت ہے اور مقربین میں سے کسی کے لیے اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ جب تم نے یہ سمجھ لیا تو غور کرو کہ یہ الوہیت وہ ہے جس کو اللہ پاک نے خاص اپنی ہی ذات مقدسہ کے لئے ثابت کیا ہے اور اپنے ہر غیر حتیٰ کہ محمد وجبرئیل علیہما السلام تک سے اس کی نفی کی ہے، ان کے لئے ایک رائی کے دانہ برابر بھی الوہیت کا کوئی حصہ حاصل نہیں۔ پس حقیقی محبت الٰہی کا یہی مقام ہے جو لوگ اللہ کی الوہیت میں اس کی عبادت کے کاموں میں اولیا وصلحا یا انبیا وملائکہ کو شریک کرتے ہیں۔

ویظنون الله جعل نحوا من الخلق منزلة یرضی ان العامی یلتجیء الیهم ویرجوهم ویخالفهم ویستغیث بهم ویستعین منهم بقضاء حوائجه واسعاف مرامه وانجاح مقامه ویجعلهم وسائط بینه وبین الله تعالی هی الشرك الجلی الذی لا یغفر الله تعالی ابدا۔" (حوالہ مذکور) اور گمان کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنے خاص بندوں کو ایسا مقام دے رکھا ہے کہ عوام ان کی طرف پناہ ڈھونڈیں، ان سے اپنی مرادیں مانگیں، ان سے استعانت کریں اور قضائے حاجات کے لئے ان کو اللہ کے درمیان وسیلہ ٹھہرادیں۔ یہ وہ شرک جلی ہے جس کو اللہ پاک ہرگز ہرگز نہیں بخشے گا:﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (٤/النساء:٤٨) یعنی ''بے شک اللہ شرک کو نہیں بخشے گا اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے بخش دے گا۔''

''رسول'' کی محبت سے ان کی اطاعت وفرمانبرداری مراد ہے اس کے بغیر محبت رسول کا دعویٰ غلط ہے۔ نیز محبت رسول کا تقاضا ہے کہ آپ کا ہر فرمان بلند وبالا تسلیم کیا جائے۔ اور اس کے مقابلہ پر کسی کا کوئی حکم نہ مانا جائے۔ پس جو لوگ صحیح احادیث مرفوعہ کی موجودگی میں اپنے مزعومہ اماموں کے اقوال کو مقدم رکھتے ہیں اور اللہ کے رسول کے فرمان کو ٹھکرا دیتے ہیں ان کے متعلق سید العلامہ نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"تأمل فی مقلدة المذاهب کیف اقروا علی انفسهم بتقلید الاموات من العلماء والاولیاء واعترفوا بان فهم الکتاب والسنة کان خاصا لهم واستدلوا لاشراکهم فی الصلحاء بعبارات القوم وکاشفات الشیوخ فی النوم ورجحوا کلام الامة والائمة علی کلام الله تعالی ورسوله علی بصیرة منهم وعلی علم فما ندری ما عذرهم عن ذالك غدا یوم الحساب والکتاب وما ینهیهم من ذالك العذاب والعقاب۔" (الدین الخالص ، ج:١/ ص:١٩٦)

یعنی مذاہب معلومہ کے مقلدین میں غور کرو کہ علما واولیا جو دنیا سے رخصت ہو چکے، ان کی تقلید میں کس طور پر گرفتار ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کا سمجھنا ان ہی اماموں پر ختم ہو چکا، یہ خاص ان ہی کا کام تھا۔ صلحا کو عبادت الٰہی میں شریک کرنے کے لئے عبارات قوم سے کتر بیونت کر کے دلیل پکڑتے ہیں اور شیوخ کے مکاشفات سے جوان کے خوابوں سے متعلق ہوتے ہیں اور امت اور ائمہ کے کلام کو اللہ ورسول کے کلام پر ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ روش صحیح نہیں ہے۔ ہم نہیں جان سکتے کہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے یہ لوگ کیا عذر بیان کریں گے اور اس دن کے عذاب سے ان کو کون سی چیز نجات دلا سکے گی۔

الغرض اللہ ورسول کی محبت کا تقاضا یہی ہے جو اوپر بیان ہوا، ورنہ صادق آئے گا:

تعصی الرسول وانت تظهر حبه هذا لعمری فی القیاس بدیع

لوکان حبك صادقا لاطعته ان المحب لمن یحب مطیع

اس حدیث نبوی میں دوسری خصلت بھی بہت ہی اہم بیان کی گئی ہے کہ مؤمن کامل وہ ہے جس کی لوگوں سے محبت خالص اللہ کے لئے ہو اور دشمنی بھی خالص اللہ کے لئے ہو۔ نفسانی اغراض کا شائبہ بھی نہ ہو۔ جیسا کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی بابت مروی ہے کہ ایک کافر نے جس کی چھاتی پر آپ چڑھے ہوئے تھے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ تو آپ فوراً ہٹ کر اس کے قتل سے رک گئے اور یہ فرمایا کہ اب میرا یہ قتل کرنا اللہ کے لئے نہ ہوتا۔ بلکہ اس کے تھوکنے کی وجہ سے یہ اپنے نفس کے لئے ہوتا مؤمن صادق کا یہ شیوہ نہیں کہ اپنے نفس کے لئے کسی سے عداوت یا محبت رکھے۔

تیسری خصلت میں اسلام وایمان پر استقامت مراد ہے۔ حالات کتنے بھی ناساز گار ہوں ایک سچا مؤمن دولت ایمان کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ بلاشک جس میں یہ تینوں خصلتیں جمع ہوں گی اس نے درحقیقت ایمان کی لذت حاصل کی پھر وہ کسی حال میں بھی ایمان سے محرومی پسند نہ کرے گا اور مرتد ہونے کے لیے کبھی بھی تیار نہ ہو سکے گا۔ خواہ وہ شہید کر دیا جائے، اسلامی تاریخ کی ماضی وحال میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ بہت سے مخلص بندگان مسلمین نے جام شہادت نوش کر لیا مگر ارتداد کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اللہ پاک ہر مسلمان مرد وعورت کے اندر ایسی ہی استقامت پیدا فرمائے۔ آمین۔

ابونعیم نے مستخرج میں حسن بن سفیان عن محمد بن المثنی کی روایت سے ((ویکره ان یعود فی الکفر)) کے آگے ((بعد اذ انقذه الله)) کے الفاظ زیادہ کئے ہیں۔ خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دوسری سند سے ان لفظوں کا اضافہ نقل فرمایا ہے۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ان لفظوں کا ترجمہ یہ کہ وہ کفر میں واپس جانا مکروہ سمجھے اس کے بعد کہ اللہ پاک نے اسے اس سے نکالا۔ مراد وہ لوگ ہیں جو پہلے کافر تھے بعد میں اللہ نے اس کو ایمان واسلام نصیب فرمایا۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "هذا الاسناد كله بصريون۔" یعنی اس سند میں سب کے سب بصری راوی واقع ہوئے ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب: حدیث مذکور میں ((ان یکون الله ورسوله احب الیه مما سواهما)) فرمایا گیا ہے۔ جس میں ضمیر تثنیہ "هما" میں اللہ اور رسول ہر دو کو جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ جمع کرنا اس حدیث سے ٹکراتا ہے، جس میں ذکر ہے کہ کسی خطیب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک خطبہ بایں الفاظ دیا تھا: من یطع الله ورسوله فقد رشد ومن یعصهما آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اظہار خفگی کے لئے فرمایا: ((بئس الخطیب انت)) یعنی تم اچھے خطیب نہیں ہو۔ آپ کی یہ خفگی یہاں ضمیر (هما) پر تھی جب کہ خطیب نے "یعصهما" کہہ دیا تھا۔ اہل علم نے اس اشکال کے کئی جواب دیئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ تعلیم اور خطبہ کے مواقع الگ الگ ہیں۔ حدیث ہذا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور معلم اختصار وجامعیت کے پیش نظر یہاں "هما" ضمیر استعمال فرمائی اور خطیب نے خطبہ کے موقع پر جب کہ تفصیل وتطویل کا موقع تھا۔ اختصار کے لئے "ها" ضمیر استعمال کی جو بہتر نہ تھی۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خفگی فرمائی۔ کچھ اہل علم کہتے ہیں کہ حدیث مذکور میں مقام محبت میں ہر دو کو جمع کیا گیا ہے جو بالکل درست ہے کیونکہ اللہ ورسول کی محبت لازم وملزوم، ہر دو کی محبت جمع ہو گئی تو نجات ہو گئی اور ایمان کا مدار ہر دو کی محبت پر ہے اور خطیب مذکور نے معصیت کے معاملہ میں دونوں کو جمع کر دیا تھا جس سے وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ ہر دو کی معصیت نقصان کا باعث ہے اور اگر کسی نے ایک کی اطاعت کی اور ایک کی نافرمانی تو یہ موجب نقصان نہیں حالانکہ ایسا خیال بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ اللہ کی اطاعت نہ کرنا بھی گمراہی اور رسول کی نافرمانی بھی گمراہی، اس لئے وہاں الگ الگ بیان ضروری تھا، اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ تم کو خطبہ دینا نہیں آتا۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ سے مشکل الآ ثار میں یوں لکھا ہے کہ خطیب مذکور نے لفظ "ومن یعصہما" پر سکتہ کر دیا تھا اور ٹھہر کر بعد میں کہا "فقد غوی" اس سے ترجمہ یہ ہو گیا تھا کہ جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے وہ نیک ہے اور جو نیک ہے اور جو نافرمانی کرے وہ بھی، اس طرز ادا سے بڑی بھاری غلطی کا امکان تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے اس خطیب کو تنبیہ فرمائی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ حدیث مذکور میں ((مما سواھما)) کے الفاظ استعمال کئے گئے: "ممن سواھما" نہیں فرمایا گیا اس لئے کہ الفاظ سابقہ میں بطور عموم اہل عقل اور غیر اہل عقل یعنی انسان حیوان، جانور، نباتات، جمادات سب داخل ہیں۔ "ممن سواھما" کہنے میں خاص اہل عقل مراد ہوتے، اس لئے ((مما سواھما)) کے الفاظ استعمال کیے گئے اور اس میں اس پر بھی دلیل ہے کہ اس تنبیہ کے استعمال میں کوئی برائی نہیں۔

حدیث مذکور میں اس امر پر بھی اشارہ ہے کہ نیکیوں سے آراستہ ہونا اور برائیوں سے دور رہنا تکمیل ایمان کے لیے ضروری ہے۔

بَابٌ: عَلَامَةُ الْإِيْمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ

باب: اس بیان میں کہ انصار کی محبت ایمان کی نشانی ہے

١٧ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَبْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((آيَةُ الْإِيْمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ، وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ)). [طرفه في:٣٧٨٤]

(١٧) ہم سے اس حدیث کو ابوالولید نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، انہیں عبداللہ بن جبر نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس کو سنا، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "انصار سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے اور انصار سے کینہ رکھنا نفاق کی نشانی ہے۔"

[مسلم: ٢٣٥، ٢٣٦؛ نسائي: ٥٠٣٤]

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بھی مرجیہ کی تردید کے لیے اس روایت کو نقل فرمایا ہے۔ انصار اہل مدینہ کا لقب ہے جو انہیں مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کی امداد و اعانت کے صلہ میں دیا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور آپ کے ساتھ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد مدینہ آ گئی تو اس وقت مدینہ کے مسلمانوں نے آپ کی اور دیگر مسلمانوں کی جس طرح امداد فرمائی۔ تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ ان کا بہت بڑا کارنامہ تھا جس کو اللہ کی طرف سے اس طرح قبول کیا گیا کہ قیامت تک مسلمان ان کا ذکر انصار کے معزز نام سے کرتے رہیں گے۔ اس نازک وقت میں اگر اہل مدینہ اسلام کی مدد کے لئے نہ کھڑے ہوتے تو عرب میں اسلام کے ابھرنے کا کوئی موقعہ نہ تھا۔ اس لئے انصار کی محبت ایمان کا جزو قرار پائی۔ قرآن پاک میں بھی جابجا انصار و مہاجرین کا ذکر خیر ہوا ہے اور ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ (٩٨/البینۃ:٨) سے ان کو یاد کیا گیا ہے۔

انصار کے مناقب و فضائل میں اور بھی بہت سی احادیث مروی ہیں۔ جن کا ذکر موجب طوالت ہوگا۔ ان کے باہمی جنگ وجدال کے متعلق علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وانما کان حالهم فی ذالك حال المجتهدین فی الاحکام للمصيب اجران وللمخطیء اجر واحد والله اعلم۔" یعنی اس بارے میں ان کو ان مجتہدین کے حال پر قیاس کیا جائے گا جن کا اجتہاد درست ہو ان کو دوگنا ثواب ملتا ہے اور اگر ان سے خطا ہو جائے تو بھی وہ ایک ثواب سے محروم نہیں رہتے۔ المجتهد قد یخطیء ویصیب ہمارے لئے یہی بہتر ہوگا کہ اس بارے میں زبان بند رکھتے ہوئے ان سب کو عزت سے یاد کریں۔

انصار کے فضائل کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود اپنے بارے میں فرمایا: ((لولا الهجرة لكنت امرأ من الانصار)) (بخاری شریف) "اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں بھی اپنا شمار انصار ہی میں کراتا۔" اللہ پاک نے انصار کو یہ عزت عطا فرمائی کہ قیامت تک کے لئے نبی کریم ﷺ ان کے شہر مدینہ میں ان کے ساتھ آرام فرما رہے ہیں۔

ایک بار آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر سب لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں تو میں انصار ہی کی وادی کو اختیار کروں گا۔ اس سے بھی انصار کی شان و مرتبت کا اظہار مقصود ہے۔

بَابٌ: [بَايِعُوْنِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوْا بِاللَّهِ شَيْئًا]

باب: میں نے اس بات پر بیعت کی کہ اللہ کے علاوہ کسی کو شریک نہیں بناؤں گا

۱۸ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُوْ إِدْرِيْسَ عَائِذُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ ـوَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا، وَهُوَ أَحَدُ النُّقَبَاءِ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِـ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ- وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ-: ((بَايِعُوْنِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوْا بِاللَّهِ شَيْئًا، وَلَا تَسْرِقُوْا، وَلَا تَزْنُوْا، وَلَا تَقْتُلُوْا أَوْلَادَكُمْ، وَلَا تَأْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ، وَلَا تَعْصُوْا فِي مَعْرُوْفٍ، فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللَّهُ، فَهُوَ إِلَى اللَّهِ إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ، وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ)). فَبَايَعْنَاهُ عَلَى ذَلِكَ.

[أطرافه في: ٣٨٩٢، ٣٨٩٣، ٣٩٩٩، ٤٨٩٤، ٦٧٨٤، ٦٨٠١، ٦٨٧٣، ٧٠٥٥، ٧١٩٩، ٧٢١٣، ٧٤٦٨] [مسلم: ٤٤٦١، ٤٤٦٢؛ ترمذي: ١٤٣٩؛ نسائي: ٤١٧٢، ٤١٧٣، ٤١٨٩، ٤٢٢١، ٥٠١٧]

(۱۸) ہم سے اس حدیث کو ابوالیمان نے بیان کیا، ان کو شعیب نے خبر دی، وہ زہری سے نقل کرتے ہیں۔ انہیں ابوادریس عائذ اللہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جو بدر کی لڑائی میں شریک تھے اور لیلۃ العقبہ کے (بارہ) نقیبوں میں سے تھے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت جب آپ کے گرد صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی فرمایا کہ "مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے، چوری نہ کرو گے، زنا نہ کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے اور نہ عمداً کسی پر کوئی ناحق بہتان باندھو گے اور کسی بھی اچھی بات میں (اللہ کی) نافرمانی نہ کرو گے۔ جو کوئی تم میں (اس عہد کو) پورا کرے گا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے اور جو کوئی ان (بری باتوں) میں سے کسی کا ارتکاب کرے اور اسے دنیا میں (اسلامی قانون کے تحت) سزا دے دی گئی تو یہ سزا اس کے (گناہوں کے) لئے بدلہ ہو جائے گی اور جو کوئی ان میں سے کسی بات میں مبتلا ہو گیا اور اللہ نے اس کے (گناہ) کو چھپا لیا تو پھر اس کا (معاملہ) اللہ کے حوالہ ہے، اگر چاہے معاف کرے اور اگر چاہے سزا دے دے۔" (عبادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) پھر ہم سب نے ان (سب باتوں) پر آپ ﷺ سے بیعت کر لی۔

تشریح: اس حدیث کے راوی عبادہ بن صامت خزرجی رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے مکہ آکر مقام عقبہ میں نبی کریم ﷺ سے بیعت کی اور اہل مدینہ کی تعلیم و تربیت کے لئے آپ ﷺ نے جن بارہ آدمیوں کو اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ یہ ان میں سے ایک ہیں اور جنگ بدر کے مجاہدین میں سے ہیں۔ (۳۴) ہجری میں (۷۲) سال کی عمر پا کر انتقال کیا اور رملہ میں دفن ہوئے۔ صحیح بخاری میں ان سے نو احادیث مروی ہیں۔

انصار کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مدینہ کے لوگوں نے جب اسلام کی اعانت کے لئے مکہ آ کر رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تو اسی بنا پر ان کا نام انصار ہوا۔ انصار ناصر کی جمع ہے اور ناصر مددگار کو کہتے ہیں۔ انصار عہد جاہلیت میں بنو قیلہ کے نام سے موسوم تھے۔ قیلہ اس ماں کو کہتے ہیں جو دو قبائل کی جامعہ

ہو۔ جس سے اوس اور خزرج ہر دو قبائل مراد ہیں۔ ان ہی کے مجموعہ کو انصار کہا گیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلامی قانون کے تحت جب ایک مجرم کو اس کے جرم کی سزا مل جائے تو آخرت میں اس کے لئے یہ سزا کفارہ بن جاتی ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح یہ ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ کی سزا دے۔ اسی طرح اللہ پر کسی نیکی کا ثواب دینا بھی ضروری نہیں۔ اگر وہ گناہ گار کو سزا دے تو یہ اس کا عین انصاف ہے اور گناہ معاف کردے تو یہ اس کی عین رحمت ہے۔ نیکی پر اگر ثواب نہ دے تو یہ اس کی شان بے نیازی ہے اور ثواب عطا فرمادے تو یہ اس کا عین کرم ہے۔

تیسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب بغیر توبہ کئے مرجائے تو اللہ کی مرضی پر موقوف ہے، چاہے تو اس کے ایمان کی برکت سے بغیر سزا دیئے جنت میں داخل کرے اور چاہے سزا دے کر پھر جنت میں داخل کرے گا مگر شرک اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کے بارے میں قانون الٰہی یہ ہے ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهِ﴾ الایة (۴/النساء:۱۱۶) جو شخص شرک پر انتقال کرجائے اللہ پاک اسے ہرگز ہرگز نہیں بخشے گا اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ کسی مؤمن کا خون ناحق بھی نص قرآنی سے یہی حکم رکھتا ہے۔ اور حقوق العباد کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ جب تک وہ بندے ہی نہ معاف کردیں، معافی نہیں ملے گی۔

چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی عام آدمی کے بارے میں قطعی جنتی یا قطعی دوزخی کہنا جائز نہیں۔

پانچویں بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر ایمان دل میں ہے تو محض گناہوں کے ارتکاب سے انسان کافر نہیں ہوتا۔ مگر ایمان قلبی کے لئے زبان سے اقرار کرنا اور عمل سے ثبوت دینا بھی ضروری ہے۔ اس حدیث میں ایمان، اسلام، اخلاق، حقوق العباد کے وہ بیشتر مسائل آگئے ہیں۔ جن کو دین وایمان کی بنیاد کہا جاسکتا ہے۔ اس سے صاف واضح ہوگیا کہ نیکی وبدی یقیناً ایمان کی کمی وبیشی پر اثر انداز ہوتی ہیں اور جملہ اعمال صالحہ ایمان میں داخل ہیں۔ ان احادیث کی روایت سے امیر المحدثین رحمہ اللہ کا یہی مقصد ہے۔ پس جو لوگ ایمان میں کمی وبیشی کے قائل نہیں وہ یقیناً خطا پر ہیں۔ اس حدیث میں ان لوگوں کی بھی تردید ہے جو گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر یا ہمیشہ کے لئے دوزخی بتلاتے ہیں۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہماری روایت کے مطابق یہاں لفظ باب بغیر ترجمہ کے ہے اور یہ ترجمہ سابق ہی سے متعلق ہے۔ "ووجه التعلق انه لما ذكر الانصار فى الحديث الاول اشار فى هذا الى ابتداء السبب فى تلقيهم بالانصار لان اول ذالك كان ليلة العقبة لما توافقوا مع النبى ﷺ عند عقبة منى فى الموسم كما سيأتى شرح ذالك ان شاء الله تعالى فى السيرة النبوية من هذا الكتاب۔" یعنی اس تعلق کی وجہ یہ ہے کہ حدیث اول میں انصار کا ذکر کیا گیا تھا یہاں یہ بتلایا گیا کہ یہ لقب ان کو کیونکر ملا۔ اس کی ابتدا اس وقت سے ہوئی جب کہ ان لوگوں نے عقبہ میں منیٰ کے قریب نبی کریم ﷺ کی موافقت وامداد کے لئے پورے طور پر وعدہ کیا۔

لفظ ''عصابہ'' کا اطلاق زیادہ سے زیادہ چالیس پر ہوسکتا ہے۔ یہ بیعت اسلام تھی جس میں آپ نے شرک باللہ سے توبہ کرنے کا عہد لیا۔ پھر دیگر اخلاق برائیوں سے بچنے کا اور اولاد کو قتل نہ کرنے کا وعدہ لیا۔ جب کہ عرب میں یہ برائیاں عام تھیں۔ بہتان سے بچنے کا بھی وعدہ لیا۔ یہ جھوٹ ہے جس کی کوئی اصلیت نہ ہو۔ الفاظ ((بين ايديكم وارجلكم)) میں دل سے کنایہ ہے۔ یعنی دل نے ایک بے حقیقت بات گھڑ لی۔ آگے آپ ﷺ نے اصولی بات پر عہد لیا کہ ہر نیک کام میں ہمیشہ اطاعت کرنی ہوگی۔ معروف ہر وہ چیز ہے جو شریعت کی نگاہ میں جانی ہوئی ہو۔ اس کی ضد منکر ہے جو شریعت میں نگاہ نفرت سے دیکھی جائے۔

بَابٌ: مِنَ الدِّيْنِ الْفِرَارُ مِنَ الْفِتَنِ

باب: اس بیان میں کہ فتنوں سے دور بھاگنا (بھی) دین (ہی) میں شامل ہے

۱۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، (۱۹) ہم سے (اس حدیث کو) عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے

عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يُوْشِكُ أَنْ يَكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ، يَفِرُّ بِدِيْنِهِ مِنَ الْفِتَنِ)) [أطرافه في: ٣٣٠٠، ٣٦٠٠، ٦٤٩٥، ٧٠٨٨] [ابوداود: ٤٢٦٧؛ نسائي: ٥٠٥١؛ ابن ماجه: ٣٩٨٠]

اسے مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا، انہوں نے عبدالرحمن بن عبداللہ بن ابی صعصعہ سے، انہوں نے اپنے باپ (عبداللہ رحمہ اللہ) سے وہ ابوسعید خدری سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ وقت قریب ہے جب مسلمان کا (سب سے) عمدہ مال (اس کی) بکریاں ہوں گی۔ جن کے پیچھے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور برساتی وادیوں میں اپنے دین کو بچانے کے لئے بھاگ جائے گا۔“

تشریح: مقصد حدیث یہ ہے کہ جب فتنہ وفساد اتنا بڑھ جائے کہ اس کی اصلاح بظاہر ناممکن نظر آنے لگے تو ایسے وقت میں سب سے یکسوئی بہتر ہے۔ فتنہ میں فسق، فجور کی زیادتی، سیاسی حالات کی بدعنوانی، اور ملکی انتظامات کی بدعنوانی یہ سب چیزیں داخل ہیں۔ جن کی وجہ سے مرد مؤمن کے لئے اپنے دین اور ایمان کی حفاظت دشوار ہو جاتی ہے۔ ان حالات میں اگر محض دین کی حفاظت کے جذبے سے آدمی کسی تنہائی کی جگہ چلا جائے۔ جہاں فتنہ وفساد سے بچ سکے تو یہ بھی دین ہی کی بات ہے اور اس پر بھی آدمی کو ثواب ملے گا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہی ہے کہ اپنے دین کو بچانے کے لئے سب سے یکسوئی اختیار کرنے کا عمل بھی ایمان میں داخل ہے۔ جو لوگ اعمال صالحہ کو ایمان سے جدا قرار دیتے ہیں ان کا قول صحیح نہیں ہے۔

بکری کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ اس پر انسان آسانی سے قابو پالیتا ہے اور یہ انسان کے لئے مزاحمت بھی نہیں کرتی۔ یہ بہت ہی غریب اور مسکین جانور ہے۔ اس کو جنت کے چوپایوں میں سے کہا گیا ہے۔ اس سے انسان کو نفع بھی بہت ہے۔ اس کا دودھ بہت مفید ہے۔ جس کے استعمال سے طبیعت ہلکی رہتی ہے۔ نیز اس کی نسل بہت بڑھتی ہے۔ اس کی خوراک کے لئے بھی زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جنگلوں میں اپنا پیٹ خود بھر لیتی ہے۔ بآسانی پہاڑوں پر بھی چڑھ جاتی ہے۔ اس لئے فتنے فساد کے وقت پہاڑوں جنگلوں میں تنہائی اختیار کر کے اس مفید ترین جانور کی پرورش سے گزران معیشت کرنا مناسب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ بطور پیشین گوئی فرمایا تھا۔ چنانچہ تاریخ میں بہت پرفتن زمانے آئے اور کتنے ہی بندگان الٰہی نے اپنے دین وایمان کی حفاظت کے لئے آبادی سے ویرانوں کو اختیار کیا۔ اس لئے یہ عمل بھی ایمان میں داخل ہے کیونکہ اس سے ایمان واسلام کی حفاظت مقصود ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللّٰهِ)) وَأَنَّ الْمَعْرِفَةَ فِعْلُ الْقَلْبِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ﴾ [البقرة: ٢٢٥]

باب: رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کی تفصیل کہ ”میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہوں۔“ اور اس بات کا ثبوت کہ معرفت دل کا فعل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”لیکن (اللہ) گرفت کرے گا اس پر جو تمہارے دلوں نے کیا ہوگا“

٢٠ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا

(٢٠) یہ حدیث ہم سے محمد بن سلام نے بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ انہیں اس

عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَمَرَهُمْ أَمَرَهُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيقُوْنَ، قَالُوْا: إِنَّا لَسْنَا كَهَيْئَتِكَ يَارَسُوْلَ اللَّهِ! إِنَّ اللَّهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، فَيَغْضَبُ حَتَّى يُعْرَفَ الْغَضَبُ فِيْ وَجْهِهِ ثُمَّ يَقُوْلُ: ((إِنَّ أَتْقَاكُمْ وَأَعْلَمَكُمْ بِاللَّهِ أَنَا)).

کی عبدہ نے خبر دی، وہ ہشام سے نقل کرتے ہیں، ہشام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، وہ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ لوگوں کو کسی کام کا حکم دیتے تو وہ ایسا ہی کام ہوتا جس کے کرنے کی لوگوں میں طاقت ہوتی (اس پر) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم لوگ تو آپ جیسے نہیں ہیں (آپ تو معصوم ہیں) اور آپ کی اللہ پاک نے اگلی پچھلی سب لغزشیں معاف فرمادی ہیں۔ (اس لئے ہمیں اپنے سے کچھ زیادہ عبادت کرنے کا حکم فرمائیے) (یہ سن کر) آپ ناراض ہوئے حتیٰ کہ خفگی آپ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہونے لگی۔ پھر فرمایا کہ ''بے شک میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ اسے جانتا ہوں۔'' (پس تم مجھ سے بڑھ کر عبادت نہیں کرسکتے)۔

تشریح: اس باب کے تحت بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ایمان کا تعلق دل سے ہے اور دل کا یہ فعل ہر جگہ یکساں نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ کے قلب کی ایمانی کیفیت تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور ساری مخلوقات سے بڑھ کر تھی۔ یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مرجیہ کے ساتھ کرامیہ کے قول کا بطلان بھی ثابت کرنا چاہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان صرف قول کا نام ہے اور یہ حدیث ایمان کی کمی و زیادتی کے لئے بھی دلیل ہے۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان: ((انا اعلمکم باللہ)) سے ظاہر ہے کہ علم باللہ کے درجات ہیں اور اس بارے میں لوگ ایک دوسرے سے کم و زیادہ ہوسکتے ہیں اور نبی کریم ﷺ اس معاملہ میں جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم بلکہ تمام انسانوں سے بڑھ چڑھ کر حیثیت رکھتے ہیں۔ بعض صحابی آپ سے بڑھ کر عبادت کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے اس خیال کی تغلیط میں فرمایا کہ تمہارا یہ خیال صحیح نہیں۔ تم کتنی ہی عبادت کرو مگر مجھ سے نہیں بڑھ سکتے ہو اس لئے کہ معرفت خداوندی تم سب سے زیادہ مجھ ہی کو حاصل ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت میں میانہ روی ہی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ ایسی عبادت جو طاقت سے زیادہ ہو، اسلام میں پسندیدہ نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان معرفت رب کا نام ہے اور معرفت کا تعلق دل سے ہے۔ اس لئے ایمان محض زبانی اقرار کو نہیں کہا جاسکتا۔ اس کے لئے معرفت قلب بھی ضروری ہے اور ایمان کی کمی و بیشی بھی ثابت ہوئی۔

بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ مِنَ الْإِيْمَانِ

باب: اس بیان میں کہ جو آدمی کفر کی طرف واپسی کو آگ میں گرنے کے برابر سمجھے، تو اس کی یہ روش بھی ایمان میں داخل ہے

٢١۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ: مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا،

(٢١) اس حدیث کو ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، اور وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کا مزہ پالے گا: ایک یہ کہ وہ شخص جسے اللہ اور

وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ)). راجع: ١٦] [مسلم: ١٦٥؛ نسائي: ٥٠٠٣]

اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ عزیز ہوں اور دوسرے یہ کہ جو کسی بندے سے محض اللہ ہی کیلئے محبت کرے اور تیسری بات یہ کہ جسے اللہ نے کفر سے نجات دی ہو، پھر دوبارہ کفر اختیار کرنے کو وہ ایسا برا سمجھے جیسا آگ میں گر جانے کو برا جانتا ہے۔''

تشریح: ظاہر ہے کہ جس شخص کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت فی الحقیقت بیٹھ جائے وہ کفر کو کسی حالت میں برداشت نہیں کرے گا۔لیکن اس محبت کا اظہار محض اقرار سے نہیں بلکہ اطاعت احکام اور مجاہدۂ نفس سے ہوتا ہے اور ایسا ہی آدمی درحقیقت اسلام کی راہ میں مصیبتیں جھیل کر بھی خوش رہ سکتا ہے۔اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جملہ عادات پاکیزہ اور استقامت یہ سب ایمان میں داخل ہیں۔ابھی پیچھے یہی حدیث ذکر ہو چکی ہے۔ جس میں ((بعد اذ انقذه الله)) کے لفظ نہیں تھے۔مزید تفصیل کے لئے پچھلے صفحات کا مطالعہ کیا جائے۔

نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وهذا الحديث بمعنى حديث ذاق طعم الايمان من رضى بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد ﷺ رسولا وذالك انه لا يصح المحبة لله ورسوله حقيقة وحب الآدمى فى الله ورسوله وكراهة الرجوع الى الكفر لا يكون الا لمن قوى الايمان يقينه واطمأنت به نفسه وانشرح له صدره وخالط لحمه ودمه وهذا هو الذى وجد حلاوته والحب فى الله من ثمرات حب الله۔" (سراج الوهاج ، ص:٣٦)

یعنی یہ حدیث دوسری حدیث ((ذاق طعم الایمان...... الخ)) ہی کے معنی میں ہے جس میں وارد ہے کہ ایمان کا مزہ اس نے چکھ لیا جو اللہ سے از روئے رب ہونے کے راضی ہو گیا اور جس نے اسلام کو بحیثیت دین کے پسند کر لیا اور محمد ﷺ کو بحیثیت رسول کے مان لیا، اس نے ایمان کا مزہ حاصل کر لیا۔اور یہ نعمت اسی خوش نصیب انسان کو حاصل ہوتی ہے جس کے ایمان نے اس کے یقین کو طاقت ور کر دیا ہو اور اس سے اس کا نفس مطمئن ہو گیا اور اس کا سینہ کھل گیا اور ایمان ویقین اس کے گوشت پوست اور خون میں داخل ہو گیا۔یہی وہ خوش نصیب ہے جس نے ایمان کی حلاوت پائی اور اللہ کے لئے اس کے نیک بندوں کی محبت اللہ ہی کی محبت کا پھل ہے۔پھر آگے نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت دلی میلان کا نام ہے۔کبھی یہ حسین وجمیل صورتوں کی طرف ہوتا ہے، کبھی اچھی آواز یا اچھے کھانے کی طرف، کبھی یہ لذت میلان باطنی معانی سے متعلق ہوتی ہے۔جیسے صالحین وعلما واہل فضل سے ان کے مراتب کمال کی بنا پر محبت رکھنا۔کبھی محبت ایسے لوگوں سے پیدا ہو جاتی ہے جو صاحب احسان ہیں۔جنہوں نے تکالیف اور مصائب کے وقت مدد کی ہے۔ایسے لوگوں کی محبت بھی مستحسن ہے اور اس قسم کی جملہ خوبیاں اللہ کے نبی، محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی میں جمع ہیں۔ آپ کا جمال ظاہر وباطن اور آپ کے خصائل حمیدہ اور فضائل اور جمیع المسلمین پر آپ کے احسانات ظاہر ہیں۔اس لئے آپ کی محبت عین تقاضائے ایمان ہے۔

آگے نواب رحمۃ اللہ علیہ نے عشق مجازی پر ایک طویل تبصرہ فرماتے ہوئے بتلایا ہے کہ "ومن اعظم مكائد الشيطان ما فتن به عشاق صور المرد والنسوان وتلك لعمر الله فتنة كبرىٰ وبلية عظمىٰ الخ۔" یعنی شیطان کے عظیم ترجالوں میں سے ایک یہ جال ہے جس میں بہت سے عشاق مبتلا رہتے چلے آئے ہیں اور اس وقت بھی موجود ہیں جو لڑکوں اور عورتوں کی صورتوں پر عاشق ہو کر اپنی دنیا وآخرت تباہ کر لیتے ہیں اور قسم اللہ کی یہ بہت ہی بڑا فتنہ ہے بڑی مصیبت ہے۔اللہ ہر مرد مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔آمین۔

امام المفسرین ناصر المحدثین نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ اپنے مشہور مقالہ تحریم الخمر میں فرماتے ہیں:

''مرض عشق کو شراب وزنا کے ساتھ مثل غنا کے ایک مناسبت خاص ہے۔یہ مرض شہوت فرج سے پیدا ہوتا ہے۔جس کی مزاج پر شہوت غالب آجاتی ہے تو یہ بیماری اس شہوت پرست کو پکڑ لیتی ہے جب وصال معشوق محال ہوتا ہے یا میسر نہیں آتا تو عشق سے حرکات بے عقلی ظاہر ہونے لگتی ہیں۔

لہٰذا کتب دین میں عشق کی مذمت آئی ہے اور اس کا انجام شرک ٹھہرایا ہے۔ قرآن وحدیث میں کسی جگہ اس منحوس لفظ کا استعمال نہیں ہوا۔ قصہ زلیخا میں افراط محبت بلفظ "شغف حب" سے تعبیر کیا ہے۔ یہ حرکت زلیخا سے حالت کفر میں صادر ہوئی تھی۔ ہنود میں بھی ظہور عشق عورتوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ بخلاف عرب کے کہ وہاں مرد عشاق زن ہوتے ہیں۔ جس طرح کہ قیس لیلیٰ پر فریفتہ تھا۔ اس سے بدتر عشق اہل فرس کا ہے کہ وہ مرد پر شیفتہ ہوتے ہیں۔ یہ ایک قسم لواطت اور اغلام کی ہے۔ جس طرح کہ عورت کی طرف سے عشق کا ظہور ایک مقدمہ زنا ہے۔ جو کوئی اس مرض کا مریض ہوتا ہے وہ شرابی، زانی ہو جاتا ہے۔ اہل علم نے لکھا ہے کہ عشق بندے کو توحید الٰہی سے روک کر گرفتار شرک وبت پرستی کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ عاشق، معشوق کا بندہ ہو جاتا ہے اس کی رضا مندی کو خالق کی رضا مندی پر مقدم رکھتا ہے۔ یہی اس کی صنم پرستی ہے۔ کتاب اغاثة اللهفان وكتاب الدواء الكافي اور دیگر رسائل میں آفات ومصائب عشق کو تفصیل وار لکھا ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس شرک شیریں وکفر نمکین سے بچا کر اپنی محبت بخشے اور مجاز سے حقیقت کی طرف لائے۔ حدیث میں آیا ہے: "حبك الشيء يعمي ويصم۔" یعنی کسی چیز کی محبت تجھ کو اندھا بہرہ بنا دیتی ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ یہی حال مقلدین جامدین کا ہے جن کا طور طریقہ بالکل ان لوگوں کے مطابق ہے۔ جن کا حال اللہ پاک نے یوں بیان فرمایا ہے: ﴿اتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (۹/التوبة: ۳۱) انہوں نے اپنے علماء ومشائخ کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے ائمہ مجتہدین کا احترام اپنی جگہ پر ہے مگر ان کے ہر فتویٰ ہر ارشاد کو وحی آسمانی کا درجہ دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں کہا جا سکتا۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو افراط وتفریط سے بچائے۔ آمین

بَابُ تَفَاضُلِ أَهْلِ الْإِيْمَانِ فِي الْأَعْمَالِ

باب: (اس بیان میں کہ) ایمان والوں کا عمل میں ایک دوسرے سے بڑھ جانا (عین ممکن ہے)

٢٢- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُوْلُ اللَّهُ [تَعَالَى]: أَخْرِجُوْا مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ. فَيُخْرَجُوْنَ مِنْهَا قَدِ اسْوَدُّوْا فَيُلْقَوْنَ فِيْ نَهْرِ الْحَيَا أَوِ الْحَيَاةِ- شَكَّ مَالِكٌ- فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ جَانِبِ السَّيْلِ، أَلَمْ تَرَ أَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً؟)) قَالَ وُهَيْبٌ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو: ((الْحَيَاةِ)). وَقَالَ ((خَرْدَلٍ مِنْ خَيْرٍ)).

[اطرافه في: ٤٥٨١، ٤٩١٩، ٦٥٦٠، ٦٥٧٤، ٧٤٣٨، ٧٤٣٩] [مسلم: ٤٥٧، ٤٥٨]

(۲۲) ہم سے اسماعیل نے یہ حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں ان سے مالک نے، وہ عمرو بن یحییٰ المازنی سے نقل کرتے ہیں، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ اللہ پاک فرمائے گا، جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر (بھی) ایمان ہو، اس کو بھی دوزخ سے نکال لو۔ تب (ایسے لوگ) دوزخ سے نکال لیے جائیں گے اور وہ جل کر کوئلے کی طرح سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ پھر زندگی کی نہر میں یا بارش کے پانی میں ڈالے جائیں گے (یہاں راوی کو شک ہو گیا ہے کہ اوپر کے راوی نے کون سا لفظ استعمال کیا) اس وقت وہ دانے کی طرح اگ آئیں گے جس طرح ندی کے کنارے دانے اگ آتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ دانہ زردی مائل پیچ در پیچ نکلتا ہے۔ وہیب نے کہا کہ ہم سے عمرو نے (حیا کے بجائے) ''حیاۃ'' اور (خردل من ایمان) کی بجائے ''خردل من خیر'' کا لفظ بیان کیا۔

تشریح: اس حدیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جس کسی کے دل میں ایمان کم سے کم ہوگا۔ کسی نہ کسی دن وہ مشیئت ایزدی کے تحت اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان پر نجات کا مدار تو ہے۔ مگر اللہ کے یہاں درجات اعمال ہی سے ملیں گے۔ جس قدر اعمال عمدہ اور نیک ہوں گے اس قدر اس کی عزت ہوگی۔

اس سے ظاہر ہوا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں اور یہ کہ کچھ لوگ ایمان میں ترقی یافتہ ہوتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کا ایمان کمزور ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض کے قلوب میں ایمان محض ایک رائی کے دانہ برابر ہوتا ہے۔ حدیث نبوی میں اس قدر وضاحت کے بعد بھی جو لوگ جملہ ایمانداروں کا ایمان یکساں مانتے ہیں اور کمی بیشی کے قائل نہیں ان کے اس قول کا خود اندازہ کر لینا چاہیے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ووجه مطابقة هذا الحديث للترجمة ظاهر واراد بايراده الرد على المرجئة لما فيه من ضرر المعاصى مع الايمان وعلى المعتزلة فى ان المعاصى موجبة للخلود۔"

یعنی اس حدیث کی باب سے مطابقت ظاہر ہے اور مصنف رحمہ اللہ کا یہاں اس حدیث کے لانے سے مقصد مرجیہ کی تردید کرنا ہے۔ اس لئے کہ اس میں ایمان کے باوجود معاصی کا ضرر و نقصان بتلایا گیا ہے اور معتزلہ پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ گناہ گار لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

٢٣۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ، وَمِنْهَا مَا دُوْنَ ذٰلِكَ، وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ يَجُرُّهُ)) قَالُوْا: فَمَا أَوَّلْتَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ؟ قَالَ: ((الدِّيْنَ)) [أطرافه في: ٣٦٩١، ٧٠٠٨، ٧٠٠٩] ، [مسلم: ٦١٨٩؛ ترمذي: ٢٢٨٥، ٢٢٨٦؛ نسائي: ٥٠٢٦]

(۲۳) ہم سے محمد بن عبید اللہ نے یہ حدیث بیان کی، ان سے ابراہیم بن سعد نے، وہ صالح سے روایت کرتے ہیں، وہ ابن شہاب سے، وہ ابو امامہ بن سہل بن حنیف سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں ایک وقت سو رہا تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں اور وہ کرتے پہنے ہوئے ہیں۔ کسی کا کرتہ سینے تک ہے اور کسی کا اس سے نیچا ہے۔ (پھر) میرے سامنے عمر بن خطاب لائے گئے۔ (ان کے بدن) پر (جو) کرتہ تھا۔ اسے وہ گھسیٹ رہے تھے۔" (یعنی ان کا کرتہ زمین تک نیچا تھا) صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اس کی کیا تعبیر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "(اس سے) دین مراد ہے۔"

تشریح: مطلب یہ ہے کہ دین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات میں اس طرح جمع ہوگیا کہ کسی اور کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت اپنی فداکاری و جاں نثاری اور دینی عظمت کے لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی بڑھ کر ہے اور بزرگی و عظمت میں وہ سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر اسلام کو جو ترقی اور بحیثیت دین کے جو شوکت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات سے ہوئی وہ بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کا کرتہ سب سے بڑا تھا، اس لئے ان کی دینی فہم بھی اوروں سے بڑھ کر تھی۔ دین کی اسی کمی بیشی میں ان لوگوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان کم و بیش نہیں ہوتا۔ اس روایت کے نقل کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ کا یہی مقصد ہے۔

"ومطابقته للترجمة ظاهرة من جهة تأويل القمص بالدين وقد ذكر انهم متفاضلون فى لبسها فدل على انهم متفاضلون فى الايمان۔" (فتح الباری) یعنی حدیث اور باب کی مطابقت بایں طور ظاہر ہے کہ قمیصوں سے دین مراد ہے اور مذکور ہوا کہ لوگ ان کے پہننے میں کمی بیشی کی حالت میں ہیں۔ یہی دلیل ہے کہ وہ ایمان میں بھی کم و بیش ہیں۔ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وفی هذا الحديث التشبيه البليغ وهو تشبيه الدين بالقميص لانه ليستر عورة الانسان وكذالك الدين يستره من النار وفيه الدلالة على التفاضل فى الايمان كما هو مفهوم تاويل القميص الدين مع ما ذكره من ان اللابسين يتفاضلون فی لبسه۔“

یعنی اس حدیث میں ایک گہری بلیغ تشبیہ ہے جو دین کو قمیص کے ساتھ دی گئی ہے، قمیص انسان کے جسم کو چھپانے والی ہے، اسی طرح دین اسے دوزخ کی آگ سے چھپالے گا، اس میں ایمان کی کمی بیشی پر بھی دلیل ہے جیسا کہ قمیص کے ساتھ دین کی تعبیر کا مفہوم ہے۔ جس طرح قمیص پہننے والے اس کے پہننے میں کم وبیش ہیں اسی طرح دین میں بھی لوگ کم وبیش درجات رکھتے ہیں، پس ایمان کی کمی وبیشی ثابت ہوئی۔ اس حدیث کے جملہ راوی مدنی ہیں امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ آگے ان چیزوں کا بیان شروع فرما رہے ہیں، جن کے نہ ہونے سے ایمان میں نقص لازم آتا ہے۔ چنانچہ اگلا باب اس مضمون سے متعلق ہے۔

بَابٌ: الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيْمَانِ

باب: شرم وحیا بھی ایمان سے ہے

٢٤۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((دَعْهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيْمَانِ)) [طرفه في: ٦١١٨]

[ابوداود: ٤٧٩٥؛ نسائي: ٥٠٤٨]

(۲۴) عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں مالک بن انس نے ابن شہاب سے خبر دی، وہ سالم بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں، وہ اپنے باپ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ ایک انصاری شخص کے پاس سے گزرے اس حال میں کہ وہ اپنے ایک بھائی سے کہہ رہے تھے کہ تم اتنی شرم کیوں کرتے ہو۔ آپ نے اس انصاری سے فرمایا کہ ”اس کو اس کے حال پر رہنے دو کیونکہ حیا بھی ایمان ہی کا ایک حصہ ہے۔“

تشریح: بخاری کتاب الادب میں یہی روایت ابن شہاب سے آئی ہے۔ اس میں لفظ یعظ کی جگہ یعاتب ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ وہ انصاری اس کو اس بارے میں عتاب کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے انصاری سے فرمایا اسے اس کی حالت پر رہنے دو۔ حیا ایمان ہی کا حصہ ہے۔

حیا کی حقیقت یہ ہے کہ انسان برائی کی نسبت اپنے نام کے ساتھ ہونے سے ڈرے۔ حرام امور میں حیا کرنا واجب ہے اور مکروہات میں بھی حیا کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ الحیاء لا یاتی الا بخیر کا یہی مطلب ہے کہ حیا خیر ہی خیر لاتی ہے۔ بعض سلف کا قول ہے۔ خف الله على قدرته عليك واستحى منه على قدرة قربه منك۔ اللہ کا خوف پیدا کر واس اندازہ کے مطابق کہ وہ تمہارے اوپر کتنی زبردست قدرت رکھتا ہے اور اس سے شرم رکھو یہ اندازہ کرتے ہوئے کہ وہ تم سے کس قدر قریب ہے مقصد یہ ہے کہ اللہ کا خوف پورے طور پر ہو کہ وہ تمہارے اوپر اپنی قدرت کاملہ رکھتا ہے جب وہ چاہے اور جس طرح چاہے تم کو پکڑے اور اس سے شرم وحیا بھی اس خیال سے ہونی چاہیے کہ وہ تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

الغرض حیا اور شرم انسان کا ایک فطری نیک جذبہ ہے جو اسے بے حیائی سے روک دیتا ہے اور اس کے طفیل وہ بہت سے گناہوں کے ارتکاب سے بچ جاتا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ حیا سے مراد وہ بے جا شرم نہیں ہے جس کی وجہ سے انسان کی جرأت عمل ہی مفقود ہو جائے۔ وہ اپنے ضروری فرائض کی ادائیگی میں بھی شرم وحیا کا بہانہ تلاش کرنے لگے۔ امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی نقل سے بھی مرجیہ کی تردید کرنا چاہتے ہیں جو ایمان کو صرف قول بلا عمل مانتے ہیں۔ حالانکہ کتاب اللہ وسنت رسول ﷺ میں جملہ اعمال صالحہ وعادات سیئہ کو ایمان ہی کے اجزا قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیث بالا سے ظاہر ہے کہ شرم وحیا جیسی پاکیزہ عادت بھی ایمان میں داخل ہے۔

بَابٌ: ﴿فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوْا سَبِيلَهُمْ﴾ [التوبة:٥]

باب: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں کہ ''اگر وہ (کافر) توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو (یعنی ان سے جنگ نہ کرو)''

٢٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُسْنَدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ رَوْحٍ الْحَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَيُقِيمُوْا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّي دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ)). [مسلم:١٢٩]

(۲۵) اس حدیث کو ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، ان سے ابو روح حرمی بن عمارہ نے، ان سے شعبہ نے، وہ واقد بن محمد سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں میں نے یہ حدیث اپنے باپ سے سنی، وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے (اللہ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں اس وقت تک کہ وہ اس بات کا اقرار کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز ادا کرنے لگیں اور زکوٰۃ دیں، جس وقت وہ یہ کرنے لگیں گے تو مجھ سے اپنے جان و مال کو محفوظ کرلیں گے، سوائے اسلام کے حق کے۔ (رہا ان کے دل کا حال تو) ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔''

تشریح: علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابواب ایمان میں لانے سے فرقہ ضالہ مرجیہ کی تردید مقصود ہے جن کا گمان ہے کہ ایمان کے لیے عمل کی حاجت نہیں۔ آیت اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے توبہ کرنے اور نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی پر آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ ان کا راستہ چھوڑ دو یعنی جنگ نہ کرو۔ اور حدیث میں اس کی تفسیر مزید کے طور پر نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ کلمہ شہادت کا بھی ذکر کیا گیا اور بتلایا گیا کہ جو لوگ ان ظاہری اعمال کو بجالائیں گے ان کو یقیناً مسلمان ہی تصور کیا جائے گا اور وہ جملہ اسلامی حقوق کے مستحق ہوں گے۔ رہا ان کے دل کا حال سو وہ اللہ کے حوالہ ہے کہ دلوں کے بھیدوں کا جاننے والا وہی ہے۔

((الا بحق الاسلام)) کا مطلب یہ ہے کہ قوانین اسلام کے اگر وہ کسی سزا یا حد کے مستحق ہوں گے تو اس وقت ان کا ظاہری اسلام اس بارے میں رکاوٹ نہ بن سکے گا اور شرعی سزا بالضرور ان پر لاگو ہوگی۔ جیسے محصن زانی کے لئے رجم ہے۔ ناحق خون ریزی کرنے والے کے لئے قصاص ہے۔ یا جیسے وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد زکوٰۃ سے انکار کردیا تھا۔ جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صاف صاف فرمادیا کہ لا قاتلن من فرق بين الصلوة والزكوة جو لوگ نماز کی فرضیت کے قائل ہیں مگر زکوٰۃ کی فرضیت اور ادائیگی سے انکار کررہے ہیں ان سے میں ضرور مقاتلہ کروں گا۔ ((الا بحق الاسلام)) میں ایسے جملہ امور داخل ہیں۔ آیت مبارکہ مذکورہ سورۂ توبہ میں ہے جو پوری یہ ہے:

﴿فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيمٌ﴾ (۹/التوبہ:۵)

''یعنی حرمت کے مہینے گزرنے کے بعد (مدافعانہ طور پر) مشرکین سے جنگ کرو اور جہاں بھی تمہارا داؤ لگے ان کو مارو، پکڑو، قید کرلو اور ان کے پکڑنے یا زیر کرنے کے لئے ہر گھات میں بیٹھو۔ پھر اگر وہ شرارت سے توبہ کریں اور (اسلام قبول کرکے) نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ کیونکہ اللہ پاک بخشنے والا مہربان ہے۔''

آیت مبارکہ کا تعلق ان مشرکین عرب کے ساتھ ہے جنہوں نے مسلمانوں کو ایک لحہ کے لئے بھی سکون سے نہیں بیٹھنے دیا اور ہر وقت وہ مدینہ کی اینٹ بجانے کی فکر میں رہے اور ''خود جیو اور دوسروں کو جینے دو'' کا فطری اصول بھلا دیا۔ آخر مسلمانوں کو مجبوراً مدافعت کے لئے قدم اٹھانا پڑا۔ آیت کا تعلق ان ہی لوگوں سے ہے اس پر بھی ان کو آزادی دی گئی کہ اگر وہ جارحانہ اقدام سے باز آ جائیں اور جنگ بند کر کے جزیہ ادا کریں تو ان کو امن دیا جائے گا اور اگر اسلام قبول کر لیں تو پھر وہ اسلامی برادری کے فرد بن جائیں گے اور جملہ اسلامی حقوق ان کو حاصل ہوں گے۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ويؤخذ من هذا الحديث قبول الاعمال الظاهرة والحكم بما يقتضيه الظاهر والاكتفاء فى قبول الايمان للاعتقاد الجازم۔''

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعمال ظاہری کو قبول کیا جائے گا اور ظاہری حال ہی پر حکم لگایا جائے گا اور پختہ اعتقاد کو قبولیت ایمان کے لئے کافی سمجھا جائے گا۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ويؤخذ منه ترك تكفير اهل البدع المقرين بالتوحيد الملتزمين للشرائع وقبول توبة الكافر من كفره من غير تفصيل بين كفر ظاهر او باطن۔''

یعنی اس حدیث سے یہ بھی لیا جائے گا کہ جو اہل بدعت توحید کے اقراری اور شرائع کا التزام کرنے والے ہیں ان کی تکفیر نہ کی جائے گی اور یہ کہ کافر کی توبہ قبول کی جائے گی اور اس کی تفصیل میں نہ جائیں گے کہ وہ توبہ ظاہری کر رہا ہے یا اس کے دل سے بھی اس کا تعلق ہے۔ کیونکہ یہ معاملہ اللہ کے حوالہ ہے۔ ہاں جو لوگ محبت بدعت میں گرفتار ہو کر علانیہ توہین و انکار سنت کریں گے وہ ضرور آیت کریمہ:

﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (۳/آل عمران:۳۲) کے مصداق ہوں گے۔

امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ مرجیہ کی تردید کرتے ہوئے اور یہ بتلاتے ہوئے کہ اعمال بھی ایمان ہی میں داخل ہیں، تفصیل مزید کے طور پر آگے بتلانا چاہتے ہیں کہ بہت سی آیات قرآنی و احادیث نبوی میں لفظ عمل استعمال ہوا ہے اور وہاں اس سے ایمان مراد ہے۔ پس مرجیہ کا یہ قول کہ ایمان قول بلا عمل کا نام ہے، باطل ہے۔ علامہ مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وفى الحديث رد على المرجئة فى قولهم ان الايمان غير مفتقر الى الاعمال وفيه تنبيه على ان الاعمال من الايمان والحديث موافق لقوله تعالى فان تابوا واقاموا الصلوة فخلوا سبيلهم متفق عليه اخرجه البخارى فى الايمان والصلوة ومسلم فى الايمان الاان مسلما لم يذكر الابحق الاسلام لكنه مراد والحديث اخرجه ايضا الشيخان من حديث ابى هريرة والبخارى من حديث انس ومسلم من حديث جابر۔'' (مرعاة جلد اول: / ص ۳۶)

مراد وہی ہے جو اوپر بیان ہوا ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الایمان اور کتاب الصلوٰۃ میں نقل کیا ہے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایمان میں اور وہاں لفظ الا بحق الاسلام ذکر نہیں ہوا لیکن مراد وہی ہے نیز اس حدیث کو شیخین نے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور بخاری نے حدیث انس رضی اللہ عنہ سے اور مسلم نے حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ: إِنَّ الْإِيْمَانَ هُوَ الْعَمَلُ

باب: اس شخص کے قول کی تصدیق میں جس نے کہا ہے کہ ایمان عمل (کا نام) ہے

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ [الزخرف:۷۲]

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور یہ جنت ہے، اپنے عمل کے بدلے میں تم جس کے مالک ہوئے۔'' اور بہت سے اہل علم حضرات ارشاد باری

وَقَالَ عِدَّةٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ ٥ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [الحجر: ٩٢-٩٣] عَنْ قَوْلِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. وَقَالَ: تَعَالَى ﴿لِمِثْلِ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ﴾. [الصافات: ٦١]

تعالیٰ ﴿فَوَرَبِّكَ......﴾ الخ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہاں سے ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' کہنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''عمل کرنے والوں کو اسی جیسا عمل کرنا چاہیے۔''

٢٦ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، وَمُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَا: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ سُئِلَ: أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ: ((إِيْمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُوْلِهِ)) قِيْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ((الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ)). قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ((حَجٌّ مَبْرُوْرٌ)). [طرفه في: ١٥١٩] [مسلم: ٢٤٨؛ نسائي: ٥٠٠٠]

(۲۶) ہم سے احمد بن یونس اور موسیٰ بن اسماعیل دونوں نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا، وہ سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔'' کہا گیا: اس کے بعد کون سا؟ آپ نے فرمایا کہ ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔'' کہا گیا: پھر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''حج مبرور۔''

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں بھی ثابت فرما رہے ہیں کہ ایمان اور عمل ہر دو شے درحقیقت ایک ہی ہیں اور قرآنی آیات میں جو یہاں مذکور ہیں لفظ عمل استعمال کر کے ایمان مراد لیا گیا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ: ﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (۴۳/الزخرف:۷۲) میں ہے اور بہت سے اہل علم جیسے حضرت انس بن مالک اور مجاہد اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بالاتفاق کہا ہے کہ آیت کریمہ ﴿فَوَرَبِّكَ﴾ الخ میں ﴿عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (۱۵/الحجر:۹۳) سے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھنا اور اس پر عمل کرنا مراد ہے۔ کہ قیامت کے دن اسی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آیت مبارکہ: ﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ﴾ (۳۷/الصافات:۶۱) میں بھی ایمان مراد ہے۔ مقصد یہ کہ کتاب اللہ کی اسی قسم کی جملہ آیات میں عمل کا لفظ استعمال میں لا کر ایمان مراد لیا گیا ہے۔ پھر حدیث مذکور میں نہایت صاف لفظوں میں موجود ہے ای العمل افضل کون سا عمل بہتر ہے؟ جواب میں فرمایا ایمان باللہ ورسولہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ یہاں اس بارے کی ایسی صراحت موجود ہے جس میں کسی تاویل کی گنجائش ہی نہیں۔ باب کا مطلب بھی یہیں سے نکلتا ہے، کیونکہ یہاں ایمان کو صاف صاف لفظوں میں خود نبی کریم ﷺ نے لفظ عمل سے تعبیر فرمایا ہے اور دوسرے اعمال کو اس لئے ذکر فرمایا کہ ایمان سے یہاں اللہ و رسول پر یقین رکھنا مراد ہے۔ اسی ایمانی طاقت کے ساتھ مرد مومن میدان جہاد میں گامزن ہوتا ہے۔ حج مبرور سے خالص حج مراد ہے جس میں ریا و نمود کا شائبہ نہ ہو۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ حج کے بعد آدمی گناہوں سے توبہ کرے۔ پھر گناہ میں مبتلا نہ ہو۔ علامہ سندھی فرماتے ہیں:

''فما وقع فی القرآن من عطف العمل علی الایمان فی مواضع فهو من عطف العام علی الخاص لمزید الاهتمام بالخاص والله اعلم۔''

یعنی قرآن پاک کے بعض مقامات پر عمل کا عطف ایمان پر واقع ہوا ہے اور یہ اہتمام خاص کے پیش نظر عام کا عطف خاص پر ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو لوگ ایمان قول بلا عمل کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ سراسر خطا پر ہیں اور کتاب وسنت سے ان کا یہ عقیدہ باطل ظاہر ہو رہا ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے دریافت کرنے والے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ایمان باللہ کے بعد جہاد کا پھر حج مبرور کا ذکر ہے۔ حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ میں حج کا ذکر چھوڑ کر عتق یعنی غلام آزاد کرنے کا ذکر ہے۔ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں نماز پھر بر (نیکی) پھر جہاد کا ذکر ہے۔ بعض جگہ پہلے اس شخص کا ذکر ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ سلامتی میں رہیں۔ یہ جملہ اختلافات احوال مختلفہ کی بنا پر اور اہل خطاب کی ضروریات کی بنا پر ہیں۔ بعض جگہ سامعین کو جو چیز معلوم تھیں ان کا ذکر نہیں کیا گیا اور جو معلوم کرانا تھا اسے ذکر کر دیا گیا۔ اس روایت میں جہاد کو مقدم کیا جو ارکان خمسہ میں سے نہیں ہے اور حج کو مؤخر کیا جو ارکان خمسہ میں سے ہے۔ یہ اس لئے کہ جہاد نفع متعدی ہے یعنی پوری ملت کو حاصل ہو سکتا ہے، اور حج کا نفع ایک حاجی کی ذات تک منحصر ہے۔ آیت مبارکہ ﴿وتلك الجنة﴾ الآیۃ سورۂ زخرف میں ہے اور آیت مبارکہ ﴿فو ربك﴾ الآیۃ سورۂ حجر میں ہے اور آیت مبارکہ ﴿لمثل هذا﴾ الآیۃ سورۂ صافات میں ہے۔

تنبیہ: امام الدنیا فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ تراجم ابواب پر نظر غائر ڈالنے سے آپ کی دقت نظر و وسعت معلومات، مجتہدانہ بصیرت، خداداد قابلیت روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے۔ مگر تعصب کا برا ہو آج کل ایک جماعت نے اسی کو "خدمت حدیث" قرار دیا ہے کہ آپ کی علمی شان پر جا و بے جا حملے کر کے آپ کے خداداد مقام کو گرایا جائے اور صحیح بخاری شریف کو اللہ نے جو قبولیت عام عطا کی ہے جس طور پر بھی ممکن ہو اسے عدم قبولیت میں تبدیل کیا جائے۔ اگر چہ ان حضرات کی یہ غلط کوشش بالکل بے سود ہے۔ پھر بھی کچھ سادہ لوح مسلمان ان کی ایسی نامبارک مساعی سے متاثر ہو سکتے ہیں۔ ان "حضرات" کی ایک نئی اپج یہ بھی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث نبوی کے لئے ناقل محض تھے۔ مجتہدانہ بصیرت ان کے حصہ میں نہیں آئی تھی۔ یہ قول اتنا باطل اور بے ہودہ ہے کہ اس کی تردید میں دفاتر لکھے جا سکتے ہیں۔ مگر بخوف طوالت ہم سر دست صرف حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مختصر تبصرہ نقل کرتے ہیں جس میں واضح ہو جائے گا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ایسی ہرزہ سرائی کرنے والوں کی دیانت و امانت کس درجہ میں ہے۔ یہ تبصرہ حضرت العلامہ مولانا وحید الزمان رحمۃ اللہ علیہ کے لفظوں میں یہ ہے:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تالیفات میں لکھا ہے کہ ایک دن ہم اس حدیث میں بحث کر رہے تھے۔

((لو كان الايمان عند الثريا لناله رجال اورجل من هؤلاء يعنى اهل فارس وفى رواية: لناله رجال من هؤلاء))

میں نے کہا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں داخل ہیں۔ کس لئے کہ خدائے منان نے حدیث کا علم انہیں کے ہاتھوں مشہور کیا ہے اور ہمارے زمانے تک حدیث باسناد صحیح متصل اسی مرد کی ہمت مردانہ سے باقی رہی۔ (جس شخص کے ساتھ بحث ہو رہی تھی) وہ شخص اہل حدیث سے ایک قسم کا بغض رکھتا تھا جیسے ہمارے زمانے کے اکثر فقیہوں کا حال ہے۔ اللہ ان کو ہدایت کرے اس نے میری بات کو پسند نہ کیا اور کہا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے حافظ تھے نہ عالم۔ ان کو ضعیف اور حدیث صحیح کی پہچان تھی لیکن فقہ اور فہم میں کامل نہ تھے (اے جاہل! تو نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات پر غور نہیں کیا ورنہ ایسی بات ان کے حق میں نہ نکالتا۔ وہ تو فقہ اور فہم اور باریکی استنباط میں طاق ہیں اور مجتہد مطلق ہیں اور اس کے ساتھ حافظ حدیث بھی تھے، یہ فضیلت کسی مجتہد کو بہت کم نصیب ہوتی ہے) شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس شخص کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ (کیونکہ جواب جاہلاں باشد خموشی) اور اپنے لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور میں نے کہا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تقریب میں لکھتے ہیں: محمد بن اسمعیل امام الدنیا فی فقه الحدیث یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سب دنیا کے امام ہیں فقہ حدیث اور یہ امر اس شخص کے نزدیک جس نے فن حدیث کا تتبع کیا ہو، بدیہی ہے۔ بعد اس کے میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی چند تحقیقات علیہ جو سوا ان کے کسی نے نہیں کی ہیں، بیان کیں اور جو کچھ اللہ نے چاہا وہ میری زبان سے نکلا۔ (مقدمہ تیسیر الباری ص: ۲۷، ۲۸)

صاحب ایضاح البخاری (دیوبند) نے بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مجتہد تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ اسی کتاب کے ص (۲۰) پر مرقوم ہے۔ مگر دوسری طرف کچھ ایسے متعصب بھی موجود ہیں جن کا مشن ہی یہ ہے کہ جس طور بھی ممکن ہو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تخفیف و تنقیص و تجہیل کی جائے۔

ایسے حضرات کو یہ حدیث قدسی یاد رکھنی چاہیے: ((من عادى لى وليا فقد اذنته بالحرب)) اللہ کے پیارے بندوں سے عداوت رکھنے والے اللہ سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں اور نتیجہ دیکھ لیں کہ اس جنگ میں ان کو کیا حاصل ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے پیارے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے فدائی تھے۔

یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی جگہ پر امت کے لئے باعث صد فخر ہیں۔ان کی مجتہدانہ مساعی کے شکریہ سے امت کسی صورت میں بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔مگر ان کی تعریف اور توصیف میں ہم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیص وتجہیل کرنا شروع کر دیں، یہ انتہائی غلط قدم ہوگا۔اللہ ہم سب کو نیک سمجھ عطا فرمائے۔(آمین)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ نہ صرف محدث،فقیہ،مفسر بلکہ ولی کامل تھے۔خدا پرستی اور استغراق کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ نماز کی حالت میں آپ کو زنبور نے سترہ بار کاٹا اور آپ نے نماز میں اف تک نہ کی۔نماز کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ سترہ جگہ زنبور کا ڈنگ لگا اور جسم کا بیشتر حصہ سوج گیا ہے۔آپ کی سخاوت کا چرچا ہر طرف تھا خصوصاً طلبائے اسلام کا بہت زیادہ خیال رکھا کرتے تھے،اسی لئے علمائے معاصرین میں سے بہت بڑی تعداد کا یہ متفقہ قول ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو علما پر ایسی فضیلت ہے جیسی کہ مردوں کو عورتوں پر حاصل ہے،وہ اللہ پاک کی آیات قدرت میں سے زمین پر چلنے پھرنے والی ایک زندہ نشانی تھے۔(رحمۃ اللہ علیہ)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مناقب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ اور ان کے زمانہ کے علما کے بیان کردہ ہیں اگر ہم بعد والوں کے بھی اقوال نقل کریں تو کاغذ ختم ہو جائیں گے اور عمر تمام ہو جائے گی مگر ہم ان سب کو نہ لکھ سکیں گے۔مطلب یہ کہ بیشمار علما نے ان کی تعریف کی ہے۔

بَابٌ: إِذَا لَمْ يَكُنِ الْإِسْلَامُ عَلَى الْحَقِيقَةِ

باب:جب حقیقی اسلام پر کوئی نہ ہو

وَكَانَ عَلَى الْاِسْتِسْلَامِ أَوِ الْخَوْفِ مِنَ الْقَتْلِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا﴾ [الحجرات:١٤] فَإِذَا كَانَ عَلَى الْحَقِيقَةِ فَهُوَ عَلَى قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَاللَّهِ الْإِسْلَامُ ﴾ الآيَةَ [آل عمران: ١٩] [﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ﴾] [آل عمران:٨٥]

بلکہ محض ظاہر طور پر مسلمان بن گیا ہو یا قتل کے خوف سے تو (لغوی حیثیت سے اس پر) مسلمان کا اطلاق درست ہے۔جیسا کہ ارشاد باری ہے: ''جب دیہاتیوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو کہ ظاہر طور پر مسلمان ہو گئے۔'' لیکن ایمان حقیقتاً حاصل ہو تو وہ باری تعالیٰ کے ارشاد: ''بے شک دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔'' کا مصداق ہے (آیات شریفہ میں لفظ ایمان اور اسلام ایک ہی معنی میں استعمال کیا گیا ہے)۔''جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے گا اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا۔''

٢٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدِ ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ سَعْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ أَعْطَى رَهْطًا وَسَعْدٌ جَالِسٌ فَتَرَكَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ رَجُلاً هُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ؟ فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا؟ . فَقَالَ: ((أَوْ

(٢٧) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی،انہیں عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اپنے والد سعد رضی اللہ عنہ سے سن کر یہ خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے چند لوگوں کو کچھ عطیہ دیا اور سعد رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے۔(وہ کہتے ہیں کہ) رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ایک شخص کو کچھ نہ دیا۔حالانکہ وہ ان میں مجھے سب سے زیادہ پسند تھا۔میں نے کہا:یارسول اللہ! آپ نے فلاں کو کچھ نہ دیا میں اسے مومن گمان کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا:''مومن یا مسلمان؟'' میں تھوڑی دیر چپ رہ کر پھر پہلی بات

مُسْلِمًا)) فَسَكَتُّ قَلِيْلًا ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِيْ، فَقُلْتُ: مَا لِفُلَانٍ؟ فَوَاللَّهِ! إِنِّيْ لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ: ((أَوْ مُسْلِمًا)) فَسَكَتُّ قَلِيْلًا ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِيْ وَعَادَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ((يَا سَعْدُ! إِنِّيْ لَأُعْطِي الرَّجُلَ، وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ خَشْيَةَ أَنْ يَكُبَّهُ اللَّهُ فِي النَّارِ)). [طرفه في: ١٤٧٨] [مسلم: ٣٧٨، ٣٧٩؛ ابوداود: ٤٦٨٣، ٤٦٨٥؛ نسائي: ٥٠٠٧، ٥٠٠٨]

دہرانے لگا۔ آپ ﷺ نے بھی دوبارہ وہی جواب دیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ "اے سعد! باوجودیکہ ایک شخص مجھے زیادہ عزیز ہے (پھر بھی میں اسے نظر انداز کر کے) کسی اور دوسرے کو اس خوف کی وجہ سے یہ مال دیتا ہوں کہ (وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے اسلام سے پھر جائے اور) اللہ اسے آگ میں اوندھا ڈال دے۔"

وَرَوَاهُ يُوْنُسُ وَصَالِحٌ وَمَعْمَرٌ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

اس کو یونس، صالح، اور زہری کے بھتیجے عبداللہ نے انہی سے روایت کیا۔

تشریح: آیت کریمہ میں بنو اسد کے کچھ بدویوں کا ذکر ہے جو مدینہ میں آ کر اپنے اسلام کا اظہار بطور احسان کر رہے تھے، اللہ نے بتایا کہ یہ ہمارا احسان ہے نہ کہ تمہارا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں قسم کھا کر مومن ہونے کا بیان دیا تھا۔ اس پر آپ نے تنبیہ فرمائی کہ ایمان دل کا فعل ہے کسی کو کسی کے باطن کی کیا خبر، ظاہری طور پر مسلمان ہونے کا حکم لگا سکتے ہو۔ اس باب اور اس کے ذیل میں یہ حدیث لا کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اسلام عند اللہ وہی قبول ہے جو دل سے ہو۔ ویسے دنیاوی امور میں ظاہری اسلام بھی مفید ہو سکتا ہے۔ اس مقصد کے پیش نظر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایمان اور اسلام شرعی میں اتحاد ثابت کر رہے ہیں اور یہ اسی مجتہدانہ بصیرت کی بنا پر ہے جو اللہ نے آپ کی فطرت میں ودیعت فرمائی تھی۔

بَابٌ: إِفْشَاءُ السَّلَامِ، مِنَ الْإِسْلَامِ

باب: سلام پھیلانا بھی اسلام میں داخل ہے

وَقَالَ عَمَّارٌ: ثَلَاثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْإِيْمَانَ: الْإِنْصَافُ مِنْ نَفْسِكَ، وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ، وَالْإِنْفَاقُ مِنَ الْإِقْتَارِ.

عمار نے کہا کہ جس نے تین چیزوں کو جمع کر لیا اس نے سارا ایمان حاصل کر لیا۔ اپنے نفس سے انصاف کرنا، سلام کو عالم میں پھیلانا اور تنگ دستی کے باوجود اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

٢٨۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَمْرٍو: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: ((تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ)). [راجع: ١٢]

(٢٨) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے یزید بن ابی حبیب سے، انہوں نے ابوالخیر سے، انہوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "تو کھانا کھلائے اور ہر شخص کو سلام کرے خواہ اس کو تو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔"

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں بھی مرجیہ کی تردید فرمارہے ہیں کہ اسلام کے معمولی اعمال صالحہ کو بھی ایمان میں شمار کیا گیا ہے۔ لہٰذا مرجیہ کا مذہب باطل ہے۔ کھانا کھلانا اور اہل اسلام کو عام طور پر سلام کرنا الغرض جملہ اعمال صالحہ کو ایمان کہا گیا ہے اور حقیقی اسلام بھی یہی ہے۔ ان اعمال صالحہ کے کم وبیش ہونے پر ایمان کی کمی وبیشی منحصر ہے۔

اپنے نفس سے انصاف کرنا یعنی اس کے اعمال کا جائزہ لیتے رہنا اور حقوق اللہ وحقوق العباد کے بارے میں اس کا محاسبہ کرتے رہنا مراد ہے اور اللہ کی عنایات کا شکریہ ادا کرنا اور اس کی اطاعت وعبادت میں کوتاہی نہ کرنا بھی نفس سے انصاف کرنے میں داخل ہے۔ نیز ہر وقت ہر حال میں انصاف مدنظر رکھنا بھی اسی ذیل میں شامل ہے۔

بَابُ كُفْرَانِ الْعَشِيْرِ وَكُفْرٍ دُوْنَ كُفْرٍ،

فِيْهِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

باب: خاوند کی ناشکری کے بیان میں اور ایک کفر کا (اپنے درجہ میں) دوسرے کفر سے کم ہونے کا بیان

اس بارے میں وہ حدیث جسے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

۲۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أُرِيْتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ)) قِيْلَ: أَيَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ؟ قَالَ: ((يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ، وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ، لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ)). [أطرافه في: ٤٣١، ٧٤٨، ١٠٥٢، ٣٢٠٢، ٥١٩٧] [مسلم: ٢١٠٩؛ نسائي: ١٤٩٢]

(۲۹) اس حدیث کو ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، وہ امام مالک سے، وہ زید بن اسلم سے، وہ عطاء بن یسار سے، وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے دوزخ دکھلائی گئی تو اس میں زیادہ تر عورتیں تھیں جو کفر کرتی ہیں۔ کہا گیا: کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان کی ناشکری کرتی ہیں۔ اگر تم عمر بھر ان میں سے کسی کے ساتھ احسان کرتے رہو۔ پھر تمہاری طرف سے کبھی کوئی ان کے خیال میں ناگواری کی بات ہو جائے تو فوراً کہہ اٹھے گی کہ میں نے کبھی بھی تجھ سے کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔''

تشریح: امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ کفر دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو کفر حقیقی ہے جس کی وجہ سے آدمی اسلام سے نکل جاتا ہے۔ دوسرے بعض گناہوں کے ارتکاب پر بھی کفر کا لفظ بولا گیا ہے۔ مگر یہ کفر حقیقی کفر سے کم ہے۔ ابوسعید والی حدیث کتاب الحیض میں ہے۔ اس میں یہ ہے کہ آپ نے عورتوں کو صدقے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں نے دوزخ میں زیادہ تر تم کو دیکھا ہے۔ انہوں نے پوچھا کیوں؟ آپ نے فرمایا کہ تم لعنت بہت کرتی ہو اور خاوند کا کفر یعنی ناشکری کرتی ہو، ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث بڑی لمبی ہے۔ جو بخاری کی کتاب الکسوف میں ہے۔ یہاں استدلال کے لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ایک ٹکڑا ذکر فرمایا ہے۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وفی هذا الحديث وعظ الرئيس المروس وتحريضه على الطاعة ومراجعة المتعلم العالم والتابع المتبوع فيما قاله اذا لم يظهر له معناه...... الخ۔''

یعنی اس حدیث کے تحت ضروری ہوا کہ سردار اپنے ماتحتوں کو وعظ ونصیحت کرے اور نیکی کے لیے ان کو رغبت دلائے اور اس سے یہ بھی نکلا کہ شاگرد اگر استاد کی بات پورے طور پر نہ سمجھ پائے تو استاد سے دوبارہ دریافت کرلے اور اس حدیث سے ناشکری پر بھی کفر کا اطلاق ثابت ہوا اور یہ بھی

معلوم ہوا کہ معاصی سے ایمان گھٹ جاتا ہے۔ اس لئے کہ معاصی کو بھی کفر قرار دیا گیا ہے مگر یہ وہ کفر نہیں ہے، جس کے ارتکاب سے دوزخ میں ہمیشہ رہنا لازم آتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ عورتوں کا ایمان جیسے خاوند کی ناشکری سے گھٹ جاتا ہے، ویسے ہی ان کی شکر گزاری سے بڑھ جاتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کفر دون کفر کا ٹکڑا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے لیا ہے جو آپ نے آیت کریمہ: ﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَٰفِرُونَ﴾ (۵/ المائدۃ:۴۴) کی تفسیر میں فرمایا ہے: (اور جو شخص اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے سو ایسے لوگ کافر ہیں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں وہ کفر مراد نہیں ہے جس کی سزا خلود فی النار ہے۔ اس لئے علمائے محققین نے کفر چار قسموں پر تقسیم کیا ہے (۱) کفر بالکل انکار کے معنی میں ہے، یعنی اللہ پاک کا بالکل انکار کرنا اس کا وجود ہی نہ تسلیم کرنا، قرآن مجید میں زیادہ تر ایسے ہی کافروں سے خطاب کیا گیا ہے (۲) کفر جحود ہے یعنی اللہ کو دل سے حق جاننا مگر اپنے دنیاوی مفاد کے لئے زبان سے اقرار نہ کرنا، مشرکین مکہ میں سے بعض کا ایسا ہی کفر تھا، آج بھی ایسے بہت لوگ ملتے ہیں (۳) کفر عناد ہے یعنی دل میں تصدیق کرنا زبان سے اقرار بھی کرنا مگر احکام الٰہی کو تسلیم نہ کرنا اور توحید و رسالت کے اسلامی عقیدہ کو ماننے کے لیے تیار نہ ہونا، ماضی و حال میں ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں۔ (۴) کفر نفاق ہے یعنی زبان سے اقرار کرنا مگر دل میں یقین نہ کرنا جیسا کہ آیت مبارکہ: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ ءَامِنُوا۟ كَمَآ ءَامَنَ ٱلنَّاسُ قَالُوٓا۟ أَنُؤْمِنُ كَمَآ ءَامَنَ ٱلسُّفَهَآءُ﴾ (۲/ البقرۃ:۱۳) میں مذکور ہے۔ (یعنی کچھ لوگ ایسے ہیں کہ) ''جب ان سے کہا جائے کہ تم ایسا پختہ ایمان لاؤ جیسا کہ دوسرے لوگ (انصار و مہاجرین) لائے ہوئے ہیں تو جواب میں کہنے لگ جاتے ہیں کہ ہم بھی بے وقوفوں جیسا ایمان لے آئیں۔ یاد رکھو یہی (منافق) بے وقوف ہیں۔ لیکن ان کو علم نہیں ہے۔''

بَابٌ: الْمَعَاصِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ

باب: گناہ جاہلیت کے کام ہیں

وَلَا يُكَفَّرُ صَاحِبُهَا بِارْتِكَابِهَا إِلَّا بِالشِّرْكِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ)) وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ [النساء:٤٨] ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾ [الحجرات:٩] فَسَمَّاهُمُ الْمُؤْمِنِينَ.

اور گناہ کرنے والا گناہ سے کافر نہیں ہوتا، مگر شرک سے، کیونکہ نبی ﷺ نے ابوذر سے فرمایا تھا: ''تو ایسا آدمی ہے جس میں جاہلیت کی بو آتی ہے۔'' (اس برائی کے باوجود آپ ﷺ نے اسے کافر نہیں کہا) اور اللہ نے سورۂ نساء میں فرمایا ہے: ''بے شک اللہ شرک کو نہیں بخشے گا اور اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے وہ بخش دے۔'' (سورۂ حجرات میں فرمایا) اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو (اس آیت میں اللہ نے اس گناہ کبیرہ قتل و غارت کے باوجود ان لڑنے والوں کو مومن ہی کہا ہے)۔

٣٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، وَيُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: ذَهَبْتُ لِأَنْصُرَ هَذَا الرَّجُلَ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرَةَ فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قُلْتُ: أَنْصُرُ هَذَا الرَّجُلَ قَالَ: ارْجِعْ فَإِنِّي سَمِعْتُ

(۳۰) ہم سے بیان کیا عبدالرحمن بن مبارک نے، کہا ہم سے بیان کیا حماد بن زید نے، کہا ہم سے بیان کیا ابوایوب اور یونس نے، انہوں نے حسن سے، انہوں نے احنف بن قیس سے، کہا کہ میں اس شخص (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی مدد کرنے کو چلا۔ راستے میں مجھ کو ابوبکرہ ملے۔ پوچھا کہاں جاتے ہو؟ میں نے کہا، اس شخص (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی مدد کرنے کو جاتا ہوں۔ ابوبکرہ نے کہا: اپنے گھر کو لوٹ جاؤ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ)) قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ قَالَ: ((إِنَّهُ كَانَ حَرِيْصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ)). [طرفاه في: ٦٨٧٥، ٧٠٨٣] [مسلم: ٧٢٥٢؛ ابوداود: ٤٢٦٨، ٤٢٦٩؛ نسائي: ٤١٣٣، ٤١٣٤]

فرماتے تھے: ''جب دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں لے کر بھڑ جائیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔'' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قاتل تو خیر (ضرور دوزخی ہونا چاہیے) مقتول کیوں؟ فرمایا: ''وہ بھی اپنے ساتھی کو مار ڈالنے کی حرص رکھتا تھا۔'' (موقع پاتا تو وہ اسے ضرور قتل کر دیتا دل کے عزم صمیم پر وہ دوزخی ہوا)۔

تشریح: اس بات کا مقصد خوارج اور معتزلہ کی تردید ہے جو کبیرہ گناہ کے مرتکب کو کافر قرار دیتے ہیں۔ احنف بن قیس جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مددگاروں میں تھے۔ جب ابوبکرہ نے ان کو یہ حدیث سنائی تو وہ لوٹ گئے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوبکرہ نے اس حدیث کو مطلق رکھا۔ حالانکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب بلا وجہ شرعی دو مسلمان ناحق لڑیں اور حق پر لڑنے کی قرآن میں خود اجازت ہے۔ جیسا کہ آیت: ﴿فَإِنْ بَغَتْ إِحْدٰهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى﴾ (۴۹/الحجرات: ۹) سے ظاہر ہے اس لئے احنف اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے اور انہوں نے ابوبکرہ کی رائے پر عمل نہیں کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث نبوی ﷺ کو پیش کرتے وقت اس کا موقع محل بھی ضرور مدنظر رکھنا چاہیے۔

٣١۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاصِلٍ الْأَحْدَبِ عَنِ الْمَعْرُوْرِ قَالَ: لَقِيْتُ أَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غُلَامِهِ حُلَّةٌ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: إِنِّي سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهُ بِأُمِّهِ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا أَبَا ذَرٍّ! أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ؟ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ، إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيْكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَأَعِيْنُوْهُمْ)). [أطرافه في: ٢٥٤٥، ٦٠٥٠] [مسلم: ٤٣١٣؛ ابوداود: ٥١٥٧، ٥١٥٨؛ ترمذي: ١٩٤٥؛ ابن ماجه: ٣٦٩٠]

(۳۱) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے اسے واصل احدب سے، انہوں نے معرور سے، کہا میں ابوذر سے ربذہ میں ملا۔ وہ ایک جوڑا پہنے ہوئے تھے اور ان کا غلام بھی جوڑا پہنے ہوئے تھا۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو کہنے لگے کہ میں نے ایک شخص یعنی غلام کو برا بھلا کہا تھا اور اس کی ماں کی غیرت دلائی (یعنی گالی دی) تو رسول اللہ ﷺ نے یہ معلوم کر کے مجھ سے فرمایا: ''اے ابوذر! تو نے اسے ماں کے نام سے غیرت دلائی ہے، بے شک تجھ میں ابھی کچھ زمانہ جاہلیت کا اثر باقی ہے۔ (یاد رکھو) ماتحت لوگ تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ نے (اپنی کسی مصلحت کی بنا پر) انہیں تمہارے قبضے میں دے رکھا ہے تو جس کے ماتحت اس کا کوئی بھائی ہو تو اس کو بھی وہی کھلائے جو آپ کھاتا ہے اور وہ کپڑا اسے پہنائے جو آپ پہنتا ہے اور ان کو اتنے کام کی تکلیف نہ دو کہ ان کیلئے مشکل ہو جائے اور اگر کوئی سخت کام ڈالو تو تم خود بھی ان کی مدد کرو۔''

تشریح: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام ہیں بہت ہی بڑے زاہد، عابد تھے۔ ربذہ مدینہ سے تین منازل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے، وہاں ان کا قیام تھا۔ بخاری شریف میں ان سے چودہ احادیث مروی ہیں۔ جس شخص کو انہوں نے عار دلائی تھی وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے اور ان کو انہوں نے ان کی والدہ کے سیاہ فام ہونے کا طعنہ دیا تھا۔ جس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''ابوذر ابھی تم میں جاہلیت کا فخر باقی رہ گیا۔'' یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے رخسار کے بل خاک پر لیٹ گئے۔ اور کہنے لگے کہ جب تک بلال میرے رخسار پر اپنا پاؤں نہ رکھیں گے۔ مٹی سے نہ اٹھوں گا۔

حلہ دو چادروں کو کہتے ہیں۔ جو ایک تہبند کی جگہ دوسری بالائی حصہ جسم پر استعمال ہو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو آپ نے تنبیہ فرمائی لیکن ایمان سے خارج نہیں بتلایا۔ ثابت ہوا کہ معصیت بڑی ہو یا چھوٹی محض اس کے ارتکاب سے مسلمان کافر نہیں ہوتا۔ پس معتزلہ وخوارج کا مذہب باطل ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص معصیت کا ارتکاب کرے اور اسے حلال جان کر کرے تو اس کے کفر میں کوئی شک بھی نہیں ہے کیونکہ حدود الٰہی کا توڑنا ہے، جس کے لئے ارشاد باری ہے: ﴿وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (۲/البقرۃ:۲۲۹) جو شخص حدود الٰہی کو توڑے وہ لوگ یقیناً ظالم ہیں۔ شیطان کو اس ذیل میں مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ جس نے خدا کی نافرمانی کی اور اس پر ضد اور ہٹ دھرمی کرنے لگا اللہ نے اس کی وجہ سے اسے مردود ومطرود قرار دیا۔ پس گناہ گاروں کے بارے میں اس فرق کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

بَابٌ: ظُلْمٌ دُوْنَ ظُلْمٍ

باب: اس بیان میں کہ بعض ظلم بعض سے ادنیٰ ہیں

۳۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ؛ح: قَالَ: وَحَدَّثَنِي بِشْرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ [الانعام:۸۲] قَالَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: أَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾. [لقمان:۱۳]

[أطرافه في: ٣٣٦٠، ٣٤٢٨، ٣٤٢٩، ٤٦٢٩، ٤٧٧٦، ٦٩١٨، ٦٩٣٧] [مسلم: ٣٢٧، ٣٢٨؛ ترمذي: ٣٠٦٧]

(۳۲) ہمارے سامنے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا (دوسری سند) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہم سے (اسی حدیث کو) بشر نے بیان کیا، ان سے محمد نے، ان سے شعبہ سے، انہوں نے سلیمان سے، انہوں نے علقمہ سے، انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب سورۂ انعام کی یہ آیت اتری ''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں گناہوں کی آمیزش نہیں کی۔'' تو آپ ﷺ کے اصحاب نے کہا: یارسول اللہ! یہ تو بہت ہی مشکل ہے۔ ہم میں کون ایسا ہے جس نے گناہ نہیں کیا۔ تب اللہ پاک نے سورۂ لقمان کی یہ آیت اتاری کہ ''بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔''

تشریح: آیت میں بظلم کے آگے ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ (۶/الانعام:۸۲) کے الفاظ اور ہیں یعنی امن ان کے لئے ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو موحد ہوگا اسے ضرور امن ملے گا گو کتنا ہی گناہگار ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ گناہوں پر بالکل عذاب نہ ہوگا جیسا کہ مرجیہ کہتے ہیں۔ حدیث اور آیت سے ترجمہ باب نکل آیا کہ ایک گناہ دوسرے گناہ سے کم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام میں ظالم کا لفظ شرک وکفر ومعاصی سب ہی پر عام تھا۔ اسی لئے ان کو اشکال پیدا ہوا۔ جس پر آیت کریمہ سورۂ لقمان والی نازل ہوئی اور بتلایا گیا کہ پچھلی آیت میں ظلم سے شرک مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جن لوگوں نے ایمان کے ساتھ ظلم عظیم یعنی شرک کا اختلاط نہ کیا۔ ان کے لئے امن ہے۔ یہاں ایمان کی کمی وبیشی بھی ثابت ہوئی۔

بَابُ عَلَامَةِ الْمُنَافِقِ

باب: منافق کی نشانیوں کے بیان میں

۳۳۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ أَبُو الرَّبِيْعِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ مَالِكِ بْنِ أَبِيْ عَامِرٍ أَبُوْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ،

(۳۳) ہم سے سلیمان ابوالربیع نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن جعفر نے، ان سے نافع بن ابی عامر ابوسہیل نے، وہ اپنے باپ سے، وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ)) [أطرافه في: ٢٦٨٢، ٢٧٤٩، ٦٠٩٥] [مسلم: ٢١١؛ ترمذي: ٢٦٣١؛ نسائي: ٥٠٣٦]

ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "منافق کی علامتیں تین ہیں۔ جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے اس کے خلاف کرے اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔"

تشریح: ایک روایت میں چار نشانیاں مذکور ہیں، چوتھی یہ کہ اقرار کر کے دغا کرنا، ایک روایت میں پانچویں نشانی یہ بتلائی گئی ہے کہ تکرار میں گالی گلوچ بکنا، الغرض یہ جملہ نشانیاں نفاق سے تعلق رکھتی ہیں جس میں یہ سب جمع ہو جائیں اس کا ایمان یقیناً محل نظر ہے مگر احتیاطاً اس کو عملی نفاق قرار دیا گیا ہے جو کفر نہیں۔ قرآن مجید میں اعتقادی منافقین کی مذمت ہے جن کے لئے کہا گیا: ﴿إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (۴/النساء:۱۴۵) یعنی "منافقین دوزخ کے سب سے نیچے طبقے میں داخل ہوئے۔"

٣٤ـ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ)). تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ . [طرفاه في: ٢٤٥٩، ٣١٧٨] [مسلم: ٢١٠؛ ترمذي: ٢٦٣٢؛ نسائي: ٥٠٣٥]

(۳۴) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے یہ حدیث بیان کی، ان سے سفیان نے، وہ اعمش بن عبیداللہ بن مرہ سے نقل کرتے ہیں، وہ مسروق سے، وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "چار عادتیں جس کسی میں ہوں تو وہ خالص منافق ہے اور جس کسی میں ان چاروں میں سے ایک عادت ہو تو وہ (بھی) نفاق ہی ہے، جب تک اسے نہ چھوڑ دے۔ (وہ یہ ہیں) جب اسے امین بنایا جائے تو (امانت میں) خیانت کرے اور بات کرتے وقت جھوٹ بولے اور جب (کسی سے) عہد کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب (کسی سے) لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔" اس حدیث کو شعبہ نے (بھی) سفیان کے ساتھ اعمش سے روایت کیا ہے۔

تشریح: پہلی حدیث میں اور دوسری میں کوئی تعارض نہیں۔ اس لئے کہ اس حدیث میں "منافق خالص" کے الفاظ ہیں، مطلب یہ ہے کہ جس میں چوتھی عادت بھی ہو کہ لڑائی کے وقت گالیاں بکنا شروع کرے تو اس کا نفاق ہر طرح سے مکمل ہے اور اس کی عملی زندگی سراسر نفاق کی زندگی ہے اور جس میں صرف ایک عادت ہو، تو بہر حال نفاق تو وہ بھی ہے۔ مگر کم درجے کا ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ایمان کی کمی و بیشی ثابت کرنا ہے جو ان احادیث سے ظاہر ہے نیز یہ بتلانا بھی کہ معاصی سے ایمان میں نقصان آ جاتا ہے۔

ان احادیث میں نفاق کی جتنی علامتیں ذکر ہوئی ہیں وہ عمل سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی مسلمان ہونے کے بعد پھر عمل میں نفاق کا مظاہرہ ہو اور اگر نفاق قلب ہی میں ہے یعنی سرے سے ایمان ہی موجود نہیں اور محض زبان سے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہا ہے تو وہ نفاق تو یقیناً کفر و شرک ہی کے برابر ہے۔ بلکہ ان سے بڑھ کر۔ آیت مبارکہ: ﴿إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (۴/النساء:۱۴۵) یعنی "منافقین دوزخ کے نیچے والے درجے میں ہوں گے۔" یہ ایسے ہی اعتقادی منافقوں کے بارے میں ہے۔ البتہ نفاق کی جو علامتیں عمل میں پائی جائیں، ان کا مطلب بھی یہ ہی ہے کہ

قلب کا اعتقاد اور ایمان کا پودا کمزور ہے اور اس میں نفاق کا گھن لگا ہوا ہو خواہ وہ ظاہری طور پر مسلمان بنا ہوا ہو، اس کو عملی نفاق کہتے ہیں۔ نفاق کے معنی ظاہر و باطن کے اختلاف کے ہیں۔ شرع میں منافق اس کو کہتے ہیں جس کا باطن کفر سے بھرپور ہو اور ظاہر میں وہ مسلمان بنا ہوا ہو۔ رہا ظاہری عادات مذکورہ کا اثر سو یہ بات متفق علیہ ہے کہ محض ان خصائل ذمیمہ سے مؤمن منافق نہیں بن سکتا۔ وہ مؤمن ہی رہتا ہے۔ امانت سے مراد امانت الٰہی یعنی حدود اسلامی ہیں۔ اللہ نے قرآن پاک میں اسی کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ﴾ (۳۳/الاحزاب:۷۲) یعنی ''ہم نے اپنی امانت کو آسمان و زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا مگر انہوں نے اپنی کمزوریوں کو دیکھ کر اس بار امانت کے اٹھانے سے انکار کر دیا۔ مگر انسان نے اس کے لئے اقرار کر لیا۔'' اس کو معلوم نہ تھا کہ یہ کتنا بڑا بوجھ ہے اس کے بعد باہمی طور پر ہر قسم کی امانت مراد ہیں، وہ مالی ہوں یا جانی یا قولی، ان سب کو ملحوظ خاطر رکھنا اور پورے طور پر ان کی حفاظت کرنا ایمان کی پختگی کی دلیل ہے۔ بات بات میں جھوٹ بولنا بھی بڑی مذموم عادت ہے۔ خدا ہر مسلمان کو بچائے۔ آمین۔

بَابٌ: قِيَامُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مِنَ الْإِيْمَانِ

باب: شب قدر کی بیداری (اور عبادت گزاری) بھی ایمان (ہی میں داخل) ہے

۳۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ يَقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). [أطرافه في: ۳۷، ۳۸، ۱۹۰۱، ۲۰۰۸، ۲۰۰۹، ۲۰۱٤] [مسلم: ۱۷۸۲]

(۳۵) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہیں شعیب نے خبر دی، کہا ان سے ابوالزناد نے اعرج کے واسطے سے بیان کیا، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص شب قدر ایمان کے ساتھ محض ثواب آخرت کے لئے ذکر و عبادت میں گزارے، اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔''

بَابٌ: اَلْجِهَادُ مِنَ الْإِيْمَانِ

باب: جہاد بھی جزو ایمان ہے

۳۶۔ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ بْنُ عَمْرِو بْنِ جُرَيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((انْتَدَبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا إِيْمَانٌ بِيْ أَوْ تَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ أَنْ أُرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيْمَةٍ أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَلَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِيْ مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ، وَلَوَدِدْتُ أَنِّيْ أُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، ثُمَّ

(۳۶) ہم سے حرمی بن حفص نے بیان کیا، ان سے عبدالواحد نے، ان سے عمارہ نے، ان سے ابوزرعہ بن عمرو بن جریر نے، وہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ سے سنا، وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکلا، اللہ اس کا ضامن ہو گیا۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اس کو میری ذات پر یقین اور میرے پیغمبروں کی تصدیق نے (اس سرفروشی کے لئے گھر سے) نکالا ہے۔ (میں اس بات کا ضامن ہوں) کہ یا تو اس کو واپس کر دوں ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ، یا (شہید ہونے کے بعد) جنت میں داخل کر دوں (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) اور اگر میں اپنی امت پر (اس کام کو) دشوار نہ سمجھتا تو لشکر کا ساتھ نہ

أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ)). [أطرافه في: ٢٧٨٧، ٢٧٩٧، ٢٩٧٢، ٣١٢٣، ٧٢٢٦، ٧٢٢٧، ٧٤٥٧، ٧٤٦٣] [مسلم: ٤٨٥٩؛ نسائي: ٥٠٤٥؛ ابن ماجه: ٢٧٥٣]

چھوڑتا اور میری خواہش ہے کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں۔"

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پچھلے ابواب میں نفاق کی نشانیوں کا ذکر فرمایا تھا، اب ایمان کی نشانیوں کو شروع فرمارہے ہیں۔ چنانچہ لیلۃ القدر کا قیام جو خالصاً اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ بتلایا گیا کہ وہ بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔ اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ ایمان میں داخل ہیں اور ان کی کمی وبیشی پر ایمان کی کمی وبیشی منحصر ہے۔ پس مرجیہ وکرامیہ جو عقائد رکھتے ہیں وہ سراسر باطل ہیں۔ لیلۃ القدر تقدیر سے ہے۔ یعنی اس سال میں جو حوادث پیش آنے والے ہیں ان کی تقدیریات کا علم فرشتوں کو دیا جاتا ہے۔ قدر کے معنی حرمت کے بھی ہیں اور اس رات کی عزت قرآن مجید ہی سے ظاہر ہے۔ شب قدر رمضان کی طاق راتوں میں سے ایک رات ہے جو ہر سال ادلتی بدلتی رہتی ہے۔ قیام رمضان اور قیام لیلۃ القدر من الدین کے درمیان امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "جہاد" کا ذکر فرمایا کہ یہ بھی ایمان کا ایک جزو اعظم ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گہری نظر کی بنا پر جہاں اشارہ فرمایا ہے کہ جہاد مع النفس ہو (یعنی نفس کے ساتھ جہاد ہو) جیسا کہ رمضان شریف کے روزے اور قیام لیلۃ القدر وغیرہ ہیں۔ یہ بھی ایمان میں داخل ہیں۔ اور جہاد بالکفار ہو تو یہ بھی ایمان کا حصہ ہے۔ نیز اس طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ جہاد اگر رمضان شریف میں واقع ہو تو اور زیادہ ثواب ہے۔ پھر اگر شہادت فی سبیل اللہ بھی نصیب ہوجائے تو نور علیٰ نور ہے۔

حدیث جہاد کا مفہوم ظاہر ہے کہ مجاہد فی سبیل اللہ صرف وہی ہے جس کا خروج خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ تصدیق رسل سے مراد ان جملہ بشارتوں پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا ہے جو اللہ کے رسولوں نے جہاد فی سبیل اللہ سے متعلق بیان فرمائی ہیں۔ مجاہد فی سبیل اللہ کے لئے اللہ پاک نے دو ذمہ داریاں لی ہیں۔ اگر اسے درجہ شہادت مل گیا تو وہ سیدھا جنت میں داخل ہوا، حوروں کی گود میں پہنچا اور حساب وکتاب سے مستثنیٰ ہوگیا۔ وہ جنت کے میوے کھاتا ہے اور معلق قندیلوں میں بسیرا کرتا ہے اور اگر وہ سلامتی کے ساتھ گھر واپس آ گیا تو وہ پورے پورے ثواب کے ساتھ اور ممکن ہے کہ مال غنیمت کے ساتھ بھی واپس ہوا ہو۔

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی شہادت کی تمنا فرمائی۔ جس سے آپ امت کو مرتبہ شہادت بتلانا چاہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ نے مؤمنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کے بدلے میں جنت کا سودا کر لیا ہے جو بہترین سودا ہے۔

حدیث شریف میں جہاد کو قیامت تک جاری رہنے کی خبر دی گئی ہے۔ ہاں طریقہ کار حالات کے تحت بدلتا رہے گا۔ آج کل قلمی جہاد بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

بَابٌ: تَطَوُّعُ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنَ الْإِيْمَانِ

باب: اس بارے میں کہ رمضان شریف کی راتوں میں نفلی قیام کرنا بھی ایمان ہی میں سے ہے

٣٧۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا

(۳۷) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، انہوں نے ابن شہاب سے نقل کیا، انہوں نے حمید بن عبدالرحمن سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو کوئی رمضان میں (راتوں کو) ایمان رکھ کر اور ثواب کے لئے عبادت

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه)). [راجع: ٣٥] [مسلم: ١٧٧٩؛ نسائي: ١٦٠١، ٢١٩٨، ٢١٩٩، ٢٢٠٠، ٥٠٤٠، ٥٠٤١]

کرے اس کے اگلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔"

تشریح: ترجمہ باب کا مقصد قیام رمضان کو بھی ایمان کا ایک جزو ثابت کرنا اور مرجیہ کی تردید کرنا ہے جو اعمال صالحہ کو ایمان سے جدا قرار دیتے ہیں۔ قیام رمضان سے تراویح کی نماز مراد ہے۔ جس میں آٹھ رکعات تراویح اور تین وتر ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں تراویح کی آٹھ رکعات کو با جماعت ادا کرنے کا طریقہ رائج فرمایا تھا۔ (مؤطا امام مالک)

آج کل جو لوگ آٹھ رکعات تراویح کو ناجائز اور بدعت قرار دے رہے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ اللہ ان کو نیک سمجھ بخشے۔ آمین۔

بَابٌ: صَوْمُ رَمَضَانَ احْتِسَابًا مِنَ الْإِيْمَانِ

باب: اس بیان میں کہ خالص نیت کے ساتھ رمضان کے روزے رکھنا ایمان کا جزو ہیں

٣٨ـ حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ فُضَيْلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). [راجع:٣٥] [نسائي: ٢٢٠٤؛ ابن ماجه: ١٦٤١]

(٣٨) ہم سے ابن سلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں محمد بن فضیل نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے ابوسلمہ سے روایت کی، وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "جس نے رمضان کے روزے ایمان اور خالص نیت کے ساتھ رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش دیے گئے۔"

بَابٌ: اَلدِّيْنُ يُسْرٌ

باب: اس بیان میں کہ دین آسان ہے

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَحَبُّ الدِّيْنِ إِلَى اللّٰهِ الْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ)).

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے اللہ کو سب سے زیادہ دین پسند ہے جو سیدھا اور سچا ہو (اور یقیناً وہ دین اسلام ہے سچ ہے ان الدین عند اللہ الاسلام)

٣٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالسَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ مَعْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْغِفَارِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَأَبْشِرُوْا، وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ)). [أطرافه في: ٥٦٧٣، ٦٤٦٣، ٧٢٣٥] [نسائي:٥٠٤٩]

(٣٩) ہم سے عبدالسلام بن مطہر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عمر بن علی نے معن بن محمد غفاری سے خبر دی، وہ سعید بن ابوسعید مقبری سے، وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "بے شک دین آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آ جائے گا (اور اس کی سختی نہ چل سکے گی) پس (اس لئے) اپنے عمل میں پختگی اختیار کرو۔ اور جہاں تک ممکن ہو میانہ روی برتو اور خوش ہو جاؤ (کہ اس طرز عمل سے تم کو دارین کے فوائد حاصل ہوں گے) اور صبح اور دوپہر اور شام اور کسی قدر رات میں (عبادت سے) مدد حاصل کرو۔" (نماز پانچ وقتہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ پابندی سے ادا کرو)۔

تشریح: سورہ حج میں اللہ پاک نے فرمایا ہے: ﴿مَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيْكُمْ إِبْرٰهِيْمَ﴾ (۲۲/ الحج:۷۸) یعنی اللہ نے دنیا میں تم پر کوئی سختی نہیں رکھی بلکہ یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت ہے۔ آیات اور احادیث سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اسلام ہر طرح سے آسان ہے۔ اس کے اصولی اور فروعی احکام اور جس قدر اوامر ونواہی ہیں سب میں اسی حقیقت کو ملحوظ رکھا گیا ہے مگر صد افسوس کہ بعد کے زمانوں میں خود ساختہ ایجادات سے اسلام کو اس قدر مشکل بنالیا گیا ہے کہ اللہ کی پناہ۔ اللہ نیک سمجھ دے۔ آمین۔

بَابٌ: أَلصَّلَاةُ مِنَ الْإِيْمَانِ

باب: اس بارے میں کہ نماز ایمان کا جزو ہے

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ إِيْمَانَكُمْ﴾ [البقرة ١٤٣] يَعْنِيْ صَلَاتَكُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اللہ تمہارے ایمان کو ضائع کرنے والا نہیں۔" یعنی تمہاری وہ نمازیں جو تم نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی ہیں (قبول ہیں)۔

٤٠۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ أَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ نَزَلَ عَلَى أَجْدَادِهِ- أَوْ قَالَ: أَخْوَالِهِ- مِنَ الْأَنْصَارِ، وَأَنَّهُ صَلَّى قِبَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا- أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا -وَكَانَ يُعْجِبُهُ أَنْ تَكُوْنَ قِبْلَتُهُ قِبَلَ الْبَيْتِ، وَأَنَّهُ صَلَّى- أَوَّلَ صَلَاةٍ صَلَّاهَا -صَلَاةَ الْعَصْرِ وَصَلَّى مَعَهُ قَوْمٌ، فَخَرَجَ رَجُلٌ مِمَّنْ صَلَّى مَعَهُ فَمَرَّ عَلَى أَهْلِ مَسْجِدٍ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ فَقَالَ: أَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قِبَلَ مَكَّةَ فَدَارُوْا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ، وَكَانَتِ الْيَهُوْدُ قَدْ أَعْجَبَهُمْ إِذْ كَانَ يُصَلِّيْ قِبَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَأَهْلُ الْكِتَابِ، فَلَمَّا وَلَّى وَجْهَهُ قِبَلَ الْبَيْتِ أَنْكَرُوْا ذٰلِكَ.

(۴۰) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے زہیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابواسحاق نے بیان کیا، ان کو حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو پہلے اپنی نہیال اترے، جو انصار تھے۔ اور وہاں آپ نے ۱۶ یا ۱۷ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور آپ کی خواہش تھی کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ کی طرف ہو (جب بیت اللہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ہو گیا) تو سب سے پہلی نماز جو آپ نے بیت اللہ کی طرف پڑھی عصر کی نماز تھی۔ وہاں آپ ﷺ کے ساتھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی، پھر آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں سے ایک آدمی نکلا اور اس کا مسجد (بنی حارثہ) کی طرف گزر ہوا تو وہ لوگ رکوع میں تھے۔ وہ بولا کہ میں اللہ کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ (یہ سن کر) وہ لوگ اسی حال میں بیت اللہ کی طرف گھوم گئے اور جب رسول اللہ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے یہود اور عیسائی خوش ہوتے تھے مگر جب آپ ﷺ نے بیت اللہ کی طرف منہ پھیر لیا تو انہیں یہ امر ناگوار ہوا۔

قَالَ زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ فِيْ حَدِيْثِهِ هٰذَا: أَنَّهُ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ- قَبْلَ أَنْ تَحَوَّلَ- رِجَالٌ وَقُتِلُوْا لَمْ نَدْرِ مَا نَقُوْلُ

زہیر (ایک راوی) کہتے ہیں کہ ہم سے ابواسحاق نے براء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ قبلہ کی تبدیلی سے پہلے کچھ مسلمان انتقال کر چکے تھے۔ تو ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ان کی نمازوں کے بارے میں کیا کہیں۔

فِيهِمْ، "فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيْمَانَكُمْ ج﴾. [البقرة:١٤٣] [أطرافه في: ٣٩٩، ٤٤٨٦، ٤٤٩٢، ٧٢٥٢]

تب اللہ نے یہ آیت نازل کی: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيْمَانَكُمْ﴾ "اور اللہ تمہارے ایمان کو ضائع کرنے والا نہیں۔"

بَابُ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ

باب: آدمی کے اسلام کی خوبی (کے درجات کیا ہیں)

٤١۔ قَالَ مَالِكٌ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِذَا أَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ إِسْلَامُهُ يُكَفِّرُ اللّٰهُ عَنْهُ كُلَّ سَيِّئَةٍ كَانَ زَلَفَهَا، وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْقِصَاصُ: الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهَا)). [نسائي:٥٠١٣]

(۴۱) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے زید بن اسلم نے خبر دی، انہیں عطاء بن یسار نے، ان کو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ "جب (ایک) بندہ مسلمان ہو جائے اور اس کا اسلام عمدہ ہو (یقین وخلوص کے ساتھ ہو) تو اللہ اس کے گناہ کو جو اس نے اس (اسلام لانے) سے پہلے کیا معاف فرما دیتا ہے اور اب اس کے بعد کے لئے بدلہ شروع ہو جاتا ہے (یعنی) ایک نیکی کے عوض دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک (ثواب) اور ایک برائی کا اسی برائی کے مطابق (بدلہ دیا جاتا ہے) مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس برائی سے بھی درگزر کرے۔" (اور اسے بھی معاف فرما دے۔ یہ بھی اس کے لئے آسان ہے)۔

٤٢۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ، وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِمِثْلِهَا)). [مسلم:٣٣٤]

(۴۲) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، ان سے عبدالرزاق نے، انہیں معمر نے ہمام سے خبر دی، وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص جب اپنے اسلام کو عمدہ بنا لے (یعنی نفاق اور ریا سے پاک کر لے) تو ہر نیک کام جو وہ کرتا ہے اس کے عوض دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ہر برا کام جو کرتا ہے تو وہ اتنا ہی لکھا جاتا ہے۔" (جتنا کہ اس نے کیا ہے)۔

تشریح: امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خداداد بصیرت کی بنا پر یہاں بھی اسلام وایمان کے ایک ہونے اور ان میں کمی وبیشی کے صحیح ہونے کے عقیدہ کا اثبات فرمایا ہے اور بطور دلیل ان احادیث پاک کو نقل فرمایا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ ایک نیکی کا ثواب جب سات سو گنا تک لکھا جاتا ہے تو یقیناً اس سے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے اور کتاب وسنت کی رو سے یہی عقیدہ درست ہے جو لوگ ایمان کی کمی وبیشی کے قائل نہیں ہیں اگر وہ بنظر عمیق کتاب وسنت کا مطالعہ کریں گے تو ضرور ان کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔ اسلام کے بہتر ہونے کا مطلب یہ کہ اوامر ونواہی کو ہر وقت سامنے رکھا جائے۔ حلال وحرام میں پورے طور پر تمیز کی جائے، اللہ کا خوف، آخرت کی طلب، دوزخ سے پناہ ہر وقت مانگی جائے اور اپنے اعتقاد وعمل واخلاق سے اسلام کا سچا نمونہ پیش کیا جائے اس حالت میں یقیناً جو بھی نیکی ہوگی اس کا ثواب سات سو گنے تک زیادہ کیا جائے گا۔

اللہ پاک ہر مسلمان کو یہ سعادت عظمیٰ نصیب فرمائے۔ آمین

بَابٌ: أَحَبُّ الدِّيْنِ إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ أَدْوَمُهُ

۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَأَةٌ قَالَ: ((مَنْ هَذِهِ؟)). قَالَتْ: فُلَانَةُ. تُذْكَرُ مِنْ صَلَاتِهَا. قَالَ: ((مَهْ، عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُوْنَ، فَوَاللَّهِ! لَا يَمَلُّ اللَّهُ حَتَّى تَمَلُّوْا)). وَكَانَ أَحَبُّ الدِّيْنِ إِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ.

[طرفه في: ۱۱۵۱] [مسلم ۱۸۳۴، نسائي: ۱۶٤۱، ۵۰۵۰]

باب: اللہ کو دین (کا) وہ (عمل) سب سے زیادہ پسند ہے جس کو پابندی سے کیا جائے

(۴۳) ہم سے محمد بن المثنیٰ نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے ہشام کے واسطے سے نقل کیا، وہ کہتے ہیں مجھے میرے باپ (عروہ) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی کہ رسول اللہ ﷺ (ایک دن) ان کے پاس آئے، اس وقت ایک عورت میرے پاس بیٹھی تھی، آپ نے دریافت کیا "یہ کون ہے؟" میں نے عرض کیا، فلاں عورت اور اس کی نماز (کے اشتیاق اور پابندی) کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ٹھہر جاؤ (سن لو کہ) تم پر اتنا ہی عمل واجب ہے جتنے عمل کی تمہارے اندر طاقت ہے۔ اللہ کی قسم (ثواب دینے سے) اللہ نہیں اکتاتا، مگر تم (عمل کرتے) اکتا جاؤ گے۔" اور اللہ کو دین (کا) وہی عمل زیادہ پسند ہے جس کی ہمیشہ پابندی کی جاسکے۔ (اور انسان بغیر اکتائے اسے انجام دے)۔

بَابُ زِيَادَةِ الْإِيْمَانِ وَنُقْصَانِهِ

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَزِدْنَاهُمْ هُدًى﴾ [الكهف:۱۳] ﴿وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِيْمَانًا﴾ [المدثر:۳۱] وَقَالَ: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ [المائدة:۳] فَإِذَا تَرَكَ شَيْئًا مِنَ الْكَمَالِ فَهُوَ نَاقِصٌ.

پس ان آیات سے ترجمہ باب کا اثبات ہوا۔

باب: ایمان کی کمی اور زیادتی کے بیان میں

اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کی (تفسیر) کہ "اور ہم نے انہیں ہدایت میں زیادتی دی۔" اور دوسری آیت کی تفسیر میں کہ "اور اہل ایمان کا ایمان زیادہ ہو جائے۔" پھر یہ بھی فرمایا "آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔" کیونکہ جب کمال میں سے کچھ باقی رہ جائے تو اسی کو کمی کہتے ہیں۔

٤٤۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَفِيْ قَلْبِهِ وَزْنُ شَعِيْرَةٍ مِنْ خَيْرٍ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَفِيْ قَلْبِهِ وَزْنُ بُرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَفِيْ قَلْبِهِ

(۴۴) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا اور اس کے دل میں جو برابر بھی (ایمان) ہے تو وہ (ایک نہ ایک دن) دوزخ سے ضرور نکلے گا اور دوزخ سے وہ شخص (بھی) ضرور نکلے گا جس نے کلمہ پڑھا اور اس کے دل میں گیہوں کے دانہ برابر خیر ہے اور دوزخ سے وہ (بھی) نکلے گا جس نے کلمہ پڑھا اور اس کے دل میں ایک ذرہ برابر

وَزْنُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ)) قَالَ أَبُو عَبْدِاللّٰهِ: قَالَ أَبَانُ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((مِنْ إِيْمَانٍ)) مَكَانَ: ((خَيْرٍ)). [أطرافه في: ٤٤٧٦، ٦٥٦٥، ٧٤١٠، ٧٤٤٠، ٧٥٠٩، ٧٥١٠، ٧٥١٦] [مسلم: ٤٧٨؛ ترمذي: ٢٥٩٣؛ ابن ماجه: ٤٣١٢]

بھی خیر ہے۔'' ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابان نے بروایت قتادہ بواسطہ حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے "خیر" کی جگہ "ایمان" کا لفظ نقل کیا ہے۔

پہلی روایت میں لفظ خیر سے بھی ایمان ہی مراد ہے۔

٤٥۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ سَمِعَ جَعْفَرَ ابْنَ عَوْنٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ، أَخْبَرَنَا قَيْسُ ابْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ: أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْيَهُوْدِ قَالَ لَهُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! آيَةٌ فِيْ كِتَابِكُمْ تَقْرَؤُوْنَهَا لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ نَزَلَتْ لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا، قَالَ: أَيُّ آيَةٍ؟ قَالَ: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [المائدة:٣]. قَالَ عُمَرُ: قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِيْ نَزَلَتْ فِيْهِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ. [أطرافه في: ٤٤٠٧، ٤٦٠٦، ٧٢٦٨] [مسلم: ٧٥٢٥، ٧٥٢٦؛ ترمذي: ٣٠٤٣؛ نسائي: ٣٠٠٢، ٥٠٢٧]

(۴۵) ہم سے اس حدیث کو حسن بن صباح نے بیان کیا، انہوں نے جعفر بن عون سے سنا، وہ ابوالعمیس سے بیان کرتے ہیں، انہیں قیس بن مسلم نے طارق بن شہاب کے واسطے سے خبر دی۔ وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ان سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! تمہاری کتاب (قرآن) میں ایک آیت ہے جسے تم پڑھتے ہو۔ اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس (کے نزول کے) دن کو یوم عید بنا لیتے۔ آپ نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے؟ اس نے جواب دیا (سورۂ مائدہ کی یہ آیت کہ) ''آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اس دن اور اس مقام کو (خوب) جانتے ہیں جب یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی (اس وقت) آپ ﷺ عرفات میں جمعہ کے دن کھڑے ہوئے تھے۔

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ جمعہ کا دن اور عرفہ کا دن ہمارے ہاں عید ہی مانا جاتا ہے اس لئے ہم بھی اس مبارک دن میں اس آیت کے نزول پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہیں، پھر عرفہ کے بعد والا دن عیدالاضحیٰ ہے، اس لئے جس قدر خوشی اور مسرت ہم کو ان دنوں میں ہوتی ہے اس کا تم لوگ اندازہ اس لئے نہیں کر سکتے کہ تمہارے ہاں عید کا دن کھیل تماشے اور لہو ولعب کا دن مانا گیا ہے، اسلام میں ہر عید بہترین روحانی اور ایمانی پیغام لے کر آتی ہے۔ آیت کریمہ: ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ (۵/ المائدہ:۳) میں دین کے اکمال کا اعلان کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ کامل صرف وہی چیز ہے جس میں کوئی نقص باقی نہ رہ گیا ہو، پس اسلام نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں کامل ہو چکا جس میں کسی تقلیدی مذہب کا وجود نہ کسی خاص امام کے مطاع مطلق کا تصور تھا۔ کوئی تیجہ، فاتحہ، چہلم کے نام سے رسم نہ تھی۔ حنفی، شافعی، و مالکی و حنبلی نسبتوں سے کوئی آشنا نہ تھا کیونکہ یہ بزرگ عرصہ دراز کے بعد پیدا ہوئے اور تقلیدی مذاہب کا اسلام کی چار صدیوں تک پتہ نہ تھا، اب ان چیزوں کو دین میں داخل کرنا، کسی امام بزرگ کی تقلید مطلق واجب

قرار دینا اور ان بزرگوں سے یہ تقلیدی نسب اپنے لئے لازم سمجھ لینا یہ وہ امور ہیں جن کو ہر با بصیرت مسلمان دین میں اضافہ ہی کہے گا۔ مگر صد افسوس کہ امت مسلمہ کا ایک جم غفیر ان ایجادات پر اس قدر پختگی کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہے کہ اس کے خلاف وہ ایک حرف سننے کے لئے تیار نہیں، صرف یہی نہیں بلکہ ایجادات نے مسلمانوں کو اس قدر فرقوں میں تقسیم کر دیا ہے کہ اب ان کا مرکز واحد پر جمع ہونا تقریباً ناممکن نظر آ رہا ہے۔ مسلک محدثین بحمدہ تعالیٰ اس جمود اور اس اندھی تقلید کے خلاف خالص اس اسلام کی ترجمانی کرتا ہے جو آیت مبارکہ: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ (۵/ المائدہ: ۳) میں بتایا گیا ہے۔

تقلیدی مذاہب کے بارے میں کسی صاحب بصیرت نے خوب کہا ہے:

دین حق را چار مذاہب ساختند ☆ رخنہ دین نبی انداختند

یعنی لوگوں نے دین حق جو ایک تھا، اس کے چار مذہب بنا ڈالے، اس طرح نبی کریم ﷺ کے دین میں رخنہ ڈال دیا۔

بَابٌ: اَلزَّكَاةُ مِنَ الْإِسْلَامِ

وَقَوْلُهُ: ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ﴾ [البينة: ٥]

٤٦ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ ابْنُ أَنَسٍ عَنْ عَمِّهِ أَبِي سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِاللَّهِ يَقُولُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرَ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهِ، وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُولُ حَتَّى دَنَا فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ)) فَقَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: ((لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ)) قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((وَصِيَامُ رَمَضَانَ)) قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ: ((لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ)) قَالَ: وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الزَّكَاةَ قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: ((لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ)) قَالَ: فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ: وَاللَّهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ)). [أطرافه في: ١٨٩١،

باب: زکوٰۃ دینا اسلام میں داخل ہے

اور اللہ پاک نے فرمایا: "حالانکہ ان کافروں کو یہی حکم دیا گیا کہ خالص اللہ ہی کی بندگی کی نیت سے ایک طرف ہو کر اسی اللہ کی عبادت کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی پختہ دین ہے۔"

(۴۶) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے چچا ابوسہیل بن مالک سے، انہوں نے اپنے باپ (مالک بن ابی عامر) سے، انہوں نے طلحہ بن عبید اللہ سے وہ کہتے تھے نجد والوں میں سے ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا، سر پریشان یعنی بال بکھرے ہوئے تھے، ہم اس کی آواز کی بھنبھناہٹ سنتے تھے اور ہم سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے یہاں تک کہ وہ نزدیک آن پہنچا، جب معلوم ہوا کہ وہ اسلام کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "اسلام دن رات میں پانچ نمازیں پڑھنا ہے۔" اس نے کہا بس اس کے سوا تو اور کوئی نماز مجھ پر نہیں۔ آپ نے فرمایا: "نہیں مگر تو نفل پڑھے۔" (تو اور بات ہے) آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اور رمضان کے روزے رکھنا۔" اس نے کہا اور تو کوئی روزہ مجھ پر نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں مگر تو نفل روزے رکھے۔" (تو اور بات ہے) طلحہ نے کہا اور آنحضرت ﷺ نے اس سے زکوٰۃ کا بیان کیا۔ وہ کہنے لگا کہ بس اور کوئی صدقہ مجھ پر نہیں ہے آپ نے فرمایا: "نہیں مگر یہ نفل صدقہ دے۔" (تو اور بات ہے) راوی نے کہا پھر وہ شخص پیٹھ موڑ کر چلا۔ یوں کہتا جاتا تھا، قسم خدا کی! میں نہ اس سے بڑھاؤں گا نہ گھٹاؤں گا، آنحضرت ﷺ نے

٢٦٧٨، ٦٩٥٦] [مسلم: ١٠٠؛ ابوداود: ٣٩١، ٣٩٢، ٣٢٥٢؛ نسائي: ٤٥٧، ٢٠٨٩، ٥٠٤٣]

فرمایا: ''اگر یہ سچا ہے تو اپنی مراد کو پہنچ گیا۔''

بَابٌ: اتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ مِنَ الْإِيْمَانِ

باب: جنازے کے ساتھ جانا ایمان میں داخل ہے

٤٧ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَلِيٍّ الْمَنْجُوْفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا وَكَانَ مَعَهُ حَتَّى يُصَلِّي عَلَيْهَا وَيَفْرُغَ مِنْ دَفْنِهَا، فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيْرَاطَيْنِ، كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيْرَاطٍ)). تَابَعَهُ عُثْمَانُ الْمُؤَذِّنُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ. [طرفاه في: ١٣٢٣، ١٣٢٥] [نسائي: ١٩٩٥، ٥٠٤٧]

(۴۷) ہم سے احمد بن عبداللہ بن علی منجوفی نے بیان کیا، کہا ہم سے روح نے بیان کیا، کہا ہم سے عوف نے بیان کیا، انہوں نے حسن بصری اور محمد بن سیرین سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی ایمان رکھ کر اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ جائے اور نماز اور دفن سے فراغت ہونے تک اس کے ساتھ رہے تو وہ دو قیراط ثواب لے کر لوٹے گا ہر قیراط اتنا بڑا ہو گا جیسے احد کا پہاڑ، اور جو شخص جنازے پر نماز پڑھ کر دفن سے پہلے لوٹ جائے تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر لوٹے گا۔'' روح کے ساتھ اس حدیث کو عثمان مؤذن نے بھی روایت کیا ہے۔ کہا ہم سے عوف نے، بیان کیا انہوں نے محمد بن سیرین سے، سنا انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اگلی روایت کی طرح۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان ابواب میں ایمان واسلام کی تفصیلات بتلاتے ہوئے زکوۃ کی فرضیت کو قرآن شریف سے ثابت فرمایا اور بتلایا کہ زکوۃ دینا بھی ایمان میں داخل ہے۔ جو لوگ فرائض دین کو ایمان سے الگ قرار دیتے ہیں، ان کا قول درست نہیں۔ حدیث میں جس شخص کا ذکر ہے اس کا نام ضمام بن ثعلبہ تھا۔ نجد لغت میں بلند علاقہ کو کہتے ہیں، جو عرب میں تہامہ سے عراق تک پھیلا ہوا ہے۔ جنازے کے ساتھ جانا بھی ایسا نیک عمل ہے، جو ایمان میں داخل ہے۔

بَابُ خَوْفِ الْمُؤْمِنِ أَنْ يُحْبَطَ عَمَلُهُ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ

باب: مومن کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں اس کے اعمال مٹ نہ جائیں اور اس کو خبر تک نہ ہو

وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ: مَا عَرَضْتُ قَوْلِي عَلَى عَمَلِي إِلَّا خَشِيْتُ أَنْ أَكُوْنَ مُكَذِّبًا، وَقَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: أَدْرَكْتُ ثَلَاثِيْنَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ عَلَى نَفْسِهِ، مَا مِنْهُمْ أَحَدٌ يَقُوْلُ إِنَّهُ عَلَى

اور ابراہیم تیمی (واعظ) نے کہا میں نے اپنے گفتار اور کردار کو جب ملایا، تو مجھ کو ڈر ہوا کہ کہیں میں شریعت کے جھٹلانے والے (کافروں) سے نہ ہو جاؤں اور ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ میں نبی اکرم ﷺ کے تیس صحابہ سے ملا، ان سے ہر ایک کو اپنے اوپر نفاق کا ڈر لگا ہوا تھا، ان میں کوئی یوں نہیں کہتا تھا کہ میرا ایمان جبرئیل ومیکائیل کے ایمان جیسا ہے اور حسن بصری

إِيْمَانِ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ، وَيُذْكَرُ عَنِ الْحَسَنِ: مَا خَافَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا أَمِنَهُ إِلَّا مُنَافِقٌ. وَمَا يُحْذَرُ مِنَ الْإِصْرَارِ عَلَى التَّقَاتُلِ وَالْعِصْيَانِ مِنْ غَيْرِ تَوْبَةٍ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلَى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾.

[آل عمران :١٣٥]

سے منقول ہے، نفاق سے وہی ڈرتا ہے جو ایماندار ہوتا ہے اور اس سے نڈر وہی ہوتا ہے جو منافق ہے ۔اس باب میں آپس کی لڑائی اور گناہوں پر اڑے رہنے اور توبہ نہ کرنے سے بھی ڈرایا گیا ہے ۔کیونکہ اللہ پاک نے سورۂ آل عمران میں فرمایا: ''اور اپنے برے کاموں پر جان بوجھ کر وہ اڑا (اصرار) نہیں کرتے۔''

٤٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ زُبَيْدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ عَنِ الْمُرْجِئَةِ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُاللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ)).

[طرفاه في: ٦٠٤٤، ٧٠٧٦] [مسلم: ٢٢١؛ ترمذي: ١٩٨٣، ٢٦٣٥؛ نسائي: ٤١٢١، ٤١٢٢، ٤١٢٣، ٤١٢٤]

(۴۸) ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے زبید بن حارث سے، کہا میں نے ابووائل سے مرجیہ کے بارے میں پوچھا، (وہ کہتے ہیں گناہ سے آدمی فاسق نہیں ہوتا) انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''مسلمان کو گالی دینے سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے اور مسلمان سے لڑنا کفر ہے۔''

٤٩ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ يُخْبِرُ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحَى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ: ((إِنِّي خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، وَإِنَّهُ تَلَاحَى فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسَى أَنْ يَكُوْنَ خَيْرًا لَكُمْ الْتَمِسُوْهَا فِي السَّبْعِ وَالتِّسْعِ وَالْخَمْسِ)).

[طرفاه في: ٢٠٢٣، ٦٠٤٩]

(۴۹) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے حمید سے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے، کہا مجھ کو عبادہ بن صامت نے خبر دی کہ آنحضرت ﷺ اپنے حجرے سے نکلے، لوگوں کو شب قدر بتانا چاہتے تھے (وہ کون سی رات ہے) اتنے میں دو مسلمان آپس میں لڑ پڑے، آپ نے فرمایا: ''میں تو اس لئے باہر نکلا تھا کہ تم کو شب قدر بتلاؤں اور فلاں فلاں آدمی لڑ پڑے وہ میرے دل سے اٹھالی گئی اور شاید اسی میں کچھ تمہاری بہتری ہو۔ (تو اب ایسا کرو کہ) شب قدر کو رمضان کی ستائیسویں، انتیسویں اور پچیسویں رات میں ڈھونڈا کرو۔

تشریح: اس حدیث سے بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود مرجیہ کی تردید کرتے ہوئے یہ بتلانا ہے کہ نیک اعمال سے ایمان بڑھتا ہے اور گناہوں سے گھٹتا ہے۔

شب قدر کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ کے طاق راتوں میں سے ایک پوشیدہ رات ہے اور وہ ہر سال ان تواریخ میں گھومتی رہتی ہے، جو لوگ شب قدر کو ستائیسویں شب کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں، ان کا خیال صحیح نہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ: حدیث: ۴۵ میں اور اسی طرح بہت سی مرویات میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام بار بار آتا ہے لہٰذا ان کے مختصر حالات جاننے کے لئے یہ کافی ہے کہ آپ علم حدیث کے سب سے بڑے حافظ اور اساطین میں شمار ہیں، صاحب فتویٰ ائمہ کی جماعت میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ علمی شوق میں سارا

وقت صحبت نبوی میں گزارتے تھے دعائیں بھی ازدیاد علم ہی کی مانگتے تھے، نشر حدیث میں بھی اتنے ہی سرگرم تھے، مرویات کی تعداد (۵۳۷۴) تک پہنچی ہوئی ہے۔ جن میں (۳۲۵) متفق علیہ ہیں، فقہ میں بھی کامل دستگاہ حاصل تھی۔ عربی کے علاوہ فارسی وعبرانی بھی جانتے تھے، مسائل تورات سے بھی پوری واقفیت تھی۔

خشیت ربانی کا یہ عالم تھا کہ ''احتساب قیامت'' کے ذکر پر چیخ مار کر بے ہوش ہوجاتے تھے، ایک مرتبہ مخصوص طور پر یہ حدیث سنائی جس کے دوران میں کئی مرتبہ بے ہوش ہوئے۔

''نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ بروز قیامت سب سے پہلے عالم قرآن، شہید اور دولت مند فیصلہ کے لئے طلب ہوں گے، اوّل الذکر سے پوچھا جائے گا کہ میں نے تجھے علم قرآن عطا کیا، اس پر تو نے عمل بھی کیا؟ جواب دے گا شبانہ روز تلاوت کرتا رہتا تھا۔ فرمائے گا، جھوٹ بولتا ہے، تو اس لئے تلاوت کرتا تھا کہ قاری کا خطاب مل جائے بل گیا۔ دولت مند سے سوال ہوگا کہ میں نے تجھے دولت مند بنا کر دوسروں کی دست نگری سے بے نیاز نہیں کیا تھا؟ اس کا کیا بدلہ دیا؟ عرض کرے گا صلہ رحمی کرتا تھا، صدقہ دیتا تھا۔ ارشاد ہوگا، جھوٹ بولتا ہے مقصد تو یہ تھا کہ سخی مشہور ہوجائے، وہ ہوگیا۔ شہید سے سوال ہوگا۔ وہ کہے گا اے رب العالمین! میں تو تیرے حکم جہاد ہی کے تحت لڑا، یہاں تک کہ تیری راہ میں مارا گیا۔ حکم ہوگا غلط ہے، تیری نیت تو یہ تھی کہ دنیا میں شجاع وجری مشہور ہوجائے، وہ مقصد حاصل ہوگیا۔ ہمارے لئے کیا کیا؟ یہ حدیث بیان کر کے نبی کریم ﷺ نے میرے زانو پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے انہیں تینوں سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔'' (ترمذی، ابواب الزہد)

عبادت سے عشق تھا، گھر میں ایک بیوی اور ایک خادم تھا، تینوں باری باری تہائی شب مصروف عبادت رہتے تھے بعض اوقات پوری پوری راتیں نماز میں گزار دیتے۔ آغاز ماہ میں تین روزے التزام کے ساتھ رکھتے۔ ایک روز تکبیر کی آواز سن کر ایک صاحب نے پوچھا تو فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کر رہا ہوں کہ ایک دن وہ تھا کہ میں برہ بنت غزوان کے پاس محض روٹی پر ملازم تھا، اس کے بعد وہ دن بھی اللہ نے دکھایا کہ وہ میرے عقد میں آگئی۔

نبی کریم ﷺ سے بے حد محبت تھی، اسوۂ رسول ﷺ پر سختی سے پابند تھے، اہل بیت اطہار سے والہانہ محبت رکھتے تھے اور جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو آبدیدہ ہوجاتے تھے۔ اطاعت والدین کا یہ کتنا شاندار مظاہرہ تھا کہ شوق عبادت کے باوجود محض ماں کی تنہائی کے خیال سے ان کی زندگی میں حج نہیں کیا۔ (مسلم جلد:۲)

قابل فخر خصوصیت یہ ہے کہ ویسے تو آپ کے اخلاق بہت بلند تھے اور حق گوئی کے جوش میں بڑے سے بڑے شخص کو فوراً روک دیتے تھے، چنانچہ جب مدینہ میں ہنڈی یا چک کا رواج ہوا ہے تو آپ نے مروان سے جا کر کہا کہ تو نے ربا حلال کردیا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اشیائے خوردنی کی بیع اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ بائع اسے ناپ تول نہ لے، اسی طرح اس کے یہاں تصاویر آویزاں دیکھ کر اسے ٹوکا اور اسے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ ایک دفعہ مروان کی موجودگی میں فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے صحیح فرمایا ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں میں ہوگی۔

لیکن سب سے نمایاں چیز یہ تھی کہ منصب امارت پر پہنچ کر اپنے فقر کو نہ بھولے۔ یا تو یہ حالت تھی کہ روٹی کے لئے گھوڑے کے پیچھے دوڑتے، مسلسل فاقوں سے غش پہ غش آتے، نبی کریم ﷺ کے سوا کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ اصحاب صفہ میں تھے کسی سے سوال نہ کرتے، لکڑیاں جنگل سے کاٹ لاتے، اس سے بھی کام نہ چلتا، رہگزر پر بیٹھ جاتے کہ کوئی کھلانے کے لیے لے جائے یا یہ عالم ہوا کہ گورنری پر پہنچ گئے، سب کچھ حاصل ہوگیا، لیکن فقیرانہ سادگی برابر قائم رکھی، ویسے اچھے سے اچھا پہنا، کتان کے بنے ہوئے کپڑے پہنے اور ایک سے ناک صاف کر کے کہا، واہ واہ! ابوہریرہ آج تم کتان سے ناک صاف کرتے ہو، حالانکہ کل شدت فاقہ سے مسجد نبوی میں غش کھا کر گر پڑا کرتے تھے۔ شہر سے نکلتے تو سواری میں گدھا ہوتا، جس پر معمولی نمدہ کسا ہوتا۔ چھال کی رسی لگام ہوتی۔ جب سامنے کوئی آجاتا تو مزاحاً خود کہتے، راستہ چھوڑو امیر کی سواری آرہی ہے۔

بڑے مہمان نواز اور سیر چشم تھے۔ اللہ تعالیٰ آج کسی کو معمولی فارغ البالی بھی عطا کرتا ہے تو غرور سے حالت اور ہوجاتی ہے مگر اللہ نے آپ کو زمین سے اٹھا کر عرش پر بٹھا دیا، لیکن سادگی کا وہی عالم رہا۔ (رضی اللہ عنہ)

بَابُ سُؤَالِ جِبْرِيْلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْإِيْمَانِ وَالْإِسْلَامِ وَالْإِحْسَانِ وَعِلْمِ السَّاعَةِ

وَبَيَانِ النَّبِيِّ ﷺ لَهُ ثُمَّ قَالَ: ((جَاءَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ)) . فَجَعَلَ ذَلِكَ كُلَّهُ دِيْنًا، وَمَا بَيَّنَ النَّبِيُّ ﷺ لِوَفْدِ عَبْدِالْقَيْسِ مِنَ الْإِيْمَانِ، وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ﴾. [آل عمران:٨٥]

باب: حضرت جبریل علیہ السلام کا نبی اکرم ﷺ سے ایمان، اسلام، احسان اور قیامت کے علم کے بارے میں پوچھنا

اور اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ کا بیان فرمانا پھر آخر میں آپ نے فرمایا کہ ”یہ جبریل علیہ السلام تھے جو تم کو دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔“ یہاں آپ نے ان تمام باتوں کو (جو جبریل علیہ السلام کے سامنے بیان کی گئی تھیں) دین ہی قرار دیا اور ان باتوں کے بیان میں جو آنحضرت ﷺ نے ایمان سے متعلق عبدالقیس کے وفد کے سامنے بیان فرمائی تھی اور اللہ پاک کے اس ارشاد کی تفصیل میں کہ ”جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔“

اس آیت مبارکہ میں بھی اسلام کو لفظ دین سے تعبیر کیا گیا ہے۔

٥٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ ابْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: مَا الْإِيْمَانُ؟ قَالَ: ((الْإِيْمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَبِلِقَائِهِ وَرُسُلِهِ، وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ)). قَالَ: مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: ((الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ، وَتُقِيْمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ مَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ)). قَالَ: مَا الْإِحْسَانُ قَالَ: ((أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ)) قَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: ((مَا الْمَسْئُوْلُ بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، سَأُخْبِرُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ رَبَّهَا، وَإِذَا تَطَاوَلَ رُعَاةُ الْإِبِلِ الْبُهْمُ فِي الْبُنْيَانِ، فِيْ خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ)) ثُمَّ تَلَا

(٥٠) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابوحیان تیمی نے ابوزرعہ سے خبر دی، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک دن آنحضرت ﷺ لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پاک کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں کے وجود پر اور اس (اللہ) کی ملاقات کے برحق ہونے پر اور اس کے رسولوں کے برحق ہونے پر اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان لاؤ۔“ پھر اس نے پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے پھر جواب دیا کہ ”اسلام یہ ہے کہ تم خالص اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو۔ اور زکوٰۃ فرض ادا کرو۔ اور رمضان کے روزے رکھو۔“ پھر اس نے احسان کے متعلق پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”احسان یہ کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔“ پھر اس نے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اس کے بارے میں جواب دینے والا پوچھنے

النَّبِيُّ ﷺ: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ [الْآيَةَ] [لقمان:٣٤] ثُمَّ أَدْبَرَ فَقَالَ: ((رُدُّوهُ)). فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا فَقَالَ: ((هٰذَا جِبْرِيْلُ جَاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِيْنَهُمْ)) قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: جَعَلَ ذٰلِكَ كُلَّهُ مِنَ الْإِيْمَانِ. [طرفه في:٤٧٧٧] [ابن ماجه: ٦٤، ٤٠٤٤]

والے سے کچھ زیادہ نہیں جانتا (البتہ) میں تمہیں اس کی نشانیاں بتلاسکتا ہوں۔ وہ یہ ہیں کہ جب لونڈی اپنے آقا کو جنے گی اور جب سیاہ اونٹوں کے چرانے والے (دیہاتی لوگ ترقی کرتے کرتے) مکانات کی تعمیر میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کریں گے (یادرکھو) قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔" پھر آپ نے یہ آیت پڑھی کہ "اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے کہ وہ کب ہوگی۔" (آخر آیت تک) پھر وہ پوچھنے والا پیٹھ پھیر کر جانے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ "اسے واپس بلا کر لاؤ۔" لوگ دوڑ پڑے مگر وہ کہیں نظر نہیں آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبریل علیہ السلام تھے جو لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔" امام ابوعبداللہ بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان تمام باتوں کو ایمان ہی قرار دیا ہے۔

تشریح: شارحین بخاری لکھتے ہیں:

"مقصود البخاری من عقد ذالك الباب ان الدين والاسلام والايمان واحد لا اختلاف فی مفهومهما والواو فی وما بين وقوله تعالى بمعنى مع۔"

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کا اس باب کے منعقد کرنے سے اس امر کا بیان مقصود ہے کہ دین اور اسلام اور ایمان ایک ہیں، اس کے مفہوم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور وما بين میں اور وقوله تعالى میں ہر دو جگہ واؤ مع کے معنی میں ہے۔ جس کا مطلب یہ کہ باب میں پہلا ترجمہ سوال جبرئیل سے متعلق ہے جس کے مقصد کو آپ نے فجعل ذالك كله من الايمان سے واضح فرمادیا۔ یعنی دین، ایمان، اسلام، احسان اور اعتقاد قیامت سب پر مشتمل ہے۔ دوسرا ترجمہ ومابين لوفد عبدالقيس ہے یعنی آپ ﷺ نے وفد عبدالقیس کے لئے ایمان کی جو تفصیل بیان فرمائی تھی اس میں اعمال بیان فرما کر ان سب کو داخل ایمان قرار دیا گیا تھا خواہ وہ اوامر سے ہوں یا نواہی سے۔ تیسرا ترجمہ یہاں آیت کریمہ ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ﴾ (۳/آل عمران:۸۵) ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ اصل دین دین اسلام ہے۔ اور دین اور اسلام ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ کیونکہ اگر دین اسلام سے مغائر ہوتا تو آیت مبارکہ میں اسلام کا تلاش کرنے والا شریعت میں معتبر ہے۔ یہاں ان کے لغوی معانی سے کوئی بحث نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہاں بھی مرجیہ کی تردید ہے جو ایمان کے لئے اعمال کو غیر ضروری بتلاتے ہیں۔

تعصب کا براہو: فرقہ مرجیہ کی ضلالت پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ بھی ایسے ہی گمراہ فرقوں کی تردید کے لئے یہ جملہ تفصیلات پیش فرما رہے ہیں۔ مگر تعصب کا براہو عصر حاضر کے بعض مترجمین وشارحین بخاری کو یہاں بھی خالصاً حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر تعریض نظر آئی ہے اور اس خیال کے پیش نظر انہوں نے یہاں امام بخاری رحمہ اللہ کو غیر فقیہ زود رنج قرار دے کر دل کی بھڑاس نکالی ہے صاحب انوار الباری کے لفظ یہ ہیں:

"امام بخاری رحمہ اللہ میں تاثر کا مادہ زیادہ تھا اور اپنے اساتذہ حمیدی، نعیم بن حماد، خزاعی، اسحاق بن راہویہ، اسماعیل، عروہ سے زیادہ متاثر ہو گئے۔ جن کو امام صاحب وغیرہ سے للہ بغض تھا دوسرے وہ زود رنج تھے۔ فن حدیث کے امام بے مثال تھے مگر فقہ میں وہ پایہ نہ تھا۔ اس لئے ان کا کوئی مذہب نہ بن سکا...... امام اعظم رحمہ اللہ کی فقہی باریکیوں کو سمجھنے کے لیے بہت زیادہ اونچے درجہ کی تفقہ کی ضرورت تھی۔ جو نہ سمجھا وہ ان کا مخالف ہوگیا۔"

(انوار الباری، جلد: دوم/ص:۱۶۸)

اس بیان پر تفصیلی تبصرہ کے لئے دفاتر بھی ناکافی ہیں۔ مگر آج کے دور میں ان فرسودہ مباحث میں جا کر علمائے سلف کا باہمی حسد و بغض ثابت کر کے تاریخ اسلام کو مجروح کرنا یہ خدمت ایسے متعصبین حضرات ہی کو مبارک ہو ہمارا تو سب کے لئے یہ عقیدہ ہے ﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ﴾ (۲/البقرۃ:۱۳۴) علیہم السلام ۔ آمین ۔ امام بخاری رحمہ اللہ کو زود رنج اور غیر فقیہ قرار دینا خود ان لکھنے والوں کو زود رنج اور کم فہم ہونے کی دلیل ہے۔

بَابٌ: [هَلْ يَزِيْدُوْنَ أَمْ يَنْقُصُوْنَ]

باب: اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں

٥١ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ أَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهُ: سَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيْدُوْنَ أَمْ يَنْقُصُوْنَ، فَزَعَمْتَ أَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ، وَكَذٰلِكَ الْإِيْمَانُ حَتّٰى يَتِمَّ، وَسَأَلْتُكَ: هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخْطَةً لِدِيْنِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ؟ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا، وَكَذٰلِكَ الْإِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ، لَا يَسْخَطُهُ أَحَدٌ. [راجع:۷]

(۵۱) ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے صالح بن کیسان سے، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ سے، ان کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی، ان کو ابوسفیان بن حرب نے کہ ہرقل (روم کے بادشاہ) نے ان سے کہا۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں۔ تو نے جواب میں بتلایا کہ وہ بڑھ رہے ہیں۔ (ٹھیک ہے) ایمان کا یہی حال رہتا ہے یہاں تک کہ وہ پورا ہو جائے اور میں نے تجھ سے پوچھا تھا کہ اس کے دین میں آ کر پھر اس کو برا جان کر پھر جاتا ہے؟ تو نے کہا: نہیں، اور ایمان کا یہی حال ہے۔ جب اس کی خوشی دل میں سما جاتی ہے تو پھر اس کو کوئی برا نہیں سمجھ سکتا۔

یہ باب بھی پچھلے باب ہی سے متعلق ہے اور اس سے بھی ایمان کی کمی و زیادتی ثابت کرنا مقصود ہے۔

بَابُ فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ

باب: اس شخص کی فضیلت کے بیان میں جو اپنا دین قائم رکھنے کے لئے گناہ سے بچ گیا

٥٢ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى، يُوْشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ، أَلَا! وَإِنَّ لِكُلِّ

(۵۲) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے زکریا نے، انہوں نے عامر سے، کہا میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: "حلال کھلا ہوا ہے اور حرام بھی کھلا ہوا ہے اور ان دونوں کے درمیان بعض چیزیں شبہ کی ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے (کہ حلال ہیں یا حرام) پھر جو کوئی شبہ کی چیزوں سے بھی بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جو کوئی ان شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی ہے جو (شاہی محفوظ) چراگاہ کے آس

مَلِكٍ حِمًى، أَلَا! إِنَّ حِمَى اللّٰهِ فِي أَرْضِهِ مَحَارِمُهُ، أَلَا! وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ. أَلَا! وَهِيَ الْقَلْبُ)). [طرفه في: ٢٠٥١] [مسلم: ٤٠٩٤؛ ابوداود: ٣٣٢٩، ٣٣٣٠؛ ترمذي: ١٢٠٥؛ نسائي: ٤٤٦٥، ٥٧٢٦؛ ابن ماجه: ٣٩٨٤]

پاس اپنے جانوروں کو چرائے۔ وہ قریب ہے کہ اس چراگاہ کے اندر گھس جائے (اور شاہی مجرم قرار پائے) سن لو ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے۔ اللہ کی چراگاہ اس کی زمین پر حرام چیزیں ہیں۔ (پس ان سے بچو اور) سن لو! بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوگا سارا بدن درست ہوگا اور جہاں بگڑا سارا بدن بگڑ گیا۔ سن لو! وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔"

تشریح: باب کے منعقد کرنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ ورع پرہیزگاری بھی ایمان کو کامل کرنے والے عملوں میں سے ہے۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی بنا پر ہمارا مذہب یہی ہے کہ قلب ہی عقل کا مقام ہے اور فرماتے ہیں: "قد اجمع العلماء علی عظم موقع هذا الحديث وانه احد الاحاديث الاربعة التي عليها مدار الاسلام المنظومة في قوله۔"

عمدة الدين عندنا كلمات مسندات من قول خير البرية
اتق الشبه وازهدن ودع ما ليس يعنيك واعملن بنية

یعنی اس حدیث کی عظمت پر علما کا اتفاق ہے اور یہ ان چار احادیث میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا مدار ہے جیسا کہ اس رباعی میں ہے کہ دین سے متعلق ارشادات نبوی کے یہ چند کلمات ہمارے نزدیک دین کی بنیاد ہیں۔ شبہ کی چیزوں سے بچو، دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو، فضولیات سے بچو اور نیت کے مطابق عمل کرو۔

بَابٌ: أَدَاءُ الْخُمُسِ مِنَ الْإِيْمَانِ

باب: اس بارے میں کہ مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرنا بھی ایمان سے ہے

٥٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَقْعُدُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَيُجْلِسُنِي عَلَى سَرِيرِهِ فَقَالَ: أَقِمْ عِنْدِي حَتَّى أَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِنْ مَالِي، فَأَقَمْتُ مَعَهُ شَهْرَيْنِ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنِ الْقَوْمُ أَوْ مَنِ الْوَفْدُ؟)). قَالُوْا: رَبِيعَةُ قَالَ: ((مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ، غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى)). فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ، فَمُرْنَا بِأَمْرٍ

(٥٣) ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا، کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی، انہوں نے ابوجمرہ سے نقل کیا کہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا کرتا تھا وہ مجھ کو خاص اپنے تخت پر بٹھاتے (ایک دفعہ) کہنے لگے کہ تم میرے پاس مستقل طور پر رہ جاؤ میں اپنے مال میں سے تمہارا حصہ مقرر کر دوں گا۔ تو میں دو ماہ ان کی خدمت میں رہ گیا۔ پھر کہنے لگے کہ عبدالقیس کا وفد جب آنحضرت ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا کہ "یہ کون سی قوم کے لوگ ہیں یا یہ وفد کہاں کا ہے؟" انہوں نے کہا کہ ربیعہ خاندان کے لوگ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "مرحبا اس قوم کو یا اس وفد کو نہ ذلیل ہونے والے نہ شرمندہ ہونے والے (یعنی ان کا آنا بہت خوب ہے)۔" وہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! ہم آپ کی خدمت میں صرف ان حرمت والے مہینوں میں آ سکتے ہیں کیونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان مضر کے کافروں کا قبیلہ آباد

فَصْلٍ، نُخْبِرْ بِهِ مَنْ وَرَائَنَا وَنَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ. وَسَأَلُوْهُ عَنِ الْأَشْرِبَةِ فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ، وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ أَمَرَهُمْ بِالْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ قَالَ: ((أَتَدْرُوْنَ مَا الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ؟)) قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ((شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءُ الزَّكَاةِ، وَصِيَامُ رَمَضَانَ، وَأَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ)) وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ عَنِ الْحَنْتَمِ وَالدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ وَرُبَّمَا قَالَ: الْمُقَيَّرِ وَقَالَ: ((احْفَظُوْهُنَّ وَأَخْبِرُوْا بِهِنَّ مَنْ وَرَائَكُمْ))

[أطرافه في: ٨٧، ٥٢٣، ١٣٩٨، ٣٠٩٥، ٣٥١٠، ٤٣٦٨، ٤٣٦٩، ٦١٧٦، ٧٢٦٦، ٧٥٥٦] [مسلم: ٥١٧٨؛ ابوداود: ٣٦٩٢، ٤٦٧٧؛ ترمذي: ١٥٩٩، ٢٦١١؛ نسائي: ٥٠٤٦، ٥٧٠٨]

ہے۔پس آپ ہم کو ایک ایسی قطعی بات بتلا دیجئے جس کی خبر ہم اپنے پچھلے لوگوں کو بھی کر دیں جو یہاں نہیں آئے اور اس پر عمل درآمد کر کے ہم جنت میں داخل ہو جائیں اور انہوں نے آپ سے اپنے برتنوں کے بارے میں بھی پوچھا۔ آپ ﷺ نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا اور چار قسم کے برتنوں کو استعمال میں لانے سے منع فرمایا۔ ان کو حکم دیا کہ ایک اکیلے خدا پر ایمان لاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ "جانتے ہو ایک اکیلے اللہ پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے؟" انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی کو معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اس کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت سے جو ملے اس کا پانچواں حصہ (مسلمانوں کے بیت المال میں) داخل کرنا۔" اور چار برتنوں کے استعمال سے آپ ﷺ نے ان کو منع فرمایا۔ سبز لاکھی مرتبان سے اور کدو کے بنائے ہوئے برتن سے، لکڑی کے کھودے ہوئے برتن سے، اور روغنی برتن سے اور فرمایا کہ "ان باتوں کو حفظ کر لو اور ان لوگوں کو بھی بتلا دینا جو تم سے پیچھے ہیں۔"

تشریح: یہاں بھی مرجیہ کی تردید مقصود ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ومذهب السلف في الايمان من كون الاعمال داخلة في حقيقته فانه قد فسر الاسلام في حديث جبرئيل بما فسربه الايمان في قصة وفد عبدالقيس فدل هذا على ان الاشياء المذكورة فيها اداء الخمس من اجزاء الايمان وانه لابد في الايمان من الاعمال خلافا للمرجئة۔" (مرعاة جلد: اول/ ص: ٤٥)

یعنی سلف کا مذہب یہی ہے کہ اعمال ایمان کی حقیقت میں داخل ہیں نبی کریم ﷺ نے حدیث جبرئیل علیہ السلام (مذکورہ سابقہ) میں اسلام کی جو تفسیر بیان فرمائی وہی تفسیر آپ نے وفد عبدالقیس کے سامنے ایمان کی فرمائی۔ پس یہ دلیل ہے کہ اشیائے مذکورہ جن میں مال غنیمت سے خمس ادا کرنا بھی ہے یہ سب اجزائے ایمان سے ہیں اور یہ کہ ایمان کے لئے اعمال کا ہونا لابدی ہے۔ مرجیہ اس کے خلاف ہیں۔ (جو ان کی ذلت و جہالت کی دلیل ہے)

جن برتنوں کے استعمال سے آپ نے منع فرمایا ان میں عرب کے لوگ شراب رکھا کرتے تھے۔ جب شراب پینا حرام قرار پایا تو چند روز تک نبی کریم ﷺ نے ان برتنوں کے استعمال کی بھی ممانعت فرما دی۔

یاد رکھنے کے قابل: یہاں حضرت مولانا مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک یاد رکھنے کے قابل بات فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"قال الحافظ وفيه دليل على تقدم اسلام على قبائل مضر الذين كانوا بينهم وبين المدينة ويدل على سبقهم الى الاسلام ايضا ما رواه البخاري في الجمعة عن ابن عباس قال: ان اول جمعة جمعت بعد جمعة في مسجد رسول الله ﷺ في مسجد عبدالقيس بجواثى من البحرين وانما جمعوا بعد رجوع وفدهم اليهم فدل على انهم سبقوا جميع القرى الى الاسلام انتهى واحفظه فانه ينفعك في مسئلة الجمعة في القرىٰ۔" (مرعاة جلد / اول / ص: ٤٤)

یعنی حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس حدیث میں دلیل ہے کہ عبدالقیس کا قبیلہ مضر سے پہلے اسلام قبول کر چکا تھا جو ان کے اور مدینہ کے بیچ میں سکونت پذیر تھے۔ اسلام میں ان کی سبقت پر بخاری کی وہ حدیث بھی دلیل ہے جو نماز جمعہ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ مسجد نبوی میں اقامت جمعہ کے بعد پہلا جمعہ جواثی نامی گاؤں میں جو بحرین میں واقع تھا، عبدالقیس کی مسجد میں قائم کیا گیا۔ یہ جمعہ انہوں نے مدینہ سے واپسی کے بعد قائم کیا تھا۔ پس ثابت ہوا کہ وہ دیہات میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ اسے یاد رکھو یہ گاؤں میں جمعہ ادا ہونے کے ثبوت میں تم کو نفع دے گی۔

بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْأَعْمَالَ بِالنِّيَّةِ وَالْحِسْبَةِ

وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى فَدَخَلَ فِيهِ الْإِيمَانُ، وَالْوُضُوءُ، وَالصَّلَاةُ، وَالزَّكَاةُ، وَالْحَجُّ، وَالصَّوْمُ، وَالْأَحْكَامُ، وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِهِ﴾ [الإسراء ٨٤] عَلَى نِيَّتِهِ نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا صَدَقَةٌ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ)).

[طرفه في: ١٣٤٩]

٥٤۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ، عَنْ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ)). [راجع:١]

٥٥۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللَّهِ بْنَ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى

باب: اس بات کے بیان میں کہ عمل بغیر نیت اور خلوص کے صحیح نہیں ہوتے

اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جو نیت کرے، تو عمل میں، وضو، نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ اور سارے احکام آ گئے اور (سورۂ بنی اسرائیل میں) اللہ نے فرمایا: "اے پیغمبر! کہہ دیجئے کہ ہر کوئی اپنے طریق یعنی اپنی نیت پر عمل کرتا ہے۔" اور (اسی وجہ سے) آدمی اگر ثواب کی نیت سے خدا کا حکم سمجھ کر اپنے گھر والوں پر خرچ کر دے تو اس میں بھی اس کو صدقے کا ثواب ملتا ہے اور جب مکہ فتح ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اب ہجرت کا سلسلہ ختم ہو گیا لیکن جہاد اور نیت کا سلسلہ باقی ہے۔

(۵۴) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہوں نے یحییٰ بن سعید سے، انہوں نے محمد بن ابراہیم سے، انہوں نے علقمہ بن وقاص سے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "عمل نیت ہی سے صحیح ہوتے ہیں (یا نیت ہی کے مطابق ان کو بدلہ ملتا ہے) اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جو نیت کرے گا۔ پس جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لئے ہجرت کرے اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو گی اور جو کوئی دنیا کمانے کے لئے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہجرت کرے گا تو اس کی ہجرت ان ہی کاموں کے لئے ہو گی۔"

(۵۵) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں مجھ کو عدی بن ثابت نے خبر دی، انہوں نے عبداللہ بن یزید سے، سنا، انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: "جب آدمی ثواب کی نیت سے

أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا فَهِيَ لَهُ صَدَقَةٌ)). [طرفاه في: ٤٠٠٦، ٥٣٥١] [مسلم: ٢٣٢٢، ٢٣٢٣؛ ترمذي: ١٩٦٥؛ نسائي: ٢٥٤٤]

اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے پس وہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے۔"

٥٦- حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا، حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فَمِ امْرَأَتِكَ)). [أطرافه في: ١٢٩٥، ٢٧٤٢، ٢٧٤٤، ٣٩٣٦، ٤٤٠٩، ٥٣٥٤، ٥٦٥٩، ٥٦٦٨، ٦٣٧٣، ٦٧٣٣] [مسلم: ٤٢٠٩، ٤٢١٠؛ ابوداود: ٢٨٦٤؛ نسائي: ٣٦٢٨؛ ابن ماجه: ٢٧٠٨]

(۵۶) ہم سے حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عامر بن سعد نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انہوں نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک تو جو کچھ خرچ کرے اور اس سے تیری نیت اللہ کی رضا حاصل کرنی ہو تو تجھ کو اس کا ثواب ملے گا۔ یہاں تک کہ اس پر بھی جو تو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے۔"

تشریح: ان جملہ احادیث میں جملہ اعمال کا دار و مدار نیت پر بتلایا گیا۔ امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان کی بنا پر حظ نفس بھی جب شریعت کے موافق ہو تو اس میں بھی ثواب ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((الدِّيْنُ النَّصِيحَةُ لِلَّهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ))

باب: آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ "دین سچے دل سے فرمانبرداری اور اس کے رسول اور مسلمان حاکموں اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کا نام ہے"

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ﴾. [التوبة :٩١]

اور اللہ نے سورۂ توبہ میں فرمایا: "جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی میں رہیں۔"

٥٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ الْبَجَلِيِّ، قَالَ: بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. [أطرافه في: ٥٨، ٥٢٤، ١٤٠١، ٢١٥٧، ٢٧١٤، ٢٧١٥، ٧٢٠٤] [مسلم: ١٩٩؛ ترمذي: ١٩٢٥]

(۵۷) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن سعید بن قطان نے بیان کیا، انہوں نے اسماعیل سے، انہوں نے کہا مجھ سے قیس بن ابی حازم نے بیان کیا، انہوں نے جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا آنحضرت ﷺ سے میں نے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

٥٨۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَوْمَ مَاتَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ عَلَيْكُمْ بِاتِّقَاءِ اللّٰهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَالْوَقَارِ وَالسَّكِيْنَةِ حَتَّى يَأْتِيَكُمْ أَمِيْرٌ، فَإِنَّمَا يَأْتِيْكُمُ الْآنَ، ثُمَّ قَالَ: اسْتَعْفُوْا لِأَمِيْرِكُمْ، فَإِنَّهُ كَانَ يُحِبُّ الْعَفْوَ. ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّيْ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ قُلْتُ: أُبَايِعُكَ عَلَى الْإِسْلَامِ. فَشَرَطَ عَلَيَّ: ((وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ)). فَبَايَعْتُهُ عَلَى هَذَا، وَرَبِّ هَذَا الْمَسْجِدِ إِنِّيْ لَنَاصِحٌ لَكُمْ. ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَنَزَلَ.[طرفه في: ٥٧] [مسلم: ٢٠٠؛ نسائي: ٤١٦٧]

(۵۸) ہم سے ابونعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، انہوں نے زیاد سے، انہوں نے علاقہ سے کہا، میں نے جریر بن عبداللہ سے سنا جس دن مغیرہ بن شعبہ (حاکم کوفہ) کا انتقال ہوا تو وہ خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی تعریف اور خوبی بیان کی اور کہا: تم کوا کیلے اللہ کا ڈر رکھنا چاہیے اس کا کوئی شریک نہیں اور تحمل اور اطمینان سے رہنا چاہیے اس وقت تک کہ کوئی دوسرا حاکم تمہارے اوپر آئے اور وہ ابھی آنے والا ہے۔ پھر فرمایا کہ اپنے مرنے والے حاکم کے لیے دعائے مغفرت کرو کیونکہ وہ (مغیرہ) بھی معافی کو پسند کرتا تھا۔ پھر کہا کہ اس کے بعد تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا کہ آپ سے اسلام پر بیعت کرتا ہوں۔ آپ نے مجھ سے ہر مسلمان کی خیر خواہی کے لیے شرط کی۔ پس میں نے اس شرط پر آپ سے بیعت کرلی (پس) اس مسجد کے رب کی قسم کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں پھر استغفار کیا اور منبر سے اتر آئے۔

تشریح: اللہ اور رسول کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کی تعظیم کرے۔ زندگی بھر ان کی فرمانبرداری سے منہ نہ موڑے، اللہ کی کتاب کی اشاعت کرے، حدیث نبوی کو پھیلائے، ان کی اشاعت کرے اور اللہ ورسول کے خلاف کسی پیر مرشد مجتہد امام مولوی کی بات ہرگز نہ مانے۔

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار مت دیکھ کسی کا قول وکردار
جب اصل ہے تو نقل کیا ہے یاں وہم خطا کا دخل کیا ہے

حضرت مغیرہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے حاکم تھے۔ انہوں نے انتقال کے وقت حضرت جریر بن عبداللہ کو اپنا نائب بنادیا تھا، اس لئے جریر نے ان کی وفات پر یہ خطبہ اور لوگوں کو نصیحت کی کہ دوسرا حاکم آنے تک کوئی شر وفساد نہ کرو بلکہ صبر سے ان کا انتظار کرو، شر وفساد کوفہ والوں کی فطرت میں تھا، اس لئے آپ نے ان کو تنبیہ فرمائی۔ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ کے بعد زیاد کو کوفے کا حاکم مقرر کیا جو پہلے بصرہ کے گورنر تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الایمان کو اس حدیث پر ختم کیا جس میں اشارہ ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی طرح میں نے جو کچھ یہاں لکھا ہے محض مسلمانوں کی خیر خواہی اور بھلائی مقصود ہے ہرگز کسی سے عناد اور تعصب نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے چلے آتے ہیں اور آج بھی موجود ہیں۔ ساتھ ہی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں یہ بھی اشارہ کیا کہ میں نے ہمیشہ صبر وتحمل سے کام لیتے ہوئے معافی کو پسند کیا ہے پس آنے والے مسلمان بھی قیامت تک میری مغفرت کے لئے دعا کرتے رہا کریں۔ غفر اللہ لہ آمین۔

صاحب ایضاح البخاری نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ''امام ہمیں یہ بتلا رہے ہیں کہ ہم نے ابواب سابقہ میں مرجیہ، خارجیہ اور کہیں بعض اہل سنت پر تعریضات کی ہیں لیکن ہماری نیت میں اخلاص ہے۔ خواہ مخواہ کی چھیڑ چھاڑ ہمارا مقصد نہیں اور نہ ہمیں شہرت کی ہوس ہے بلکہ یہ ایک خیر خواہی کے جذبہ سے ہم نے کیا اور جہاں کوئی فرقہ بھٹک گیا یا کسی انسان کی رائے ہمیں درست نظر نہ آئی وہاں ہم نے بہ نیت ثواب صحیح بات وضاحت سے بیان کردی۔''
(ایضاح البخاری، ص: ۴۲۸)

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "والنصيحة من نصحة العسل اذا صفيته من الشمع اومن النصح وهو الخياطة بالنصحة۔" یعنی لفظ نصیحت نصحة العسل سے ماخوذ ہے جب شہد موم سے الگ کرلیا گیا ہو یا نصیحت سوئی سے سینے کے معنی میں ہے جس سے کپڑے کے مختلف ٹکڑے جوڑ جوڑ کر ایک کر دیے جاتے ہیں۔ اسی طرح نصیحت بمعنی خیر خواہی سے مسلمانوں کا باہمی اتحاد مطلوب ہے۔

(الحمد للہ کہ کتاب الایمان آج اواخر ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ کو بروز یک شنبہ ختم ہوئی)۔ (راز)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْعِلْمِ

علم کا بیان

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب الایمان کے بعد کتاب العلم کو اس لئے لائے کہ ایمان اور علم میں ایک زبردست رابطہ ہے اور ایمان کے بعد دوسری اہم چیز علم ہے۔ جس کا خزانہ قرآن وحدیث ہے۔ قرآن وحدیث کے خلاف جو کچھ ہو اسے علم نہیں بلکہ جہل کہنا زیادہ مناسب ہے۔ عام بول چال میں علم کے معنی جاننے کے ہیں اور جہل نا جاننا اس کی ضد ہے۔ پس تکمیل دین کے لئے ایمان اور اسلام کی تفصیلات کا جاننا بے حد ضروری ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (۳۵/ فاطر ۲۸) ''اللہ کے جاننے والے بندے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔'' اس لئے کہ ان کے علم نے ان کے دماغوں سے جہل کے پردوں کو دور کر دیا ہے۔ پس وہ دیکھنے والوں کی مثال ہیں اور جاہل اندھوں کی مثال ہیں سچ ہے: ''لا یستوی الاعمی والبصیر۔''

بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنكُمْ وَالَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ [المجادلة:١١] وَقَوْلِهِ: ﴿رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾. [طه: ١١٤]

باب: علم کی فضیلت کے بیان میں

اور اللہ پاک نے (سورۂ مجادلہ) میں فرمایا: ''جو تم میں ایماندار ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ ان کے درجات بلند کرے گا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ طٰہٰ میں) فرمایا: ''(کہ یوں دعا کیا کرو) پروردگار مجھ کو علم میں ترقی عطا فرما۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فضیلت علم کے بارے میں قرآن مجید کی ان دو آیات ہی کو کافی سمجھا، اس لئے کہ پہلی آیت میں اللہ پاک نے خود اہل علم کے لئے بلند درجات کی بشارت دی ہے اور دوسری میں علمی ترقی کے لئے دعا کرنے کی ہدایت کی گئی۔ نیز پہلی آیت میں ایمان وعلم کا رابطہ مذکور ہے اور ایمان کو علم پر مقدم کیا گیا ہے۔ جس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حسن ترتیب اور حسن بیان پر بھی ایک لطیف اشارہ ہے۔ کیونکہ آپ نے بھی پہلے کتاب الایمان پھر کتاب العلم کا انعقاد فرمایا ہے۔ آیت میں ایمان اور علم ہر دو کو ترقی درجات کے لئے ضروری قرار دیا۔ درجات جمع سالم اور نکرہ ہونے کی وجہ سے غیر معین ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان درجات کی کوئی حد نہیں جو اہل علم کو حاصل ہوں گے۔

بَابُ مَنْ سُئِلَ عِلْمًا وَهُوَ مُشْتَغِلٌ فِي حَدِيْثِهِ فَأَتَمَّ الْحَدِيْثَ ثُمَّ أَجَابَ السَّائِلَ

باب: اس بیان میں کہ جس شخص سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ اپنی کسی دوسری بات میں مشغول ہو پس (ادب کا تقاضا ہے کہ) وہ پہلے اپنی بات پوری کرلے پھر پوچھنے والے کو جواب دے

٥٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ؛ ح قَالَ: وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟فَمَضَى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يُحَدِّثُ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: جَآءَهُ سَمِعَ مَا قَالَ، فَكَرِهَ مَا قَالَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ لَمْ يَسْمَعْ، حَتَّى إِذَا قَضَى حَدِيثَهُ قَالَ: ((أَيْنَ- أُرَاهُ- السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ؟)) قَالَ: هَا أَنَا يَا رَسُوْلَ اللَّهِ قَالَ: ((فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)) فَقَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: ((إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ))

[طرفه في:٦٤٩٦]

(۵۹) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا ہم سے فلیح نے بیان کیا (دوسری سند) اور مجھ سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا مجھ سے میرے باپ (فلیح) نے بیان کیا، کہا ہلال بن علی نے، انہوں نے عطاء بن یسار سے نقل کیا، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ لوگوں میں بیٹھے ہوئے ان سے باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک دیہاتی آپ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ اپنی گفتگو میں مصروف رہے۔ بعض لوگ (جو مجلس میں تھے) کہنے لگے آپ ﷺ نے دیہاتی کی بات سنی لیکن پسند نہیں کی اور بعض کہنے لگے کہ نہیں بلکہ آپ نے اس کی بات سنی ہی نہیں۔ جب آپ اپنی باتیں پوری کر چکے تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ ﷺ نے یوں فرمایا: "وہ قیامت کے بارے میں پوچھنے والا کہاں گیا؟ اس (دیہاتی) نے کہا (حضور) میں موجود ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ "جب امانت (ایمانداری دنیا سے) اٹھ جائے تو قیامت قائم ہونے کا انتظار کر۔" اس نے کہا: ایمانداری اٹھنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "(جب حکومت کے کاروبار) نالائق لوگوں کو سونپ دیئے جائیں تو قیامت کا انتظار کر۔"

تشریح: آپ ﷺ دوسری باتوں میں مشغول تھے، اس لئے اس کا جواب بعد میں دیا۔ یہیں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود باب ثابت ہوا اور ظاہر ہوا کہ علمی آداب میں یہ ضروری ادب ہے کہ شاگرد موقع محل دیکھ کر استاد سے بات کریں۔ کوئی اور شخص بات کر رہا ہو تو جب تک وہ فارغ نہ ہو درمیان میں دخل اندازی نہ کریں۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وانما لم يجبه عليه الصلوة والسلام لانه يحتمل ان يكون لانتظار الوحى اويكون مشغولا بجواب سائل اخر ويوخذ منه ينبغى للعالم والقاضى ونحوهما رعاية تقدم الأسبق."

یعنی آپ ﷺ نے شاید وحی کے انتظار میں اس کو جواب نہ دیا یا آپ دوسرے سائل کے جواب میں مصروف تھے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عالم اور قاضی صاحبان کو پہلے آنے والوں کو رعایت کرنا ضروری ہے۔

بَابُ مَنْ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْعِلْمِ

باب: اس کے بارے میں جس نے علمی مسائل کے لیے اپنی آواز کو بلند کیا

٦٠- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْعَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِيُّ ﷺ

(۶۰) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے ابو بشر سے بیان کیا، انہوں نے یوسف بن ماہک سے، انہوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے کہا ایک سفر میں جو ہم نے کیا تھا آنحضرت ﷺ ہم سے

فِي سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا، فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقْنَا الصَّلَاةُ وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ، فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا، فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ: ((وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ)). مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا [طرفاه في: ٩٦، ١٦٣] [مسلم:٥٧٢]

پیچھے رہ گئے اور آپ ﷺ ہم سے اس وقت ملے جب (عصر کی) نماز کا وقت آن پہنچا تھا ہم (جلدی جلدی) وضو کر رہے تھے۔ پس پاؤں کو خوب دھونے کے بدل ہم یوں ہی سا دھو رہے تھے۔ (یہ حال دیکھ کر) آپ ﷺ نے بلند آواز سے پکارا: "دیکھو ایڑیوں کی خرابی دوزخ سے ہونے والی ہے" دو یا تین بار آپ ﷺ نے (یوں ہی بلند آواز سے) فرمایا۔

تشریح: بلند آواز سے کوئی بات کرنا شان نبوی کے خلاف ہے کیونکہ آپ کی شان میں لیس بصخاب آیا ہے کہ آپ شور وغل کرنے والے نہ تھے مگر یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ نے یہ باب منعقد کر کے بتلا دیا کہ مسائل کے بتلانے کے لئے آپ کبھی آواز کو بلند فرما دیتے تھے۔ خطبہ کے وقت بھی آپ کی یہی عادت مبارکہ تھی جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب خطبہ دیتے تو آپ کی آواز بلند ہو جایا کرتی تھی۔ ترجمہ باب اسی سے ثابت ہوتا ہے۔ آپ کا مقصد لوگوں کو آگاہ کرنا تھا کہ جلدی کی وجہ سے ایڑیوں کو خشک نہ رہنے دیں، یہ خشکی ان ایڑیوں کو دوزخ میں لے جائے گی۔ یہ سفر مکہ سے مدینہ کی طرف تھا۔

بَابُ قَوْلِ الْمُحَدِّثِ: حَدَّثَنَا وَأَخْبَرَنَا وَأَنْبَأَنَا

باب: محدث کا لفظ حدثنا واخبرنا وانبانا استعمال کرنا صحیح ہے

وَقَالَ لَنَا الْحُمَيْدِيُّ: كَانَ عِنْدَ ابْنِ عُيَيْنَةَ ((حَدَّثَنَا)) وَ((أَخْبَرَنَا)) وَ((أَنْبَأَنَا)) وَ((سَمِعْتُ)) وَاحِدًا. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ. وَقَالَ شَقِيقٌ عَنْ عَبْدِاللَّهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ كَلِمَةً كَذَا، وَقَالَ حُذَيْفَةُ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَدِيثَيْنِ. وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا يَرْوِي عَنْ رَبِّهِ وَقَالَ أَنَسٌ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ وَقَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّكُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالَى.

جیسا کہ امام حمیدی نے کہا کہ ابن عیینہ کے نزدیک الفاظ حدثنا اور اخبرنا اور انبانا اور سمعت ایک ہی تھے...... اور عبداللہ بن مسعود نے بھی یوں ہی کہا حدثنا رسول اللہ ﷺ درحالیکہ آپ سچوں کے سچے تھے۔ اور شقیق نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، میں نے آنحضرت ﷺ سے یہ بات سنی اور حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم سے رسول اللہ ﷺ نے دو حدیثیں بیان کیں اور ابوالعالیہ نے روایت کیا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے، آپ ﷺ نے اپنے پروردگار سے اور انس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی اور آپ ﷺ نے اپنے پروردگار سے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی کہا آپ ﷺ اس کو تمہارے رب تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ محدثین کی نقل در نقل کی اصطلاح میں حدثنا واخبرنا وانبانا کا استعمال ان کا خود ایجاد کردہ نہیں ہے۔ بلکہ خود نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے پاک زمانوں میں بھی نقل در نقل کے لئے ان ہی لفظوں کا استعمال ہوا کرتا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں ان چھ روایات کو بغیر سند کے لائے ہیں۔ دوسرے مقامات پر ان کی اسناد موجود ہیں اسناد کا علم دین میں بہت ہی بڑا درجہ ہے۔ محدثین کرام رحمہم اللہ نے سچ فرمایا ہے کہ "الاسناد من الدین لولا الاسناد لقال من شاء ماشاء" یعنی اسناد بھی دین ہی میں داخل ہے۔ اگر اسناد نہ ہوتی تو جس کے دل میں جو کچھ آتا وہ کہہ ڈالتا۔ مگر علم اسناد نے صحت نقل کے لئے حد بندی کر دی ہے اور یہی محدثین کرام کی سب سے بڑی خوبی ہے

کہ وہ علم الاسناد کے ماہر ہوتے ہیں اور رجال کے مالہ وماعلیہ پر ان کی پوری نظر ہوتی ہے اسی لئے کذب وافترا ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔

٦١ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ:حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا، وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ، حَدِّثُوْنِي مَا هِيَ؟)). قَالَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَوَادِيْ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: وَوَقَعَ فِيْ نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ، فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوْا: حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((هِيَ النَّخْلَةُ)).

[أطرافه في: ٦٢، ٧٢، ١٣١، ٢٢٠٩، ٤٦٩٨، ٥٤٤٤، ٥٤٤٨، ٦١٢٢، ٦١٤٤] [مسلم:٧٠٩٨]

(٦١) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن دینار سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''درختوں میں ایک درخت ایسا ہے کہ اس کے پتے نہیں جھڑتے، اور مسلمان کی مثال اسی درخت کی سی ہے۔ بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟'' یہ سن کر لوگوں کا خیال جنگل کی طرف دوڑا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔ مگر میں اپنی (کم سنی کی) شرم سے نہ بولا۔ آخر صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ وہ کونسا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ کھجور کا درخت ہے۔''

تشریح: اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں اس لئے لائے ہیں کہ اس لفظ حدثنا و حدثونی خود نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زبانوں سے بولے گئے ہیں پس ثابت ہوگیا کہ یہ اصطلاحات عہد نبوی ﷺ سے مروج ہیں۔ بلکہ خود قرآن مجید ہی سے ان سب کا ثبوت ہے۔ جیسا کہ سورۂ تحریم میں ہے: ﴿قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾ (٦٦/التحريم:٣) ''اس عورت نے کہا کہ آپ ﷺ کو اس بارے میں کس نے خبر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ مجھ کو اس نے خبر دی جو جاننے والا اخبر رکھنے والا پروردگار عالم ہے'' پس منکرین حدیث کی یہ ہفوات کہ علم حدیث عہد نبوی کے بعد کی ایجاد ہے بالکل غلط اور قرآن مجید کے بالکل خلاف اور واقعات کے بھی بالکل خلاف ہے۔

بَابُ طَرْحِ الْإِمَامِ الْمَسْأَلَةَ عَلَى أَصْحَابِهِ لِيَخْتَبِرَ مَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ

باب: اس بارے میں کہ استاد اپنے شاگردوں کا علم آزمانے کے لیے ان سے کوئی سوال کرے (یعنی امتحان لینے کا بیان)

٦٢ـ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ ابْنُ بَلَالٍ: قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ: عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا، وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ، حَدِّثُوْنِي مَا هِيَ؟)). قَالَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَوَادِيْ۔ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ، فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوْا: حَدِّثْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا هِيَ؟ قَالَ: ((هِيَ

(٦٢) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہ (ایک مرتبہ) آپ ﷺ نے فرمایا: ''درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے کہ اس کے پتے نہیں جھڑتے اور مسلمان کی بھی یہی مثال ہے بتلاؤ وہ کونسا درخت ہے؟'' یہ سن کر لوگوں کے خیالات جنگل کے درختوں میں چلے گئے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے دل میں آیا کہ بتلا دوں کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن (وہاں بہت بزرگ موجود تھے اس لیے) مجھ کو شرم آئی۔ آخر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض

النَّخْلَةُ)). [راجع:٦١]

کیا یارسول اللہ! آپ ہی بیان فرمادیجئے۔ آپ ﷺ نے بتلایا کہ "وہ کھجور کا درخت ہے۔"

اس حدیث اور واقعہ نبوی سے طالب علموں کا امتحان لینا ثابت ہوا۔ جبکہ کھجور کے درخت سے مسلمان کی تشبیہ اس طرح ہوئی کہ مسلمان متوکل علی اللہ ہوکر ہر حال میں ہمیشہ خوش وخرم رہتا ہے۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ وَالْعَرْضِ عَلَى الْمُحَدِّثِ

باب: شاگرد کا استاد کے سامنے پڑھنا اور اس کو سنانا

روایت حدیث کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ شیخ اپنے شاگرد کو حدیث پڑھ کر سنائے۔ اسی طرح یوں بھی ہے کہ شاگرد استاد کو پڑھ کر سنائے۔ بعض لوگ دوسرے طریقوں میں کلام کرتے تھے۔ اس لئے حضرت امام ؒ نے یہ باب منعقد کر کے بتلا دیا کہ ہر دو طریقے جائز اور درست ہیں۔

وَرَأَى الْحَسَنُ وَالثَّوْرِيُّ، وَمَالِكٌ الْقِرَاءَةَ جَائِزَةً، وَاحْتَجَّ بَعْضُهُمْ فِي الْقِرَآءَةِ عَلَى الْعَالِمِ بِحَدِيْثِ ضِمَامِ بْنِ ثَعْلَبَةَ أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: آللَّهُ أَمَرَكَ أَنْ نُصَلِّيَ الصَّلٰوةَ قَالَ: ((نَعَمْ)) قَالَ: فَهٰذِهِ قِرَاءَةٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَ ضِمَامٌ قَوْمَهُ بِذٰلِكَ فَأَجَازُوْهُ وَاحْتَجَّ مَالِكٌ بِالصَّكِّ يُقْرَأُ عَلَى الْقَوْمِ فَيَقُوْلُوْنَ أَشْهَدَنَا فُلَانٌ، وَيُقْرَأُ عَلَى الْمُقْرِئِ فَيَقُوْلُ الْقَارِئُ: أَقْرَأَنِي فُلَانٌ.

اور امام حسن بصری اور سفیان ثوری اور مالک نے شاگرد کے پڑھنے کو جائز کہا ہے اور بعض نے استاد کے سامنے پڑھنے کی دلیل ضمام بن ثعلبہ کی حدیث سے لی ہے۔ اس نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا تھا کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم فرمایا ہے کہ ہم لوگ نماز پڑھا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں۔" تو یہ (گویا) آنحضرت ﷺ کے سامنے پڑھنا ہی ٹھہرا۔ ضمام نے پھر جا کر اپنی قوم سے یہ بیان کیا تو انہوں نے اس کو جائز رکھا۔ اور امام مالک نے دستاویز سے دلیل لی جو قوم کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو فلاں شخص نے دستاویز پر گواہ کیا اور پڑھنے والا پڑھ کر استاد کو سناتا ہے پھر کہتا ہے مجھ کو فلاں نے پڑھایا۔

ابن بطال نے کہا کہ دستاویز والی دلیل بہت ہی پختہ ہے کیونکہ شہادت تو اخبار سے بھی زیادہ اہم ہے۔ مطلب یہ کہ صاحب معاملہ کو دستاویز پڑھ کر سنائی جائے اور وہ گواہوں کے سامنے کہہ دے کہ ہاں یہ دستاویز صحیح ہے تو گواہ اس پر گواہی دے سکتے ہیں۔ اسی طرح جب عالم کو کتاب پڑھ کر سنائی جائے اور وہ اس کا اقرار کرے تو اس سے روایت کرنا صحیح ہوگا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْوَاسِطِيُّ عَنْ عَوْفٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: لَا بَأْسَ بِالْقِرَاءَةِ عَلَى الْعَالِمِ. وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ مُوْسَى: عَنْ سُفْيَانَ قَالَ:إِذَا قُرِئَ عَلَى الْمُحَدِّثِ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَقُوْلَ: حَدَّثَنِيْ قَالَ: وَسَمِعْتُ أَبَا عَاصِمٍ يَقُوْلُ: عَنْ مَالِكٍ وَسُفْيَانَ الْقِرَاءَةُ عَلَى

ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، ہم سے محمد بن حسن واسطی نے بیان کیا، کہا انہوں نے عوف سے، انہوں نے حسن بصری سے، انہوں نے کہا عالم کے سامنے پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں۔ اور ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے سفیان ثوری سے سنا، وہ کہتے تھے جب کوئی شخص محدث کو حدیث پڑھ کر سنائے تو کچھ قباحت نہیں اگر یوں کہے کہ اس نے مجھ سے بیان کیا۔ اور میں نے ابوعاصم سے سنا، وہ امام مالک اور سفیان ثوری کا قول بیان کرتے تھے کہ عالم کو پڑھ کر سنانا اور عالم کا شاگردوں کے سامنے پڑھنا

الْعَالِمِ وَقِرَاءَتَهُ سَوَاءٌ.

٦٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدٍ هُوَالْمَقْبُرِيُّ، عَنْ شَرِيكِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ فَأَنَاخَهُ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَقَلَهُ، ثُمَّ قَالَ لَهُمْ: أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ؟ وَالنَّبِيُّ ﷺ مُتَّكِئٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ. فَقُلْنَا: هَذَا الرَّجُلُ الْأَبْيَضُ الْمُتَّكِئُ. فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: يَاابْنَ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((قَدْ أَجَبْتُكَ)). فَقَالَ الرَّجُلُ لَهُ إِنِّي سَائِلُكَ فَمُشَدِّدٌ عَلَيْكَ فِي الْمَسْأَلَةِ فَلَا تَجِدْ عَلَيَّ فِي نَفْسِكَ. فَقَالَ: ((سَلْ عَمَّا بَدَا لَكَ)). فَقَالَ: أَسْأَلُكَ بِرَبِّكَ وَرَبِّ مَنْ قَبْلَكَ، آللّٰهُ أَرْسَلَكَ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ؟ فَقَالَ: ((اللّٰهُمَّ نَعَمْ)). قَالَ: أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ، آللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ تُصَلِّيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ قَالَ: ((اللّٰهُمَّ نَعَمْ)). قَالَ: أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ، آللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ تَصُومَ هَذَا الشَّهْرَ مِنَ السَّنَةِ؟ قَالَ: ((اللّٰهُمَّ نَعَمْ)) قَالَ: أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ، آللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ تَأْخُذَ هَذِهِ الصَّدَقَةَ مِنْ أَغْنِيَائِنَا فَتَقْسِمَهَا عَلَى فُقَرَائِنَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اللّٰهُمَّ نَعَمْ)). فَقَالَ الرَّجُلُ: آمَنْتُ بِمَا جِئْتَ بِهِ، وَأَنَا رَسُولُ، مَنْ وَرَائِي مِنْ قَوْمِي، وَأَنَا ضِمَامُ ابْنُ ثَعْلَبَةَ أَخُو بَنِي سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ رَوَاهُ مُوسَى وَعَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا. [مسلم:

دونوں برابر ہیں۔

(٦٣) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے سعید مقبری سے، انہوں نے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر سے، انہوں نے انس بن مالک سے سنا کہ ایک بار ہم مسجد میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اونٹ کو مسجد میں بٹھا کر باندھ دیا۔ پھر پوچھنے لگا (بھائیو!) تم لوگوں میں محمد (ﷺ) کون سے ہیں؟ آنحضرت ﷺ اس وقت لوگوں میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے کہا: محمد (ﷺ) یہ سفید رنگ والے بزرگ ہیں جو تکیہ لگائے ہوئے تشریف فرما ہیں۔ تب وہ آپ سے مخاطب ہوا کہ اے عبدالمطلب کے فرزند! آپ ﷺ نے فرمایا: ''کہو میں آپ کی بات سن رہا ہوں۔'' وہ بولا میں آپ ﷺ سے کچھ دینی باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں اور ذرا سختی سے بھی پوچھوں گا تو آپ اپنے دل میں برا نہ مانیے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں جو تمہارا دل چاہے پوچھو۔'' تب اس نے کہا کہ میں آپ کے رب اور اگلے لوگوں کے رب تبارک وتعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو اللہ نے دنیا کے سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں یا میرے اللہ!'' پھر اس نے کہا: میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو رات دن میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں یا میرے اللہ!'' پھر کہنے لگا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ سال بھر میں اس مہینہ رمضان کے روزے رکھو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں یا میرے اللہ!'' پھر کہنے لگا: میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ہم میں سے جو مالدار لوگ ہیں ان سے زکوٰۃ وصول کر کے ہمارے محتاجوں میں بانٹ دیا کریں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''ہاں یا میرے اللہ!'' تب وہ شخص کہنے لگا جو حکم آپ ﷺ اللہ کے پاس سے لائے ہیں، میں ان پر ایمان لایا اور میں اپنی قوم کے لوگوں کا جو یہاں نہیں آئے ہیں بھیجا ہوا (تحقیق حال کے لیے) آیا ہوں۔ میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے میں بنی سعد بن بکر کے خاندان سے

۱۰۲، ۱۰۳؛ نسائي: ۲۰۹۰]

ہوں۔ اس حدیث کو (لیث کی طرح) موسیٰ اور علی بن عبدالحمید نے سلیمان سے روایت کیا، انہوں نے ثابت سے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے یہی مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

تشریح: مسلم کی روایت میں حج کا بھی ذکر ہے۔ مسند احمد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں یوں ہے: "فاناخ بعيره على باب المسجد" یعنی اس نے اپنا اونٹ مسجد کے دروازے پر باندھ دیا تھا۔ اس نے بے تکلفی سے سوالات کئے اور آپ بھی بے تکلفی سے جواب دیتے رہے اور لفظ مبارک ((اللهم نعم)) کا استعمال فرماتے رہے۔ اللھم تمام اسمائے حسنیٰ کے قائم مقام ہے، اس لئے گویا آپ نے جواب کے وقت اسمائے حسنیٰ کو شامل فرمالیا۔ یہ عربوں کے محاورے کے مطابق بھی تھا کہ وثوق کامل کے مقام پر اللہ کا نام بطور قسم استعمال کرتے تھے۔ ضمام کا آنا ۹ھ کی بات ہے جیسا کہ محمد بن اسحاق اور ابوعبیدہ وغیرہ کی تحقیق ہے، اس کی تائید طبرانی کی روایت سے ہوتی ہے جس کے راوی ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ فتح مکہ کے بعد تشریف لائے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ عرض وقراءت کا طریقہ بھی معتبر ہے جیسا کہ ضمام نے بہت سی دینی باتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا اور آپ تصدیق فرماتے رہے۔ پھر ضمام اپنی قوم کے ہاں گئے اور انہوں نے ان کا اعتبار کیا اور ایمان لائے۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت سے عالی سند کے حصول کی فضیلت پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ ضمام نے اپنے ہاں آپ کے قاصد کے ذریعہ یہ ساری باتیں معلوم کر لی تھیں لیکن پھر خود حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ ساری باتوں کو معلوم کیا، لہٰذا اگر کسی کے پاس کوئی روایت چند واسطوں سے ہو اور کسی شیخ کی اجازت سے ان واسطوں میں کمی آ سکتی ہو تو ملاقات کر کے عالی سند حاصل کرنا بہر حال بڑی فضیلت کی چیز ہے۔

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ نُهِينَا فِي الْقُرآنِ أَنْ نَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ وَكَانَ يُعْجِبُنَا أَنْ يَجِيْءَ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ الْعَاقِلُ فَيَسْأَلُهُ وَنَحْنُ نَسْمَعُ. فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ فَقَالَ أَتَانَا رَسُوْلُكَ فَأَخْبَرَنَا أَنَّكَ تَزْعَمُ أَنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ أَرْسَلَكَ قَالَ ((صَدَقَ)) فَقَالَ: فَمَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالْجِبَالَ قَالَ: ((اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ)) قَالَ: فَمَنْ جَعَلَ فِيهَا الْمَنَافِعَ قَالَ: ((اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ)) قَالَ فَبِالَّذِي خَلَقَ السَّمَاءَ وَخَلَقَ الْأَرْضَ وَنَصَبَ الْجِبَالَ وَجَعَلَ فِيهَا الْمَنَافِعَ آللَّهُ أَرْسَلَكَ قَالَ: ((نَعَمْ)) قَالَ: زَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا خَمْسَ

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن مغیرہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ثابت نے انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، انہوں نے فرمایا کہ ہم کو قرآن کریم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے سے منع کر دیا گیا تھا اور ہم کو اسی لیے یہ بات پسند تھی کہ کوئی ہوشیار دیہاتی آئے اور آپ سے دینی امور پوچھے اور ہم سنیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا کہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے ہاں آپ کا مبلغ گیا تھا۔ جس نے ہم کو خبر دی کہ اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، ایسا آپ کا خیال ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس نے بالکل سچ کہا ہے۔'' پھر اس نے پوچھا کہ آسمان کس نے پیدا کئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ عزوجل نے۔'' پھر اس نے پوچھا کہ زمین کس نے پیدا کی ہے اور پہاڑ کس نے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ عزوجل نے۔'' پھر اس نے پوچھا کہ ان میں نفع دینے والی چیزیں کس نے پیدا کی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل نے۔'' پھر اس نے کہا کہ پس اس ذات کی قسم دے کر آپ سے پوچھتا ہوں جس نے زمین و آسمان اور پہاڑوں کو پیدا کیا اور اس میں منافع پیدا کئے کہ کیا

صَلَوَاتٍ وَزَكَاةً فِي أَمْوَالِنَا قَالَ: ((صَدَقَ)) قَالَ: فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ: ((نَعَمْ)) وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرٍ فِي سَنَتِنَا قَالَ: ((صَدَقَ)) قَالَ: فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ: ((نَعَمْ)) قَالَ: وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا حِجَّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً قَالَ: ((صَدَقَ)) قَالَ: فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ: ((نَعَمْ)) قَالَ: فَوَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَزِيْدُ عَلَيْهِنَّ شَيْئًا وَلَا أَنْقُصُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنْ صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ)).

اللہ عزوجل نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ "ہاں بالکل سچ ہے۔" (اللہ نے مجھ کو رسول بنایا ہے) پھر اس نے کہا کہ آپ کے مبلغ نے بتلایا ہے کہ ہم پر پانچ وقت کی نمازیں اور مال سے زکوٰۃ ادا کرنا اسلامی فرائض ہیں، کیا یہ درست ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! اس نے بالکل سچ کہا ہے۔" پھر اس نے کہا: آپ کو اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے آپ کو رسول بنایا ہے کیا اللہ پاک ہی نے آپ کو ان چیزوں کا حکم فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں بالکل درست ہے۔" آپ کے مبلغ نے بتلایا کہ ہم پر سال میں ایک مہینے کے روزے فرض ہیں؟ آپ نے فرمایا: "اُس نے سچ کہا ہے۔" پھر اُس نے کہا آپ کو اُس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے آپ کو رسول بنایا ہے کیا اللہ پاک ہی نے آپ کو ان چیزوں کا حکم فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں بالکل درست ہے۔" پھر وہ بولا آپ کے قاصد کا خیال ہے کہ ہم میں سے جو طاقت رکھتا ہو اس پر بیت اللہ کا حج فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: "اُس نے سچ کہا۔" پھر اُس نے کہا آپ کو اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا کہ کیا اللہ ہی نے آپ ﷺ کو یہ حکم فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ "ہاں!" پھر وہ کہنے لگا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں ان باتوں پر کچھ زیادہ کروں گا نہ کم کروں گا۔ (بلکہ ان ہی کے مطابق اپنی زندگی گزار دوں گا) آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر اس نے اپنی بات کو سچ کر دکھایا تو وہ ضرور ضرور جنت میں داخل ہو جائے گا۔"

تشریح: صنعانی نے کہا کہ یہ حدیث اس مقام پر اسی ایک نسخہ بخاری میں ہے جو فربری پر پڑھا گیا اور کسی نسخہ میں نہیں ہے۔ شرح قسطلانی میں بھی یہ روایت یہاں نہیں ہے۔ بہر حال صحابہ کرام کو غیر ضروری سوالات کرنے سے روک دیا گیا تھا۔ وہ احتیاطاً خاموشی اختیار کر کے منتظر رہا کرتے تھا کہ کوئی باہر کا آدمی آ کر مسائل معلوم کرے اور ہم کو سننے کا موقع مل جائے۔ اس روایت میں بھی شاید وہی ضمام بن ثعلبہ مراد ہیں جن کا ذکر پچھلی روایت میں آ چکا ہے۔ اس کے تمام سوالات کا تعلق اصول و فرائض دین سے متعلق تھا۔ آپ ﷺ نے بھی اصولی طور پر فرائض ہی کا ذکر فرمایا۔ نوافل فرائض کے تابع ہیں چنداں ان کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی اس لئے اس بارے میں آپ ﷺ نے سکوت فرمایا۔ اس سے سنن و نوافل کی اہمیت جو اپنی جگہ پر مسلم ہے وہ کم نہیں ہوئی۔

ایک بے جا الزام: صاحب ایضاح البخاری جیسے سنجیدہ مرتب کو اللہ جانے کیا سوجھی کہ حدیث طلحہ بن عبیداللہ جو کتاب الایمان میں بذیل باب الزکوٰۃ من الاسلام مذکور ہوئی ہے اس میں آنے والے شخص کو اہل نجد سے بتلایا گیا ہے۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ ضمام بن ثعلبہ ہی ہیں۔ بہر حال اس کے ذیل میں آپ نے ایک عجیب سرخی "دور حاضرہ کا ایک فتنہ" سے قائم فرمائی ہے۔ پھر اس کی توضیح یوں کی ہے کہ "اہل حدیث اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے سنن کے اہتمام سے پہلو تہی کرتے ہیں۔" (ایضاح البخاری جلد:۴/ص:۳۸۶)

اہلحدیث پر یہ الزام اس قدر بے جا ہے کہ اس پر جتنی بھی نفی کی جائے کم ہے۔ کاش آپ غور کرتے اور سوچتے کہ آپ کیا لکھ رہے ہیں، جو جماعت سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے کی وجہ سے آپ کے ہاں انتہائی معتوب ہے وہ بھلا سنن کے اہتمام سے پہلو تہی کرے گا؟ یہ بالکل غلط ہے۔ انفرادی طور پر اگر کوئی شخص ایسا کر گزرتا ہے تو اس فعل کا وہ خود ذمہ دار ہے یوں کتنے مسلمان خود نماز فرض ہی سے پہلو تہی کرتے ہیں تو کیا کسی غیر مسلم کا یہ کہنا درست ہو جائے گا کہ مسلمانوں کے ہاں نماز کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔ اہلحدیث کا نعرہ ہی یہ ہے:

ماعا شقیم بے دل دلدار ما محمد ‌‌‌‌ مابلبلیم نالاں گلزار مامحمد ﷺ

ہاں! اہلحدیث یہ ضرور کہتے ہیں کہ فرض و سنن ونوافل کے مراتب الگ الگ ہیں۔ کوئی شخص کبھی کسی معقول عذر کی بنا پر اگر سنن ونوافل سے محروم رہ جائے وہ اسلام سے خارج نہیں ہو جائے گا۔ نہ اس کی ادا کردہ فرض نماز پر اس کا کچھ اثر پڑے گا، اگر اہل حدیث ایسا کہتے ہیں تو یہ بالکل بجا ہے۔ اس لئے کہ یہ تو خود آپ کا بھی فتویٰ ہے۔ جیسا کہ آپ خود اسی کتاب میں فرما رہے ہیں، آپ کے لفظ یہ ہیں۔ ''آپ ﷺ نے اس کے بے کم وکاست عمل کرنے کی قسم پر دخول جنت کی بشارت دی کیونکہ اگر بالفرض وہ صرف انہیں تعلیمات پر اکتفا کر رہا ہے اور سنن ونوافل کو شامل نہیں کر رہا ہے۔ تب بھی دخول جنت کے لئے تو کافی ہے۔'' (ایضاح، جلد:۵/ص:۳۱) صد افسوس کہ آپ یہاں ان کو داخل جنت فرما رہے ہیں اور پچھلے مقام پر آپ ہی اسے ''دور حاضرہ کا ایک فتنہ'' بتلاتے ہیں۔ ہم کو آپ کی انصاف پسند طبیعت سے پوری توقع ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح فرما دیں گے۔

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْمُنَاوَلَةِ وَكِتَابِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْعِلْمِ إِلَى الْبُلْدَانِ

باب: مناولہ کا بیان اور اہل علم کا علمی باتیں لکھ کر (دوسرے) شہروں کی طرف بھیجنا

وَقَالَ أَنَسٌ: نَسَخَ عُثْمَانُ الْمَصَاحِفَ، فَبَعَثَ بِهَا إِلَى الْآفَاقِ، وَرَأَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَمَالِكٌ ذَلِكَ جَائِزًا، وَاحْتَجَّ بَعْضُ أَهْلِ الْحِجَازِ فِي الْمُنَاوَلَةِ بِحَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ حَيْثُ كَتَبَ لِأَمِيرِ السَّرِيَّةِ كِتَابًا وَقَالَ: لَا تَقْرَأْهُ حَتَّى تَبْلُغَ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا. فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ الْمَكَانَ قَرَأَهُ عَلَى النَّاسِ، وَأَخْبَرَهُمْ بِأَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف (یعنی قرآن) لکھوائے اور انہیں چاروں طرف بھیج دیا۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یحییٰ بن سعید اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ (کتابت) جائز ہے۔ اور بعض اہل حجاز نے مناولہ پر رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں آپ نے امیر لشکر کے لیے خط لکھا تھا۔ پھر (قاصد سے) فرمایا تھا کہ جب تک تم فلاں فلاں جگہ نہ پہنچ جاؤ اس خط کو مت پڑھنا۔ پھر جب وہ جگہ پہنچ گئے تو اس نے خط کو لوگوں کے سامنے پڑھا اور جو آپ کا حکم تھا وہ انہیں بتلایا۔

٦٤ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ بِكِتَابِهِ رَجُلًا، وَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ الْبَحْرَيْنِ، فَدَفَعَهُ عَظِيمُ الْبَحْرَيْنِ إِلَى كِسْرَى، فَلَمَّا

(۶۴) اسماعیل بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، ان سے ابراہیم بن سعد نے صالح کے واسطے سے روایت کی، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے نقل کیا کہ ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو اپنا ایک خط دے کر بھیجا اور اس سے یہ حکم دیا کہ اسے حاکم بحرین کے پاس لے جائے۔ بحرین کے حاکم نے وہ خط کسریٰ (شاہ ایران) کے پاس بھیج دیا۔ جس وقت اس نے وہ خط پڑھا تو چاک کر ڈالا (راوی کہتے ہیں) اور میرا خیال

قَرَأَ مَزَّقَهُ فَحَسِبْتُ أَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ: فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللَّهِ أَنْ يُمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ. [أطرافه في: ٢٩٣٩، ٤٤٢٤، ٧٢٦٤]

ہے کہ ابن مسیب نے (اس کے بعد) مجھ سے کہا کہ (اس واقعہ کو سن کر) رسول اللہ ﷺ نے اہل ایران کے لیے بددعا کی کہ وہ (بھی چاک شدہ خط کی طرح) ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔

اللہ نے بہت جلد اپنے سچے رسول ﷺ کی دعا کا اثر ظاہر کر دیا۔

٦٥۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ كَتَبَ النَّبِيُّ ﷺ كِتَابًا۔ أَوْ أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ۔ فَقِيْلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لَا يَقْرَؤُوْنَ كِتَابًا إِلَّا مَخْتُوْمًا، فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ نَقْشُهُ: مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ، كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِيْ يَدِهِ. فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ: مَنْ قَالَ: نَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ؟ قَالَ: أَنَسٌ [أطرافه في: ٢٩٣٨، ٥٨٧٠، ٥٨٧٢، ٥٨٧٤، ٥٨٧٥، ٥٨٧٧، ٧١٦٢] [مسلم: ٥٤٨٠؛ نسائي: ٥٢١٦، ٥٢٩٣]

(٦٥) ہم سے ابوالحسن محمد بن مقاتل نے بیان کیا، ان سے عبداللہ نے، انہیں شعبہ نے قتادہ سے خبر دی، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے (کسی بادشاہ کے نام دعوت اسلام دینے کے لیے) ایک خط لکھا یا لکھنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ سے کہا گیا کہ وہ بغیر مہر کے خط (یعنی بے مہر کے خط کو مستند نہیں سمجھتے) تب آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ جس میں ''محمد رسول اللہ'' کندہ تھا۔ گویا (آج بھی) آپ ﷺ کے ہاتھ میں اس کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ (شعبہ راوی حدیث کہتے ہیں کہ) میں نے قتادہ سے پوچھا کہ یہ کس نے کہا (کہ) اس پر ''محمد رسول اللہ'' کندہ تھا؟ انہوں نے جواب دیا: انس رضی اللہ عنہ نے۔

تشریح: مناولہ اصطلاح محدثین میں اسے کہتے ہیں کہ اپنی اصل مرویات اور مسموعات کی کتاب جس میں اپنے استادوں سے سن کر حدیثیں لکھ رکھی ہوں اپنے کسی شاگرد کے حوالہ کر دی جائے اور اس کتاب میں درج شدہ احادیث کو روایت کرنے کی اس کو اجازت بھی دے دی جائے، تو یہ جائز ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مراد یہی ہے۔ اگر اپنی کتاب حوالہ کرتے ہوئے روایت کرنے کی اجازت نہ دے تو اس صورت میں حدثنی یا اخبرنی فلان کہنا جائز نہیں ہے۔ حدیث ۶۴ میں کسریٰ کے لئے بددعا کا ذکر ہے کیونکہ اس نے آپ ﷺ کا نامہ مبارک چاک کر ڈالا، چنانچہ خود اس کے بیٹے نے اس کا پیٹ پھاڑ ڈالا۔ سو جب وہ مرنے لگا تو اس نے دواؤں کا خزانہ کھولا اور زہر کے ڈبے پر لکھ دیا کہ یہ دوا قوت باہ کے لئے اکسیر ہے۔ وہ بیٹا جماع کا بہت شوق رکھتا تھا جب وہ مر گیا اور اس کے بیٹے نے دوا خانے میں اس ڈبے پر لکھا ہوا دیکھا تو اس کو وہ کھا گیا اور وہ بھی مر گیا۔ اسی دن سے اس سلطنت میں تنزل شروع ہوا، آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہا، ایران کے ہر بادشاہ کا لقب کسریٰ ہوا کرتا تھا۔ اس زمانے کے کسریٰ کا نام پرویز بن ہرمز بن نوشیروان تھا، اسی کو خسرو پرویز کہتے ہیں۔ اس کے قاتل بیٹے کا نام شیرویہ تھا، خلافت فاروقی میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ایران فتح ہوا۔

مناولہ کے ساتھ باب میں مکاتبت کا ذکر ہے جس سے مراد یہ ہے کہ استاد اپنے ہاتھ سے خط لکھے یا کسی اور سے لکھوا کر شاگرد کے پاس بھیجے، شاگرد اس صورت میں بھی اس کو اپنے استاد سے روایت کر سکتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خداداد قوت اجتہاد کی بنا پر ہر دو مذکورا احادیث سے ان اصطلاحات کو ثابت فرمایا ہے پھر تعجب ہے ان کم فہموں پر جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو غیر فقیہ اور زود رنج اور محض ناقل حدیث سمجھ کر آپ کی تخفیف کے درپے ہیں۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

بَابُ مَنْ قَعَدَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ **باب:** وہ شخص جو مجلس کے آخر میں بیٹھ جائے اور وہ

الْمَجْلِسُ، وَمَنْ رَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا

شخص جو درمیان میں جہاں جگہ دیکھے بیٹھ جائے (بشرطیکہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو)

٦٦ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ: أَنَّ أَبَا مُرَّةَ، مَوْلَى عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ، إِذْ أَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ، فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَذَهَبَ وَاحِدٌ، قَالَ: فَوَقَفَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا، وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ، وَأَمَّا الثَّالِثُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا، فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى إِلَى اللَّهِ، فَآوَاهُ اللَّهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَا، فَاسْتَحْيَا اللَّهُ مِنْهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَعْرَضَ، فَأَعْرَضَ اللَّهُ عَنْهُ)).

[طرفه في:٤٧٤] [مسلم: ٥٦٨١، ٥٦٨٢؛ ترمذي: ٢٧٢٤]

(٦٦) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا ان سے مالک نے، اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ کے واسطے سے ذکر کیا، بے شک ابومرہ مولیٰ عقیل بن ابی طالب نے انہیں ابوواقد لیثی سے خبر دی کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ تین آدمی وہاں آئے (ان میں سے) دو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پہنچ گئے اور ایک واپس چلا گیا۔ (راوی کہتے ہیں کہ) پھر دونوں رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد ان میں سے ایک نے (جب) مجلس میں (ایک جگہ کچھ) گنجائش دیکھی، تو وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا اہل مجلس کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا جو تھا وہ لوٹ گیا۔ تو جب رسول اللہ ﷺ (اپنی گفتگو سے) فارغ ہوئے (تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے) فرمایا کہ "کیا تمہیں تین آدمیوں کے بارہ میں نہ بتاؤں؟ تو (سنو) ان میں سے ایک نے اللہ سے پناہ چاہی اللہ نے اسے پناہ دی اور دوسرے کو شرم آئی تو اللہ بھی اس سے شرمایا (کہ اسے بھی بخش دیا) اور تیسرے شخص نے منہ موڑا، اللہ نے (بھی) اس سے منہ موڑ لیا۔"

تشریح: ثابت ہوا کہ مجالس علمی میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جانا چاہیے۔ آپ نے مذکورہ تین آدمیوں کی کیفیت مثال کے طور پر بیان فرمائی۔ ایک شخص نے مجلس میں جہاں جگہ دیکھی وہاں ہی وہ بیٹھ گیا۔ دوسرے نے کہیں جگہ نہ پائی تو مجلس کے کنارے جا بیٹھا اور تیسرے نے جگہ نہ پا کر اپنا راستہ لیا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے اعراض گویا اللہ سے اعراض ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے اس کے بارے میں سخت الفاظ فرمائے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مجلس میں آدمی کو جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جانا چاہیے اگرچہ اس کو سب سے آخر میں جگہ ملے۔ آج بھی وہ لوگ جن کو قرآن و حدیث کی مجلس پسند نہ ہو بڑے ہی بد بخت ہوتے ہیں۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((رُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ))

باب: رسول کریم ﷺ کے اس ارشاد کی تفصیل میں کہ "بسا اوقات وہ شخص جسے (حدیث) پہنچائی جائے سننے والے سے زیادہ (حدیث کو) یاد رکھ لیتا

ہے“

٦٧ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ:حَدَّثَنَا بِشْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ: قَالَ ذَكَرَ النَّبِيَّ ﷺ قَعَدَ عَلَى بَعِيرِهِ، وَأَمْسَكَ إِنْسَانٌ بِخِطَامِهِ أَوْ بِزِمَامِهِ قَالَ: ((أَيُّ يَوْمٍ هَذَا)). فَسَكَتْنَا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ سِوَى اسْمِهِ، قَالَ: ((أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ)). قُلْنَا: بَلَى. قَالَ: ((فَأَيُّ شَهْرٍ هَذَا)) فَسَكَتْنَا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ. فَقَالَ: ((أَلَيْسَ بِذِي الْحِجَّةِ)). قُلْنَا: بَلَى. قَالَ: ((فَإِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا. لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَإِنَّ الشَّاهِدَ عَسَى أَنْ يُبَلِّغَ مَنْ هُوَ أَوْعَى لَهُ مِنْهُ)). [أطرافه في: ١٠٥، ١٧٤١، ٣١٩٦، ٤٤٠٦، ٤٦٦٢، ٥٥٥٠، ٧٠٧٨، ٧٤٤٧] [مسلم: ٤٣٨٣، ٤٣٨٤]

(٦٧) ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے بشر نے ان سے ابن عون نے ابی سیرین کے واسطے سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ سے نقل کیا، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ وہ (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص نے اس کی نکیل تھام رکھی تھی، آپ ﷺ نے پوچھا: ”آج یہ کونسا دن ہے؟“ ہم خاموش رہے، حتیٰ کہ ہم سمجھے کہ آج کے دن کا آپ کوئی دوسرا نام اس کے نام کے علاوہ تجویز فرمائیں گے (پھر) آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا آج قربانی کا دن نہیں ہے؟“ ہم نے عرض کیا: بے شک۔ (اس کے بعد) آپ نے فرمایا: ”یہ کون سا مہینہ ہے؟“ ہم (اس پر بھی) خاموش رہے اور یہ (ہی) سمجھے کہ اس مہینے کا (بھی) آپ اس کے نام کے علاوہ کوئی دوسرا نام تجویز فرمائیں گے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا یہ ذوالحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟“ ہم نے عرض کیا: بے شک! آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو یقیناً تمہاری جانیں اور تمہارے مال اور تمہاری آبرو تمہارے درمیان اسی طرح حرام ہیں جس طرح آج کے دن کی حرمت تمہارے اس مہینے اور اس شہر میں ہے۔ پس جو شخص حاضر ہے اسے چاہیے کہ غائب کو یہ (بات) پہنچا دے، کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ جو شخص یہاں موجود ہے وہ ایسے شخص کو یہ خبر پہنچائے، جو اس سے زیادہ (حدیث کا) یاد رکھنے والا ہو۔“

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ضرورت کے وقت امام خطیب یا محدث یا استاد سواری پر بیٹھے ہوئے بھی خطبہ دے سکتا ہے، وعظ کہہ سکتا ہے۔ شاگردوں کے کسی سوال کو حل کر سکتا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ شاگرد کو چاہیے کہ استاد کی تشریح و تفصیل کا انتظار کرے اور خود جواب دینے میں عجلت سے کام نہ لے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض شاگرد فہم اور حفظ میں اپنے استادوں سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یہ چیز استاد کے لئے باعث مسرت ہونی چاہیے۔ یہ حدیث ان اسلامی فلاسفروں کے لئے بھی دلیل ہے جو شرعی حقائق کو فلسفیانہ تشریح کے ساتھ ثابت کرتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں احکام شرع کے حقائق و فوائد بیان کرنے میں بہترین تفصیل سے کام لیا ہے۔

بَابُ الْعِلْمِ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ

باب: اس بیان میں کہ علم (کا درجہ) قول و عمل سے پہلے ہے

لِقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿فاعلم انه لا اله الا الله﴾ ”آپ

اللَّهُ﴾ [محمد:١٩] فَبَدَأَ بِالْعِلْمِ، وَأَنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، وَرَّثُوا الْعِلْمَ، مَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ بِهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَقَالَ: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ﴾ [فاطر:٢٨] وَقَالَ: ﴿وَمَا يَعْقِلُهَآ إِلَّا الْعَالِمُوْنَ﴾ [العنكبوت:٤٣] وَقَالَ: ﴿وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْنَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيٓ أَصْحَابِ السَّعِيْرِ﴾ [الملك:١٠] وَقَالَ: ﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [الزمر:٩] وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ)) [طرفه في: ٧١] وَ((إِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ)) وَقَالَ أَبُوْذَرٍّ: لَوْ وَضَعْتُمُ الصَّمْصَامَةَ عَلَى هَذِهِ. وَأَشَارَ إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ ظَنَنْتُ أَنِّي أُنْفِذُ كَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَبْلَ أَنْ تُجِيزُوْا عَلَيَّ لَأَنْفَذْتُهَا. وَقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ)) وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ﴾ [آل عمران ٧٩] حُكَمَاءَ، عُلَمَاءَ، فُقَهَاءَ. وَيُقَالُ: الرَّبَّانِيُّ الَّذِيْ يُرَبِّي النَّاسَ بِصِغَارِ الْعِلْمِ قَبْلَ كِبَارِهِ.

جان لیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے" تو (گویا) اللہ تعالیٰ نے علم سے ابتدا فرمائی اور (حدیث میں ہے) کہ علما انبیا کے وارث ہیں۔ (اور) پیغمبروں نے علم (ہی) کا ورثہ چھوڑا ہے۔ پھر جس نے علم حاصل کیا اس نے (دولت کی) بہت بڑی مقدار حاصل کرلی۔ اور جو شخص کسی راستے پر حصول علم کے لیے چلے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی راہ آسان کردیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔" اور (دوسری جگہ) فرمایا: "اور اس کو عالموں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔" اور فرمایا: "اور ان لوگوں (کافروں) نے کہا اگر ہم سنتے یا عقل رکھتے تو جہنمی نہ ہوتے۔" اور فرمایا: "کیا علم والے اور جاہل برابر ہیں؟" اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے۔" اور "علم تو سیکھنے ہی سے آتا ہے۔" اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر تم اس پر تلوار رکھ دو، اور اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا، اور مجھے گمان ہوا کہ میں نے نبی ﷺ سے جو ایک کلمہ سنا ہے، گردن کٹنے سے پہلے بیان کرسکوں گا تو یقیناً اسے بیان کر ہی دوں گا اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ "حاضر کو چاہیے کہ (میری بات) غائب کو پہنچا دے۔" اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ آیت ﴿كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ﴾ سے مراد حکما، علما، فقہا ہیں۔ اور ربانی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بڑے مسائل سے پہلے چھوٹے مسائل سمجھا کر لوگوں کی (علمی) تربیت کرے۔

بچوں کو قاعدہ، پارہ پڑھانے والے حضرات بھی اسی میں داخل ہیں۔

بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَخَوَّلُهُمْ بِالْمَوْعِظَةِ وَالْعِلْمِ كَيْ لَا يَنْفِرُوْا

باب: نبی ﷺ کا لوگوں کی رعایت کرتے ہوئے نصیحت فرمانے اور تعلیم دینے کے بیان میں تاکہ انہیں ناگوار نہ ہو

٦٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ

(٦٨) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، انہیں سفیان نے اعمش سے خبر دی، وہ ابو وائل سے روایت کرتے ہیں۔ وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے

ابْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ:كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ، كَرَاهَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا.

۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نصیحت فرمانے کے لیے کچھ دن مقرر کر دیئے تھے اس ڈر سے کہ کہیں ہم کبیدہ خاطر نہ ہو جائیں۔

[طرفاه في:٧٠، ٦٤١١] [مسلم: ٧١٢٧، ٧١٢٨]

٦٩۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ:حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا، وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا)). [طرفه في: ٦١٢٥] [مسلم:٤٥٢٨]

(٦٩) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے شعبہ نے ان سے ابوالتیاح نے، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''آسانی کرو اور سختی نہ کرو اور خوش کرو اور نفرت نہ دلاؤ۔''

معلمین و اساتذہ و واعظین و خطبا حضرات سب ہی کے لئے یہ ارشاد واجب العمل ہے۔

بَابُ مَنْ جَعَلَ لِأَهْلِ الْعِلْمِ أَيَّامًا مَعْلُوْمَةً

باب: اس بارے میں کہ کوئی شخص اہل علم کے لیے کچھ دن مقرر کر دے (تو یہ جائز ہے یعنی استاد اپنے شاگردوں کے لیے اوقات مقرر کر سکتا ہے)

٧٠۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: كَانَ عَبْدُاللهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيْسٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا أَبَا عَبْدِالرَّحْمَنِ لَوَدِدْتُ أَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ، قَالَ: أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذَلِكَ أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أُمِلَّكُمْ، وَإِنِّي أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا. [طرفه في: ٦٨] [مسلم:٧١٢٩]

(٧٠) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، ان سے جریر نے منصور کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابووائل سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ (ابن مسعود) ہر جمعرات کے دن لوگوں کو وعظ سنایا کرتے تھے۔ ایک آدمی نے ان سے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! میں چاہتا ہوں کہ تم ہمیں ہر روز وعظ سنایا کرو۔ انہوں نے فرمایا: تو سن لو کہ مجھے اس امر سے کوئی چیز مانع ہے تو یہ کہ میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کہیں تم تنگ نہ ہو جاؤ اور میں وعظ میں تمہاری فرصت کا وقت تلاش کیا کرتا ہوں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اس خیال سے کہ ہم کبیدہ خاطر نہ ہو جائیں، وعظ کے لیے ہمارے اوقاتِ فرصت کا خیال رکھتے تھے۔

تشریح: احادیث بالا اور اس باب سے مقصود اساتذہ کو یہ بتلانا ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کے ذہن کا خیال رکھیں، تعلیم میں اس قدر انہماک اور شدت صحیح نہیں کہ طلبا کے دماغ تھک جائیں اور وہ اپنے اندر بے دلی اور کم رغبتی محسوس کرنے لگ جائیں۔ اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے درس و مواعظ کے لئے ہفتہ میں صرف جمعرات کا دن مقرر کر رکھا تھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نفلی عبادت اتنی نہ کی جائے کہ دل میں بے رغبتی اور ملال پیدا ہو۔ بہرحال اصول تعلیم یہ ہے کہ ((يسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا))۔

بَابٌ: مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا

باب: اس بارے میں اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ

يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے

٧١ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ، خَطِيْبًا يَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي، وَلَنْ تَزَالَ هَذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى أَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ)) [أطرافه في: ٣١١٦، ٣٦٤١، ٧٣١٢، ٧٤٦٠]

[مسلم: ٢٣٩٢]

(۷۱) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، ان سے وہب نے یونس کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابن شہاب سے نقل کرتے ہیں، ان سے حمید بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ خطبہ میں فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے اور میں تو محض تقسیم کرنے والا ہوں، دینے والا تو اللہ ہی ہے اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی اور جو شخص ان کی مخالفت کرے گا، انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آ جائے (اور یہ عالم فنا ہو جائے)۔''

ناسمجھ لوگ جو مدعیان علم اور واعظ و مرشد بن جائیں نیم حکیم خطرہ جان، نیم ملا خطرہ ایمان ان ہی کے حق میں کہا گیا ہے۔

بَابُ الْفَهْمِ فِي الْعِلْمِ

باب: علم میں سمجھ داری سے کام لینے کے بیان میں

٧٢ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلَمْ أَسْمَعْهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا حَدِيْثًا وَاحِدًا، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأُتِيَ بِجُمَّارٍ فَقَالَ: ((إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً مَثَلُهَا كَمَثَلِ الْمُسْلِمِ)). فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُوْلَ: هِيَ النَّخْلَةُ، فَإِذَا أَنَا أَصْغَرُ الْقَوْمِ فَسَكَتُّ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((هِيَ النَّخْلَةُ)). [ارجع: ٦١]

[مسلم: ٧١٠٠، ٧١٠١]

(۷۲) ہم سے علی (بن مدینی) نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے ابن ابی نجیح نے مجاہد کے واسطے سے نقل کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مدینے تک رہا، میں نے (اس) ایک حدیث کے سوا ان سے رسول اللہ ﷺ کی کوئی اور حدیث نہیں سنی، وہ کہتے تھے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ﷺ کے پاس کھجور کا ایک گابھا لایا گیا۔ (اسے دیکھ کر) آپ نے فرمایا کہ ''درختوں میں ایک درخت ایسا ہے اس کی مثال مسلمان کی طرح ہے۔'' (ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر) میں نے ارادہ کیا کہ عرض کروں کہ وہ (درخت) کھجور کا ہے مگر چونکہ میں سب میں چھوٹا تھا اس لیے خاموش رہا۔ (پھر) رسول اللہ ﷺ نے خود ہی فرمایا کہ ''وہ کھجور ہے۔''

تشریح: حدیث (۷۱) کے آخر میں جو فرمایا، اس کا مطلب دوسری حدیث کی وضاحت کے مطابق یہ ہے کہ امت کس قدر بھی گمراہ ہو جائے مگر اس میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی، اس کی لوگ کتنی بھی مخالفت کریں مگر اس جماعت حقہ کو اس مخالفت کی کچھ پروانہ ہوگی، اس جماعت حقہ سے جماعت اہل حدیث مراد ہے۔ جس نے تقلید جامد سے ہٹ کر صرف کتاب و سنت کو اپنا مدار عمل قرار دیا ہے۔

بَابُ الْإِغْتِبَاطِ فِي الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ

باب: علم وحکمت میں رشک کرنے کے بیان میں

وَقَالَ عُمَرُ: تَفَقَّهُوا قَبْلَ أَنْ تُسَوَّدُوا. [قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: وَبَعْدَ اَنْ تُسَوَّدُوا] وَقَدْ تَعَلَّمَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ كِبَرِ سِنِّهِمْ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ سردار بننے سے پہلے سمجھ دار بنو (یعنی دین کا علم حاصل کرو) اور ابوعبداللہ (حضرت امام بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ سردار بنائے جانے کے بعد بھی علم حاصل کرو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے بڑھاپے میں بھی دین سیکھا۔

٧٣۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَلَى غَيْرِ مَا حَدَّثَنَاهُ الزُّهْرِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ قَيْسَ ابْنَ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ، فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا)) [أطرافه في: ١٤٠٩، ٧١٤١، ٧٣١٦] [مسلم: ١٨٩٦؛ ابن ماجه: ٤٢٠٨]

(٧٣) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے اسماعیل بن ابی خالد نے دوسرے لفظوں میں بیان کیا، ان لفظوں کے علاوہ جو زہری نے ہم سے بیان کئے، وہ کہتے ہیں میں نے قیس بن ابی حازم سے سنا، انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "حسد صرف دو باتوں میں جائز ہے۔ ایک تو اس شخص کے بارے میں جسے اللہ نے دولت دی ہو اور وہ اس دولت کو راہ حق میں خرچ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہو اور ایک اس شخص کے بارے میں جسے اللہ نے حکمت (کی دولت) سے نوازا ہو اور وہ اس کے ذریعہ سے فیصلہ کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس حکمت کی تعلیم دیتا ہو۔"

تشریح: شارحین حدیث لکھتے ہیں: "اعلم ان المراد بالحسد ھھنا الغبطة فان الحسد مذموم قدبين الشرع قباحته باوضع بيان وقديجيء الحسد بمعنى الغبطة وان كان قليلا۔" یعنی حدیث (٧٣) میں حسد کے لفظ سے غبطہ یعنی رشک کرنا مراد ہے کیونکہ حسد بہر حال مذموم ہے جس کی شرع نے کافی مذمت کی ہے۔ کبھی حسد غبطہ رشک کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے بہت سے نافہم لوگ امام بخاری رحمہ اللہ سے حسد کر کے ان کی توہین وتخفیف کے درپے ہیں، ایسا حسد کرنا مؤمن کی شان نہیں۔ اللهم احفظنا آمين۔

بَابُ مَا ذُكِرَ فِي ذَهَابِ مُوسَى عليه السلام فِي الْبَحْرِ إِلَى الْخَضِرِ عليه السلام

باب: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس دریا میں جانے کے ذکر میں

وَقَوْلُهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: ﴿هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾. [الكهف: ٦٦]

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد (جو حضرت موسیٰ کا قول ہے) "کیا میں تمہارے ساتھ چلوں اس شرط پر کہ تم مجھے (اپنے علم سے کچھ) سکھاؤ۔"

٧٤۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ حَدَّثَنَا

(٧٤) ہم سے محمد بن غریر زہری نے بیان کیا، ان سے یعقوب بن ابراہیم نے، ان سے ان کے باپ (ابراہیم) نے، انہوں نے صالح سے

أَبِي، عَنْ صَالِحٍ يَعْنِي ابْنُ كِيسَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ تَمَارَى هُوَ وَالْحُرُّ ابْنُ قَيْسِ بْنِ حِصْنٍ الْفَزَارِيُّ فِي صَاحِبِ مُوسَى: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هُوَ خَضِرٌ. فَمَرَّ بِهِمَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ: إِنِّي تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِي، هَذَا فِي صَاحِبِ مُوسَى الَّذِي سَأَلَ مُوسَى السَّبِيلَ إِلَى لُقِيِّهِ: هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَذْكُرُ شَأْنَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ. سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((بَيْنَمَا مُوسَى فِي مَلَإٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ؟ قَالَ مُوسَى: لَا. فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى مُوسَى بَلَى، عَبْدُنَا خَضِرٌ، فَسَأَلَ مُوسَى السَّبِيلَ إِلَيْهِ، فَجَعَلَ اللَّهُ لَهُ الْحُوتَ آيَةً، وَقِيلَ لَهُ إِذَا فَقَدْتَ الْحُوتَ فَارْجِعْ، فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ، فَكَانَ يَتَّبِعُ أَثَرَ الْحُوتِ فِي الْبَحْرِ، فَقَالَ لِمُوسَى فَتَاهُ: أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ، وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ. قَالَ: ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِي، فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا، فَوَجَدَا خَضِرًا. فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا مَا قَصَّ اللَّهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ)). [أطرافه في: ٧٨، ١٢٢، ٢٢٦٧، ٢٧٢٨، ٣٢٧٨، ٣٤٠٠، ٣٤٠١، ٤٧٢٥، ٤٧٢٦، ٦٦٧٢، ٧٤٧٨] [مسلم: ٦١٦٨؛ ترمذي: ٣١٤٩]

سنا، انہوں نے ابن شہاب سے، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں عبیداللہ بن عبداللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے سے خبر دی کہ وہ اور حر بن قیس بن حسن فزاری حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کے بارے میں بحث و تکرار کرنے لگے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ خضر علیہ السلام تھے۔ پھر ان کے پاس سے ابی بن کعب گزرے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں بلایا اور کہا کہ میں اور میرے یہ رفیق موسیٰ علیہ السلام کے اس ساتھی کے بارے میں بحث کر رہے ہیں جس سے انہوں نے ملاقات چاہی تھی۔ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کچھ ذکر سنا ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "ایک دن موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے پوچھا: کیا آپ جانتے ہیں (دنیا میں) کوئی آپ سے بڑھ کر عالم موجود ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ ہاں ہمارا بندہ خضر ہے (جس کا علم تم سے زیادہ ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دریافت کیا کہ خضر علیہ السلام سے ملنے کی کیا صورت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی کو ان سے ملاقات کی علامت قرار دیا اور ان سے کہہ دیا کہ جب تم اس مچھلی کو گم کر دو تو (واپس) لوٹ جاؤ، تب خضر سے تمہاری ملاقات ہوگی۔ تب موسیٰ علیہ السلام (چلے اور) دریا میں مچھلی کی علامت تلاش کرتے رہے۔ اس وقت ان کے ساتھی نے کہا جب ہم پتھر کے پاس تھے، کیا آپ نے دیکھا تھا، میں اس وقت مچھلی کا کہنا بھول گیا اور شیطان ہی نے مجھے اس کا ذکر بھلا دیا موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اسی مقام کی ہمیں تلاش تھی۔ تب وہ اپنے نشانات قدم پر (پچھلے پاؤں) باتیں کرتے ہوئے لوٹے (وہاں) انہوں نے خضر علیہ السلام کو پایا۔ پھر ان کا وہی قصہ ہے جو اللہ نے اپنی کتاب قرآن میں بیان کیا ہے۔"

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ:

باب: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ "اللہ! اسے قرآن کا

((اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ))

علم عطا فرمائیو!"

٧٥۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: ضَمَّنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَالَ: ((اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ)). [أطرافه في: ١٤٣، ٣٧٥٦، ٧٢٧٠] [ترمذي: ٣٨٢٤؛ ابن ماجه: ١٦٦]

(٧٥) ہم سے ابومعمر نے بیان کیا، ان سے عبدالوارث نے، ان سے خالد نے عکرمہ کے واسطے سے بیان کیا، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے مجھے (سینے سے) لگالیا اور دعا دیتے ہوئے فرمایا کہ "اے اللہ! اسے علم کتاب (قرآن) عطا فرمائیو۔"

بَابُ مَتَى يَصِحُّ سَمَاعُ الصَّغِيرِ؟

باب: اس بارے میں بچے کا (حدیث) سننا کس عمر میں صحیح ہے؟

٧٦۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَتَانٍ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي بِمِنًى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ، وَأَرْسَلْتُ الْأَتَانَ تَرْتَعُ، وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ. [أطرافه في: ٤٩٣، ٨٦١، ١٨٥٧، ٤٤١٢] [مسلم: ١١٢٤؛ ابوداود: ٧١٥؛ ترمذي: ٣٣٧؛ نسائي: ٧٥١؛ ابن ماجه: ٩٤٧]

(٧٦) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے مالک نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے، وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں (ایک مرتبہ) گدھی پر سوار ہو کر چلا؛ اس زمانے میں، میں بلوغ کے قریب تھا۔ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سامنے دیوار (کی آڑ) نہ تھی، تو میں بعض صفوں کے سامنے سے گزرا اور گدھی کو چھوڑ دیا۔ وہ چرنے لگی، جبکہ میں صف میں شامل ہو گیا (مگر) کسی نے مجھے اس بات پر ٹوکا نہیں۔

٧٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، قَالَ: عَقَلْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِي- وَأَنَا ابْنُ خَمْسِ سِنِينَ- مِنْ دَلْوٍ. [أطرافه في: ١٨٩، ٨٣٩، ١١٨٥، ٦٣٥٤،

(٧٧) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، ان سے ابومسہر نے، ان سے محمد بن حرب نے، ان سے زبیدی نے زہری کے واسطے سے بیان کیا، وہ محمود بن الربیع سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ مجھے یاد ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے ایک ڈول سے منہ میں پانی لے کر میرے چہرے پر کلی فرمائی، اور میں اس وقت پانچ سال کا تھا۔

[٦٤٢٢] [مسلم:١٤٩٨]

تشریح: بعض بچے ایسے بھی ذہین، ذکی فہیم ہوتے ہیں کہ پانچ سال کی عمر ہی میں ان کا دماغ قابل اعتماد ہو جاتا ہے۔ یہاں ایسا ہی بچہ مراد ہے اس سے ثابت ہوا کہ لڑکا یا گدھا اگر نمازی کے آگے سے نکل جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ دلیل لی ہے کہ لڑکے کی روایت صحیح ہے چونکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت تک لڑکے ہی تھے۔ مگر آپ کی روایت کو مانا گیا ہے دوسری روایت میں محمود رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔ جو بہت ہی کمسن تھے چونکہ ان کو یہ بات یاد رہی تو ان کی روایت معتبر ٹھہری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلی شفقت اور برکت کے لئے ڈالی تھی۔

بَابُ الْخُرُوْجِ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ.

باب: علم کی تلاش میں نکلنے کے بارے میں

وَرَحَلَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ إِلَى عَبْدِاللَّهِ بْنِ أُنَيْسٍ فِيْ حَدِيْثٍ وَاحِدٍ.

اور جابر بن عبداللہ کا ایک حدیث کی خاطر عبداللہ بن انیس کے پاس جانے کے لیے ایک ماہ کی مسافت طے کرنا۔

٧٨۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ خَالِدُ بْنُ خَلِيٍّ قَاضِيْ حِمْصَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ تَمَارَى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسِ بْنِ حِصْنٍ الْفَزَارِيُّ فِيْ صَاحِبِ مُوْسَى، فَمَرَّ بِهِمَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ: إِنِّيْ تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِيْ هَذَا فِيْ صَاحِبِ مُوْسَى الَّذِيْ سَأَلَ السَّبِيْلَ إِلَى لُقِيِّهِ: هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَذْكُرُ شَأْنَهُ فَقَالَ: أُبَيٌّ نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَذْكُرُ شَأْنَهُ؟ يَقُوْلُ: ((بَيْنَمَا مُوْسَى فِيْ مَلَإٍ مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ، إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ قَالَ: مُوْسَى لَا. فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى مُوْسَى بَلَى، عَبْدُنَا خَضِرٌ، فَسَأَلَ السَّبِيْلَ إِلَى لُقِيِّهِ، فَجَعَلَ اللَّهُ لَهُ الْحُوْتَ آيَةً، وَقِيْلَ لَهُ إِذَا فَقَدْتَّ الْحُوْتَ فَارْجِعْ، فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ، فَكَانَ مُوْسَى يَتَّبِعُ أَثَرَ الْحُوْتِ فِي الْبَحْرِ. فَقَالَ فَتَى مُوْسَى لِمُوْسَى:

(٧٨) ہم سے ابوالقاسم خالد بن خلی قاضی حمص نے بیان کیا، ان سے محمد بن حرب نے، اوزاعی کہتے ہیں کہ ہمیں زہری نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے خبر دی، وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اور حر بن قیس بن حصن فزاری حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کے بارے میں جھگڑے (اس دوران میں) ان کے پاس سے ابی بن کعب گزرے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں بلا لیا اور کہا کہ میں اور میرے (یہ) ساتھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کے بارے میں بحث کر رہے ہیں جس سے ملنے کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (اللہ سے) دعا کی تھی۔ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ ان کا ذکر فرماتے ہوئے سنا ہے؟ حضرت ابی نے کہا کہ ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا حال بیان فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آپ فرما رہے تھے "کہ ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا کیا آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں آپ سے بھی بڑھ کر کوئی عالم موجود ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ ہاں ہمارا بندہ خضر (علم میں تم سے بڑھ کر) ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے ملنے کی راہ دریافت کی، اس وقت اللہ تعالیٰ نے (ان سے ملاقات کے لیے) مچھلی کو نشانی قرار دیا اور ان کہہ دیا کہ جب تم مچھلی کو نہ پاؤ تو لوٹ جانا، تم خضر علیہ السلام سے ملاقات کر لوگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دریا میں مچھلی کے نشان کا انتظار کرتے رہے۔ تب ان

﴿أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَآ إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ، وَمَا أَنسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ﴾ قَالَ مُوسَى: ﴿ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِي، فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ فَوَجَدَا خَضِرًا، فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا مَا قَصَّ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ)). [راجع: ٧٤]

کے خادم نے ان سے کہا: ''آپ نے دیکھا تھا کہ جب ہم پتھر کے پاس تھے، تو میں (وہاں) مچھلی بھول گیا۔ اور مجھے شیطان ہی نے غافل کر دیا۔'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہم اسی (مقام) کے تو متلاشی تھے، تب وہ اپنے (قدموں کے) نشانوں پر باتیں کرتے ہوئے واپس لوٹے۔ (وہاں) خضر علیہ السلام کو انہوں نے پایا۔ پھر ان کا قصہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔''

بَابُ فَضْلِ مَنْ عَلِمَ وَعَلَّمَ

باب: پڑھنے اور پڑھانے والے کی فضیلت کے بیان میں

٧٩۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ، فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ، فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا، وَأَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرَى، إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً، وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقِهَ فِي دِينِ اللَّهِ وَنَفَعَهُ بِمَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ، فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: قَالَ إِسْحَاقُ: عَنْ أَبِي أُسَامَةَ: وَكَانَ مِنْهَا طَائِفَةٌ قَيَّلَتِ الْمَاءَ، قَاعٌ يَعْلُوهُ الْمَاءُ، وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِي مِنَ الْأَرْضِ. [مسلم:٥٩٥٣]

(٧٩) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، ان سے حماد بن اسامہ نے برید بن عبداللہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابو بردہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے مجھے جس علم و ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال زبردست بارش کی سی ہے جو زمین پر (خوب) برسے۔ بعض زمین جو صاف ہوتی ہے وہ پانی کو پی لیتی ہے اور بہت بہت سبزہ اور گھاس اگاتی ہے اور بعض زمین جو سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ وہ اس سے سیراب ہوتے ہیں اور سیراب کرتے ہیں اور کچھ زمین کے بعض خطوں پر پانی پڑتا ہے جو بالکل چٹیل میدان ہوتے ہیں نہ پانی روکتے ہیں اور نہ ہی سبزہ اگاتے ہیں۔ تو یہ اس شخص کی مثال ہے جو دین میں سمجھ پیدا کرے اور نفع دے اس کو وہ چیز جس کے ساتھ میں مبعوث کیا گیا ہوں۔ اس نے علم دین سیکھا اور سکھایا اور اس شخص کی مثال جس نے سر نہیں اٹھایا (یعنی توجہ نہیں کی) اور جو ہدایت دے کر میں بھیجا گیا ہوں اسے قبول نہیں کیا۔'' امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق نے ابو اسامہ کی روایت سے ''قَيَّلَت الماء'' کا لفظ نقل کیا ہے۔ قاع اس خطہ زمین کو کہتے ہیں جس پر پانی چڑھ جائے (مگر ٹھہرے نہیں) اور صفصف اس زمین کو کہتے ہیں جو بالکل ہموار ہو۔

تشریح: حدیث (٧٨) سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ حضرت موسیٰ نے علم حاصل کرنے کے لئے کتنا بڑا سفر کیا۔ جن لوگوں نے یہ حکایت نقل کی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فقہ حنفی سیکھی اور پھر قشیری کو سکھائی یہ سارا قصہ محض جھوٹ ہے۔ اسی طرح بعض کا یہ خیال کہ حضرت عیسیٰ یا امام مہدی حنفی

مذہب کے مقلد ہوں گے محض بے اصل اور خلاف قیاس ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا خوب رد کیا ہے۔ امام مہدی خالص کتاب وسنت کے علم بردار پختہ اہلحدیث ہوں گے۔

بَابُ رَفْعِ الْعِلْمِ وَظُهُوْرِ الْجَهْلِ

باب: علم کے زوال اور جہالت کے پھیل جانے کے بیان میں

وَقَالَ رَبِيْعَةُ: لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ عِنْدَهُ شَيْءٌ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يُضَيِّعَ نَفْسَهُ.

اور ربیعہ کا قول ہے کہ جس کے پاس کچھ علم ہو، اسے یہ جائز نہیں کہ (دوسرے کام میں لگ کر علم کو چھوڑ دے اور) اپنے آپ کو ضائع کر دے۔

٨٠۔ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ، وَيُثْبَتَ الْجَهْلُ، وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَاءُ)). [أطرافه في: ٨١، ٥٢٣١، ٥٥٧٧، ٦٨٠٨] [مسلم: ٦٧٨٥]

(٨٠) ہم سے عمران بن میسرہ نے بیان کیا، ان سے عبدالوارث نے ابوالتیاح کے واسطے سے نقل کیا، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "علامت قیامت میں سے یہ ہے کہ (دینی) علم اٹھ جائے گا اور جہل ہی جہل ظاہر ہو جائے گا۔ اور (علانیہ) شراب پی جائے گی اور زنا پھیل جائے گا۔"

٨١۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا لَا يُحَدِّثُكُمْ أَحَدٌ بَعْدِي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَقِلَّ الْعِلْمُ، وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَاءُ، وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ، حَتَّى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ)). [راجع: ٨٠] [مسلم: ٦٧٨٦؛ ترمذي: ٢٢٠٥؛ ابن ماجه: ٤٠٥٠، ٤٠٥١]

(٨١) ہم سے مسدد نے بیان کیا ان سے یحییٰ نے شعبہ سے نقل کیا، وہ ابو قتادہ سے، ابوقتادہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جو میرے بعد تم سے کوئی نہیں بیان کرے گا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "علامات قیامت میں سے یہ ہے کہ علم (دین) کم ہو جائے گا۔ جہل ظاہر ہو جائے گا۔ زنا بکثرت ہوگا۔ عورتیں بڑھ جائیں گی اور مرد کم ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ ۵۰ عورتوں کا نگران صرف ایک مرد رہ جائے گا۔"

ان لڑائیوں کی طرف اشارہ ہے جن میں مرد بکثرت تہ تیغ ہو گئے اور عورتیں ہی عورتیں رہ گئیں۔

بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ

باب: علم کی فضیلت کے بیان میں

٨٢۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ ابْنَ

(٨٢) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے لیث نے، ان سے عقیل نے ابن شہاب کے واسطے سے نقل کیا، وہ حمزہ بن عبداللہ بن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے

عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ، فَشَرِبْتُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ فِي أَظْفَارِي، ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ)). قَالُوْا: فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((الْعِلْمَ))

[أطرافه في: ٣٦٨١، ٧٠٠٦، ٧٠٠٧، ٧٠٢٧، ٧٠٣٢] [مسلم: ٦١٩٠؛ ٦١٩١، ترمذي: ٢٢٨٤]

رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ”میں سو رہا تھا۔ (اسی حالت میں) مجھے دودھ کا ایک پیالہ دیا گیا۔ میں نے (خوب اچھی طرح) پی لیا۔ حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ تازگی میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا (دودھ) عمر بن خطاب کو دے دیا۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا آپ نے اس کی کیا تعبیر لی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”علم۔“

بَابُ الْفُتْيَا وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى ظَهْرِ الدَّابَّةِ أَوْغَيْرِهَا

باب: جانور وغیرہ پر سوار ہو کر فتویٰ دینا جائز ہے

٨٣- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى لِلنَّاسِ يَسْأَلُوْنَهُ، فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ. قَالَ: ((اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ)). فَجَاءَ آخَرُ فَقَالَ: لَمْ أَشْعُرْ، فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ. قَالَ: ((ارْمِ وَلَا حَرَجَ)) قَالَ فَمَا سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ: ((افْعَلْ وَلَا حَرَجَ)). [أطرافه في: ١٢٤، ١٧٣٦، ١٧٣٧، ١٧٣٨، ٦٦٦٥] [مسلم: ٣١٥٦، ٣١٥٧، ٣١٥٨، ٣١٥٩، ٣١٦٠، ٣١٦١، ٣١٦٢، ٣١٦٣؛ ترمذي: ٩١٦؛ ابن ماجه: ٣٠٥١]

(٨٣) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے مالک نے ابن شہاب کے واسطے سے بیان کیا، وہ عیسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ لوگوں کے مسائل دریافت کرنے کی وجہ سے منیٰ میں ٹھہر گئے۔ تو ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے بے خبری میں ذبح کرنے سے پہلے سر منڈا لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”(اب) ذبح کر لے اور کچھ حرج نہیں۔“ پھر دوسرا آدمی آیا، اس نے کہا کہ میں نے بے خبری میں رمی کرنے سے پہلے قربانی کر لی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”(اب) رمی کر لے (اور پہلے کر دینے سے) کچھ حرج نہیں۔“ ابن عمرو کہتے ہیں (اس دن) آپ ﷺ سے جس چیز کا بھی سوال ہوا، جو کسی نے آگے اور پیچھے کر لی تھی۔ تو آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ ”اب کر لے اور کچھ حرج نہیں۔“

بَابُ مَنْ أَجَابَ الْفُتْيَا بِإِشَارَةِ الْيَدِ وَالرَّأْسِ

باب: اس شخص کے بارے میں جو ہاتھ یا سر کے اشارے سے فتویٰ کا جواب دے

٨٤۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ فِي حَجَّتِهِ فَقَالَ: ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ؟ قَالَ فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ قَالَ: ((وَلَا حَرَجَ)). وَقَالَ: حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ؟. فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ: ((وَلَا حَرَجَ)) [أطرافه في: ١٧٢١، ١٧٢٢، ١٧٢٣، ١٧٣٤، ١٧٣٥، ٦٦٦٦] [ابن ماجه: ٣٠٤٩]

(۸۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے وہیب نے، ان سے ایوب نے عکرمہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے آپ کے (آخری) حج میں کسی نے پوچھا کہ میں نے رمی کرنے (یعنی کنکر پھینکنے) سے پہلے ذبح کرلیا، آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا (اور) فرمایا: "کچھ حرج نہیں۔" کسی نے کہا کہ میں نے ذبح سے پہلے حلق کرالیا۔ آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ فرمادیا کہ "کچھ حرج نہیں۔"

٨٥۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ، عَنْ سَالِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يُقْبَضُ الْعِلْمُ، وَيَظْهَرُ الْجَهْلُ وَالْفِتَنُ، وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ)). قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا الْهَرْجُ؟ فَقَالَ: هَكَذَا بِيَدِهِ، فَحَرَّفَهَا، كَأَنَّهُ يُرِيدُ الْقَتْلَ. [أطرافه في: ١٠٣٦، ١٤١٢، ٣٦٠٨، ٤٦٣٥، ٤٦٣٦، ٦٠٣٧، ٦٥٠٦، ٦٩٣٥، ٧٠٦١، ٧١١٥، ٧١٢١] [مسلم: ٦٧٩٥]

(۸۵) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، انہیں حنظلہ نے سالم سے خبر دی، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "(ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب) علم اٹھالیا جائے گا۔ جہالت اور فتنے پھیل جائیں گے اور ہرج بڑھ جائے گا۔" آپ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! ہرج سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کو حرکت دے کر فرمایا اس طرح، گویا آپ ﷺ نے اس سے قتل مراد لیا۔

٨٦۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ، قَالَتْ: أَتَيْتُ عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّي فَقُلْتُ: مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ، فَإِذَا النَّاسُ؟ قِيَامٌ، فَقَالَتْ: سُبْحَانَ اللَّهِ!. قُلْتُ: آيَةٌ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا، أَيْ نَعَمْ، فَقُمْتُ حَتَّى عَلَانِي الْغَشْيُ، فَجَعَلْتُ أَصُبُّ عَلَى رَأْسِي الْمَاءَ، فَحَمِدَ اللَّهَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ((مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيتُهُ إِلَّا رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي

(۸۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے وہیب نے، ان سے ہشام نے فاطمہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ اسماء سے روایت کرتی ہیں کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی، وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ میں نے کہا کہ لوگوں کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا (یعنی سورج کو گہن لگا ہے) اتنے میں لوگ (نماز کے لیے) کھڑے ہوگئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ پاک ہے۔ میں نے کہا (کیا یہ گہن) کوئی (خاص) نشانی ہے؟ انہوں نے سر سے اشارہ کیا یعنی ہاں! پھر میں (بھی نماز کے لیے) کھڑی ہوگئی۔ حتیٰ کہ مجھے غش آنے لگا، تو میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ پھر (نماز کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور اس کی صفت بیان فرمائی، پھر فرمایا: "جو چیز مجھے پہلے دکھلائی نہیں گئی تھی آج

هٰذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، فَأُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي قُبُورِكُمْ مِثْلَ -أَوْ قَرِيبًا لَا أَدْرِي أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ- مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، يُقَالُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ -أَوِالْمُوْقِنُ لَا أَدْرِي أَيُّهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ- فَيَقُوْلُ: هُوَ مُحَمَّدٌ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ جَآءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى، فَأَجَبْنَا وَاتَّبَعْنَا، هُوَ مُحَمَّدٌ. ثَلَاثًا، فَيُقَالُ: نَمْ صَالِحًا، قَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُوْقِنًا بِهِ، وَأَمَّا الْمُنَافِقُ -أَوِالْمُرْتَابُ، لَا أَدْرِي أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ- فَيَقُوْلُ: لَا أَدْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ)).

[أطرافه في:١٨٤، ٩٢٢، ١٠٥٣، ١٠٥٤، ١٠٦١، ١٢٣٥، ١٣٧٣، ٢٥١٩، ٢٥٢٠، ٧٢٨٧] [مسلم: ٢١٠٣، ٢١٠٤]

وہ سب اس جگہ میں نے دیکھ لی، یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا اور مجھ پر یہ وحی کی گئی کہ تم اپنی قبروں میں آزمائے جاؤ گے، مثل یا قریب کا کون سا لفظ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا، میں نہیں جانتی، فاطمہ کہتی ہیں (یعنی) فتنہ دجال کی طرح (آزمائے جاؤ گے) کہا جائے گا (قبر کے اندر کہ) تم اس آدمی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ تو جو صاحب ایمان یا صاحب یقین ہوگا، کونسا لفظ فرمایا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے، مجھے یاد نہیں۔ وہ کہے گا وہ محمد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جو ہمارے پاس اللہ کی ہدایت اور دلیلیں لے کر آئے تو ہم نے ان کو قبول کر لیا اور ان کی پیروی کی۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تین بار (اسی طرح کہے گا) پھر (اس سے) کہہ دیا جائے گا کہ آرام سے سو جا بے شک ہم نے جان لیا کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین رکھتا تھا۔ اور بہر حال منافق یا شکی آدمی، میں نہیں جانتی کہ ان میں سے کون سا لفظ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا۔ تو وہ (منافق یا شکی آدمی) کہے گا کہ جو لوگوں کو میں نے کہتے سنا میں نے بھی (وہی) کہہ دیا (باقی میں کچھ نہیں جانتا)۔"

بَابُ تَحْرِيضِ النَّبِيِّ ﷺ وَفْدَ عَبْدِالْقَيْسِ عَلَى أَنْ يَحْفَظُوا الْإِيْمَانَ وَالْعِلْمَ وَيُخْبِرُوْا مَنْ وَرَاءَهُمْ

باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ عبدالقیس کے وفد کو اس پر آمادہ کرنا کہ وہ ایمان لائیں اور علم کی باتیں یاد رکھیں اور پیچھے رہ جانے والوں کو بھی خبر کر دیں

وَقَالَ: مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ: ((ارْجِعُوْا إِلَى أَهْلِيكُمْ، فَعَلِّمُوْهُمْ)).

اور مالک بن الحویرث نے فرمایا کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر انہیں (دین کا) علم سکھاؤ۔"

٨٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، قَالَ: كُنْتُ أُتَرْجِمُ بَيْنَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَيْنَ النَّاسِ فَقَالَ: إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((مَنِ الْوَفْدُ؟ أَوْ مَنِ الْقَوْمُ)). قَالُوْا: رَبِيْعَةُ، قَالَ: ((مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ، غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى)). قَالُوْا: إِنَّا نَأْتِيكَ مِنْ

(٨٧) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، ان سے غندر نے، ان سے شعبہ نے ابو جمرہ کے واسطے سے بیان کیا کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما اور لوگوں کے درمیان ترجمانی کے فرائض انجام دیتا تھا (ایک مرتبہ) ابن عباس نے کہا کہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ "کون سا وفد ہے یا یہ کون لوگ ہیں؟" انہوں نے کہا کہ ربیعہ خاندان (کے لوگ ہیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مبارک ہو قوم کو (آنا) یا مبارک ہو اس وفد کو (جو کبھی) نہ رسوا ہو نہ شرمندہ ہو (اس

شُقَّةٍ بَعِيدَةٍ، وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ، وَلَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي شَهْرٍ حَرَامٍ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نُخْبِرْ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا، نَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ. فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ، وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَحْدَهُ. قَالَ: ((هَلْ تَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَحْدَهُ؟)). قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ((شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَتُعْطُوا الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ)). وَنَهَاهُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ. قَالَ: شُعْبَةُ وَرُبَّمَا قَالَ: ((النَّقِيرِ))، وَرُبَّمَا قَالَ: ((الْمُقَيَّرِ)). قَالَ: ((احْفَظُوهُ وَأَخْبِرُوهُ مَنْ وَرَاءَكُمْ)).

[راجع:٥٣] [مسلم: ١١٥، ١١٦، ١١٧؛ نسائي: ٥٠٤٦، ٥٧٠٨]

کے بعد)۔'' انہوں نے عرض کیا کہ ہم ایک دور دراز کونے سے آپ ﷺ کے پاس آئے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا قبیلہ (پڑتا) ہے (اس کے خوف کی وجہ سے) ہم حرمت والے مہینوں کے علاوہ اور ایام میں نہیں آ سکتے۔ اس لیے ہمیں کوئی ایسی (قطعی) بات بتلا دیجئے کہ جس کی ہم اپنے پیچھے رہ جانے والے لوگوں کو خبر دے دیں۔ (اور) اس کی وجہ سے ہم جنت میں داخل ہو سکیں۔ تو آپ ﷺ نے انہیں چار باتوں کا حکم دیا اور چار سے روک دیا۔ اول انہیں حکم دیا کہ ایک اللہ پر ایمان لائیں۔ (پھر) فرمایا کہ ''کیا تم جانتے ہو کہ ایک اللہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟'' انہوں نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''(ایک اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ) اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ تم مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرو۔'' اور چار چیزوں سے منع فرمایا، دباء، حنتم، اور مزفت کے استعمال سے۔ اور (چوتھی چیز کے بارے میں شعبہ) کہتے ہیں کہ ابو جمرہ بسا اوقات نقیر کہتے تھے اور بسا اوقات مقیر۔ (اس کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''ان (باتوں کو) یاد رکھو اور اپنے پیچھے (رہ جانے) والوں کو بھی ان کی خبر کر دو۔''

نوٹ: یہ حدیث کتاب الایمان کے اخیر میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے ثابت فرمایا ہے کہ استاد اپنے شاگردوں کو تحصیل علم کے لئے ترغیب و تحریض سے کام لے سکتا ہے۔ مزید تفصیل وہاں دیکھی جائے۔

بَابُ الرِّحْلَةِ فِي الْمَسْأَلَةِ النَّازِلَةِ

باب: جب کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اس کے لیے سفر کرنا (کیسا ہے؟)

٨٨۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُاللَّهِ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ، أَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِأَبِي إِهَابِ بْنِ عَزِيزٍ، فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِي

(٨٨) ہم سے ابو الحسن محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہیں عبداللہ نے خبر دی، انہیں عمر بن سعید بن ابی حسین نے خبر دی، ان سے عبداللہ بن ابی ملیکہ نے عقبہ بن الحارث کے واسطے سے نقل کیا کہ عقبہ نے ابواہاب بن عزیز کی لڑکی سے نکاح کیا۔ تو ان کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں نے عقبہ کو اور جس سے اس کا نکاح ہوا ہے، اس کو دودھ پلایا ہے۔ (یہ سن کر) عقبہ نے کہا، مجھے نہیں معلوم کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے نہ تو نے کبھی مجھے

تَزَوَّجَ بِهَا. فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ: مَا أَعْلَمُ أَنَّكِ أَرْضَعْتِنِي وَلَا أَخْبَرْتِنِي. فَرَكِبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْمَدِينَةِ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ؟)). فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ، وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ. [أطرافه في: ٢٠٥٢، ٢٦٤٠، ٢٦٥٩، ٢٦٦٠، ٥١٠٤]

[ابوداود: ٣٦٠٣، ٣٦٠٤؛ ترمذي: ١١٥١؛ نسائي: ٣٣٣٠]

بتایا ہے۔ تب سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کس طرح (تم اس لڑکی سے رشتہ رکھو گے) حالانکہ (اس کے متعلق یہ) کہا گیا۔" تب عقبہ بن حارث نے اس لڑکی کو چھوڑ دیا اور اس نے دوسرا خاوند کر لیا۔

تشریح: عقبہ بن حارث نے احتیاطاً اسے چھوڑ دیا کیونکہ جب شبہ پیدا ہو گیا تو اب شبہ کی چیز سے بچنا ہی بہتر ہے۔ مسئلہ معلوم کرنے کے لئے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کا سفر کر کے مدینہ جانا ترجمۃ الباب کا یہی مقصد ہے۔ اسی بنا پر محدثین نے طلب حدیث کے سلسلہ میں جو جو سفر کیے ہیں وہ طلب علم کے لئے بے مثال سفر ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے احتیاطاً عقبہ کی جدائی کرا دی۔ اس سے ثابت ہوا کہ احتیاط کا پہلو بہرحال مقدم رکھنا چاہیے یہ بھی ثابت ہوا کہ رضاع صرف مرضعہ کی شہادت سے ثابت ہو جاتا ہے۔

بَابُ التَّنَاوُبِ فِي الْعِلْمِ

باب: اس بارے میں کہ (طلبہ کا حصولِ) علم کے لیے (استاد کی خدمت میں) اپنی اپنی باری مقرر کرنا درست ہے

٨٩۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ؛ ح: قَالَ: وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ ابْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَجَارٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ، وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ، وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُولَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَنْزِلُ يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا، فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ بِخَبَرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ وَغَيْرِهِ، وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ، فَنَزَلَ صَاحِبِي الْأَنْصَارِيُّ يَوْمَ

(٨٩) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہیں شعیب نے زہری سے خبر دی (ایک دوسری سند سے) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابن وہب کو یونس نے ابن شہاب سے خبر دی، وہ عبیداللہ بن عبداللہ بن ابی ثور سے نقل کرتے ہیں، وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی دونوں اطراف مدینہ کے گاؤں بنی امیہ بن زید میں رہتے تھے جو مدینہ کے (پورب کی طرف) بلند گاؤں میں سے ہے۔ ہم دونوں باری باری آنحضرت ﷺ کی خدمت شریف میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دن وہ آتا، ایک دن میں آتا۔ جس دن میں آتا اس دن کی وحی کی اور (رسول اللہ ﷺ کی فرمودہ) دیگر باتوں کی اس کو خبر دے دیتا تھا اور جب وہ آتا تو وہ بھی اسی طرح کرتا۔ تو ایک دن وہ میرا انصاری ساتھی اپنی باری کے روز حاضر خدمت ہوا (جب

نَوْبَتِهِ، فَضَرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيْدًا. فَقَالَ: أَثَمَّ هُوَ؟ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ: قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ عَظِيْمٌ. فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَإِذَا هِيَ تَبْكِي فَقُلْتُ: أَطَلَّقَكُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ: لَا أَدْرِي ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ: أَطَلَّقْتَ نِسَائَكَ؟ قَالَ: ((لَا)). فَقُلْتُ: اللّٰهُ أَكْبَرُ. [أطرافه في: ٢٤٦٨، ٤٩١٣، ٤٩١٥، ٥١٩١، ٥٢١٨، ٥٨٤٣، ٧٢٥٦، ٧٢٦٣] [مسلم: ٣٦٩٥؛ ترمذي: ٢٤٦١؛ نسائي: ٢١٣١]

واپس آیا) تو اس نے میرا دروازہ بہت زور سے کھٹکھٹایا اور (میرے بارے میں پوچھا کہ) کیا عمر یہاں ہیں؟ میں گھبرا کر اس کے پاس آیا وہ کہنے لگا کہ ایک بڑا معاملہ پیش آ گیا ہے۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے) پھر میں (اپنی بیٹی) حفصہ کے پاس گیا، وہ رو رہی تھی۔ میں نے پوچھا، کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ نے طلاق دے دی ہے؟ وہ کہنے لگی: میں نہیں جانتی۔ پھر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے کھڑے کھڑے کہا کہ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' (یہ افواہ غلط ہے) تب میں نے (تعجب سے) کہا: اللہ اکبر (اللہ بہت بڑا ہے)۔

تشریح: اس انصاری کا نام عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ تھا۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ خبر واحد پر اعتماد کرنا درست ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھبرا کر اس لئے پوچھا کہ ان دنوں مدینہ پر غسان کے بادشاہ کے حملہ کی افواہ گرم تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھے شاید غسان کا بادشاہ آ گیا ہے۔ اسی لئے آپ گھبرا کر باہر نکلے پھر انصاری کی خبر پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا کہ اس نے ایسی بے اصل بات کیوں کہی۔ اس لئے بے ساختہ آپ کی زبان پر نعرہ تکبیر آ گیا۔ باری اس لئے مقرر تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاجر پیشہ تھے اور انصاری بھائی بھی کاروباری تھے۔ اس لئے تاکہ اپنا کام بھی جاری رہے اور علوم نبوی سے بھی محرومی نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ طلب معاش کے لئے بھی اہتمام ضروری ہے اس حدیث کی باقی شرح کتاب النکاح میں آئے گی۔

بَابُ الْغَضَبِ فِي الْمَوْعِظَةِ وَالتَّعْلِيْمِ إِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ

باب: اس بیان میں کہ استاد شاگردوں کی جب کوئی ناگوار بات دیکھے تو وعظ کرتے اور تعلیم دیتے وقت ان پر خفا ہو سکتا ہے

٩٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَا أَكَادُ أُدْرِكُ الصَّلَاةَ مِمَّا يُطَوِّلُ بِنَا فُلَانٌ، فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْ يَوْمَئِذٍ فَقَالَ: ((أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّكُمْ مُنَفِّرُوْنَ، فَمَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيْهِمُ الْمَرِيْضَ وَالضَّعِيْفَ وَذَا الْحَاجَةِ))

(٩٠) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا انہیں سفیان نے ابوخالد سے خبر دی، وہ قیس بن ابی حازم سے بیان کرتے ہیں، وہ ابومسعود انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص (حزم بن ابی کعب) نے (رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر) عرض کیا، یا رسول اللہ! فلاں شخص (معاذ بن جبل) لمبی نماز پڑھاتے ہیں اس لیے میں (جماعت کی) نماز میں شریک نہیں ہو سکتا (کیونکہ میں دن بھر اونٹ چرانے کی وجہ سے رات کو تھک کر چکنا چور ہو جاتا ہوں اور طویل قرأت سننے کی طاقت نہیں رکھتا (ابومسعود راوی کہتے ہیں) کہ اس دن سے زیادہ میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو وعظ کے دوران اتنا غضبناک نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! تم (ایسی شدت

[أطرافه في: ٧٠٢، ٧٠٤، ٦١١٠، ٧١٥٩]
[مسلم: ١٠٤٤؛ ابن ماجه: ٩٨٤]

اختیار کر کے لوگوں کو دین سے) نفرت دلانے لگے ہو۔ (سن لو) جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو وہ ہلکی پڑھائے، کیونکہ ان میں بیمار، کمزور اور حاجت والے (سب ہی قسم کے لوگ) ہوتے ہیں۔"

تشریح: غصہ کا سبب یہ کہ آپ پہلے بھی منع کر چکے ہوں گے دوسرے ایسا کرنے سے ڈر تھا کہ کہیں لوگ تھک ہار کر اس دین سے نفرت نہ کرنے لگ جائیں۔ یہیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔

٩١۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ الْمَدِيْنِيُّ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ يَزِيْدَ، مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ: ((اعْرِفْ وِكَاءَهَا أَوْ قَالَ: وِعَاءَهَا وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ اسْتَمْتِعْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ)) قَالَ: فَضَالَّةُ الْإِبِلِ فَغَضِبَ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ۔ أَوْ قَالَ: احْمَرَّ وَجْهُهُ۔ فَقَالَ: ((مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ، وَتَرْعَى الشَّجَرَ، فَذَرْهَا حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا)) قَالَ: فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: ((لَكَ أَوْ لِأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ)) [أطرافه في: ٢٣٧٢، ٢٤٢٧، ٢٤٢٨، ٢٤٢٩، ٢٤٣٦، ٢٤٣٨، ٥٢٩٢، ٦١١٢] [مسلم: ٤٤٩٨، ٤٤٩٩؛ ابوداود: ١٧٠٤، ١٧٠٥، ١٧٠٧، ١٧٠٨؛ ترمذي: ١٣٧٢؛ ابن ماجه: ٢٥٠٤]

(٩١) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، ان سے ابو عامر العقدی نے، وہ سلیمان بن بلال المدینی سے، وہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے، وہ یزید سے جو منبعث کے آزاد کردہ تھے، وہ زید بن خالد الجہنی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص (عمیر یا بلال) نے رسول اللہ ﷺ سے پڑی ہوئی چیز کے بارے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: "اس کی بندھن پہچان لے یا فرمایا کہ اس کا برتن اور تھیلی (پہچان لے) پھر ایک سال تک اس کی شناخت (کا اعلان) کراؤ پھر (اس کا مالک نہ ملے تو) اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اگر اس کا مالک آ جائے تو اسے سونپ دو۔" اس نے پوچھا کہ اچھا گم شدہ اونٹ (کے بارے میں) کیا حکم ہے؟ آپ کو اس قدر غصہ آ گیا کہ رخسار مبارک سرخ ہو گئے۔ یا راوی نے یہ کہا کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ (یہ سن کر) آپ ﷺ نے فرمایا: "تجھے اونٹ سے کیا واسطہ؟ اس کے ساتھ خود اس کی مشک ہے اور اس کے (پاؤں کے) سم ہیں۔ وہ خود پانی پر پہنچے گا اور خود پی لے گا اور خود درخت پر چرے گا۔ لہٰذا اسے چھوڑ دو یہاں تک کہ اس کا مالک مل جائے۔" اس نے کہا کہ اچھا گم شدہ بکری کے (بارے میں) کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ تیری ہے یا تیرے بھائی کی، ورنہ بھیڑیے کی (غذا) ہے۔"

تشریح: گری پڑی چیز کو لقطہ کہتے ہیں۔ اس حدیث میں اسی کا حکم بیان فرمایا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے غصے کا سبب یہ ہوا کہ اونٹ کے بارے میں سوال ہی بیکار تھا۔ جب کہ وہ تلف ہونے والا جانور نہیں۔ وہ جنگل میں اپنا چارہ پانی خود تلاش کر لیتا ہے، اسے شیر یا بھیڑیا بھی نہیں کھا سکتے، پھر اس کا پکڑنا بیکار ہے۔ خود اس کا مالک ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس تک پہنچ جائے گا، ہاں بکری کے تلف ہونے کا فوری خطرہ ہے لہٰذا اسے پکڑ لینا چاہیے۔ پھر مالک آئے تو اس کے حوالہ کر دے۔ معلوم ہوا کہ شاگردوں کے نامناسب سوالات پر استاد کی خفگی بجا تسلیم کی جائے گی۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ شاگردوں کو سوال کرنے سے پہلے خود سوال کی اہمیت پر بھی غور کر لینا ضروری ہے۔ اونٹ سے متعلق آپ کا جواب اس زمانہ کے ماحول کے پیش نظر تھا مگر آج کل کا ماحول ظاہر ہے۔

٩٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى، قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ أَشْيَاءَ كَرِهَهَا، فَلَمَّا أُكْثِرَ عَلَيْهِ غَضِبَ، ثُمَّ قَالَ: لِلنَّاسِ: ((سَلُوْنِيْ عَمَّا شِئْتُمْ)). فَقَالَ رَجُلٌ: مَنْ أَبِيْ؟ قَالَ: ((أَبُوْكَ حُذَافَةُ)). فَقَامَ آخَرُ فَقَالَ: مَنْ أَبِيْ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! قَالَ: ((أَبُوْكَ سَالِمٌ مَوْلَى شَيْبَةَ)). فَلَمَّا رَأَى عُمَرُ مَا فِيْ وَجْهِهِ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللَّهِ! إِنَّا نَتُوْبُ إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ. [طرفه في: ٧٢٩١] [مسلم: ٦١٢٥]

(۹۲) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، ان سے ابواسامہ نے برید کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابوبردہ سے اور وہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کچھ باتیں دریافت کی گئیں کہ آپ ﷺ کو برا معلوم ہوا اور جب (اس قسم کے سوالات کی) آپ ﷺ پر بہت زیادتی کی گئی تو آپ کو غصہ آ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: ''(اچھا اب) مجھ سے جو چاہو پوچھو۔'' تو ایک شخص نے دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا باپ حذافہ ہے۔ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا کہ یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تیرا باپ سالم شیبہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔'' آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرہ مبارک کا حال دیکھا تو عرض کیا: یارسول اللہ! ہم (ان باتوں کے دریافت کرنے سے جو آپ کو ناگوار ہوں) اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے ہیں۔

تشریح: لغو اور بے ہودہ سوال کسی صاحب علم سے کرنا سراسر نادانی ہے۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ سے اس قسم کا سوال کرنا تو گویا بہت ہی بے ادبی ہے۔ اسی لئے اس قسم کے بے جا سوال پر آپ نے غصہ میں فرمایا کہ جو چاہو دریافت کرو۔ اس لئے اگرچہ بشر ہونے کے لحاظ سے آپ غیب کی باتیں نہیں جانتے تھے۔ مگر اللہ کے برگزیدہ پیغمبر ﷺ ہونے کی بنا پر وحی والہام سے اکثر احوال آپ کو معلوم ہو جاتے تھے، یا معلوم ہو سکتے تھے جن کی آپ کو ضرورت پیش آتی تھی۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ تم لوگ نہیں مانتے ہو تو اب جو چاہو پوچھو، مجھ کو اللہ کی طرف سے جو جواب ملے گا تم کو بتلاؤں گا۔ آپ کی خفگی دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیگر حاضرین کی نمائندگی فرماتے ہوئے ایسے سوالات سے باز رہنے کا وعدہ فرمایا۔

بَابُ مَنْ بَرَكَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ عِنْدَ الْإِمَامِ أَوِ الْمُحَدِّثِ

باب: اس شخص کے بارے میں جو امام یا محدث کے سامنے دوزانو (ہو کر ادب کے ساتھ) بیٹھے

٩٣- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ، فَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ: مَنْ أَبِيْ؟ قَالَ: ((أَبُوْكَ حُذَافَةُ)). ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُوْلَ: ((سَلُوْنِيْ)). فَبَرَكَ عُمَرُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ: رَضِيْنَا بِاللَّهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا، وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيًّا

(۹۳) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہیں انس بن مالک نے بتلایا کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلے تو عبداللہ بن حذافہ کھڑے ہو کر پوچھنے لگے کہ حضور میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''حذافہ۔'' پھر آپ ﷺ نے بار بار فرمایا'' کہ مجھ سے پوچھو۔'' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوزانو ہو کر عرض کیا کہ ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے، اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں اور (یہ جملہ) تین مرتبہ (دہرایا) پھر (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ خاموش

ثَلَاثًا، فَسَكَتَ. [أطرافه في: ٥٤٠، ٧٤٩، ٤٦٢١، ٦٣٦٢، ٦٤٦٨، ٧٠٨٩، ٧٠٩٠، ٧٠٩١، ٧٢٩٤، ٧٢٩٥] [مسلم: ٦١٢٢] ہو گئے۔

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عرض کرنے کی منشا یہ تھی کہ اللہ کو رب، اسلام کو دین اور محمد ﷺ کو نبی مان کر اب ہمیں مزید کچھ سوالات پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ لوگ عبداللہ بن حذافہ کو کسی اور کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے آپ سے اپنی تشفی حاصل کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دوزانو ہو کر بیٹھنے سے ترجمہ باب نکلا اور ثابت ہوا کہ شاگرد کو استاد کا ادب ہمہ وقت ملحوظ رکھنا ضروری ہے کیونکہ با ادب بانصیب بے ادب بے نصیب، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مؤدبانہ بیان سن کر آپ ﷺ کا غصہ جاتا رہا اور آپ خاموش ہو گئے۔

بَابُ مَنْ أَعَادَ الْحَدِيثَ ثَلَاثًا لِيُفْهَمَ عَنْهُ

باب: اس بارے میں کہ کوئی شخص سمجھانے کے لیے (ایک) بات کو تین مرتبہ دہرائے تو یہ ٹھیک ہے

فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ)). فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا. [طرفه في: ٢٦٥٤] وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هَلْ بَلَّغْتُ)) ثَلَاثًا. [طرفه في: ١٧٤٢]

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "الا وقول الزور" اس کو تین بار دہراتے رہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ "میں نے تم کو پہنچا دیا۔" (یہ جملہ) آپ نے تین مرتبہ دہرایا۔

٩٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا سَلَّمَ سَلَّمَ ثَلَاثًا، وَإِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تُفْهَمَ عَنْهُ. [طرفاه في: ٩٥، ٦٢٤٤] [ترمذي: ٢٧٢٣]

(۹۴) ہم سے عبدہ نے بیان کیا، ان سے عبدالصمد نے، ان سے عبداللہ بن مثنیٰ نے، ان سے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے، ان سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ سلام کرتے تو تین بار سلام کرتے اور جب کوئی کلمہ ارشاد فرماتے تو اسے تین بار دہراتے یہاں تک کہ خوب سمجھ لیا جاتا۔

٩٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تُفْهَمَ، وَإِذَا أَتَى عَلَى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا. [راجع: ٩٤]

(۹۵) ہم سے عبدہ نے بیان کیا، ان سے عبدالصمد نے، ان سے عبداللہ بن مثنیٰ نے، ان سے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ کوئی کلمہ ارشاد فرماتے تو اسے تین بار لوٹاتے یہاں تک کہ خوب سمجھ لیا جاتا۔ اور جب کچھ لوگوں کے پاس آپ تشریف لاتے اور انہیں سلام کرتے تو تین بار سلام کرتے۔

٩٦ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ،

(۹۶) ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے ابوعوانہ نے ابوبشر کے واسطے

عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: تَخَلَّفَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي سَفَرٍ سَافَرْنَاهُ فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقْنَا الصَّلَاةَ صَلَاةَ الْعَصْرِ وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ، فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا، فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ ((وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ)). مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا. [راجع:٦٠]

سے بیان کیا، وہ یوسف بن ماہک سے بیان کرتے ہیں، وہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے، وہ کہتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ ہمارے قریب پہنچے تو عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا یا تنگ ہوگیا تھا اور ہم وضو کر رہے تھے۔ ہم اپنے پیروں پر پانی کا ہاتھ پھیرنے لگے تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ ''آگ کے عذاب سے ان ایڑیوں کی (جو خشک رہ جائیں) خرابی ہے۔'' یہ دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ۔

تشریح: ان احادیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ اگر کوئی محدث سمجھانے کے لئے ضرورت کے وقت حدیث کو مکرر بیان کرے یا طالب علم ہی استاد سے دوبارہ یا سہ بارہ پڑھنے کو کہے تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ تین بار سلام اس حالت میں ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے دروازے پر جائے اور اندر آنے کی اجازت طلب کرے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو کتاب الاستیذان میں بھی لائے ہیں، اس سے بھی یہی نکلتا ہے۔ ورنہ ہمیشہ آپ کی یہ عادت نہ تھی کہ تین بار سلام کرتے، یہ اسی صورت میں تھا کہ گھر والے پہلا سلام نہ سن پاتے تو آپ دوبارہ سلام کرتے اگر پھر بھی وہ جواب نہ دیتے تو تیسری دفعہ سلام کرتے، پھر بھی جواب نہ ملتا تو آپ واپس ہو جاتے۔

بَابُ تَعْلِيمِ الرَّجُلِ أَمَتَهُ وَأَهْلَهُ

باب: اس بارے میں کہ مرد کا اپنی باندی اور گھر والوں کو تعلیم دینا (ضروری ہے)

٩٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْمُحَارِبِيُّ، حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ حَيَّانَ، قَالَ: عَامِرٌ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ: رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ، وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوكُ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ، وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ يَطَؤُهَا فَأَدَّبَهَا، فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا، ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا، فَلَهُ أَجْرَانِ)). ثُمَّ قَالَ عَامِرٌ: أَعْطَيْنَاكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ، قَدْ كَانَ يُرْكَبُ فِيمَا دُونَهَا إِلَى الْمَدِينَةِ. [أطرافه في: ٢٥٤٤، ٢٥٤٧، ٢٥٥١، ٣٠١١، ٣٤٤٦، ٥٠٨٣] [مسلم:

(٩٧) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں محاربی نے خبر دی، وہ صالح بن حیان سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا عامر شعبی نے بیان کیا، کہا ان سے ابوبردہ نے اپنے باپ کے واسطے سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''تین شخص ہیں جن کے لیے دوگنا اجر ہے: ایک وہ جو اہل کتاب سے ہو اور اپنے نبی پر اور محمد ﷺ پر ایمان لائے (دوسرے) وہ غلام جو اپنے آقا اور اللہ (دونوں) کا حق ادا کرے اور (تیسرے) وہ آدمی جس کے پاس کوئی لونڈی ہو جس سے شب باشی کرتا ہے اور اسے تربیت دے تو اچھی تربیت دے، تعلیم دے تو عمدہ تعلیم دے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے، تو اس کے لیے دوگنا اجر ہے۔'' پھر عامر نے (صالح بن حیان سے) کہا کہ ہم نے یہ حدیث تمہیں بغیر اجرت (صلہ یا مشقت) کے سنا دی ہے (ورنہ) اس سے کم حدیث کے لیے مدینہ تک کا سفر کیا جاتا تھا۔

٣٧٧، ٣٨٨؛ ترمذي: ١١١٦؛ نسائي: ٣٣٤٤؛

ابن ماجه: ١٩٥٦]

تشریح: حدیث سے باب کی مطابقت کے لئے لونڈی کا ذکر صریح موجود ہے اور بیوی کو اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔ اہل کتاب سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تعلیم کے ساتھ تادیب یعنی ادب سکھانا اور عمدہ تربیت دینا بھی ضروری ہے۔ اگر علم کے ساتھ عمدہ تربیت نہ ہو تو ایسے علم سے پورا فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ اسلاف امت ایک ایک حدیث کے حصول کے لئے دور دراز کا سفر کرتے اور بے حد مشقتیں اٹھایا کرتے تھے۔ شارحین بخاری کہتے ہیں:

”وانما قال هذا ليكون ذالك الحديث عنده بمنزلة عظيمة ويحفظه باهتمام بليغ فان من عادة الانسان ان الشيء الذي يحصله من غير مشقة لا يعرف قدره ولا يهتم بحفاظته۔“

یعنی عامر نے اپنے شاگرد صالح سے یہ اس لئے کہا کہ وہ حدیث کی قدر و منزلت کو پہچانیں اور اسے اہتمام کے ساتھ یاد رکھیں کیونکہ انسان کی عادت ہے کہ بغیر مشقت حاصل ہونے والی چیز کی وہ قدر نہیں کرتا اور نہ پورے طور پر اس کی حفاظت کرتا ہے۔

بَابُ عِظَةِ الْإِمَامِ النِّسَاءَ وَتَعْلِيمِهِنَّ

باب: اس بارے میں کہ امام کا عورتوں کو بھی نصیحت کرنا اور تعلیم دینا (ضروری ہے)

٩٨۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَيُّوبَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ أَبِي رَبَاحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَوْ قَالَ عَطَاءٌ: أَشْهَدُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَظَنَّ أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ، وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ، وَبِلَالٌ يَأْخُذُ فِي طَرَفِ ثَوْبِهِ. وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ.

[أطرافه في: ٨٦٣، ٩٦٢، ٩٦٤، ٩٧٥، ٩٧٧، ٩٧٩، ٩٨٩، ١٤٣١، ١٤٤٩، ٤٨٩٥، ٥٢٤٩، ٥٨٨٠، ٥٨٨١، ٥٨٨٣، ٧٣٢٥] [ابوداود: ١١٤٢، ١١٤٣، ١١٤٤]

(٩٨) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے ایوب کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عطاء بن ابی رباح سے سنا، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ میں رسول اللہ ﷺ پر گواہی دیتا ہوں، یا عطاء نے کہا کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما پر گواہی دیتا ہوں کہ نبی ﷺ (ایک مرتبہ عید کے موقع پر مردوں کی صفوں میں سے) نکلے اور آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ کو خیال ہوا کہ عورتوں کو (خطبہ اچھی طرح) نہیں سنائی دیا۔ تو آپ نے انہیں علیحدہ نصیحت فرمائی اور صدقے کا حکم دیا (یہ وعظ سن کر) کوئی عورت بالی (اور کوئی عورت) انگوٹھی ڈالنے لگی اور بلال رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے کے دامن میں (یہ چیزیں) لینے لگے۔ اس حدیث کو اسماعیل نے ایوب سے روایت کیا، انہوں نے عطاء سے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یوں کہا کہ میں آنحضرت ﷺ پر گواہی دیتا ہوں (اس میں شک نہیں ہے)۔

امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اگلا باب عام لوگوں سے متعلق تھا اور یہ حاکم اور امام سے متعلق ہے کہ وہ بھی عورتوں کو وعظ سنائے۔

تشریح: اس حدیث سے مسئلہ باب کے ساتھ عورتوں کا عیدگاہ میں جانا بھی ثابت ہوا۔ جو لوگ اس کے مخالف ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ ایسی چیز کا انکار کر رہے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مروج تھی۔ یہ امر ٹھیک ہے کہ عورتیں پردہ اور ادب و شرم و حیا کے ساتھ جائیں۔ کیونکہ بے

پردگی بہرحال بری ہے۔ مگر سنت نبوی کی مخالفت کرنا کسی طرح بھی زیبا نہیں ہے۔

بَابُ الْحِرْصِ عَلَى الْحَدِيْثِ

باب: علم حدیث حاصل کرنے کی حرص کے بارے میں

٩٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِيْ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! أَنْ لَا يَسْأَلَنِيْ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ أَحَدٌ أَوَّلَ مِنْكَ، لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيْثِ، أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ)).

[طرفه في: ٦٥٧٠]

(۹۹) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے سلیمان نے عمرو بن ابی عمرو کے واسطے سے بیان کیا، وہ سعید بن ابی سعید المقبری کے واسطے سے بیان کرتے ہیں، وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے سب سے زیادہ سعادت کسے ملے گی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوہریرہ! مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے کوئی اس کے بارے میں مجھ سے دریافت نہیں کرے گا۔ کیونکہ میں نے حدیث کے متعلق تمہاری حرص دیکھ لی تھی۔ سنو! قیامت میں سب سے زیادہ فیض یاب میری شفاعت سے وہ شخص ہوگا، جو سچے دل سے یا سچے جی سے ''لا الہ الا اللہ'' کہے گا۔''

تشریح: حدیث شریف کا علم حاصل کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تحسین فرمائی۔ اسی سے اہلحدیث کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ دل سے کہنے کا مطلب یہ کہ شرک سے بچے، کیونکہ جو شرک سے نہ بچا وہ دل سے اس کلمہ کا قائل نہیں ہے اگرچہ زبان سے اسے پڑھتا ہو۔ جیسا کہ آج کل بہت سے قبروں کے پجاری نام نہاد مسلمانوں کا حال ہے۔

بَابٌ: كَيْفَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ

باب: اس بیان میں کہ علم کس طرح اٹھالیا جائے گا؟

وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ إِلَى أَبِيْ بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ انْظُرْ مَا كَانَ مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاكْتُبْهُ، فَإِنِّيْ خِفْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَاءِ، وَلَا يُقْبَلُ إِلَّا حَدِيْثُ النَّبِيِّ ﷺ، وَلْيُفْشُوا الْعِلْمَ، وَلْيَجْلِسُوْا حَتَّى يُعَلَّمَ مَنْ لَا يَعْلَمُ، فَإِنَّ الْعِلْمَ لَا يَهْلِكُ حَتَّى يَكُوْنَ سِرًّا. حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ بِذٰلِكَ، يَعْنِيْ حَدِيْثَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کی جتنی بھی حدیثیں ہوں، ان پر نظر کرو اور انہیں لکھ لو، کیونکہ مجھے علم دین کے مٹنے اور علمائے دین کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کی حدیث قبول نہ کرو اور لوگوں کو چاہیے کہ علم پھیلائیں اور (ایک جگہ جم کر) بیٹھیں تاکہ جاہل بھی جان لے اور علم چھپانے ہی سے ضائع ہوتا ہے۔ ہم سے علاء بن عبدالجبار نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالعزیز بن مسلم نے عبداللہ بن دینار کے واسطے سے اس کو بیان کیا یعنی عمر بن عبدالعزیز کی حدیث ذہاب العلما تک۔

إِلَى قَوْلِهِ ذَهَابَ الْعُلَمَاءِ .

مقصد یہ ہے کہ پڑھنے پڑھانے ہی سے علم دین باقی رہ سکے گا۔اس میں کوتاہی ہرگز نہ ہونی چاہیے۔

١٠٠ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا، يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمٌ، اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالاً فَسُئِلُوا، فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا)) قَالَ الْفِرَبْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ قَالَ: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامٍ نَحْوَهُ. [طرفه في: ٧٣٠٧] [مسلم: ٦٧٩٦؛ ترمذي: ٢٦٥٢؛ ابن ماجه: ٥٢]

(۱۰۰) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، ان سے مالک نے ہشام بن عروہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا، انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ "اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھالے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے۔ بلکہ وہ (پختہ کار) علما کو موت دے کر علم اٹھائے گا۔ حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، ان سے سوالات کئے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے۔ اسی لیے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔" فربری نے کہا ہم سے عباس نے بیان کیا، کہا ہم سے قتیبہ نے، کہا ہم سے جریر نے، انہوں نے ہشام سے مانند اس حدیث کے۔

تشریح: پختہ عالم جو دین کی پوری سمجھ بھی رکھتے ہوں اور احکام اسلام کے دقائق و مواقع کو بھی جانتے ہوں، ایسے پختہ دماغ علما ختم ہو جائیں گے اور سطحی لوگ مدعیان علم باقی رہ جائیں گے جو ناسمجھی کی وجہ سے محض تقلید جامد کی تاریکی میں گرفتار ہوں گے اور ایسے لوگ اپنے غلط فتووں سے خود گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ یہ رائے اور قیاس کے دلدادہ ہوں گے۔ یہ ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن مطر فربری کی روایت ہے جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور صحیح بخاری کے اولین راوی یہی فربری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ بعض روایتوں میں ((بغير علم)) کی جگہ برأیھم بھی آیا ہے۔ یعنی وہ جاہل مدعیان علم اپنی رائے قیاس سے فتویٰ دیا کریں گے: "قال العيني: لايختص هذا بالمفتيين بل عام للقضاة الجاهلين" یعنی اس حکم میں نہ صرف مفتی بلکہ عالم جاہل قاضی بھی داخل ہیں۔

بَابٌ: هَلْ يُجْعَلُ لِلنِّسَاءِ يَوْمٌ عَلَى حِدَةٍ فِي الْعِلْمِ؟

باب: اس بیان میں کہ کیا عورتوں کی تعلیم کے لیے کوئی خاص دن مقرر کیا جا سکتا ہے؟

١٠١ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ، ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ فَاجْعَلْ

(۱۰۱) ہم سے آدم نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے ابن الاصبہانی نے، انہوں نے ابوصالح ذکوان سے سنا، وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عورتوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ (آپ ﷺ سے فائدہ اٹھانے میں) مرد ہم سے آگے بڑھ گئے ہیں، اس لیے آپ اپنی طرف سے ہمارے (وعظ کے) لیے (بھی) کوئی دن خاص

لَنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِكَ. فَوَعَدَهُنَّ يَوْمًا لَقِيَهُنَّ فِيهِ، فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ، فَكَانَ فِيمَا قَالَ لَهُنَّ: ((مَا مِنْكُنَّ امْرَأَةٌ تُقَدِّمُ ثَلَاثَةً مِنْ وُلْدِهَا إِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ)). فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: وَاثْنَيْنِ؟ فَقَالَ: ((وَاثْنَيْنِ)) [طرفاه في: ١٢٤٩، ٧٣١٠] [مسلم: ٦٦٩٩]

فرمادیں۔ تو آپ ﷺ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمالیا۔ اس دن عورتوں سے آپ نے ملاقات کی اور انہیں وعظ فرمایا اور (مناسب) احکام سنائے جو کچھ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا اس میں یہ بات بھی تھی کہ "جو کوئی عورت تم میں سے (اپنے) تین (لڑکے) آگے بھیج دے گی تو وہ اس کے لیے دوزخ سے پناہ بن جائیں گے۔" اس پر ایک عورت نے کہا، اگر دو (بچے بھیج دے) آپ نے فرمایا: "ہاں! اور دو (کا بھی یہ حکم ہے)۔"

تشریح: یعنی دو معصوم بچوں کی موت ماں کے لئے بخشش کا سبب بن جائے گی۔ پہلی مرتبہ تین بچے فرمایا، پھر دو اور ایک اور حدیث میں ایک بچے کے انتقال پر بھی یہ بشارت آئی۔ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو ایک مقرر دن میں یہ وعظ فرمایا۔ اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ کے قائم کردہ باب اور حدیث میں مطابقت پیدا ہوئی۔ دو بچوں کے بارے میں سوال کرنے والی عورت کا نام ام سلیم تھا۔ (جنین) کچے بچے کے لئے بھی یہی بشارت ہے۔

١٠٢ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ، عَنْ ذَكْوَانَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا. وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ. [طرفه في: ١٢٥٠]

[مسلم: ٦٧٠٠]

(۱۰۲) مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، ان سے غندر نے، ان سے شعبہ نے عبدالرحمٰن بن الاصبہانی کے واسطے سے بیان کیا، وہ ذکوان سے، وہ ابوسعید سے اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے یہی حدیث روایت کرتے ہیں۔ اور (دوسری سند میں) عبدالرحمٰن بن الاصبہانی کہتے ہیں کہ میں نے ابوحازم سے سنا، وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ایسے تین (بچے) جو ابھی بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ یہ حدیث پہلی حدیث کی تائید اور ایک راوی ابن الاصبہانی کے نام کی وضاحت کے لئے لائے ہیں۔ بالغ ہونے سے پہلے بچے کی موت کا کافی رنج ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے بچے کی موت ماں کی بخشش کا ذریعہ قرار دی گئی ہے۔

بَابُ مَنْ سَمِعَ شَيْئًا فَلَمْ يَفْهَمْهُ. فَرَاجَعَهُ حَتَّى يَعْرِفَهُ

باب: اس بارے میں کہ ایک شخص کوئی بات سنے اور نہ سمجھے تو دوبارہ دریافت کر لے تا کہ وہ اسے (اچھی طرح) سمجھ لے یہ جائز ہے

١٠٣ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ كَانَتْ لَا تَسْمَعُ شَيْئًا لَا تَعْرِفُهُ إِلَّا رَاجَعَتْ فِيهِ حَتَّى تَعْرِفَهُ، وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ: قَالَ ((مَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ)).

(۱۰۳) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہیں نافع بن عمر نے خبر دی، انہیں ابن ابی ملیکہ نے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب کوئی ایسی باتیں سنتیں جس کو سمجھ نہ پاتیں تو دوبارہ اس کو معلوم کرتیں تا کہ سمجھ لیں۔ چنانچہ (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جس سے حساب لیا گیا اسے عذاب کیا جائے گا۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ: أَوَ لَيْسَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا﴾؟ [الانشقاق:٨] قَالَتْ: فَقَالَ: ((إِنَّمَا ذٰلِكَ الْعَرْضُ، وَلٰكِنْ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ يَهْلِكْ)). [أطرافه في: ٤٩٣٩، ٦٥٣٦، ٦٥٣٧]

فرماتی ہیں کہ (یہ سن کر) میں نے کہا کہ کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ "عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا؟" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "یہ صرف (اللہ کے دربار میں) پیشی کا ذکر ہے لیکن جس کے حساب میں جانچ پڑتال کی گئی (سمجھو) وہ غارت ہو گیا۔"

تشریح: یہ حضرت عائشہ ؓ کے شوق علم اور سمجھ داری کا ذکر ہے کہ جس مسئلہ میں انہیں الجھن ہوتی، اس کے بارے میں، وہ رسول اللہ ﷺ سے بے تکلف دوبارہ دریافت کرلیا کرتی تھیں۔ اللہ کے ہاں پیشی تو سب کی ہوگی، مگر حساب فہمی جس کی شروع ہوگئی وہ ضرور گرفت میں آجائے گا۔ حدیث سے ظاہر ہوا کہ کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو شاگرد استاد سے دوبارہ، سہ بارہ پوچھ لے، مگر کٹ حجتی کے لئے بار بار غلط سوالات کرنے سے ممانعت آئی ہے۔

بَابٌ: لِيُبَلِّغِ الْعِلْمَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ

باب: اس بارے میں کہ جو لوگ موجود ہیں وہ غائب شخص کو علم پہنچائیں

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

یہ قول حضرت ابن عباس ؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے۔ (اور بخاری کتاب الحج میں یہ تعلیق باسناد موجود ہے)

١٠٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيْدٌ هُوَابْنُ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْ شُرَيْحٍ، أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو ابْنِ سَعِيْدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوْثَ إِلَى مَكَّةَ ائْذَنْ لِيْ أَيُّهَا الْأَمِيْرُ! أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ، سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِيْ، وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ، حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهِ، حَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ، وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا، وَلَا يَعْضِدُ بِهَا شَجَرَةً، فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْهَا فَقُوْلُوْا إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذِنَ لِرَسُوْلِهِ، وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِيْ فِيْهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، ثُمَّ

(۱۰۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، ان سے لیث نے، ان سے سعید بن ابی سعید نے، وہ ابوشریح سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عمرو بن سعید (والی مدینہ) سے جب وہ مکہ میں (ابن زبیر ؓ سے لڑنے کے لیے) فوجیں بھیج رہے تھے کہا کہ اے امیر! مجھے آپ اجازت دیں تو میں وہ حدیث آپ سے بیان کردوں، جو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے دن ارشاد فرمائی تھی، اس (حدیث) کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے اسے یاد رکھا ہے اور جب رسول اللہ ﷺ یہ حدیث فرما رہے تھے تو میری آنکھیں آپ ﷺ کو دیکھ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے (پہلے) اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا کہ "مکہ کو اللہ نے حرام کیا ہے، آدمیوں نے حرام نہیں کیا۔ تو (سن لو) کہ کسی شخص کے لیے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو جائز نہیں ہے کہ "مکہ میں خون ریزی کرے، یا اس کا کوئی پیڑ کاٹے، پھر اگر کوئی اللہ کے رسول (کے لڑنے) کی وجہ سے اس کا جواز نکالے تو اس سے کہہ دو اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے اجازت دی تھی، تمہارے لیے نہیں دی اور مجھے بھی دن کے کچھ لمحوں کے لیے

عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ، وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ)). فَقِيْلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ: مَا قَالَ عَمْرٌو؟ قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ! لَا تُعِيْذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ [طرفاه في: ١٨٣٢، ٤٢٩٥] [مسلم: ٣٣٠٤؛ ترمذي: ٨٠٩، ١٤٠٦؛ نسائي: ٢٨٧٦]

اجازت ملی تھی۔ آج اس کی حرمت لوٹ آئی جیسی کل تھی۔ اور حاضر غائب کو (یہ بات) پہنچا دے۔'' (یہ حدیث سننے کے بعد راوی حدیث) ابوشریح سے پوچھا گیا کہ (آپ کی یہ بات سن کر) عمرو نے کیا جواب دیا؟ کہا یوں کہ اے (ابوشریح!) حدیث کو میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ مگر حرم (مکہ) کسی خطا کار کو یا خون کر کے اور فتنہ پھیلا کر بھاگ آنے والے کو پناہ نہیں دیتا۔

تشریح: عمرو بن سعید یزید کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے، انہوں نے ابوشریح سے حدیث نبوی سن کر تاویل سے کام لیا اور صحابی رسول حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو باغی فسادی قرار دے کر مکہ شریف پر فوج کشی کا جواز نکالا حالانکہ ان کا خیال بالکل غلط تھا، حضرت ابن زبیر نہ باغی تھے نہ فسادی تھے۔ نص کے مقابلہ پر رائے وقیاس وتاویلات فاسدہ سے کام لینے والوں نے ہمیشہ اسی طرح فسادات برپا کر کے اہل حق کو ستایا ہے۔ حضرت ابوشریح کا نام خویلد بن عمرو بن صخر ہے اور بخاری شریف میں ان سے صرف تین احادیث مروی ہیں۔ ۶۸ھ میں آپ نے انتقال فرمایا رضی اللہ عنہ۔

چونکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یزید کی بیعت سے انکار کر کے حرم مکہ شریف کو اپنے لیے جائے پناہ بنایا تھا۔ اسی لئے یزید نے عمرو بن سعید کو مکہ پر فوج کشی کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شہید کئے گئے۔ اور حرم مکہ کی سخت بے حرمتی کی گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد اور عبداللہ بن زبیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے تھے۔ آج کل بھی اہل بدعت حدیث نبوی کو ایسے بہانے نکال کر رد کر دیتے ہیں۔

١٠٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ، ذُكِرَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: ((فَإِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ ـ قَالَ: مُحَمَّدٌ وَأَحْسِبُهُ قَالَ: وَأَعْرَاضَكُمْ ـ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِيْ شَهْرِكُمْ هَذَا، أَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ)). وَكَانَ مُحَمَّدٌ يَقُوْلُ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَانَ ذٰلِكَ ((أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟)) مَرَّتَيْنِ. [راجع: ٦٧]

(۱۰۵) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، ان سے حماد نے ایوب کے واسطے سے نقل کیا، وہ محمد سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یوں) فرمایا: ''تمہارے خون اور تمہارے مال، محمد کہتے ہیں کہ میرے خیال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراضکم کا لفظ بھی فرمایا۔ (یعنی) اور تمہاری آبروئیں تم پر حرام ہیں جس طرح تمہارے آج کے دن کی حرمت تمہارے اس مہینے میں۔ سن لو! یہ خبر حاضر غائب کو پہنچا دے۔'' اور محمد (راوی حدیث) کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ (پھر) دوبارہ فرمایا کہ ''کیا میں نے (اللہ کا یہ حکم) تمہیں نہیں پہنچا دیا۔''

تشریح: مقصد یہ کہ میں اس حدیث نبوی کی تعمیل کر چکا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں یہ فرمایا تھا، دوسری حدیث میں تفصیل سے اس کا ذکر آیا ہے۔

بَابُ إِثْمِ مَنْ كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

باب: اس بیان میں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے والے کا گناہ کس درجے کا ہے

١٠٦ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا

(۱۰۶) ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا، انہیں شعبہ نے خبر دی، انہیں منصور

شُعْبَةُ ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْصُوْرٌ ، قَالَ: سَمِعْتُ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ عَلِيًّا ، يَقُوْلُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ)). [مسلم:٢؛ ترمذي: ٢٦٦٠، ٣٧١٥؛ ابن ماجه: ٣١]

نے، انہوں نے ربعی بن حراش سے سنا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''مجھ پر جھوٹ مت بولو۔ کیونکہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ دوزخ میں داخل ہو۔''

تشریح: یعنی مجھ پر جھوٹ باندھنے والے کو چاہیے کہ وہ دوزخ میں داخل ہونے کو تیار رہے۔

١٠٧۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قُلْتُ لِلزُّبَيْرِ: إِنِّي لَا أَسْمَعُكَ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ كَمَا يُحَدِّثُ فُلَانٌ وَفُلَانٌ. قَالَ: أَمَا إِنِّي لَمْ أُفَارِقْهُ وَلَكِنْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: ((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) [ابوداود: ٣٦٥١؛ ابن ماجه: ٣٦]

(١٠٧) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے، ان سے جامع بن شداد نے، وہ عامر بن عبداللہ بن زبیر سے اور وہ اپنے باپ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں نے اپنے باپ یعنی زبیر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے کبھی آپ سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث نہیں سنیں جیسے فلاں فلاں بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: (بات یہ نہیں) کہ میں نبی ﷺ سے جدا رہا ہوں لیکن میں نے آپ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنا لے۔''

تشریح: اسی لیے میں حدیث رسول ﷺ بیان نہیں کرتا کہ مبادا کہیں غلط بیانی نہ ہو جائے۔

١٠٨۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ، قَالَ: أَنَسٌ إِنَّهُ لَيَمْنَعُنِيْ أَنْ أُحَدِّثَكُمْ حَدِيْثًا كَثِيْرًا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) [مسلم:٣]

(١٠٨) ہم سے ابومعمر نے بیان کیا، ان سے عبدالوارث نے عبدالعزیز کے واسطے سے نقل کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مجھے بہت سی حدیثیں بیان کرنے سے یہ بات روکتی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔''

١٠٩۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ هُوَ ابْنُ الْأَكْوَعِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ يَقُلْ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)).

(١٠٩) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی عبید نے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''جو شخص میرے نام سے وہ بات بیان کرے جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔''

تشریح: یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی ثلاثی حدیث ہے ثلاثی وہ حدیثیں ہیں جن میں رسول کریم ﷺ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک درمیان میں صرف تین ہی راوی ہوں۔ ایسی حدیثوں کو ثلاثیات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا ہے۔ اور جامع الصحیح میں ان کی تعداد صرف بائیس ہے۔ یہ فضیلت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے ہم عصر علما جیسے امام مسلم وغیرہ ہیں ان کو حاصل نہیں ہوئی۔ صاحب انوار الباری نے یہاں ثلاثیات امام

بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے ثلاثیات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے مسند امام اعظم نامی کتاب کا حوالہ دے کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی برتری ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ واقعہ ہے کہ فن حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی کوئی کتاب دنیا میں موجود نہیں ہے اور مسند امام اعظم نامی کتاب محمد خوارزمی کی جمع کردہ ہے جو ۶۶۷ھ میں رائج ہوئی۔ (بستان المحدثین ص ۵)

١١٠۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ أَبِيْ حَصِيْنٍ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((تَسَمَّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ، وَمَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِيْ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ فِيْ صُوْرَتِيْ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)). [أطرافه في: ٣٥٣٩، ٦١٨٨، ٦١٩٧، ٦٩٩٣] [مسلم: ٤]

(۱۱۰) ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، ان سے ابوعوانہ نے ابوحصین کے واسطہ سے نقل کیا، وہ ابوصالح سے روایت کرتے ہیں، وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، وہ رسول اللہ ﷺ سے کہ "(اپنی اولاد) کا میرے نام کے اوپر نام رکھو۔ مگر میری کنیت اختیار نہ کرو اور جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا تو بلاشبہ اس نے مجھے دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا اور جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا تلاش کرے۔"

تشریح: ان مسلسل احادیث کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف لوگ غلط بات منسوب کر کے دنیا میں خلق کو گمراہ نہ کریں۔ یہ حدیثیں بجائے خود اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عام طور پر احادیث نبوی کا ذخیرہ مفسد لوگوں کے دست سے محفوظ رہا ہے اور جتنی احادیث لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیں تھیں ان کو علمائے حدیث نے صحیح احادیث سے الگ چھانٹ دیا۔

اسی طرح آپ ﷺ نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ خواب میں اگر کوئی شخص میری صورت دیکھے تو وہ بھی صحیح ہونی چاہیے، کیونکہ خواب میں شیطان رسول اللہ ﷺ کی صورت میں نہیں آ سکتا۔

موضوع اور صحیح احادیث کو پرکھنے کے لیے اللہ پاک نے جماعت محدثین خصوصاً امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ جیسے اکابر امت کو پیدا فرمایا۔ جنہوں نے اس فن کی وہ خدمت کی کہ جس کی امم سابقہ میں نظیر نہیں مل سکتی، علم الرجال وقوانین جرح وتعدیل وہ ایجاد کیے کہ قیامت تک امت مسلمہ ان پر فخر کیا کرے گی مگر صد افسوس کہ آج چودھویں صدی میں کچھ ایسے بھی متعصب مقلد جامد وجود میں آ گئے ہیں جو خود ان بزرگوں کو غیر فقیہ ناقابل اعتماد ٹھہرا رہے ہیں، ایسے لوگ محض اپنے مزعومہ تقلیدی مذاہب کی حمایت میں ذخیرہ احادیث نبوی کو مشکوک بنا کر اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ ان کو نیک سمجھ دے۔ آمین۔

یہ حقیقت ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو غیر فقیہ زود رنج بتلانے والے خود بے سمجھ ہیں جو چھوٹا منہ اور بڑی بات کہہ کر اپنی کم عقلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس مقام کی تفصیل میں جاتے ہوئے صاحب انوار الباری نے جماعت اہلحدیث اور اکابر اہلحدیث کو بار بار لفظ جماعت غیر مقلدین سے جس طنز وتوہین کے ساتھ یاد کیا ہے وہ حد درجہ قابل مذمت ہے مگر تقلید جامد کا اثر ہی یہ ہے کہ ایسے متعصب حضرات نے امت میں بہت سے اکابر کی توہین وتخفیف کی ہے۔ قدیم الایام سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ معاندین نے تو صحابہ کو بھی نہیں چھوڑا۔ حضرت ابوہریرہ، عقبہ بن عامر، انس بن مالک وغیرہ رضی اللہ عنہم کو غیر فقیہ ٹھہرایا ہے۔

بَابُ كِتَابَةِ الْعِلْمِ

باب: (دینی) علم کو قلم بند کرنے کے جواز میں

١١١۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنِ

(۱۱۱) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، انہیں وکیع نے سفیان سے خبر دی، انہوں نے مطرف سے سنا، انہوں نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے، انہوں نے ابوجحیفہ

الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِعَلِيٍّ: هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا كِتَابُ اللَّهِ، أَوْ فَهْمٌ أُعْطِيَهُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ، أَوْ مَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ. قَالَ: قُلْتُ: وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ: الْعَقْلُ، وَفَكَاكُ الْأَسِيرِ، وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ. [أطرافه في: ١٨٧٠، ٣٠٤٧، ٣١٧٢، ٣١٧٩، ٦٧٥٥، ٦٩٠٣، ٦٩١٥، ٧٣٠٠] [مسلم: ٣٣٢٧، ٣٣٢٩، ٣٧٩٤؛ نسائي: ٤٧٥٨]

سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی (اور بھی) کتاب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں، مگر اللہ کی کتاب قرآن ہے یا پھر فہم ہے جو وہ ایک مسلمان کو عطا کرتا ہے۔ یا پھر جو کچھ اس صحیفے میں ہے۔ میں نے پوچھا: اس صحیفے میں کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: دیت اور قیدیوں کی رہائی کا بیان ہے اور یہ حکم کہ مسلمان، کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔

تشریح: بہت سے شیعہ یہ گمان کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ ایسے خاص احکام پوشیدہ باتیں کسی صحیفے میں درج ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں بتائیں، اس لیے ابوجحیفہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا اور آپ نے صاف لفظوں میں خیال باطل کی تردید فرمادی۔

١١٢ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ خُزَاعَةَ، قَتَلُوْا رَجُلًا مِنْ بَنِي لَيْثٍ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ بِقَتِيلٍ مِنْهُمْ قَتَلُوهُ، فَأُخْبِرَ بِذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ فَرَكِبَ رَاحِلَتَهُ، فَخَطَبَ فَقَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْقَتْلَ أَوِ الْفِيلَ - قَالَ مُحَمَّدٌ وَاجْعَلُوْهُ عَلَى الشَّكِّ كَذَا قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ: الْقَتْلَ أَوِ الْفِيلَ وَغَيْرُهُ يَقُوْلُ الْفِيلَ - وَسُلِّطَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْمُؤْمِنُوْنَ، أَلَا وَإِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي أَلَا وَإِنَّهَا حَلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، أَلَا وَإِنَّهَا سَاعَتِي هَذِهِ حَرَامٌ، لَا يُخْتَلَى شَوْكُهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ، فَمَنْ قُتِلَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ: إِمَّا أَنْ يُعْقَلَ، وَإِمَّا أَنْ يُقَادَ أَهْلُ الْقَتِيلِ.)) فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ: اكْتُبْ لِي يَا

(۱۱۲) ہم سے ابونعیم الفضل بن دکین نے بیان کیا، ان سے شیبان نے یحییٰ کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابوسلمہ سے، وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ کے کسی شخص نے بنولیث کے کسی آدمی کو اپنے کسی مقتول کے بدلے میں مار دیا تھا، یہ فتح مکہ والے سال کی بات ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی گئی، آپ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ ”اللہ نے مکہ سے قتل یا ہاتھی کو روک لیا۔“ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس لفظ کو شک کے ساتھ سمجھو، ایسا ہی ابونعیم وغیرہ نے القتل اور الفیل کہا ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگ الفیل کہتے ہیں۔ (پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کہ ”اللہ نے ان پر اپنے رسول اور مسلمانوں کو غالب کر دیا اور سمجھ لو کہ وہ (مکہ) کسی کے لیے حلال نہیں ہوا۔ نہ مجھ سے پہلے اور نہ (آئندہ) کبھی ہوگا اور میرے لیے بھی صرف دن کے تھوڑے سے حصہ کے لیے حلال کر دیا گیا تھا۔ سن لو کہ وہ اس وقت حرام ہے۔ نہ اس کا کوئی کانٹا توڑا جائے، نہ اس کے درخت کاٹے جائیں اور اس کی گری پڑی چیزیں بھی وہی اٹھائے جس کا ارادہ یہ ہو کہ وہ اس شے کا اعلان کرا دے گا۔ تو اگر کوئی شخص مارا جائے تو (اس کے عزیزوں کو) اختیار ہے دو باتوں کا، یا دیت لیں یا بدلہ۔ اتنے میں ایک یمنی آدمی (ابوشاہ نامی) آیا اور کہنے لگا (یہ مسائل) میرے لیے لکھوا دیجئے۔ تب آپ نے فرمایا کہ ابوفلاں کے لیے (یہ مسائل) لکھ دو۔ تو ایک

رَسُوْلَ اللَّهِ! فَقَالَ: ((اُكْتُبُوْا لِأَبِي فُلَانٍ)). فَقَالَ: رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَّا الْإِذْخِرَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! فَإِنَّا نَجْعَلُهُ فِي بُيُوْتِنَا وَقُبُوْرِنَا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((إِلَّا الْإِذْخِرَ، إِلَّا الْإِذْخِرَ)). [طرفاه في: ٢٤٣٤، ٦٨٨٠] [ابوداود: ٢٠١٧، ٤٥٠٥]

قریشی شخص نے کہا: یارسول اللہ! مگر اذخر (یعنی اذخر کاٹنے کی اجازت دے دیجئے) کیونکہ اسے ہم گھروں کی چھتوں پر ڈالتے ہیں۔ (اور مٹی ملا کر) اپنی قبروں میں بھی ڈالتے ہیں (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "(ہاں) مگر اذخر، مگر اذخر۔"

تشریح: یعنی اس کے اکھاڑنے کی اجازت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یمنی سائل کی درخواست پر یہ جملہ مسائل اس کے لئے قلم بند کروا دیئے۔ جس سے معلوم ہوا کہ تدوین احادیث وکتابت احادیث کی بنیاد خود زمانۂ نبوی سے شروع ہو چکی تھی، جسے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانہ میں نہایت اہتمام کے ساتھ ترقی دی گئی۔ پس جولوگ احادیث نبوی میں ایسے شکوک وشبہات پیدا کرتے اور ذخیرہ احادیث کو بعض عجمیوں کی گھڑنت بتاتے ہیں، وہ بالکل جھوٹے کذاب اور مفتری بلکہ دشمن اسلام ہیں، ہرگز ان کی خرافات پر کان نہ دھرنا چاہیے۔ جس صورت میں قتل کا لفظ مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ پاک نے مکہ والوں کو قتل سے بچالیا۔ بلکہ قتل وغارت کو یہاں حرام قرار دے دیا۔ اور لفظ فیل کی صورت میں اس قصے کی طرف اشارہ ہے جو قرآن پاک کی سورۂ فیل میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سال ولادت میں حبش کا بادشاہ ابرہہ نامی بہت سے ہاتھی لے کر خانہ کعبہ کو گرانے آیا تھا مگر اللہ پاک نے راستے ہی میں ان کو ابابیل پرندوں کی کنکریوں کے ذریعہ ہلاک کر ڈالا۔

١١٣۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو، قَالَ: أَخْبَرَنِي وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَخِيْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُوْلُ: مَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَحَدٌ أَكْثَرَ حَدِيْثًا عَنْهُ مِنِّي، إِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَمْرٍو فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا أَكْتُبُ. تَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. [ترمذي: ٢٦٦٨، ٣٨٤١]

(۱۱۳) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے عمرو نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے وہب بن منبہ نے اپنے بھائی کے واسطے سے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے علاوہ مجھ سے زیادہ کوئی حدیث بیان کرنے والا نہیں تھا، مگر وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔ دوسری سند سے معمر نے وہب بن منبہ کی متابعت کی، وہ ہمام سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

تشریح: اس سے مزید وضاحت ہوگئی کہ زمانہ نبوی میں احادیث کو بھی لکھنے کا طریقہ جاری ہو چکا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ سمجھے کہ عبداللہ بن عمرو نے مجھ سے زیادہ احادیث روایت کی ہوں گی، مگر بعد کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات پانچ ہزار سے زائد (۵۳۷۶ احادیث) ہیں۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی مرویات سات سو سے زائد نہیں ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ علمی مرتبہ نبی کریم ﷺ کی دعا کے صدقہ میں ملا تھا۔

١١٤۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ ﷺ

(۱۱۴) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ابن وہب نے، انہیں یونس نے ابن شہاب سے خبر دی، وہ عبیداللہ بن عبداللہ سے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کے مرض میں شدت ہوگئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میرے پاس سامان کتابت لاؤ تاکہ

وَجَعُهُ قَالَ: ((ائْتُونِي بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ)). قَالَ عُمَرُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللَّهِ حَسْبُنَا فَاخْتَلَفُوا وَكَثُرَ اللَّغَطُ. قَالَ: ((قُومُوا عَنِّي، وَلَا يَنْبَغِي عِنْدِي التَّنَازُعُ)) فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَبَيْنَ كِتَابِهِ. [أطرافه في: ٣٠٥٣، ٣١٦٨، ٤٤٣١، ٤٤٣٢، ٥٦٦٩، ٧٣٦٦] [مسلم: ٤٢٣٢]

تمہارے لیے ایک تحریر لکھ دوں، تا کہ بعد میں تم گمراہ نہ ہوسکو۔“ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (لوگوں سے) کہا کہ اس وقت آپ ﷺ پر تکلیف کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب قرآن موجود ہے جو ہمیں (ہدایت کے لیے) کافی ہے۔ اس پر لوگوں کی رائے مختلف ہوگئی اور شور وغل زیادہ ہونے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرے پاس سے اٹھ کھڑے ہو، میرے پاس جھگڑنا ٹھیک نہیں۔“ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے ہوئے نکل آئے کہ بے شک مصیبت بڑی سخت مصیبت ہے (وہ چیز جو) ہمارے اور رسول اللہ ﷺ کے اور آپ کی تحریر کے درمیان حائل ہوگئی۔

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ازراہ شفقت نبی کریم ﷺ کی سخت ترین تکلیف دیکھ کر یہ رائے دی تھی کہ ایسی تکلیف کے وقت آپ تحریر کی تکلیف کیوں فرماتے ہیں ہماری ہدایت کے لیے قرآن مجید کافی ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے بھی اس رائے پر سکوت فرمایا اور اس واقعہ کے بعد چار روز آپ ﷺ زندہ رہے مگر آپ نے دوبارہ اس خیال کا اظہار نہیں فرمایا۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

”وقد كان عمر افقه من ابن عباس حيث اكتفى بالقرآن على انه يحتمل ان يكون كان ظهرله حين هم بالكتاب انه مصلحة ثم ظهرله او اوحى اليه بعد ان المصلحة فى تركه ولوكان واجبا لم يتركه عليه الصلوة والسلام لاختلافهم لانه لم يترك التكليف بمخالفة من خالف وقد عاش بعد ذالك اياما ولم يعادوا امر هم بذالك۔“

خلاصہ اس عبارت کا یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بہت زیادہ سمجھ دار تھے، انہوں نے قرآن کو کافی جانا نبی کریم ﷺ نے مصلحتاً یہ ارادہ ظاہر فرمایا تھا مگر بعد میں اس کا چھوڑنا بہتر معلوم ہوا۔ اگر یہ حکم واجب ہوتا تو آپ لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے اسے ترک نہ فرماتے آپ ﷺ اس واقعہ کے بعد کئی روز زندہ رہے مگر پھر آپ ﷺ نے اس کا اعادہ نہیں فرمایا۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث سات طریقوں سے مذکور ہوئی ہے۔

بَابُ الْعِلْمِ وَالْعِظَةِ بِاللَّيْلِ

باب: اس بیان میں کہ رات کو تعلیم دینا اور وعظ کرنا جائز ہے

١١٥۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ هِنْدٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ؛ ح: وَعَمْرٍو، وَيَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ امْرَأَةٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتِ: اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَالَ: ((سُبْحَانَ اللَّهِ! مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ وَمَاذَا فُتِحَ مِنَ الْخَزَائِنِ أَيْقِظُوا صَوَاحِبَ

(۱۱۵) صدقہ نے ہم سے بیان کیا، انہیں ابن عیینہ نے معمر کے واسطے سے خبر دی، وہ زہری سے روایت کرتے ہیں زہری ہند سے، وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے (دوسری سند میں) عمرو اور یحییٰ بن سعید زہری سے، وہ ایک عورت (ہند) سے، وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ ایک رات نبی کریم ﷺ نے بیدار ہوتے ہی فرمایا کہ ”سبحان اللہ! آج کی رات کس قدر فتنے اتارے گئے ہیں اور کتنے ہی خزانے بھی کھولے گئے ہیں۔ ان حجرہ والیوں کو جگاؤ۔ کیونکہ بہت سی عورتیں (جو) دنیا میں (باریک) کپڑا پہننے والی ہیں وہ

الْحُجَرِ، فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِي الْآخِرَةِ)) . [أطرافه في: ١١٢٦، ٣٥٩٩، ٥٨٤٤، ٦٢١٨، ٧٠٦٩] [ترمذي: ٢١٩٦]

آخرت میں ننگی ہوں گی۔"

تشریح: مطلب یہ ہے کہ نیک بندوں کے لیے اللہ کی رحمتوں کے خزانے نازل ہوئے ہیں، اور بدکاروں پر اس کا عذاب بھی اترا۔ پس بہت سی عورتیں جو ایسے باریک کپڑے استعمال کرتی ہیں جن سے بدن نظر آئے، آخرت میں انہیں رسوا کیا جائے گا۔ اس حدیث سے رات میں وعظ و نصیحت کرنا ثابت ہوتا ہے، پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے (فتح الباری) عورتوں کے لیے حد سے زیادہ باریک کپڑوں کا استعمال جن سے بدن نظر آئے قطعاً حرام ہے۔ مگر آج کل زیادہ یہی لباس چل پڑا ہے جو قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

بَابُ السَّمَرِ بِالْعِلْمِ

باب: اس بارے میں کہ سونے سے پہلے رات کے وقت علمی باتیں کرنا جائز ہے

١١٦ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدِ ابْنِ مُسَافِرٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، وَأَبِي بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ، قَالَ: صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَقَالَ: ((أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ، فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ)) . [أطرافه في: ٥٦٤، ٦٠١] [مسلم: ٦٤٧٩؛ ابوداود: ٤٣٤٨؛ ترمذي: ٢٢٥١]

(۱۱۶) سعید بن عفیر نے ہم سے بیان کیا، ان سے لیث نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن خالد بن مسافر نے ابن شہاب کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے سالم اور ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ سے روایت کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آخر عمر میں (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی، جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ "تمہاری آج کی رات وہ ہے کہ اس رات سے سو برس کے آخر تک کوئی شخص جو زمین پر ہے وہ باقی نہیں رہے گا۔"

تشریح: مطلب یہ ہے کہ عام طور پر اس امت کی عمریں سو برس سے زیادہ نہ ہوں گی، یا یہ کہ آج کی رات میں جس قدر انسان زندہ ہیں سو سال کے آخر تک یہ سب ختم ہو جائیں گے۔ اس رات کے بعد جو نسلیں پیدا ہوں گی ان کی زندگی کی نفی مراد نہیں ہے۔ محققین کے نزدیک اس کا مطلب یہی ہے ظاہر لفظوں سے سمجھ میں آتا ہے۔ چنانچہ سب سے آخری صحابی ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کا ٹھیک سو برس بعد ۱۱۰ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔

سمر کے معنی رات کو سونے سے پہلے بات چیت کرنا مراد ہے۔ پہلے باب میں مطلق رات کو وعظ کرنے کا ذکر تھا اور اس میں خاص سونے سے پہلے علمی باتوں کا ذکر ہے۔ اسی سے وہ فرق ظاہر ہو گیا جو پہلے باب میں اور اس میں ہے۔ (فتح الباری)

مقصد یہ ہے کہ درس و تدریس، وعظ و تذکیر بوقت ضرورت دن اور رات کے ہر حصہ میں جائز اور درست ہے۔ خصوصاً طلبا کیلئے رات کو پڑھنا دل و دماغ پر نقش ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دلیل پکڑی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی کا خیال صحیح نہیں۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو نبی کریم ﷺ سے ضرور ملاقات کرتے۔ بعض علما ان کی حیات کے قائل ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

١١٧ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا، فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَ إِلَى مَنْزِلِهِ، فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ، ثُمَّ قَالَ: ((نَامَ الْغُلَيِّمُ)). أَوْ كَلِمَةً تُشْبِهُهَا، ثُمَّ قَامَ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهِ، فَصَلَّى خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ نَامَ حَتَّى سَمِعْتُ غَطِيْطَهُ ـ أَوْ خَطِيْطَهُ ـ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ. [أطرافه في: ١٣٨، ١٨٣، ٦٩٧، ٦٩٨، ٦٩٩، ٧٢٦، ٧٢٨، ٨٥٩، ٩٩٢، ١١٩٨، ٤٥٦٩، ٤٥٧٠، ٤٥٧١، ٤٥٧٢، ٥٩١٩، ٦٢١٥، ٦٣١٦، ٧٤٥٢]

[ابو داود: ١٣٥٦]

(۱۱۷) ہم سے آدم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو شعبہ نے خبر دی، ان کو حکم نے کہا کہ میں نے سعید بن جبیر سے سنا، وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے اپنی خالہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی کریم ﷺ کے پاس گزاری اور نبی کریم ﷺ (اس دن) ان کی رات میں ان ہی کے گھر تھے۔ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز مسجد میں پڑھی۔ پھر گھر تشریف لائے اور چار رکعت (نماز نفل) پڑھ کر آپ سو گئے، پھر اٹھے اور فرمایا کہ "(ابھی تک یہ) لڑکا سو رہا ہے" یا اسی جیسا لفظ فرمایا۔ پھر آپ (نماز پڑھنے) کھڑے ہو گئے اور میں (بھی وضو کر کے) آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے مجھے دائیں جانب (کھڑا) کر لیا، تب آپ ﷺ نے پانچ رکعت پڑھیں۔ پھر دو پڑھیں، پھر آپ ﷺ سو گئے۔ یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کے خراٹے کی آواز سنی، پھر آپ کھڑے ہو کر نماز کے لیے (باہر) تشریف لے آئے۔

تشریح: کتاب التفسیر میں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث ایک دوسری سند سے نقل کی ہے۔ وہاں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ دیر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے باتیں کیں اور پھر سو گئے، اس جملے سے اس کی باب سے مطابقت صحیح ہو جاتی ہے۔ یعنی سونے سے پہلے رات کو علمی گفتگو کرنا جائز اور درست ہے۔

بَابُ حِفْظِ الْعِلْمِ

باب: علم کو محفوظ رکھنے کے بیان میں

١١٨ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: إِنَّ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ أَكْثَرَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ، وَلَوْلَا آيَتَانِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا حَدَّثْتُ حَدِيْثًا، ثُمَّ يَتْلُوْ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿الرَّحِيْمُ﴾ [البقرة: ١٥٩ـ ١٦٠] إِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ

(۱۱۸) عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، ان سے مالک نے ابن شہاب کے واسطے سے نقل کیا، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت حدیثیں بیان کرتے ہیں اور (میں کہتا ہوں) کہ قرآن میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔ پھر یہ آیت پڑھی، (جس کا ترجمہ یہ ہے) کہ "جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی دلیلوں اور آیتوں کو چھپاتے ہیں (آخر آیت) رحیم" تک۔ (واقعہ یہ ہے کہ) ہمارے مہاجرین بھائی تو بازار کی خرید و فروخت میں لگے رہتے تھے اور انصار بھائی اپنی جائیدادوں میں مشغول رہتے اور

بِالْأَسْوَاقِ، وَإِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الْعَمَلُ فِي أَمْوَالِهِمْ، وَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَلْزَمُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ بِشِبَعِ بَطْنِهِ وَيَحْضُرُ مَا لَا يَحْضُرُوْنَ، وَيَحْفَظُ مَا لَا يَحْفَظُوْنَ. [أطرافه في: ١١٩، ٢٠٤٧، ٢٣٥٠، ٣٦٤٨، ٧٣٥٤] [مسلم: ٦٣٩٧؛ ابن ماجه: ٢٦٢]

ابو ہریرہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جی بھر کر رہتا (تا کہ آپ کی رفاقت میں شکم پری سے بھی بے فکری رہے) اور (ان مجلسوں میں) حاضر رہتا جن (مجلسوں) میں دوسرے حاضر نہ ہوتے اور وہ (باتیں) محفوظ رکھتا جو دوسرے محفوظ نہیں رکھ سکتے تھے۔

تشریح: "والمعنى انه كان يلازم قانعا بالقوت ولا يتجر ولا يزرع۔" (قسطلانی) یعنی کھانے کے لیے جو مل جاتا اسی پر قناعت کرتے ہوئے وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ چمٹے رہتے تھے، نہ کھیتی کرتے نہ تجارت۔ علم حدیث میں اس لئے آپ کو فوقیت حاصل ہوئی۔ بعض لوگوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ لکھا اور قیاس کے مقابلہ پر ان کی روایت کو مرجوح قرار دیا ہے۔ مگر یہ سراسر غلط اور ایک جلیل القدر صحابی رسول ﷺ کے ساتھ سراسر ناانصافی ہے ایسا لکھنے والے خود ناسمجھ ہیں۔

١١٩۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُصْعَبٍ أَحْمَدُ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! إِنِّيْ أَسْمَعُ مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا أَنْسَاهُ، قَالَ: ((ابْسُطْ رِدَائَكَ)) فَبَسَطْتُهُ. فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((ضُمَّ)) فَضَمَمْتُهُ فَمَا نَسِيْتُ شَيْئًا بَعْدُ. حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ فُدَيْكٍ بِهَذَا أَوْ قَالَ: غَرَفَ بِيَدِهِ فِيْهِ. [راجع :١١٨] [ترمذي: ٣٨٣٥]

(۱۱۹) ہم سے ابو مصعب احمد بن ابی بکر نے بیان کیا، ان سے محمد بن ابراہیم بن دینار نے ابی ذئب کے واسطے سے بیان کیا، وہ سعید المقبری سے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ سے بہت باتیں سنتا ہوں، مگر بھول جاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنی چادر پھیلاؤ۔" میں نے اپنی چادر پھیلائی، آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی اوک بنائی اور (میری چادر میں ڈال دی) فرمایا کہ "(چادر کو) لپیٹ لو۔" میں نے چادر کو (اپنے بدن پر) لپیٹ لیا، پھر (اس کے بعد) میں کوئی چیز نہیں بھولا۔ ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، ان سے ابن ابی فدیک نے اسی طرح بیان کیا کہ (یوں) فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے ایک چلو اس (چادر) میں ڈال دی۔

تشریح: آپ کی اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ بعد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حفظ حدیث کے میدان میں سب سے سبقت لے گئے اور اللہ نے ان کو دین اور دنیا ہر دو سے خوب ہی نوازا۔ چادر میں نبی کریم ﷺ کا چلو ڈالنا نیک فالی تھی۔

١٢٠۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَخِيْ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ وِعَائَيْنِ: فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هَذَا الْبُلْعُوْمُ. قَالَ

(۱۲۰) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے ان کے بھائی (عبدالحمید) نے ابن ابی ذئب سے نقل کیا۔ وہ سعید المقبری سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (علم کے) دو برتن یاد کر لیے ہیں: ایک کو میں نے پھیلا دیا ہے اور دوسرا برتن اگر میں پھیلاؤں تو میرا یہ نرخرا کاٹ دیا جائے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے

أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ: الْبُلْعُوْمُ مَجْرَى الطَّعَامِ. فرمایا کہ بلعوم سے مراد وہ نرخرا جس سے کھانا اترتا ہے۔

تشریح: اسی طرح جوہری اور ابن اثیر نے بیان کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب محققین علما کے نزدیک یہ ہے کہ دوسرے برتن سے مراد ایسی حدیثین ہیں۔ جن میں ظالم و جابر حکام کے حق میں وعیدیں آئی ہیں اور فتنوں کی خبریں ہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کبھی اشارے کے طور پر ان باتوں کا ذکر کر بھی دیا تھا۔ جیسا کہ کہا کہ میں ۶۰ھ کی شر سے اور چھوکروں کی حکومت سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ اسی سنہ میں یزید کی حکومت ہوئی اور امت میں کتنے ہی فتنے برپا ہوئے۔ یہ حدیث بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی زمانے میں بیان کی، جب فتنوں کا آغاز ہو گیا تھا اور مسلمانوں کی جماعت میں انتشار پیدا ہو چلا تھا، اسی لئے یہ کہا کہ ان حدیثوں کے بیان کرنے سے جان کا خطرہ ہے، لہٰذا میں نے مصلحتاً خاموشی اختیار کر لی ہے۔

بَابُ الْإِنْصَاتِ لِلْعُلَمَاءِ

باب: اس بارے میں کہ عالموں کی بات خاموشی سے سننا ضروری ہے

١٢١ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ مُدْرِكٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ جَرِيْرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: ((اسْتَنْصِتِ النَّاسَ)) فَقَالَ: ((لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)).

(۱۲۱) ہم سے حجاج نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے علی بن مدرک نے ابوزرعہ سے خبر دی، وہ جریر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان سے حجۃ الوداع میں فرمایا کہ "لوگوں کو بالکل خاموش کر دو (تاکہ وہ خوب سن لیں)۔" پھر فرمایا: "لوگو! میرے بعد پھر کافر مت بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔"

[أطرافه في: ٤٤٠٥، ٦٨٦٩، ٧٠٨٠] [مسلم: ٢٢٣؛ نسائي: ٤١٤٢؛ ابن ماجه: ٣٩٤٢]

تشریح: رسول اللہ ﷺ نے نصیحتیں فرمانے سے پہلے جریر کو حکم دیا کہ لوگوں کو توجہ سے بات سننے کے لیے خاموش کریں، باب کا یہی منشا ہے کہ شاگرد کا فرض ہے استاد کی تقریر خاموشی اور توجہ کے ساتھ سنے۔ جریر رضی اللہ عنہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ کافر بن جانے سے مراد کافروں کے سے فعل کرنا مراد ہے۔ کیونکہ ناحق خون ریزی مسلمان کا شیوہ نہیں۔ مگر صد افسوس کہ تھوڑے ہی دنوں بعد امت میں فتنے فساد شروع ہو گئے جو آج تک جاری ہیں، امت میں سب سے بڑا فتنہ ائمہ کی تقلید محض کے نام پر افتراق و انتشار پیدا کرنا ہے۔ مقلدین زبان سے چاروں اماموں کو برحق کہتے ہیں۔ مگر پھر بھی آپس میں اس طرح لڑتے جھگڑتے ہیں گویا ان سب کا دین جدا جدا ہے۔ تقلید جامد سے بچنے والوں کو غیر مقلد لامذہب کے ناموں سے یاد کرتے ہیں اور ان کی تحقیر و توہین کرنا کار ثواب جانتے ہیں۔ والی اللہ المشتکی۔

اقبال مرحوم نے سچ فرمایا ہے ؎

اگر تقلید بودے شیوۂ خوب
پیغمبر ہم رہ اجداد نہ رفتے

یعنی تقلید کا شیوہ اگر اچھا ہوتا تو پیغمبر ﷺ اپنے باپ دادا کی راہ پر چلتے مگر آپ نے اس روش کی مذمت فرمائی۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ لِلْعَالِمِ إِذَا سُئِلَ: أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ؟ فَيَكِلُ

باب: اس بیان میں کہ جب کسی عالم سے یہ پوچھا جائے کہ لوگوں میں کون سب سے زیادہ علم رکھتا

الْعِلْمَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى

ہے؟ تو بہتر یہ ہے کہ اللہ کے حوالے کر دے یعنی یہ کہہ دے کہ اللہ سب سے زیادہ علم رکھتا ہے یا یہ کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ کون سب سے بڑا عالم ہے

١٢٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُسْنَدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: إِنَّ نَوْفًا الْبِكَالِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ مُوْسَى لَيْسَ مُوْسَى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ، إِنَّمَا هُوَ مُوْسَى آخَرُ. فَقَالَ: كَذَبَ عَدُوُّ اللَّهِ، حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((قَامَ مُوْسَى النَّبِيُّ خَطِيبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيْلَ، فَسُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ فَقَالَ: أَنَا أَعْلَمُ. فَعَتَبَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِ، إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِي بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ. قَالَ: يَا رَبِّ وَكَيْفَ بِهِ؟ فَقِيلَ لَهُ احْمِلْ حُوتًا فِي مِكْتَلٍ فَإِذَا فَقَدْتَهُ فَهُوَ ثَمَّ، فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَهُ بِفَتَاهُ يُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ، وَحَمَلَا حُوتًا فِي مِكْتَلٍ، حَتَّى كَانَا عِنْدَ الصَّخْرَةِ وَضَعَا رُؤُوسَهُمَا فَنَامَا فَانْسَلَّ الْحُوْتُ مِنَ الْمِكْتَلِ فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا، وَكَانَ لِمُوْسَى وَفَتَاهُ عَجَبًا، فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَيَوْمَهُمَا فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ مُوْسَى لِفَتَاهُ: آتِنَا غَدَاءَنَا، لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا، وَلَمْ يَجِدْ مُوْسَى مَسًّا مِنَ النَّصَبِ حَتَّى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِي أُمِرَ بِهِ. فَقَالَ لَهُ فَتَاهُ: أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ، قَالَ مُوْسَى

(۱۲۲) ہم سے عبداللہ بن محمد المسندی نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے عمرو نے، انہیں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ نوف بکالی کا یہ خیال ہے کہ موسیٰ علیہ السلام (جو خضر کے پاس گئے تھے وہ) موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل والے نہیں تھے بلکہ دوسرے موسیٰ تھے (یہ سن کر) ابن عباس رضی اللہ عنہما بولے کہ اللہ کے دشمن نے جھوٹ کہا ہے۔ ہم سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ "(ایک روز) موسیٰ علیہ السلام نے کھڑے ہو کر بنی اسرائیل میں خطبہ دیا، تو آپ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ صاحب علم کون ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں ہوں۔ اس وجہ سے اللہ کا غصہ ان پر ہوا کہ انہوں نے علم کو اللہ کے حوالے کیوں نہ کر دیا۔ تب اللہ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں سے ایک بندہ دریاؤں کے سنگم پر ہے۔ (جہاں فارس اور روم کے سمندر ملتے ہیں) وہ تجھ سے زیادہ عالم ہے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے پروردگار! میری ان سے ملاقات کیسے ہو؟ حکم ہوا کہ ایک مچھلی زنبیل میں رکھ لو، پھر جہاں تم اس مچھلی کو گم کر دو گے تو وہ بندہ تمہیں (وہیں) ملے گا۔ تب موسیٰ علیہ السلام چلے اور ساتھ اپنے خادم یوشع بن نون کو لے لیا اور انہوں نے زنبیل میں مچھلی رکھ لی جب (ایک) پتھر کے پاس پہنچے، دونوں اپنے سر اس پر رکھ کر سو گئے اور مچھلی زنبیل سے نکل کر دریا میں اپنی راہ بناتی چلی گئی اور یہ بات موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی کے لیے بے حد تعجب کی تھی، پھر دونوں باقی رات اور دن میں (جتنا وقت باقی تھا) چلتے رہے، جب صبح ہوئی موسیٰ علیہ السلام نے خادم سے کہا، ہمارا ناشتہ لاؤ، اس سفر میں ہم نے (کافی) تکلیف اٹھائی ہے اور موسیٰ علیہ السلام بالکل نہیں تھکے تھے، مگر جب اس جگہ سے آگے نکل گئے، جہاں تک انہیں جانے کا حکم ملا تھا، تب ان کے خادم نے کہا، کیا آپ نے دیکھا تھا کہ جب ہم صخرہ کے پاس ٹھہرے تھے تو میں مچھلی

ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِي، فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا، فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ إِذَا رَجُلٌ مُسَجًّى بِثَوْبٍ ـأَوْ قَالَ: تَسَجَّى بِثَوْبِهِـ فَسَلَّمَ مُوْسَى.فَقَالَ الْخَضِرُ وَأَنَّى بِأَرْضِكَ السَّلَامُ؟ فَقَالَ: أَنَا مُوْسَى. فَقَالَ: مُوْسَى بَنِي إِسْرَائِيْلَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا. قَالَ: إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا، يَا مُوْسَى! إِنِّي عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ عَلَّمَنِيْهِ لَا تَعْلَمُهُ أَنْتَ، وَأَنْتَ عَلَى عِلْمٍ عَلَّمَكَهُ اللهُ لَا أَعْلَمُهُ. قَالَ: سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا، وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا، فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ لَيْسَ لَهُمَا سَفِيْنَةٌ، فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِيْنَةٌ، فَكَلَّمُوْهُمْ أَنْ يَحْمِلُوْهُمَا، فَعُرِفَ الْخَضِرُ، فَحَمَلُوْهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ، فَجَاءَ عُصْفُوْرٌ فَوَقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِيْنَةِ، فَنَقَرَ نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ فِي الْبَحْرِ.فَقَالَ الْخَضِرُ: يَا مُوْسَى! مَا نَقَصَ عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ تَعَالَى إِلَّا كَنَقْرَةِ هَذَا الْعُصْفُوْرِ فِي الْبَحْرِ. فَعَمَدَ الْخَضِرُ إِلَى لَوْحٍ مِنْ أَلْوَاحِ السَّفِيْنَةِ فَنَزَعَهُ. فَقَالَ مُوْسَى:قَوْمٌ حَمَلُوْنَا بِغَيْرِ نَوْلٍ، عَمَدْتَ إِلَى سَفِيْنَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا؟ قَالَ: أَلَمْ أَقُلْ: إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا؟قَالَ: لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيْتُ قَالَ فَكَانَتِ الْأُوْلَى مِنْ مُوْسَى نِسْيَانًا. فَانْطَلَقَا فَإِذَا غُلَامٌ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ، فَأَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ مِنْ أَعْلَاهُ فَاقْتَلَعَ رَأْسَهُ بِيَدِهِ . فَقَالَ مُوْسَى: أَقَتَلْتَ

کا ذکر بھول گیا، (بقول بعض صخرہ کے نیچے آب حیات تھا، وہ اس مچھلی پر پڑا، اور وہ زندہ ہو کر بقدرت الٰہی دریا میں چل دی) (یہ سن کر) موسیٰ علیہ السلام بولے کہ یہ ہی وہ جگہ ہے جس کی ہمیں تلاش تھی، تو وہ پچھلے پاؤں واپس ہو گئے، جب پتھر تک پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص کپڑا اوڑھے ہوئے (موجود ہے) موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا، خضر نے کہا کہ تمہاری سرزمین میں سلام کہاں؟ پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں موسیٰ ہوں، خضر بولے کہ بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! پھر کہا کہ کیا میں آپ کے ساتھ چل سکتا ہوں، تاکہ آپ مجھے ہدایت کی وہ باتیں بتلاؤ جو اللہ نے خاص آپ ہی کو سکھلائی ہیں۔ خضر علیہ السلام بولے کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ اے موسیٰ! مجھے اللہ نے ایسا علم دیا ہے جسے تم نہیں جانتے اور تم کو جو علم دیا ہے اسے میں نہیں جانتا۔ (اس پر) موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پاؤ گے اور میں کسی بات میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر دونوں دریا کے کنارے کنارے، پیدل چلے، ان کے پاس کوئی کشتی نہ تھی کہ ایک کشتی ان کے سامنے سے گزری، تو کشتی والوں سے انہوں نے کہا کہ ہمیں بٹھا لو۔ خضر علیہ السلام کو انہوں نے پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے سوار کر لیا، اتنے میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی، پھر سمندر میں اس نے ایک یا دو چونچیں ماریں (اسے دیکھ کر) خضر علیہ السلام بولے کہ اے موسیٰ! میرے اور تمہارے علم نے اللہ کے علم میں سے اتنا ہی کم کیا ہوگا جتنا اس چڑیا نے سمندر (کے پانی) سے، پھر خضر علیہ السلام نے کشتی کے تختوں میں ایک تختہ نکال ڈالا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ان لوگوں نے تو ہمیں کرایہ لیے بغیر (مفت میں) سوار کیا اور آپ نے ان کی کشتی (کی لکڑی) اکھاڑ ڈالی تاکہ یہ ڈوب جائیں، خضر علیہ السلام بولے کہ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے؟ (اس پر) موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ بھول پر میری گرفت نہ کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے بھول کر یہ پہلا اعتراض کیا تھا۔ پھر دونوں چلے (کشتی سے اتر کر) ایک لڑکا بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، خضر علیہ السلام نے اوپر سے اس کا سر پکڑ کر ہاتھ سے اسے الگ کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام بول پڑے کہ آپ نے ایک بے گناہ بچے کو بغیر کسی جانی حق کے

نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ قَالَ: أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا)). قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَهٰذَا أَوْكَدُ . ((فَانْطَلَقَا حَتَّى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا، فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا، فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ قَالَ الْخَضِرُ بِيَدِهِ فَأَقَامَهُ .فَقَالَ لَهُ مُوسَى: لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا. قَالَ: هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ)). قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوسَى، لَوَدِدْنَا لَوْ صَبَرَ حَتَّى يُقَصَّ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِمَا)) . قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا بِهِ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ بِطُولِهِ. [راجع: ٧٤]

مار ڈالا (غضب ہو گیا) خضر علیہ السلام بولے کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ ابن عیینہ کہتے ہیں کہ اس کلام میں پہلے زیادہ تاکید ہے (کیونکہ پہلے کلام میں لفظ لك نہیں کہا تھا، اس میں لك زائد کیا، جس سے تاکید ظاہر ہے) پھر دونوں چلتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک گاؤں والوں کے پاس آئے، ان سے کھانا لینا چاہا۔ انہوں نے کھانا کھلانے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے وہیں دیکھا کہ ایک دیوار اسی گاؤں میں گرنے کے قریب تھی۔ خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اسے سیدھا کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام بول اٹھے کہ اگر آپ چاہتے تو (گاؤں والوں سے) اس کام کی مزدوری لے سکتے تھے۔ خضر علیہ السلام نے کہا کہ (بس اب) ہم اور تم میں جدائی کا وقت آ گیا ہے۔ جناب محبوب کبریا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ موسیٰ پر رحم کرے، ہماری تمنا تھی کہ موسیٰ کچھ دیر اور صبر کرتے تو مزید واقعات ان دونوں کے بیان کئے جاتے (اور ہمارے سامنے روشنی میں آتے، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عجلت نے اس علم لدنی کے سلسلہ کو جلد ہی منقطع کرا دیا) محمد بن یوسف کہتے ہیں کہ ہم سے علی بن خشرم نے یہ حدیث بیان کی، ان سے سفیان بن عیینہ نے پوری کی پوری بیان کی۔

تشریح: نوف بکالی تابعین سے تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے غصہ کی حالت میں ان کو اللہ کا دشمن کہہ دیا۔ کیونکہ انہوں نے صاحب خضر موسیٰ بن میشا کو کہہ دیا تھا جو کہ یوسف علیہ السلام کے پوتے ہیں۔ حالانکہ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب بنی اسرائیل ہی کا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن، حدیث کے خلاف رائے وقیاس پر چلنے والوں پر ایسا عتاب جائز ہے۔

حضرت خضر نبی ہوں یا ولی مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل نہیں ہو سکتے۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ کہنا کہ میں سب سے زیادہ علم والا ہوں اللہ تعالیٰ کو ناگوار ہوا اور ان کا مقابلہ ایسے بندے سے کرایا جو ان سے درجہ میں کم تھے، تاکہ وہ آئندہ ایسا دعویٰ نہ کریں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب خضر کو سلام کیا، تو انہوں نے وعلیکم السلام کہہ کر جواب دیا، ساتھ ہی وہ گھبرائے بھی کہ یہ سلام کرنے والے صاحب کہاں سے آ گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو بھی غیب کا علم نہ تھا، لہٰذا جو لوگ انبیا و اولیا کے لیے غیب دانی کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ جھوٹے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علم ظاہر شریعت تھا۔ اور حضرت خضر علیہ السلام مصالح شرعیہ کے علم کے ساتھ خاص حکموں پر مامور تھے، اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے کام بظاہر خلاف شریعت معلوم ہوئے حالانکہ وہ خلاف شریعت نہ تھے۔ کشتی سے ایک تختہ کا نکالنا اس مصلحت کے تحت تھا کہ پیچھے سے ایک ظالم بادشاہ کشتیوں کو بیگار میں پکڑنے کے لیے چلا آ رہا تھا، اس نے اس کشتی کو عیب دار دیکھ کر چھوڑ دیا، جب وہ گزر گیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے پھر اسے جوڑ دیا، بچے کا قتل اس لئے کیا کہ حضرت خضر کو وحی الٰہی نے بتلا دیا تھا کہ یہ بچہ آئندہ چل کر اپنے والدین کے لئے سخت مضر ہو گا اس مصلحت کے تحت اس کا ختم کرنا مناسب جانا۔ ایسا قتل شاید اس وقت کی شریعت میں جائز ہو پھر اللہ نے اس بچے کے والدین کو نیک بچے عطا کیے اور اچھا ہو گیا۔ دیوار کو اس لئے آپ نے سیدھا کیا کہ دو یتیم بچوں کا باپ انتقال کے وقت اپنے ان بچوں کے لئے اس دیوار کے نیچے ایک خزانہ دفن کر گیا وہ دیوار گر جاتی تو لوگ یتیموں کا خزانہ لوٹ کر لے جاتے۔ اس

مصلحت کے تحت آپ نے فوراً اس دیوار کو باذن اللہ سیدھا کر دیا۔ حضرت موسیٰ اور خضر کے اس واقعہ سے بہت سے فوائد نکلتے ہیں، جن کی تفصیل نظر غائر والوں پر واضح ہو سکتی ہے۔

بَابُ مَنْ سَأَلَ وَهُوَ قَائِمٌ عَالِمًا جَالِسًا

باب: اس بارے میں کہ کھڑے ہو کر کسی عالم سے سوال کرنا جو بیٹھا ہوا ہو (جائز ہے)

١٢٣۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا الْقِتَالُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ فَإِنَّ أَحَدَنَا يُقَاتِلُ غَضَبًا، وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً، فَرَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ۔ قَالَ: وَمَا رَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ قَائِمًا۔ فَقَالَ: ((مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ))۔ [أطرافه في: ٢٨١٠، ٣١٢٦، ٧٤٥٨] [مسلم: ٤٩١٩؛ ٤٩٢٠، ابوداود: ٢٥١٧؛ ترمذي: ١٦٤٦؛ نسائي: ٣١٣٦؛ ابن ماجه: ٢٧٨٣]

(۱۲۳) ہم سے عثمان نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے منصور کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابووائل سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ کی راہ میں لڑائی کی کیا صورت ہے؟ کیونکہ ہم میں سے کوئی غصہ کی وجہ سے اور کوئی غیرت کی وجہ سے جنگ کرتا ہے تو آپ ﷺ نے اس کی طرف سر اٹھایا، اور سر اس لیے اٹھایا کہ پوچھنے والا کھڑا ہوا تھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ کے کلمے کو سربلند کرنے کے لیے لڑے، وہ اللہ کی راہ میں (لڑتا) ہے۔''

تشریح: یعنی جب مسلمان اللہ کے دشمنوں سے لڑنے کے لئے میدان جنگ میں پہنچتا ہے اور غصہ کے ساتھ یا غیرت کے ساتھ جوش میں آ کر لڑتا ہے تو یہ سب اللہ ہی کے لیے سمجھا جائے گا۔ چونکہ یہ سوال آپ ﷺ سے کھڑے ہوئے شخص نے کیا تھا، اسی سے مقصد ترجمہ ثابت ہوا کہ حسب موقع کھڑے کھڑے بھی علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اللہ کے کلمہ کو سربلند کرنے سے قوانین اسلامیہ وحدود شرعیہ کا جاری کرنا مراد ہے جو سراسر عدل وانصاف و بنی نوع انسان کی خیرخواہی پر مبنی ہیں، ان کے برعکس جملہ قوانین نوع انسان کی فلاح کے خلاف ہیں۔

بَابُ السُّؤَالِ وَالْفُتْيَا عِنْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ

باب: اس بیان میں کہ رمی جمار (یعنی حج میں پتھر پھینکنے) کے وقت بھی مسئلہ پوچھنا جائز ہے

١٢٤۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ عِنْدَ الْجَمْرَةِ وَهُوَ يُسْأَلُ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَحَرْتُ

(۱۲۴) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے زہری کے واسطے سے روایت کیا، انہوں نے عیسیٰ بن طلحہ سے، انہوں نے عبداللہ بن عمرو سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رمی جمار کے وقت دیکھا آپ ﷺ سے پوچھا جا رہا تھا تو ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے رمی سے قبل قربانی کر لی؟ آپ ﷺ نے

قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ؟ فَقَالَ: ((ارْمِ وَلَا حَرَجَ)) قَالَ آخَرُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ قَالَ: ((انْحَرْ وَلَا حَرَجَ)) فَمَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ: ((افْعَلْ وَلَا حَرَجَ)). [راجع: ٨٣]

فرمایا: ''(اب) رمی کرلو کچھ حرج نہیں ہوا۔'' دوسرے نے کہا: یارسول اللہ! میں نے قربانی سے پہلے سرمنڈا لیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اب) قربانی کرلو کچھ حرج نہیں۔'' (اس وقت) جس چیز کے بارے میں جو آگے پیچھے ہوگئی تھی۔ آپ سے پوچھا گیا، آپ ﷺ نے یہ ہی جواب دیا: ''(اب) کرلو کچھ حرج نہیں۔''

تشریح: (تعصب کی حد ہوگئی) امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ظاہر ہے کہ رمی جمار کے وقت بھی مسائل دریافت کرنا جائز ہے۔ اس موقع پر آپ ﷺ سے جو بھی سوالات کئے گئے الدین یسر کے تحت آپ ﷺ نے تقدیم و تاخیر کو نظر انداز کرتے ہوئے فرمایا کہ جو کام چھوٹ گئے ہیں ان کو اب کرلو، تو کوئی حرج نہیں۔ بات بالکل سیدھی اور صاف ہے مگر تعصب کا برا ہو صاحب انوار الباری کو ہر جگہ یہی نظر آتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ یہاں بھی محض احناف کی تردید کے لئے ایسا لکھ رہے ہیں۔ ان کے خیال ناقص میں گویا جامع صحیح از اوّل تا آخر محض احناف کی تردید کے لئے لکھی گئی ہے، آپ کے الفاظ یہ ہیں:

''احقر (صاحب انوار الباری) کی رائے ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ حسب عادت جس رائے کو اختیار کرتے ہیں چونکہ بقول حضرت شاہ صاحب اسی کے مطابق احادیث لاتے ہیں اور دوسری جانب کو نظر انداز کردیتے ہیں۔ اس لئے ترتیب افعال حج کے سلسلہ میں چونکہ وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے کے مخالف ہیں اس لئے اپنے خیال کی تائید میں جگہ جگہ حدیث الباب افعل و لا حرج کو بھی لائے ہیں۔'' (انوار الباری، جلد: ۴/ ۱۰۴)

معلوم ہوتا ہے کہ صاحب انوار الباری کو امام بخاری رحمہ اللہ کے دل کا پورا حال معلوم ہے، اسی لئے تو وہ ان کے ضمیر پر یہ فتویٰ لگا رہے ہیں۔ اسلام کی تعلیم تھی کہ مسلمان آپس میں حسن ظن سے کام لیا کریں، یہاں یہ سوء ظن ہے۔ استغفر اللہ۔

آگے صاحب انوار الباری مزید وضاحت فرماتے ہیں:

''آج اسی قسم کے تشدد سے ہمارے غیر مقلد بھائی اور حرمین شریفین کے نجدی علما ائمہ حنفیہ کے خلاف محاذ بناتے ہیں، حنفیہ کو چڑانے کے لئے امام بخاری رحمہ اللہ کی یک طرفہ احادیث پیش کیا کرتے ہیں۔'' (حوالہ مذکور)

صاحب انوار الباری کے اس الزام پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے قاعدہ ہے ''المرء يقيس على نفسه'' ''انسان دوسروں کو بھی اپنے نفس پر قیاس کیا کرتا ہے۔'' چونکہ اس تشدد اور چڑانے کا منظر کتاب انوار الباری کے بیشتر مقامات پر ظاہر و باہر ہے اس لئے وہ دوسروں کو بھی اسی عینک سے دیکھتے ہیں، حالانکہ واقعات بالکل اس کے خلاف ہیں۔ مقام صد شکر ہے کہ یہاں آپ نے اپنی سب سے معتوب جماعت اہلحدیث کو لفظ ''غیر مقلد بھائی'' سے تو یاد فرمایا! اللہ کرے کہ غیر مقلدوں کو یہ بھائی بنانا برادران یوسف کی نقل نہ ہو اور ہمارا تو یقین ہے کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ اللہ پاک ہم سب کو ناموس اسلام کی حفاظت کے لیے اتفاق باہمی عطا فرمائے۔ سہواً ایسے موقع پر اتنی تقدیم و تاخیر معاف ہے۔ حدیث کا یہی منشا ہے، حنفیہ کو چڑانا امام بخاری رحمہ اللہ کا منشا نہیں ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا﴾ [الإسراء: ٨٥]

باب: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تشریح میں کہ ''تمہیں تھوڑا علم دیا گیا ہے''

١٢٥ - حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا

(۱۲۵) ہم سے قیس بن حفص نے بیان کیا، ان سے عبدالواحد نے، ان

عَبْدُالْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، سُلَيْمَانُ ابْنُ مِهْرَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَمْشِي، مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي خَرِبِ الْمَدِينَةِ، وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى عَسِيبٍ مَعَهُ، فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِنَ الْيَهُودِ، فَقَالَ: بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَسْأَلُوهُ لَا يَجِيءُ فِيهِ بِشَيْءٍ تَكْرَهُونَهُ. فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَنَسْأَلَنَّهُ. فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ. فَقَالَ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ، مَا الرُّوحُ فَسَكَتَ. فَقُلْتُ: إِنَّهُ يُوحَى إِلَيْهِ. فَقُمْتُ، فَلَمَّا انْجَلَى عَنْهُ، فَقَالَ: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [بني اسرائيل:٨٥]. قَالَ الْأَعْمَشُ: هٰكَذَا فِي قِرَاءَتِنَا وَمَا أُوتُوا. [أطرافه في: ٤٧٢١، ٧٢٩٧، ٧٤٥٦، ٧٤٦٢] [مسلم: ٧٠٥٩، ٧٠٦٠؛ ترمذي: ٣١٤١]

سے اعمش سلیمان بن مہران نے ابراہیم کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے علقمہ سے نقل کیا، انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ کے کھنڈرات میں چل رہا تھا اور آپ کھجور کی چھڑی پر سہارا دے کر چل رہے تھے، تو کچھ یہودیوں کا (ادھر سے) گزر ہوا، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ آپ سے روح کے بارے میں کچھ پوچھو، ان میں سے کسی نے کہا مت پوچھو، ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی ایسی بات کہہ دیں جو تمہیں ناگوار ہو (مگر) ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم ضرور پوچھیں گے، پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: اے ابوالقاسم! روح کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی، میں نے (دل میں) کہا کہ آپ پر وحی آ رہی ہے۔ اس لیے میں کھڑا ہو گیا۔ جب آپ ﷺ سے (وہ کیفیت) دور ہو گئی تو آپ ﷺ نے (قرآن کی یہ آیت جو اس وقت نازل ہوئی تھی) تلاوت فرمائی ''(اے نبی!) تم سے یہ لوگ روح کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ کہہ دو کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے۔ اور تمہیں علم کا بہت تھوڑا حصہ دیا گیا ہے۔'' (اس لیے تم روح کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے) اعمش کہتے ہیں کہ ہماری قرأت میں ''وَمَا أُوتُوا'' ہے (وَمَا أُوتِيتُمْ نہیں)۔

تشریح: چونکہ تورات میں بھی روح کے متعلق یہی بیان کیا گیا کہ وہ اللہ کی طرف سے ایک چیز ہے، اسی لئے یہودی معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ان کی تعلیم بھی تورات کے مطابق ہے یا نہیں؟ یا روح کے سلسلہ میں یہ بھی ملاحدہ وفلاسفہ کی طرح دوراز کار باتیں کہتے ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال آپ سے مکہ شریف میں بھی کیا گیا تھا، پھر مدینہ کے یہودی نے بھی اسے دہرایا۔ اہل سنت کے نزدیک روح جسم لطیف ہے جو بدن میں اسی طرح سرایت کئے ہوئے ہے، جس طرح گلاب کی خوشبو اس کے پھول میں سرایت کئے ہوتی ہے۔ روح کے بارے میں ستر اقوال ہیں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے کتاب الروح میں ان پر خوب روشنی ڈالی ہے۔ واقعہ یہی ہے کہ روح خالص ایک لطیف چیز ہے، اسی لئے ہم اپنی موجودہ زندگی میں جو کثافت سے بھرپور ہے کسی طرح روح کی حقیقت سے واقف نہیں ہو سکتے، اکابر اہل سنت کی یہی رائے ہے کہ ادب کا تقاضا یہی ہے کہ روح کے بارے میں سکوت اختیار کیا جائے۔ بعض علما کی رائے ہے کہ من امر ربی سے مراد روح کا عالم امر سے ہونا ہے جو عالم ملکوت ہے، جمہور کا اتفاق ہے کہ روح حادث ہے جس طرح دوسرے تمام اجزا حادث ہیں۔ امام بخاری قدس سرہ کا منشائے باب یہ ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی بڑا عالم فاضل محدث مفسر بن جائے مگر پھر بھی انسانی معلومات کا سلسلہ بہت محدود ہے اور کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ وہ جملہ علوم پر حاوی ہو چکا ہے۔ إلا من شاء الله.

بَابُ مَنْ تَرَكَ بَعْضَ الْإِخْتِيَارِ مَخَافَةَ أَنْ يَقْصُرَ فَهْمُ بَعْضٍ

باب: اس بارے میں کہ کوئی شخص بعض باتوں کو اس خوف سے چھوڑ دے کہ کہیں لوگ اپنی کم فہمی کی

النَّاسِ فَيَقَعُوْا فِيْ أَشَدَّ مِنْهُ

وجہ سے اس سے زیادہ سخت (یعنی ناجائز) باتوں میں مبتلا نہ ہو جائیں

١٢٦ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللهِ بْنُ مُوْسَى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: قَالَ لِيْ ابْنُ الزُّبَيْرِ، كَانَتْ عَائِشَةُ تُسِرُّ إِلَيْكَ كَثِيْرًا، فَمَا حَدَّثَتْكَ فِي الْكَعْبَةِ؟ قُلْتُ: قَالَتْ لِيْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا عَائِشَةُ! لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ ـ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: بِكُفْرٍ ـ لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ: بَابًا يَدْخُلُ النَّاسُ، وَبَابًا يَخْرُجُوْنَ)). فَفَعَلَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ. [أطرافه في: ١٥٨٣، ١٥٨٤، ١٥٨٥، ١٥٨٦، ٣٣٦٨، ٤٤٨٤، ٧٢٤٣]

(١٢٦) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے اسرائیل کے واسطے سے نقل کیا، انہوں نے ابواسحاق سے اسود کے واسطے سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تم سے بہت باتیں چھپا کر کہتی تھیں، تو کیا تم سے کعبہ کے بارے میں بھی کچھ بیان کیا، میں نے کہا (ہاں) مجھ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک مرتبہ) ارشاد فرمایا تھا کہ "اے عائشہ! اگر تیری قوم (دور جاہلیت کے ساتھ) قریب نہ ہوتی (بلکہ پرانی ہوگئی ہوتی) ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا یعنی زمانہ کفر کے ساتھ (قریب نہ ہوتی) تو میں کعبہ کو توڑ دیتا اور اس کے لیے دو دروازے بنا دیتا۔ ایک دروازے سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے دروازے سے باہر نکلتے۔" (بعد میں) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یہ کام کیا۔

تشریح: قریش چونکہ قریبی زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے، اسی لیے رسول کریم ﷺ نے احتیاطاً کعبہ کی نئی تعمیر کو ملتوی رکھا، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سن کر کعبے کی دوبارہ تعمیر کی اور اس میں دو دروازے ایک شرقی اور ایک غربی جانب نکال دیئے، لیکن حجاج نے پھر کعبہ توڑ کر اسی شکل پر قائم کر دیا۔ جس پر عہد جاہلیت سے چلا آ رہا تھا۔ اس باب کے تحت حدیث لانے کا امام بخاری رحمہ اللہ کا منشا یہ ہے کہ ایک بڑی مصلحت کی خاطر کعبہ توڑنا رسول کریم ﷺ نے ملتوی فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر فتنہ وفساد پھیل جانے کا یا اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچ جانے کا اندیشہ ہو تو وہاں مصلحتاً کسی مستحب کام کو ترک بھی کیا جا سکتا ہے۔ سنت نبوی کا معاملہ الگ ہے۔ جب لوگ اسے بھول جائیں تو یقیناً اس سنت کے زندہ کرنے والوں کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ جس طرح ہندوستانی مسلمان ایک مدت سے جہری نمازوں میں آمین بالجہر جیسی سنت نبوی کو بھولے ہوئے تھے کہ اکابر اہلحدیث نے ازسرنو اس سنت نبوی کو زندہ کیا اور کتنے لوگوں نے اس سنت کو رواج دینے میں بہت تکلیف برداشت کی، بہت سے نادانوں نے اس سنت نبوی کا مذاق اڑایا اور اس پر عمل کرنے والوں کے جانی دشمن ہو گئے، مگر ان بندگان مخلصین نے ایسے نادانوں کی باتوں کو نظر انداز کر کے سنت نبوی کو زندہ کیا، جس کے اثر سے آج اکثر لوگ اس سنت سے واقف ہو چکے ہیں اور اب ہر جگہ اس پر عمل درآمد کیا جا سکتا ہے۔ پس ایسی سنتوں کا مصلحتاً ترک کرنا مناسب نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے ((من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد)) جو کوئی فساد کے وقت میری سنت کو لازم پکڑے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

بَابُ مَنْ خَصَّ بِالْعِلْمِ قَوْمًا دُوْنَ قَوْمٍ كَرَاهِيَةَ أَنْ لَا يَفْهَمُوْا

باب: اس بارے میں کہ علم کی باتیں کچھ لوگوں کو بتانا اور کچھ لوگوں کو نہ بتانا اس خیال سے کہ ان کی سمجھ میں نہ آئیں گی

وَقَالَ عَلِيٌّ: حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ أَتُحِبُّوْنَ أَنْ يُكَذَّبَ اللهُ وَرَسُوْلُهُ؟

(یہ عین مناسب ہے کیونکہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے وہ باتیں کرو جنہیں وہ پہچانتے ہوں۔ کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ لوگ اللہ اور اس

کے رسول کو جھٹلا دیں؟

تشریح: منشا یہ ہے کہ ہر شخص سے اس کے فہم کے مطابق بات کرنی چاہیے، اگر لوگوں سے ایسی بات کی جائے جو ان کی سمجھ سے بالاتر ہو تو ظاہر ہے کہ وہ اس کو تسلیم نہیں کریں گے، اس لیے رسول اللہ ﷺ کی صاف صریح حدیثیں بیان کرو، جو ان کی سمجھ کے مطابق ہوں۔ تفصیلات کو اہل علم کے لیے چھوڑ دو۔

١٢٧ـ حَدَّثَنَا بِهِ عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ مُوْسَى عَنْ مَعْرُوْفٍ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ عَلِيٍّ.

(۱۲۷) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے معروف کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے طفیل سے نقل کیا، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے (مضمون حدیث حدثوا الناس بما یعرفون الخ بیان کیا، ترجمہ گزر چکا ہے۔)

١٢٨ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبِيْ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَمُعَاذٌ رَدِيْفُهُ عَلَى الرَّحْلِ قَالَ: ((يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ!)) قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ. قَالَ: ((يَا مُعَاذُ!)) قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ. ثَلَاثًا. قَالَ: ((مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللَّهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ)). قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَفَلَا أُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوْا؟ قَالَ: ((إِذًا يَتَّكِلُوْا)). وَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا [طرفه في: ١٢٩] [مسلم:١٤٨]

(۱۲۸) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے معاذ بن ہشام نے بیان کیا، اس نے کہا کہ میرے باپ نے قتادہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے، آپ نے فرمایا: ”اے معاذ بن جبل!“ میں نے عرض کیا، حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے (دوبارہ) فرمایا: ”اے معاذ!“ میں نے عرض کیا: حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے (سہ بارہ) فرمایا: ”اے معاذ!“ میں نے عرض کیا: حاضر اے اللہ کے رسول! تین بار ایسا ہوا۔ (اس کے بعد) آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جو شخص سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو (دوزخ کی) آگ پر حرام کر دیتا ہے۔“ میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا اس بات سے لوگوں کو باخبر نہ کر دوں تا کہ وہ خوش ہو جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”(اگر تم یہ خبر سناؤ گے) تو لوگ اس پر بھروسا کر بیٹھیں گے (اور عمل چھوڑ دیں گے)“ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے انتقال کے وقت یہ حدیث اس خیال سے بیان فرما دی کہ کہیں حدیث رسول چھپانے کے گناہ پر ان سے آخرت میں مؤاخذہ نہ ہو۔

١٢٩ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِيْ قَالَ، سَمِعْتُ أَنَسًا، قَالَ: ذُكِرَ لِيْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِمُعَاذٍ: ((مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ)). قَالَ: أَلَا أُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ؟ قَالَ: ((لَا، إِنِّيْ أَخَافُ

(۱۲۹) ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے معتمر نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ سے سنا، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ رسول کریم ﷺ نے ایک روز معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ”جو شخص اللہ سے اس کیفیت کے ساتھ ملاقات کرے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو، وہ (یقیناً) جنت میں داخل ہو گا۔“ معاذ بولے:

أَنْ يَتَّكِلُوْا)) [راجع: ١٢٨]

یارسول اللہ! کیا میں اس بات کی لوگوں کو بشارت نہ سنا دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، مجھے خوف ہے کہ لوگ اس پر بھروسا کر بیٹھیں گے۔''

تشریح: اور اپنی غلطی سے نیک اعمال میں سستی کریں گے۔ نجات اخروی کے اصل الاصول عقیدہ توحید ورسالت کا بیان کرنا نبی کریم ﷺ کا مقصد تھا، جن کے ساتھ لازماً اعمال صالحہ کا ربط ہے۔ جن سے اس عقیدہ کی درستگی کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی لئے بعض روایت میں کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کو جنت کی کنجی بتلاتے ہوئے کنجی کے لیے دندانوں کا ہونا بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح اعمال صالح اس کنجی کے دندانے ہیں۔ بغیر دندانے والی کنجی سے قفل کھولنا محال ہے ایسے ہی بغیر اعمال صالحہ کے دعوائے ایمان ودخول جنت ناممکن، اس کے بعد اللہ ہر لغزش کو معاف کرنے والا ہے۔

بَابُ الْحَيَاءِ فِي الْعِلْمِ. باب: اس بیان میں کہ حصول علم میں شرمانا مناسب نہیں ہے

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: لَا يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحْيِي وَلَا مُسْتَكْبِرٌ، وَقَالَتْ عَائِشَةُ: نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَمْنَعْهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّيْنِ.

مجاہد کہتے ہیں کہ متکبر اور شرمانے والا آدمی علم حاصل نہیں کرسکتا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ انصار عورتیں اچھی عورتیں ہیں کہ شرم انہیں دین میں سمجھ پیدا کرنے سے نہیں روکتی۔

تشریح: متکبر اپنے تکبر کی حماقت میں مبتلا ہے جو کسی سے تحصیل علم اپنی کسر شان سمجھتا ہے اور شرم کرنے والا اپنی کم عقلی سے ایسی جگہ حیادار بن رہا ہے، جہاں حیاو شرم کا کوئی مقام نہیں۔

١٣٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ، فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا احْتَلَمَتْ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ)). فَغَطَّتْ أُمُّ سَلَمَةَ ـ تَعْنِي وَجْهَهَا ـ وَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَوَ تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ قَالَ: ((نَعَمْ، تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ، فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا؟)). [أطرافه في: ٢٨٢، ٣٣٢٨، ٦٠٩١، ٦١٢١] [مسلم: ٧١٢، ٧١٣؛ ترمذي: ١٢٢؛ ابن ماجه: ٦٠٠]

(١٣٠) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ اسے ابومعاویہ نے خبر دی، ان سے ہشام نے اپنے باپ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے زینب بنت ام سلمہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ (اپنی والدہ) ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ ام سلیم (نامی ایک عورت) رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات بیان کرنے سے نہیں شرماتا (اس لیے میں پوچھتی ہوں کہ) کیا احتلام سے عورت پر بھی غسل ضروری ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''(ہاں) جب عورت پانی دیکھ لے۔'' (یعنی کپڑے وغیرہ پر منی کا اثر معلوم ہو) تو (یہ سن کر) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے (شرم کی وجہ سے) اپنا چہرہ چھپالیا اور کہا: یارسول اللہ! کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں، پھر کیوں اس کا بچہ اس کی صورت کی مشابہ ہوتا ہے۔'' (یعنی یہی اس کے احتلام کا ثبوت ہے)

تشریح: انصار کی عورتیں ان مخصوص مسائل کے دریافت کرنے میں کسی قسم کی شرم سے کام نہیں لیتی تھیں، جن کا تعلق صرف عورتوں سے ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر وہ رسول اللہ ﷺ سے ان مسائل کو وضاحت کے ساتھ دریافت نہ کرتیں تو آج مسلمان عورتوں کو اپنی زندگی کے اس گوشے کے لئے راہنمائی کہاں سے ملتی، اسی طرح مذکورہ حدیث میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ پہلے اللہ تعالیٰ کی صفت خاص بیان فرمائی کہ وہ حق بات کے بیان میں نہیں شرماتا، پھر وہ مسئلہ دریافت کیا جو بظاہر شرم سے تعلق رکھتا ہے، مگر مسئلہ ہونے کی حیثیت میں اپنی جگہ دریافت طلب تھا، پس پوری امت پر سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کا بڑا احسان ہے کہ آپ ﷺ نے ذاتی زندگی سے متعلق بھی وہ باتیں کھول کر بیان فرمادیں جنہیں عام طور پر لوگ بے جا شرم کے سہارے بیان نہیں کرتے اور دوسری طرف صحابیہ عورتوں کی بھی یہ امت بے حد ممنون ہے کہ انہوں نے آپ سے سب مسائل دریافت کر ڈالے، جن کی ہر عورت کو ضرورت پیش آتی ہے۔

حضرت زینب بنت عبداللہ بن الاسد مخزومی رضی اللہ عنہا اپنے زمانہ کی بڑی فاضلہ عالمہ خاتون تھیں، ان کی والدہ ماجدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند عبداللہ کی وفات کے بعد غزوۂ احد کے بعد عدت گزارنے پر نبی کریم ﷺ کی زوجیت سے مشرف ہوئیں تو ان کی تربیت آپ ﷺ ہی کے پاس ہوئی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اسلام میں پہلی خاتون ہیں جنہوں نے مدینہ طیبہ کو ہجرت کی، ان کے خاوند ابوسلمہ بدر میں بھی شریک تھے، احد میں یہ مجروح ہوئے اور بعد میں وفات پائی، جن کے جنازے پر نبی کریم ﷺ نے نو تکبیروں سے نماز جنازہ ادا فرمائی تھی، اس وقت ام سلمہ حاملہ تھیں۔ وضع حمل کے بعد نبی کریم ﷺ کے حرم میں ان کو شرف حاصل ہوا۔ سیدہ ام سلیم حضرت انس کی والدہ محترمہ ہیں اور حضرت ابوطلحہ انصاری کی زوجہ مطہرہ ہیں، اسلام میں ان کا بھی بڑا اونچا مقام ہے۔ رضی اللہ عنہم۔

١٣١ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا، وَهِيَ مَثَلُ الْمُسْلِمِ، حَدِّثُوْنِيْ مَا هِيَ؟)). فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَادِيَةِ، وَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ أَنَّهَا النَّخْلَةُ. قَالَ عَبْدُاللّٰهِ: فَاسْتَحْيَيْتُ. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَخْبِرْنَا بِهَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((هِيَ النَّخْلَةُ)). قَالَ عَبْدُاللّٰهِ: فَحَدَّثْتُ أَبِيْ بِمَا وَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ فَقَالَ: لَأَنْ تَكُوْنَ قُلْتَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُوْنَ لِيْ كَذَا وَكَذَا.

[راجع: ٦١] [ترمذي: ٢٨٦٧]

(۱۳۱) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے مالک نے عبداللہ بن دینار کے واسطے سے بیان کیا، وہ عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک مرتبہ) فرمایا کہ ''درختوں میں سے ایک درخت (ایسا) ہے۔ جس کے پتے (کبھی) نہیں جھڑتے اور اس کی مثال مسلمان جیسی ہے۔ مجھے بتلاؤ وہ کیا (درخت) ہے؟'' تو لوگ جنگلی درختوں (کی سوچ) میں پڑ گئے اور میرے دل میں آیا (کہ میں بتلادوں) کہ وہ کھجور (کا پیڑ) ہے، عبداللہ کہتے ہیں کہ پھر مجھے شرم آ گئی (اور میں چپ ہی رہا) تب لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہی (خود) اس کے بارہ میں بتلایئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ کھجور ہے۔'' عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے جی میں جو بات تھی وہ اپنے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کو بتلائی، وہ کہنے لگے کہ اگر تو (اس وقت) کہہ دیتا تو میرے لیے ایسے ایسے قیمتی سرمایہ سے زیادہ محبوب ہوتا۔

تشریح: اس سے قبل بھی دوسرے باب کے تحت یہ حدیث آ چکی ہے۔ یہاں اس لئے بیان کی ہے کہ اس میں شرم کا ذکر ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اگر شرم نہ کرتے تو جواب دینے کی فضیلت انہیں حاصل ہو جاتی، جس کی طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اشارہ فرمایا کہ اگر تم بتلا دیتے تو میرے لئے بہت بڑی خوشی ہوتی۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ایسے موقع پر شرم سے کام نہ لینا چاہیے۔ اس سے اولاد کی نیکیوں اور علمی صلاحیتوں پر والدین کا خوش ہونا بھی ثابت ہوا جو ایک فطری امر ہے۔

بَابُ مَنِ اسْتَحْيَا فَأَمَرَ غَيْرَهُ بِالسُّؤَالِ

باب: اس بیان میں کہ مسائل شرعیہ معلوم کرنے میں جو شخص (کسی معقول وجہ سے) شرمائے وہ کسی دوسرے آدمی کے ذریعہ سے مسئلہ معلوم کر لے

١٣٢۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ دَاوُدَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُنْذِرٍ الثَّوْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، عَنْ عَلِيٍّ [ابْنِ أَبِي طَالِبٍ] قَالَ: كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً، فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ أَنْ يَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: ((فِيهِ الْوُضُوءُ)). [طرفاه في: ١٧٨، ٢٦٩]

[مسلم: ٦٩٥، ٦٩٦؛ نسائي: ١٥٧، ٤٣٦]

(۱۳۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن داؤد نے اعمش کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے منذر ثوری سے نقل کیا، انہوں نے محمد ابن الحنفیہ سے نقل کیا، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایسا شخص تھا جسے جریان مذی کی شکایت تھی، تو میں نے (اپنے شاگرد) مقداد کو حکم دیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کریں تو انہوں نے آپ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اس مرض میں غسل نہیں ہے (ہاں) وضو فرض ہے۔''

تشریح: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے رشتہ دامادی کی بنا پر اس مسئلے کے بارے میں شرم محسوس کی مگر مسئلہ معلوم کرنا ضروری تھا تو دوسرے صحابی کے ذریعے دریافت کرایا۔ اسی سے ترجمۃ الباب ثابت ہوتا ہے۔

بَابُ ذِكْرِ الْعِلْمِ وَالْفُتْيَا فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں علمی مذاکرہ کرنا اور فتویٰ دینا جائز ہے

١٣٣۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا نَافِعٌ، مَوْلَى عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَجُلًا، قَامَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مِنْ أَيْنَ تَأْمُرُنَا أَنْ نُهِلَّ؟ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَيُهِلُّ أَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ، وَيُهِلُّ أَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ)). وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَيَزْعُمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ)). وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ: لَمْ أَفْقَهْ هَذِهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . [اطرافه في: ١٥٢٢، ١٥٢٥، ١٥٢٧، ١٥٢٨] [نسائي: ٢٦٥١]

(۱۳۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم کو لیث بن سعد نے خبر دی، ان سے نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر بن الخطاب نے، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (ایک مرتبہ) ایک آدمی نے مسجد میں کھڑے ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ ہمیں کس جگہ سے احرام باندھنے کا حکم دیتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ والے ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں، اور اہل شام جحفہ سے اور نجد والے قرن منازل سے۔'' ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''یمن والے یلملم سے احرام باندھیں۔'' اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ مجھے یہ (آخری جملہ) رسول اللہ ﷺ سے یاد نہیں۔

تشریح: مسجد میں سوال کیا گیا اور مسجد میں رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مساجد کو دار الحدیث کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

بَابُ مَنْ أَجَابَ السَّائِلَ بِأَكْثَرَ مِمَّا سَأَلَهُ

١٣٤۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؛ ح: وَعَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَجُلاً سَأَلَهُ: مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ؟ فَقَالَ: ((لَا يَلْبَسِ الْقَمِيصَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ الْوَرْسُ أَوِ الزَّعْفَرَانُ، فَإِنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا تَحْتَ الْكَعْبَيْنِ)). [أطرافه في: ٣٦٦، ١٥٤٢، ١٨٣٨، ١٨٤٢، ٥٧٩٤، ٥٨٠٣، ٥٨٠٥، ٥٨٠٦، ٥٨٤٧، ٥٨٥٢] [مسلم: ٦٧٩٢؛ نسائي: ٢٦٦٥؛ ابن ماجه: ٢٩٣٢]

باب: سائل کو اس کے سوال سے زیادہ جواب دینا (تا کہ اسے تفصیلی معلومات ہو جائیں)

(۱۳۴) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا ان کو ابن ابی ذئب نے نافع کے واسطے سے خبر دی، وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ سے اور (دوسری سند میں) زہری سالم سے، کہا وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ احرام باندھنے والے کو کیا پہننا چاہیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "نہ قمیص پہنے نہ صافہ باندھے اور نہ پاجامہ اور نہ کوئی سر پوش اوڑھے اور نہ کوئی زعفران اور ورس سے رنگا ہوا کپڑا پہنے اور اگر جوتے نہ ملیں تو موزے پہن لے اور انہیں (اس طرح) کاٹ دے کہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔"

تشریح: ورس ایک قسم کی خوشبودار گھاس ہوتی ہے۔ حج کا احرام باندھنے کے بعد اس کا استعمال جائز نہیں۔ سائل نے سوال تو مختصر سا کیا تھا، مگر رسول اللہ ﷺ نے تفصیل کے ساتھ اس کو جواب دیا، تا کہ جواب نامکمل نہ رہ جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ استاد کو مسائل کی تفصیل میں فیاضی سے کام لینا چاہیے تا کہ طلبا کے لیے کوئی گوشہ تشنہ تکمیل نہ رہ جائے۔

الحمد للہ کہ آج عشرہ اول ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ میں کتاب العلم کے ترجمہ وحواشی سے فراغت حاصل ہوئی، اس سلسلہ میں بوجہ کم علمی کے خادم سے جو لغزش ہو گئی ہو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے۔

ربنا لاعلم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم۔ رب اشرح لی صدری ویسرلی امری.

آمین یا ارحم الراحمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْوُضُوْءِ

وضو کا بیان

تشریح: وضو کے لغوی معنی صفائی ستھرائی اور روشنی کے ہیں۔ شرعی اصطلاع میں وضو طریقہ مقررہ کے ساتھ صفائی کرنا ہے جس کی برکت سے قیامت کے دن اعضائے وضو کو نور حاصل ہوگا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الوضوء کو آیت قرآنی سے شروع فرما کر اشارہ فرمایا کہ آئندہ جملہ تفصیلات کو اس آیت کی تفسیر سمجھنا چاہیے۔ آیت مبارکہ میں بسلسلہ وضو چہرہ دھونا اور کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کو دھونا، سر کا مسح کرنا اور ٹخنوں تک پیروں کا دھونا اصول وضو کے طرز پر بیان کئے گئے ہیں۔ پورے سر کا مسح ایک بار کرنا ہی مسلک راجح ہے۔ جس کی صورت آئندہ بیان ہوگی۔

لفظ وضو کی تحقیق میں علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وهو بالضم الفعل وبالفتح الماء الذى يتوضأ به وحكى فى كل الفتح والضم وهو مشتق من الوضاءة وهو الحسن والنظافة لان المصلى يتنظف به فيصير وضيئا۔“

یعنی وضو کا لفظ واؤ کے پیش کے ساتھ وضو کرنے کے معنی میں ہے اور واؤ کے زبر کے ساتھ لفظ وضو اس پانی پر بولا جاتا ہے جس سے وضو کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ ''وضاءت'' سے مشتق ہے جس کے معنی حسن اور نظافت کے ہیں۔ نمازی اس سے نظافت بھی حاصل کرتا ہے۔ پس وہ ایک طرح سے صاحب حسن ہو جاتا ہے۔ عبادت کے لیے وضو کا عمل بھی ان خصوصیات اسلام سے ہے جس کی نظیر مذاہب عالم میں نہیں ملے گی۔ وللتفصیل مقام اخر۔

بَابٌ: مَا جَاءَ فِي الْوُضُوْءِ

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ [المائدة:٦]

قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: وَبَيَّنَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّ فَرْضَ الْوُضُوْءِ مَرَّةً مَرَّةً، وَتَوَضَّأَ أَيْضًا مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَثَلَاثًا، ثَلَاثًا وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ثَلَاثٍ، وَكَرِهَ أَهْلُ الْعِلْمِ الْإِسْرَافَ فِيْهِ، وَأَنْ يُجَاوِزُوْا فِعْلَ النَّبِيِّ ﷺ.

باب: وضو کے بارے میں

اور اس آیت کے بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ تو (پہلے وضو کرتے ہوئے) اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو۔ اور اپنے سروں کا مسح کرو۔ اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھوؤ۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمادیا کہ وضو میں (اعضا کا دھونا) ایک ایک مرتبہ فرض ہے اور آپ ﷺ نے (اعضاء) دو دو بار (دھو کر بھی) وضو کیا ہے اور تین تین بار بھی۔ ہاں تین مرتبہ سے زیادہ نہیں کیا اور علما نے وضو میں اسراف (پانی حد سے زائد استعمال کرنے) کو مکروہ کہا ہے کہ لوگ رسول کریم ﷺ کے فعل سے آگے بڑھ جائیں۔

تشریح: خاص طور پر ہاتھ پیروں کا تین تین بار سے زائد دھونا نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ ابوداود کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وضو میں سب اعضا تین تین بار دھوئے پھر فرمایا کہ ''جس نے اس پر زیادہ یا کم کیا اس نے برا کیا اور ظلم کیا۔''

ابن خزیمہ کی روایت میں صرف یوں ہے کہ جس نے زیادہ کیا یہی صحیح ہے اور پچھلی روایت میں کم کرنے کا لفظ غیر صحیح ہے۔ کیونکہ تین بار سے کم دھونا بالا جماع برا نہیں ہے۔

بَابٌ: لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ

باب: اس بارے میں کہ نماز بغیر پا کی کے قبول ہی نہیں ہوتی

تشریح: یہ ترجمہ باب خود ایک حدیث میں وارد ہے۔ جسے ترمذی وغیرہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی اور چوری کے مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس روایت کو نہیں لائے کہ وہ ان کی شرط کے موافق نہ تھی۔

١٣٥ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ مَنْ أَحْدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ)). قَالَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ: مَا الْحَدَثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: فُسَاءٌ أَوْ ضُرَاطٌ. [طرفاه في : ٦٩٥٤]

(۱۳۵) ہم سے اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے بیان کیا، انہیں عبدالرزاق نے خبر دی، انہیں معمر نے ہمام بن منبہ کے واسطے سے بتلایا کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص حدث کرے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ (دوبارہ) وضو نہ کرلے۔" حضر موت (ایک جگہ کا نام) کے ایک شخص نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! حدث ہونا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ (پاخانہ کے مقام سے نکلنے والی) آواز والی یا بے آواز والی ہوا۔

[مسلم: ٥٣٧؛ ابوداود: ٦٠]

تشریح: فسا اس ہوا کو کہتے ہیں جو ہلکی آواز سے آدمی کے مقعد سے نکلتی ہے اور ضراط وہ ہوا جس میں آواز ہو۔

بَابُ فَضْلِ الْوُضُوْءِ وَالْغُرُّ الْمُحَجَّلُوْنَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ

باب: وضو کی فضیلت کے بیان میں (اور ان لوگوں کی فضیلت میں) جو (قیامت کے دن) وضو کے نشانات سے سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والے ہوں گے

١٣٦ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ نُعَيْمٍ الْمُجْمِرِ، قَالَ: رَقِيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ، فَتَوَضَّأَ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ

(۱۳۶) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، ان سے لیث نے خالد کے واسطے سے نقل کیا، وہ سعید بن ابی ہلال سے نقل کرتے ہیں، وہ نعیم المجمر سے، وہ کہتے ہیں کہ میں (ایک مرتبہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی چھت پر چڑھا۔ تو آپ نے وضو کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ آپ ﷺ فرمار ہے تھے کہ "میری امت کے لوگ وضو کے نشانات کی وجہ سے قیامت کے دن سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والوں کی شکل میں

آثَارِ الْوُضُوءِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ)) [مسلم: ٥٧٩؛ ٥٨٠]

بلائے جائیں گے۔تو تم میں سے جو کوئی اپنی چمک بڑھانا چاہتا ہے تو وہ بڑھالے (یعنی وضو اچھی طرح کرے)۔"

تشریح: جو اعضا وضو میں دھوئے جاتے ہیں قیامت میں وہ سفید اور روشن ہوں گے، ان ہی کو غر امحجلین کہا گیا ہے۔ چمک بڑھانے کا مطلب یہ کہ ہاتھوں کو کندھوں تک اور پاؤں کو گھٹنے تک دھوئے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بعض دفعہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

بَابٌ: لَا يَتَوَضَّأُ مِنَ الشَّكِّ حَتَّى يَسْتَيْقِنَ

باب: اس بارے میں کہ جب تک (وضو) ٹوٹنے کا پورا یقین نہ ہو محض شک کی وجہ سے نیا وضو نہ کرے

١٣٧ـ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّهُ شَكَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الرَّجُلُ الَّذِي يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: ((لَا يَنْفَتِلْ ـأَوْ لَا يَنْصَرِفْ ـ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا)). [طرفاه في: ١٧٧، ٢٠٥٦] [مسلم: ٨٠٤؛ ابوداود: ١٧٦؛ نسائي: ١٦٠؛ ابن ماجه: ٥١٣]

(۱۳۷) ہم سے علی نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے زہری نے سعید بن المسیب کے واسطے سے نقل کیا، وہ عباد بن تمیم سے روایت کرتے ہیں، وہ اپنے چچا (عبداللہ بن زید) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے شکایت کی کہ ایک شخص ہے جسے یہ خیال ہوتا ہے کہ نماز میں کوئی چیز (یعنی ہوا نکلتی) معلوم ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "(نماز سے) نہ پھرے یا نہ مڑے، جب تک آواز نہ سنے یا بو نہ پائے۔"

تشریح: اگر نماز پڑھتے ہوئے ہوا خارج ہونے کا شک ہو تو محض شک سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ جب تک ہوا خارج ہونے کی آواز یا اس کی بدبو معلوم نہ کرلے۔ باب کا یہی مقصد ہے۔ یہ حکم عام ہے خواہ نماز کے اندر ہو یا نماز کے باہر۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس حدیث سے ایک بڑا قاعدہ کلیہ نکلتا ہے کہ کوئی یقینی کام شک کی وجہ سے زائل نہ ہوگا۔ مثلاً: ہر فرش یا ہر جگہ یا ہر کپڑا جو پاک صاف اور ستھرا ہو اب اگر کوئی اس کی پاکی میں شک کرے تو وہ شک غلط ہوگا۔

بَابُ التَّخْفِيفِ فِي الْوُضُوءِ

باب: اس بارے میں کہ ہلکا وضو کرنا بھی درست اور جائز ہے

تشریح: اس کا مطلب یہ کہ نمازی پانی اعضا پر بہالے، یا وضو میں اعضا کو صرف ایک ایک بار دھولے۔ یا ان پر پانی کم ڈالے بوقت ضرورت یہ سب صورتیں جائز ہیں۔

١٣٨ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، قَالَ: أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ صَلَّى، وَرُبَّمَا قَالَ: اضْطَجَعَ حَتَّى

(۱۳۸) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے عمرو کے واسطے سے نقل کیا، انہیں کریب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ سوئے یہاں تک کہ آپ خراٹے لینے لگے۔ پھر آپ نے نماز پڑھی اور کبھی (راوی نے یوں) کہا کہ آپ ﷺ لیٹ گئے۔ پھر خراٹے

نَفَخَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى. حَدَّثَنَا، ثُمَّ حَدَّثَنَا بِهِ سُفْيَانُ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ لَيْلَةً، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ النَّبِيُّ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوْءًا خَفِيْفًا ـ يُخَفِّفُهُ عَمْرٌو وَيُقَلِّلُهُ ـ وَقَامَ يُصَلِّي فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأَ، ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ ـ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ: عَنْ شِمَالِهِ ـ فَحَوَّلَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِيْنِهِ، ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ اضْطَجَعَ، فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ، ثُمَّ أَتَاهُ الْمُنَادِي فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ، فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلَاةِ، فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. قُلْنَا لِعَمْرٍو: إِنَّ نَاسًا يَقُوْلُوْنَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُوْلُ: رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ﴾ . [الصافات:۱۰۲]

[راجع:۱۱۷] [مسلم: ۱۷۹۳؛ نسائي: ٤٤١؛ ابن ماجه: ٤٢٣]

لینے لگے۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اس کے بعد نماز پڑھی۔ پھر سفیان نے ہم سے دوسری مرتبہ یہی حدیث بیان کی عمرو سے، انہوں نے کریب سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ وہ کہتے تھے کہ (ایک مرتبہ) میں نے اپنی خالہ (ام المومنین) حضرت میمونہ کے گھر رات گزاری، تو (میں نے دیکھا کہ) رسول اللہ ﷺ رات کو اٹھے۔ جب تھوڑی رات باقی رہ گئی۔ تو آپ ﷺ نے اٹھ کر ایک لٹکے ہوئے مشکیزے سے ہلکا سا وضو کیا۔ عمرو اس کا ہلکا پن اور معمولی ہونا بیان کرتے تھے اور آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، تو میں نے بھی اسی طرح وضو کیا۔ جس طرح آپ ﷺ نے کیا تھا۔ پھر آ کر آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ اور کبھی سفیان نے عن یسارہ کی بجائے عن شمالہ کا لفظ کہا (مطلب دونوں کا ایک ہی ہے) پھر آپ ﷺ نے مجھے پھیر لیا اور اپنی داہنی جانب کر لیا۔ پھر نماز پڑھی جس قدر اللہ کو منظور تھا۔ پھر آپ لیٹ گئے اور سو گئے۔ حتیٰ کہ خراٹوں کی آواز آنے لگی۔ پھر آپ کی خدمت میں مؤذن حاضر ہوا اور اس نے آپ کو نماز کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ اس کے ساتھ نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ (سفیان کہتے ہیں کہ) ہم نے عمرو سے کہا: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں سوتی تھیں، دل نہیں سوتا تھا۔ عمرو نے کہا میں نے عبید بن عمیر سے سنا، وہ کہتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ پھر (قرآن کی یہ) آیت پڑھی: ''میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔''

تشریح: رسول کریم ﷺ نے رات کو جو وضو فرمایا تھا تو تین مرتبہ ہر عضو کو نہیں دھویا، یا دھویا تو اچھی طرح ملا نہیں، بس پانی بہا دیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ اس طرح بھی وضو ہو جاتا ہے۔ یہ بات صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص تھی کہ نیند سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا۔ آپ کے علاوہ کسی بھی شخص کو لیٹ کر یوں غفلت کی نیند آ جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ تخفیف وضو کا یہ بھی مطلب ہے کہ پانی کم استعمال فرمایا اور اعضائے وضو پر زیادہ پانی نہیں ڈالا۔

آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا۔ عبید نے ثابت کیا کہ حضرت ابراہیم نے اپنے خواب کو وحی ہی سمجھا اسی لئے وہ اپنے لخت جگر کی قربانی کے لئے مستعد ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ پیغمبروں کا خواب بھی وحی الٰہی کا درجہ رکھتا ہے اور یہ کہ پیغمبر سوتے ہیں، مگر ان کے دل جاگتے رہتے ہیں۔ عمرو نے یہی پوچھا تھا جسے عبید نے ثابت فرمایا۔ وضو میں ہلکا پن سے مراد یہ ہے کہ ایک ایک دفعہ دھویا اور ہاتھ پیروں کو پانی سے زیادہ نہیں ملا۔ بلکہ صرف پانی بہانے پر اقتصار کیا۔ (فتح الباری)

بَابُ إِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ

باب: وضو پورا کرنے کے بارے میں

وَقَدْ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ: اَلْإِنْقَاءُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ "وضو کا پورا کرنا اعضائے وضو کا صاف کرنا ہے۔"

١٣٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ: دَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوْءَ. فَقُلْتُ الصَّلَاةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ. فَقَالَ: ((الصَّلَاةُ أَمَامَكَ)). فَرَكِبَ، فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ، فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيْرَهُ فِي مَنْزِلِهِ، ثُمَّ أُقِيْمَتِ الْعِشَاءُ فَصَلَّى وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا. [أطرافه في: ١٨١، ١٦٦٧، ١٦٦٩، ١٦٧٢] [مسلم: ٣٠٩٩، ٣١٠٠، ٣١٠١، ٣١٠٢، ٣١٠٣؛ ابوداود: ١٩٢٥؛ نسائي: ٣٠٢٤، ٣٠٢٥]

(۱۳۹) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے امام مالک نے موسیٰ بن عقبہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کریب مولیٰ ابن عباس سے، انہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ میدان عرفات سے واپس ہوئے۔ جب گھاٹی میں پہنچے تو آپ ﷺ اتر گئے۔ آپ ﷺ نے (پہلے) پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور خوب اچھی طرح نہیں کیا۔ تب میں نے کہا: یا رسول اللہ! نماز کا وقت (آ گیا) آپ ﷺ نے فرمایا: "نماز تمہارے آگے ہے (یعنی مزدلفہ چل کر پڑھیں گے)۔" جب مزدلفہ میں پہنچے تو آپ نے خوب اچھی طرح وضو کیا، پھر جماعت کھڑی کی گئی، آپ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اپنی جگہ بٹھایا، پھر عشاء کی جماعت کھڑی کی گئی اور آپ نے نماز پڑھی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔

تشریح: پہلی مرتبہ آپ نے وضو صرف پاکی حاصل کرنے کے لیے کیا تھا۔ دوسری مرتبہ نماز کے لیے کیا تو خوب اچھی طرح کیا، ہر اعضائے وضو کو تین تین بار دھویا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھنا چاہیے۔ اس رات میں آپ ﷺ نے آب زمزم سے وضو کیا تھا۔ جس سے آب زمزم سے وضو کرنا بھی ثابت ہوا۔ (فتح الباری)

بَابُ غَسْلِ الْوَجْهِ بِالْيَدَيْنِ مِنْ غَرْفَةٍ وَاحِدَةٍ

باب: دونوں ہاتھوں سے چہرے کا صرف ایک چلو (پانی) سے دھونا بھی جائز ہے

تشریح: اس امر پر آگاہ کرنا مقصد ہے کہ دونوں ہاتھوں سے اکھٹے چلو بھرنا شرط نہیں ہے۔ (فتح الباری)

١٤٠ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحِيْمِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ سَلَمَةَ الْخُزَاعِيُّ، مَنْصُوْرُ بْنُ

(۱۴۰) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے روایت کیا، انہوں نے کہا مجھ کو ابوسلمہ الخزاعی منصور بن سلمہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم کو ابن بلال یعنی سلیمان

سَلَمَةَ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ بِلَالٍ - يَعْنِي سُلَيْمَانَ - عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ، أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ، فَتَمَضْمَضَ بِهَا وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ، فَجَعَلَ بِهَا هَكَذَا أَضَافَهَا إِلَى يَدِهِ الْأُخْرَى، فَغَسَلَ بِهَا وَجْهَهُ، ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ، فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُمْنَى، ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ، فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرَى، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَرَشَّ عَلَى رِجْلِهِ الْيُمْنَى حَتَّى غَسَلَهَا، ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً أُخْرَى، فَغَسَلَ بِهَا- يَعْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى - ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ. [ابوداود: ١٣٧؛ ترمذي: ٣٦؛ نسائي: ١٠١؛ ابن ماجه: ٤٠٣، ٤٣٩]

نے زید بن اسلم کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے عطاء بن یسار سے سنا، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ (ایک مرتبہ) انہوں نے (یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے) وضو کیا تو اپنا چہرہ دھویا (اس طرح کہ پہلے) پانی کے ایک چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی دیا۔ پھر پانی کا ایک اور چلو لیا، پھر اس کو اس طرح کیا (یعنی) دوسرے ہاتھ کو ملایا۔ پھر اس سے اپنا چہرہ دھویا۔ پھر پانی کا دوسرا چلو لیا اور اس سے اپنا داہنا ہاتھ دھویا۔ پھر پانی کا ایک اور چلو لے کر اس سے اپنا بایاں ہاتھ دھویا۔ اس کے بعد اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر پانی کا چلو لے کر داہنے پاؤں پر ڈالا اور اسے دھویا۔ پھر دوسرے چلو سے اپنا پاؤں دھویا۔ یعنی بایاں پاؤں اس کے بعد کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

تشریح: "وفي هذا الحديث دليل الجمع بين المضمضة والاستنشاق بغرفة واحدة۔"
یعنی اس حدیث میں ایک ہی چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ثابت ہوا۔ (قسطلانی رحمہ اللہ)

بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَعِنْدَ الْوِقَاعِ

باب: اس بارے میں کہ ہر حال میں بسم اللہ پڑھنا یہاں تک کہ جماع کے وقت بھی ضروری ہے

١٤١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ: بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا. فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ، لَمْ يَضُرَّهُ)) [أطرافه في: ٣٢٧١، ٣٢٨٣، ٥١٦٥، ٦٣٨٨، ٧٣٩٦]

(۱۴۱) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے منصور کے واسطے سے روایت کیا، انہوں نے سالم بن ابی الجعد سے نقل کیا، وہ کریب سے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، وہ اس حدیث کو نبی ﷺ تک پہنچاتے تھے کہ آپ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے تو کہے: اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں۔ اے اللہ! ہمیں شیطان سے بچا اور شیطان کو اس چیز سے دور رکھ جو تو (اس جماع کے نتیجے میں) ہمیں عطا فرمائے" یہ دعا پڑھنے کے بعد (جماع کرنے سے) میاں بیوی کو جو اولاد ملے گی اسے شیطان نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

تشریح: وضو کے شروع میں بسم اللہ کہنا اہلحدیث کے نزدیک ضروری ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب میں ذکر کردہ حدیث میں یہی ثابت فرمایا ہے کہ جب جماع کے شروع میں بسم اللہ کہنا مشروع ہے تو وضو میں کیونکر مشروع نہ ہوگا وہ تو ایک عبادت ہے۔ ایک روایت میں ہے: ((لاوضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ۔)) جو بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں۔ یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کے موافق نہ تھی اس لئے آپ نے اسے چھوڑ کر اس حدیث سے استدلال فرما کر ثابت کیا کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ ضروری ہے۔ ابن جریر نے جامع الآثار میں مجاہد سے روایت کیا کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی سے جماع کرے اور بسم اللہ نہ پڑھے تو شیطان بھی اس کی عورت سے جماع کرتا ہے۔ آیت قرآنی: ﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ﴾ (۵۵/الرحمٰن:۷۴) میں اسی کی نفی ہے۔ (قسطلانی)

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ حدیث ((لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ)) کے ذیل میں فرماتے ہیں: "ای لا یصح الوضوء ولا یوجد شرعا الا بالتسمية اذ الأصل فی النفی الحقيقة ونفی الصحة اقرب الی الذات واکثر لزوماً للحقيقة فیستلزم عدمها عدم الذات ومالیس بصحیح لایجزی ولا یعتد به فالحدیث نص علی افتراض التسمية عند ابتداء الوضوء والیه ذهب احمد فی روایة وهو قول اهل الظاهر وذهبت الشافعية والحنفية ومن وافقهم الی ان التسمية سنة فقط واختار ابن الهمام من الحنفية وجوبها۔"(مرعاۃ)

اس بیان کا خلاصہ یہی ہے کہ وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا فرض ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اصحاب ظواہر کا یہی مذہب ہے۔ حنفی وشافعی وغیرہ اسے سنت مانتے ہیں۔ مگر حنفیہ میں سے ایک بڑے عالم امام ابن ہمام اس کے واجب ہونے کے قائل ہیں۔ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اعلام میں بسم اللہ کے واجب ہونے پر پچاس سے بھی زائد دلائل پیش کیے ہیں۔

صاحب انوار الباری کا تبصرہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ صاحب انوار الباری نے ہر اختلافی مقام پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیص کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت علمی ایسی حقیقت ہے کہ کبھی نہ کبھی آپ کے کٹر مخالفوں کو بھی اس کا اعتراف کرنا ہی پڑتا ہے۔ بحث مذکورہ میں صاحب انوار الباری کا تبصرہ اس کا ایک روشن ثبوت ہے۔ چنانچہ آپ استاد محترم حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔

امام بخاری کا مقام رفیع: یہاں یہ چیز قابل لحاظ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود اپنے رجحان مذکور کے بھی ترجمۃ الباب میں وضو کے لئے تسمیہ کا ذکر نہیں کیا تا کہ اشارہ ان احادیث کی تحسین کی طرف نہ ہو جائے۔ جو وضو کے بارے میں مروی ہیں حتیٰ کہ انہوں نے حدیث ترمذی کو بھی ترجمۃ الباب میں ذکر کرنا موزوں نہیں سمجھا۔ اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ''جلالت قدر ورفعت مکانی'' معلوم ہوتی ہے کہ جن احادیث کو دوسرے محدثین تحت الابواب ذکر کرتے ہیں۔ ان کو امام اپنے تراجم اور عنوانات ابواب میں بھی ذکر نہیں کرتے۔ پھر یہاں چونکہ ان کے رجحان کے مطابق کوئی معتبر حدیث ان کے نزدیک نہیں تھی تو انہوں نے عمومات سے تمسک کیا اور وضو کو ان کے نیچے داخل کیا اور جماع کا بھی ساتھ ذکر کیا۔ تا کہ معلوم ہو کہ اللہ کا اسم معظم ذکر کرنا جماع سے قبل مشروع ہوا تو بدرجہ اولیٰ وضو سے پہلے بھی مشروع ہونا چاہیے۔ گویا یہ استدلال نظائر سے ہوا۔ (انوار الباری، ج:۴/ص:۱۶۱)

مخلصانہ مشورہ: صاحب انوار الباری نے جگہ جگہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں لب کشائی کرتے ہوئے آپ کو غیر فقیہ، زود رنج وغیرہ وغیرہ طنزیات سے یاد کیا۔ کیا اچھا ہو کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان بالا کے مطابق آپ امام بخاری قدس سرہ کی شان میں تنقیص سے پہلے ذرا سوچ لیا کریں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت قدر ورفعت مکانی ایک اظہر من الشمس حقیقت ہے۔ جس سے انکار کرنے والے خود اپنی ہی تنقیص کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ ہمارے محترم ناظرین میں سے شاید کوئی ہمارے بیان کو مبالغہ سمجھیں اس لیے ہم ایک دو مثالیں پیش کر دیتے ہیں، جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ صاحب انوار الباری کے قلب میں امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ کے لیے سے کس قدر تنگی ہے۔

بخاری ومسلم میں مبتدعین واصحاب اہوا کی روایات: آج تک دنیائے اسلام یہی سمجھتی چلی آ رہی ہے کہ صحیح بخاری اور پھر صحیح مسلم نہایت ہی معتبر

کتابیں ہیں۔ خصوصاً قرآن مجید کے بعد اصح الکتب بخاری شریف ہے۔ مگر صاحب انوار الباری کی رائے میں بخاری و مسلم میں بعض جگہ مبتدعین واہل اہوا جیسے بدترین قسم کے لوگوں کی روایات بھی موجود ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کسی بدعتی سے خواہ وہ کیسا ہی پاکباز وراستباز ہو حدیث کی روایت کے روادار نہیں برخلاف اس کے بخاری ومسلم میں مبتدعین اور بعض اصحاب اہوا کی روایات بھی لی گئی ہیں۔ اگرچہ ان میں ثقہ اور صادق اللہجہ ہونے کی شرط ورعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔'' (انوار الباری، ج:۴/ص:۵۳)

مقام غور ہے کہ سادہ لوح حضرات صاحب انوار الباری کے اس بیان کے نتیجہ میں بخاری ومسلم کے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ نے محض غلط بیانی کی ہے، آگے اگر آپ بخاری ومسلم کے مبتدعین اور اہل اہوا کی کوئی فہرست پیش کریں گے تو اس بارے میں تفصیل سے لکھا جائے گا اور آپ کے افترا پر وضاحت سے روشنی ڈالی جائے گی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی جامع صحیح کا مقام گرانے کی ایک مذموم کوشش:

حبك الشيء يعمي ويصم کسی چیز کی حد سے زیادہ محبت انسان کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔ صد افسوس کہ صاحب انوار الباری نے اس حدیث نبوی کی بالکل تصدیق فرما دی ہے۔ بخاری شریف کا مقام گرانے اور امیر المحدثین کی نیت پر حملہ کرنے کے لیے آپ بڑے ہی محققانہ انداز سے فرماتے ہیں:

''ہم نے ابھی بتلایا کہ امام اعظم کی کتاب الآثار مذکور میں صرف احادیث احکام کی تعداد چار ہزار تک پہنچتی ہے، اس کے مقابلہ میں جامع صحیح بخاری کے تمام ابواب غیر مکرر موصول احادیث مرویہ کی تعداد ۲۳۵۳ حسب تصریح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ اور صحیح مسلم کی کل ابواب کی احادیث مرویہ چار ہزار ہیں۔ ابوداؤد کی ۴۸۰۰ اور جامع ترمذی کی پانچ ہزار۔ اس سے معلوم ہوا کہ احادیث احکام کا سب سے بڑا ذخیرہ کتاب الآثار امام اعظم پھر ترمذی وابوداؤد میں ہے۔ مسلم میں ان سے کم، بخاری میں ان سب سے کم ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صرف اپنے اجتہاد کے موافق احادیث ذکر کرتے ہیں۔'' (انوار الباری: ج۴/۵۳)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقام رفیع اور ان کی جلالت قدر ورفعت مکانی کا ذکر بھی آپ صاحب انوار الباری کی قلم سے ابھی پڑھ چکے ہیں اور جامع الصحیح اور خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ کا یہ بیان بھی ناظرین کے سامنے ہے۔ جس میں آپ نے کھلے لفظوں میں بتلایا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اپنے اجتہاد کو صحیح ثابت کرنے کے لیے اپنی حسب منشا احادیث نبوی جمع کی ہیں۔ صاحب انوار الباری کا یہ حملہ اس قدر سنگین ہے کہ اس کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ تاہم متانت وسنجیدگی سے کام لیتے ہوئے ہم کوئی متقمانہ انکشاف نہیں کریں گے۔ ورنہ حقیقت یہی ہے کہ الاناء یترشح بما فيه برتن میں جو کچھ ہوتا ہے وہی اس سے ٹپکتا ہے۔ حضرت والا خود ذخائر احادیث نبوی کو اپنے مفروضات مسلکی کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے کمربستہ ہوئے ہیں۔ سو آپ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسے ہی نظر آتے ہیں سچ ہے۔ المرء يقيس على نفسه۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ عِنْدَ الْخَلَاءِ

باب: اس بارے میں کہ بیت الخلا جانے کے وقت کیا دعا پڑھنی چاہیے؟

(١٤٢) حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُوْلُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ: ((اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنَ

(۱۴۲) ہم سے آدم نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے عبدالعزیز بن صہیب کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول کریم ﷺ جب (قضائے حاجت کے لیے) بیت الخلا میں داخل ہوتے تو یہ (دعا) پڑھتے: ''اے اللہ! میں ناپاک جنوں اور ناپاک

الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ)) تَابَعَهُ ابْنُ عَرْعَرَةَ ، عَنْ شُعْبَةَ ، وَقَالَ: غُنْدَرٌ ، عَنْ شُعْبَةَ إِذَا أَتَى الْخَلَاءَ. وَقَالَ مُوسَى عَنْ حَمَّادٍ: إِذَا دَخَلَ . وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ: إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ. [طرفه في: ٦٣٢٢]

[ابو داؤد: ٥؛ ترمذي: ٥]

جنیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

تشریح: اس حدیث میں خود نبی کریم ﷺ کا یہ دعا پڑھنا مذکور ہے اور مسلم کی ایک روایت میں لفظ امر کے ساتھ ہے کہ جب تم بیت الخلا میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھو: ((بِسْمِ اللّٰهِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ)) ان لفظوں میں پڑھنا بھی جائز ہے۔ خبث اور خبائث سے ناپاک جن اور جنیاں مراد ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فارغ ہونے کے بعد والی دعا کی حدیث کو اس لیے ذکر نہیں کیا کہ وہ آپ کی شرطوں کے موافق نہ تھی۔ جسے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ فارغ ہونے کے بعد ((غُفْرَانَكَ)) پڑھتے۔ اور ابن ماجہ میں یہ دعا آئی ہے: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ)) ''سب تعریف اس اللہ کے لئے جس نے مجھ کو عافیت دی اور اس گندگی کو مجھ سے دور کر دیا'' فارغ ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

بَابُ وَضْعِ الْمَاءِ عِنْدَ الْخَلَاءِ

باب: اس بارے میں کہ بیت الخلا کے قریب پانی رکھنا بہتر ہے

١٤٣۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي يَزِيْدَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ الْخَلَاءَ، فَوَضَعْتُ لَهُ وَضُوءًا قَالَ: ((مَنْ وَضَعَ هَذَا؟)) . فَأُخْبِرَ فَقَالَ: ((اللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ)). [راجع : ٧٥] [مسلم: ٦٣٦٨]

(۱۴۳) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہاشم بن القاسم نے، کہا کہ ان سے ورقاء نے عبیداللہ بن ابی یزید سے نقل کیا، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بیت الخلا میں تشریف لے گئے۔ میں نے (بیت الخلا کے قریب) آپ کے لیے وضو کا پانی رکھ دیا۔ (باہر نکل کر) آپ نے پوچھا: ''یہ کس نے رکھا؟'' جب آپ کو بتلایا گیا تو آپ نے (میرے لیے دعا کی اور) فرمایا: ''اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ عطا فرما۔''

تشریح: یہ ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا حضرت ابن عباس کی خالہ کے گھر کا واقعہ ہے۔ آپ کو خبر دینے والی بھی حضرت میمونہ ہی تھیں۔ آپ کی دعا کی برکت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فقیہ امت قرار پائے۔

بَابٌ: لَا تُسْتَقْبَلُ الْقِبْلَةُ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ إِلَّا عِنْدَ الْبِنَاءِ، جِدَارٍ أَوْ نَحْوِهِ

باب: اس مسئلہ میں کہ پیشاب اور پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہیں کرنا چاہیے لیکن جب کسی عمارت یا دیوار وغیرہ کی آڑ ہو تو کچھ حرج نہیں

١٤٤ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يُوَلِّهَا ظَهْرَهُ، شَرِّقُوْا أَوْ غَرِّبُوْا)). [طرفه في: ٣٩٤]

[مسلم: ٦٠٩؛ ابوداود: ٩؛ ترمذي:٨؛ نسائي: ٢١، ٢٢؛ابن ماجه: ٣١٨]

(۱۴۴) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے، کہا کہ ہم سے زہری نے عطاء بن یزید اللیثی کے واسطے سے نقل کیا، وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جب تم میں سے کوئی بیت الخلا میں جائے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ اس کی طرف پشت کرے (بلکہ) مشرق کی طرف منہ کرلو یا مغرب کی طرف۔''

تشریح: یہ حکم مدینہ کے لیے خاص ہے۔ کیونکہ مدینہ مکہ سے شمال کی طرف واقع ہے۔ اس لئے آپ نے قضائے حاجت کے وقت پچھم یا پورب کی طرف منہ کرنے کا حکم فرمایا۔ یہ بیت اللہ کا ادب ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کے عنوان سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اگر کوئی آڑ سامنے ہو تو قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرسکتا ہے۔ آپ نے جو حدیث اس باب میں ذکر کی ہے وہ ترجمہ باب کے مطابق نہیں ہوتی کیونکہ حدیث سے مطلق ممانعت نکلتی ہے اور ترجمہ باب میں عمارت کو مستثنیٰ کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ نے یہ حدیث محض ممانعت ثابت کرنے کے لیے ذکر کی ہے اور عمارت کا استثنا آگے والی حدیث سے نکالا ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ بعض نے لفظ غائط سے صرف میدان مراد لیا ہے اور اس ممانعت سے سمجھا گیا کہ عمارت میں ایسا کرنا درست ہے۔

حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں دلائل طرفین پر مفصل روشنی ڈالتے ہوئے اپنا آخری فیصلہ یہ دیا ہے: ''وعندی الاحتراز عن الاستقبال والاستدبار فی البیوت احوط وجوبا لاندبا۔'' یعنی میرے نزدیک بھی وجوباً احتیاط کا تقاضا ہے کہ گھروں میں بھی بیت اللہ کی طرف پیٹھ یا منہ کرنے سے پرہیز کی جائے۔ (مرعاۃ جلد اول ص۲۴۱) علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ صاحب تحفۃ الاحوذی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

بَابُ مَنْ تَبَرَّزَ عَلَى لَبِنَتَيْنِ

باب: اس بارے میں کہ کوئی شخص دو اینٹوں پر بیٹھ کر قضائے حاجت کرے (تو کیا حکم ہے؟)

١٤٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَمِّهِ، وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ: إِنَّ نَاسًا يَقُوْلُوْنَ: إِذَا قَعَدْتَ عَلَى حَاجَتِكَ، فَلَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا بَيْتَ الْمَقْدِسِ. فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: لَقَدِ ارْتَقَيْتُ يَوْمًا عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ لَنَا، فَرَأَيْتُ

(۱۴۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے یحییٰ بن سعید سے خبر دی۔ وہ محمد بن یحییٰ بن حبان سے، وہ اپنے چچا واسع بن حبان سے روایت کرتے ہیں، وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے تھے کہ جب قضائے حاجت کے لیے بیٹھو تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ بیت المقدس کی طرف (یہ سن کر) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک دن میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے دو اینٹوں پر قضائے حاجت کے لیے بیٹھے ہیں۔ پھر عبداللہ بن

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلًا بَيْتَ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهِ. وَقَالَ: لَعَلَّكَ مِنَ الَّذِيْنَ يُصَلُّوْنَ عَلَى أَوْرَاكِهِمْ، فَقُلْتُ: لَا أَدْرِيْ وَاللّٰهِ.قَالَ مَالِكٌ: يَعْنِي الَّذِي يُصَلِّيْ وَلَا يَرْتَفِعُ عَنِ الْأَرْضِ، يَسْجُدُ وَهُوَ لَاصِقٌ بِالْأَرْضِ. [أطرافه في: ١٤٨، ١٤٩، ٣١٠٢]

[مسلم: ٦١١، ٦١٢؛ ترمذي: ١١؛ نسائي: ٢٣؛ ابن ماجه: ٣٢٢]

عمر رضی اللہ عنہما نے (واسع سے) کہا کہ شاید تم ان لوگوں میں سے ہو جو اپنے چوتڑوں کے بل نماز پڑھتے ہیں۔ تب میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا (کہ آپ کا مطلب کیا ہے) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے وہ شخص مراد لیا جو نماز میں زمین سے اونچا نہ رہے، سجدہ میں زمین سے چمٹ جائے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی کسی ضرورت سے چھت پر چڑھے۔ اتفاقیہ ان کی نگاہ نبی کریم ﷺ پر پڑ گئی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول کا منشا کہ بعض لوگ اپنے چوتڑوں پر نماز پڑھتے ہیں۔ شاید یہ ہو کہ قبلہ کی طرف شرمگاہ کا رخ اس حال میں منع ہے کہ جب آدمی رفع حاجت وغیرہ کے لیے ننگا ہو۔ ورنہ لباس پہن کر پھر تکلف کرنا کسی طرح قبلہ کی طرف سامنا یا پشت نہ ہو، یہ نرا تکلف ہے۔ جیسا کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ سجدہ اس طرح کرتے ہیں کہ اپنا پیٹ بالکل رانوں سے ملا لیتے ہیں اسی کو ((یصلون علی اوراکھم)) سے تعبیر کیا گیا مگر صحیح تفسیر وہی ہے جو مالک سے نقل ہوئی۔

صاحب انوار الباری کا عجیب اجتہاد: احناف میں عورتوں کی نماز مردوں کی نماز سے کچھ مختلف قسم کی ہوتی ہے۔ صاحب انوار الباری نے لفظ مذکور یصلون علی اوراکھم سے عورتوں کی اس مروجہ نماز پر اجتہاد فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"یصلون علی اوراکھم سے عورتوں والی نشست اور سجدہ کی حالت بتلائی گئی ہے کہ عورتیں نماز میں کولھے اور سرین پر بیٹھتی ہیں اور سجدہ بھی خوب سمٹ کر کرتی ہیں کہ پیٹ رانوں کے اوپر کے حصوں سے مل جاتا ہے۔ تاکہ ستر زیادہ سے زیادہ چھپ سکے لیکن ایسا کرنا مردوں کے لیے خلاف سنت ہے ان کو سجدہ اسی طرح کرنا چاہیے کہ پیٹ ران وغیرہ حصوں سے بالکل الگ رہے۔ اور سجدہ اچھی طرح کھل کر کیا جائے۔ غرض عورتوں کی نماز میں بیٹھنے اور سجدہ کرنے کی حالت مردوں سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔" (انوار الباری، ج:۴/ص:۱۸۷)

صاحب انوار الباری کی اس وضاحت سے ظاہر ہے کہ مردوں کے لیے ایسا کرنا خلاف سنت ہے اور عورتوں کے لیے عین سنت کے مطابق ہے۔ شاید آپ کے اس بیان کے مطابق نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات سے ایسی ہی نماز ثابت ہوگی۔ کاش! آپ ان احادیث نبوی کو بھی نقل فرما دیتے جن سے عورتوں اور مردوں کی نمازوں میں یہ تفریق ثابت ہوتی ہے یا ازواج مطہرات ہی کا عمل نقل فرما دیتے۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ عورتوں اور مردوں کی نمازوں میں یہ تفریق مجوزہ محض صاحب انوار الباری ہی کا اجتہاد ہے۔ ہمارے علم میں احادیث صحیحہ سے یہ تفریق ثابت نہیں ہے۔ مزید تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

بَابُ خُرُوْجِ النِّسَاءِ إِلَى الْبَرَازِ

باب: اس بارے میں کہ عورتوں کا قضائے حاجت کے لیے باہر نکلنے کا کیا حکم ہے؟

١٤٦ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ

(۱۴۶) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے ابن شہاب کے واسطے سے نقل کیا، وہ عروہ بن زبیر سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

كُنَّ يَخْرُجْنَ بِاللَّيْلِ إِذَا تَبَرَّزْنَ إِلَى الْمَنَاصِعِ، وَهِيَ صَعِيدٌ أَفْيَحُ وَكَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أُحْجُبْ نِسَائَكَ. فَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يَفْعَلُ، فَخَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِيْ عِشَاءً، وَكَانَتِ امْرَأَةً طَوِيْلَةً، فَنَادَاهَا عُمَرُ: أَلَا قَدْ عَرَفْنَاكِ يَا سَوْدَةُ، حِرْصًا عَلَى أَنْ يَنْزِلَ الْحِجَابُ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ الْحِجَابَ.

[أطرافه في: ١٤٧، ٤٧٩٥، ٥٢٣٧، ٦٢٤٠]

[مسلم:٥٦٧١]

کی بیویاں رات میں مناصع کی طرف قضائے حاجت کے لیے جاتیں اور مناصع ایک کھلا میدان ہے۔ تو (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے کہا کرتے تھے کہ اپنی بیویوں کو پردہ کرائیے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اس پر عمل نہیں کیا۔ ایک روز رات کو عشاء کے وقت حضرت سودہ بنت زمعہ رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ جو دراز قد عورت تھیں، (باہر) گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں آواز دی (اور کہا) ہم نے تمہیں پہچان لیا اور ان کی خواہش یہ تھی کہ پردہ (کا حکم) نازل ہو جائے۔ چنانچہ (اس کے بعد) اللہ نے پردہ (کا حکم) نازل فرما دیا۔

١٤٧ـ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ فِيْ حَاجَتِكُنَّ)). قَالَ هِشَامٌ: يَعْنِي الْبَرَازَ [راجع: ١٤٦] [مسلم:٥٦٦٨]

(۱۴۷) ہم سے زکریا نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے ہشام بن عروہ کے واسطے سے بیان کیا، وہ اپنے باپ سے، وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتی ہیں کہ آپ نے (اپنی بیویوں سے) فرمایا کہ "تمہیں قضائے حاجت کے لیے باہر نکلنے کی اجازت ہے۔" ہشام کہتے ہیں کہ حاجت سے مراد پاخانے کے لیے (باہر) جانا ہے۔

تشریح: آیت حجاب کے بعد بھی بعض دفعہ رات کو اندھیرے میں عورتوں کا جنگل میں جانا ثابت ہے۔ (فتح الباری)

بَابُ التَّبَرُّزِ فِي الْبُيُوْتِ

باب: اس بارے میں کہ گھروں میں قضائے حاجت کرنا ثابت ہے

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد اس باب سے یہ اشارہ کرنا ہے کہ عورتوں کا حاجت کے لیے میدان میں جانا ہمیشہ نہیں رہا اور بعد میں گھروں میں انتظام کر لیا گیا۔

١٤٨ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: ارْتَقَيْتُ عَنْ ظَهْرِ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِيْ، فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَقْضِيْ

(۱۴۸) ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے عبیداللہ بن عمر کے واسطے سے بیان کیا، وہ محمد بن یحییٰ بن حبان سے نقل کرتے ہیں، وہ واسع بن حبان سے، وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک دن میں اپنی بہن اور رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ محترمہ) حفصہ کے مکان کی چھت پر اپنی کسی ضرورت سے چڑھا، تو مجھے رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کرتے وقت قبلہ کی طرف پشت اور

حَاجَتَهُ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ.

شام کی طرف منہ کئے ہوئے نظر آئے۔

[راجع: ١٤٥]

تشریح: آپ اس وقت فضا میں نہ تھے، بلکہ وہاں پاتھ روم بنا ہوا تھا، اس میں آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ (فتح الباری)

١٤٩ـ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، أَنَّ عَمَّهُ، وَاسِعَ بْنَ حَبَّانَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ قَالَ: لَقَدْ ظَهَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى ظَهْرِ بَيْتِنَا، فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَاعِدًا عَلَى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ.

[راجع: ١٤٥]

(١٤٩) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہمیں یحییٰ نے محمد بن یحییٰ بن حبان سے خبر دی، انہیں ان کے چچا واسع بن حبان نے بتلایا، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا، تو مجھے رسول اللہ ﷺ دو اینٹوں پر (قضائے حاجت کے وقت) بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے نظر آئے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کبھی اپنے گھر کی چھت اور کبھی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت کا ذکر کیا، اس کی حقیقت یہ ہے کہ گھر تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا ہی تھا مگر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ورثہ میں ان ہی کے پاس آ گیا تھا۔ اس باب کی احادیث کا منشا یہ ہے کہ گھروں میں بیت الخلا بنانے کی اجازت ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مکانوں میں قضائے حاجت کے وقت کعبہ شریف کی طرف منہ یا پیٹھ کی جا سکتی ہے۔

بَابُ الْإِسْتِنْجَاءِ بِالْمَاءِ

باب: پانی سے طہارت کرنا بہتر ہے

١٥٠ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي مُعَاذٍ ـ وَاسْمُهُ عَطَاءُ بْنُ أَبِي مَيْمُوْنَةَ ـ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُوْلُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ أَجِيءُ أَنَا وَغُلَامٌ، مَعَنَا إِدَاوَةٌ مِنْ مَاءٍ. يَعْنِي يَسْتَنْجِي بِهِ [أطرافه في: ١٥١، ١٥٢، ٢١٧، ٥٠٠] [مسلم: ٦١٩؛ ابوداود: ٤٣؛ نسائي: ٤٥]

(١٥٠) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے ابومعاذ سے جن کا نام عطاء بن ابی میمونہ تھا نقل کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ جب رسول اللہ ﷺ رفع حاجت کے لیے نکلتے تو میں اور ایک لڑکا اپنے ساتھ پانی کا برتن لے آتے تھے۔ مطلب یہ کہ اس پانی سے رسول اللہ ﷺ طہارت کیا کرتے تھے۔

بَابُ مَنْ حُمِلَ مَعَهُ الْمَاءُ لِطُهُوْرِهِ

باب: اس بارے میں کہ کسی شخص کے ہمراہ اس کی طہارت کے لیے پانی لے جانا جائز ہے

وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: أَلَيْسَ فِيْكُمْ صَاحِبُ

حضرت ابوالدرداء نے فرمایا: کیا تم میں جوتوں والے، پاک پانی والے اور

النَّعْلَيْنِ وَالطَّهُوْرِ وَالْوِسَادِ؟

تکیہ والے صاحب نہیں ہیں؟

تشریح: یہ اشارہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف ہے جو رسول اللہ ﷺ کی جوتے، تکیہ اور وضو کا پانی ساتھ لئے رہتے تھے، اسی مناسبت سے آپ کا یہ خطاب پڑ گیا۔

١٥١ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِيْ مَيْمُوْنَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ تَبِعْتُهُ أَنَا وَغُلَامٌ مِنَّا مَعَنَا إِدَاوَةٌ مِنْ مَاءٍ. [راجع: ١٥٠]

(۱۵۱) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، وہ عطاء بن ابی میمونہ سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ حاجت کے لیے نکلتے، میں اور ایک لڑکا دونوں آپ ﷺ کے پیچھے جاتے تھے اور ہمارے ساتھ پانی کا ایک برتن ہوتا تھا۔

بَابُ حَمْلِ الْعَنَزَةِ مَعَ الْمَاءِ فِي الْإِسْتِنْجَاءِ

باب: اس بیان میں کہ استنجا کے لیے پانی کے ساتھ نیزہ (بھی) لے جانا ثابت ہے

١٥٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِيْ مَيْمُوْنَةَ، سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ، فَأَحْمِلُ أَنَا وَغُلَامٌ إِدَاوَةً مِنْ مَاءٍ، وَعَنَزَةً، يَسْتَنْجِيْ بِالْمَاءِ. تَابَعَهُ النَّضْرُ وَشَاذَانُ عَنْ شُعْبَةَ. الْعَنَزَةُ: عَصًا عَلَيْهِ زُجٌّ [راجع: ١٥٠]

(۱۵۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، ان سے محمد بن جعفر نے، ان سے شعبہ نے عطاء بن ابی میمونہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بیت الخلا میں جاتے تو میں اور ایک لڑکا پانی کا برتن اور نیزہ لے کر چلتے تھے۔ پانی سے آپ طہارت کرتے تھے، (دوسری سند سے) نضر اور شاذان نے اس حدیث کی شعبہ سے متابعت کی ہے عنزہ لاٹھی کو کہتے ہیں جس پر پھل کا لگا ہوا ہو۔

تشریح: یہ ڈھیلا توڑنے کے لئے کام میں لائی جاتی تھی اور موذی جانوروں کو دفع کرنے کے لیے بھی۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِيْنِ

باب: اس بارے میں کہ داہنے ہاتھ سے طہارت کرنے کی ممانعت ہے

١٥٣ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ - هُوَ الدَّسْتَوَائِيُّ - عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ، وَإِذَا

(۱۵۳) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کثیر کے واسطے سے بیان کیا، وہ عبداللہ بن ابی قتادہ سے، وہ اپنے باپ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب بیت الخلا میں جائے تو اپنی شرمگاہ کو داہنے ہاتھ سے

أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ، وَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِينِهِ)). [أطرافه في: ١٥٤، ٥٦٣٠]

نہ چھوئے اور نہ داہنے ہاتھ سے استنجا کرے۔"

بَابٌ: لَا يُمْسِكُ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ إِذَا بَالَ

باب: اس بارے میں کہ پیشاب کے وقت اپنے عضو کو اپنے داہنے ہاتھ سے نہ چھوئے

١٥٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَأْخُذَنَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَلَا يَسْتَنْجِي بِيَمِينِهِ، وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ)). [راجع: ١٥٣]

(۱۵۴) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے اوزاعی نے یحییٰ بن کثیر کے واسطے سے بیان کیا، وہ عبداللہ بن ابی قتادہ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وہ نبی ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنا عضو اپنے داہنے ہاتھ سے نہ پکڑے، نہ داہنے سے طہارت کرے، نہ (پانی پیتے وقت) برتن میں سانس لے۔"

تشریح: کیونکہ یہ سارے کام صفائی اور ادب کے خلاف ہیں۔

بَابُ الْإِسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ

باب: پتھروں سے استنجا کرنا ثابت ہے

١٥٥ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ بْنِ عَمْرٍو الْمَكِّيُّ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: اتَّبَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَخَرَجَ لِحَاجَتِهِ، فَكَانَ لَا يَلْتَفِتُ فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقَالَ: ((ابْغِنِي أَحْجَارًا أَسْتَنْفِضْ بِهَا. أَوْ نَحْوَهُ. وَلَا تَأْتِنِي بِعَظْمٍ وَلَا رَوْثٍ)). فَأَتَيْتُهُ بِأَحْجَارٍ بِطَرَفِ ثِيَابِي فَوَضَعْتُهَا إِلَى جَنْبِهِ وَأَعْرَضْتُ عَنْهُ، فَلَمَّا قَضَى أَتْبَعَهُ بِهِنَّ. [طرفه في: ٣٨٦٠]

(۱۵۵) ہم سے احمد بن محمد المکی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن یحییٰ بن سعید بن عمرو المکی نے اپنے دادا کے واسطے سے بیان کیا۔ وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ (ایک مرتبہ) رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ (چلتے وقت) اِدھر اُدھر نہیں دیکھا کرتے تھے۔ تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے آپ کے قریب پہنچ گیا۔ (مجھے دیکھ کر) آپ نے فرمایا کہ "مجھے پتھر ڈھونڈ دو، تاکہ میں ان سے پاکی حاصل کروں، یا اسی جیسا (کوئی لفظ) فرمایا اور فرمایا کہ ہڈی اور گوبر نہ لانا۔" چنانچہ میں اپنے دامن میں پتھر (بھر کر) آپ کے پاس لے گیا اور آپ کے پہلو میں رکھ دیئے اور آپ کے پاس سے ہٹ گیا۔ جب آپ (قضائے حاجت سے) فارغ ہوئے تو آپ نے پتھروں سے استنجا کیا۔

تشریح: ہڈی اور گوبر سے استنجا کرنا جائز نہیں۔ گوبر اور ہڈی جنوں کی خوراک ہیں۔ جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "گوبر اور ہڈی سے استنجا نہ کرو، یہ تمہارے بھائی جنوں کا توشہ ہیں۔" (رواہ ابوداود والترمذی) معلوم ہوا کہ ڈھیلوں سے بھی پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر پانی سے مزید پاکی حاصل کرنا افضل ہے۔ (دیکھو حدیث: ۱۵۲) آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ پانی سے استنجا کرنے کے بعد اپنے ہاتھوں کو مٹی سے رگڑ رگڑ کر دھویا کرتے تھے۔

بَابٌ: لَا يُسْتَنْجَى بِرَوْثٍ

باب: اس بارے میں کہ گوبر سے استنجانہ کرے

١٥٦ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: لَيْسَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ ذَكَرَهُ وَلَكِنْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَاللَّهِ، يَقُوْلُ أَتَى النَّبِيُّ ﷺ الْغَائِطَ، فَأَمَرَنِي أَنْ آتِيَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ، وَالْتَمَسْتُ الثَّالِثَ فَلَمْ أَجِدْ، فَأَخَذْتُ رَوْثَةً، فَأَتَيْتُهُ بِهَا، فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَأَلْقَى الرَّوْثَةَ وَقَالَ: ((هَذَا رِكْسٌ)). وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ.

[نسائي: ٤٢؛ ابن ماجه: ٣١٤]

(۱۵۶) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر نے ابواسحاق کے واسطے سے نقل کیا، ابواسحاق کہتے ہیں کہ اس حدیث کو ابوعبیدہ نے ذکر نہیں کیا۔ لیکن عبدالرحمٰن بن الاسود نے اپنے باپ سے ذکر کیا، انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ رفع حاجت کے لیے گئے۔ تو آپ نے مجھے فرمایا کہ میں تین پتھر تلاش کر کے آپ کے پاس لاؤں۔ لیکن مجھے دو پتھر ملے۔ تیسرا ڈھونڈا مگر مل نہ سکا۔ تو میں نے خشک گوبر اٹھالیا۔ اس کو لے کر آپ کے پاس آ گیا۔ آپ نے پتھر (تو) لے لیے (مگر) گوبر پھینک دیا اور فرمایا: ''یہ خود ناپاک ہے۔'' (اور یہ حدیث) ابراہیم بن یوسف نے اپنے باپ سے بیان کی۔ انہوں نے ابواسحاق سے سنا، ان سے عبدالرحمٰن نے بیان کیا۔

تشریح: اس کو اس لیے ناپاک فرمایا کہ وہ گدھے کی لید تھی جیسا کہ امام حاکم کی روایت میں تشریح ہے۔

بَابُ الْوُضُوْءِ مَرَّةً مَرَّةً

باب: اس بارے میں کہ وضو میں ہر عضو کو ایک ایک دفعہ دھونا بھی ثابت ہے

١٥٧ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: تَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَّةً مَرَّةً. [ابوداود: ١٣٨؛ ترمذي: ٤٢؛ نسائي: ٨٠؛ ابن ماجه: ٤١١]

(۱۵۷) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، ان سے سفیان نے زید بن اسلم کے واسطے سے بیان کیا، وہ عطاء بن یسار سے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو میں ہر عضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ اگر ایک ایک بار اعضا کو دھولیا جائے تو وضو ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ ثواب نہیں ملتا جو تین تین دفعہ دھونے سے ملتا ہے۔

بَابُ الْوُضُوْءِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ

باب: اس بارے میں کہ وضو میں ہر عضو کو دو دو بار دھونا بھی ثابت ہے

١٥٨ـ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِيْسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي

(۱۵۸) ہم سے حسین بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یونس بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے فلیح بن سلیمان نے عبیداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کے واسطے سے بیان کیا، وہ عباد بن تمیم سے نقل

بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ.

کرتے ہیں، وہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے وضو میں اعضا کو دو دو بار دھویا۔

تشریح: دو دو بار دھونے سے بھی وضو ہو جاتا ہے۔ یہ بھی سنت ہے مگر تین تین بار دھونا زیادہ افضل ہے۔

بَابُ الْوُضُوْءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا

باب: اس بارے میں کہ وضو میں ہر عضو کو تین تین بار دھونا (سنت ہے)

١٥٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ الْأُوَيْسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَزِيْدَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، رَأَى عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ دَعَا بِإِنَاءٍ، فَأَفْرَغَ عَلَى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِيْنَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَضْمَضَ، وَاسْتَنْشَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مِرَارٍ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِي هَذَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهُ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)).

[أطرافه في: ١٦٠، ١٦٤، ١٩٣٤، ٦٤٣٣]

[مسلم: ٥٣٨، ٥٣٩؛ ابوداود: ١٠٦؛ نسائي: ٨٤، ٨٥]

(۱۵۹) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ الاویسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، وہ ابن شہاب سے نقل کرتے ہیں، انہیں عطاء بن یزید نے خبر دی، انہیں حمران حضرت عثمان کے مولیٰ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے (حمران سے) پانی کا برتن مانگا۔ (اور لے کر پہلے) اپنی ہتھیلیوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا پھر انہیں دھویا۔ اس کے بعد اپنا داہنا ہاتھ برتن میں ڈالا۔ اور (پانی لے کر) کلی کی اور ناک صاف کی، پھر تین بار اپنا چہرہ دھویا اور کہنیوں تک تین بار دونوں ہاتھ دھوئے۔ پھر اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر (پانی لے کر) ٹخنوں تک تین مرتبہ اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جو شخص میری طرح ایسا وضو کرے، پھر دو رکعت پڑھے، جس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کرے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔''

١٦٠۔ وَعَنْ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَلَكِنْ عُرْوَةُ يُحَدِّثُ عَنْ حُمْرَانَ: فَلَمَّا تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ: لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا لَوْلَا آيَةٌ مَا حَدَّثْتُكُمُوْهُ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ فَيُحْسِنُ

(۱۶۰) اور روایت کی عبدالعزیز نے ابراہیم سے، انہوں نے صالح بن کیسان سے، انہوں نے ابن شہاب سے، لیکن عروہ حمران سے روایت کرتے ہیں کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا تو فرمایا: میں تم کو ایک حدیث سناتا ہوں، اگر قرآن پاک کی ایک آیت (نازل) نہ ہوتی تو میں یہ حدیث تم کو نہ سناتا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ

وُضُوْءَهُ، وَيُصَلِّي الصَّلَاةَ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ حَتَّى يُصَلِّيَهَا)). قَالَ عُرْوَةُ: الآيَةُ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ﴾. [البقرة:١٥٩] [راجع:١٥٩]

[مسلم: ٥٤٠، ٥٤١، ٥٤٢؛ نسائي: ١٤٦]

جب بھی کوئی شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے اور (خلوص کے ساتھ) نماز پڑھتا ہے تو اس کے ایک نماز سے دوسری نماز پڑھنے تک کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ عروہ کہتے ہیں وہ آیت یہ ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) ''جو لوگ اللہ کی اس نازل کی ہوئی ہدایت کو چھپاتے ہیں جو اس نے لوگوں کے لیے اپنی کتاب میں بیان کی ہے۔ ان پر اللہ کی لعنت ہے اور (دوسرے) لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔''

تشریح: اعضائے وضو کا تین تین بار دھونا سنت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہی معمول تھا۔ مگر کبھی کبھی آپ ایک ایک بار اور دو دو بار بھی دھولیا کرتے تھے۔ تاکہ امت کے لیے آسانی ہو۔

بَابُ الْإِسْتِنْثَارِ فِي الْوُضُوْءِ

باب: وضو میں ناک صاف کرنا ضروری ہے

ذَكَرَهُ عُثْمَانُ وَعَبْدُاللَّهِ بْنُ زَيْدٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس مسئلہ کو عثمان اور عبداللہ بن زید اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے۔

١٦١۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ، وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ)). [طرفه في: ١٦٢]

[مسلم: ٥٦٢، ٥٦٣؛ نسائي: ٨٨؛ ابن ماجه: ٤٠٩]

(١٦١) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا انہیں یونس نے زہری کے واسطے سے خبر دی، کہا انہیں ابو ادریس نے بتایا، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص وضو کرے اسے چاہیے کہ ناک صاف کرے اور جو پتھر سے استنجا کرے اسے چاہیے کہ طاق عدد (یعنی ایک تین یا پانچ ہی) سے کرے۔''

تشریح: مٹی کے ڈھیلے بھی پتھر ہی میں شمار ہیں بلکہ ان سے صفائی زیادہ ہوتی ہے۔

بَابُ الْإِسْتِجْمَارِ وِتْرًا

باب: طاق عدد (ڈھیلوں) سے استنجا کرنا چاہیے!

١٦٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ مَاءً ثُمَّ لِيَنْتَثِرْ، وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ، وَإِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلْيَغْسِلْ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهَا فِي وَضُوْئِهِ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ)). [راجع:١٦١] [مسلم: ٥٦٠؛

(١٦٢) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو مالک نے ابوالزناد کے واسطے سے خبر دی، وہ اعرج سے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اسے چاہیے کہ اپنی ناک میں پانی دے پھر (اسے) صاف کرے، اور جو شخص پتھروں سے استنجا کرے اسے چاہیے کہ بے جوڑ عدد (یعنی ایک یا تین) سے استنجا کرے۔ اور جب تم میں سے کوئی سو کر اٹھے، تو وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اسے دھولے کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں رہا ہے۔''

[ابوداود: ١٤٠؛ نسائي: ٨٦]

بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ [وَلَا يَمْسَحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ]

١٦٣ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: تَخَلَّفَ النَّبِيُّ ﷺ عَنَّا فِيْ سَفْرَةٍ، فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقْنَا الْعَصْرَ، فَجَعَلْنَا نَتَوَضَّأُ وَنَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا، فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ: ((وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ)). مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا. [راجع: ٦٠]

باب: دونوں پاؤں دھونا چاہیے اور قدموں پر مسح نہ کرنا چاہیے

(۱۶۳) ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، ان سے ابوعوانہ نے، وہ ابوبشر سے، وہ یوسف بن ماہک سے، وہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر (تھوڑی دیر بعد) آپ ﷺ نے ہم کو پالیا اور عصر کا وقت آ پہنچا تھا۔ ہم وضو کرنے لگے اور (اچھی طرح پاؤں دھونے کی بجائے جلدی میں) ہم پاؤں پر مسح کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔'' دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا۔

تشریح: اس میں روافض کا رد ہے جو قدموں پر بلا موزوں کے مسح کے قائل ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث باب سے ثابت کیا کہ جب موزے پہنے ہوئے نہ ہو تو قدموں کا دھونا فرض ہے جیسا کہ آیت وضو میں ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پاؤں کو بھی دوسرے اعضا کی طرح دھونا چاہیے اور اس طرح پر کہ کہیں سے کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے۔

بَابُ الْمَضْمَضَةِ فِي الْوُضُوْءِ

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

١٦٤ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَطَاءُ ابْنُ يَزِيْدَ، عَنْ حُمْرَانَ، مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ دَعَا بِوَضُوْءٍ، فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ مِنْ إِنَائِهِ، فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِيْنَهُ فِي الْوَضُوْءِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ، وَاسْتَنْشَقَ، وَاسْتَنْثَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ كُلَّ رِجْلٍ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَوَضَّأُ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا وَقَالَ: ((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ صَلَّى

باب: وضو میں کلی کرنا

اس مسئلہ کو ابن عباس اور عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے۔

(۱۶۴) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے زہری کے واسطے سے خبر دی، کہا ہم کو عطاء بن یزید نے حمران مولیٰ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کا پانی منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر برتن سے پانی (لے کر) ڈالا۔ پھر دونوں ہاتھوں کو تین دفعہ دھویا۔ پھر اپنا داہنا ہاتھ وضو کے پانی میں ڈالا۔ پھر کلی کی، پھر ناک میں پانی دیا، پھر ناک صاف کی، پھر تین دفعہ اپنا منہ دھویا۔ اور کہنیوں تک تین تین دفعہ ہاتھ دھوئے، پھر اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر ہر ایک پاؤں تین دفعہ دھویا۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ میرے اس وضو جیسا وضو فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جو شخص میرے اس وضو جیسا وضو کرے اور پھر (حضور قلب سے) دو رکعت پڑھے جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے۔

رَكْعَتَيْنِ، لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ، غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). [راجع:١٥٩]

تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے۔"

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو میں کلی کرنا بھی ضروریات سے ہے۔

بَابُ غَسْلِ الْأَعْقَابِ

باب: ایڑیوں کے دھونے کے بیان میں

وَكَانَ ابْنُ سِيرِيْنَ يَغْسِلُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ إِذَا تَوَضَّأَ.

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ وضو کرتے وقت انگوٹھی کے نیچے کی جگہ (بھی) دھویا کرتے تھے۔

١٦٥- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ- وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا وَالنَّاسُ يَتَوَضَّؤُوْنَ مِنَ الْمِطْهَرَةِ- فَقَالَ: أَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ فَإِنَّ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ قَالَ: ((وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ)). [مسلم:٥٧٤؛ نسائي:١١٠]

(١٦٥) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن زیاد نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ ہمارے پاس سے گزرے اور لوگ لوٹے سے وضو کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے کہا اچھی طرح وضو کرو کیونکہ ابو القاسم ﷺ نے فرمایا: "(خشک) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔"

تشریح: منشا یہ ہے کہ وضو کا کوئی عضو خشک نہ رہ جائے ورنہ وہی عضو قیامت کے دن عذاب الٰہی میں مبتلا کیا جائے گا۔

بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ فِي النَّعْلَيْنِ وَلَا يَمْسَحُ عَلَى النَّعْلَيْنِ

باب: اس بارے میں کہ جوتوں کے اندر پاؤں دھونا چاہیے اور جوتوں پر مسح نہ کرنا چاہیے

١٦٦- حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ، أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ: يَا أَبَا عَبْدِالرَّحْمَنِ! رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ أَرْبَعًا لَمْ أَرَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا. قَالَ: وَمَا هِيَ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ قَالَ: رَأَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْأَرْكَانِ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ، وَرَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ، وَرَأَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ، وَرَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتَّى

(١٦٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو مالک نے سعید المقبری کے واسطے سے خبر دی، وہ عبید اللہ بن جریج سے نقل کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! میں نے تمہیں چار ایسے کام کرتے ہوئے دیکھا ہے جنہیں تمہارے ساتھیوں کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ کہنے لگے، اے ابن جریج! وہ کیا ہیں؟ ابن جریج نے کہا کہ میں نے طواف کے وقت آپ کو دیکھا کہ دو یمانی رکنوں کے سوا کسی اور رکن کو آپ نہیں چھوتے ہو۔ (دوسرے) میں نے آپ کو سبتی جوتے پہنے ہوئے دیکھا اور (تیسرے) میں نے دیکھا کہ آپ زرد رنگ استعمال کرتے ہو اور (چوتھی بات) میں نے یہ دیکھی کہ جب آپ مکہ میں تھے، لوگ (ذی الحجہ کا) چاند دیکھ کر لبیک پکارنے لگتے ہیں۔ اور (حج) کا احرام

كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ. قَالَ عَبْدُاللَّهِ: أَمَّا الْأَرْكَانُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَمَسُّ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ، وَأَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِيْ لَيْسَ فِيهَا شَعَرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا، وَأَمَّا الصُّفْرَةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَصْبُغُ بِهَا، فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَصْبُغَ بِهَا، وَأَمَّا الْإِهْلَالُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يُهِلُّ حَتَّى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ. [أطرافه في: ١٥١٤، ١٥٥٢، ١٦٠٩، ٢٨٦٥، ٥٨٥١] [مسلم: ٢٨١٨، ٢٨١٩؛ ابوداود: ١٧٧٢؛ نسائي: ١١٧، ٢٧٥٩، ٢٩٥٠، ٥٢٥٨؛ ابن ماجه: ٣٦٢٦]

باندھ لیتے ہیں اور آپ آٹھویں تاریخ تک احرام نہیں باندھتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ (دوسرے) ارکان کو تو یوں نہیں چھوتا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یمانی رکنوں کے علاوہ کسی اور رکن کو چھوتے ہوئے نہیں دیکھا اور رہے سبتی جوتے، تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے جوتے پہنے ہوئے دیکھا کہ جن کے چمڑے پر بال نہیں تھے اور آپ انہیں کو پہنے پہنے وضو فرمایا کرتے تھے، تو میں بھی انہی کو پہننا پسند کرتا ہوں اور زرد رنگ کی یہ بات ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو زرد رنگ رنگتے ہوئے دیکھا ہے۔ تو میں بھی اسی رنگ سے رنگنا پسند کرتا ہوں اور احرام باندھنے کا معاملہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس وقت تک احرام باندھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جب تک آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر نہ چل پڑتی۔

بَابُ التَّيَمُّنِ فِي الْوُضُوْءِ وَالْغُسْلِ

باب: وضو اور غسل میں داہنی جانب سے ابتدا کرنا ضروری ہے

١٦٧ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ لَهُنَّ فِي غُسْلِ ابْنَتِهِ: ((ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا)). [أطرافه في: ١٢٥٣، ١٢٥٤، ١٢٥٥، ١٢٥٦، ١٢٥٧، ١٢٥٨، ١٢٥٩، ١٢٦٠، ١٢٦١، ١٢٦٢، ١٢٦٣] [مسلم: ٢١٧٤، ٢١٧٥؛ ابوداود: ٣١٤٥؛ ترمذي: ٩٩٠؛ نسائي: ١٨٨٣، ١٨٨٤]

(۱۶۷) ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے اسماعیل نے، ان سے خالد نے حفصہ بنت سیرین کے واسطے سے نقل کیا، وہ ام عطیہ سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی (مرحومہ) صاحبزادی (حضرت زینب) کو غسل دینے کے وقت فرمایا تھا کہ "غسل داہنی طرف سے دو اور اعضائے وضو سے غسل کی ابتدا کرو۔"

تشریح: وضو اور غسل میں داہنی طرف سے کام شروع کرنا مسنون ہے، اس کے علاوہ دوسرے کاموں میں بھی یہ طریقہ مسنون ہے۔

١٦٨ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ،

(۱۶۸) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، انہیں اشعث بن سلیم نے خبر دی، ان کے باپ نے مسروق سے سنا، وہ ام المومنین

قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِي تَنَعُّلِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَطُهُوْرِهِ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ.

[أطرافه في: ٤٢٦، ٥٣٨٠، ٥٨٥٤، ٥٩٢٦]

[مسلم: ٦١٦، ٦١٧؛ ابوداود: ٤١٤٠؛ ترمذي: ٦٠٨؛ نسائي: ١١٢، ٤١٩؛ ابن ماجه: ٤٠١]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ جوتا پہننے، کنگھی کرنے، وضو کرنے اور اپنے ہر کام میں داہنی طرف سے کام کی ابتدا کرنے کو پسند فرمایا کرتے تھے۔

بَابُ الْتِمَاسِ الْوَضُوْءِ إِذَا حَانَتِ الصَّلَاةُ

باب: اس بارے میں کہ نماز کا وقت ہوجانے پر پانی کی تلاش ضروری ہے

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: حَضَرَتِ الصُّبْحُ فَالْتُمِسَ الْمَاءُ، فَلَمْ يُوجَدْ فَنَزَلَ التَّيَمُّمُ.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (ایک سفر میں) صبح ہوگئی۔ پانی تلاش کیا گیا، مگر نہیں ملا، تو آیت تیمم نازل ہوئی۔

١٦٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ وَحَانَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ، فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوْءَ فَلَمْ يَجِدُوْا، فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ بِوَضُوْءٍ، فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فِي ذَلِكَ الْإِنَاءِ يَدَهُ، وَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَتَوَضَّؤُوْا مِنْهُ قَالَ: فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ أَصَابِعِهِ حَتَّى تَوَضَّؤُوْا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ.

[أطرافه في: ١٩٥، ٢٠٠، ٣٥٧٢، ٣٥٧٣، ٣٥٧٤، ٣٥٧٥] [مسلم: ٥٩٤٢؛ ترمذي: ٣٦٣١؛ نسائي: ٧٦]

(١٦٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو مالک نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے خبر دی، وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ نماز عصر کا وقت آ گیا، لوگوں نے پانی تلاش کیا، جب انہیں پانی نہ ملا، تو رسول اللہ ﷺ کے پاس (ایک برتن میں) وضو کے لیے پانی لایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈال دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اسی (برتن) سے وضو کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے دیکھا آپ کی انگلیوں کے نیچے سے پانی (چشمے کی طرح) ابل رہا تھا۔ یہاں تک کہ (قافلے کے) آخری آدمی نے بھی وضو کرلیا۔

تشریح: یہ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ تھا کہ ایک پیالہ پانی سے سب لوگوں نے وضو کرلیا۔ وضو کے لیے پانی تلاش کرنا اس سے ثابت ہوا، نہ ملے تو پھر تیمم کر لینا چاہیے۔

بَابُ الْمَاءِ الَّذِي يُغْسَلُ بِهِ شَعَرُ الْإِنْسَانِ

باب: جس پانی سے آدمی کے بال دھوئے جائیں اس پانی کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

وَكَانَ عَطَاءٌ لَا يَرَى بِهِ بَأْسًا أَنْ يُتَّخَذَ مِنْهَا الْخُيُوطُ وَالْحِبَالُ، وَسُؤْرِ الْكِلَابِ وَمَمَرِّهَا فِي الْمَسْجِدِ. وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: إِذَا وَلَغَ [الْكَلْبُ] فِي إِنَاءٍ لَيْسَ لَهُ وَضُوْءٌ غَيْرُهُ يَتَوَضَّأُ بِهِ. وَقَالَ سُفْيَانُ: هَذَا الْفِقْهُ بِعَيْنِهِ، لِقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا﴾ [المآئدہ: ٦] وَهَذَا مَاءٌ، وَفِي النَّفْسِ مِنْهُ شَيْءٌ، يَتَوَضَّأُ بِهِ وَيَتَيَمَّمُ.

عطاء بن ابی رباح آدمیوں کے بالوں سے رسیاں اور ڈوریاں بنانے میں کچھ حرج نہیں دیکھتے تھے اور کتوں کے جھوٹے اور ان کے مسجد سے گزرنے کا بیان۔ زہری کہتے ہیں کہ جب کتا (کسی بھرے) برتن میں منہ ڈال دے اور اس کے علاوہ وضو کے لیے اور پانی موجود نہ ہو اس سے وضو کیا جاسکتا ہے۔ سفیان کہتے کہ یہ مسئلہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے سمجھ میں آتا ہے: ''جب پانی نہ پاؤ تو تیمّم کرلو۔'' اور کتے کا جھوٹا پانی (تو) ہے۔ (مگر) طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے۔ (بہرحال) اس سے وضو کرلے اور (احتیاطاً) تیمّم بھی کرلے۔

١٧٠۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ، قَالَ: قُلْتُ لِعَبِيْدَةَ: عِنْدَنَا مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ ﷺ أَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ أَنَسٍ، أَوْ مِنْ قِبَلِ أَهْلِ أَنَسٍ فَقَالَ: لَأَنْ تَكُوْنَ عِنْدِيْ شَعَرَةٌ مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.

[طرفه في: ١٧١]

(١٧٠) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے اسرائیل نے عاصم کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابن سیرین سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال (مبارک) ہیں، جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یا انس رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کی طرف سے ملے ہیں۔ (یہ سن کر) عبیدہ نے کہا کہ اگر میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بھی ہو تو وہ میرے لیے ساری دنیا اور اس کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے۔

١٧١۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحِيْمِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّادٌ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا حَلَقَ رَأْسَهُ كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَوَّلَ مَنْ أَخَذَ مِنْ شَعَرِهِ.

[راجع: ١٧٠]

(١٧١) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو سعید بن سلیمان نے خبر دی انہوں نے کہا، ہم سے عباد نے ابن عون کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابن سیرین سے، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے (حجۃ الوداع میں) جب سر کے بال منڈوائے تو سب سے پہلے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے بال لیے تھے۔

تشریح: سید المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض اس حدیث سے انسان کے بالوں کی پاکی وطہارت بیان کرنا مقصود ہے۔ پھر ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے بالوں کو تبرک کے لیے لوگوں میں تقسیم فرمایا۔

بَابٌ: إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ

باب: جب کتا برتن میں پی لے (تو کیا کرنا چاہیے)

١٧٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا

(١٧٢) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہیں امام مالک نے ابوالزناد سے خبر دی، وہ اعرج سے، وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں

شَرِبَ الْكَلْبُ فِيْ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا)) [مسلم: ٦٥٠؛ نسائي: ٦٣؛ ابن ماجة: ٣٦٤]

سے (کچھ) پی لے تو اس کو سات مرتبہ دھولو (تو پاک ہو جائے گا)۔"

١٧٣ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُالصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِيْ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَّ رَجُلًا رَأَى كَلْبًا يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ، فَأَخَذَ الرَّجُلُ خُفَّهُ فَجَعَلَ يَغْرِفُ لَهُ بِهِ حَتَّى أَرْوَاهُ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ)). [أطرافه في: ٢٣٦٣، ٢٤٦٦، ٦٠٠٩]

(۱۷۳) ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدالصمد نے خبر دی، کہا ہم کو عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ سے سنا، وہ ابوصالح سے، وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، وہ رسول کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "ایک شخص نے ایک کتے کو دیکھا، جو پیاس کی وجہ سے گیلی مٹی کھا رہا تھا۔ تو اس شخص نے اپنا موزہ لیا اور اس سے پانی بھر کر پلانے لگا، حتیٰ کہ اس کو خوب سیراب کر دیا۔ اللہ نے اس شخص کے اس کام کی قدر کی اور اسے جنت میں داخل کر دیا۔"

١٧٤ـ وَقَالَ: أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: كَانَتِ الْكِلَابُ تُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرُشُّوْنَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ. [ابو داود: ٣٨٢]

(۱۷۴) احمد بن شبیب نے کہا کہ ہم سے میرے والد نے یونس کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابن شہاب سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے کہا مجھ سے حمزہ بن عبداللہ نے اپنے باپ (یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے واسطے سے بیان کیا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے لیکن لوگ ان جگہوں پر پانی نہیں چھڑکتے تھے۔

تشریح: علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ اسلام کے ابتدائی دور میں تھا جب کہ مسجد کے کواڑ وغیرہ بھی نہ تھے۔ اس کے بعد جب مساجد کے بارے میں احترام و اہتمام کا حکم نازل ہوا تو اس طرح کی سب باتوں سے منع کر دیا گیا، جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا کہ لوگو! مسجد میں بے ہودہ بات کرنے سے پرہیز کیا کرو، تو جب لغو باتوں سے روک دیا گیا، تو دوسرے امور کا حال بھی بدرجہ اولیٰ معلوم ہوگیا۔ اس لئے اس سے پہلے حدیث میں کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم آیا۔ اب وہی حکم باقی ہے۔ جس کی تائید اور بہت سی احادیث سے ہوتی ہے۔ بلکہ بعض روایات میں کتے کے جھوٹے برتن کے بارے میں اتنی تاکید آئی ہے کہ اسے پانی کے علاوہ آٹھویں بار مٹی سے صاف کرنے کا بھی حکم ہے۔ مٹی سے اول مرتبہ دھونا چاہیے پھر سات دفعہ پانی سے دھونا چاہیے۔

اس مسئلہ میں احناف اور اہلحدیث کا اختلاف: کتے کے جھوٹے برتن کو سات بار پانی سے دھونا اور ایک بار صرف مٹی سے مانجھنا واجب ہے۔ یہ اہلحدیث کا مذہب ہے اور صرف تین بار پانی سے دھونا یہ حنفیہ کا مذہب ہے۔ سرتاج علمائے اہلحدیث حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قال الشوكانى فى النيل: والحديث يدل على وجوب الغسلات السبع من ولوغ الكلب واليه ذهب ابن عباس وعروة بن الزبير ومحمد بن سيرين وطاوس وعمرو بن دينار والاوزاعى ومالك والشافعى واحمد بن حنبل واسحاق وابوثور وابوعبيدة وداود انتهى - وقال النووى: وجوب غسل نجاسة ولوغ الكلب سبع مرات وهذا مذهبنا ومذهب

مالك والجماهير ۔ وقال ابو حنيفة: يكفي غسله ثلاث مرات انتهى ۔ وقال الحافظ في الفتح وامام الحنفية فلم يقولوا بوجوب السبع ولاالتتريب۔" (تحفة الاحوذي ، ج:۱/ ص:۹۳)

خلاصہ اس عبارت کا یہی ہے کہ ان احادیث کی بناپر جمہور علمائے اسلام، صحابہ کرام وتابعین وائمہ ثلاثہ ودیگر محدثین کا مذہب یہی ہے کہ سات مرتبہ دھویا جائے۔ برخلاف اس کے کہ حنفیہ صرف تین ہی دفعہ دھونے کے قائل ہیں۔ اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے جسے طبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب تمہارے کسی برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اسے تین بار یا پانچ بار یا سات بار دھو ڈالو۔" جواب اس کا یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اس لئے کہ شیخ ابن ہمام حنفی نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ حسب وضاحت امام دارقطنی اس کی سند میں ایک راوی عبدالوہاب نامی متروک ہے، جس نے اسماعیل نامی اپنے استاد سے اس حدیث کو اس طرح بیان کیا۔ حالانکہ ان ہی اسماعیل سے دوسرے راوی اسی حدیث کو روایت کرتے ہیں۔ جنہوں نے سات بار دھونا نقل کیا ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ یہ حدیث دارقطنی میں ہے جو طبقہ ثالثہ کی کتاب ہے اور سنن ابن ماجہ میں یہ روایت ہے:

"اخرج ابن ماجة عن ابى رزين قال: رايت اباهريرة: يضرب جبهته بيده ويقول يا اهل العراق انتم تزعمون انى اكذب على رسول الله ﷺ ليكون لكم الهنأ وعلى الاثم اشهد سمعت رسول الله ﷺ يقول: اذا ولغ الكلب فى اناء احدكم فليغسله سبع مرات۔" (تحفه الاحوذى ، ج: ۱/ ص۹٤)

یعنی ابورزین کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ اظہار افسوس کرتے ہوئے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اے عراقیو! تم ایسا خیال رکھتے ہو کہ میں تمہاری آسانی کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھوں اور گناہگار بنوں۔ یاد رکھو میں گواہی دیتا ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ "جب کتا تمہارے برتن میں منہ ڈالے تو اسے سات مرتبہ دھوڈالو۔" معلوم ہوا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے تین بار دھونے کی روایت ناقابل اعتبار ہے۔ علامہ عبدالحی لکھنوی نے بڑی تفصیل سے دلائل خلافیہ پر منصفانہ روشنی ڈالی ہے۔ (دیکھو سعایہ، ص:۴۵۱)

بعض لوگوں کو وہم ہوا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک کتا اور کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ بعض علمائے مالکیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ ان احادیث سے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض کتے کی اور اس کے جھوٹے کی پاکی ثابت کرنا ہے اور بعض علما کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ نہیں ہے بلکہ آپ نے صرف لوگوں کے مذہب بیان کیے ہیں وہ خود اس کے قائل نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ترجمہ میں آپ نے صرف کتے کے جھوٹے کا نام لیا۔ یوں نہیں کہا کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ حدیث بخاری کے ذیل میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ مبارکپوری فرماتے ہیں:

"وفى الحديث دليل على نجاسة فم الكلب من حيث الامر بالغسل لما ولغ فيه والاراقة للماء۔" (مرعاة ، ج:۱ / ص:۳۲٤)

یعنی اس حدیث مذکور بخاری میں دلیل ہے کہ کتے کا منہ ناپاک ہے اسی لئے جس برتن میں وہ منہ ڈال دے اسے دھونے اور اس پانی کے بہادینے کا حکم ہوا۔ اگر اس کا منہ پاک ہوتا تو پانی کو اس طور پر ضائع کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ منہ کے ناپاک ہونے کا مطلب اس کے تمام جسم کا ناپاک ہونا ہے۔

عبداللہ بن مغفل کی حدیث جسے مسلم ودیگر محدثین نے نقل کیا ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ سات بار پانی سے دھونا چاہیے اور آٹھویں بار مٹی سے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ الحدیث مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وظاهره يدل على ايجاب ثمان غسلات وان غسله التتريب غير الغسلات السبع وان التتريب خارج عنها والحديث قد اجمعوا على صحة اسناده وهى زيادة ثقة فتعين المصير اليها۔" (مرعاة ، ج:۱ / ص:۳۲٤)

یعنی اس سے آٹھ دفعہ دھونے کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور یہ کہ مٹی سے دھونے کا معاملہ سات دفعہ پانی سے دھونے کے علاوہ ہے۔ یہ حدیث بالاتفاق صحیح ہے اور پہلی مرتبہ مٹی سے دھونا بھی صحیح ہے۔ جو پہلے ہی ہونا چاہیے بعد میں سات دفعہ پانی سے دھویا جائے۔

باقی احناف کے دیگر دلائل کے مفصل جوابات شیخ العلام حضرت مولانا عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز کتاب ابکار المنن (ص:۲۹،۳۲)

میں مفصل ذکر فرمائے ہیں۔ ان کا یہاں بیان کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔

مناسب ہوگا کہ کتے کے لعاب کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ کے مسلک سے متعلق حضرت العلام مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی رحمہ اللہ کا قول بھی نقل کر دیا جائے جو صاحب انوار الباری کی روایت سے یہ ہے۔

''امام بخاری رحمہ اللہ سے یہ بات مستبعد ہے کہ وہ لعاب کلب کی طہارت کے قائل ہوں۔ جب کہ اس باب میں قطعیات سے نجاست کا ثبوت ہو چکا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے دونوں طرف کی احادیث ذکر کر دی ہیں۔ ناظرین! خود یہ فیصلہ کرلیں۔ کیونکہ یہ بھی ان کی ایک عادت ہے۔ جب وہ کسی باب میں دونوں جانب قوت دیکھتے ہیں تو دونوں طرف کی احادیث ذکر کر دیا کرتے ہیں۔ جس سے یہ اشارہ ہوتا ہے کہ وہ خود بھی کسی ایک جانب کا یقین نہیں فرماتے واللہ اعلم۔'' (انوار الباری، جلد: ۵/ص: ۱۰۷) کلب معلم کی حدیث ذیل لانے سے بھی ظاہر ہے کہ امام موصوف عموی طور پر لعاب کلب کی طہارت کے قائل نہیں ہیں۔

کلب معلم وہ کتا جس میں اطاعت شعاری کا مادہ بدرجہ اتم ہو اور جب بھی وہ شکار کرے کبھی اس میں سے خود کچھ نہ کھائے۔ (کرمانی)

١٧٥۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ ابْنِ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُعَلَّمَ فَقَتَلَ فَكُلْ، وَإِذَا أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ)). قُلْتُ: أُرْسِلُ كَلْبِي فَأَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا آخَرَ؟ قَالَ: ((فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ، وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى كَلْبٍ آخَرَ)). [أطرافه في: ٢٠٥٤، ٥٤٧٥، ٥٤٧٦، ٥٤٧٧، ٥٤٨٣، ٥٤٨٤، ٥٤٨٥، ٥٤٨٦، ٥٤٨٧، ٧٣٩٧] [مسلم: ٤٩٧٤؛ ابوداود: ٢٨٥٤؛ نسائي: ٤٢٨٣، ٤٢٨٤، ٤٣١٧]

(۱۷۵) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے ابن ابی السفر کے واسطے سے بیان کیا، وہ شعبی سے نقل فرماتے ہیں، وہ عدی بن حاتم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (کتے کے شکار کے متعلق) دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا کہ ''جب تو اپنے سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑے اور وہ شکار کر لے تو تُو اس (شکار) کو کھا اور اگر وہ کتا اس شکار میں سے خود (کچھ) کھا لے تو تو (اس کو) نہ کھائیو۔ کیونکہ اب اس نے شکار اپنے لیے پکڑا ہے۔'' میں نے کہا کہ بعض دفعہ میں (شکار کے لیے) اپنے کتے چھوڑتا ہوں، پھر اس کے ساتھ دوسرے کتے کو بھی پاتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر مت کھا۔ کیونکہ تم نے بسم اللہ اپنے کتے پر پڑھی تھی۔ دوسرے کتے پر نہیں پڑھی۔''

تشریح: اس حدیث کی اصل بحث کتاب الصید میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ معلوم ہوا کہ عام کتوں کی نجاست کے حکم سے سدھائے ہوئے کتوں کے شکار کا استثنا ہے بشرائط معلومہ مذکورہ۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوُضُوْءَ إِلَّا مِنَ الْمَخْرَجَيْنِ الْقُبُلِ وَالدُّبُرِ

باب: اس بارے میں کہ بعض لوگوں کے نزدیک صرف پیشاب اور پاخانے کی راہ سے کچھ نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَآئِطِ﴾ [المائدة: ٦] وَقَالَ عَطَاءٌ: فِيْمَنْ

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آئے تو تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کر لو۔'' عطاء کہتے ہیں کہ جس شخص

يَخْرُجُ مِنْ دُبُرِهِ الدُّوْدُ أَوْ مِنْ ذَكَرِهِ نَحْوَ الْقَمْلَةِ يُعِيْدُ الْوُضُوْءَ وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ: إِذَا ضَحِكَ فِي الصَّلَاةِ أَعَادَ الصَّلَاةَ، وَلَمْ يُعِدِ الْوُضُوْءَ. وَقَالَ الْحَسَنُ: إِنْ أَخَذَ مِنْ شَعَرِهِ أَوْأَظْفَارِهِ أَوْ خَلَعَ خُفَّيْهِ فَلَا وُضُوْءَ عَلَيْهِ. وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: لَا وُضُوْءَ إِلَّا مِنْ حَدَثٍ. وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِيْ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ فَرُمِيَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ، فَنَزَفَهُ الدَّمُ فَرَكَعَ وَسَجَدَ، وَمَضَى فِيْ صَلَاتِهِ. وَقَالَ الْحَسَنُ: مَا زَالَ الْمُسْلِمُوْنَ يُصَلُّوْنَ فِيْ جِرَاحَاتِهِمْ. وَقَالَ طَاوُسٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ وَعَطَاءٌ وَأَهْلُ الْحِجَازِ: لَيْسَ فِي الدَّمِ وُضُوْءٌ، وَعَصَرَ ابْنُ عُمَرَ بَثْرَةً فَخَرَجَ مِنْهَا دَمٌ، فَلَمْ يَتَوَضَّأْ. وَبَزَقَ ابْنُ أَبِيْ أَوْفَى دَمًا فَمَضَى فِيْ صَلَاتِهِ. وَقَالَ: ابْنُ عُمَرَ وَالْحَسَنُ فِيْ مَنْ احْتَجَمَ لَيْسَ عَلَيْهِ إِلَّا غَسْلُ مَحَاجِمِهِ.

کے پچھلے حصہ سے (یعنی دبر سے) یا اگلے حصہ سے (یعنی ذکر یا فرج سے) کوئی کیڑا یا جوں کی قسم کا کوئی جانور نکلے اسے چاہیے کہ وضو لوٹائے اور جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جب (آدمی) نماز میں ہنس پڑے تو نماز لوٹائے اور وضو نہ لوٹائے اور حسن (بصری) نے کہا کہ جس شخص نے (وضو کے بعد) اپنے بال اتروائے یا ناخن کٹوائے یا موزے اتار ڈالے اس پر وضو نہیں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وضو حدث کے سوا کسی اور چیز سے فرض نہیں ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذات الرقاع کی لڑائی میں (تشریف فرما) تھے۔ ایک شخص کے تیر مارا گیا اور اس (کے جسم) سے بہت خون بہا مگر اس نے پھر بھی رکوع اور سجدہ کیا اور نماز پوری کر لی اور حسن بصری نے کہا کہ مسلمان ہمیشہ اپنے زخموں کے باوجود نماز پڑھا کرتے تھے اور طاؤس، محمد بن علی اور اہل حجاز کے نزدیک خون (نکلنے) سے وضو (واجب) نہیں ہوتا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (اپنی) ایک پھنسی کو دبایا تو اس سے خون نکلا۔ مگر آپ نے (دوبارہ) وضو نہیں کیا اور ابن ابی اوفی نے خون تھوکا۔ مگر وہ اپنی نماز پڑھتے رہے اور ابن عمر اور حسن رضی اللہ عنہم پچھنے لگوانے والے کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ جس جگہ پچھنے لگے ہوں اس کو دھو لے، دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔

١٧٦۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِيْ إِيَاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِيْ صَلَاةٍ مَا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ، مَا لَمْ يُحْدِثْ)) فَقَالَ: رَجُلٌ أَعْجَمِيٌّ مَا الْحَدَثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: الصَّوْتُ. يَعْنِي الضَّرْطَةَ [أطرافه في: ٤٤٥، ٤٧٧، ٦٤٧، ٦٤٨، ٦٥٩، ٢١١٩، ٣٢٢٩، ٤٧١٧]

(١٧٦) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سعید المقبری نے بیان کیا، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ "بندہ اس وقت تک نماز ہی میں رہتا ہے جب تک وہ مسجد میں نماز کا انتظار کرتا ہے تاوقتیکہ وہ حدث نہ کرے۔" ایک عجمی آدمی نے پوچھا کہ اے ابو ہریرہ! حدث کیا چیز ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہوا جو پیچھے سے خارج ہو۔ (جسے عرف عام میں گوز مارنا کہتے ہیں)

١٧٧۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ، عَنْ عَمِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:

(١٧٧) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن عیینہ نے، وہ زہری سے، وہ عباد بن تمیم سے، وہ اپنے چچا سے، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ "(نمازی نماز سے) اس وقت تک نہ

((لَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوتًا أَوْ يَجِدَ رِيْحًا)). [راجع: ١٣٧]

پھرے جب تک (ریح کی) آواز نہ سن لے یا اس کی بو نہ پا لے۔"

تشریح: خلاصہ حدیث یہ ہے کہ جب تک وضو ٹوٹنے کا یقین نہ ہو، اس وقت تک محض کسی شبہ کی بنا پر نماز نہ توڑے۔

١٧٨ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُنْذِرٍ أَبِي يَعْلَى الثَّوْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، قَالَ: قَالَ: عَلِيٌّ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً، فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسْأَلَ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: ((فِيْهِ الْوُضُوْءُ)). وَرَوَاهُ شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ [راجع :١٣٢]

(١٧٨) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے اعمش کے واسطے سے بیان کیا، وہ منذر سے، وہ ابویعلی ثوری سے، وہ محمد ابن الحنفیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایسا آدمی تھا جس کو سیلان مذی کی شکایت تھی، مگر رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرتے ہوئے مجھے شرم آئی۔ تو میں نے ابن الاسود کو حکم دیا، انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا آپ نے فرمایا "کہ اس میں وضو کرنا فرض ہے۔" اس روایت کو شعبہ نے بھی اعمش سے روایت کیا۔

١٧٩ـ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ:حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قُلْتُ: أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ وَلَمْ يُمْنِ؟ قَالَ عُثْمَانُ: يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ، وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ. قَالَ عُثْمَانُ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ عَلِيًّا، وَالزُّبَيْرَ، وَطَلْحَةَ، وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَأَمَرُوْهُ بِذَلِكَ. [طرفه في: ٢٩٢] [مسلم: ٧٨١]

(١٧٩) ہم سے سعد بن حفص نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شیبان نے یحییٰ کے واسطے سے نقل کیا، وہ عطاء بن یسار سے نقل کرتے ہیں، انہیں زید بن خالد نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص صحبت کرے اور منی نہ نکلے۔ فرمایا کہ وضو کرے جس طرح نماز کے لیے وضو کرتا ہے اور اپنے عضو کو دھو لے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (یہ) میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ (زید بن خالد کہتے ہیں کہ) پھر میں نے اس کے بارے میں حضرت علی، زبیر، طلحہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا۔ سب نے اس شخص کے بارے میں یہی حکم دیا۔

١٨٠ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا النَّضْرُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ ذَكْوَانَ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ أَرْسَلَ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَجَاءَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ، فَقَالَ: النَّبِيُّ ﷺ ((لَعَلَّنَا أَعْجَلْنَاكَ)) فَقَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أُعْجِلْتَ

(١٨٠) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہمیں نضر نے خبر دی، کہا ہم کو شعبہ نے حکم کے واسطے سے بتلایا، وہ ذکوان سے، وہ ابوصالح سے، وہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری کو بلایا۔ وہ آئے تو ان کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "شاید ہم نے تمہیں جلدی میں ڈال دیا۔" انہوں نے کہا، جی ہاں۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جب کوئی جلدی (کا کام) آ پڑے یا تمہیں انزال نہ ہو تو تم پر وضو ہے (غسل ضروری نہیں)۔"

أَوْ قُحِطْتَ، فَعَلَيْكَ الْوُضُوْءُ)). تَابَعَهُ وَهْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، وَلَمْ يَقُلْ غُنْدَرٌ وَيَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ: ((الْوُضُوْءُ)). [مسلم: ٧٧٨؛ ابن ماجه: ٦٠٦]

اس حدیث کو نضر کے ساتھ وہب نے بھی شعبہ سے روایت کیا ہے لیکن غندر اور یحییٰ نے اس میں شعبہ سے وضو کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح: یہ سب روایات ابتدائی عہد سے متعلق ہیں۔ اب صحبت کے بعد غسل فرض ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو:

"قال النووي: اعلم ان الامة مجتمعة الان على وجوب الغسل بالجماع ان لم يكن معه انزال وكانت جماعة من الصحابة على انه لا يجب الا بالانزال ثم رجع بعضهم وانعقد الاجماع بعد الاخرين انتهى۔ قلت: لا شك في ان مذهب الجمهور هو الحق والصواب"۔ (تحفة الاحوذي ، ج: ١/ ص: ١١٠-١١١)

یعنی اب امت کا اجماع ہے کہ جماع کرنے سے غسل واجب ہوتا ہے منی نکلے یا نہ نکلے۔ حضرت (مولانا وشیخنا علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) کہ میں کہتا ہوں یہی حق وصواب ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يُوَضِّيءُ صَاحِبَهُ

باب: اس شخص کے بارے میں جو اپنے ساتھی کو وضو کرائے

١٨١- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ مُوْسَى ابْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ عَدَلَ إِلَى الشِّعْبِ، فَقَضَى حَاجَتَهُ. قَالَ أُسَامَةُ: فَجَعَلْتُ أُصُبُّ عَلَيْهِ وَيَتَوَضَّأُ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَتُصَلِّيْ؟ قَالَ: ((الْمُصَلَّى أَمَامَكَ)) [طرفه في: ١٣٩]

(۱۸۱) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو یزید بن ہارون نے یحییٰ سے خبر دی، وہ موسیٰ بن عقبہ سے، وہ کریب ابن عباس کے آزاد کردہ غلام سے، وہ اسامہ بن زید سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب عرفہ سے لوٹے، تو (پہاڑ کی) گھاٹی کی جانب مڑ گئے، اور رفع حاجت کی۔ اسامہ کہتے ہیں کہ پھر (آپ ﷺ نے وضو کیا اور) میں آپ ﷺ کے (اعضاء) پر پانی ڈالنے لگا اور آپ ﷺ وضو فرماتے رہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ (اب) نماز پڑھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز کا مقام تمہارے سامنے (یعنی مزدلفہ میں) ہے وہاں نماز پڑھی جائے گی۔''

١٨٢- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ، يَقُوْلُ: أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، يُحَدِّثُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، وَأَنَّهُ ذَهَبَ لِحَاجَةٍ

(۱۸۲) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا، انہوں نے کہا مجھے سعد بن ابراہیم نے نافع بن جبیر بن مطعم سے بتلایا۔ انہوں نے عروہ بن مغیرہ بن شعبہ سے سنا، وہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ (وہاں) آپ رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے (جب آپ واپس آئے، آپ نے وضو شروع کیا) تو مغیرہ بن شعبہ آپ کے (اعضائے وضو) پر پانی ڈالنے لگے۔

لَهُ، وَأَنَّ الْمُغِيرَةَ جَعَلَ يَصُبُّ الْمَاءَ عَلَيْهِ، وَهُوَ يَتَوَضَّأُ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ. [أطرافه في: ٢٠٣، ٢٠٦، ٣٦٣، ٣٨٨، ٢٩١٨، ٤٤٢١، ٥٧٩٨، ٥٧٩٩] [مسلم: ٦٢٦، ٦٢٧، ٩٥٢؛ ابوداود: ١٤٩، ١٥١؛ نسائي: ٧٩، ٨٢، ١٢٤؛ ابن ماجه: ٥٤٥]

آپ ﷺ وضو کر رہے تھے آپ نے اپنے منہ اور ہاتھوں کو دھویا، سر کا مسح کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

بَابُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ بَعْدَ الْحَدَثِ وَغَيْرِهِ

باب: بے وضو ہونے کی حالت میں تلاوت قرآن اور دوسرے امور جو جائز ہیں ان کا بیان

وَقَالَ مَنْصُورٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: لَا بَأْسَ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْحَمَّامِ، وَبِكَتْبِ الرِّسَالَةِ عَلَى غَيْرِ وُضُوْءٍ. وَقَالَ: حَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: إِنْ كَانَ عَلَيْهِمْ إِزَارٌ فَسَلِّمْ، وَإِلَّا فَلَا تُسَلِّمْ.

منصور نے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ حمام (غسل خانہ) میں تلاوت قرآن میں کچھ حرج نہیں، اسی طرح بغیر وضو خط لکھنے میں (بھی) کچھ حرج نہیں اور حماد نے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ اگر اس (حمام والے آدمی کے بدن) پر تہبند ہو تو اس کو سلام کرو، اور اگر (تہبند) نہ ہو تو سلام مت کرو۔

١٨٣۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَهِيَ خَالَتُهُ فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ، وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا، فَنَامَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ، أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ، اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُوْرَةِ آلِ عِمْرَانَ، ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ، فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهُ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ، ثُمَّ ذَهَبْتُ،

(١٨٣) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا مجھ سے امام مالک نے مخرمہ بن سلیمان کے واسطے سے نقل کیا، وہ کریب، ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام، سے نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ انہوں نے ایک رات رسول کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ اور اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گزاری۔ (وہ فرماتے ہیں کہ) میں تکیہ کے عرض (یعنی گوشہ) کی طرف لیٹ گیا اور رسول کریم ﷺ اور آپ کی اہلیہ نے (معمول کے مطابق) تکیہ کی لمبائی پر (سر رکھ کر) آرام فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ سوتے رہے اور جب آدھی رات ہو گئی یا اس سے کچھ پہلے یا اس کے کچھ بعد آپ بیدار ہوئے اور اپنے ہاتھوں سے اپنی نیند کو دور کرنے کے لیے آنکھیں ملنے لگے۔ پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں، پھر ایک مشکیزہ کے پاس جو (چھت میں) لٹکا ہوا تھا آپ کھڑے ہو گئے اور اس سے وضو کیا، خوب اچھی طرح، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے بھی کھڑے ہو کر اسی طرح کیا، جس طرح آپ نے وضو کیا تھا۔ پھر جا کر میں بھی آپ کے پہلوئے مبارک میں کھڑا

فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ، فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي، وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنَى، يَفْتِلُهَا، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَوْتَرَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ، حَتَّى أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ . [راجع: ۱۱۷] [مسلم: ۱۷۸۵، ۱۷۹۰؛ ابوداود: ۱۳٦٤؛ نسائي: ۱٦۱۹؛ ابن ماجه: ۱۳٦۳]

ہو گیا۔ آپ نے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا دایاں کان پکڑ کر اسے مروڑنے لگے۔ پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ اس کے بعد پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں پھر دو رکعتیں پڑھ کر اس کے بعد آپ نے وتر پڑھا اور لیٹ گئے، پھر جب مؤذن آپ کے پاس آیا، تو آپ نے اٹھ کو دو رکعت معمولی (طور پر) پڑھیں۔ پھر باہر تشریف لا کر صبح کی نماز پڑھی۔

تشریح: نبی کریم ﷺ نے نیند سے اٹھنے کے بعد بغیر وضو آیات قرآنی پڑھیں، اس سے ثابت ہوا کہ بغیر وضو تلاوت قرآن شریف جائز ہے۔ وضو کر کے تہجد کی بارہ رکعتیں پڑھیں اور وتر بھی ادا فرمائے، پھر لیٹ گئے، صبح کی اذان کے بعد جب مؤذن آپ کو جگانے کے لئے پہنچا تو آپ نے فجر کی سنتیں کم قراءت کے ساتھ پڑھیں، پھر فجر کی نماز کے لئے آپ ﷺ باہر (مسجد میں) تشریف لے گئے۔

سنت فجر کے بعد لیٹنا صاحب انوار الباری کے لفظوں میں: اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کا تہجد میں وتر کے بعد لیٹنا مذکور ہے اور دوسری روایت سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ سنت فجر کے بعد تھوڑی دیر کے لئے دائیں کروٹ پر لیٹا کرتے تھے۔

اسی بنا پر اہلحدیث کے ہاں یہ اضطجاع معمول ہے۔ صاحب انوار الباری کے لفظوں میں اس کی بابت حنفیہ کا فتویٰ یہ ہے: ''حنفیہ سنت فجر کے بعد لیٹنے کو نبی اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ پر محمول کرتے ہیں۔ اور سنت مقصودہ آپ کے حق میں نہیں سمجھتے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص آپ کی عادت مبارکہ کی اقتدا کے طریقہ پر ایسا کرے گا ماجور ہوگا، اسی لئے ہم اس کو بدعت نہیں کہہ سکتے اور جس نے ہماری طرف ایسی نسبت کی ہے وہ غلط ہے۔'' (انوار الباری، ج:۵/ص:۱۳۷) اہلحدیث کے اس معمول کو برادران احناف عموماً بلکہ اکابر احناف تک بنظر تخفیف دیکھا کرتے ہیں۔ مقام شکر ہے کہ محترم صاحب انوار الباری نے اسے نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ تسلیم کر لیا اور اس کی اقتدا کو ماجور قرار دیا اور بدعتی کہنے والوں کو خاطی ٹھہرایا۔ الحمد للہ اہل حدیث کے لیے باعث فخر ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی عادات مبارکہ اپنائیں اور ان کو اپنے لئے معمول قرار دیں جب کہ ان کا قول ہے:

ما بلبلیم نالاں گلزار ما محمد ﷺ ماعاشقیم بیدل دلدار ما محمد ﷺ

بَابُ مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ إِلَّا مِنَ الْغَشْيِ الْمُثْقِلِ

باب: اس بارے میں کہ بعض علما کے نزدیک صرف بے ہوشی کے شدید دورہ ہی سے وضو ٹوٹتا ہے۔ (معمولی بے ہوشی سے وضو نہیں ٹوٹتا)

۱۸٤ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنِ امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ عَنْ جَدَّتِهَا، أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا قَالَتْ: أَتَيْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ

(۱۸۴) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا مجھ سے مالک نے ہشام بن عروہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ اپنی بیوی فاطمہ سے، وہ اپنی دادی اسماء بنت ابی بکر سے روایت کرتی ہیں، وہ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایسے وقت آئی جب کہ سورج کو گہن لگ

حِينَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّوْنَ، فَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّيْ فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا نَحْوَ السَّمَاءِ وَقَالَتْ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! فَقُلْتُ: آيَةٌ؟ فَأَشَارَتْ: أَنْ نَعَمْ. فَقُمْتُ حَتَّى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ، وَجَعَلْتُ أَصُبُّ فَوْقَ رَأْسِي مَاءً، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ((مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ ـأَوْ قَرِيبًاـ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ)) لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ. ((يُؤْتَى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ: مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ)) ـأَوِ الْمُوْقِنُـ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُـ فَيَقُوْلُ: ((هُوَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ، جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى، فَأَجَبْنَا وَآمَنَّا وَاتَّبَعْنَا، فَيُقَالُ نَمْ صَالِحًا، فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُؤْمِنًا، وَأَمَّا الْمُنَافِقُ)) أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُـ فَيَقُوْلُ: ((لَا أَدْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ)).

[راجع:٨٦] [مسلم:٢١٠٣]

رہا تھا اور لوگ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، کیا دیکھتی ہوں وہ بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہی ہیں۔ میں نے کہا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا: سبحان اللہ! میں نے کہا (کیا یہ) کوئی (خاص) نشانی ہے؟ تو انہوں نے اشارے سے کہا کہ ہاں۔ تو میں بھی آپ کے ساتھ نماز کے لیے کھڑی ہو گئی۔ (آپ نے اتنا قیام فرمایا کہ) مجھ پر غشی طاری ہونے لگی اور میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: ''آج کوئی چیز ایسی نہیں رہی جس کو میں نے اپنی اسی جگہ نہ دیکھ لیا ہو حتی کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا۔ اور مجھ پر یہ وحی کی گئی ہے کہ تم لوگوں کو قبروں میں آزمایا جائے گا۔ دجال جیسی آزمائش یا اس کے قریب قریب۔ (راوی کا بیان ہے کہ) میں نہیں جانتی کہ اسماء نے کون سا لفظ کہا۔ تم میں سے ہر ایک کے پاس (اللہ کے فرشتے) بھیجے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ تمہارا اس شخص (یعنی محمد ﷺ) کے بارے میں کیا خیال ہے؟ پھر اسماء نے لفظ ایماندار کہا یا یقین رکھنے والا کہا۔ مجھے یاد نہیں۔ (بہر حال وہ شخص) کہے گا کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ وہ ہمارے پاس نشانیاں اور ہدایت کی روشنی لے کر آئے۔ ہم نے (اسے) قبول کیا، ایمان لائے، اور (آپ کی) اتباع کی۔ پھر (اس سے) کہہ دیا جائے گا کہ تو سو جا درحالیکہ تو مرد صالح ہے اور ہم جانتے تھے کہ تو مومن ہے۔ اور بہر حال منافق یا شکی آدمی، اسماء نے کون سا لفظ کہا مجھے یاد نہیں (جب اس سے پوچھا جائے گا) کہے گا کہ میں (کچھ) نہیں جانتا، میں نے لوگوں کو جو کہتے سنا، وہی میں نے بھی کہہ دیا۔''

تشریح: امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے ثابت کیا کہ معمولی غشی کے دورے سے وضو نہیں ٹوٹتا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے سر پر پانی ڈالتی رہیں اور پھر بھی نماز پڑھتی رہیں۔

بَابُ مَسْحِ الرَّأْسِ كُلِّهِ

باب: اس بارے میں کہ پورے سر کا مسح کرنا ضروری ہے

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ﴾ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''اپنے سروں کا مسح کرو۔''

[المائدة:٦] وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: الْمَرْأَةُ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ يَمْسَحُ عَلَى رَأْسِهَا، وَسُئِلَ مَالِكٌ: أَيُجْزِىءُ أَنْ يَمْسَحَ بَعْضَ رَأْسِهِ فَاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ زَيْدٍ.

اور ابن مسیب نے کہا ہے کہ سر کا مسح کرنے میں عورت مرد کی طرح ہے۔ وہ (بھی) اپنے سر کا مسح کرے۔ امام مالک سے پوچھا گیا کہ کیا کچھ حصہ سر کا مسح کرنا کافی ہے؟ تو انہوں نے دلیل میں عبداللہ بن زید کی (یہ) حدیث پیش کی، یعنی پورے سر کا مسح کرنا چاہیے۔

١٨٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ رَجُلاً، قَالَ: لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ ـ وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى ـ أَتَسْتَطِيْعُ أَنْ تُرِيَنِيْ، كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ؟ فَقَالَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ زَيْدٍ: نَعَمْ فَدَعَا بِمَاءٍ، فَأَفْرَغَ عَلَى يَدِهِ فَغَسَلَ يَدَهُ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ، فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ، بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ، حَتَّى ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ، ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ بَدَأَ مِنْهُ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ. [أطرافه في: ١٨٦، ١٩١، ١٩٢، ١٩٧، ١٩٩]

[مسلم: ٥٥٥، ٥٥٦، ٥٥٧، ٥٥٨؛ ابوداود: ١٠٠؛ نسائي: ٩٧، ٩٨؛ ابن ماجه: ٤٠٥، ٤٣٤، ٤٧١]

(١٨٥) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے عمرو بن یحییٰ المازنی سے خبر دی، وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ جو عمرو بن یحییٰ کے دادا ہیں، سے پوچھا کہ کیا آپ مجھے دکھا سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح وضو کیا ہے؟ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں! پھر انہوں نے پانی کا برتن منگوایا پہلے پانی اپنے ہاتھوں پر ڈالا اور دو مرتبہ ہاتھ دھوئے۔ پھر تین مرتبہ کلی کی، تین بار ناک صاف کی، پھر تین دفعہ اپنا چہرہ دھویا۔ پھر کہنیوں تک اپنے دونوں ہاتھ دو دو مرتبہ دھوئے۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا۔ اس طور پر اپنے ہاتھ (پہلے) آگے لائے پھر پیچھے لے گئے۔ (مسح) سر کے ابتدائی حصے سے شروع کیا۔ پھر دونوں ہاتھ گدی تک لے جا کر وہیں واپس لائے جہاں سے (مسح) شروع کیا تھا، پھر اپنے پیر دھوئے۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ پاک نے اپنے ارشاد: ﴿وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ﴾ (٥/المآئدہ:٦) میں کوئی حد مقرر نہیں کی کہ آدھے یا چوتھائی سر کا مسح کرو۔ جیسے ہاتھوں میں کہنیوں تک اور پیروں میں ٹخنوں تک کی قید موجود ہے تو معلوم ہوا کہ سارے سر کا مسح فرض ہے جب سر پر عمامہ نہ ہو اور اگر عمامہ ہو تو پیشانی سے مسح شروع کر کے عمامہ پر ہاتھ پھیر لینا کافی ہے۔ عمامہ اتارنا ضروری نہیں۔ حدیث کی رو سے یہی مسلک صحیح ہے۔

بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ

باب: اس بارے میں کہ ٹخنوں تک پاؤں دھونا ضروری ہے

١٨٦ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيْهِ، شَهِدْتُ عَمْرَو بْنَ أَبِي حَسَنٍ سَأَلَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ عَنْ وُضُوْءِ النَّبِيِّ ﷺ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ، فَتَوَضَّأَ لَهُمْ وُضُوْءَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَكْفَأَ عَلَى يَدِهِ مِنَ التَّوْرِ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْرِ، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَ غَرَفَاتٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَمَسَحَ رَأْسَهُ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ مَرَّةً وَاحِدَةً، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.

[راجع :١٨٥]

(١٨٦) ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا، انہوں نے عمرو سے، انہوں نے اپنے باپ (یحییٰ) سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میری موجودگی میں عمرو بن حسن نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے وضو کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے پانی کا طشت منگوایا اور ان (پوچھنے والوں) کے لیے رسول اللہ ﷺ کا سا وضو کیا۔ (پہلے طشت) سے اپنے ہاتھوں پر پانی گرایا۔ پھر تین بار ہاتھ دھوئے، پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈالا (اور پانی لیا) پھر کلی کی، ناک میں پانی ڈالا، ناک صاف کی، تین چلوؤں سے، پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈالا اور تین مرتبہ منہ دھویا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دو بار دھوئے۔ پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈالا اور سر کا مسح کیا۔ (پہلے) آگے لائے پھر پیچھے لے گئے، ایک بار۔ پھر ٹخنوں تک اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

بَابُ اسْتِعْمَالِ فَضْلِ وَضُوْءِ النَّاسِ

باب: لوگوں کے وضو کا بچا ہوا پانی استعمال کرنا

وَأَمَرَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ أَهْلَهُ أَنْ يَتَوَضَّؤُوْا بِفَضْلِ سِوَاكِهِ

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر والوں کو حکم دیا تھا کہ وہ ان کے مسواک کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرلیں۔

تشریح: یعنی مسواک جس پانی میں ڈوبی رہتی تھی، اس پانی سے گھر کے لوگوں کو بخوشی وضو کرنے کے لئے کہتے تھے۔

١٨٧ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ، يَقُوْلُ: خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ بِالْهَاجِرَةِ، فَأُتِيَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَأْخُذُوْنَ مِنْ فَضْلِ وَضُوْئِهِ فَيَتَمَسَّحُوْنَ بِهِ، فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ. [أطرافه في:٣٧٦، ٤٩٥، ٤٩٩، ٥٠١، ٦٣٣، ٦٣٤، ٣٥٥٣، ٣٥٦٦، ٥٧٨٦، ٥٨٥٩] [مسلم: ١١٢٢، ١١٢٣؛ نسائي: ٤٦٩]

(١٨٧) ہم سے آدم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حکم نے بیان کیا، انہوں نے ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس دوپہر کے وقت تشریف لائے تو آپ کے لیے وضو کا پانی حاضر کیا گیا جس سے آپ نے وضو فرمایا۔ لوگ آپ ﷺ کے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر اسے (اپنے بدن پر) پھیرنے لگے۔ آپ ﷺ نے ظہر کی دو رکعتیں ادا کیں اور عصر کی بھی دو رکعتیں اور آپ کے سامنے (آڑ کے لیے) ایک نیزہ تھا۔

١٨٨ـ وَقَالَ أَبُو مُوْسَى: دَعَا النَّبِيُّ ﷺ

(١٨٨) (اور ایک دوسری حدیث میں) ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيْهِ، وَمَجَّ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ لَهُمَا: ((اشْرِبَا مِنْهُ، وَأَفْرِغَا عَلَى وُجُوْهِكُمَا وَنُحُوْرِكُمَا)). [طرفاه في: ١٩٦، ٤٣٢٨] [مسلم: ٦٣٥٥]

نبی کریم ﷺ نے ایک پیالہ منگوایا۔ جس میں پانی تھا۔ اس سے آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ دھوئے اور اسی پیالہ میں منہ دھویا اور اسی میں کلی فرمائی، پھر فرمایا: ''تو تم لوگ اس کو پی لو اور اپنے چہروں اور سینوں پر ڈال لو۔''

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا جھوٹا پانی ناپاک نہیں۔ جیسے کہ آپ ﷺ کی کلی کا پانی کہ اس کو آپ نے انہیں پی لینے کا حکم فرمایا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مستعمل پانی پاک ہے۔

١٨٩۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ، وَهُوَ الَّذِيْ مَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ وَجْهِهِ ـ وَهُوَ غُلَامٌ ـ مِنْ بِئْرِهِمْ وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ وَغَيْرِهِ: يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ: وَإِذَا تَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلَى وَضُوْئِهِ. [راجع: ٧٧]

(١٨٩) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے، کہا ہم سے میرے باپ نے، انہوں نے صالح سے سنا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، کہا انہیں محمود بن الربیع نے خبر دی، ابن شہاب کہتے ہیں محمود وہی ہیں کہ جب وہ چھوٹے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان ہی کے کنویں (کے پانی) سے ان کے منہ میں کلی ڈالی تھی اور عروہ نے اسی حدیث کو مسور وغیرہ سے بھی روایت کیا ہے اور ہر ایک (راوی) ان دونوں میں سے ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ وضو فرماتے تو آپ کے بچے ہوئے وضو کے پانی پر صحابہ رضی اللہ عنہم جھگڑنے کے قریب ہو جاتے تھے۔

تشریح: یہ ایک طویل حدیث کا حصہ ہے جو کتاب الشروط میں نقل کی ہے اور یہ صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے جب مشرکوں کی طرف سے عروہ بن مسعود ثقفی آپ سے گفتگو کرنے آیا تھا۔ اس نے واپس ہو کر مشرکین مکہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جان نثاری کو والہانہ انداز میں بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ وہ ایسے سچے فدائی ہیں کہ آپ کے وضو سے جو پانی بچ رہتا ہے اس کو لینے کے لئے ایسے دوڑتے ہیں گویا قریب ہے کہ لڑ پڑیں گے۔ اس سے بھی آب مستعمل کا پاک ہونا ثابت ہوا۔

١٩٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنِ الْجَعْدِ، قَالَ: سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ، يَقُوْلُ: ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ ابْنَ أُخْتِيْ وَجِعٌ. فَمَسَحَ رَأْسِيْ وَدَعَا لِيْ بِالْبَرَكَةِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْئِهِ، ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ، فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ. [أطرافه في: ٣٥٤٠، ٣٥٤١، ٥٦٧٠، ٦٣٥٢]

(١٩٠) ہم سے عبدالرحمٰن بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حاتم بن اسماعیل نے جعد کے واسطے سے بیان کیا، کہا انہوں نے سائب بن یزید سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میری خالہ مجھے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرا یہ بھانجا بیمار ہے، آپ نے میرے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا فرمائی، پھر آپ نے وضو کیا اور میں نے آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی پیا۔ پھر میں آپ کی کمر کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور میں نے مہر نبوت دیکھی جو آپ کے مونڈھوں کے درمیان ایسی تھی جیسے چھپر کھٹ کی گھنڈی (یا کبوتر کا انڈا)۔

[مسلم: ٦٠٨٧؛ ترمذي: ٣٦٤٣]

تشریح: وضو کا بچا ہوا پانی پاک تھا تب ہی تو اسے پیا گیا۔ پس جو لوگ آب مستعمل کو ناپاک کہتے ہیں وہ بالکل غلط کہتے ہیں۔

بَابُ مَنْ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ غَرْفَةٍ وَاحِدَةٍ

١٩١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّهُ أَفْرَغَ مِنَ الْإِنَاءِ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ غَسَلَ أَوْ مَضْمَضَ، وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفَّةٍ وَاحِدَةٍ، فَفَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثًا، فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَا أَقْبَلَ وَمَا أَدْبَرَ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا وُضُوءُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. [راجع: ١٨٥]

باب: ایک ہی چلو سے کلی کرنے اور ناک میں پانی دینے کے بیان میں

(۱۹۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن یحییٰ نے اپنے باپ (یحییٰ) کے واسطے سے بیان کیا، وہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ (وضو کرتے وقت) انہوں نے برتن سے (پہلے) اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ پھر انہیں دھویا۔ (یا یوں کہا کہ) کلی کی اور ناک میں ایک چلو سے پانی ڈالا۔ اور تین مرتبہ اسی طرح کیا۔ پھر تین مرتبہ اپنا چہرہ دھویا پھر کہنیوں تک اپنے دونوں ہاتھ دو دو بار دھوئے۔ پھر سر کا مسح کیا۔ اگلی جانب اور پچھلی جانب کا اور ٹخنوں تک اپنے دونوں پاؤں دھوئے، پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا وضو اسی طرح ہوا کرتا تھا۔

تشریح: یہ شک امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد شیخ مسدد سے ہوا ہے۔ مسلم کی روایت میں شک نہیں ہے۔ صاف یوں مذکور ہے کہ اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا پھر اسے نکالا اور کلی کی حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابُ مَسْحِ الرَّأْسِ مَرَّةً

١٩٢- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: شَهِدْتُ عَمْرَو بْنَ أَبِي حَسَنٍ سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ عَنْ وُضُوءِ النَّبِيِّ ﷺ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ، فَتَوَضَّأَ لَهُمْ، فَكَفَأَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا بِثَلَاثِ غَرَفَاتٍ مِنْ مَاءٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ

باب: سر کا مسح ایک بار کرنے کے بیان میں

(۱۹۲) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے عمرو بن یحییٰ نے اپنے باپ (یحییٰ) کے واسطے سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میری موجودگی میں عمرو بن حسن نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے رسول کریم ﷺ کے وضو کے بارے میں پوچھا۔ تو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے پانی کا ایک طشت منگوایا، پھر ان (لوگوں) کے دکھانے کے لیے وضو (شروع) کیا۔ (پہلے) طشت سے اپنے ہاتھوں پر پانی گرایا۔ پھر انہیں تین بار دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ برتن کے اندر ڈالا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کی، تین چلوؤں سے تین دفعہ۔ پھر اپنا ہاتھ برتن کے اندر ڈالا اور اپنے منہ کو تین بار دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ برتن کے اندر ڈالا اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک دو

مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ، فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِيَدِهِ وَأَدْبَرَ بِهَا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ .حَدَّثَنَا مُوْسَى قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ وَقَالَ: مَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً. [راجع :١٨٥]

دو بار دھوئے (پھر) سر پر مسح کیا اس طرح کہ (پہلے) آگے کی طرف اپنا ہاتھ لائے پھر پیچھے کی طرف لے گئے۔ پھر برتن میں اپنا ہاتھ ڈالا اور اپنے دونوں پاؤں دھوئے (دوسری روایت میں) ہم سے موسیٰ نے، ان سے وہیب نے بیان کیا کہ آپ نے سر کا مسح ایک دفعہ کیا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ ایک بار تو وضو میں دھوئے جانے والے ہر عضو کا دھونا فرض ہے۔ دو مرتبہ دھونا کافی ہے اور تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔ اسی طرح کلی اور ناک میں پانی ایک چلو سے سنت ہے۔ سر کا مسح ایک بار کرنا چاہیے، دو بار یا تین بار نہیں ہے۔

بَابُ وُضُوْءِ الرَّجُلِ مَعَ امْرَأَتِهِ، وَفَضْلِ وَضُوْءِ الْمَرْأَةِ، وَتَوَضَّأَ عُمَرُ بِالْحَمِيْمِ وَمِنْ بَيْتِ نَصْرَانِيَّةٍ

باب: اس بارے میں کہ خاوند کا اپنی بیوی کے ساتھ وضو کرنا اور عورت کا بچا ہوا پانی استعمال کرنا جائز ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گرم پانی سے اور عیسائی عورت کے گھر کے پانی سے وضو کیا

تشریح: یہ دو جدا جدا اثر ہیں پہلے کو سعید بن منصور نے اور دوسرے کو شافعی اور عبدالرزاق نے نکالا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض صرف یہ ہے کہ جیسے بعض لوگ عورت کے بچے ہوئے پانی سے طہارت کرنا منع سمجھتے تھے، اسی طرح گرم پانی سے یا کافر کے گھر کے پانی سے بھی منع سمجھتے تھے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ گرم پانی سے بھی اور کافر کے گھر کے پانی سے بھی بشرطیکہ اس کا پاک ہونا یقینی ہو، طہارت کی جا سکتی ہے۔

١٩٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَتَوَضَّؤُوْنَ فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ جَمِيْعًا. [أبوداود: ٧٩؛ نسائي: ٧١، ٣٤١؛ ابن ماجه: ٣٨١]

(۱۹۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو مالک نے نافع سے خبر دی، وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں عورت اور مرد سب ایک ساتھ (ایک ہی برتن سے) وضو کیا کرتے تھے۔

(یعنی وہ مرد اور عورتیں جو ایک دوسرے کے محرم ہوتے)۔

بَابُ صَبِّ النَّبِيِّ ﷺ وَضُوْءَهُ عَلَى الْمُغْمَى عَلَيْهِ

باب: رسول کریم ﷺ کا ایک بے ہوش آدمی پر اپنے وضو کا پانی چھڑکنے کے بیان میں

١٩٤ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا، يَقُوْلُ: جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعُوْدُنِيْ، وَأَنَا مَرِيْضٌ لَا أَعْقِلُ، فَتَوَضَّأَ وَصَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَضُوْءِهِ، فَعَقَلْتُ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

(۱۹۴) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے محمد بن المنکدر کے واسطے سے، انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول کریم ﷺ میری مزاج پرسی کے لیے تشریف لائے۔ میں بیمار تھا ایسا کہ مجھے ہوش تک نہیں تھا۔ آپ نے وضو کیا اور اپنے وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا، تو مجھے ہوش آ گیا۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرا وارث کون

لِمَنِ الْمِيْرَاثُ؟ إِنَّمَا يَرِثُنِي كَلَالَةٌ، فَنَزَلَتْ آيَةُ الْفَرَائِضِ. [أطرافه في: ٤٥٧٧، ٥٦٥١، ٥٦٦٤، ٥٦٧٦، ٦٧٢٣، ٦٧٤٣، ٧٣٠٩]

[مسلم: ٤١٤٨، ٤١٤٩]

ہوگا؟ میرا تو صرف ایک کلالہ وارث ہے۔ اس پر آیت میراث نازل ہوئی۔

تشریح: کلالہ اس کو کہتے ہیں جس کا نہ باپ دادا ہو، نہ اس کی اولاد ہو۔ باب کی مناسبت اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے وضو کا بچا ہوا پانی جابر پر ڈالا۔ اگر یہ ناپاک ہوتا تو آپ نہ ڈالتے۔ آیت یوں ہے: ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ﴾ (۴/ النسآء: ۱۷۶) تفصیلی ذکر کتاب التفسیر میں آئے گا۔ ان شاء الله تعالیٰ۔

بَابُ الْغُسْلِ وَالْوُضُوْءِ فِي الْمِخْضَبِ وَالْقَدَحِ وَالْخَشَبِ وَالْحِجَارَةِ

باب: لگن، پیالے، لکڑی اور پتھر کے برتن سے غسل اور وضو کرنے کے بیان میں

١٩٥- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ، سَمِعَ عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيْبَ الدَّارِ إِلَى أَهْلِهِ، وَبَقِيَ قَوْمٌ، فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمِخْضَبٍ مِنْ حِجَارَةٍ فِيْهِ مَاءٌ، فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ أَنْ يَبْسُطَ فِيْهِ كَفَّهُ، فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ قُلْنَا: كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ: ثَمَانِيْنَ وَزِيَادَةً [راجع: ١٦٩]

(۱۹۵) ہم سے عبداللہ بن منیر نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن بکر سے سنا، کہا ہم کو حمید نے یہ حدیث بیان کی۔ انہوں نے انس سے نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نماز کا وقت آ گیا، تو جس شخص کا مکان قریب ہی تھا وہ وضو کرنے اپنے گھر چلا گیا اور کچھ لوگ (جن کے مکان دور تھے) رہ گئے۔ تو رسول کریم ﷺ کے پاس پتھر کا ایک لگن لایا گیا۔ جس میں کچھ پانی تھا اور وہ اتنا چھوٹا تھا کہ آپ اس میں اپنی ہتھیلی نہیں پھیلا سکتے تھے۔ (مگر) سب نے اس برتن کے پانی سے وضو کر لیا، ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم کتنے آدمی تھے؟ کہا اسی (۸۰) سے کچھ زیادہ ہی تھے۔

تشریح: یہ رسول کریم ﷺ کا معجزہ تھا کہ اتنی قلیل مقدار سے اتنے لوگوں نے وضو کر لیا۔

١٩٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوْسَى، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَعَا بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيْهِ، وَمَجَّ فِيْهِ. [راجع: ١٨٨]

(۱۹۶) ہم سے محمد بن العلاء نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابواسامہ نے برید کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابو بردہ سے، وہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک پیالہ منگوایا جس میں پانی تھا۔ پھر اس میں آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں اور چہرے کو دھویا اور اسی میں کلی کی۔

تشریح: گو اس حدیث میں وضو کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ مگر منہ ہاتھ دھونے کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پورا ہی وضو کیا تھا اور راوی نے اختصار سے کام لیا ہے۔ باب کا مطلب نکلنا ظاہر ہے۔

١٩٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا

(۱۹۷) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے

عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو ابْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: أَتَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَخْرَجْنَا لَهُ مَاءً فِي تَوْرٍ مِنْ صُفْرٍ، فَتَوَضَّأَ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، فَأَقْبَلَ بِهِ وَأَدْبَرَ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ.

عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن یحییٰ نے اپنے باپ کے واسطے سے بیان کیا، وہ عبداللہ بن زید سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ (ہمارے گھر) تشریف لائے، ہم نے آپ کے لیے تانبے کے برتن میں پانی نکالا۔ (اس سے) آپ نے وضو کیا۔ تین بار چہرہ دھویا، دو دو بار ہاتھ دھوئے اور سر کا مسح کیا (اس طرح کہ) پہلے آگے کی طرف (ہاتھ) لائے۔ پھر پیچھے کی جانب لے گئے اور پیر دھوئے۔

[راجع: ١٨٥]

تشریح: معلوم ہوتا ہے کہ تانبے کے برتن میں پانی لے کر اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

١٩٨ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ، اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي، فَأَذِنَّ لَهُ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ، بَيْنَ عَبَّاسٍ وَرَجُلٍ آخَرَ، قَالَ عُبَيْدُاللَّهِ: فَأَخْبَرْتُ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: أَتَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الْآخَرُ: قُلْتُ: لَا قَالَ: هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَكَانَتْ عَائِشَةُ تُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: بَعْدَ مَا دَخَلَ بَيْتَهُ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ: ((هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ، لَمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ، لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ)) وَأُجْلِسَ فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ تِلْكَ حَتَّى طَفِقَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ. [أطرافه في: ٦٦٤، ٦٦٥، ٦٧٩، ٦٨٣، ٦٨٧، ٧١٢، ٧١٣، ٧١٦، ٢٥٨٨، ٣٠٩٩، ٣٣٨٤، ٤٤٤٢، ٤٤٤٥، ٥٧١٤، ٧٣٠٣]

[مسلم: ٩٣٧، ٩٣٨، ٩٣٩؛ ابن ماجه: ١٦١٨]

(۱۹۸) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے زہری سے خبر دی، کہا مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی تحقیق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب رسول کریم ﷺ بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری زیادہ ہوگئی تو آپ نے اپنی (دوسری) بیویوں سے اس بات کی اجازت لے لی کہ آپ کی تیمارداری میرے ہی گھر کی جائے۔ انہوں نے آپ کو اجازت دے دی، (ایک روز) رسول کریم ﷺ دو آدمیوں کے درمیان (سہارا لے کر) گھر سے نکلے۔ آپ کے پاؤں (کمزوری کی وجہ سے) زمین پر گھسٹتے جاتے تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک آدمی کے درمیان (آپ باہر) نکلے تھے۔ عبیداللہ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سنائی، تو وہ بولے، تم جانتے ہو دوسرا آدمی کون تھا، میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ کہنے لگے وہ علی رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ جب نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور آپ کا مرض بڑھ گیا۔ تو آپ نے فرمایا: ''میرے اوپر ایسی سات مشکوں کا پانی ڈالو، جن کے سربند نہ کھولے گئے ہوں۔ تاکہ میں (سکون کے بعد) لوگوں کو کچھ وصیت کروں۔'' (چنانچہ) آپ کو حضرت حفصہ رسول اللہ ﷺ کی (دوسری) بیوی کے لگن میں (جو تانبے کا تھا) بٹھا دیا گیا اور ہم نے آپ پر ان مشکوں سے پانی بہانا شروع کیا۔ جب آپ ہم کو اشارہ فرمانے لگے کہ بس اب تم نے اپنا کام پورا کر دیا تو اس کے بعد آپ لوگوں کے پاس باہر تشریف لے گئے۔

تشریح: بعض تیز بخاروں میں ٹھنڈے پانی سے مریض کو غسل دلانا بے حد مفید ثابت ہوا۔ آج کل برف بھی ایسے مواقع پر سر اور جسم پر رکھی جاتی ہے۔ باب میں جن جن برتنوں کا ذکر تھا احادیث مذکورہ میں ان سب سے وضو کرنا ثابت ہوا۔

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ التَّوْرِ

باب: طشت سے (پانی لے کر) وضو کرنے کے بیان میں

۱۹۹۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ عَمِّي يُكْثِرُ مِنَ الْوُضُوءِ، قَالَ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ: أَخْبِرْنِي كَيْفَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَتَوَضَّأُ؟ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ، فَكَفَأَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْرِ، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ غَرْفَةٍ وَاحِدَةٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاغْتَرَفَ بِهِمَا فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدَيْهِ مَاءً، فَمَسَحَ رَأْسَهُ، فَأَدْبَرَ بِيَدَيْهِ وَأَقْبَلَ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ، فَقَالَ: هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَوَضَّأُ. [راجع: ۱۸۵]

(۱۹۹) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سلیمان نے، کہا مجھ سے عمرو بن یحییٰ نے اپنے باپ (یحییٰ) کے واسطے سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میرے چچا بہت وضو کیا کرتے تھے (یا یہ کہ وضو میں بہت پانی بہاتے تھے) ایک دن انہوں نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے بتلایئے رسول اللہ ﷺ کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ انہوں نے پانی کا ایک طشت منگوایا۔ اس کو (پہلے) اپنے ہاتھوں پر جھکایا۔ پھر دونوں ہاتھ تین بار دھوئے۔ پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈال کر (پانی لیا اور) ایک چلو سے کلی کی اور تین مرتبہ ناک صاف کی۔ پھر اپنے ہاتھوں سے ایک چلو (پانی) لیا اور تین بار اپنا چہرہ دھویا۔ پھر کہنیوں تک اپنے دونوں ہاتھ دو دو بار دھوئے۔ پھر ہاتھ میں پانی لے کر اپنے سر کا مسح کیا۔ تو (پہلے اپنے ہاتھ) پیچھے لے گئے، پھر آگے کی طرف لائے۔ پھر اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ اور فرمایا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث لا کر یہاں طشت سے براہ راست وضو کرنے کا جواز ثابت کیا ہے۔

۲۰۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ، فَأُتِيَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فِيهِ شَيْءٌ مِنْ مَاءٍ، فَوَضَعَ أَصَابِعَهُ فِيهِ قَالَ أَنَسٌ: فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى الْمَاءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ، قَالَ: أَنَسٌ فَحَزَرْتُ مَنْ تَوَضَّأَ مَا بَيْنَ السَّبْعِينَ إِلَى الثَّمَانِينَ. [راجع: ۱٦۹] [مسلم: ۵۹٤١]

(۲۰۰) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد نے، وہ ثابت سے، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے پانی کا ایک برتن طلب فرمایا۔ تو آپ کے لیے چوڑے منہ کا پیالہ لایا گیا جس میں کچھ تھوڑا سا پانی تھا، آپ نے اپنی انگلیاں اس میں ڈال دیں۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں پانی کی طرف دیکھنے لگا۔ پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پھوٹ رہا تھا۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس (ایک پیالہ) پانی سے جن لوگوں نے وضو کیا، وہ ستر سے اسی تک تھے۔

تشریح: یہ حدیث پہلے بھی آ چکی ہے، یہاں اس برتن کی ایک خصوصیت یہ ذکر کی ہے کہ وہ چوڑے منہ کا پھیلا ہوا برتن تھا۔ جس میں پانی کی مقدار کم آتی ہے۔ یہ رسول کریم ﷺ کا معجزہ تھا کہ اتنی کم مقدار سے اسی (۸۰) آدمیوں نے وضو کر لیا۔

بَابُ الْوُضُوْءِ بِالْمُدِّ

باب: مد سے وضو کرنے کے بیان میں

۲۰۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ جَبْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُوْلُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَغْسِلُ۔ أَوْكَانَ يَغْتَسِلُ۔ بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ، وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ.

[مسلم: ۷۳۵؛ ابوداود: ۹۵؛ ترمذي: ۶۰۹؛ نسائي: ۷۳]

(۲۰۱) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے مسعر نے، کہا مجھ سے ابن جبر نے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ جب دھوتے یا (یہ کہا کہ) جب نہاتے تو ایک صاع سے لے کر پانچ مد تک (پانی استعمال فرماتے تھے) اور جب وضو فرماتے تو ایک مد (پانی) سے۔

تشریح: ایک پیمانہ عرب میں رائج تھا جس میں ایک رطل اور تہائی رطل آتا تھا، اسے مد کہا کرتے تھے۔ اس حدیث کی روشنی میں سنت یہ ہے کہ وضو ایک مد پانی سے کم سے نہ کرے اور غسل ایک صاع پانی سے کم سے نہ کرے۔ صاع چار مد کا ہوتا ہے اور ایک رطل اور تہائی رطل۔ ہمارے ملک کے وزن سے صاع سوا دو سیر ہوتا ہے اور مد آدھ سیر سے کچھ زیادہ۔ دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا وضو میں دو رطل پانی کافی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ باختلاف اشخاص وحالات یہ مقدار مختلف ہوئی ہے۔ پانی میں اسراف کرنا اور بے ضرورت بہانا ہر حال میں منع ہے۔ بہتر یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فعل سے تجاوز نہ کیا جائے۔

باب اور روایت کردہ حدیث سے ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وضو اور غسل میں تعیین مقدار کے قائل ہیں۔ ائمہ حنفیہ میں سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی تعیین مقدار کے قائل اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم نوا ہیں۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اغاثۃ اللہفان میں بڑی تفصیل کے ساتھ ان وسواس والے لوگوں کا رد کیا ہے جو وضو اور غسل میں مقدار نبوی کو بنظر تخفیف دیکھتے ہوئے تکثیر ماء پر عامل ہوتے ہیں۔ یہ شیطان کا ایک مکر ہے جس میں یہ لوگ بری طرح سے گرفتار ہوئے ہیں اور بجائے ثواب کے مستحق عذاب بنتے ہیں۔ تفصیل کے لئے تہذیب الایمان ترجمہ اغاثۃ اللہفان مطبوعہ بریلی کا ص: ۱۴۶ ملاحظہ کیا جائے۔

اوپر جس صاع کا ذکر ہوا ہے اسے صاع حجازی کہا جاتا ہے، صاع عراقی جو حنفیہ کا معمول ہے وہ آٹھ رطل اور ہندوستانی حساب سے وہ صاع عراقی تین سیر چھ چھٹانک بنتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں صاع حجازی ہی مروج تھا۔ فخر المحدثین حضرت علامہ عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"والحاصل انه لم يقم دليل صحيح على ما ذهب اليه ابو حنيفة من ان المد رطلان ولذالك ترك الامام ابو يوسف مذهبه واختار ما ذهب اليه جمهور اهل العلم ان المد رطل وثلث رطل قال البخارى فى صحيحة باب صاع المدينة ومد النبى ﷺ وبركته وما توارث اهل المدينة من ذالك قرنا بعد قرن انتهى الى اخره۔" (تحفة الاحوذی، ج:۱/ ص ۵۹۔۶۰)

خلاصہ یہ کہ مد کے وزن دو رطل ہونے پر جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کوئی صحیح دلیل قائم نہیں ہوئی۔ اسی لئے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اولین شاگرد رشید ہیں، انہوں نے صاع کے بارے میں حنفی مذہب چھوڑ کر جمہور اہل علم کا مذہب اختیار فرمالیا تھا کہ بلاشک مد رطل اور ثلث رطل کا ہوتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جامع الصحیح میں صاع المدینہ اور مد النبی ﷺ کے عنوان سے باب منعقد کیا ہے اور بتلایا ہے کہ یہی برکت والا صاع تھا جو مدینہ میں بڑوں سے چھوٹوں تک بطور ورثہ کے نقل ہوتا رہا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ منورہ تشریف لائے اور امام دار الہجرہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات فرمائی تو صاع کے بارے میں ذکر چل پڑا۔ جس پر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ رطل والا صاع پیش کیا۔ جسے سن کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر تشریف لے گئے، اور ایک صاع لے کر آئے اور فرمایا رسول کریم ﷺ کا معمولہ صاع یہی ہے۔ جسے وزن کرنے پر

پانچ رطل اور ثلث کا پایا گیا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت صاع عراقی سے رجوع فرما کر صاع مدنی کو اپنا مذہب قرار دیا۔

تعجب ہے کہ بعض علمائے احناف نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعہ کا انکار فرمایا ہے۔ حالانکہ امام بیہقی اور امام ابن خزیمہ اور حاکم نے اسانید صحیحہ کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے اور اس کے صحیح ہونے کی سب سے بڑی دلیل خود امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے جسے علامہ مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی، جلد: اول/ص: ۶۰ پر بایں الفاظ نقل فرمایا ہے:

"واخرج الطحاوی فی شرح الآثار قال: حدثنا ابن ابی عمران قال اخبرنا علی بن صالح وبشر بن الولید جمیعا عن ابی یوسف قال: قدمت المدینة فاخرج الی من اثق به صاعا فقال هذا صاع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقدرته فوجدته خمسة ارطال وثلث رطل وسمعت ابن ابی عمران یقول: یقال ان الذی اخرج هذا لابی یوسف هو مالك بن انس۔"

یعنی حضرت امام طحاوی حنفی نے اپنی سند کے ساتھ شرح الآثار میں اس واقعہ کو نقل فرمایا ہے۔ امام بیہقی نے حضرت امام ابو یوسف کے سفر حج کا واقعہ بھی سند صحیح کے ساتھ نقل فرمایا ہے کہ وہ حج کے موقع پر جب مدینہ شریف تشریف لے گئے اور صاع کی تحقیق چاہی تو انصار و مہاجرین کے پچاس بوڑھے اپنے اپنے گھروں سے صاع لے کر آئے، ان سب کو وزن کیا گیا تو بخلاف صاع عراقی کے وہ پانچ رطل اور ثلث رطل کا تھا۔ ان جملہ بزرگوں نے بیان کیا کہ یہی صاع ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے ہمارے ہاں مروج ہے۔ جسے سن کر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے صاع کے بارے میں اہل مدینہ کا مسلک اختیار فرما لیا۔

علمائے احناف نے اس بارے میں جن جن تاویلات سے کام لیا ہے اور جس جس طرح سے صاع حجازی کی تردید و تخفیف کر کے اپنی تقلید جامد کا ثبوت پیش فرمایا ہے۔ وہ بہت ہی قابل افسوس ہے۔ آیندہ کسی موقع پر اور تفصیلی روشنی ڈالی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔

الحمد لله کہ عصر حاضر میں بھی اکابر علمائے حدیث کے ہاں صاع حجازی مع سند موجود ہے۔ جسے وہ بوقت فراغت اپنے ارشد تلامذہ کو سند صحیح کے ساتھ روایت کرنے کی اجازت دیا کرتے ہیں۔ ہمارے شیخ محترم حضرت مولانا ابو محمد عبد الجبار صاحب شیخ الحدیث دار العلوم شکراوہ کے پاس بھی اس صاع کی نقل بسند صحیح موجود ہے۔ والحمد لله علی ذالك۔

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

باب: موزوں پر مسح کرنے کے بیان میں

۲۰۲۔ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرٌو، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَأَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ سَأَلَ عُمَرَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: نَعَمْ، إِذَا حَدَّثَكَ شَيْئًا سَعْدٌ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَا تَسْأَلْ عَنْهُ غَيْرَهُ. وَقَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ: أَخْبَرَنِي أَبُو النَّضْرِ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَعْدًا حَدَّثَهُ فَقَالَ عُمَرُ:

(۲۰۲) ہم سے اصبغ بن الفرج نے بیان کیا، وہ ابن وہب سے بیان کرتے ہیں، کہا مجھ سے عمرو نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابو النضر نے ابو سلمہ بن عبدالرحمن کے واسطے سے نقل کیا، وہ عبداللہ بن عمر سے، وہ سعد بن ابی وقاص سے، وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد ماجد عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا (سچ ہے اور یاد رکھو) جب تم سے سعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان فرمائیں۔ تو اس کے متعلق ان کے سوا (کسی) دوسرے آدمی سے مت پوچھو اور موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ مجھے ابو النضر نے بتلایا، انہیں ابو سلمہ نے خبر دی کہ سعد بن ابی وقاص نے ان سے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ) حدیث بیان کی۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے

لِعَبْدِ اللَّهِ نَحْوَهُ.

بیٹے) عبداللہ سے ایسا کہا۔

تشریح: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ آئے، اور انہیں موزوں پر مسح کرتے دیکھا، تو اس کی وجہ پوچھی، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کا حوالہ دیا کہ آپ بھی مسح کیا کرتے تھے، انہوں نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا اور حضرت سعد کا حوالہ دیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں سعد کی روایت واقعی قابل اعتماد ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث نقل کرتے ہیں وہ قطعاً صحیح ہوتی ہے۔ کسی اور سے تصدیق کرانے کی ضرورت نہیں۔

موزوں پر مسح کرنا تقریباً ستر صحابہ کرام سے مروی ہے اور یہ خیال قطعاً غلط ہے کہ سورۂ مائدہ کی آیت سے یہ منسوخ ہو چکا ہے۔ کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت جو آگے آ رہی ہے۔ وہ غزوۂ تبوک کے موقع پر بیان کی گئی ہے۔ سورۂ مائدہ اس سے پہلے اتر چکی تھی اور دوسرے راوی جریر بن عبداللہ بھی سورۂ مائدہ اترنے کے بعد اسلام لائے بہر حال تمام صحابہ کے اتفاق سے موزوں کا مسح ثابت ہے اور اس کا انکار کرنے والا اہل سنت سے خارج ہے۔

٢٠٣ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الْحَرَّانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، عَنْ أَبِيْهِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهِ فَاتَّبَعَهُ الْمُغِيْرَةُ بِإِدَاوَةٍ فِيْهَا مَاءٌ، فَصَبَّ عَلَيْهِ حِيْنَ فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ، فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ [راجع:١٨٢]

(۲۰۳) ہم سے عمرو بن خالد الحرانی نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے یحییٰ بن سعید کے واسطے سے نقل کیا، وہ سعد بن ابراہیم سے، وہ نافع بن جبیر سے وہ عروہ بن المغیرہ سے وہ اپنے باپ مغیرہ بن شعبہ سے روایت کرتے ہیں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ (ایک دفعہ) آپ رفع حاجت کے لیے باہر گئے تو مغیرہ پانی کا ایک برتن لے کر آپ کے پیچھے گئے، جب آپ قضائے حاجت سے فارغ ہو گئے تو مغیرہ نے (آپ کو وضو کراتے ہوئے) آپ (کے اعضائے مبارکہ) پر پانی ڈالا۔ آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔

٢٠٤ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ، أَنَّ أَبَاهُ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ. وَتَابَعَهُ حَرْبٌ وَأَبَانُ عَنْ يَحْيَى. [طرفه في: ٢٠٥] [نسائي: ١١٩؛ ابن ماجه:٥٦٢]

(۲۰۴) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شیبان نے یحییٰ کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابوسلمہ سے، انہوں نے جعفر بن عمرو بن امیہ الضمری سے نقل کیا، انہیں ان کے باپ نے خبر دی کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ اس حدیث کی متابعت میں حرب اور ابان نے یحییٰ سے حدیث نقل کی ہے۔

٢٠٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى عِمَامَتِهِ وَخُفَّيْهِ. وَتَابَعَهُ مَعْمَرٌ

(۲۰۵) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہمیں عبداللہ نے خبر دی، کہا ہم کو اوزاعی نے یحییٰ کے واسطے سے خبر دی، وہ ابوسلمہ سے، وہ جعفر بن عمرو سے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے عمامے اور موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔ اس کو روایت کیا معمر نے یحییٰ سے، وہ ابوسلمہ سے، انہوں نے عمرو سے متابعت کی اور کہا کہ میں نے رسول

عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَمْرٍو رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ.[طرفه ۲۰٤] اللہ ﷺ کو دیکھا (آپ واقعی ایسا ہی کیا کرتے تھے)۔

تشریح: عمامہ پر مسح کے بارے میں حضرت علامہ شمس الحق صاحب محدث ڈیانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" قلت: احاديث مسح على العمامة اخرجه البخاري ومسلم و الترمذي واحمد والنسائي وابن ماجة وغير واحد من الائمة من طرق قوية متصلة الاسانيد وذهب اليه جماعة من السلف كما عرفت وقدثبت عن النبی ﷺ انه مسح على الراس فقط وعلى العمامة فقط وعلى الراس والعمامة معا والكل صحيح ثابت عن رسول اللهﷺموجود في كتب الائمة الصحاح والنبیﷺمبين عن الله تبارك وتعالى...... الخ-" (عون المعبود، ج:۱/ ص:٥٦)

یعنی عمامہ پر مسح کی احادیث بخاری، مسلم، ترمذی، احمد، نسائی، ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم اور بھی بہت سے اماموں نے پختہ متصل اسانید کے ساتھ روایت کی ہیں اور سلف کی ایک جماعت نے اسے تسلیم کیا ہے اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے خالی سر پر مسح فرمایا اور خالی عمامہ پر بھی مسح فرمایا اور سر اور عمامہ ہر دو پر اکٹھے بھی مسح فرمایا۔ یہ تینوں صورتیں رسول اللہ ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہیں اور ائمہ کرام کی کتب صحاح میں یہ موجود ہیں اور نبی ﷺ اللہ پاک کے فرمان: ﴿وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ﴾ (۵/المائدۃ:٦) کے بیان فرمانے والے ہیں (لہٰذا آپ کا یہ عمل وحی خفی کے تحت ہے)

عمامہ پر مسح کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: "من لم يطهره المسح على العمامة فلا طهره الله رواه الخلال باسناده" یعنی جس شخص کو عمامہ پر مسح نے پاک نہ کیا پس اللہ بھی اس کو پاک نہ کرے۔ اس بارے میں حنفیہ نے بہت ہی تاویلات کی ہیں۔ بعض نے کہا کہ عمامہ پر مسح کرنا بدعت ہے۔ بعض نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے پیشانی پر مسح کر کے پگڑی کو درست کیا ہوگا۔ جسے راوی نے پگڑی کا مسح گمان کر لیا۔ بعض نے کہا کہ چوتھائی سر کا مسح جو فرض تھا اسے کرنے کے بعد آپ نے سنت کی تکمیل کے لئے بجائے مسح بقیہ سر کے پگڑی پر مسح کر لیا۔ بعض نے کہا کہ پگڑی پر آپ نے مسح کیا تھا۔ مگر وہ بعد میں منسوخ ہو گیا۔

حضرت العلام مولانا محمد انور شاہ صاحب دیوبندی مرحوم: مناسب ہوگا کہ ان جملہ احتمالات فاسدہ کے جواب میں ہم سرتاج علمائے دیوبند حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان نقل کر دیں۔ جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ عمامہ پر مسح کرنے کا مسئلہ حق و ثابت ہے یا نہیں۔ حضرت مولانا مرحوم فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک واضح حق بات یہ ہے کہ مسح عمامہ تو احادیث سے ثابت ہے اور اسی لئے ائمہ ثلاثہ نے بھی (جو صرف مسح عمامہ کے ادائے فرض کے لئے کافی نہیں سمجھتے) اس امر کو تسلیم کر لیا ہے اور استحباب یا استیعاب کے طور پر اس کو مشروع بھی مان لیا ہے۔ پس اگر اس کی کچھ اصل نہ ہوتی تو اس کو کیسے اختیار کر سکتے تھے۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو صرف الفاظ پر جمود کر کے دین بناتے ہیں۔ بلکہ امور دین کی تعیین کے لئے میرے نزدیک سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ امت کا توارث اور ائمہ کا مسلک مختار معلوم کیا جائے۔ کیونکہ وہ دین کے ہادی و راہنما اور اس کے مینار و ستون تھے اور ان ہی کے واسطے سے ہم کو دین پہنچا ہے۔ ان پر اس کے بارے میں پورا اعتماد کرنا پڑے گا اور اس کے بارے میں کسی قسم کی بھی بدگمانی مناسب نہیں ہے۔

غرض مسح عمامہ کو جس حد تک ثابت ہوا ہمیں دین کا جزو ماننا ہے، اسی لئے اس کو بدعت کہنے کی جرأت بھی ہم نہیں کر سکتے (جو بعض کتابوں میں لکھ دیا گیا ہے)۔'' (انوار الباری، جلد:۵/ص:۱۹۲) برادران احناف جو اہلحدیث سے خواہ مخواہ اس قسم کے فروعی مسائل میں جھگڑتے رہتے ہیں، وہ اگر حضرت مولانا مرحوم کے اس بیان کو نظر انصاف ملاحظہ کریں گے تو ان پر واضح ہو جائے گا کہ مسلک اہلحدیث کے فروعی و اصولی مسائل ایسے نہیں ہیں جن کو بآسانی متروک العمل اور قطعی غیر مقبول قرار دے دیا جائے۔ مسلک اہلحدیث کی بنیاد خالص کتاب و سنت پر ہے۔ جس میں قیل و قال و آرائے رجال سے کچھ گنجائش نہیں ہے۔ جس کا مختصر تعارف یہ ہے:

ما اهلحديثيم دغا رانه شانسيم   صد شكر كه در مذهب ما حيله وفن نيست

بَابٌ: إِذَا أَدْخَلَ رِجْلَيْهِ وَهُمَا طَاهِرَتَانِ

باب: وضو کر کے موزے پہننے کے بیان میں

٢٠٦ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَأَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ: ((دَعْهُمَا، فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ)) فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا. [راجع:١٨٢]

(٢٠٦) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے زکریا نے یحییٰ کے واسطے سے نقل کیا، وہ عامر سے وہ عروہ بن مغیرہ سے، وہ اپنے باپ (مغیرہ) سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھا، تو میں نے چاہا کہ (وضو کرتے وقت) آپ کے موزے اتار ڈالوں۔ آپ نے فرمایا کہ "انہیں رہنے دو۔ چونکہ جب میں نے انہیں پہنا تھا تو میرے پاؤں پاک تھے۔" (یعنی میں وضو سے تھا) پس آپ نے ان پر مسح کیا۔

تشریح: مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لئے تین دن اور تین رات تک مسلسل موزوں پر مسح کرنے کی اجازت ہے، کم از کم چالیس اصحاب نبوی سے موزوں پر مسح کرنے کی روایت نقل ہوئی ہے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ مِنْ لَحْمِ الشَّاةِ وَالسَّوِيقِ

باب: اس بارے میں کہ بکری کا گوشت اور ستو کھا کر نیا وضو نہ کرنا ثابت ہے

وَأَكَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ لَحْمًا فَلَمْ يَتَوَضَّؤُوا.

اور حضرت ابوبکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم نے گوشت کھایا اور نیا وضو نہیں کیا۔

٢٠٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ. أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ [طرفاه فى:٥٤٠٤، ٥٤٠٥] [مسلم: ٧٩٠؛ ابوداود: ١٨٧]

(٢٠٧) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے زید بن اسلم سے خبر دی، وہ عطاء بن یسار سے، وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے بکری کا شانہ کھایا، پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

٢٠٨ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ، أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ، فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ. فَأَلْقَى السِّكِّيْنَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [اطرافه في: ٦٧٥، ٢٩٢٣،

(٢٠٨) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہمیں لیث نے عقیل سے خبر دی، وہ ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں، انہیں جعفر بن عمرو بن امیہ نے اپنے باپ عمرو سے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ بکری کے شانہ سے کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے، پھر آپ نماز کے لیے بلائے گئے تو آپ نے چھری ڈال دی اور نماز پڑھی، نیا وضو نہیں کیا۔

٥٤٠٨، ٥٤٢٢، ٥٤٦٢] [مسلم: ٧٩٢،
٧٩٣، ٧٩٤؛ ترمذي: ١٨٣٦؛ ابن ماجه: ٤٩٢]

تشریح: کسی بھی جائز اور مباح چیز کے کھانے سے وضونہیں ٹوٹتا، جن روایات میں ایسے وضو کرنے کا ذکر آیا ہے وہاں لغوی وضو یعنی صرف ہاتھ منہ دھونا۔ کلی کرنا مراد ہے۔

بَابُ مَنْ مَضْمَضَ مِنَ السَّوِيقِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

باب: اس بارے میں کہ کوئی شخص ستو کھا کر صرف کلی کرے اور نیا وضو نہ کرے

٢٠٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، مَوْلَى بَنِي حَارِثَةَ أَنَّ سُوَيْدَ ابْنَ النُّعْمَانِ، أَخْبَرَهُ. أَنَّهُ، خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ خَيْبَرَ، حَتَّى إِذَا كَانُوْا بِالصَّهْبَاءِ -وَهِيَ أَدْنَى خَيْبَرَ- فَصَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَادِ، فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيْقِ، فَأَمَرَ بِهِ فَثُرِّيَ، فَأَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَكَلْنَا، ثُمَّ قَامَ إِلَى مَغْرِبٍ، فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [أطرافه في: ٢١٥، ٢٩٨١، ٤١٧٥، ٤١٩٥، ٥٣٨٤، ٥٣٩٠، ٥٤٥٤، ٥٤٥٥] [نسائي: ١٨٦؛ ابن ماجه: ٤٩٢]

(۲۰۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے امام مالک نے یحییٰ بن سعید کے واسطے سے خبر دی، وہ بشیر بن یسار بنی حارثہ کے آزاد کردہ غلام سے روایت کرتے ہیں کہ سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ فتح خیبر والے سال وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صہبا کی طرف، جو خیبر کے قریب ایک جگہ ہے، پہنچے۔ آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی، پھر ناشتہ منگوایا گیا تو سوائے ستو کے اور کچھ نہیں لایا گیا۔ پھر آپ نے حکم دیا تو وہ بھگو دیا گیا۔ پھر رسول کریم ﷺ نے کھایا اور ہم نے (بھی) کھایا۔ پھر مغرب (کی نماز) کے لیے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے کلی کی اور ہم نے (بھی) پھر آپ نے نماز پڑھی اور نیا وضو نہیں کیا۔

٢١٠ـ وَحَدَّثَنَا أَصْبَغُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنْ مَيْمُوْنَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَكَلَ عِنْدَهَا كَتِفًا، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [مسلم: ٧٩٥، ٧٩٦]

(۲۱۰) ہم سے اصبغ نے بیان کیا، کہا مجھے ابن وہب نے خبر دی، کہا مجھے عمرو نے بکیر سے، انہوں نے کریب سے، ان کو حضرت میمونہ زوجہ رسول کریم ﷺ نے بتلایا کہ آپ نے ان کے یہاں (بکری کا) شانہ کھایا پھر نماز پڑھی اور نیا وضو نہیں فرمایا۔

تشریح: یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت فرمایا کہ بکری کا شانہ کھانے پر آپ نے وضو نہیں فرمایا تو ستو کھا کر بھی وضو نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلی حدیث میں ہے۔

بَابٌ: هَلْ يُمَضْمِضُ مِنَ اللَّبَنِ

باب: اس بارے میں کہ کیا دودھ پی کر کلی کرنی چاہیے؟

٢١١ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، وَقُتَيْبَةُ، قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا، فَمَضْمَضَ وَقَالَ: ((إِنَّ لَهُ دَسَمًا)). تَابَعَهُ يُوْنُسُ وَصَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ. [طرفه في:٥٦٠٩] [مسلم: ٧٩٨، ٧٩٩؛ ابوداود: ١٩٦؛ ترمذي: ٨٩؛ نسائي: ١٨٧؛ ابن ماجه: ٤٩٨]

(۲۱۱) ہم سے یحییٰ بن بکیر اور قتیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا وہ عقیل سے، وہ ابن شہاب سے، وہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے، وہ عبداللہ بن عباس ﷠ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دودھ پیا، پھر کلی کی اور فرمایا: ''اس میں چکنائی ہوتی ہے۔''
اس حدیث میں عقیل کی یونس اور صالح بن کیسان نے زہری سے متابعت کی ہے۔

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ النَّوْمِ

وَمَنْ لَمْ يَرَ مِنَ النَّعْسَةِ وَالنَّعْسَتَيْنِ أَوِ الْخَفْقَةِ وُضُوْءًا.

باب: سونے کے بعد وضو کرنے کے بیان میں

اور بعض علما کے نزدیک ایک یا دو مرتبہ کی اونگھ سے یا (نیند کا) ایک جھونکا آ جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

٢١٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلْيَرْقُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ)). [مسلم: ١٨٣٥؛ ابوداود: ١٣١٠]

(۲۱۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا مجھ کو مالک نے ہشام سے، انہوں نے اپنے باپ سے خبر دی، انہوں نے عائشہ ﷞ سے نقل کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''جب نماز پڑھتے وقت تم میں سے کسی کو اونگھ آ جائے، تو چاہیے کہ وہ سو رہے یہاں تک کہ نیند (کا اثر) اس سے ختم ہو جائے۔ اس لیے جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے لگے اور وہ اونگھ رہا ہو تو وہ کچھ نہیں جانے گا کہ وہ (اللہ سے) مغفرت طلب کر رہا ہے یا اپنے نفس کو بددعا دے رہا ہے۔''

٢١٣ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا نَعَسَ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَنَمْ حَتَّى يَعْلَمَ مَا يَقْرَأُ)).

(۲۱۳) ہم سے ابومعمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے، کہا ہم سے ایوب نے ابوقلابہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ حضرت انس ﷜ سے روایت کرتے ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ سے۔ آپ نے فرمایا کہ ''جب تم نماز میں اونگھنے لگو تو سو جانا چاہیے۔ پھر اس وقت نماز پڑھے جب جان لے کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے۔''

تشریح: فرض نماز کے لئے بہر حال جاگنا ہی چاہیے جیسا کہ بعض مواقع پر نبی کریم ﷺ کو بھی جگایا جاتا تھا۔

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنْ غَيْرِ حَدَثٍ

باب: بغیر حدث کے بھی نیا وضو کرنا جائز ہے

٢١٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ

(۲۱۴) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے عمرو بن عامر کے واسطے سے بیان کیا، کہا میں نے حضرت انس ﷜ سے سنا۔

أَنَسًا؛ ح: وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ. قُلْتُ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ؟ قَالَ: يُجْزِئُ أَحَدَنَا الْوُضُوْءُ مَا لَمْ يُحْدِثْ. [ابوداود: ۱۷۱؛ ترمذي: ٦٠؛ نسائي: ۱۳۱؛ ابن ماجه: ۵۰۹]

(دوسری سند سے) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے، وہ سفیان سے روایت کرتے ہیں، ان سے عمرو بن عامر نے بیان کیا، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ ہر نماز کے لیے نیا وضو فرمایا کرتے تھے۔ میں نے کہا تم لوگ کس طرح کرتے تھے، کہنے لگے ہم میں سے ہر ایک کو اس کا وضو اس وقت تک کافی ہوتا، جب تک کوئی وضو توڑنے والی چیز پیش نہ آ جاتی۔ (یعنی پیشاب، پاخانہ، یا نیند وغیرہ)۔

۲۱۵۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سُوَيْدُ بْنُ النُّعْمَانِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ خَيْبَرَ، حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ، صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْعَصْرَ، فَلَمَّا صَلَّى دَعَا بِالْأَطْعِمَةِ، فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيْقِ، فَأَكَلْنَا وَشَرِبْنَا، ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ، ثُمَّ صَلَّى لَنَا الْمَغْرِبَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع: ۲۰۹]

(۲۱۵) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے یحییٰ بن سعید نے خبر دی، انہیں بشیر بن یسار نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ نے بتلایا انہوں نے کہا کہ ہم خیبر والے سال رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جب صہباء میں پہنچے تو رسول کریم ﷺ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی۔ جب نماز پڑھ چکے تو آپ نے کھانے منگوائے۔ مگر (کھانے میں) صرف ستو ہی لایا گیا۔ سو ہم نے (اس کو) کھایا اور پیا۔ پھر رسول کریم ﷺ مغرب کی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے تو آپ نے کلی کی، پھر ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اور (نیا) وضو نہیں کیا۔

تشریح: دونوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ ہر نماز کے لئے نیا وضو مستحب ہے۔ مگر ایک ہی وضو سے آدمی کئی نمازیں بھی پڑھ سکتا ہے۔

بَابٌ: مِنَ الْكَبَائِرِ أَنْ لَا يَسْتَتِرَ مِنْ بَوْلِهِ

باب: اس بارے میں کہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا کبیرہ گناہ ہے

۲۱٦۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِحَائِطٍ مِنْ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ أَوْ مَكَّةَ، فَسَمِعَ صَوْتَ إِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُوْرِهِمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ))، ثُمَّ قَالَ:

(۲۱٦) ہم سے عثمان نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے منصور کے واسطے سے نقل کیا، وہ مجاہد سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ مدینہ یا مکہ کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ (وہاں) آپ نے دو شخصوں کی آواز سنی جنہیں ان کی قبروں میں عذاب کیا جا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "ان پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی بہت بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں۔" پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "بات یہ ہے کہ

((بَلَى، كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ، وَكَانَ الْآخَرُ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ)). ثُمَّ دَعَا بِجَرِيْدَةٍ فَكَسَرَهَا كِسْرَتَيْنِ، فَوَضَعَ عَلَى كُلِّ مِنْهُمَا كِسْرَةً. فَقِيلَ لَهُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ لِمَ فَعَلْتَ هَذَا؟ قَالَ: ((لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ تَيْبَسَا)). [أطرافه في: ٢١٨، ١٣٦١، ١٣٧٨، ٦٠٥٢، ٦٠٥٥] [ابوداود: ٢١؛ نسائي: ٢٠٦٧]

ایک شخص ان میں سے پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتا تھا اور دوسرا شخص چغل خوری کیا کرتا تھا۔" پھر آپ ﷺ نے (کھجور کی) ایک ڈالی منگوائی اور اس کو توڑ کر دو ٹکڑے کیا اور ان میں سے (ایک ایک ٹکڑا) ہر ایک کی قبر پر رکھ دیا۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ آپ نے کیوں کیا۔ آپ نے فرمایا: "اس لیے کہ جب تک یہ ڈالیاں خشک ہوں شاید اس وقت تک ان پر عذاب کم ہو جائے۔"

تشریح: اس حدیث سے عذاب قبر ثابت ہوا یہ دونوں قبروں والے مسلمان ہی تھے اور قبریں بھی نئی تھیں ہری ڈالیاں تسبیح کرتی ہیں اس وجہ سے عذاب میں کمی ہوئی ہوگی۔ بعض کہتے ہیں کہ عذاب کا کم ہونا آپ ﷺ کی دعا سے ہوا تھا ان ڈالیوں کا اثر نہ تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي غَسْلِ الْبَوْلِ

باب: پیشاب کو دھونے کے بیان میں

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِصَاحِبِ الْقَبْرِ: ((كَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ)). وَلَمْ يَذْكُرْ سِوَى بَوْلِ النَّاسِ.

اور یہ کہ رسول کریم ﷺ نے ایک قبر والے کے بارے میں فرمایا تھا کہ "وہ اپنے پیشاب سے بچنے کی کوشش نہیں کرتا تھا۔" آپ نے آدمی کے پیشاب کے علاوہ کسی اور کے پیشاب کا ذکر نہیں فرمایا۔

٢١٧۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنِي رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ إِذَا تَبَرَّزَ لِحَاجَتِهِ أَتَيْتُهُ بِمَاءٍ فَيَغْسِلُ بِهِ. [راجع: ١٥٠]

(۲۱۷) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو اسماعیل بن ابراہیم نے خبر دی کہا مجھے روح بن القاسم نے بتلایا، کہا مجھ سے عطاء بن ابی میمونہ نے بیان کیا، وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب رفع حاجت کے لیے باہر تشریف لے جاتے تو میں آپ کے پاس پانی لاتا، آپ اس سے استنجا فرماتے۔

بَابٌ

باب

٢١٨۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ: ((إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ

(۲۱۸) ہم سے محمد بن المثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن خازم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے مجاہد کے واسطے سے روایت کیا، وہ طاؤس سے، وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ دو قبروں پر گزرے تو آپ نے فرمایا کہ "ان دونوں قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ اور کسی بڑے گناہ پر نہیں۔ ایک تو ان میں سے پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کیا

يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ)). ثُمَّ أَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً، فَشَقَّهَا نِصْفَيْنِ، فَغَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لِمَ فَعَلْتَ هَذَا قَالَ: ((لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا)). قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: وَحَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا مِثْلَهُ: [راجع: ٢١٦] [مسلم: ٦٧٧؛ ترمذي: ٧٠؛ نسائي: ٣١، ٢٠٦٨؛ ابن ماجه: ٣٤٧]

کرتا تھا۔" پھر آپ ﷺ نے ایک ہری ٹہنی لے کر بیچ سے اس کے دو ٹکڑے کئے اور ہر ایک قبر پر ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ نے (ایسا) کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: "شاید جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہوں ان پر عذاب میں کچھ تخفیف رہے۔" ابن المثنی نے کہا کہ اس حدیث کو ہم سے وکیع نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، انہوں نے مجاہد سے اسی طرح سنا۔

تشریح: ((لا يستتر من البول)) کا ترجمہ یہ بھی ہے کہ وہ پیشاب کرتے وقت پردہ نہیں کرتا تھا۔ بعض روایات میں ((لا يستنزه)) آیا ہے جس کا مطلب یہ کہ پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ مقصد ہر دو لفظوں کا ایک ہی ہے۔

بَابُ تَرْكِ النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّاسِ الْأَعْرَابِيَّ حَتَّى فَرَغَ مِنْ بَوْلِهِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: رسول کریم ﷺ اور صحابہ ؓ کا ایک دیہاتی کو چھوڑ دینا جب تک کہ وہ مسجد میں پیشاب سے فارغ نہ ہو گیا

٢١٩ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى أَعْرَابِيًّا يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: ((دَعُوْهُ)). حَتَّى إِذَا فَرَغَ دَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ. [طرفه في: ٢٢١، ٦٠٢٥]

(۲۱۹) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے، کہا ہم سے اسحاق نے انس بن مالک کے واسطے سے نقل کیا کہ رسول کریم ﷺ نے ایک دیہاتی کو مسجد میں پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو لوگوں سے آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو جب وہ فارغ ہو گیا تو پانی منگا کر آپ نے (اس جگہ) بہا دیا۔

تشریح: مزید تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے۔

بَابُ صَبِّ الْمَاءِ عَلَى الْبَوْلِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں پیشاب پر پانی بہا دینے کے بیان میں

٢٢٠ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللّٰهِ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ، فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ: ((دَعُوْهُ

(۲۲۰) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں شعیب نے زہری کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا کہ ایک اعرابی کھڑا ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا تو لوگ اس پر جھپٹنے لگے۔ (یہ دیکھ کر) رسول کریم ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ "اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر

وَهَرِيقُوا عَلَى بَوْلِهِ سَجْلاً مِنْ مَاءٍ، أَوْ ذَنُوبًا مِنْ مَاءٍ، فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ، وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ)) [طرفه في: ٦١٢٨] [نسائي: ٥٦، ٣٢٩]

پانی کا بھرا ہوا ڈول یا کچھ کم بھرا ہوا ڈول بہا دو۔ کیونکہ تم نرمی کے لیے بھیجے گئے ہو، سختی کے لیے نہیں۔

تشریح: درمیان میں روکنے سے بیماری کا اندیشہ تھا اس لئے آپ ﷺ نے از راہ شفقت اسے فارغ ہونے دیا اور بعد میں اسے سمجھا دیا کہ آئندہ ایسی حرکت نہ ہو اور اس جگہ کو پاک کرا دیا۔ کاش! ایسے اخلاق آج بھی مسلمانوں کو حاصل ہو جائیں۔

٢٢١ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؛ ح: وَحَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي طَائِفَةِ الْمَسْجِدِ، فَزَجَرَهُ النَّاسُ، فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمَّا قَضَى بَوْلَهُ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِذَنُوبٍ مِنْ مَاءٍ، فَأُهْرِيقَ عَلَيْهِ. [راجع ٢١٩] [مسلم: ٦٦٠؛ نسائي: ٥٤، ٥٥]

(۲۲۱) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہمیں عبداللہ نے خبر دی، کہا ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی، کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں (دوسری سند یہ ہے) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا کہا ہم سے سلیمان نے یحییٰ بن سعید کے واسطے سے بیان کیا، کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص آیا اور اس نے مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کر دیا۔ لوگوں نے اس کو منع کیا تو رسول کریم ﷺ نے انہیں روک دیا۔ جب وہ پیشاب کر کے فارغ ہوا تو آپ نے اس (کے پیشاب) پر ایک ڈول پانی بہانے کا حکم دیا۔ چنانچہ بہا دیا گیا۔

تشریح: باب کا منشا ان احادیث سے صاف روشن ہے۔

بَابُ بَوْلِ الصِّبْيَانِ

باب: بچوں کے پیشاب کے بارے میں

٢٢٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَّهَا قَالَتْ: أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِصَبِيٍّ، فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ إِيَّاهُ. [أطرافه في: ٥٤٦٨، ٦٠٠٢، ٦٣٥٥] [نسائي: ٣٠٢]

(۲۲۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو مالک نے ہشام بن عروہ سے خبر دی، انہوں نے اپنے باپ (عروہ) سے انہوں نے حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ کے پاس ایک بچہ لایا گیا، اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا آپ نے پانی منگایا اور اس پر بہا دیا۔

٢٢٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ ابْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ، أَنَّهَا أَتَتْ بِابْنٍ لَهَا صَغِيرٍ، لَمْ

(۲۲۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہمیں مالک نے ابن شہاب سے خبر دی، وہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ (بن مسعود) سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں، وہ ام قیس بنت محصن نامی ایک خاتون سے کہ وہ رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں اپنا چھوٹا بچہ لے کر آئیں۔ جو کھانا

يَأْكُلِ الطَّعَامَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَأَجْلَسَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ حَجْرِهِ، فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ.

نہیں کھا تا تھا (یعنی شیر خوار تھا) رسول کریم ﷺ نے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا۔ اس بچے نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپ ﷺ نے پانی منگا کر کپڑے پر چھڑک دیا اور اسے نہیں دھویا۔

[طرفه في: ٥٦٩٣] [مسلم: ٦٦٥، ٦٦٦؛ ابوداود: ٣٧٤؛ ترمذي: ٧١؛ ابن ماجه: ٥٢٤]

تشریح: شیر خوار بچہ جس نے کچھ بھی کھانا پینا نہیں سیکھا ہے، اس کے پیشاب پر پانی کے چھینٹے کافی ہیں۔ مگر یہ حکم صرف مرد بچوں کے لئے ہے۔ بچیوں کا پیشاب بہر حال دھونا ہی ہوگا۔

بَابُ الْبَوْلِ قَائِمًا وَقَاعِدًا

باب: اس بیان میں کہ کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنا (حسب موقع ہر دو طرح سے جائز ہے)

٢٢٤۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: أَتَى النَّبِيُّ ﷺ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ، فَتَوَضَّأَ. [أطرافه في: ٢٢٥، ٢٢٦، ٢٤٧١] [مسلم: ٦٢٤، ٦٢٥، ٦٢٦؛ ابوداود: ٢٣؛ ترمذي: ١٣؛ نسائي: ٢٧، ٢٨؛ ابن ماجه: ٣٠٥، ٣٠٦]

(۲۲۴) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے اعمش کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابو وائل سے، وہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کسی قوم کی کوڑی (کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ) پر تشریف لائے (پس) آپ ﷺ نے وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کیا، پھر پانی منگایا۔ میں آپ ﷺ کے پاس پانی لے کر آیا تو آپ ﷺ نے وضو فرمایا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ کسی ضرورت کے تحت کھڑے ہو کر بھی پیشاب کیا جا سکتا ہے۔ اور جب ضرورتاً کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہوا تو بیٹھ کر تو یقیناً جائز ہوگا مگر آج کل کوٹ پتلون والوں نے کھڑے ہو کر جو پیشاب کرنا انگریزوں سے سیکھا ہے ایک مرد مسلمان کے لئے یہ سراسر ناجائز اور اسلامی تہذیب کے خلاف ہے کیونکہ اس میں نہ پردہ ملحوظ ہوتا ہے نہ چھینٹوں سے پرہیز۔

بَابُ الْبَوْلِ عِنْدَ صَاحِبِهِ وَالتَّسَتُّرِ بِالْحَائِطِ

باب: اپنے (کسی) ساتھی کے قریب پیشاب کرنا اور دیوار کی آڑ لینا

٢٢٥۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: رَأَيْتُنِيْ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ نَتَمَاشَى، فَأَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ خَلْفَ حَائِطٍ، فَقَامَ كَمَا يَقُوْمُ أَحَدُكُمْ فَبَالَ، فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ، فَأَشَارَ إِلَيَّ فَجِئْتُهُ، فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبِهِ

(۲۲۵) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا کہا ہم سے جریر نے منصور کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابو وائل سے، وہ حذیفہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں اور رسول کریم ﷺ جا رہے تھے کہ ایک قوم کی کوڑی پر (جو) ایک دیوار کے پیچھے (تھی) پہنچے تو آپ اس طرح کھڑے ہو گئے جس طرح ہم تم میں سے کوئی (شخص) کھڑا ہوتا ہے پھر آپ نے پیشاب کیا اور میں ایک طرف ہٹ گیا۔ تب آپ نے مجھے اشارہ

حَتّٰى فَرَغَ .[راجع: ٢٢٤]

کیا تو میں آپ کے پاس (پردہ کی غرض سے) آپ کی ایڑیوں کے قریب کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ پیشاب سے فارغ ہو گئے۔ (بوقت ضرورت ایسا بھی کیا جا سکتا ہے)۔

بَابُ الْبَوْلِ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ

باب: کسی قوم کی کوڑی پر پیشاب کرنا

٢٢٦ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، قَالَ: كَانَ أَبُو مُوْسَى الْأَشْعَرِيُّ يُشَدِّدُ فِي الْبَوْلِ وَيَقُوْلُ: إِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ كَانَ إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ أَحَدِهِمْ قَرَضَهُ. فَقَالَ: حُذَيْفَةُ لَيْتَهُ أَمْسَكَ، أَتَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا. [راجع: ٢٢٤]

(۲۲۶) ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے منصور کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابووائل سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ابوموسیٰ اشعری پیشاب (کے بارہ) میں سختی سے کام لیتے تھے اور کہتے تھے کہ بنی اسرائیل میں جب کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جاتا تو اسے کاٹ ڈالتے۔ ابوحذیفہ کہتے ہیں کہ کاش! وہ اپنے اس تشدد سے رک جاتے (کیونکہ) رسول اللہ ﷺ کسی قوم کی کوڑی (کوڑا کرکٹ کی جگہ) پر تشریف لائے اور آپ نے وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

تشریح: حضرت کی غرض یہ تھی کہ پیشاب سے بچنے میں احتیاط کرنا ہی چاہیے۔ لیکن خواہ مخواہ کا تشدد اور زیادتی سے وہم اور وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے عمل میں اتنی ہی احتیاط چاہیے جتنی آدمی روزمرہ کی زندگی میں کر سکتا ہے۔

بَابُ غَسْلِ الدَّمِ

باب: حیض کا خون دھونا ضروری ہے

٢٢٧ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنِيْ فَاطِمَةُ، عَنْ أَسْمَاءَ، قَالَتْ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: أَرَأَيْتَ إِحْدَانَا تَحِيْضُ فِي الثَّوْبِ كَيْفَ تَصْنَعُ قَالَ: ((تَحُتُّهُ، ثُمَّ تَقْرُصُهُ بِالْمَاءِ، وَتَنْضَحُهُ بِالْمَاءِ وَتُصَلِّيْ فِيْهِ)).

[طرفه في :٣٠٧] [مسلم: ٦٧٥؛ ابو داود: ٣٦١، ٣٦٢؛ نسائي: ٢٩٢، ٣٩٢؛ ابن ماجه: ٦٢٩]

(۲۲۷) ہم سے محمد بن المثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ نے ہشام کے واسطے سے بیان کیا، ان سے فاطمہ نے اسماء کے واسطے سے، وہ کہتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی حضور فرمایئے ہم میں سے کسی عورت کو کپڑے میں حیض آ جائے (تو) وہ کیا کرے آپ نے فرمایا کہ "(پہلے) اسے کھرچے، پھر پانی سے رگڑے اور پانی سے دھو ڈالے اور اسی کپڑے میں نماز پڑھ لے۔"

تشریح: معلوم ہوا کہ نجاست دور کرنے کے لئے پانی کا ہونا ضروری ہے دوسری چیزوں سے دھونا درست نہیں۔ اکثر علما کا یہی فتویٰ ہے۔ حنفیہ نے کہا ہے کہ ہر رقیق چیز جو پاک ہو اس سے دھو سکتے ہیں جیسے سرکہ وغیرہ امام بخاری رحمہ اللہ و جمہور کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے۔

٢٢٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ

(۲۲۸) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابومعاویہ نے کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے اپنے باپ (عروہ) کے واسطے سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ ابوحبیش کی بیٹی فاطمہ رسول

ابْنَةُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ، أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ فَقَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((لَا، إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ، وَلَيْسَ بِحَيْضٍ، فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتُكِ فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّي)). قَالَ: وَقَالَ أَبِي: ((ثُمَّ تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ، حَتّٰى يَجِيْءَ ذٰلِكَ الْوَقْتُ)).

[اطرافه في: ٣٠٦، ٣٢٠، ٣٢٥، ٣٣١] [مسلم: ٧٥٣؛ ترمذي: ١٢٥؛ نسائي: ٣٥٧؛ ابن ماجه: ٦٢١]

اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا کہ میں ایک ایسی عورت ہوں جسے استحاضہ کی بیماری ہے۔ اس لیے میں پاک نہیں رہتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں یہ ایک رگ (کا خون) ہے حیض نہیں ہے۔ تو جب تجھے حیض آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب یہ دن گزر جائیں تو اپنے (بدن اور کپڑے) سے خون کو دھو ڈال پھر نماز پڑھ۔" ہشام کہتے ہیں کہ میرے باپ عروہ نے کہا کہ حضور نے یہ (بھی) فرمایا کہ "پھر ہر نماز کے لیے وضو کر یہاں تک کہ وہی (حیض کا) وقت پھر آ جائے۔"

تشریح: استحاضہ ایک بیماری ہے جس میں عورت کا خون بند نہیں ہوتا۔ اس کے لئے حکم ہے کہ ہر نماز کے لئے مستقل وضو کرے اور حیض کے جتنے دن اس کی عادت کے مطابق ہوتے ہیں ان دنوں کی نماز نہ پڑھے۔ اس لئے کہ ان ایام کی نماز معاف ہے۔ اس سے یہ بھی نکلا کہ جو لوگ ہوا خارج ہونے یا پیشاب کے قطرے وغیرہ کی بیماری میں مبتلا ہو جائیں، وہ نماز ترک نہ کریں بلکہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کر لیا کریں۔ پھر بھی حدث وغیرہ ہو جائے تو پھر اس کی پروا نہ کریں۔ جس طرح استحاضہ والی عورت خون آنے کی پروا نہ کرے، اسی طرح وہ بھی نماز پڑھتے رہیں۔ شریعت حقہ نے ان ہدایات سے عورتوں کی پاکیزگی اور طبی ضروریات کے پیش نظر ان کی بہترین راہنمائی کی ہے اور اس بارے میں معلومات کو ضروری قرار دیا۔ ان لوگوں پر بے حد تعجب ہے جو انکار حدیث کے لئے ایسی ہدایات پر ہنستے ہیں۔ اور آج کے دور کے اس جنسی لٹریچر کو سراہتے ہیں جو سراسر عریانیت سے بھرپور ہے۔ قاتلهم الله انى يؤفكون۔

بَابُ غَسْلِ الْمَنِيِّ وَفَرْكِهِ وَغَسْلِ مَا يُصِيْبُ مِنَ الْمَرْأَةِ

باب: منی کا دھونا اور اس کا کھرچنا ضروری ہے۔ نیز جو چیز عورت سے لگ جائے اس کا دھونا بھی ضروری ہے

٢٢٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ الْجَزَرِيُّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَغْسِلُ الْجَنَابَةَ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ ﷺ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ، وَإِنَّ بُقَعَ الْمَاءِ فِيْ ثَوْبِهِ. [اطرافه في ٢٣٠، ٢٣١، ٢٣٢] [مسلم: ٦٧٢؛ ابوداود: ٣٧٣؛

(٢٢٩) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا مجھے عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا مجھے عمرو بن میمون الجزری نے بتلایا، وہ سلیمان بن یسار سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ کے کپڑے سے جنابت کو دھوتی تھی۔ پھر (اس کو پہن کر) آپ نماز کے لیے تشریف لے جاتے اور پانی کے دھبے آپ کے کپڑے میں ہوتے تھے۔

ترمذي: ١١٧؛ نسائي: ٢٩٤؛ ابن ماجه: ٥٣٦]

٢٣٠۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ؛ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَنِيِّ، يُصِيْبُ الثَّوْبَ؟ فَقَالَتْ: كُنْتُ أَغْسِلُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَثَرُ الْغَسْلِ فِيْ ثَوْبِهِ بُقَعُ الْمَاءِ. [راجع: ٢٢٩]

(۲۳۰) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید نے، کہا ہم سے عمرو نے سلیمان سے روایت کیا، انہوں نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا (دوسری سند یہ ہے) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد نے، کہا ہم سے عمرو بن میمون نے سلمان بن یسار کے واسطے سے نقل کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس منی کے بارہ میں پوچھا جو کپڑے کو لگ جائے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں منی کو رسول کریم ﷺ کے کپڑے سے دھوڈالتی تھی پھر آپ نماز کے لیے باہر تشریف لے جاتے اور دھونے کا نشان (یعنی) پانی کے دھبے آپ کے کپڑے میں باقی ہوتے۔

تشریح: باب میں عورت کی شرمگاہ سے تری وغیرہ لگ جانے اور اس کے دھونے کا بھی ذکر تھا۔ مگر احادیث واردہ میں صراحتاً عورت کی تری کا ذکر نہیں ہے، ہاں حدیث نمبر ۲۲۷ میں کپڑے پر مطلقاً منی لگ جانے کا ذکر ہے۔ خواہ وہ مرد کی ہو یا عورت کی اسی سے باب کی مطابقت ہوتی ہے، یہ بھی ظاہر ہوا کہ منی کو پہلے کھرچنا چاہیے پھر پانی سے صاف کر ڈالنا چاہیے پھر بھی اگر کپڑے پر کچھ نشان دھبے باقی رہ جائیں تو ان میں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ کیونکہ کپڑا پاک صاف ہو چکا ہے۔

بَابٌ: إِذَا غَسَلَ الْجَنَابَةَ أَوْ غَيْرَهَا فَلَمْ يَذْهَبْ أَثَرُهُ

باب: اگر منی یا کوئی اور نجاست (مثلاً حیض کا خون) دھوئے اور (پھر) اس کا اثر نہ جائے (تو کیا حکم ہے؟)

٢٣١۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ فِي الثَّوْبِ تُصِيْبُهُ الْجَنَابَةُ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَثَرُ الْغَسْلِ فِيْهِ بُقَعُ الْمَاءِ [راجع: ٢٢٩]

(۲۳۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عمرو بن میمون نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کپڑے کے متعلق جس میں جنابت (ناپاکی) کا اثر آ گیا ہو، سلیمان بن یسار سے سنا وہ کہتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں رسول کریم ﷺ کے کپڑے سے منی کو دھوڈالتی تھی پھر آپ نماز کے لیے باہر نکلتے اور دھونے کا نشان یعنی پانی کے دھبے کپڑے میں ہوتے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پاک کرنے کے بعد پانی کے دھبے اگر کپڑے پر باقی رہیں تو کچھ حرج نہیں۔

٢٣٢۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ،

(۲۳۲) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر نے، کہا ہم سے عمرو بن میمون بن مہران نے، انہوں نے سلیمان بن یسار سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول کریم ﷺ کے کپڑے سے

أَنَّهَا كَانَتْ تَغْسِلُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ أَرَاهُ فِيهِ بُقْعَةً أَوْ بُقَعًا. [راجع: ٢٢٩]

منی کو دھوڈالتی تھیں (وہ فرماتی ہیں کہ) پھر (کبھی) میں ایک یا کئی دھبے دیکھتی تھی۔

تشریح: قسطلانی نے کہا کہ اگر اس کا نشان دور کرنا سہل ہوتو اسے دور ہی کرنا چاہیے مشکل ہوتو کوئی ہرج نہیں اگر رنگ کے ساتھ بو بھی باقی رہ جائے تو وہ کپڑا پاک نہ ہوگا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات میں منی کے سوا اور نجاستوں کا صراحتاً ذکر نہیں فرمایا۔ بلکہ ان سب کو منی ہی پر قیاس کیا، اس طرح سب کا دھونا ضروری قرار دیا۔

بَابُ أَبْوَالِ الْإِبِلِ وَالدَّوَابِّ وَالْغَنَمِ وَمَرَابِضِهَا

باب: اونٹ، بکری اور چوپایوں کا پیشاب اور ان کے رہنے کی جگہ کے بارے میں

وَصَلَّى أَبُو مُوْسَى فِي دَارِ الْبَرِيْدِ وَالسِّرْقِيْنِ وَالْبَرِّيَّةُ إِلَى جَنْبِهِ، فَقَالَ: هَاهُنَا وَثَمَّ سَوَاءٌ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے دار برید میں نماز پڑھی (حالانکہ وہاں گوبر تھا) اور ایک پہلو میں جنگل تھا۔ پھر انہوں نے کہا یہ جگہ اور وہ جگہ برابر ہیں۔

تشریح: دارالبرید کوفہ میں سرکاری جگہ تھی۔ جس میں خلیفہ کے ایلچی قیام کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانوں میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ کے حاکم تھے۔ اسی جگہ اونٹ، بکری وغیرہ جانور بھی باندھے جاتے تھے۔ اس لئے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اسی میں نماز پڑھ لی اور صاف جنگل میں جو قریب ہی تھا جانے کی ضرورت نہ سمجھی پھر لوگوں کے دریافت کرنے پر بتلایا کہ مسئلہ کی رو سے یہ جگہ اور وہ صاف جنگل دونوں برابر ہیں اور اس قسم کے چوپایوں کا لید اور گوبر نجس نہیں ہے۔

٢٣٣ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ حَمَّادِ ابْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَدِمَ أُنَاسٌ مِنْ عُكْلٍ أَوْ عُرَيْنَةَ، فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ بِلِقَاحٍ، وَأَنْ يَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا، فَانْطَلَقُوْا، فَلَمَّا صَحُّوْا قَتَلُوْا رَاعِيَ النَّبِيِّ ﷺ وَاسْتَاقُوا النَّعَمَ، فَجَاءَ الْخَبَرُ فِيْ أَوَّلِ النَّهَارِ، فَبَعَثَ فِيْ آثَارِهِمْ، فَلَمَّا ارْتَفَعَ النَّهَارُ جِيْءَ بِهِمْ، فَأَمَرَ فَقَطَعَ أَيْدِيَهِمْ وَأَرْجُلَهُمْ، وَسُمِّرَتْ أَعْيُنُهُمْ، وَأُلْقُوْا فِي الْحَرَّةِ يَسْتَسْقُوْنَ فَلَا يُسْقَوْنَ. قَالَ أَبُو قِلَابَةَ: فَهَؤُلَاءِ سَرَقُوْا وَقَتَلُوْا وَكَفَرُوْا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ، وَحَارَبُوا اللَّهَ وَرَسُوْلَهُ. [أطرافه في ١٥٠١، ٣٠١٨، ٤١٩٢، ٤١٩٣، ٤٦١٠، ٥٦٨٥، ٥٦٨٦،

(٢٣٣) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے حماد بن زید سے، وہ ایوب سے، وہ ابوقلابہ سے، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگ عکل یا عرینہ (قبیلوں) کے مدینہ میں آئے اور بیمار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں لقاح میں جانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہاں اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پئیں۔ چنانچہ وہ لقاح چلے گئے اور جب اچھے ہو گئے تو رسول کریم ﷺ کے چرواہے کو قتل کر کے وہ جانوروں کو ہانک کر لے گئے۔ علی الصبح رسول کریم ﷺ کے پاس (اس واقعہ کی) خبر آئی تو آپ نے ان کے پیچھے آدمی دوڑائے۔ دن چڑھے وہ حضور ﷺ کی خدمت میں پکڑ کر لائے گئے آپ کے حکم کے مطابق ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور آنکھوں میں گرم سلائیں پھیر دی گئیں، اور مدینہ کی پتھریلی زمین میں ڈال دیئے گئے (پیاس کی شدت سے) وہ پانی مانگتے تھے مگر انہیں پانی نہیں دیا جاتا تھا۔ ابوقلابہ نے (ان کے جرم کی سنگینی ظاہر کرتے ہوئے) کہا کہ ان لوگوں نے چوری کی اور چرواہوں کو قتل کیا اور (آخر) ایمان سے پھر گئے اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی۔

٥٧٢٧، ٦٨٠٢، ٦٨٠٣، ٦٨٠٤، ٦٨٠٥،
٦٨٩٩] [مسلم: ٤٣٥٤، ٤٣٥٥، ٤٣٥٦،
٤٣٥٧؛ ابوداود: ٤٣٦٤، ٤٣٦٥، ٤٣٦٦؛
نسائي: ٤٠٣٦، ٤٠٣٧، ٤٠٣٨، ٤٠٣٩]

تشریح: یہ آٹھ آدمی تھے چار قبیلہ عرینہ کے اور تین قبیلہ عکل کے اور ایک کسی اور قبیلے کا ان کو مدینہ سے چھ میل دور ذوالجدر نامی مقام پر بھیجا گیا۔ جہاں بیت المال کی اونٹنیاں چرتی تھی۔ ان لوگوں نے تندرست ہونے پر ایسی غداری کی کہ چرواہوں کو قتل کیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں اور اونٹوں کو لے بھاگے۔ اس لئے قصاص میں ان کو ایسی ہی سخت سزا دی گئی۔ حکمت اور دانائی اور قیام امن کے لئے ایسا ضروری تھا اس وقت کے لحاظ سے یہ کوئی وحشیانہ سزا نہ تھی جو غیر مسلم اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ ذرا ان کو خود اپنی تاریخ ہائے قدیم کا مطالعہ کرنا چاہیے کہ اس زمانے میں ان کے دشمنوں کے لئے ان کے ہاں کیسی کیسی سنگین سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔

اسلام نے اصول قصاص پر ہدایات دے کر ایک پائیدار امن قائم کیا ہے۔ جس کا بہترین نمونہ آج بھی حکومت عربیہ سعودیہ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ والحمد لله على ذالك ايدهم الله بنصرة العزيز آمين۔

٢٣٤۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي قَبْلَ أَنْ يُبْنَى الْمَسْجِدُ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ. [أطرافه في: ٤٢٨، ٤٢٩، ١٨٦٨، ٢١٠٦، ٢٧٧١، ٢٧٧٤، ٢٧٧٩، ٣٩٣٢] [مسلم: ١١٧٤؛ ترمذي: ٣٥٠]

(٢٣٤) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، کہا مجھے ابوالتیاح یزید بن حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد کی تعمیر سے پہلے نماز بکریوں کے باڑے میں پڑھ لیا کرتے تھے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ بکریوں وغیرہ کے باڑے میں بوقت ضرورت نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

بَابُ مَا يَقَعُ مِنَ النَّجَاسَاتِ فِي السَّمْنِ وَالْمَاءِ

باب: ان نجاستوں کے بارے میں جو گھی اور پانی میں گر جائیں

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: لَا بَأْسَ بِالْمَاءِ مَا لَمْ يُغَيِّرْهُ طَعْمٌ أَوْ رِيحٌ أَوْ لَوْنٌ. وَقَالَ: حَمَّادٌ لَا بَأْسَ بِرِيشِ الْمَيْتَةِ. وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي عِظَامِ الْمَوْتَى نَحْوَ الْفِيلِ وَغَيْرِهِ: أَدْرَكْتُ نَاسًا مِنْ سَلَفِ الْعُلَمَاءِ يَمْتَشِطُوْنَ بِهَا، وَيَدَّهِنُوْنَ فِيهَا، لَا يَرَوْنَ بِهِ بَأْسًا. وَقَالَ ابْنُ سِيرِيْنَ وَإِبْرَاهِيمُ: لَا بَأْسَ بِتِجَارَةِ الْعَاجِ۔

زہری نے کہا کہ جب تک پانی کی بو، ذائقہ اور رنگ نہ بدلے اس میں کچھ حرج نہیں اور حماد کہتے ہیں کہ (پانی) میں مردار پرندوں کے پر (پڑ جانے) سے کچھ حرج نہیں ہوتا۔ مردوں کی جیسے ہاتھی وغیرہ کی ہڈیاں اس کے بارے میں زہری کہتے ہیں کہ میں نے پہلے لوگوں کو علما سلف میں سے ان کی کنگھیاں کرتے اور ان (کے برتنوں) میں تیل رکھتے ہوئے دیکھا ہے، وہ اس میں کچھ حرج نہیں سمجھتے تھے۔ ابن سیرین اور ابراہیم کہتے ہیں کہ ہاتھی کے دانت کی تجارت میں کچھ حرج نہیں۔

٢٣٥ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُوْنَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ فَأْرَةٍ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ فَقَالَ: ((أَلْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا، وَكُلُوْا سَمْنَكُمْ)).

[أطرافه في: ٢٣٦، ٥٥٣٨، ٥٥٣٩، ٥٥٤٠]

[ابوداود: ٣٨٤٢؛ ترمذي: ١٧٩٨؛ نسائي: ٤٢٦٩، ٤٢٧٠، ٤٢٧١]

(۲۳۵) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ کو مالک نے ابن شہاب کے واسطے سے روایت کی، وہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چوہے کے بارہ میں پوچھا گیا جو گھی میں گر گیا تھا۔ فرمایا: ''اس چوہے کو اور اس کے آس پاس کے گھی کو نکال پھینکو اور اپنا (باقی) گھی استعمال کرو۔''

٢٣٦ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُوْنَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنْ فَأْرَةٍ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ فَقَالَ: ((خُذُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوْهُ)). وَقَالَ: مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ مَا لَا أُحْصِيهِ يَقُوْلُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ. [راجع: ٢٣٥]

(۲۳۶) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے معن نے، کہا ہم سے مالک نے ابن شہاب کے واسطے سے بیان کیا، وہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چوہے کے بارے میں دریافت کیا گیا جو گھی میں گر گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ''اس چوہے کو اور اس کے آس پاس کے گھی کو نکال کر پھینک دو۔'' معن کہتے ہیں کہ مالک نے اتنی بار کہا کہ میں گن نہیں سکتا (یہ حدیث) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔

تشریح: پانی کم ہو یا زیادہ جب تک گندگی سے اس کے رنگ یا بو یا مزہ میں فرق نہ آئے، وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ ائمہ اہل حدیث کا یہی مسلک ہے جن لوگوں نے قلتین یا دہ دردہ کی قید لگائی ہے ان کے دلائل قوی نہیں ہیں۔ حدیث: ((الماء طهور لا ينجسه شيء)) اس بارے میں بطور اصل کے ہے۔ مردار جانوروں کے بال اور پر، ان کی ہڈیاں جیسے ہاتھی دانت وغیرہ یہ پانی وغیرہ میں پڑ جائیں تو وہ پانی وغیرہ ناپاک نہ ہوگا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا منشائے باب یہی ہے۔ بعض علمانے یہ فرق ضرور کیا ہے کہ گھی اگر جما ہوا ہو تو بقیہ استعمال میں آ سکتا ہے اور اگر پگھلا ہوا سیال ہو تو سارا ہی ناقابل استعمال ہو جائے گا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ چوہا اس میں گر جائے۔

٢٣٧ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كُلُّ كَلْمٍ يُكْلَمُهُ الْمُسْلِمُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَكُوْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهَا إِذْ طُعِنَتْ، تَفَجَّرُ دَمًا، اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ، وَالْعَرْفُ عَرْفُ الْمِسْكِ)). [طرفاه في: ٢٨٠٣، ٥٥٣٣]

(۲۳۷) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے معمر نے ہمام بن منبہ سے خبر دی اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا: ''ہر زخم جو اللہ کی راہ میں مسلمان کو لگے وہ قیامت کے دن اسی حالت میں ہوگا جس طرح وہ لگا تھا اس میں سے خون بہتا ہوگا۔ جس کا رنگ (تو) خون سا ہوگا اور خوشبو مشک کی سی ہوگی۔''

تشریح: اس حدیث کی علما نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس حدیث سے یہ ثابت کرنا ہے کہ مشک پاک ہے۔ جو ایک جما ہوا خون ہوتا ہے۔ مگر اس کے جمنے اور اس میں خوشبو پیدا ہو جانے سے اس کا خون کا حکم نہ رہا۔ بلکہ وہ پاک صاف مشک کی شکل بن گئی ایسے ہی جب پانی کا رنگ یا بو یا مزہ گندگی سے بدل جائے تو وہ اصل حالت طہارت پر نہ رہے گا بلکہ ناپاک ہو جائے گا۔

بَابُ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ

باب: اس بارے میں کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے

٢٣٨۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ، أَنَّ عَبْدَالرَّحْمنِ بْنَ هُرْمُزَ الْأَعْرَجَ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ)). [أطرافه في: ٨٧٦، ٨٩٦، ٢٩٥٦، ٣٤٨٦، ٦٦٢٤، ٦٨٨٧، ٧٠٣٦، ٧٤٩٥]

(۲۳۸) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، کہا مجھے ابو الزناد نے خبر دی کہ ان سے عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے رسول کریم ﷺ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم "(لوگ) دنیا میں پچھلے زمانے میں آئے ہیں (مگر آخرت میں) سب سے آگے ہیں۔"

٢٣٩۔ وَبِإِسْنَادِهِ قَالَ: ((لَا يَبُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِي، ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيْهِ)). [مسلم: ٦٥٦]

(۲۳۹) اور اسی سند سے (یہ بھی) فرمایا کہ "تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں جو جاری نہ ہو پیشاب نہ کرے۔ پھر اسی میں غسل کرنے لگے۔

تشریح: یعنی یہ ادب اور نظافت کے خلاف ہے کہ اسی پانی میں پیشاب کرنا اور پھر اسی سے غسل کرنا۔

بَابٌ: إِذَا أُلْقِيَ عَلَى ظَهْرِ الْمُصَلِّي قَذَرٌ أَوْ جِيفَةٌ لَمْ تَفْسُدْ عَلَيْهِ صَلَاتُهُ

باب: جب نمازی کی پشت پر (اچانک) کوئی نجاست یا مردار ڈال دیا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا رَأَى فِي ثَوْبِهِ دَمًا وَهُوَ يُصَلِّي وَضَعَهُ وَمَضَى فِي صَلَاتِهِ . وَقَالَ : ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ إِذَا صَلَّى وَفِي ثَوْبِهِ دَمٌ أَوْ جَنَابَةٌ أَوْ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ أَوْ تَيَمَّمَ، فَصَلَّى ثُمَّ أَدْرَكَ الْمَاءَ فِي وَقْتِهِ، لَا يُعِيْدُ .

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز پڑھتے وقت کپڑے میں خون لگا ہوا دیکھتے تو اس کو اتار ڈالتے اور نماز پڑھتے رہتے، ابن مسیب اور شعبی کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے کپڑے پر نجاست یا جنابت لگی ہو، یا (بھول کر) قبلے کے علاوہ کسی اور طرف نماز پڑھی ہو یا تیمم کر کے نماز پڑھی ہو، پھر نماز ہی کے وقت میں پانی مل گیا ہو تو (اب) نماز نہ دہرائے۔

تشریح: ان آثار کو عبدالرزاق اور سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ نے صحیح اسانید سے روایت کیا ہے۔

٢٤٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي،

(۲۴۰) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا مجھے میرے باپ (عثمان) نے

عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ مَيْمُوْنٍ، أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ، قَالَ: بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَاجِدٌ؛ ح: قَالَ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ ابْنُ عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ: أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي عِنْدَ الْبَيْتِ، وَأَبُو جَهْلٍ وَأَصْحَابٌ لَهُ جُلُوْسٌ، إِذْ قَالَ: بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ:أَيُّكُمْ يَجِيْءُ بِسَلَى جَزُوْرِ بَنِيْ فُلَانٍ فَيَضَعُهُ عَلَى ظَهْرِ مُحَمَّدٍ إِذَا سَجَدَ فَانْبَعَثَ أَشْقَى الْقَوْمِ فَجَاءَ بِهِ، فَنَظَرَ حَتَّى إِذَا سَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ وَضَعَهُ عَلَى ظَهْرِهِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَأَنَا أَنْظُرُ، لَا أُغْنِيْ شَيْئًا، لَوْ كَانَتْ لِيْ مَنَعَةٌ. قَالَ: فَجَعَلُوْا يَضْحَكُوْنَ وَيُحِيْلُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَاجِدٌ لَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ، حَتَّى جَاءَتْهُ فَاطِمَةُ، فَطَرَحَتْ عَنْ ظَهْرِهِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ قَالَ: ((اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ)). ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَشَقَّ عَلَيْهِمْ إِذْ دَعَا عَلَيْهِمْ ـ قَالَ: وَكَانُوْا يَرَوْنَ أَنَّ الدَّعْوَةَ فِي ذٰلِكَ الْبَلَدِ مُسْتَجَابَةٌ ـ ثُمَّ سَمَّى: ((اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِأَبِيْ جَهْلٍ، وَعَلَيْكَ بِعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ، وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ، وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ، وَأُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ، وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِيْ مُعَيْطٍ)) وَعَدَّ السَّابِعَ فَلَمْ يَحْفَظْهُ: فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَقَدْ رَأَيْتُ الَّذِيْنَ عَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَرْعَى فِي الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ. [أطرافه في:

شعبہ سے خبر دی، انہوں نے ابو اسحاق سے، انہوں نے عمرو بن میمون سے، انہوں نے عبداللہ سے وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کعبہ شریف میں سجدہ میں تھے۔(ایک دوسری سند سے) ہم سے احمد بن عثمان نے بیان کیا، کہا ہم سے شریح بن مسلمہ نے، کہا ہم سے ابراہیم بن یوسف نے اپنے باپ کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابو اسحٰق سے روایت کرتے ہیں۔ان سے عمرو بن میمون نے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے ان سے حدیث بیان کی کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے اور ابو جہل اور اس کے ساتھی (بھی وہیں) بیٹھے ہوئے تھے تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم میں سے کوئی شخص ہے جو قبیلے کی (جو) اونٹنی ذبح ہوئی ہے (اس کی) اوجھڑی اٹھا لائے اور (لا کر) جب محمد (ﷺ) سجدہ میں جائیں تو ان کی پیٹھ پر رکھ دے۔ یہ سن کر ان میں سے ایک سب سے زیادہ بد بخت (آدمی) اٹھا اور وہ اوجھڑی لے کر آیا اور دیکھتا رہا جب آپ نے سجدہ کیا تو اس نے اس اوجھڑی کو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں یہ (سب کچھ) دیکھ رہا تھا مگر کچھ نہ کر سکتا تھا۔ کاش! (اس وقت) مجھے روکنے کی طاقت ہوتی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ ہنسنے لگے اور (ہنسی کے مارے) لوٹ پوٹ ہونے لگے اور رسول اللہ ﷺ سجدہ میں تھے (بوجھ کی وجہ سے) اپنا سر نہیں اٹھا سکتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور وہ بوجھ آپ کی پیٹھ پر سے اتار کر پھینکا۔ تب آپ ﷺ نے سر اٹھایا پھر تین بار فرمایا: ''یا اللہ! تو قریش کو پکڑ لے۔'' یہ (بات) ان کافروں پر بہت بھاری ہوئی کہ آپ نے انہیں بددعا دی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ سمجھتے تھے کہ اس شہر (مکہ) میں جو دعا کی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے پھر آپ نے (ان میں سے) ہر ایک کا (جدا جدا) نام لیا کہ ''اے اللہ ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دے۔ ابو جہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کو۔'' ساتویں (آدمی) کا نام (بھی) لیا مگر مجھے یاد نہیں رہا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جن لوگوں کے (بددعا کرتے وقت) آپ نے نام لیے تھے، میں نے ان

۵۲۰، ۲۹۳۴، ۳۱۸۵، ۳۸۵٤، ۳۹۶۰][مسلم: ٤٦٤٩، ٤٦٥٠، ٤٦٥١، ٤٦٥٢؛ نسائي: ۳۰٦]

کی (لاشوں) کو بدر کے کنویں میں پڑا ہوا دیکھا۔

تشریح: اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے اتفاقاً کوئی نجاست پشت پر آ پڑے تو نماز ہو جائے گی۔ اوجھڑی لانے والا بدبخت عقبہ بن معیط تھا۔ یہ سب لوگ بدر کی لڑائی میں واصل جہنم ہوئے۔ عمارہ بن ولید حبش کے ملک میں مرا۔ یہ کیونکر ممکن تھا کہ مظلوم رسول کی دعا قبول نہ ہو۔

بَابُ الْبُزَاقِ وَالْمُخَاطِ وَنَحْوِهِ فِي الثَّوْبِ

باب: کپڑے میں تھوک اور رینٹ وغیرہ لگ جانے کے بارے میں

وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ وَمَرْوَانَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ: وَمَا تَنَخَّمَ النَّبِيُّ ﷺ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ.

عروہ نے مسور اور مروان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے زمانے میں نکلے (اس سلسلہ میں) انہوں نے پوری حدیث ذکر کی (اور پھر کہا) کہ نبی ﷺ نے جتنی مرتبہ بھی تھوکا وہ لوگوں کی ہتھیلی پر پڑا۔ پھر وہ لوگوں نے اپنے چہروں اور بدن پر مل لیا۔

٢٤١۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: بَزَقَ النَّبِيُّ ﷺ فِي ثَوْبِهِ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: طَوَّلَهُ ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى ابْنُ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [أطرافه في: ٤٠٥، ٤١٢، ٤١٣، ٤١٧، ٥٣١، ٥٣٢، ٨٢٢، ١٢١٤]

(۲۴۱) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان حمید کے واسطے سے بیان کیا، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک مرتبہ) اپنے کپڑے میں تھوکا۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سعید بن ابی مریم نے اس حدیث کو طوالت کے ساتھ بیان کیا انہوں نے کہا ہم کو خبر دی یحییٰ بن ایوب نے، کہا مجھے حمید نے بیان کیا، کہا میں نے انس سے سنا، وہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

تشریح: اس سند کے بیان کرنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ حمید کا سماع انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہو جائے اور یحییٰ بن سعید قطان کا یہ قول غلط ٹھہرے کہ حمید نے یہ حدیث ثابت سے سنی ہے انہوں نے ابونضرہ سے انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھتے وقت اگر کسی کپڑے میں تھوک لے تاکہ نماز میں خلل بھی نہ واقع ہو اور قریب کی جگہ بھی خراب نہ ہو تو یہ جائز اور درست ہے۔

بَابٌ: لَا يَجُوْزُ الْوُضُوْءُ بِالنَّبِيْذِ وَلَا بِالْمُسْكِرِ

باب: نبیذ سے اور کسی نشہ والی چیز سے وضو جائز نہیں

وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ وَأَبُو الْعَالِيَةِ وَقَالَ عَطَاءٌ: التَّيَمُّمُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الْوُضُوْءِ بِالنَّبِيْذِ وَاللَّبَنِ.

حضرت حسن بصری اور ابوالعالیہ نے اسے مکروہ کہا اور عطاء کہتے ہیں کہ نبیذ اور دودھ سے وضو کرنے کے مقابلے میں مجھے تیمم کرنا زیادہ پسند ہے۔

٢٤٢۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا

(۲۴۲) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے ان سے

سُفْيَانُ، قَالَ: عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ)). [طرفاه في: ٥٥٨٥، ٥٥٨٦] [مسلم: ٥٢١١، ٥٢١٢، ٥٢١٣؛ ابوداود: ٣٦٨٢؛ ترمذي: ١٨٦٣؛ نسائي: ٥٦٠٨، ٥٦٠٩، ٥٦١٠]

زہری نے ابوسلمہ کے واسطے سے بیان کیا، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے وہ رسول کریم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "پینے کی ہر وہ چیز جو نشہ لانے والی ہو، حرام ہے۔"

تشریح: نبیذ کھجور کے شربت کو کہتے ہیں جو میٹھا ہو اور اس میں نشہ نہ آیا ہو۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے وضو جائز رکھا ہے جب پانی نہ ملے اور امام شافعی، و امام احمد و دیگر جملہ ائمہ اہل حدیث کے نزدیک نبیذ سے وضو جائز نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ حسن کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے اور ابوالعالیہ کے اثر کو دارقطنی نے اور عطاء کے اثر کو ابوداؤد نے موصولاً روایت کیا ہے۔ حدیث الباب کا مقصد یہ ہے کہ نشہ آور چیز حرام ہوئی تو اس سے وضو کیونکر جائز ہوگا۔

بَابُ غَسْلِ الْمَرْأَةِ أَبَاهَا الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ

باب: اس بارے میں کہ عورت کا اپنے باپ کے چہرے سے خون دھونا جائز ہے

وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ: امْسَحُوْا عَلَى رِجْلِيْ فَإِنَّهَا مَرِيْضَةٌ.

ابوالعالیہ نے (اپنے لڑکوں سے) کہا کہ میرے پیروں پر مالش کرو کیونکہ وہ مریض ہو گئے۔

٢٤٣۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ، وَسَأَلَهُ النَّاسُ، وَمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ أَحَدٌ: بِأَيِّ شَيْءٍ دُوِيَ جُرْحُ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: مَا بَقِيَ أَحَدٌ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ، كَانَ عَلِيٌّ يَجِيْءُ بِتُرْسِهِ فِيْهِ مَاءٌ، وَفَاطِمَةُ تَغْسِلُ عَنْ وَجْهِهِ الدَّمَ، فَأُخِذَ حَصِيْرٌ فَأُحْرِقَ فَحُشِيَ بِهِ جُرْحُهُ. [أطرافه في: ٢٩٠٣، ٢٩١١، ٣٠٣٧، ٤٠٧٥، ٥٢٤٨، ٥٧٢٢] [مسلم: ٤٦٤٤؛ ترمذي: ٢٠٨٥؛ ابن ماجه: ٣٤٦٤]

(۲۴۳) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے ابن ابی حازم کے واسطے سے نقل کیا، انہوں نے سہل بن سعد الساعدی سے سنا کہ لوگوں نے ان سے پوچھا، اور (میں) اس وقت سہل کے اتنا قریب تھا کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی دوسرا حائل نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے (احد کے) زخم کا علاج کس دوا سے کیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس بات کا جاننے والا (اب) مجھ سے زیادہ کوئی نہیں رہا۔ علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی لاتے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے منہ سے خون دھوتیں پھر ایک بوریا کا ٹکڑا جلایا گیا اور آپ کے زخم میں بھر دیا گیا۔

تشریح: اس حدیث سے دوا اور علاج کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ اور یہ کہ یہ توکل کے منافی نہیں۔ نیز یہ کہ نجاست دور کرنے میں دوسروں سے مدد لینا درست ہے۔

بَابُ السِّوَاكِ

باب: مسواک کرنے کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بِتُّ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَنَّ.

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رات رسول اللہ ﷺ کے پاس گزاری تو (میں نے دیکھا کہ) آپ نے مسواک کی۔

٢٤٤۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَوَجَدْتُهُ يَسْتَنُّ بِسِوَاكٍ بِيَدِهِ يَقُوْلُ: ((أُعْ أُعْ))، وَالسِّوَاكُ فِيْ فِيْهِ، كَأَنَّهُ يَتَهَوَّعُ. [مسلم: ٥٩١]

(۲۴۴) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے غیلان بن جریر کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابو بردہ سے وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ میں (ایک مرتبہ) رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کو اپنے ہاتھ سے مسواک کرتے ہوئے پایا اور آپ کے منہ سے اع اع کی آواز نکل رہی تھی اور مسواک آپ ﷺ کے منہ میں تھی جس طرح آپ قے کر رہے ہوں۔

تشریح: اگر حلق کے اندر سے مسواک کی جائے تو اس قسم کی آواز نکلا کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی اس وقت یہی کیفیت تھی۔ مسواک کرنے میں مبالغہ کرنا مراد ہے۔

٢٤٥۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ. [طرفاه في: ٨٨٩، ١١٣٦] [مسلم: ٥٩٣، ٥٩٤، ٥٩٥؛ ابوداود: ٥٥؛ نسائي: ١٦٢٠، ١٦٢١، ١٦٢٢، ١٦٢٣؛ ابن ماجه: ٢٨٦]

(۲۴۵) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے منصور کے واسطے سے، وہ ابو وائل سے، وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب رات کو اٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرتے۔

تشریح: مسواک کی فضیلت کے بارے میں یہ حدیث ہی کافی ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ بغیر مسواک والی نماز پر ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے آپ ﷺ مسواک کا اس قدر اہتمام فرماتے کہ آخر وقت تک بھی اس سے غافل نہ ہوئے۔ طبی لحاظ سے بھی مسواک کے بہت سے فوائد ہیں۔ بہتر ہے کہ پیلو کی تازہ جڑ سے کی جائے، مسواک کرنے سے آنکھیں بھی روشن ہوتی ہیں۔

بَابُ دَفْعِ السِّوَاكِ إِلَى الْأَكْبَرِ

باب: اس بارے میں کہ بڑے آدمی کو مسواک دینا (ادب کا تقاضا ہے)

٢٤٦۔ وَقَالَ: عَفَّانُ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((أَرَانِيْ أَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ، فَجَاءَنِيْ

(۲۴۶) عفان نے کہا کہ ہم سے صخر بن جویریہ نے نافع کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ ”میں نے دیکھا کہ (خواب میں) مسواک کر رہا ہوں تو میرے پاس دو

رَجُلَانِ: أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ، فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْأَصْغَرَ مِنْهُمَا، فَقِيلَ لِي: كَبِّرْ. فَدَفَعْتُهُ إِلَى الْأَكْبَرِ مِنْهُمَا)). قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: اخْتَصَرَهُ نُعَيْمٌ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ أُسَامَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. [مسلم: ٥٩٣٣، ٧٥٠٨]

آدمی آئے۔ ایک ان میں سے دوسرے سے بڑا تھا، تو میں نے چھوٹے کو مسواک دے دی پھر مجھ سے کہا گیا کہ بڑے کو دو۔ تب میں نے ان میں سے بڑے کو دی۔" ابوعبداللہ بخاری کہتے ہیں کہ اس حدیث کو نعیم نے ابن المبارک سے، وہ اسامہ سے، وہ نافع سے، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مختصر طور پر روایت کیا ہے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ ایسے مواقع پر بڑے آدمی کا احترام ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے آدمی کی مسواک بھی استعمال کی جاسکتی ہے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ بَاتَ عَلَى الْوُضُوْءِ

باب: رات کو وضو کر کے سونے والے کی فضیلت کے بیان میں

٢٤٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْئَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ قُلِ: اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ. فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهِ)). قَالَ: فَرَدَّدْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا بَلَغْتُ اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ. قُلْتُ وَرَسُوْلِكَ. قَالَ: ((لَا! وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ)). [أطرافه في: ٦٣١١، ٦٣١٣، ٦٣١٥، ٧٤٨٨] [مسلم: ٦٨٨٢، ٦٨٨٣، ٦٨٨٤، ابوداود: ٥٠٤٦، ٥٠٤٧،

(۲۴۷) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں سفیان نے منصور کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے سعد بن عبیدہ سے، وہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جب تم اپنے بستر پر لیٹنے آؤ تو اس طرح وضو کرو جس طرح نماز کے لیے کرتے ہو۔ پھر داہنی کروٹ پر لیٹ کر یوں کہو "اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیری طرف جھکا دیا۔ اپنا معاملہ تیرے ہی سپرد کر دیا۔ میں نے تیرے ثواب کی توقع اور تیرے عذاب کے ڈر سے تجھے ہی پشت پناہ بنالیا۔ تیرے سوا کہیں پناہ اور نجات کی جگہ نہیں۔ اے اللہ! جو کتاب تو نے نازل کی میں اس پر ایمان لایا۔ جو نبی تو نے بھیجا میں اس پر ایمان لایا" تو اگر اس حالت میں اسی رات مر گیا تو فطرت پر مرے گا اور اس دعا کو سب باتوں کے اخیر میں پڑھ۔" حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس دعا کو دوبارہ پڑھا جب آمنت بكتابك الذى انزلت پر پہنچا تو میں نے ورسولك (کا لفظ) کہہ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں (یوں کہو) "ونبيك الذى ارسلت"۔

٥٠٤٨، ترمذي: ٣٣٩٤]

تشریح: سید المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الوضوء کو آیت کریمہ: ﴿اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ﴾ (۵/المائدہ:۶) سے شروع فرمایا تھا اور اب کتاب الوضوء کو سوتے وقت وضو کرنے کی فضیلت پر ختم فرمایا ہے۔ اس ارتباط کے لئے امام بخاری رحمہ اللہ کی نظر غائر بہت سے امور پر ہے اور اشارہ کرنا ہے کہ ایک مرد مؤمن کی صبح اور شام، ابتدا وانتہا، بیداری وشب باشی سب کچھ باوضو ذکر الٰہی پر ہونی چاہیے۔ اور ذکر الٰہی بھی عین اسی نہج اسی طور طریقہ پر ہو جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم فرمودہ ہے۔ اس سے اگر ذرا بھی ہٹ کر دوسرا راستہ اختیار کیا گیا تو وہ عند اللہ مقبول نہ ہوگا۔ جیسا کہ یہاں مذکور ہے کہ رات کو سوتے وقت کی دعائے مذکورہ میں صحابی نے آپ کے تعلیم فرمودہ لفظ کو ذرا بدل دیا تو آپ نے فوراً اسے ٹوکا اور اس کمی وبیشی کو گوارا نہیں فرمایا۔ آیت کریمہ: ﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (۴۹/الحجرات:۱) کا یہی تقاضا اور دعوت اہل حدیث کا یہی خلاصہ ہے۔ تعجب ہے ان مقلدین جامدین پر جو محض اپنے مزعومہ مسالک کی حمایت کے لئے سید المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ کی درایت وفقاہت پر لب کشائی کرتے ہیں اور آپ کی تخفیف وتنقیص کر کے اپنی دریدہ دہنی کا ثبوت دیتے ہیں۔

کتاب الوضو ختم کرتے ہوئے ہم پھر بانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ فن حدیث شریف میں امام بخاری رحمہ اللہ امت کے اندر وہ مقام رکھتے ہیں جہاں آپ کا کوئی مثیل ونظیر نہیں ہے۔ آپ کی جامع الصحیح یعنی صحیح بخاری وہ کتاب ہے جسے امت نے بالاتفاق "اصح الكتب بعد كتاب الله" قرار دیا ہے۔ ساتھ ہی یہ حقیقت بھی ظاہر ہے کہ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کا بھی امت میں ایک خصوصی مقام ہے ان کی بھی ادنیٰ تحقیر گناہ کبیرہ ہے۔ سب کو اپنے اپنے درجہ پر رکھنا اور سب کی عزت کرنا تقاضائے ایمان ہے۔ ان میں سے کس کو کس پر فضیلت دی جائے اور اس کے لئے دفاتر سیاہ کئے جائیں یہ ایک خبط ہے۔ جو اس چودہویں صدی میں بعض مقلدین جامدین کو ہو گیا ہے۔ اللہ پاک نے پیغمبروں کے متعلق بھی صاف فرما دیا ہے: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ (۲/البقرۃ:۲۵۳) پھر ائمہ کرام واولیائے عظام ومحدثین ذوی الاحترام رحمہم اللہ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ان کے متعلق یہی اصول مدنظر رکھنا ہوگا۔

ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است

یا اللہ! کس منہ سے تیرا شکر ادا کروں کہ تو نے مجھ ناچیز حقیر فقیر گناہگار شرمسار ادنیٰ ترین بندے کو اپنے حبیب پاک گنبد خضرا کے مکین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مقدس بابرکت کتاب کی خدمت کے لئے توفیق عطا فرمائی، یہ محض تیرا فضل وکرم ہے، ورنہ ؎

من آنم کہ من دانم

مولائے کریم! اس مقدس کتاب کے ترجمہ وتشریحات میں نہ معلوم مجھ سے کس قدر لغزشیں ہوئی ہوں گی۔ کہاں کہاں میرا قلم جادۂ اعتدال سے ہٹ گیا ہوگا۔

الٰہ العالمین: میری غلطیوں کو معاف فرما دے اور اس خدمت کو قبول فرما کر میرے لئے، میرے والدین واساتذہ واولاد جملہ معاونین کرام و ہمدردان کے لئے باعث نجات بنا دے اور اسے قبول عام عطا فرما کر اپنے بندوں بندیوں کے لئے باعث رشد وہدایت فرما۔

آمین یا الٰہ العالمین وصلی اللہ علی خیر خلقہٖ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

الحمد للہ! کہ آج شروع ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۸۷ھ میں بخاری شریف کے پہلے پارہ کے ترجمہ وتشریحات سے فراغت حاصل ہوئی۔ اللہ پاک پوری کتاب کا ترجمہ وتشریحات مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اور قدردانوں کو اس سے ہدایت اور زیادہ ایمان نصیب کرے۔ آمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْغُسْلِ
غسل کے احکام ومسائل

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَإِنْ كُنْتُمْ مَّرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾. [المائدة: ٦]

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وضاحت میں: ”اگر جنبی ہو جاؤ تو خوب اچھی طرح پاکی حاصل کرو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا کوئی تم میں پاخانہ سے آئے یا تم نے اپنی بیویوں سے جماع کیا ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اپنے منہ اور ہاتھ پر اسے مل لو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے لیکن چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور پورا کرے اپنی نعمت کو تم پر تا کہ تم اس کا شکر کرو۔“

وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوْا وَإِنْ كُنْتُمْ مَّرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيْكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾. [النساء: ٤٣]

اور اللہ کا دوسرا فرمان کہ ”اے ایمان والو! نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو۔ یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو اور نہ اس وقت کہ غسل کی حاجت ہو مگر حالت سفر میں یہاں تک کہ غسل کر لو اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں یا آئے تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے یا تم پاس گئے ہو عورتوں کے، پھر نہ پاؤ تم پانی تو ارادہ کرو پاک مٹی کا پس ملو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو، بے شک اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔“

تشریح: ”قال ابن حجر في الفتح: كذا في روايتنا بتقديم البسملة والاكثر بالعكس والاول ظاهر ووجه الثاني وعليه اكثر الروايات انه جعل الترجمة مقام تسمية السورة والاحاديث المذكورة بعد البسملة كالآيات مستفتحة بالبسملة۔“

یعنی ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہماری روایت بخاری میں کتاب الغسل پر بسم اللہ مقدم ہے۔ اکثر مؤخر بھی نقل کرتے ہیں۔ اول روایت ظاہر ہے گویا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کتاب الغسل کو قرآن مجید کی سورتوں میں کسی ایک سورت کے قائم مقام قرار دے کر احادیث بعد کو ان آیات کی جگہ

پر رکھا ہے جو سورت میں بسم اللہ کے بعد آتی ہیں۔ لفظ غسل (غین کے ضمہ کے ساتھ) تمام بدن کے دھونے کا نام ہے۔ طہارت میں قضائے حاجت سے فارغ ہو کر استنجا کرنا پھر وضو کرنا پھر بوقت ضرورت غسل کرنا۔ اسی ترتیب کے پیش نظر امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الغسل کو درج فرمایا اور اس کو آیات قرآنی سے شروع کیا۔ جس سے مقصود یہ بتانا ہے کہ غسل جنابت کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہے۔ پہلی آیت سورۂ مائدہ کی اور دوسری آیت سورۂ نساء کی ہے۔ دونوں میں طریقہ غسل کی کچھ تفصیلات مذکور ہوئی ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں وضو اور غسل کی جگہ تیمم بطریقہ معلومہ کر لینا کافی ہو جاتا ہے۔

بَابُ الْوُضُوءِ قَبْلَ الْغُسْلِ

باب: غسل سے پہلے وضو کر لینا چاہیے

٢٤٨ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ يُدْخِلُ أَصَابِعَهُ فِي الْمَاءِ فَيُخَلِّلُ بِهَا أُصُولَ شَعَرِهِ ثُمَّ يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ غُرَفٍ بِيَدِهِ ثُمَّ يُفِيضُ الْمَاءَ عَلَى جِلْدِهِ كُلِّهِ. [طرفاه في: ٢٦٢، ٢٧٢] [نسائي: ٢٤٧]

(٢٤٨) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے ہشام سے خبر دی، وہ اپنے والد سے، وہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب غسل فرماتے تو آپ پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے پھر اسی طرح وضو کرتے جیسا نماز کے لئے آپ ﷺ وضو کیا کرتے تھے۔ پھر پانی میں اپنی انگلیاں داخل فرماتے اور ان سے بالوں کی جڑوں کا خلال کرتے۔ پھر اپنے ہاتھوں سے تین چلو سر پر ڈالتے پھر تمام بدن پر پانی بہا لیتے۔

٢٤٩ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: تَوَضَّأَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ غَيْرَ رِجْلَيْهِ وَغَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ مِنَ الْأَذَى ثُمَّ أَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ثُمَّ نَحَّى رِجْلَيْهِ فَغَسَلَهُمَا هَذِهِ غُسْلُهُ مِنَ الْجَنَابَةِ. [أطرافه في: ٢٥٧، ٢٥٩، ٢٦٠، ٢٦٦، ٢٧٤، ٢٧٦، ٢٨١] [مسلم: ٧٢٢، ٧٢٣، ٧٢٤؛ ابوداود: ٢٤٥؛ ترمذي: ١٠٣؛ نسائي: ٢٥٣، ٤١٦، ٤١٧]

(٢٤٩) ہم سے محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا اعمش سے روایت کر کے، وہ سالم بن ابی الجعد سے، وہ کریب سے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، وہ میمونہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کے وضو کی طرح ایک مرتبہ وضو کیا، البتہ پاؤں نہیں دھوئے۔ پھر اپنی شرمگاہ کو دھویا اور جہاں کہیں بھی نجاست لگ گئی تھی، اس کو دھویا۔ پھر اپنے اوپر پانی بہا لیا۔ پھر پہلی جگہ سے ہٹ کر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔ آپ کا غسل جنابت اسی طرح ہوا کرتا تھا۔

تشریح: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں تقدیم وتاخیر ہوگئی ہے۔ شرمگاہ اور آلائش کو وضو سے پہلے دھونا چاہیے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔ پھر وضو کرنا مگر پاؤں نہ دھونا پھر غسل کرنا پھر باہر نکل کر پاؤں دھونا یہی مسنون طریقہ غسل ہے۔

بَابُ غُسْلِ الرَّجُلِ مَعَ امْرَأَتِهِ

باب: اس بارے میں کہ مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ غسل کرنا درست ہے

٢٥٠ـ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنْ قَدَحٍ يُقَالُ لَهُ: الْفَرَقُ. [أطرافه في: ٢٦١، ٢٦٣، ٢٧٣، ٢٩٩، ٥٩٥٦، ٧٣٣٩]

(۲۵۰) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے زہری سے، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے بتلایا کہ میں اور نبی کریم ﷺ ایک ہی برتن میں غسل کیا کرتے تھے۔ اس برتن کو فرق کہا جاتا تھا۔

تشریح: ہر دو میاں بیوی ایک ہی برتن میں پانی بھر کر غسل کر سکتے ہیں۔ یہاں فرق (برتن) کا ذکر ہر دو کے لئے مذکور ہے جن احادیث میں صرف ایک صاع پانی کا ذکر ہے وہاں نبی کریم ﷺ کے تنہا اکیلے غسل کا ذکر ہے۔ دو فرق کا وزن سولہ رطل یعنی آٹھ سیر کے قریب ہوتا ہے جو تین صاع حجازی کے برابر ہے۔ صاحب عون المعبود فرماتے ہیں:

”وليس الغسل بالصاع والوضوء بالمد للتحديد والتقدير بل كان رسول الله ﷺ ربما اقتصر بالصاع وربما زاد روى مسلم من حديث عائشة انها كانت تغتسل هي والنبي ﷺ من اناء واحد هو الفرق قال ابن عيينة والشافعي وغيرهما: هو ثلاثة آصع۔“ (عون المعبود، ج:١/ ص٣٥)

یعنی غسل اور وضو کے لئے صاع کی تحدید نہیں ہے کبھی آپ ﷺ نے ایک صاع پر اور کبھی زیادہ پر اکتفا فرمایا ہے۔

بَابُ الْغُسْلِ بِالصَّاعِ وَنَحْوِهِ

باب: اس بارے میں کہ ایک صاع یا اسی طرح کسی چیز کے وزن بھر پانی سے غسل کرنا چاہیے

٢٥١ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُالصَّمَدِ قَالَ: حَدَّثَنِي شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَخُو عَائِشَةَ عَلَى عَائِشَةَ فَسَأَلَهَا أَخُوهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِيِّ ﷺ فَدَعَتْ بِإِنَاءٍ نَحْوًا مِنْ صَاعٍ فَاغْتَسَلَتْ وَأَفَاضَتْ عَلَى رَأْسِهَا وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا حِجَابٌ. قَالَ أَبُو عَبْدِاللّٰهِ: قَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَبَهْزٌ وَالْجُدِّيُّ عَنْ شُعْبَةَ: قَدْرِ صَاعٍ. [مسلم: ٧٢٨؛ نسائي: ٢٢٧]

(۲۵۱) ہم سے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالصمد نے، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے، انہوں نے کہا ہم سے ابوبکر بن حفص نے، انہوں نے کہا میں نے ابوسلمہ سے یہ حدیث سنی کہ میں اور (ابو سلمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گئے۔ ان کے بھائی نے نبی کریم ﷺ کے غسل کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپ نے صاع جیسا ایک برتن منگوایا۔ پھر غسل کیا اور اپنے اوپر پانی بہایا۔ اس وقت ہمارے درمیان اور ان کے درمیان پردہ حائل تھا۔ امام ابو عبداللہ (بخاری رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ یزید بن ہارون، بہز اور جدی نے شعبہ سے قدر صاع کے الفاظ روایت کئے ہیں۔

تشریح: یہ ابوسلمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھانجے تھے اور آپ کے محرم تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردہ سے خود غسل فرما کر ان کو طریقہ غسل کی تعلیم فرمائی۔ مسنون غسل یہی ہے کہ ایک صاع پانی استعمال کیا جائے۔ صاع حجازی کچھ کم پونے تین سیر کے قریب ہوتا ہے۔ جس کی تفصیل کچھ پہلے گزر چکی ہے۔

٢٥٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ هُوَ وَأَبُوهُ وَعِنْدَهُ قَوْمٌ فَسَأَلُوهُ عَنِ الْغُسْلِ فَقَالَ: يَكْفِيكَ صَاعٌ فَقَالَ رَجُلٌ: مَا يَكْفِينِي، فَقَالَ جَابِرٌ: كَانَ يَكْفِي مَنْ هُوَ أَوْفَى مِنْكَ شَعَرًا وَخَيْرًا مِنْكَ ثُمَّ أَمَّنَا فِي ثَوْبٍ. [طرفاه في: ٢٥٥، ٢٥٦]

(٢٥٢) ہم سے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہم سے زہیر نے ابو اسحٰق کے واسطے سے، انہوں نے کہا ہم سے ابوجعفر (محمد باقر) نے بیان کیا کہ وہ اور ان کے والد (جناب زین العابدین) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس تھے اور کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے آپ سے غسل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ایک صاع کافی ہے۔ اس پر ایک شخص بولا یہ مجھے تو کافی نہ ہوگا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ان کے لئے کافی ہوتا تھا جن کے بال تم سے زیادہ تھے اور جو تم سے بہتر تھے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے صرف ایک کپڑا پہن کر ہمیں نماز پڑھائی۔

تشریح: وہ بولنے والے شخص حسن بن محمد بن حنفیہ تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ان کو سختی سے سمجھایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ حدیث کے خلاف فضول اعتراض کرنے والوں کو سختی سے سمجھانا چاہیے اور حدیث کے مقابلہ پر رائے قیاس تاویل سے کام لینا کسی طرح بھی جائز نہیں۔

"والحنفية كانت زوجة على تزوجها بعد فاطمة فولدت لها محمدا فاشتهر بالنسبة اليها۔" (فتح الباری)

یعنی حنفیہ نامی عورت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں جو حضرت فاطمہ کے انتقال کے بعد آپ کے نکاح میں آئیں جن کے بطن سے محمد نامی بچہ پیدا ہوا اور وہ بجائے باپ کے ماں ہی کے نام سے زیادہ مشہور رہا۔

٢٥٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَمَيْمُونَةَ كَانَا يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ قَالَ: أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ: كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُولُ أَخِيرًا: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ وَالصَّحِيحُ مَا رَوَاهُ أَبُو نُعَيْمٍ. [مسلم: ٧٣٣]

(٢٥٣) ہم سے ابونعیم نے روایت کی، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عمرو کے واسطہ سے بیان کیا، وہ جابر بن زید سے، وہ حضرت عبداللہ بن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ایک برتن میں غسل کر لیتے تھے۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ ابن عیینہ اخیر عمر میں اس حدیث کو یوں روایت کرتے تھے: ابن عباس سے انہوں نے میمونہ سے اور صحیح وہی روایت ہے جو ابونعیم نے کی۔

بَابُ مَنْ أَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا

باب: اس کے بارے میں جو اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہائے

٢٥٤ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ

(٢٥٤) ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زہیر نے

أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَمَّا أَنَا فَأُفِيضُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا)). وَأَشَارَ بِيَدَيْهِ كِلْتَيْهِمَا. [مسلم: ٧٤٠، ٧٤١؛ ابوداود: ٢٣٩؛ ترمذي: ٢٥٠، ٤٢٣؛ ابن ماجه: ٥٧٠]

روایت کی ابو اسحاق سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تو اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہاتا ہوں۔'' اور آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا۔

تشریح: ابونعیم نے مستخرج میں روایت کیا ہے کہ لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے غسل جنابت کا ذکر کیا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ انہوں نے جھگڑا کیا تب آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی۔

٢٥٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مِخْوَلِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُفْرِغُ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا. [راجع: ٢٥٢]

(٢٥٥) محمد بن بشار نے ہم سے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، مخول بن راشد کے واسطے سے، وہ محمد بن علی سے، وہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہاتے تھے۔

٢٥٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَلَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ قَالَ: قَالَ لِي جَابِرٌ: أَتَانِي ابْنُ عَمِّكَ يُعَرِّضُ بِالْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ كَيْفَ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقُلْتُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْخُذُ ثَلَاثَةَ أَكُفٍّ وَيُفِيضُهَا عَلَى رَأْسِهِ ثُمَّ يُفِيضُ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ فَقَالَ لِي الْحَسَنُ إِنِّي رَجُلٌ كَثِيرُ الشَّعَرِ فَقُلْتُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَكْثَرَ مِنْكَ شَعَرًا. [راجع: ٢٥٢]

(٢٥٦) ہم سے ابونعیم (فضل بن دکین) نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معمر نے یحییٰ بن سلام سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوجعفر (محمد باقر) نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے پاس تمہارے چچا کے بیٹے (ان کی مراد حسن بن محمد بن حنفیہ سے تھی) آئے۔ انہوں نے پوچھا کہ جنابت کے غسل کا کیا طریقہ ہے؟ میں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ تین چلو پانی لیتے اور ان کو اپنے سر پر بہاتے تھے۔ پھر اپنے تمام بدن پر پانی بہاتے تھے۔ حسن نے اس پر کہا کہ میں تو بہت بالوں والا آدمی ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ کے بال تم سے زیادہ تھے۔

تشریح: چچا کے بیٹے مجازاً کہا۔ دراصل وہ ان کے باپ یعنی زین العابدین کے چچازاد بھائی تھے کیونکہ محمد ابن حنفیہ جناب حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے بھائی تھے۔ جو حسن کے باپ ہیں، جنہوں نے جابر سے یہ مسئلہ پوچھا تھا۔ ترجمۃ الباب اور احادیث واردہ کی مطابقت ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ غسل جنابت میں سر مبارک پر تین چلو پانی بہاتے تھے۔ پس مسنون طریقہ یہی ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول کریم ﷺ کا طرز عمل بہرصورت لائق اتباع ہے۔

بَابُ الْغُسْلِ مَرَّةً وَاحِدَةً

باب: اس بیان میں کہ صرف ایک مرتبہ بدن پر پانی ڈال کر اگر غسل کیا جائے تو کافی ہوگا

٢٥٧۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ ابْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَتْ مَيْمُونَةُ: وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ مَاءً لِلْغُسْلِ فَغَسَلَ يَدَهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ أَفْرَغَ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ مَذَاكِيرَهُ ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَحَوَّلَ مِنْ مَكَانِهِ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ. [راجع: ٢٤٩]

(۲۵۷) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالواحد نے اعمش کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے سالم بن ابی الجعد سے، انہوں نے کریب سے، انہوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، آپ نے فرمایا کہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا تو آپ نے اپنے ہاتھ دو مرتبہ یا تین مرتبہ دھوئے۔ پھر پانی اپنے بائیں ہاتھ میں لے کر اپنی شرمگاہ کو دھویا پھر زمین پر ہاتھ رگڑا۔ اس کے بعد کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا۔ پھر اپنے سارے بدن پر پانی بہالیا اور اپنی جگہ سے ہٹ کر دونوں پاؤں دھوئے۔

تشریح: یعنی غسل میں ایک ہی بار سارے بدن پر پانی ڈالنا کافی ہے۔ گو باب کی حدیث میں ایک بار کی صراحت نہیں مطلق پانی کا ذکر ہے جو ایک ہی بار پر محمول ہوگا اسی سے ترجمہ باب نکلا۔

بَابُ مَنْ بَدَأَ بِالْحِلَابِ أَوِ الطِّيبِ عِنْدَ الْغُسْلِ

باب: اس بارے میں کہ جس نے حلاب سے یا خوشبو لگا کر غسل کیا تو اس کا بھی غسل ہو گیا

٢٥٨۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ حَنْظَلَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ نَحْوَ الْحِلَابِ فَأَخَذَ بِكَفِّهِ فَبَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ الْأَيْسَرِ فَقَالَ بِهِمَا عَلَى وَسَطِ رَأْسِهِ. [مسلم: ٧٢٥؛ ابوداود: ٢٤٠؛ نسائي: ٤٢٢]

(۲۵۸) محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، کہاں کہ ہم سے ابو عاصم (ضحاک بن مخلد) نے بیان کیا، حنظلہ بن ابی سفیان سے، وہ قاسم بن محمد سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ جب غسل جنابت کرنا چاہتے تو حلاب کی طرح ایک چیز منگاتے۔ پھر (پانی کا چلو) اپنے ہاتھ میں لیتے اور سر کے داہنے حصے سے غسل کی ابتدا کرتے۔ پھر بائیں حصہ کا غسل کرتے۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو سر کے بیچ میں لگاتے تھے۔

تشریح: حلاب کے متعلق مجمع البحار میں ہے:

"الحلاب بكسر مهملة وخفة لام اناء يسع قدر حلب ناقة اى كان يبتدئ بطلب ظرف و بطلب طيب اواراد به اناء الطيب يعنى بدأ تارة بطلب ظرف وتارة بطلب نفس الطيب وروى بشدة لام وجيم وهو خطأ" (مجمع البحار)

یعنی حلاب ایک برتن ہوتا تھا جس میں ایک اونٹنی کا دودھ سما سکے۔ آپ وہ برتن پانی سے پر کر کے منگاتے اور اس سے غسل فرماتے یا اس سے خوشبو رکھنے کا برتن مراد لیا ہے۔ یعنی کبھی محض آپ برتن منگاتے کبھی محض خوشبو۔ ترجمہ باب کا مطلب یہ ہے کہ خواہ غسل پہلے پانی سے شروع کرے جو حلاب جیسے برتن میں بھرا ہوا ہو پھر غسل کے بعد خوشبو لگائے یا پہلے خوشبو لگا کر بعد میں نہائے یہاں باب کی حدیث سے پہلا مطلب یہ ثابت کیا اور دوسرے مطلب کے لئے وہ حدیث ہے جو آگے آ رہی ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ آپ نے خوشبو لگانے کے بعد اپنی بیویوں سے صحبت کی اور صحبت کے

بعد غسل ہوتا ہے تو غسل سے قبل خوشبو لگانا ثابت ہوا۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ حلاب سے مراد بیجوں کا ایک شیرہ ہے جو عرب لوگ غسل سے پہلے لگایا کرتے تھے۔ جیسے آج کل صابون یا بٹنہ یا تیل اور بیسن ملا کر لگاتے ہیں پھر نہایا کرتے ہیں۔ بعض نے اس لفظ کو جیم کے ساتھ جلاب پڑھا ہے اور اسے گلاب کا معرب قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ الْمَضْمَضَةِ وَالْإِسْتِنْشَاقِ فِي الْجَنَابَةِ

باب: اس بیان میں کہ غسل جنابت کرتے وقت کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا چاہیے

٢٥٩ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَتْنَا مَيْمُونَةُ قَالَتْ: صَبَبْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ غُسْلًا فَأَفْرَغَ بِيَمِينِهِ عَلَى يَسَارِهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهُ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ عَلَى الْأَرْضِ فَمَسَحَهَا بِالتُّرَابِ ثُمَّ غَسَلَهَا ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَأَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ ثُمَّ أُتِيَ بِمِنْدِيلٍ فَلَمْ يَنْفُضْ بِهَا. [راجع: ٢٤٩]

(۲۵۹) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا کہ ہم سے میرے والد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے، کہا مجھ سے سالم نے کریب کے واسطہ سے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، کہا ہم سے میمونہ نے بیان فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا۔ تو پہلے آپ نے پانی کو دائیں ہاتھ سے بائیں پر گرایا۔ اس طرح اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر اپنی شرمگاہ کو دھویا۔ پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر اسے مٹی سے ملا اور دھویا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر اپنے چہرہ کو دھویا اور اپنے سر پر پانی بہایا۔ پھر ایک طرف ہو کر دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر آپ کو رومال دیا گیا۔ لیکن آپ نے اس سے پانی کو خشک نہیں کیا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ وضو اور غسل دونوں میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے: "کذا قال اهل الحدیث و امام احمد بن حنبل" ابن قیم رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ وضو کے بعد اعضا کے پونچھنے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں آئی بلکہ صحیح احادیث سے یہی ثابت ہے کہ غسل کے بعد آپ نے رومال واپس کر دیا۔ جسم مبارک کو اس سے نہیں پونچھا۔ امام نووی رحمۃ اللہ نے کہا کہ اس بارے میں بہت اختلاف ہے۔ کچھ لوگ مکروہ جانتے ہیں کچھ مستحب کہتے ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ پونچھنا اور نہ پونچھنا برابر ہے۔ ہمارے نزدیک یہی مختار ہے۔

بَابُ مَسْحِ الْيَدِ بِالتُّرَابِ لِتَكُوْنَ أَنْقَى

باب: اس بارے میں کہ (گندگی پاک کرنے کے بعد) ہاتھ مٹی سے ملنا تا کہ وہ خوب صاف ہو جائیں

٢٦٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ الْحُمَيْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ دَلَكَ بِهَا الْحَائِطَ ثُمَّ غَسَلَهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ

(۲۶۰) ہم سے عبداللہ بن زبیر حمیدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا سالم بن ابی الجعد کے واسطہ سے، انہوں نے کریب سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی کریم ﷺ نے غسل جنابت کیا تو پہلے اپنی شرمگاہ کو اپنے ہاتھ سے دھویا۔ پھر ہاتھ کو دیوار پر رگڑ کر دھویا۔ پھر نماز کی طرح وضو کیا اور جب آپ اپنے غسل سے

لِلصَّلَاةِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ غَسَلَ رِجْلَيْهِ. فارغ ہو گئے تو دونوں پاؤں دھوئے۔

[راجع: ٢٤٩]

تشریح: پہلے بھی یہ حدیث گزر چکی ہے، مگر یہاں دوسری سند سے مروی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی حدیث کو کئی بار مختلف مسائل نکالنے کے لئے بیان کرتے ہیں مگر جدا جدا اسناد سے تاکہ تکرار بے فائدہ نہ ہو۔

بَابٌ: هَلْ يُدْخِلُ الْجُنُبُ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا

باب: کیا جنبی اپنے ہاتھوں کو دھونے سے پہلے برتن میں ڈال سکتا ہے؟

إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى يَدِهِ قَذَرٌ غَيْرُ الْجَنَابَةِ وَأَدْخَلَ ابْنُ عُمَرَ وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ يَدَهُ فِي الطَّهُوْرِ وَلَمْ يَغْسِلْهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ بَأْسًا بِمَا يَنْتَضِحُ مِنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ.

جب کہ جنابت کے سوا ہاتھ میں کوئی گندگی نہیں لگی ہوئی۔ ابن عمر اور براء بن عازب رضی اللہ عنہم نے ہاتھ دھونے سے پہلے غسل کے پانی میں اپنا ہاتھ ڈالا تھا۔ اور ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم اس پانی سے غسل میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے جس میں غسل جنابت کا پانی ٹپک کر گر گیا ہو۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہاتھ پر اور کوئی نجاست نہ ہو اور ہاتھ دھونے سے پہلے برتن میں ڈال دے تو پانی نجس نہ ہوگا۔ کیونکہ جنابت نجاست حکمی ہے، حقیقی نہیں ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کو سعید بن منصور نے اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے نکالا ہے۔ ان میں جنابت کا ذکر نہیں ہے۔ مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جنابت کو حدث پر قیاس کیا ہے۔ کیوں کہ دونوں حکمی نجاست ہیں اور ابن ابی شیبہ نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہاتھ بغیر دھوئے پانی میں ڈال دیتے حالانکہ وہ جنبی ہوتے، یہ اسی حالت میں کہ ان کے ہاتھوں پر ظاہر میں کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہوتی تھی۔ یہ محض اظہار جواز ہے ورنہ بہتر یہی ہے کہ پہلے ہاتھوں کو الگ دھو لیا جائے۔

٢٦١۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ تَخْتَلِفُ أَيْدِينَا فِيهِ. [راجع: ٢٥٠] [مسلم: ٧٣١]

(٢٦١) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے افلح بن حمید نے بیان کیا قاسم سے، وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ میں اور نبی کریم ﷺ ایک برتن میں اس طرح غسل کرتے تھے کہ ہمارے ہاتھ باری باری اس میں پڑتے تھے۔

تشریح: یعنی کبھی میرا ہاتھ اور کبھی آپ کا ہاتھ کبھی دونوں ہاتھ مل بھی جاتے تھے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔

٢٦٢۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَهُ. [راجع: ٢٤٨] [ابوداود: ٢٤٢]

(٢٦٢) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حماد نے ہشام کے واسطے سے بیان کیا، وہ اپنے والد سے، وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ غسل جنابت فرماتے تو (پہلے) اپنا ہاتھ دھوتے۔

تشریح: اس حدیث کے لانے سے غرض یہ ہے کہ جب ہاتھ پر نجاست کا شبہ ہو تو ہاتھ دھو کر برتن میں ڈالنا چاہیے اور اگر کوئی شبہ نہ ہو تو بغیر دھوئے بھی جائز ہے۔

٢٦٣۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنْ جَنَابَةٍ. وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ. [نسائي: ٢٣١، ٤١٠]

(۲۶۳) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے ابوبکر بن حفص کے واسطے سے بیان کیا، وہ عروہ سے، وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ میں اور نبی کریم ﷺ (دونوں مل کر) ایک ہی برتن میں غسل جنابت کرتے تھے۔ اور شعبہ نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے، انہوں نے اپنے والد (قاسم بن محمد بن ابی بکر) سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

٢٦٤۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ جَبْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَالْمَرْأَةُ مِنْ نِسَائِهِ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ. زَادَ مُسْلِمٌ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ شُعْبَةَ: مِنَ الْجَنَابَةِ.

(۲۶۴) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے عبداللہ بن عبداللہ بن جبر سے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کی کوئی زوجہ مطہرہ ایک برتن میں غسل کرتے تھے۔ اس حدیث میں مسلم بن ابراہیم اور وہب بن جریر کی روایت میں شعبہ سے من الجنابة کا لفظ (زیادہ) ہے۔ (یعنی یہ جنابت کا غسل ہوتا تھا)۔

تشریح: حافظ رحمہ اللہ نے کہا کہ اسماعیل نے وہب کی روایت کو نکالا ہے۔ لیکن اس میں یہ زیادتی نہیں ہے۔ قسطلانی نے کہا کہ یہ تعلیق نہیں ہے کیونکہ مسلم بن ابراہیم تو امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ ہیں اور وہب نے بھی جب وفات پائی تو امام بخاری رحمہ اللہ کی عمر اس وقت بارہ سال کی تھی۔ کیا تعجب ہے کہ آپ کو ان سے سماعت حاصل ہو۔

بَابُ مَنْ أَفْرَغَ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فِي الْغُسْلِ

باب: اس شخص سے متعلق جس نے غسل میں اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی گرایا

٢٦٥۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ: وَضَعْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ غُسْلًا وَسَتَرْتُهُ فَصَبَّ عَلَى يَدِهِ فَغَسَلَهَا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ قَالَ سُلَيْمَانُ: لَا أَدْرِي أَذَكَرَ الثَّالِثَةَ أَمْ لَا ثُمَّ أَفْرَغَ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ ثُمَّ دَلَكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ أَوْ بِالْحَائِطِ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَغَسَلَ رَأْسَهُ ثُمَّ صَبَّ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ

(۲۶۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے سالم بن ابی الجعد کے واسطہ سے بیان کیا، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مولیٰ کریب سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے (غسل کا) پانی رکھا اور پردہ کر دیا۔ آپ نے (پہلے غسل میں) اپنے ہاتھ پر پانی ڈالا اور اسے ایک یا دو بار دھویا۔ سلیمان اعمش کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں راوی (سالم بن ابی الجعد) نے تیسری بار کا بھی ذکر کیا یا نہیں۔ پھر داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالا۔ اور شرمگاہ دھوئی، پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر یا دیوار پر رگڑا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور چہرے اور ہاتھوں کو دھویا اور سر کو دھویا۔ پھر سارے بدن پر پانی بہایا۔ پھر ایک طرف سرک کر دونوں پاؤں دھوئے۔ بعد میں میں نے

قَدَمَيْهِ فَنَاوَلْتُهُ خِرْقَةً فَقَالَ بِيَدِهِ هٰكَذَا وَلَمْ يُرِدْهَا. [راجع: ٢٤٩]

ایک کپڑا دیا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اس طرح کے اسے ہٹاؤ اور آپ نے اس کپڑے کا ارادہ نہیں فرمایا۔

تشریح: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا میں نہیں چاہتا۔ آداب غسل سے ہے کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر پہلے خوب اچھی طرح سے استنجا کرلیا جائے۔ ترجمہ باب حدیث سے ظاہر ہے۔

بَابُ تَفْرِيقِ الْغُسْلِ وَالْوُضُوْءِ

باب: اس بیان میں کہ غسل اور وضو کے درمیان فصل کرنا بھی جائز ہے

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ غَسَلَ قَدَمَيْهِ بَعْدَ مَا جَفَّ وَضُوْءُهُ.

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے قدموں کو وضو کردہ اعضا کے خشک ہونے کے بعد دھویا۔

تشریح: اس اثر کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الام میں روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بازار میں وضو کیا۔ پھر ایک جنازے میں بلائے گئے تو وہاں آپ نے موزوں پر مسح کیا اور جنازے کی نماز پڑھی۔ حافظ نے کہا اس کی سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا منشا باب یہ ہے کہ غسل اور وضو میں موالات واجب نہیں ہے۔

٢٦٦ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ ابْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَتْ مَيْمُونَةُ: وَضَعْتُ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مَاءً يَغْتَسِلُ بِهِ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ أَفْرَغَ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ مَذَاكِيرَهُ ثُمَّ دَلَكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ غَسَلَ رَأْسَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ صَبَّ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى مِنْ مَقَامِهِ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ.

(٢٦٦) ہم سے محمد بن محبوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے سالم بن ابی الجعد کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کریب مولیٰ ابن عباس سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا۔ تو آپ نے پہلے پانی اپنے ہاتھوں پر گرا کر انہیں دو یا تین بار دھویا۔ پھر اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں پر گرا کر اپنی شرمگاہوں کو دھویا۔ پھر ہاتھ کو زمین پر رگڑا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا۔ پھر اپنے سر کو تین مرتبہ دھویا، پھر اپنے سارے بدن پر پانی بہایا، پھر آپ اپنی غسل کی جگہ سے الگ ہو گئے۔ پھر اپنے قدموں کو دھویا۔

تشریح: یہاں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا ہے کہ موالات واجب نہیں ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے سارا وضو کرلیا۔ مگر پاؤں نہیں دھوئے۔ یہاں تک کہ آپ غسل سے فارغ ہوئے، پھر آپ نے پیر دھوئے۔ موالات سے مراد وضو کے سارے اعضا کو ایک ساتھ دھونا۔

بَابٌ: إِذَا جَامَعَ ثُمَّ عَادَ وَمَنْ دَارَ عَلَى نِسَائِهِ فِي غُسْلٍ وَاحِدٍ

باب: جس نے جماع کیا اور پھر دوبارہ کیا اور جس نے اپنی کئی بیویوں سے ہم بستر ہو کر ایک ہی غسل

کیا اس کا بیان

٢٦٧ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ذَكَرْتُهُ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ: يَرْحَمُ اللَّهُ أَبَا عَبْدِالرَّحْمَنِ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَيَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِمًا يَنْضَخُ طِيبًا. [طرفه في: ٢٧٠] [مسلم: ٢٨٤٢، ٢٨٤٣، ٢٨٤٤؛ نسائي: ٤١٥، ٤٢٩]

(۲۶۷) ہم سے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، کہا ہم سے ابن ابی عدی اور یحییٰ بن سعید نے شعبہ سے، وہ ابراہیم بن محمد بن منتشر سے، وہ اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس مسئلہ کا ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ ابوعبدالرحمٰن پر رحم فرمائے میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگائی پھر آپ اپنی تمام ازواج (مطہرات) کے پاس تشریف لے گئے اور صبح کو احرام اس حالت میں باندھا کہ خوشبو سے بدن مہک رہا تھا۔

تشریح: حدیث سے ترجمۃ الباب یوں ثابت ہوا کہ اگر آپ ہر بیوی کے پاس جا کر غسل فرماتے تو آپ کے جسم مبارک پر خوشبو کا نشان باقی نہ رہتا۔ جمہور کے نزدیک احرام سے پہلے اس قدر خوشبو لگانا کہ احرام کے بعد بھی اس کا اثر باقی رہے جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسے جائز نہیں جانتے تھے۔ اسی پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی اصلاح کے لئے ایسا فرمایا، ابوعبدالرحمٰن ان کی کنیت ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ قول ابن عمر رضی اللہ عنہما پر ہی ہے۔ مگر جمہور اس کے خلاف ہیں۔

٢٦٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَدُورُ عَلَى نِسَائِهِ فِي السَّاعَةِ الْوَاحِدَةِ مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُنَّ إِحْدَى عَشْرَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسٍ: أَوَكَانَ يُطِيقُهُ قَالَ: كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ أُعْطِيَ قُوَّةَ ثَلَاثِينَ. وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ: إِنَّا نَتَحَدَّثُ إِنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ: تِسْعُ نِسْوَةٍ. [أطرافه في: ٢٨٤، ٥٠٦٨، ٥٢١٥]

(۲۶۸) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے معاذ بن ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے میرے والد نے قتادہ کے واسطہ سے، کہا ہم سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ دن اور رات کے ایک ہی وقت میں اپنی تمام ازواج مطہرات کے پاس گئے اور یہ گیارہ تھیں۔ (نو منکوحہ اور دو لونڈیاں) راوی نے کہا، میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور ﷺ اس کی طاقت رکھتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کے برابر طاقت دی گئی ہے اور سعید نے کہا قتادہ کے واسطہ سے کہ ہم کہتے تھے کہ انس رضی اللہ عنہ نے ان سے نو (۹) ازواج کا ذکر کیا۔

تشریح: جس جگہ راوی نے نو بیویوں کا ذکر کیا ہے، وہاں آپ کی نو ازواج مطہرات ہی مراد ہیں اور جہاں گیارہ کا ذکر آیا ہے۔ وہاں ماریہ اور ریحانہ جو آپ کی لونڈیاں تھیں، ان کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال ابن خزيمة: لم يقل احد من اصحاب قتادة احدى عشرة الا معاذ بن هشام وقد روى البخارى الرواية الاخرى عن انس تسع نسوة وجمع بينهما بان ازواجه كن تسعا فى هذا الوقت كما فى رواية سعيد وسريتاه مارية وريحانة۔"

حدیث کے لفظ "فی الساعة الواحدة" سے ترجمۃ الباب ثابت ہوتا ہے۔ آپ نے ایک ہی ساعت میں جملہ بیویوں سے ملاپ فرما کر آخر میں ایک ہی غسل فرمایا۔

قوت مردانگی جس کا ذکر روایت میں کیا گیا ہے یہ کوئی عیب نہیں ہے بلکہ نامردی کو عیب شمار کیا جاتا ہے۔ فی الواقع آپ میں قوت مردانگی اس سے بھی زیادہ تھی۔ باوجود اس کے آپ نے عین عالم شباب میں صرف ایک معمر بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر اکتفا فرمایا۔ جو آپ کے کمال ضبط کی ایک بین دلیل ہے۔ ہاں مدنی زندگی میں کچھ ایسے ملکی و سیاسی و اخلاقی و سماجی مصالح تھے جن کی بنا پر آپ کی ازواج مطہرات کی تعداد نو تک پہنچ گئی۔ اس پر اعتراض کرنے والوں کو پہلے اپنے گھر کی خبر لینی چاہیے کہ ان کے مذہبی اکابر کے گھروں میں سو، سو بلکہ ہزار تک عورتیں کتب تواریخ میں لکھی ہوئی ہیں۔ کسی دوسرے مقام پر اس کی تفصیل آئے گی۔

بَابُ غَسْلِ الْمَذْيِ وَالْوُضُوْءِ مِنْهُ

باب: اس بارے میں کہ مذی کا دھونا اور اس کی وجہ سے وضو کرنا ضروری ہے

٢٦٩ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ أَبِيْ حَصِينٍ عَنْ أَبِيْ عَبْدِالرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَأَمَرْتُ رَجُلًا أَنْ يَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ لِمَكَانِ ابْنَتِهِ فَسَأَلَ فَقَالَ: ((تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ)). [راجع: ١٣٢] [نسائي: ١٥٢]

(۲۶۹) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے زائدہ نے ابوحصین کے واسطہ سے، انہوں نے ابوعبدالرحمٰن سے، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، آپ نے فرمایا کہ مجھے مذی بکثرت آتی تھی، چونکہ میرے گھر میں نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی (حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا) تھیں۔ اس لئے میں نے ایک شخص (مقداد بن اسود اپنے شاگرد) سے کہا کہ وہ آپ ﷺ سے اس کے متعلق مسئلہ معلوم کریں۔ انہوں نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "وضو کرا اور شرمگاہ کو دھو (یہی کافی ہے)۔"

بَابُ مَنْ تَطَيَّبَ ثُمَّ اغْتَسَلَ وَبَقِيَ أَثَرُ الطِّيْبِ

باب: اس بارے میں کہ جس نے خوشبو لگائی پھر غسل کیا اور خوشبو کا اثر اب بھی باقی رہا

٢٧٠ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، وَذَكَرْتُ لَهَا قَوْلَ ابْنِ عُمَرَ مَا أُحِبُّ أَنْ أُصْبِحَ مُحْرِمًا أَنْضَخُ طِيبًا. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: أَنَا طَيَّبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ طَافَ فِيْ نِسَائِهِ ثُمَّ أَصْبَحَ مُحْرِمًا. [راجع: ٢٦٧]

(۲۷۰) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے ابراہیم بن محمد بن منتشر سے، وہ اپنے والد سے، کہا میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول کا ذکر کیا۔ کہ میں اسے گوارا نہیں کر سکتا کہ میں احرام باندھوں اور خوشبو میرے جسم سے مہک رہی ہو۔ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے خود نبی ﷺ کو خوشبو لگائی۔ پھر آپ اپنی تمام ازواج کے پاس گئے اور اس کے بعد احرام باندھا۔

تشریح: حدیث سے ترجمہ باب اس طرح ثابت ہوا کہ غسل کے بعد بھی آپ کے جسم مبارک پر خوشبو کا اثر باقی رہتا تھا۔ معلوم ہوا کہ ہم بستری کے وقت میاں بیوی کے لئے خوشبو استعمال کرنا سنت ہے، جیسا کہ ابن بطال نے کہا ہے (فتح الباری) باقی تفصیل حدیث نمبر ۲۶۲ میں گزر چکی ہے۔

٢٧١ـ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِيْ إِيَاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا

(۲۷۱) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے حدیث

شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفْرِقِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ. [أطرافه في: ١٥٣٨، ٥٩١٨، ٥٩٢٣]

[مسلم: ٢٨٣٧؛ نسائي: ٢٦٩٦]

بیان کیا ہم سے حکم نے ابراہیم کے واسطہ سے ، وہ اسود سے ، وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا گویا کہ میں نبی کریم ﷺ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں اس حال میں کہ آپ احرام باندھے ہوئے ہیں۔

تشریح: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مختصر ہے، تفصیلی واقعہ وہی ہے جو اوپر گزر را، باب کا مطلب اس حدیث سے یوں نکلا کہ نبی کریم ﷺ نے احرام کا غسل ضرور کیا ہوگا۔ اسی سے خوشبو لگانے کے بعد غسل کرنا ثابت ہوا۔

بَابُ تَخْلِيلِ الشَّعَرِ حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ أَرْوَى بَشَرَتَهُ أَفَاضَ عَلَيْهِ

باب: بالوں کا خلال کرنا اور جب یقین ہو جائے کہ کھال تر ہوگئی تو اس پر پانی بہا دینا (جائز ہے)

٢٧٢- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَيْهِ وَتَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اغْتَسَلَ ثُمَّ تَخَلَّلَ بِيَدِهِ شَعَرَهُ حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ أَرْوَى بَشَرَتَهُ أَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ. [راجع: ٢٤٨] [نسائي: ٤١٨]

(۲۷۲) ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد کے حوالہ سے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ جنابت کا غسل کرتے تو پہلے اپنے ہاتھوں کو دھوتے اور نماز کی طرح وضو کرتے۔ پھر اپنے ہاتھوں سے اپنے بالوں کا خلال کرتے اور جب یقین کر لیتے کہ جسم تر ہو گیا ہے۔ تو تین مرتبہ اس پر پانی بہاتے، پھر تمام بدن کا غسل کرتے۔

٢٧٣- وَقَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ نَغْرِفُ مِنْهُ جَمِيعًا.

[راجع: ٢٥٠] [نسائي: ٢٣٢، ٤٠٩]

(۲۷۳) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اور رسول کریم ﷺ ایک برتن میں غسل کرتے تھے۔ ہم دونوں اس سے چلو بھر بھر کر پانی لیتے تھے۔

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جنابت کے غسل میں انگلیاں بھگو کر بالوں کی جڑوں میں خلال کرے، جب یقین ہو جائے کہ سر اور ڈاڑھی کے بال اور اندر کا چمڑا بھیگ گئے ہیں، تب بالوں پر پانی بہائے یہ خلال بھی آداب غسل سے ہے۔ جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب اور جمہور کے نزدیک صرف سنت ہے۔

بَابُ مَنْ تَوَضَّأَ فِي الْجَنَابَةِ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ وَلَمْ يُعِدْ

باب: اس کے بارے میں جس نے جنابت میں وضو کیا پھر اپنے تمام بدن کو دھویا، لیکن وضو کے

غَسْلَ مَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهُ مَرَّةً أُخْرَى

اعضا کو دوبارہ نہیں دھویا

٢٧٤ـ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: وَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَضُوءَ الْجَنَابَةِ فَأَكْفَأَ بِيَمِينِهِ عَلَى يَسَارِهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهُ ثُمَّ ضَرَبَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ أَوِ الْحَائِطِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ ثُمَّ غَسَلَ جَسَدَهُ ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ قَالَتْ فَأَتَيْتُهُ بِخِرْقَةٍ فَلَمْ يُرِدْهَا فَجَعَلَ يَنْفُضُ بِيَدِهِ.

[راجع: ٢٤٩]

(۲۷۴) ہم سے یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے فضل بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، انہوں نے سالم کے واسطہ سے، انہوں نے کریب مولیٰ ابن عباس سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا، انہوں نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل جنابت کے لئے پانی رکھا پھر آپ نے پہلے دو یا تین مرتبہ اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا۔ پھر شرمگاہ دھوئی۔ پھر ہاتھ کو زمین پر یا دیوار پر دو یا تین بار رگڑا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے اور بازوؤں کو دھویا۔ پھر سر پر پانی بہایا اور سارے بدن کا غسل کیا۔ پھر اپنی جگہ سے سرک کر پاؤں دھوئے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں ایک کپڑا لائی تو آپ نے اسے نہیں لیا اور ہاتھوں ہی سے پانی جھاڑنے لگے۔

بَابٌ: إِذَا ذَكَرَ فِي الْمَسْجِدِ أَنَّهُ جُنُبٌ خَرَجَ كَمَا هُوَ وَلَا يَتَيَمَّمُ

باب: جب کوئی شخص مسجد میں ہو اور اسے یاد آئے کہ مجھ کو نہانے کی حاجت ہے تو اسی طرح نکل جائے اور تیمّم نہ کرے

٢٧٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوفُ قِيَامًا فَخَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ ذَكَرَ أَنَّهُ جُنُبٌ، فَقَالَ لَنَا: ((مَكَانَكُمْ)) ثُمَّ رَجَعَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَكَبَّرَ فَصَلَّيْنَا مَعَهُ. تَابَعَهُ عَبْدُ الْأَعْلَى

(۲۷۵) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم کو یونس نے خبر دی زہری کے واسطے سے، وہ ابوسلمہ سے وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نماز کی تکبیر ہوئی اور صفیں برابر ہو گئیں، لوگ کھڑے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرے سے ہماری طرف تشریف لائے، جب آپ مصلے پر کھڑے ہو چکے تو یاد آیا کہ آپ جنبی ہیں۔ پس آپ نے ہم سے فرمایا کہ "اپنی جگہ کھڑے رہو۔" اور آپ واپس چلے گئے۔ پھر آپ نے غسل کیا اور واپس ہماری طرف تشریف لائے تو سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ نے نماز کے لئے تکبیر کہی اور ہم نے

عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ. [طرفاه في: ٦٣٩، ٦٤٠] [مسلم: ١٣٦٧؛ ابو داود: ٢٣٥]

آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ عثمان بن عمر سے اس روایت کی متابعت کی ہے عبدالاعلیٰ نے معمر سے اور وہ زہری سے۔ اور اوزاعی نے بھی زہری سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

تشریح: عبدالاعلیٰ کی روایت کو امام احمد نے نکالا ہے اور اوزاعی کی روایت کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الاذان میں ذکر فرمایا ہے۔

بَابُ نَفْضِ الْيَدَيْنِ مِنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ

باب: اس بارے میں کہ غسل جنابت کے بعد ہاتھوں سے پانی جھاڑ لینا (سنت نبوی ہے)

٢٧٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَمْزَةَ قَالَ: سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَتْ مَيْمُونَةُ: وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ غُسْلًا فَسَتَرْتُهُ بِثَوْبٍ وَصَبَّ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ صَبَّ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ فَضَرَبَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَهَا ثُمَّ غَسَلَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ وَأَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاوَلْتُهُ ثَوْبًا فَلَمْ يَأْخُذْهُ فَانْطَلَقَ وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ. [راجع: ٢٤٩]

(٢٧٦) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوحمزہ (محمد بن میمون) نے، کہا میں نے اعمش سے سنا، انہوں نے سالم بن ابی الجعد سے، انہوں نے کریب سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، آپ نے کہا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غسل کا پانی رکھا اور ایک کپڑے سے پردہ کر دیا۔ پہلے آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور انہیں دھویا۔ پھر اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ میں پانی لیا اور شرمگاہ دھوئی۔ پھر ہاتھ کو زمین پر مارا اور دھویا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور چہرے اور بازو دھوئے۔ پھر سر پر پانی بہایا اور سارے بدن کا غسل کیا۔ اس کے بعد آپ مقام غسل سے ایک طرف ہو گئے۔ پھر دونوں پاؤں دھوئے۔ اس کے بعد میں نے آپ کو ایک کپڑا دینا چاہا۔ تو آپ نے اسے نہیں لیا اور آپ ہاتھوں سے پانی جھاڑنے لگے۔

تشریح: باب اور حدیث کی مطابقت ظاہر ہے، معلوم ہوا کہ افضل یہی ہے کہ وضو اور غسل میں بدن کپڑے سے نہ پونچھے۔

بَابُ مَنْ بَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْأَيْمَنِ فِي الْغُسْلِ

باب: اس شخص کے متعلق جس نے اپنے سر کے داہنے حصے سے غسل کیا

٢٧٧۔ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنَّا إِذَا أَصَابَ إِحْدَانَا جَنَابَةٌ أَخَذَتْ بِيَدَيْهَا ثَلَاثًا فَوْقَ رَأْسِهَا ثُمَّ تَأْخُذُ بِيَدِهَا عَلَى شِقِّهَا

(٢٧٧) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن نافع نے بیان کیا، انہوں نے حسن بن مسلم سے روایت کر کے، وہ صفیہ بنت شیبہ سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ ہم ازواج (مطہرات) میں سے کسی کو اگر جنابت لاحق ہوتی تو وہ ہاتھوں میں پانی لے کر سر پر تین مرتبہ ڈالتیں۔ پھر ہاتھ میں پانی لے کر سر کے داہنے حصے کا

الْأَيْمَنِ وَبِيَدِهَا الْأُخْرَى عَلَى شِقِّهَا الْأَيْسَرِ. غسل کرتیں اور دوسرے ہاتھ سے بائیں حصے کا غسل کرتیں۔

[أبو داود: ٢٥٣]

تشریح: پہلا چلو دائیں جانب پر دوسرا چلو بائیں جانب پر تیسرا چلو سر کے بیچوں بیچ جیسا کہ باب من بدأ بالحلاب او الطیب میں بیان ہوا۔امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں اسی حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔اور ترجمہ باب کی مطابقت ظاہر ہے۔بعض کے نزدیک ترجمہ باب جملہ ثم تاخذ بیدها علی شقها الایمن سے نکلتا ہے۔کہ اس میں ضمیر سر کی طرف پھرتی ہے۔یعنی پھر سر کے دائیں طرف پر ہاتھ سے پانی ڈالتیں اور سر کے بائیں طرف پر دوسرے ہاتھ سے کرمانی نے کہا کہ باب کا ترجمہ اس سے نکل آیا کیونکہ بدن میں سر سے لے کر قدم تک داخل ہے۔

بَابُ مَنِ اغْتَسَلَ عُرْيَانًا وَحْدَهُ فِي الْخَلْوَةِ وَمَنْ تَسَتَّرَ وَالتَّسَتُّرُ أَفْضَلُ

باب: اس شخص کے بارے میں جس نے تنہائی میں ننگے ہو کر غسل کیا اور جس نے کپڑا باندھ کر غسل کیا اور کپڑا باندھ کر غسل کرنا افضل ہے

وَقَالَ بَهْزٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((اللَّهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَا مِنْهُ مِنَ النَّاسِ)).

اور بہز بن حکیم نے اپنے والد سے، انہوں نے بہز کے دادا (معاویہ بن حیدہ) سے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''اللہ لوگوں کے مقابلے میں زیادہ مستحق ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔''

تشریح: اس کو امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ اصحاب سنن نے روایت کیا ہے۔پوری حدیث یوں ہے کہ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ ہم کن شرمگاہوں پر تصرف کریں اور کن سے بچیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''صرف تمہاری بیوی اور لونڈی تمہارے لئے حلال ہے۔'' میں نے کہا حضور جب ہم میں سے کوئی اکیلا ہو تو ننگا غسل کر سکتا ہے۔آپ نے فرمایا کہ اللہ زیادہ لائق ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔

ابن ابی لیلیٰ نے اکیلے بھی ننگا نہانا ناجائز کہا ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کا رد کیا اور بتلایا کہ یہ جائز ہے مگر ستر ڈھانپ کر نہانا افضل ہے۔ حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت ایوب علیہ السلام کا نہانا مذکور ہے۔''اس سے ترجمہ باب ثابت ہوا۔''

٢٧٨۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ يَغْتَسِلُونَ عُرَاةً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ وَكَانَ مُوسَى ﷺ يَغْتَسِلُ وَحْدَهُ فَقَالُوا: وَاللَّهِ! مَا يَمْنَعُ مُوسَى أَنْ يَغْتَسِلَ مَعَنَا إِلَّا أَنَّهُ آدَرُ فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهُ عَلَى حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهِ فَجَمَحَ مُوسَى فِي إِثْرِهِ يَقُولُ: ثَوْبِي يَا حَجَرُ! ثَوْبِي يَا حَجَرُ! حَتَّى نَظَرَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ إِلَى مُوسَى

(٢٧٨) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، انہوں نے معمر سے، انہوں نے ہمام بن منبہ سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل ننگے ہو کر اس طرح نہاتے تھے کہ ایک شخص دوسرے کو دیکھتا لیکن حضرت موسیٰ ﷺ تنہا پردہ سے غسل فرماتے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! موسیٰ علیہ السلام کو ہمارے ساتھ غسل کرنے میں صرف یہ چیز مانع ہے کہ آپ کے خصیے بڑھے ہوئے ہیں۔ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام غسل کرنے لگے اور آپ نے کپڑوں کو ایک پتھر پر رکھ دیا۔ اتنے میں پتھر کپڑوں کو لے بھاگا اور موسیٰ علیہ السلام بھی اس کے پیچھے بڑی تیزی سے دوڑے۔آپ کہتے جاتے تھے: اے پتھر! میرا کپڑا دے۔اے

فَقَالُوا: وَاللَّهِ مَا بِمُوسَى مِنْ بَأْسٍ وَأَخَذَ ثَوْبَهُ فَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا)) فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَاللَّهِ! إِنَّهُ لَنَدَبٌ بِالْحَجَرِ سِتَّةٌ أَوْ سَبْعَةٌ ضَرْبًا بِالْحَجَرِ.

[طرفاه في: ٣٤٠٤، ٤٧٩٩] [مسلم: ٦١٤٦]

پتھر! میرا کپڑا دے۔ اس عرصہ میں بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو ننگا دیکھ لیا اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! موسیٰ علیہ السلام کو کوئی بیماری نہیں اور موسیٰ علیہ السلام نے کپڑا لیا اور پتھر کو مارنے لگے۔" ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! اس پتھر پر چھ یا سات مار کے نشان باقی ہیں۔

٢٧٩ـ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَا أَيُّوبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ أَيُّوبُ يَحْتَثِي فِي ثَوْبِهِ فَنَادَاهُ رَبُّهُ: يَا أَيُّوبُ! أَلَمْ أَكُنْ أَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرَى؟ قَالَ: بَلَى! وَعِزَّتِكَ وَلَكِنْ لَا غِنَى بِي عَنْ بَرَكَتِكَ)). وَرَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ عَنْ مُوسَى ابْنِ عُقْبَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَا أَيُّوبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا)).

[طرفاه في: ٣٣٩١، ٧٤٩٣]

(٢٧٩) اور اسی سند کے ساتھ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ "(ایک بار) ایوب علیہ السلام ننگے غسل فرمارہے تھے کہ سونے کی ٹڈیاں آپ پر گرنے لگیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام انہیں اپنے کپڑے میں سمیٹنے لگے۔ اتنے میں ان کے رب نے انہیں پکارا: اے ایوب! کیا میں نے تمہیں اس چیز سے بے نیاز نہیں کر دیا، جسے تم دیکھ رہے ہو۔ ایوب علیہ السلام نے جواب دیا ہاں تیری بزرگی کی قسم! لیکن تیری برکت سے میرے لئے بے نیازی کیونکر ممکن ہے۔" اور اس حدیث کو ابراہیم نے موسیٰ بن عقبہ سے، وہ صفوان سے، وہ عطاء بن یسار سے، وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، وہ نبی کریم ﷺ سے اس طرح نقل کرتے ہیں "جب کہ حضرت ایوب علیہ السلام ننگے ہو کر غسل کر رہے تھے۔" (آخر تک)

تشریح: ابراہیم بن طہمان سے امام بخاری رحمہ اللہ نے نہیں سنا تو یہ تعلیق ہوگئی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو نسائی اور اسماعیلی نے وصل کیا ہے۔

بَابُ التَّسَتُّرِ فِي الْغُسْلِ عِنْدَ النَّاسِ

باب: اس بیان میں کہ لوگوں میں نہاتے وقت پردہ کرنا ضروری ہے

٢٨٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِىءٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِىءٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ: ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ فَقَالَ: ((مَنْ هَذِهِ)). فَقُلْتُ: أَنَا أُمُّ هَانِىءٍ.

[أطرافه في: ٣٥٧، ٣١٧١، ٦١٥٨] [مسلم: ١٦٦٩؛

(٢٨٠) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے روایت کی، انہوں نے امام مالک سے، انہوں نے عمر بن عبیداللہ کے مولیٰ ابونضر سے کہ ام ہانی بنت ابی طالب کے مولیٰ ابومرہ نے انہیں بتایا کہ انہوں نے ام ہانی بنت ابی طالب کو یہ کہتے سنا کہ میں فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے دیکھا کہ آپ غسل فرمارہے ہیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کر رکھا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا: "یہ کون ہیں؟" میں نے عرض کی کہ میں ام ہانی ہوں۔

ترمذي: ٤٧٤ ، ٢٧٣٤؛ ابن ماجه: ٤٦٥]

٢٨١۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ ابْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: سَتَرْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ صَبَّ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ ثُمَّ مَسَحَ بِيَدِهِ عَلَى الْحَائِطِ أَوِ الْأَرْضِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوئَهُ لِلصَّلَاةِ غَيْرَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ الْمَاءَ ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ. تَابَعَهُ أَبُو عَوَانَةَ وَابْنُ فُضَيْلٍ فِي السَّتْرِ.

(۲۸۱) ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے اعمش سے، وہ سالم بن ابی الجعد سے، وہ کریب سے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، وہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے کہا جب نبی کریم ﷺ غسل جنابت فرما رہے تھے میں نے آپ کا پردہ کیا تھا۔ تو آپ نے پہلے اپنے ہاتھ دھوئے، پھر داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی بہایا اور شرم گاہ دھوئی اور جو کچھ اس میں لگ گیا تھا اسے دھویا پھر ہاتھ کو زمین یا دیوار پر رگڑ کر (دھویا) پھر نماز کی طرح وضو کیا۔ پاؤں کے علاوہ۔ پھر پانی اپنے سارے بدن پر بہایا اور اس جگہ سے ہٹ کر دونوں قدموں کو دھویا۔ اس حدیث میں ابوعوانہ اور محمد بن فضیل نے بھی پردے کا ذکر کیا ہے۔

تشریح: ابوعوانہ کی روایت اس سے پہلے خود امام بخاری رحمہ اللہ ذکر فرما چکے ہیں اور محمد بن فضیل کی روایت کو ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں نکالا ہے۔ ابوعوانہ کی روایت کے لئے حدیث نمبر ۲۶۰ ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

بَابٌ: إِذَا احْتَلَمَتِ الْمَرْأَةُ

باب: اس بیان میں کہ جب عورت کو احتلام ہو تو اس پر بھی غسل واجب ہے

٢٨٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ: جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ امْرَأَةُ أَبِي طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ هَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا هِيَ احْتَلَمَتْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((نَعَمْ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ)).

(۲۸۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، انہوں نے ہشام بن عروہ کے واسطے سے، انہوں نے اپنے والد عروہ بن زبیر سے، وہ زینب بنت ابی سلمہ سے، انہوں نے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ اللہ تعالیٰ حق سے حیا نہیں کرتا۔ کیا عورت پر بھی جب کہ اسے احتلام ہو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں اگر (اپنی منی کا) پانی دیکھے (تو اسے بھی غسل کرنا ہوگا)۔''

[راجع: ١٣٠]

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۔ اس کے لئے بھی مرد کا سا حکم ہے کہ جاگنے پر منی کی تری اگر کپڑے یا جسم پر دیکھے تو ضرور غسل کرے تری نہ پائے تو غسل واجب نہیں۔

بَابُ عَرَقِ الْجُنُبِ وَأَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ

باب: اس بیان میں کہ جنبی کا پسینہ اور مسلمان ناپاک نہیں ہوتا

٢٨٣ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَقِيَهُ فِي بَعْضِ طَرِيقِ الْمَدِينَةِ وَهُوَ جُنُبٌ فَانْتَجَسْتُ مِنْهُ فَذَهَبْتُ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: ((أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟)) قَالَ: كُنْتُ جُنُبًا فَكَرِهْتُ أَنْ أُجَالِسَكَ وَأَنَا عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ قَالَ: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ! إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ)). [أطرافه في: ٢٨٥] [مسلم: ٧٢٤؛ ابو داود: ٢٣١؛ نسائي: ٢٦٩؛ ابن ماجه: ٥٣٤]

(۲۸۳) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے، کہا ہم سے حمید طویل نے، کہا ہم سے بکر بن عبداللہ نے ابو رافع کے واسطہ سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ مدینہ کے کسی راستے پر نبی کریم ﷺ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اس وقت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنابت کی حالت میں تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں پیچھے رہ کر لوٹ گیا اور غسل کر کے واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ''اے ابو ہریرہ! کہاں چلے گئے تھے؟'' انہوں نے جواب دیا کہ میں جنابت کی حالت میں تھا۔ اس لئے میں نے آپ کے ساتھ بغیر غسل کے بیٹھنا برا جانا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سبحان اللہ! مومن ہرگز نجس نہیں ہو سکتا۔''

تشریح: یعنی نجس نہیں ہوتا کہ اس کے ساتھ بیٹھا بھی نہ جا سکے۔ اس کی نجاست عارضی ہے جو غسل سے ختم ہو جاتی ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ نکالا کہ جنبی کا پسینہ بھی پاک ہے کیونکہ جب بدن پاک ہے تو بدن سے نکلنے والا پسینہ بھی پاک ہوگا۔

بَابٌ: الْجُنُبُ يَخْرُجُ وَيَمْشِي فِي السُّوقِ وَغَيْرِهِ

باب: اس تفصیل میں کہ جنبی گھر سے باہر نکل سکتا اور بازار وغیرہ جا سکتا ہے

وَقَالَ عَطَاءٌ: يَحْتَجِمُ الْجُنُبُ وَيُقَلِّمُ أَظْفَارَهُ وَيَحْلِقُ رَأْسَهُ وَإِنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ.

اور عطاء نے کہا کہ جنبی پچھنا لگوا سکتا ہے، ناخن ترشوا سکتا ہے اور سر منڈوا سکتا ہے۔ اگرچہ وضو بھی نہ کیا ہو۔

٢٨٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ: أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ فِي اللَّيْلَةِ الْوَاحِدَةِ وَلَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعُ نِسْوَةٍ. [راجع: ٢٦٨] [نسائي: ٢٦٣، ٣١٩٨]

(۲۸۴) ہم سے عبدالاعلیٰ بن حماد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا، انہوں نے قتادہ سے، کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ نبی ﷺ اپنی تمام ازواج کے پاس ایک ہی رات میں تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کے نکاح میں نو بیویاں تھیں۔

تشریح: اس سے جنبی کا گھر سے باہر نکلنا ثابت ہوا کہ آپ ﷺ ایک بی بی سے صحبت کر کے گھر سے باہر دوسری بیوی کے گھر تشریف لے جاتے۔

۲۸۵۔ حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَقِيَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا جُنُبٌ فَأَخَذَ بِيَدِي فَمَشَيْتُ مَعَهُ حَتَّى قَعَدَ فَانْسَلَلْتُ فَأَتَيْتُ الرَّحْلَ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ: ((أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟)) فَقُلْتُ لَهُ. فَقَالَ: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ! يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ)). [راجع: ۲۸۳]

(۲۸۵) ہم سے عیاش نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حمید نے بکر کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے ابو رافع سے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، کہا کہ میری ملاقات رسول اللہ ﷺ سے ہوئی۔ اس وقت میں جنبی تھا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میں آپ کے ساتھ چلنے لگا۔ آخر آپ ایک جگہ بیٹھ گئے اور میں آہستہ سے اپنے گھر آیا اور غسل کر کے حاضر خدمت ہوا۔ آپ ابھی بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے دریافت فرمایا: ”اے ابو ہریرہ! کہاں چلے گئے تھے۔“ میں نے واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ”سبحان اللہ! مومن تو نجس نہیں ہوتا۔“

تشریح: اس حدیث کی اور باب کی مطابقت بھی ظاہر ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حالت جنابت میں راہ چلتے ہوئے نبی کریم ﷺ سے ملے۔

بَابُ كَيْنُوْنَةِ الْجُنُبِ فِي الْبَيْتِ إِذَا تَوَضَّأَ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ

باب: غسل سے پہلے جنبی کا گھر میں ٹھہرنا جب کہ وضو کر لے (جائز ہے)

۲۸۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَشَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى [بْنِ أَبِي كَثِيرٍ] عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ: أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَرْقُدُ وَهُوَ جُنُبٌ؟ قَالَتْ: نَعَمْ وَيَتَوَضَّأُ.

(۲۸۶) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام اور شیبان نے، وہ یحییٰ سے، وہ ابو سلمہ سے، کہا میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ جنابت کی حالت میں گھر میں سوتے تھے؟ کہا ہاں لیکن وضو کر لیتے تھے۔

تشریح: ایک حدیث میں ہے کہ جس گھر میں کتا یا تصویر یا جنبی ہو تو وہاں فرشتے نہیں آتے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب لا کر بتلایا کہ وہاں جنبی سے وہ مراد ہے جو وضو بھی نہ کرے اور جنابت کی حالت میں بے پرواہ بن کر یوں ہی گھر میں پڑا رہے۔

بَابُ نَوْمِ الْجُنُبِ

باب: بغیر غسل کئے جنبی کا سونا جائز ہے

۲۸۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَيَرْقُدُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ: ((نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرْقُدْ وَهُوَ جُنُبٌ)). [طرفاه في: ۲۸۹، ۲۹۰]

(۲۸۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے نافع سے، وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا ہم میں سے کوئی جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے؟ فرمایا: ”ہاں وضو کر کے جنابت کی حالت میں بھی سو سکتے ہو۔“

بَابُ الْجُنُبِ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَنَامُ

باب: اس بارے میں کہ جنبی پہلے وضو کر لے پھر سوئے

٢٨٨۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ فَرْجَهُ وَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ. [راجع: ٢٨٦]

(۲۸۸) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے عبیداللہ بن ابی الجعد کے واسطے سے، انہوں نے محمد بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے عروہ سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ جب جنابت کی حالت میں ہوتے اور سونے کا ارادہ کرتے تو شرمگاہ کو دھو لیتے اور نماز کی طرح وضو کرتے۔

٢٨٩۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: اسْتَفْتَى عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ أَيَنَامُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ: ((نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ)).

(۲۸۹) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ نے نافع سے، وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، کہا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا ہم جنابت کی حالت میں سو سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں لیکن وضو کر کے۔''

٢٩٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ: ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ تُصِيبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ)). [راجع: ٢٨٧] [مسلم: ٧٠٤؛ ابوداود: ٢٢١؛ نسائي: ٢٦٠]

(۲۹۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی انہوں نے عبداللہ بن دینار سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ رات میں انہیں غسل کی ضرورت ہو جایا کرتی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''وضو کر لیا کر اور شرمگاہ کو دھو کر سو جا۔''

تشریح: ان جملہ احادیث کا یہی مقصد ہے کہ جنبی وضو کر کے گھر میں سو سکتا ہے۔ پھر نماز کے واسطے غسل کر لے۔ کیونکہ غسل جنابت کئے بغیر نماز درست نہ ہوگی۔ مریض وغیرہ کے لئے رخصت ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

بَابٌ: إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ

باب: اس بارے میں کہ جب دونوں ختان ایک دوسرے سے مل جائیں تو غسل جنابت واجب ہے

٢٩١۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ)).

(۲۹۱) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا (دوسری سند سے) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، وہ ہشام سے، وہ قتادہ سے، وہ امام حسن بصری سے، وہ ابو رافع سے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''جب مرد عورت کے چہار زانوں میں بیٹھ گیا اور اس کے ساتھ جماع کے لئے کوشش

تَابَعَهُ عَمْرٌو [بْنُ مَرْزُوقٍ] عَنْ شُعْبَةَ [مِثْلَهُ] وَقَالَ مُوسَى: حَدَّثَنَا أَبَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ مِثْلَهُ. قَالَ أَبُو عَبْدِاللهِ: هَذَا أَجْوَدُ وَأَوْكَدُ وَإِنَّمَا بَيَّنَّا الْحَدِيثَ الْآخَرَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَالْغُسْلُ أَحْوَطُ. [مسلم: ٧٨٣؛ نسائي: ١٩١؛ ابن ماجه: ٦١٠]

کی تو غسل واجب ہو گیا۔" اس حدیث کی متابعت عمرو نے شعبہ کے واسطہ سے کی ہے۔ اور موسیٰ نے کہا کہ ہم سے ابان نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا، کہا ہم سے حسن بصری نے بیان کیا۔ اسی حدیث کی طرح۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا یہ حدیث اس باب کی تمام احادیث میں عمدہ اور بہتر ہے اور ہم نے دوسری حدیث (عثمان اور ابن ابی کعب کی) صحابہ کے اختلاف کے پیش نظر بیان کی اور غسل میں احتیاط زیادہ ہے۔

تشریح: قال النووی: "معنی الحدیث ان ایجاب الغسل لا یتوقف علی الانزال بل متی غابت الحشفة فی الفرج وجب الغسل علیهما ولا خلاف فیه الیوم۔"

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ غسل کا کرنا انزال منی پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ جب بھی دخول ہو گیا دونوں پر غسل واجب ہو چکا ہے۔ اور اب اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

یہ طریقہ مناسب نہیں: فقہی مسالک میں کوئی مسلک اگر کسی جزئی میں کسی حدیث سے مطابق ہو جائے تو قابل قبول ہے۔ کیونکہ اصل معمول بہ قرآن وحدیث ہے۔ اسی لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمادیا کہ "اذا صح الحدیث فهو مذهبی۔" جو بھی صحیح حدیث سے ثابت ہو وہی میرا مذہب ہے یہاں تک درست اور قابل تحسین ہے۔ مگر دیکھا یہ جا رہا ہے کہ مقلدین اپنے مذہب کو کسی حدیث کے مطابق پاتے ہیں تو اپنے مسلک کو مقدم ظاہر کرتے ہوئے حدیث کو مؤخر کرتے ہیں اور اپنے مسلک کی صحت واولویت پر اس طرح خوشی کا اظہار کرتے ہیں کہ گویا اولین مقام ان کے مزعومہ مسلک کا ہے اور احادیث کا مقام ان کے بعد ہے۔ ہمارے اس بیان کی تصدیق کے لئے موجودہ تراجم احادیث خاص طور پر تراجم بخاری کو دیکھا جا سکتا ہے۔ جو آج کل ہمارے برادران احناف کی طرف سے شائع ہو رہے ہیں۔

قرآن وحدیث کی عظمت کے پیش نظر یہ طریقہ کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ جب کہ یہ تسلیم کئے بغیر کسی بھی منصف مزاج کو چارہ نہیں کہ ہمارے مروجہ مسالک بہت بعد کی پیداوار ہیں۔ جن کا قرون راشدہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ بقول حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پورے چار سو سال تک مسلمان صرف مسلمان تھے۔ تقلیدی مذاہب چار صدیوں کے بعد پیدا ہوئے۔ ان کی حقیقت یہی ہے۔ امت کے لئے یہ سب سے بڑی مصیبت ہے کہ ان فقہی مسالک کو علیحدہ علیحدہ دین اور شریعت کا مقام دے دیا گیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ افتراق وانتشار پیدا ہوا کہ اسلام مختلف پارٹیوں اور بہت سے فرقوں میں تقسیم ہو کر رہ گیا اور وحدت ملی ختم ہو گئی۔ اور آج تک یہی حال ہے۔ جس پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔

دعوت اہلحدیث کا خلاصہ یہی ہے کہ اس انتشار کو ختم کر کے مسلمانوں کو صرف اسلام کے نام پر جمع کیا جائے، امید قوی ہے کہ ضرور یہ دعوت اپنا رنگ لائے گی۔ اور لا رہی ہے کہ اکثر روشن دماغ مسلمان ان خود ساختہ پابندیوں کی حقیقت سے واقف ہو چکے ہیں۔

بَابُ غَسْلِ مَا يُصِيبُ مِنْ فَرْجِ الْمَرْأَةِ

باب: اس چیز کا دھونا جو عورت کی شرمگاہ سے لگ جائے ضروری ہے

٢٩٢۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ قَالَ يَحْيَى: وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ

(۲۹۲) ہم سے ابو معمر عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے حسین بن ذکوان معلم کے واسطہ سے، ان کو یحییٰ نے کہا مجھ کو ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے خبر دی،

ابْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَقَالَ: أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فَلَمْ يُمْنِ وَقَالَ عُثْمَانُ: يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ وَطَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَأَمَرُوهُ بِذَلِكَ، [قَالَ يَحْيَى:] وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. [راجع: ۱۷۹]

ان کو عطا بن یسار نے خبر دی، انہیں زید بن خالد جہنی نے بتایا کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مرد اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا لیکن انزال نہیں ہوا تو وہ کیا کرے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز کی طرح وضو کرلے اور ذکر کو دھولے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہے۔ میں نے اس کے متعلق علی بن ابی طالب، زبیر بن العوام، طلحہ بن عبیداللہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا۔ یحییٰ نے کہا اور ابوسلمہ نے مجھے بتایا کہ انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی، انہیں ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہ یہ بات انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔

تشریح: حدیث اور باب کی مطابقت ظاہر ہے۔ ابتدائے اسلام میں یہی حکم تھا، بعد میں منسوخ ہو گیا۔

۲۹۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو أَيُّوبَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فَلَمْ يُنْزِلْ قَالَ: ((يَغْسِلُ مَا مَسَّ الْمَرْأَةَ مِنْهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي)). قَالَ: أَبُو عَبْدِاللَّهِ: الْغُسْلُ أَحْوَطُ وَذَلِكَ الْآخِرُ وَإِنَّمَا بَيَّنَّا لِاخْتِلَافِهِمْ وَالْمَاءُ أَنْقَى. [مسلم: ۷۸۰]

(۲۹۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے ہشام بن عروہ سے، کہا مجھے خبر دی میرے والد نے، کہا مجھے خبر دی ابوایوب نے، کہا مجھے خبر دی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہ انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! جب مرد عورت سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: ''عورت سے جو کچھ اسے لگ گیا اسے دھولے پھر وضو کرے اور نماز پڑھے۔'' ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا غسل میں زیادہ احتیاط ہے اور یہ آخری احادیث ہم نے اس لئے بیان کر دیں (تاکہ معلوم ہو جائے کہ) اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور پانی (سے غسل کر لینا ہی) زیادہ پاک کرنے والا ہے۔

تشریح: یعنی غسل کر لینا بہرصورت بہتر ہے۔ اور بالفرض واجب نہ بھی ہو تو یہی فائدہ کیا کم ہے کہ اس سے بدن کی صفائی ہو جاتی ہے۔ مگر جمہور کا یہی فتویٰ ہے کہ عورت مرد کے ملاپ سے غسل واجب ہو جاتا ہے انزال ہو یا نہ ہو۔ ترجمہ باب یہاں سے نکلتا ہے کہ دخول کی وجہ سے ذکر میں عورت کی فرج سے جو تری لگ گئی ہو اسے دھونے کا حکم دیا۔

"قال ابن حجر فی الفتح: وقد ذهب الجمهور الى ان حديث الاكتفاء بالوضوء منسوخ وروى ابن ابى شيبة وغيره عن ابن عباس انه حمل حديث الماء من الماء على صورة مخصوصة ما يقع فی المنام من رؤية الجماع وهی تاويل يجمع بين الحديثين بلا تعارض۔"

یعنی علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جمہور اس طرف گئے ہیں کہ یہ احادیث جن میں وضو کو کافی کہا گیا ہے یہ منسوخ ہیں۔ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حدیث الماء من الماء خواب سے متعلق ہے۔ جس میں جماع دیکھا گیا ہو، اس میں انزال نہ ہو تو وضو کافی ہوگا۔ اس طرح دونوں قسم کی حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور کوئی تعارض نہیں باقی رہتا۔

لفظ جنابت کی لغوی تحقیق سے متعلق حضرت نواب صدیق حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وجنب در مصفی گفته مادۂ جنب دلالت بر بعد میکند و چوں در مواضع بعیده و مستوره میشود...... الخ۔" یعنی لفظ جنب کے متعلق مصفی شرح مؤطا میں کہا گیا ہے کہ اس لفظ کا مادہ دور ہونے پر دلالت کرتا ہے جماع بھی پوشیدہ اور لوگوں سے دور جگہ پر کیا جاتا ہے، اس لئے اس شخص کو جنبی کہا گیا، اور جنب کو جماع پر بولا گیا۔ بقول ایک جماعت: جنبی تا غسل عبادت سے دور ہو جاتا ہے اس لئے اسے جنب کہا گیا۔ غسل جنابت شریعت ابراہیمی میں ایک سنت قدیمہ ہے جسے اسلام میں فرض اور واجب قرار دیا گیا۔ جمعہ کے دن غسل کرنا، پچھنا لگوا کر غسل کرنا، میت کو نہلا کر غسل کرنا مسنون ہے۔ (رواہ ابوداؤد والحاکم) جو شخص اسلام قبول کرے اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ پہلے غسل کرے پھر مسلمان ہو۔ (مسک الختام شرح بلوغ المرام جلد: اول/ص: ۱۷۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْحَيْضِ
حیض کے مسائل

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾. [البقرة:٢٢٢]

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں: ''اور تجھ سے پوچھتے ہیں حکم حیض کا، کہہ دے وہ گندگی ہے۔ سو تم عورتوں سے حیض کی حالت میں الگ رہو۔ اور نزدیک نہ ہو ان کے جب تک پاک نہ ہو جائیں۔ (یعنی ان کے ساتھ جماع نہ کرو) پھر جب خوب پاک ہو جائیں تو جاؤ ان کے پاس جہاں سے حکم دیا تم کو اللہ نے (یعنی قبل میں جماع کرو دبر میں نہیں) بے شک اللہ پسند کرتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور پسند کرتا ہے پاکیزگی (صفائی و ستھرائی) حاصل کرنے والوں کو۔''

بَابٌ: كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْحَيْضِ

باب: اس بیان میں کہ حیض کی ابتدا کس طرح ہوئی

وَقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((هَذَا شَيْءٌ كَتَبَ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ)). وَقَالَ بَعْضُهُمْ: كَانَ أَوَّلَ مَا أُرْسِلَ الْحَيْضُ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَحَدِيثُ النَّبِيِّ ﷺ أَكْثَرُ.

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کی تقدیر میں لکھ دیا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ سب سے پہلے حیض بنی اسرائیل میں آیا۔ ابو عبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث تمام عورتوں کو شامل ہے۔

تشریح: یعنی ''آدم کی بیٹیوں'' کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل سے پہلے بھی عورتوں کو حیض آتا تھا۔ اس لئے حیض کی ابتدا کے متعلق یہ کہنا کہ بنی اسرائیل سے اس کی ابتدا ہوئی صحیح نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے جو حدیث یہاں بیان کی ہے۔ اس کو خود انہوں نے اسی لفظ سے آگے ایک باب میں سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ وقال بعضھم سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مراد ہیں۔ ان کے اثروں کو عبدالرزاق نے نکالا ہے، عجب نہیں کہ ان دونوں نے یہ حکایت بنی اسرائیل سے لے کر بیان کی ہو۔ قرآن شریف میں حضرت ابراہیم کی بیوی سارہ کے حال میں ہے کہ فضحکت جس سے مراد بعض نے لیا ہے کہ ان کو حیض آ گیا اور ظاہر ہے کہ سارہ بنی اسرائیل سے پہلے تھیں، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بنی اسرائیل پر یہ بطور عذاب دائمی بھیجا گیا ہو۔

٢٩٤۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ ابْنَ الْقَاسِمِ، قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ، يَقُولُ:

(۲۹۴) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ... نے، کہا میں نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے سنا، کہا میں نے قاسم سے سنا۔ وہ کہتے تھے میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ آپ فرماتی تھیں کہ ہم حج کے ارادہ سے

سَمِعْتُ عَائِشَةَ، تَقُوْلُ: خَرَجْنَا لَا نَرَى إِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا كُنَّا بِسَرِفَ حِضْتُ، فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ: ((مَا لَكِ؟ أَنُفِسْتِ؟)). قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ: ((إِنَّ هَذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ، فَاقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ، غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوْفِي بِالْبَيْتِ)). قَالَتْ: وَضَحَّى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقَرِ.

[أطرافه في: ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٣٨، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٦، ١٧٨٧، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩] [مسلم: ٢٩١٨؛ نسائي: ٢٨٩، ٣٤٧، ٢٧٤٠؛ ابن ماجه: ٢٩٦٣]

نکلے۔ جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو میں حائضہ ہوگئی اور اس رنج میں رونے لگی کہ رسول ﷺ تشریف لائے، آپ نے پوچھا: "تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ کیا حائضہ ہوگئی ہو؟" میں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا کہ "یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لئے لکھ دیا ہے۔ اس لئے تم بھی حج کے لئے افعال پورے کرلو۔ البتہ بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔ (سرف ایک مقام مکہ سے چھ سات میل کے فاصلہ پر ہے)۔

بَابُ غَسْلِ الْحَائِضِ رَأْسَ زَوْجِهَا وَتَرْجِيْلِهِ

باب: بیوی کا اپنے شوہر کے سر کو دھونا اور اس میں کنگھی کرنا جائز ہے

٢٩٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا حَائِضٌ. [أطرافه في: ٢٩٦، ٣٠١، ٢٠٢٨، ٢٠٢٩، ٢٠٣١، ٢٠٤٦، ٥٩٢٥] [مسلم: ٦٨٧، ٦٨٨؛ نسائي: ٢٧٦، ٣٨٧]

(۲۹۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، ہمیں خبر دی مالک نے ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے والد سے، وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک میں حائضہ ہونے کی حالت میں کنگھی کیا کرتی تھی۔

٢٩٦ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّهُ سُئِلَ أَتَخْدُمُنِي الْحَائِضُ أَوْ تَدْنُوْ

(۲۹۶) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا انہوں نے کہا ابن جریج نے انہیں خبر دی، انہوں نے کہا مجھے ہشام بن عروہ نے عروہ کے واسطے سے بتایا کہ ان سے سوال کیا گیا، کیا حائضہ بیوی میری خدمت کرسکتی ہے، یا ناپاکی کی حالت میں عورت

مِنِّي الْمَرْأَةُ وَهِيَ جُنُبٌ فَقَالَ عُرْوَةُ: كُلُّ ذَلِكَ عَلَيَّ هَيِّنٌ، وَكُلُّ ذَلِكَ تَخْدُمُنِي، وَلَيْسَ عَلَى أَحَدٍ فِي ذَلِكَ بَأْسٌ، أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ وَهِيَ حَائِضٌ، وَرَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ حِينَئِذٍ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ، يُدْنِي لَهَا رَأْسَهُ وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا، فَتُرَجِّلُهُ وَهِيَ حَائِضٌ.

[راجع: ٢٩٥]

مجھ سے نزدیک ہو سکتی ہے؟ عروہ نے فرمایا میرے نزدیک تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس طرح کی عورتیں میری بھی خدمت کرتی ہیں اور اس میں کسی کے لئے بھی کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ وہ رسول کریم ﷺ کو حائضہ ہونے کی حالت میں کنگھی کیا کرتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ اس وقت مسجد میں معتکف ہوتے۔ آپ اپنا سر مبارک قریب کر دیتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ ہی سے کنگھی کر دیتیں، حالانکہ وہ حائضہ ہوتیں۔

تشریح: باب کی حدیث سے مطابقت ظاہر ہے۔ ادیان سابقہ میں عورت کو ایام حیض میں بالکل علیحدہ کر دیا جاتا تھا۔ اسلام نے ان قیود کو ہٹا دیا۔

بَابُ قِرَاءَةِ الرَّجُلِ فِي حَجْرِ امْرَأَتِهِ وَهِيَ حَائِضٌ

باب: اس بارے میں کہ مرد کا اپنی بیوی کی گود میں حائضہ ہونے کے باوجود قرآن پڑھنا جائز ہے

وَكَانَ أَبُو وَائِلٍ يُرْسِلُ خَادِمَهُ وَهِيَ حَائِضٌ إِلَى أَبِي رَزِيْنٍ، فَتَأْتِيهِ بِالْمُصْحَفِ فَتُمْسِكُهُ بِعِلَاقَتِهِ.

ابو وائل اپنی خادمہ کو حیض کی حالت میں ابورزین کے پاس بھیجتے تھے اور وہ ان کے یہاں سے قرآن مجید جزدان میں لپٹا ہوا اپنے ہاتھ سے پکڑ کر لاتی تھی۔

تشریح: اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً روایت کیا ہے۔

٢٩٧ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ: سَمِعَ زُهَيْرًا، عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ صَفِيَّةَ، أَنَّ أُمَّهُ، حَدَّثَتْهُ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَّكِئُ فِي حَجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ، ثُمَّ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ [طرفه في:٧٥٤٩] [مسلم: ٢٩٣؛ نسائي: ٢٧٣، ٣٧٩؛ ابن ماجه: ٦٣٤]

(٢٩٧) ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے زہیر سے سنا، انہوں نے منصور بن صفیہ سے کہ ان کی ماں نے ان سے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ میری گود میں سر رکھ کر قرآن مجید پڑھتے حالانکہ میں اس وقت حیض والی ہوتی تھی۔

بَابُ مَنْ سَمَّى النِّفَاسَ حَيْضًا

باب: اس شخص سے متعلق جس نے نفاس کا نام بھی حیض رکھا

٢٩٨ـ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ،

(٢٩٨) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام نے یحییٰ بن کثیر کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے ابوسلمہ سے کہ زینب بنت ام سلمہ نے ان سے بیان کیا اور ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نبی

حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهَا قَالَتْ: بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مُضْطَجِعَةٌ فِي خَمِيصَةٍ إِذْ حِضْتُ، فَانْسَلَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي، فَقَالَ: ((أَنُفِسْتِ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. فَدَعَانِي فَاضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ. [أطرافه في: ٣٢٢، ٣٢٣، ١٩٢٩] [مسلم: ٦٨٣؛ نسائي: ٢٨٢، ٣٦٩]

کریم ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی، اتنے میں مجھے حیض آ گیا، اس لئے میں آہستہ سے باہر نکل آئی اور اپنے حیض کے کپڑے پہن لئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا ''کیا تمہیں نفاس آ گیا ہے؟'' میں نے عرض کیا ہاں۔ پھر مجھے آپ نے بلا لیا، اور میں چادر میں آپ کے ساتھ لیٹ گئی۔

تشریح: نفاس کے مشہور معنی تو یہ ہیں کہ جو خون عورت کو زچگی میں آئے وہ نفاس ہے۔ مگر کبھی حیض کو بھی نفاس کہہ دیتے ہیں اور نفاس کو حیض، اس طرح نام بدل کر تعبیر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے خود یہاں حیض کے لئے نفاس کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

بَابُ مُبَاشَرَةِ الْحَائِضِ

باب: اس بارے میں کہ حائضہ کے ساتھ مباشرت کرنا (یعنی جماع کے علاوہ اس کے ساتھ لیٹنا بیٹھنا جائز ہے)

٢٩٩ـ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، وَكِلَانَا جُنُبٌ. [راجع: ٢٥٠] [مسلم: ٦٨٨؛ ابوداود: ٧٧؛ نسائي: ٢٣٤، ٢٣٥، ٤١١]

(۲۹۹) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان ثوری نے منصور بن معمر کے واسطے سے، وہ ابراہیم نخعی سے، وہ اسود سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں اور نبی کریم ﷺ ایک ہی برتن میں غسل کرتے تھے۔ حالانکہ دونوں جنبی ہوتے۔

٣٠٠ـ وَكَانَ يَأْمُرُنِي فَأَتَّزِرُ، فَيُبَاشِرُنِي وَأَنَا حَائِضٌ. [طرفاه في: ٣٠٢، ٢٠٣٠] [ابوداود: ٢٦٨؛ ترمذي: ١٣٢؛ نسائي: ٢٨٥؛ ابن ماجه: ٦٣٦]

(۳۰۰) اور آپ مجھے حکم فرماتے، پس میں ازار باندھ لیتی، پھر آپ میرے ساتھ مباشرت کرتے، اس وقت میں حائضہ ہوتی۔

٣٠١ـ وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ إِلَيَّ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ. [راجع: ٢٩٥] [مسلم: ٦٨٨؛ نسائي: ٢٧٤، ٣٨٥]

(۳۰۱) اور آپ اپنا سر مبارک میری طرف کر دیتے۔ اس وقت آپ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے ہوتے اور میں حیض کی حالت میں ہونے کے باوجود آپ کا سر مبارک دھو دیتی۔

تشریح: بعض منکرین حدیث نے اس حدیث پر بھی استہزا کرتے ہوئے اسے قرآن کے خلاف بتلایا ہے۔ ان کے خیال ناپاک میں مباشرت کا لفظ جماع ہی پر بولا جاتا ہے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ مباشرت کے معنی بدن سے بدن لگانا اور بوس و کنار مراد ہے اور اسلام میں بالاتفاق حائضہ عورت کے ساتھ صرف جماع حرام ہے۔ اس کے ساتھ لیٹنا بیٹھنا، بوس و کنار بشرائط معلومہ منع نہیں ہے۔ منکرین حدیث اپنے خیالات فاسدہ کے لئے محض

ہفوات باطلہ سے کام لیتے ہیں ہاں یہ ضروری ہے کہ جس کو اپنی شہوت پر قابو نہ ہو اسے مباشرت سے بھی بچنا چاہیے۔

٣٠٢ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ۔ هُوَ الشَّيْبَانِيُّ۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا، فَأَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُبَاشِرَهَا أَمَرَهَا أَنْ تَتَّزِرَ فِي فَوْرِ حَيْضَتِهَا ثُمَّ يُبَاشِرُهَا قَالَتْ: وَأَيُّكُمْ يَمْلِكُ إِرْبَهُ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَمْلِكُ إِرْبَهُ. تَابَعَهُ خَالِدٌ وَجَرِيرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ. [راجع: ٣٠٠] [مسلم: ٦٨٠؛ ابوداود: ٢٧٣؛ ابن ماجه: ٦٣٥]

(٣٠٢) ہم سے اسماعیل بن خلیل نے بیان کیا، کہا ہم سے علی بن مسہر نے ہم سے ابواسحق سلیمان بن فیروز شیبانی نے عبدالرحمن بن اسود کے واسطہ سے، وہ اپنے والد اسود بن یزید سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے فرمایا ہم ازواج میں سے کوئی جب حائضہ ہوتی، اس حالت میں رسول اللہ ﷺ اگر مباشرت کا ارادہ کرتے آپ ازار باندھنے کا حکم دے دیتے باوجود حیض کی زیادتی کے۔ پھر بدن سے بدن ملاتے، آپ نے کہا تم میں ایسا کون ہے جو نبی کریم ﷺ کی طرح اپنی شہوت پر قابو رکھتا ہو۔ اس حدیث کی متابعت خالد اور جریر نے شیبانی کی روایت سے کی ہے۔

تشریح: یہاں بھی مباشرت سے ساتھ لیٹنا، بیٹھنا مراد ہے۔

٣٠٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مَيْمُونَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُبَاشِرَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ أَمَرَهَا فَاتَّزَرَتْ وَهِيَ حَائِضٌ. وَرَوَاهُ سُفْيَانُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ. [مسلم: ٦٨١؛ ابوداود: ٢١٦٧]

(٣٠٣) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابواسحاق شیبانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن شداد نے بیان کیا، انہوں نے کہا میں نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے سنا، انہوں نے کہا جب نبی کریم ﷺ اپنی بیویوں میں سے کسی سے مباشرت کرنا چاہتے اور وہ حائضہ ہوتی، تو آپ کے حکم سے وہ پہلے ازار باندھ لیتیں۔ اور سفیان نے شیبانی سے اس کو روایت کیا ہے۔

تشریح: ان تمام احادیث میں حیض کی حالت میں مباشرت سے عورت کے ساتھ لیٹنا بیٹھنا مراد ہے۔ منکرین حدیث کا یہاں جماع مراد لے کر ان احادیث کو قرآن کا معارض ٹھہرانا بالکل جھوٹ اور افترا ہے۔

بَابُ تَرْكِ الْحَائِضِ الصَّوْمَ

باب: اس بارے میں کہ حیض والی عورت روزے چھوڑ دے (بعد میں قضا کرے)

٣٠٤ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدٌ۔ هُوَ ابْنُ أَسْلَمَ۔ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ

(٣٠٤) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے زید نے اور یہ زید اسلم کے بیٹے ہیں، انہوں نے عیاض بن عبداللہ سے، انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فِيْ أَضْحَى - أَوْ فِطْرٍ - إِلَى الْمُصَلَّى، فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ: ((يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ! تَصَدَّقْنَ، فَإِنِّي أُرِيتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ)). فَقُلْنَ: وَبِمَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ ؟ قَالَ: ((تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ، مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ)). قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِيْنِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُوْلَ اللَّهِ؟ قَالَ: ((أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ؟)). قُلْنَ: بَلَى. قَالَ: ((فَذَلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا، أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ)). قُلْنَ: بَلَى. قَالَ: ((فَذَلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِيْنِهَا)). [أطرافه في: ١٤٦٢، ١٩٥١، ٢٦٥٨] [مسلم: ٢٤٣؛ نسائي: ١٥٧٥، ١٥٧٨؛ ابن ماجه: ١٢٨٨]

سے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر میں عیدگاہ تشریف لے گئے ۔ وہاں آپ عورتوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا: "اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کرو، کیونکہ میں نے جہنم میں زیادہ تم ہی کو دیکھا ہے۔" انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! ایسا کیوں؟ آپ نے فرمایا کہ "تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو، باوجود عقل اور دین میں ناقص ہونے کے میں نے تم سے زیادہ کسی کو بھی ایک عقلمند اور تجربہ کار آدمی کو دیوانہ بنا دینے والا نہیں دیکھا۔" عورتوں نے عرض کی کہ ہمارے دین اور ہماری عقل میں نقصان کیا ہے؟ یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: "کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے نصف نہیں ہے؟" انہوں نے کہا: جی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "بس یہی اس کی عقل کا نقصان ہے۔ پھر آپ نے پوچھا: کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہو تو نہ نماز پڑھ سکتی ہے، نہ روزہ رکھ سکتی ہے۔" عورتوں نے کہا: ایسا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔"

تشریح: قسطلانی رحمہ اللہ نے کہا کہ لعنت کرنا اس پر جائز نہیں ہے جس کے خاتمہ کی خبر نہ ہو، البتہ جس کا کفر پر مرنا یقینی ہو اس پر لعنت جائز ہے۔ جیسے ابو جہل وغیرہ، اسی طرح بغیر نام لئے ہوئے ظالموں اور کافروں پر بھی لعنت کرنی جائز ہے۔

بَابٌ: تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ

باب: اس بارے میں کہ حائضہ بیت اللہ کے طواف کے علاوہ حج کے باقی ارکان ادا کرے گی

وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ: لَا بَأْسَ أَنْ تَقْرَأَ الْآيَةَ، وَلَمْ يَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالْقِرَاءَةِ لِلْجُنُبِ بَأْسًا، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ، وَقَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ: كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيْرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَخْبَرَنِي أَبُوْ سُفْيَانَ أَنَّ هِرَقْلَ دَعَا بِكِتَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَرَأَهُ فَإِذَا فِيْهِ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ

ابراہیم نے کہا کہ آیت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جنبی کے لئے قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور نبی ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہمیں حکم ہوتا تھا کہ ہم حیض والی عورتوں کو بھی (عید کے دن) باہر نکالیں۔ پس وہ مردوں کے ساتھ تکبیر کہتیں اور دعا کرتیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان سے ابوسفیان نے بیان کیا کہ ہرقل نے نبی کریم ﷺ کے گرامی نامہ کو طلب کیا اور اسے پڑھا۔ اس میں لکھا ہوا تھا: "شروع کرتا ہوں میں اللہ

الرَّحِيْمِ. وَ﴿يَآأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا﴾ الآيَةَ إِلَى قَوْلِهِ ﴿مُسْلِمُوْنَ﴾ [آل عمران: ٦٤]. وَقَالَ عَطَاءٌ: عَنْ جَابِرٍ حَاضَتْ عَائِشَةُ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ، وَلَا تُصَلِّيْ. وَقَالَ الْحَكَمُ: إِنِّيْ لَأَذْبَحُ وَأَنَا جُنُبٌ. وَقَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾. [الأنعام:١٢١]

کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔'' اور ''اے کتاب والو! ایک ایسے کلمہ کی طرف آ ؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔'' اللہ تعالیٰ کے قول مسلمون تک۔ عطاء نے جابر کے حوالہ سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو (حج میں) حیض آ گیا تو آپ نے تمام مناسک پورے کئے سوائے بیت اللہ کے طواف کے اور آپ نماز بھی نہیں پڑھتی تھیں۔ اور حکم نے کہا میں جنبی ہونے کے باوجود ذبح کرتا ہوں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ۔''

تشریح: اس لئے حکم کی مراد بھی ذبح کرنے میں اللہ کے ذکر کو جنبی ہونے کی حالت میں کرنا ہے۔

٣٠٥۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ ابْنُ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ لَا نَذْكُرُ إِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا جِئْنَا سَرِفَ طَمِثْتُ، فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا أَبْكِيْ فَقَالَ: ((مَا يُبْكِيْكِ؟)) قُلْتُ: لَوَدِدْتُ وَاللَّهِ أَنِّيْ لَمْ أَحُجَّ الْعَامَ. قَالَ: ((لَعَلَّكِ نُفِسْتِ)). قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ: ((فَإِنَّ ذَلِكِ شَيْءٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ، فَافْعَلِيْ مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ، غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِيْ)).

(٣٠٥) ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے بیان کیا، انہوں نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے، انہوں نے قاسم بن محمد سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، کہ انہوں نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے لئے اس طرح نکلے کہ ہماری زبانوں پر حج کے علاوہ اور کوئی ذکر ہی نہ تھا۔ جب ہم مقام سرف پہنچے تو مجھے حیض آ گیا۔ (اس غم سے) میں رو رہی تھی کہ نبی ﷺ تشریف لائے، آپ نے پوچھا: ''کیوں رو رہی ہو؟'' میں نے کہا: کاش! میں اس سال حج کا ارادہ ہی نہ کرتی۔ آپ نے فرمایا: ''شاید تمہیں حیض آ گیا ہے۔'' میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''یہ چیز تو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لئے مقرر کر دی ہے۔ اس لئے تم جب تک پاک نہ ہو جاؤ طواف بیت اللہ کے علاوہ حاجیوں کی طرح تمام کام انجام دو۔''

[راجع:٢٩٤] [مسلم: ٢٩١٨]

تشریح: سید المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ حائضہ اور جنبی کے لئے قرآن کریم کی تلاوت کی اجازت ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اعلم ان البخاری عقد بابا فی صحیحه یدل علی انه قائل بجواز قراءة القرآن للجنب والحائضة۔" (تحفة الاحوذی، ج:١/ ص:١٢٤)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں کوئی صحیح روایت ایسی نہیں ہے جس میں جنبی اور حائضہ کو قراءت قرآن سے روکا گیا ہو گو اس سلسلے میں متعدد روایات ہیں۔ اور بعض کی متعدد محدثین نے تصحیح بھی کی ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ کوئی صحیح روایت اس سلسلہ میں نہیں ہے جیسا کہ صاحب ایضاح البخاری نے جزء:١١/ص:٩٤ پر تحریر فرمایا ہے۔ درجہ حسن تک کی روایات تو موجود ہیں، البتہ ان تمام روایات کا قدر مشترک یہی ہے کہ جنبی کو قراءت قرآن کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن چونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں کوئی روایت درجہ صحت تک پہنچی ہوئی نہیں ہے۔ اس لئے انہوں نے جنبی اور حائضہ کے لئے قراءت

قرآن کو جائز رکھا ہے۔ ائمہ فقہا میں سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک میں جنبی اور حائضہ ہر دو کو قراءت کی اجازت ہے اور طبری ابن منذر اور بعض حضرات سے بھی یہ اجازت منقول ہے۔ حضرت مولانا مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" تمسك البخاري ومن قال بالجواز كالطبري وابن المنذر وداود بعموم حديث ((كان يذكر الله على كل احيانه)) لان الذكر اعم ان يكون بالقرآن او بغيره الخ "۔ (تحفة الاحوذي، ج: ١/ ص: ١٢٤)

یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے علاوہ دیگر مجوزین نے حدیث ((يذكر الله على كل احيانه)) "نبی کریم ﷺ ہر حال میں اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔" سے استدلال کیا ہے۔ اس لئے کہ ذکر میں تلاوت قرآن بھی داخل ہے۔ مگر جمہور کا مذہب مختار یہی ہے کہ جنبی اور حائضہ کو قراءت قرآن جائز نہیں۔ تفصیل کے لئے تحفۃ الاحوذی کا مقام مذکورہ مطالعہ کیا جائے۔

صاحب ایضاح البخاری فرماتے ہیں کہ درحقیقت ان اختلافات کا بنیادی منشا اسلام کا وہ توسع ہے جس کے لئے نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات میں بھی فرمایا تھا اور ایسے ہی اختلافات کے متعلق آپ نے خوش ہو کر پیشین گوئی کی تھی کہ میری امت کا اختلاف باعث رحمت ہوگا۔
(ایضاح البخاری ج ۲ ص ۳۲) (امت کا اختلاف باعث رحمت ہونے کی حدیث صحیح نہیں)

بَابُ الْإِسْتِحَاضَةِ — باب: استحاضہ کے بیان میں

تشریح: استحاضہ عورت کے لئے ایک ایسی بیماری ہے جس میں اسے ہر وقت خون آتا رہتا ہے اس کے احکام بھی حیض کے احکام سے مختلف ہیں۔

٣٠٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ [بْنِ عُرْوَةَ]، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ لِرَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! إِنِّي لَا أَطْهُرُ، أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّمَا ذَلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَاتْرُكِي الصَّلَاةَ، فَإِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي)). [راجع: ٢٢٨] [ابوداود: ٢٨٣؛ نسائي: ٢١٨، ٣٤٨]

(٣٠٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے ہشام بن عروہ کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے بیان کیا کہ فاطمہ ابو حبیش کی بیٹی نے رسول کریم ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ! میں تو پاک ہی نہیں ہوتی، تو کیا میں نماز بالکل چھوڑ دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "یہ رگ کا خون ہے حیض نہیں اس لئے جب حیض کے دن (جن میں کبھی پہلے تمہیں عادتاً حیض آیا کرتا تھا) آئیں تو نماز چھوڑ دے اور جب اندازہ کے مطابق وہ دن گزر جائیں، تو خون دھو ڈال اور نماز پڑھ۔"

تشریح: یعنی غسل کر کے، ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ ہر نماز کے لئے وضو کرتی رہو۔ مالکیہ اس عورت کے لئے جس کا خون جاری ہی رہے یا بواسیر والوں کے لئے مجبوری کی بنا پر وضو نہ ٹوٹنے کے قائل ہیں۔

بَابُ غَسْلِ دَمِ الْحَيْضِ — باب: حیض کا خون دھونے کے بیان میں

٣٠٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ

(٣٠٧) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے بیان کیا، انہوں نے ہشام بن عروہ کے واسطے سے، انہوں نے

بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ أَنَّهَا قَالَتْ: سَأَلَتِ امْرَأَةٌ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ إِحْدَانَا إِذَا أَصَابَ ثَوْبَهَا الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ، كَيْفَ تَصْنَعُ؟ فَقَالَ: رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ إِحْدَاكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ، فَلْتَقْرُصْهُ، ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِمَاءٍ، ثُمَّ لِتُصَلِّي فِيْهِ)).

[راجع: ٢٢٧]

فاطمہ بنت منذر سے، انہوں نے اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا: ایک عورت نے رسول کریم ﷺ سے سوال کیا۔ اس نے پوچھا کہ یارسول اللہ! آپ ایک ایسی عورت کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس کے کپڑے پر حیض کا خون لگ گیا ہو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر کسی عورت کے کپڑے پر حیض کا خون لگ جائے تو چاہیے کہ اسے رگڑ ڈالے، اس کے بعد اسے پانی سے دھوئے، پھر اس کپڑے میں نماز پڑھ لے۔"

٣٠٨۔ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ إِحْدَانَا تَحِيْضُ، ثُمَّ تَقْتَرِصُ الدَّمَ مِنْ ثَوْبِهَا عِنْدَ طُهْرِهَا فَتَغْسِلُهُ، وَتَنْضَحُ عَلَى سَائِرِهِ، ثُمَّ تُصَلِّي فِيْهِ. [ابن ماجه: ٦٣٠]

(٣٠٨) ہم سے اصبغ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے عمرو بن حارث نے عبدالرحمان بن قاسم کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد قاسم بن محمد سے بیان کیا، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے کہا: ہمیں حیض آتا تو کپڑے کو پاک کرتے وقت ہم خون کو مل دیتیں، پھر اس جگہ کو دھو لیتیں اور تمام کپڑوں پر پانی بہا دیتیں اور اسے پہن کر نماز پڑھ لیتیں۔

بَابُ إِعْتِكَافِ الْمُسْتَحَاضَةِ

باب: مستحاضہ کا اعتکاف میں بیٹھنا

٣٠٩۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ شَاهِيْنَ أَبُوْ بِشْرٍ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اعْتَكَفَ مَعَهُ بَعْضُ نِسَائِهِ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ تَرَى الدَّمَ، فَرُبَّمَا وَضَعَتِ الطَّسْتَ تَحْتَهَا مِنَ الدَّمِ. وَزَعَمَ عِكْرِمَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَأَتْ مَاءَ الْعُصْفُرِ فَقَالَتْ: كَأَنَّ هَذَا شَيْءٌ كَانَتْ فُلَانَةُ تَجِدُهُ [أطرافه في: ٣١٠، ٣١١، ٢٠٣٧] [ابوداود: ٢٤٧٦؛ ابن ماجه: ١٧٨٠]

(٣٠٩) ہم سے اسحاق بن شاہین ابو بشر واسطی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے خالد بن مہران سے، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی ﷺ کے ساتھ آپ کی بعض ازواج نے اعتکاف کیا، حالانکہ وہ مستحاضہ تھیں اور انہیں خون آتا تھا۔ اس لئے خون کی وجہ سے طشت اکثر اپنے نیچے رکھ لیتیں۔ اور عکرمہ نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسم کا پانی دیکھا تو فرمایا یہ تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے فلاں صاحبہ کو استحاضہ کا خون آتا تھا۔

تشریح: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مستحاضہ مسجد میں رہ سکتی ہے اور اس کا اعتکاف اور نماز درست ہے اور مسجد میں حدث کرنا بھی درست ہے جب کہ مسجد کے آلودہ ہونے کا ڈر نہ ہو اور جو مرد دائم الحدث ہو وہ بھی مستحاضہ کے حکم میں ہے یا جس کے کسی زخم سے خون جاری رہتا ہو۔

٣١٠۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتِ: اعْتَكَفَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ امْرَأَةٌ مِنْ أَزْوَاجِهِ، فَكَانَتْ تَرَى الدَّمَ وَالصُّفْرَةَ، وَالطَّسْتُ تَحْتَهَا، وَهِيَ تُصَلِّي. [راجع: ٣٠٩]

(۳۱۰) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے خالد سے، وہ عکرمہ سے، وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی ازواج میں سے ایک نے اعتکاف کیا۔ وہ خون اور زردی (نکلتے) دیکھتیں، طشت ان کے نیچے ہوتا اور نماز ادا کرتی تھیں۔

تشریح: یہ خون استحاضہ کی بیماری کا تھا جس میں عورتوں کے لئے نماز معاف نہیں ہے۔

٣١١۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ بَعْضَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ اعْتَكَفَتْ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ. [راجع: ٣٠٩]

(۳۱۱) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے معتمر بن سلیمان نے خالد کے واسطہ سے بیان کیا، وہ عکرمہ سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ بعض امہات المؤمنین نے اعتکاف کیا حالانکہ وہ مستحاضہ تھیں۔ (اوپر والی روایت میں ان ہی کا ذکر ہے)۔

بَابٌ: هَلْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِي ثَوْبٍ حَاضَتْ فِيْهِ؟

باب: کیا عورت اسی کپڑے میں نماز پڑھ سکتی ہے جس میں اسے حیض آیا ہو؟

٣١٢۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ ابْنُ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: مَا كَانَ لِإِحْدَانَا إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ تَحِيْضُ فِيْهِ، فَإِذَا أَصَابَهُ شَيْءٌ مِنْ دَمٍ، قَالَتْ: بِرِيْقِهَا فَمَصَعَتْهُ بِظُفْرِهَا. [ابو داود: ٣٥٨]

(۳۱۲) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن نافع نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن ابی نجیح سے، انہوں نے مجاہد سے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمارے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا تھا، جسے ہم حیض کے وقت پہنتی تھیں۔ جب اس میں خون لگ جاتا تو اس پر تھوک ڈال لیتیں اور پھر اسے ناخنوں سے مسل دیتیں۔

بَابُ الطِّيْبِ لِلْمَرْأَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيْضِ

باب: عورت حیض کے غسل میں خوشبو استعمال کرے

٣١٣۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: كُنَّا نُنْهَى أَنْ نُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، وَلَا نَكْتَحِلَ، وَلَا نَتَطَيَّبَ وَلَا نَلْبَسَ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ، وَقَدْ

(۳۱۳) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حماد بن زید نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے حفصہ سے، وہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ ہمیں کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے منع کیا جاتا تھا۔ لیکن شوہر کی موت پر چار مہینے دس دن کے سوگ کا حکم تھا۔ ان دنوں میں ہم نہ سرمہ لگاتیں نہ خوشبو اور عصب (یمن کی بنی ہوئی ایک چادر جو رنگین بھی ہوتی تھی) کے علاوہ کوئی رنگین کپڑا ہم استعمال نہیں

رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ إِذَا اغْتَسَلَتْ إِحْدَانَا مِنْ مَحِيضِهَا فِيْ نُبْذَةٍ مِنْ كُسْتِ أَظْفَارٍ، وَكُنَّا نُنْهَى عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[أطرافه في: ١٢٧٨، ١٢٧٩، ٥٣٤٠، ٥٣٤١، ٥٣٤٢، ٥٣٤٣] [مسلم: ٣٧٤٠، ٣٧٤١، ٣٧٤٢؛ ابوداود: ٢٣٠٢، ٢٣٠٣؛ نسائي: ٣٥٣٦؛ ابن ماجه: ١٥٧٧، ٢٠٨٧]

کرتی تھیں اور ہمیں (عدت کے دنوں میں) حیض کے غسل کے بعد کست اظفار استعمال کرنے کی اجازت تھی اور ہمیں جنازہ کے پیچھے چلنے سے منع کیا جاتا تھا۔ اس حدیث کو ہشام بن حسان نے حفصہ سے، انہوں نے ام عطیہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

تشریح: عورت جب حیض کا غسل کرے تو مقام مخصوص پر بدبو کو دور کرنے کے لئے ضرور کچھ خوشبو کا استعمال کرے، اس کی یہاں تک تاکید ہے کہ سوگ والی عورت کو بھی اس کی اجازت دی گئی بشرطیکہ وہ احرام میں نہ ہو۔ کست یا اظفار کست عود کو کہتے ہیں۔ بعض نے اظفار سے وہ شہر مراد لیا ہے جو یمن میں تھا وہاں سے عود ہندی عربی ممالک میں آیا کرتا تھا۔ ہشام کی روایت خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الطلاق میں بھی نقل کی ہے۔

بَابُ دَلْكِ الْمَرْأَةِ نَفْسَهَا إِذَا تَطَهَّرَتْ مِنَ الْمَحِيضِ وَكَيْفَ تَغْتَسِلُ، وَتَأْخُذُ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَتَبَّعُ بِهَا أَثَرَ الدَّمِ

باب: اس بارے میں کہ حیض سے پاک ہونے کے بعد عورت کو اپنے بدن کو نہاتے وقت ملنا چاہیے اور یہ کہ عورت کیسے غسل کرے، اور مشک میں بسا ہوا کپڑا لے کر خون لگی ہوئی جگہوں پر اسے پھیرے

٣١٤۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً، سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيضِ؟ فَأَمَرَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ، قَالَ: ((خُذِيْ فِرْصَةً مِنْ مِسْكٍ فَتَطَهَّرِيْ بِهَا)). قَالَتْ: كَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا؟ قَالَ: ((تَطَهَّرِيْ بِهَا)) قَالَتْ: كَيْفَ؟ قَالَ: ((سُبْحَانَ اللَّهِ! تَطَهَّرِيْ)). فَاجْتَبَذْتُهَا إِلَيَّ فَقُلْتُ: تَتَبَّعِي بِهَا أَثَرَ الدَّمِ. [طرفاه في: ٣١٥، ٧٣٥٧] [مسلم: ٧٤٨؛ نسائي: ٢٥١، ٤٢٥]

(۳۱۴) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے منصور بن صفیہ سے، انہوں نے اپنی ماں صفیہ بنت شیبہ سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک انصاریہ عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں حیض کا غسل کیسے کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "مشک میں بسا ہوا کپڑا لے کر اس سے پاکی حاصل کر۔" اس نے پوچھا: اس سے کس طرح پاکی حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا: "اس سے پاکی حاصل کر۔" اس نے دوبارہ پوچھا کہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا: "سبحان اللہ! پاکی حاصل کر۔" پھر میں نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور کہا کہ اسے خون لگی ہوئی جگہوں پر پھیر لیا کر۔

تشریح: اس غسل کی کیفیت مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ اچھی طرح سے پاکی حاصل کر پھر اپنے سر پر پانی ڈال تاکہ پانی بالوں کی جڑوں میں پہنچ جائے پھر سارے بدن پر پانی ڈال۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی طرف اشارہ کر کے بتلایا کہ اگرچہ یہاں نہ بدن کا ملنا ہے نہ غسل کی کیفیت مگر

خوشبو کا پھایہ لینا مذکور ہے۔ تعجب کے وقت سبحان اللہ کہنا بھی اس سے ثابت ہوا۔ عورتوں سے شرم کی بات اشارہ کنایہ سے کہنا، عورتوں کے لئے مردوں سے دین کی باتیں پوچھنا یہ جملہ امور اس سے ثابت ہوئے، قاله الحافظ۔

بَابُ غُسْلِ الْمَحِيْضِ

٣١٥۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ امْرَأَةً، مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ: كَيْفَ أَغْتَسِلُ مِنَ الْمَحِيْضِ؟ قَالَ: ((خُذِي فِرْصَةً مُمَسَّكَةً، وَتَوَضَّئِي ثَلَاثًا)). ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَحْيَا فَأَعْرَضَ بِوَجْهِهِ أَوْ قَالَ: ((تَوَضَّئِي بِهَا)) فَأَخَذْتُهَا، فَجَذَبْتُهَا فَأَخْبَرْتُهَا بِمَا يُرِيْدُ النَّبِيُّ ﷺ. [راجع:٣١٤]

باب: حیض کا غسل کیونکر ہو؟

(۳۱۵) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب بن خالد نے، کہا ہم سے منصور بن عبدالرحمٰن نے اپنی والدہ صفیہ سے، وہ عائشہ سے کہ انصاریہ عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں حیض کا غسل کیسے کروں۔ آپ نے فرمایا کہ "ایک مشک میں بسا ہوا کپڑا لے اور پاکی حاصل کر۔" یہ آپ نے تین دفعہ فرمایا۔ پھر نبی ﷺ شرمائے اور آپ نے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا، یا فرمایا کہ "اس سے پاکی حاصل کر۔" پھر میں نے اسے پکڑ کر کھینچ لیا اور نبی کریم ﷺ جو بات کہنا چاہتے تھے وہ میں نے اسے سمجھائی۔

بَابُ امْتِشَاطِ الْمَرْأَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيْضِ

٣١٦۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَهْلَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَكُنْتُ مِمَّنْ تَمَتَّعَ، وَلَمْ يَسُقِ الْهَدْيَ، فَزَعَمَتْ أَنَّهَا حَاضَتْ، وَلَمْ تَطْهُرْ حَتَّى دَخَلَتْ لَيْلَةُ عَرَفَةَ قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذِهِ لَيْلَةُ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَإِنَّمَا كُنْتُ تَمَتَّعْتُ بِعُمْرَةٍ؟ فَقَالَ: لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((انْقُضِي رَأْسَكِ، وَامْتَشِطِي، وَأَمْسِكِي عَنْ عُمْرَتِكِ)). فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا قَضَيْتُ الْحَجَّ أَمَرَ عَبْدَالرَّحْمٰنِ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ فَأَعْمَرَنِي مِنَ التَّنْعِيْمِ مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِي نَسَكْتُ. [راجع:٢٩٤]

باب: عورت کا حیض کے غسل کے بعد کنگھی کرنا جائز ہے

(۳۱۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے، کہا ہم سے ابن شہاب زہری نے عروہ کے واسطہ سے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کیا، میں تمتع کرنے والوں میں تھی اور ہدی (یعنی قربانی کا جانور) اپنے ساتھ نہیں لے گئی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے متعلق بتایا کہ پھر وہ حائضہ ہو گئیں اور عرفہ کی رات آ گئی اور ابھی تک وہ پاک نہیں ہوئی تھیں۔ اس لئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ حضور آج عرفہ کی رات ہے اور میں عمرہ کی نیت کر چکی تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اپنے سر کو کھول ڈال اور کنگھی کر اور عمرہ کو چھوڑ دے" میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر میں نے حج پورا کر لیا۔ اور لیلۃ الحصبہ میں عبدالرحمٰن بن ابوبکر کو نبی ﷺ نے حکم دیا۔ وہ مجھے اس عمرہ کے بدلہ میں جس کی نیت میں نے کی تھی تنعیم سے (دوسرا) عمرہ کرا لائے۔

تشریح: تمتع اسے کہتے ہیں کہ آدمی میقات میں پہنچ کر صرف عمرہ کا احرام باندھے پھر مکہ پہنچ کر عمرہ کر کے احرام کھول دے۔اس کے بعد آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھے۔ترجمہ باب اس طرح نکلا کہ جب احرام کے غسل کے لئے کنگھی کرنا مشروع ہوا تو حیض کے غسل کے لئے بطریق اولیٰ ہوگا۔تنعیم مکہ سے تین میل دور حرم سے قریب ہے۔روایت میں لیلۃ الحصبہ کا تذکرہ ہے اس سے مراد وہ رات ہے جس میں منیٰ سے حج سے فارغ ہو کر لوٹتے ہیں اور وادی محصب میں آ کر ٹھہرتے ہیں،یہ ذی الحجہ کی تیرہویں یا چودھویں شب ہوتی ہے،اسی کو لیلۃ الحصبہ کہتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر شارحین نے مقصد ترجمہ کے سلسلہ میں کہا ہے کہ آیا حائضہ حج کا احرام باندھ سکتی ہے یا نہیں،پھر روایت سے اس کا جواز ثابت کیا ہے۔گویا یہ بھی درست ہے مگر ظاہری الفاظ سے معنی یہ ہیں کہ حائضہ کس حالت کے ساتھ احرام باندھے یعنی غسل کر کے احرام باندھے یا بغیر غسل ہی،سو دوسری روایت میں غسل کا ذکر موجود ہے اگرچہ پاکی حاصل نہ ہوگی،مگر غسل احرام سنت ہے۔اس پر عمل ہو جائے گا۔

بَابُ نَقْضِ الْمَرْأَةِ شَعْرَهَا عِنْدَ غُسْلِ الْمَحِيضِ

باب: حیض کے غسل کے وقت عورت کا اپنے بالوں کو کھولنے کے بیان میں

٣١٧۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: خَرَجْنَا مُوَافِينَ لِهِلَالِ ذِي الْحِجَّةِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ، فَإِنِّي لَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَحْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ)). فَأَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِعُمْرَةٍ، وَأَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِحَجٍّ، وَكُنْتُ أَنَا مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، فَأَدْرَكَنِي يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَشَكَوْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((دَعِي عُمْرَتَكِ، وَانْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِحَجٍّ)). فَفَعَلْتُ، حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ أَرْسَلَ مَعِي أَخِي عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ، فَخَرَجْتُ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِي. قَالَ هِشَامٌ: وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ هَدْيٌ وَلَا صَوْمٌ وَلَا صَدَقَةٌ [راجع: ٢٩٤]

(٣١٧) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا،انہوں نے کہا ہم سے ابو اسامہ حماد نے ہشام بن عروہ کے واسطے سے بیان کیا،انہوں نے اپنے والد سے،انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے فرمایا ہم ذی الحجہ کا چاند دیکھتے ہی نکلے۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”جس کا دل چاہے تو اسے عمرہ کا احرام باندھ لینا چاہیے۔کیونکہ اگر میں ہدی ساتھ نہ لاتا تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا۔“ اس پر بعض صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا۔میں بھی ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔مگر عرفہ کا دن آ گیا اور میں حیض کی حالت میں تھی۔میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ ”عمرہ چھوڑ اور اپنا سر کھول اور کنگھی کر اور حج کا احرام باندھ لے۔“ میں نے ایسا ہی کیا۔یہاں تک کہ جب حصبہ کی رات آئی تو رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بھیجا۔میں تنعیم گئی اور وہاں سے اپنے عمرہ کے بدلے دوسرے عمرہ کا احرام باندھا۔ہشام نے کہا کہ ان میں سے کسی بات کی وجہ سے بھی نہ ہدی واجب ہوئی اور نہ روزہ اور نہ صدقہ (تنعیم حد حرم سے قریب تین میل دور ایک مقام کا نام ہے)۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿مُخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ﴾ [الحج:٥]

باب: اللہ عزوجل کے قول: ”کامل الخلقت اور ناقص الخلقت“ کے بیان میں

۳۱۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا يَقُولُ: يَا رَبِّ نُطْفَةٌ، يَا رَبِّ عَلَقَةٌ، يَا رَبِّ مُضْغَةٌ. فَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَقْضِيَ خَلْقَهُ قَالَ: أَذَكَرٌ أَمْ أُنْثَى؟ شَقِيٌّ أَمْ سَعِيدٌ؟ فَمَا الرِّزْقُ وَمَا الْأَجَلُ؟ قَالَ: فَيُكْتَبُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ)). [طرفاه في: ۳۳۳۳، ٦٥٩٥] [مسلم: ٦٧٣٠]

(۳۱۸) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے عبیداللہ بن ابی بکیر کے واسطے سے، وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا کہ ”رحم مادر میں اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے: اے رب! اب یہ نطفہ ہے، اے رب! اب یہ علقہ ہو گیا ہے، اے رب! اب یہ مضغہ ہو گیا ہے۔ پھر جب اللہ چاہتا ہے کہ اس کی خلقت پوری کرے تو کہتا ہے کہ مذکر یا مؤنث، بد بخت یا نیک بخت، روزی کتنی مقدر ہے اور عمر کتنی۔ پس ماں کے پیٹ ہی میں یہ تمام باتیں فرشتہ لکھ دیتا ہے۔“

تشریح: اس باب کے انعقاد سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ حاملہ کو جو خون آ جائے وہ حیض نہیں ہے کیونکہ اگر حمل پورا ہے تو رحم اس میں مشغول ہو گا اور جو خون نکلا ہے وہ غذا کا باقی ماندہ ہے۔ اگر ناقص ہے تو رحم نے پتلی بوٹی نکال دی ہے تو وہ بچہ کا حصہ کہا جائے گا حیض نہ ہو گا۔
ابن منیر نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کی حدیث سے یہ دلیل لی ہے کہ حاملہ کا خون حیض نہیں ہے کیونکہ وہاں ایک فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے اور وہ نجاست کے مقام پر نہیں جاتا۔ ابن منیر کے اس استدلال کو ضعیف کہا گیا ہے۔ احناف اور حنابلہ اور اکثر حضرات کا مذہب یہ ہے کہ حالت حمل میں آنے والا خون بیماری مانا جائے گا حیض نہ ہو گا۔ امام بخاری رحمہ اللہ بھی یہی ثابت فرما رہے ہیں۔ اسی مقصد کے تحت آپ نے عنوان مخلقة و غیر مخلقة اختیار فرمایا ہے۔ روایت مذکورہ اسی طرف مشیر ہے، پوری آیت سورۂ حج میں ہے۔

بَابٌ: كَيْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ؟

باب: اس بارے میں کہ حیض والی عورت حج اور عمرہ کا احرام کس طرح باندھے؟

۳۱۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ، فَقَدِمْنَا مَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ يُهْدِ فَلْيُحْلِلْ، وَمَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَأَهْدَى فَلَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ بِنَحْرِ هَدْيِهِ، وَمَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ فَلْيُتِمَّ حَجَّهُ)). قَالَتْ: فَحِضْتُ فَلَمْ أَزَلْ حَائِضًا حَتَّى كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ، وَلَمْ أُهْلِلْ

(۳۱۹) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے عقیل بن خالد سے، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے سفر میں نکلے، ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا، پھر ہم مکہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور ہدی ساتھ نہ لایا ہو تو وہ حلال ہو جائے، اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور وہ ہدی بھی ساتھ لایا ہو تو وہ ہدی کی قربانی سے پہلے حلال نہ ہو گا اور جس نے حج کا احرام باندھا ہو تو اسے حج پورا کرنا چاہیے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں حائضہ ہو گئی اور عرفہ کا دن آ گیا۔ میں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا مجھے

إِلَّا بِعُمْرَةٍ، فَأَمَرَنِي النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أَنْقُضَ رَأْسِي وَأَمْتَشِطَ، وَأُهِلَّ بِالْحَجِّ، وَأَتْرُكَ الْعُمْرَةَ، فَفَعَلْتُ ذَلِكَ حَتَّى قَضَيْتُ حَجَّتِي، فَبَعَثَ مَعِي عَبْدَالرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ، فَأَمَرَنِي أَنْ أَعْتَمِرَ مَكَانَ عُمْرَتِي مِنَ التَّنْعِيمِ. [راجع: ٢٩٤] [مسلم: ٢٩١١]

نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ میں اپنا سر کھول لوں، کنگھا کر لوں اور حج کا احرام باندھ لوں اور عمرہ چھوڑ دوں، میں نے ایسا ہی کیا اور اپنا حج پورا کر لیا۔ پھر میرے ساتھ آپ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بھیجا اور مجھ سے فرمایا کہ میں اپنے چھوٹے ہوئے عمرہ کے عوض تنعیم سے دوسرا عمرہ کروں۔

بَابُ إِقْبَالِ الْمَحِيضِ وَإِدْبَارِهِ

باب: اس بارے میں کہ حیض کا آنا اور اس کا ختم ہونا کیونکر ہے؟

وَكُنَّ نِسَاءٌ يَبْعَثْنَ إِلَى عَائِشَةَ بِالدُّرْجَةِ فِيهَا الْكُرْسُفُ، فِيهِ الصُّفْرَةُ، فَتَقُولُ: لَا تَعْجَلْنَ حَتَّى تَرَيْنَ الْقَصَّةَ الْبَيْضَاءَ، تُرِيدُ بِذَلِكَ الطُّهْرَ مِنَ الْحَيْضَةِ، وَبَلَغَ بِنْتَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ نِسَاءً يَدْعُونَ بِالْمَصَابِيحِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ، يَنْظُرْنَ إِلَى الطُّهْرِ فَقَالَتْ: مَا كَانَ النِّسَاءُ يَصْنَعْنَ هَذَا. وَعَابَتْ عَلَيْهِنَّ.

عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ڈبیا بھیجتی تھیں جس میں کرسف ہوتا۔ اس میں زردی ہوتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتیں کہ جلدی نہ کرو یہاں تک کہ صاف سفیدی دیکھ لو۔ اس سے ان کی مراد حیض سے پاکی ہوتی تھی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو معلوم ہوا کہ عورتیں رات کی تاریکی میں چراغ منگا کر پاکی ہونے کو دیکھتی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ عورتیں ایسا نہیں کرتی تھیں۔ انہوں نے (عورتوں کے اس کام کو) معیوب سمجھا۔

تشریح: کیونکہ شریعت میں آسانی ہے۔ فقہا نے استحاضہ کے مسائل میں بڑی باریکیاں نکالی ہیں مگر صحیح مسئلہ یہی ہے کہ عورت کو پہلے خون کا رنگ دیکھ لینا چاہیے۔ حیض کا خون کالا ہوتا ہے اور پہچانا جاتا ہے۔ عورتوں کو اپنی حیض کی عادت کا بھی اندازہ کر لینا چاہیے۔ اگر رنگ اور عادت دونوں سے تمیز نہ ہو سکے تو چھ یا سات دن حیض کے مقرر کر لے۔ کیونکہ اکثر مدت حیض یہی ہے اس میں نماز ترک کر دے۔ جس پر جملہ مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ مگر خوارج اس سے اختلاف کرتے ہیں جو غلط ہے۔

٣٢٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ، كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((ذَلِكِ عِرْقٌ، وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي)). [راجع: ٢٢٨]

(٣٢٠) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے باپ سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش کو استحاضہ کا خون آیا کرتا تھا۔ تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ "یہ رگ کا خون ہے اور حیض نہیں ہے۔ اس لئے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دیا کر اور جب حیض کے دن گزر جائیں تو غسل کر کے نماز پڑھ لیا کر۔"

بَابٌ: لَا تَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلَاةَ

باب: حائضہ عورت نماز قضا نہ کرے

وَقَالَ:جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ وَأَبُو سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((تَدَعُ الصَّلَاةَ)).

اور جابر بن عبداللہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ "حائضہ نماز چھوڑ دے۔"

٣٢١۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي مُعَاذَةُ، أَنَّ امْرَأَةً، قَالَتْ: لِعَائِشَةَ أَتَجْزِي إِحْدَانَا صَلَاتَهَا إِذَا طَهُرَتْ؟ فَقَالَتْ: أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ؟ قَدْ كُنَّا نَحِيضُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَا يَأْمُرُنَا بِهِ، أَوْ قَالَتْ: فَلَا نَفْعَلُهُ. [مسلم: ٧٦١، ٧٦٢، ٧٦٣؛ ابوداود: ٢٦٢، ٢٦٣؛ ترمذي: ١٣٠؛ نسائي: ٣٨٠، ٢٣١٧؛ ابن ماجه: ٦٣١]

(٣٢١) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ہم سے ہمام [بن یحییٰ] نے، کہا ہم سے قتادہ نے، کہا مجھ سے معاذہ بنت عبداللہ نے کہ ایک عورت نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جس زمانہ میں ہم پاک رہتے ہیں۔ (حیض سے) کیا ہمارے لئے اسی زمانہ کی نماز کافی ہے۔ اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا تم حروریہ ہو؟ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں حائضہ ہوتی تھیں اور آپ ہمیں نماز کا حکم نہیں دیتے تھے۔ یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرمایا کہ ہم نماز نہیں پڑھتی تھیں۔

تشریح: حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" الحروری منسوب الی حرورا بفتح الحاء وضم الراء المهملتين وبعد الواو الساكنة راء ايضا بلدة على ميلين من الكوفة و يقال من يعتقد مذهب الخوارج حروری لان اول فرقة خرجوا على على بالبلدة المذكورة فاشتهروا بالنسبة اليها وهم فرق كثيرة لكن من اصولهم المتفق عليها بينهم الا خذ بما دل عليه القرآن وردما زاد عليه من الحديث مطلقا۔"

(تحفة الاحوذی ، ج: ١/ ص: ١٢٣)

یعنی حروری حرورا گاؤں کی طرف نسبت ہے جو کوفہ سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ یہاں پر سب سے پہلے وہ فرقہ پیدا ہوا جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ یہ خارجی کہلائے، جن کے کئی فرقے ہیں مگر یہ اصول ان سب میں متفق ہے کہ صرف قرآن کو لیا جائے اور حدیث کو مطلقاً رد کر دیا جائے گا۔

چونکہ حائضہ پر فرض نماز کا معاف ہو جانا صرف حدیث سے ثابت ہے۔ قرآن میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس لئے مخاطب کے اس مسئلہ کی تحقیق کرنے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا تم حروری تو نہیں ہو؟ جو اس مسئلہ کے متعلق تم کو تامل ہے۔

بَابُ النَّوْمِ مَعَ الْحَائِضِ وَهِيَ فِي ثِيَابِهَا

باب: حائضہ عورت کے ساتھ سونا جب کہ وہ حیض کے کپڑوں میں ہو

٣٢٢۔ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ: حِضْتُ وَأَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْخَمِيلَةِ فَانْسَلَلْتُ فَخَرَجْتُ مِنْهَا، فَأَخَذْتُ ثِيَابَ

(٣٢٢) ہم سے سعد بن حفص نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شیبان نحوی نے بیان کیا، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، انہوں نے ابوسلمہ سے، انہوں نے زینب بنت ابی سلمہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آ گیا، اس لئے میں چپکے سے نکل آئی اور اپنے حیض کے کپڑے پہن لئے۔

حَيْضَتِي فَلَبِسْتُهَا، فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَنُفِسْتِ؟)). قُلْتُ: نَعَمْ، فَدَعَانِي فَأَدْخَلَنِي مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ. قَالَتْ: وَحَدَّثَتْنِي أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ، وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنَ الْجَنَابَةِ.

[راجع: ۲۹۸]

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہیں حیض آ گیا ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں! پھر مجھے آپ نے بلا لیا اور اپنے ساتھ چادر میں داخل کر لیا۔ زینب نے کہا کہ مجھ سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ روزے سے ہوتے اور اسی حالت میں ان کا بوسہ لیتے۔ اور میں نے اور نبی کریم ﷺ نے ایک ہی برتن میں جنابت کا غسل کیا۔

بَابُ مَنِ اتَّخَذَ ثِيَابَ الْحَيْضِ سِوَى ثِيَابِ الطُّهْرِ

باب: اس بارے میں کہ جس نے (اپنی عورت کے لئے) حیض کے لئے پاکی میں پہنے جانے والے کپڑوں کے علاوہ کپڑے بنائے

۳۲۳۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مُضْطَجِعَةٌ فِي خَمِيلَةٍ حِضْتُ، فَانْسَلَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي فَقَالَ: ((أَنُفِسْتِ؟)). فَقُلْتُ: نَعَمْ. فَدَعَانِي فَاضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ. [راجع: ۲۹۸]

(۳۲۳) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، وہ ابو سلمہ سے، وہ زینب بنت ابی سلمہ سے، وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے بتلایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آ گیا، میں چپکے سے چلی گئی اور حیض کے کپڑے بدل لئے، آپ نے پوچھا: ''کیا تجھ کو حیض آ گیا ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں! پھر مجھے آپ نے بلا لیا اور میں آپ کے ساتھ چادر میں لیٹ گئی۔

تشریح: معلوم ہوا کہ حیض کے لئے عورت کو علیحدہ کپڑے بنانے مناسب ہیں اور طہر کے لئے علیحدہ تا کہ ان کو سہولت ہو سکے، یہ اسراف میں داخل نہیں۔

بَابُ شُهُوْدِ الْحَائِضِ الْعِيْدَيْنِ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَيَعْتَزِلْنَ الْمُصَلّٰى

باب: عیدین میں اور مسلمانوں کے ساتھ دعا میں حائضہ عورتیں بھی شریک ہوں اور یہ عورتیں نماز کی جگہ سے ایک طرف ہو کر رہیں

۳۲۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، قَالَتْ: كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ فِي الْعِيْدَيْنِ، فَقَدِمَتِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ، فَحَدَّثَتْ عَنْ أُخْتِهَا، وَكَانَ زَوْجُ

(۳۲۴) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الوہاب نے ایوب سختیانی سے، وہ حفصہ بنت سیرین سے، انہوں نے فرمایا کہ ہم اپنی کنواری جوان بچیوں کو عید گاہ جانے سے روکتی تھیں، پھر ایک عورت آئی اور بنی خلف کے محل میں اتریں اور انہوں نے اپنی بہن (ام عطیہ رضی اللہ عنہا) کے حوالہ سے بیان کیا، جن کے شوہر نبی ﷺ کے ساتھ بارہ لڑائیوں میں شریک ہوئے

أُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، وَكَانَتْ أُخْتِي مَعَهُ فِي سِتٍّ، قَالَتْ: فَكُنَّا نُدَاوِي الْكَلْمَى، وَنَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى، فَسَأَلَتْ أُخْتِي النَّبِيَّ ﷺ أَعَلَى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَا تَخْرُجَ قَالَ: ((لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا، وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ)). فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ سَأَلْتُهَا أَسَمِعْتِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَتْ: بِأَبِي نَعَمْ۔ وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُهُ إِلَّا قَالَتْ: بِأَبِي۔ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((تَخْرُجُ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ، وَالْحُيَّضُ، وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ، وَتَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى)). قَالَتْ حَفْصَةُ: فَقُلْتُ آلْحُيَّضُ؟ فَقَالَتْ: أَلَيْسَتْ تَشْهَدُ عَرَفَةَ وَكَذَا وَكَذَا؟ [أطرافه في: ٣٥١، ٩٧١، ٩٧٤، ٩٨٠، ٩٨١، ١٦٥٢]

تھے اور خود ان کی اپنی بہن اپنے شوہر کے ساتھ چھ جنگوں میں گئی تھیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں اور مریضوں کی خبر گیری بھی کرتی تھیں۔ میری بہن نے ایک مرتبہ نبی ﷺ سے پوچھا کہ اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو کیا اس کے لئے اس میں کوئی حرج ہے کہ وہ (نماز عید کے لئے) باہر نہ نکلے۔ آپ نے فرمایا: ''اس کی ساتھی عورت کو چاہیے کہ اپنی چادر کا کچھ حصہ اسے بھی اوڑھا دے، پھر وہ خیر کے مواقع پر اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوں، (یعنی عیدگاہ جائیں)۔'' پھر جب ام عطیہ رضی اللہ عنہا آئیں تو میں نے ان سے بھی یہی سوال کیا۔ انہوں نے کہا: میرا باپ آپ پر فدا ہو، ہاں آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔ اور ام عطیہ رضی اللہ عنہا جب بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتیں تو یہ ضرور فرماتیں کہ میرا باپ آپ ﷺ پر فدا ہو۔ (انہوں نے کہا) میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''جوان لڑکیاں، پردہ والیاں اور حائضہ عورتیں بھی باہر نکلیں اور مواقع خیر میں اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوں حائضہ عورت جائے نماز سے دور رہے۔'' حفصہ کہتی ہیں، میں نے پوچھا کیا حائضہ بھی؟ انہوں نے کہا: کیا وہ عرفات میں فلاں فلاں جگہ نہیں جاتی (یعنی جب وہ ان جملہ مقدس مقامات میں جاتی ہیں تو پھر عیدگاہ میں کیوں نہ جائیں)۔

تشریح: اجتماع عیدین میں عورتیں ضرور شریک ہوں: اجتماع عیدین میں عورتوں کے شریک ہونے کی اس قدر تاکید ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حائضہ عورتوں تک کے لئے تاکید فرمائی کہ وہ بھی اس ملی اجتماع میں شریک ہو کر دعاؤں میں حصہ لیں اور حالت حیض کی وجہ سے جائے نماز سے دور رہیں، ان مستورات کے لئے جن کے پاس اوڑھنے کے لئے چادر بھی نہیں، آپ نے اس اجتماع سے پیچھے رہ جانے کی اجازت نہیں دی، بلکہ فرمایا کہ اس کی ساتھ والی دوسری عورتوں کو چاہیے کہ اس کے لئے اوڑھنی کا انتظام کر دیں، روایت مذکورہ میں یہاں تک تفصیل موجود ہے کہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے تعجب کے ساتھ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ حیض والی عورتیں کس طرح نکلیں جب کہ وہ نجاست حیض میں ہیں۔ اس پر سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حیض والی عورتیں حج کے دنوں میں آخر عرفات میں ٹھہرتی ہیں مزدلفہ میں رہتی ہیں، منیٰ میں کنکریاں مارتی ہیں، یہ سب مقدس مقامات ہیں، جس طرح وہ وہاں جاتی ہیں اسی طرح عیدگاہ بھی جائیں۔ بخاری شریف کی اس حدیث کے علاوہ اور بھی بہت سی واضح احادیث اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ جن سب کا ذکر موجب تطویل ہوگا۔ مگر تعجب ہے فقہائے احناف پر جنہوں نے اپنے فرضی شکوک واوہام کی بنا پر صراحتاً اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان عالی شان کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔

مناسب ہوگا کہ فقہائے احناف کا فتویٰ صاحب ایضاح البخاری کے لفظوں میں پیش کر دیا جائے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''اب عیدگاہ کا حکم بدل گیا ہے پہلے عیدگاہ مسجد کی شکل میں نہ ہوتی تھی، اس لئے حائضہ اور جنبی کو بھی اندر جانے کی اجازت تھی، اب عیدگاہیں مکمل مسجد کی صورت میں ہوتی ہیں، اس لئے ان کا حکم بعینہٖ مسجد کا حکم ہے، اسی طرح دور حاضر میں عورتوں کو عیدگاہ کی نماز میں شرکت سے بھی روکا گیا ہے۔ صدر اول میں اول تو اتنا اندیشہ فتنہ وفساد کا نہیں تھا، دوسرے یہ کہ اسلام کی شان وشوکت ظاہر کرنے کے لئے ضروری تھا کہ مرد وعورت سب مل کر

عید کی نماز میں شرکت کریں۔ اب فتنہ کا بھی زیادہ اندیشہ ہے اور اظہار شان و شوکت کی بھی ضرورت نہیں، اس لئے روکا جائے گا۔ متاخرین کا یہی فیصلہ ہے۔'' الی آخرہ (ایضاح البخاری، جزء:۱۱/ص:۱۲۹)

منصف مزاج ناظرین اندازہ فرماسکیں گے کہ کس جرأت کے ساتھ احادیث صحیحہ کے خلاف فتویٰ دیا جارہا ہے، جس کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ نتیجہ بھی نکل سکتا ہے کہ اگر عیدگاہ کھلے میدان میں ہو اور اس کی تعمیر مسجد جیسی نہ ہو اور پردے کا انتظام اتنا بہتر کردیا جائے کہ فتنہ وفساد کا مطلق کوئی خوف نہ ہو اور اس اجتماع مردوزن سے اسلام کی شان وشوکت بھی مقصود ہو تو پھر عورتوں کا عید کے اجتماع میں شرکت کرنا جائز ہوگا۔ الحمد للہ کہ جماعت اہلحدیث کے ہاں اکثر یہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں۔ وہ بیشتر کھلے میدانوں میں عمدہ انتظامات کے ساتھ مع اپنے اہل وعیال عیدین کی نماز ادا کرتے اور اسلامی شان وشوکت کا مظاہرہ کرتے ہیں، ان کی عیدگاہوں میں کبھی فتنہ وفساد کا نام تک بھی نہیں آیا۔ برخلاف اس کے کہ ہمارے بہت سے بھائیوں کی عورتیں میلوں، عرسوں میں بلا حجاب شریک ہوتی ہیں اور وہاں نت نئے فسادات ہوتے رہتے ہیں۔ مگر ہمارے محترم فقہائے عظام وہاں عورتوں کی شرکت پر اس قدر غیظ وغضب کا اظہار کبھی نہیں فرماتے جس قدر اجتماع میں مستورات کی شرکت پر ان کی فقاہت کی باریکیاں مخالفانہ منظر عام پر آجاتی ہیں۔

پھر یہ بھی تو غور طلب چیز ہے کہ نبی کریم ﷺ کی جملہ مستورات، اصحاب کرام، انصار ومہاجرین کی مستورات درجہ شرافت میں جملہ مستورات امت سے افضل ہیں، پھر بھی وہ شریک عیدین ہوا کرتی تھیں جیسا کہ خود فقہائے احناف کو تسلیم ہے۔ ہماری مستورات تو بہر حال ان سے کمتر ہیں وہ اگر باپردہ شریک ہوں گی تو کیونکر فتنہ وفساد کی آگ بھڑکنے لگ جائے گی یا ان کی عزت وآبرو پر کون سا حرف آجائے گا۔ کیا وہ قرن اول کی صحابیات سے بھی زیادہ عزت رکھتی ہیں؟ باقی رہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد "لو رای رسول الله ﷺ ما احدث النساء...... الخ" کہ اگر رسول اللہ ﷺ آج عورتوں کے نو پیدا حالات کو دیکھتے تو ان کو عیدگاہ سے منع کردیتے۔ یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذاتی رائے ہے جو اس وقت کے حالات کے پیش نظر تھی، اور ظاہر ہے کہ ان کی اس رائے سے حدیث نبوی کو ٹھکرایا نہیں جاسکتا۔ پھر یہ بیان لفظ لو (اگر) کے ساتھ ہے جس کا مطلب یہ کہ ارشاد نبوی ﷺ آج بھی اپنی حالت پر واجب العمل ہے۔ خلاصہ یہ کہ عیدگاہ میں پردہ کے ساتھ عورتوں کا شریک ہونا سنت ہے۔ وباللہ التوفیق۔

بَابٌ: إِذَا حَاضَتْ فِي شَهْرٍ ثَلَاثَ حِيَضٍ

وَمَا يُصَدَّقُ النِّسَاءُ فِي الْحَيْضِ، وَالْحَمْلِ فِيمَا يُمْكِنُ مِنَ الْحَيْضِ. لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ﴾. [البقرة:۲۲۸] وَيُذْكَرُ عَنْ عَلِيٍّ وَشُرَيْحٍ إِنْ جَاءَتْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ بِطَانَةِ أَهْلِهَا مِمَّنْ يُرْضَى دِينُهُ، أَنَّهَا حَاضَتْ ثَلَاثًا فِي شَهْرٍ. صُدِّقَتْ، وَقَالَ عَطَاءٌ: أَقْرَاؤُهَا مَا كَانَتْ، وَبِهِ قَالَ إِبْرَاهِيمُ، وَقَالَ عَطَاءٌ:

باب: اس بارے میں کہ اگر کسی عورت کو ایک ہی مہینہ میں تین بار حیض آئے؟

اور حیض وحمل سے متعلق جب کہ حیض آنا ممکن ہو تو عورتوں کے بیان کی تصدیق کی جائے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (سورۂ بقرہ میں) فرمایا ہے کہ ''ان کے لئے جائز نہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے رحم میں پیدا کیا ہے وہ اسے چھپائیں۔'' (لہٰذا جس طرح یہ بیان قابل تسلیم ہوگا اسی طرح حیض کے متعلق بھی ان کا بیان مانا جائے گا) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور قاضی شریح سے منقول ہے کہ اگر عورت کے گھرانے کا کوئی آدمی گواہی دے اور وہ دین دار بھی ہو کہ یہ عورت ایک مہینہ میں تین مرتبہ حائضہ ہوتی ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ عورت کے حیض کے

الْحَيْضُ يَوْمٌ إِلَى خَمْسَةَ عَشَرَ وَقَالَ مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ سِيرِينَ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرَى الدَّمَ بَعْدَ قُرْئِهَا بِخَمْسَةِ أَيَّامٍ، قَالَ: النِّسَاءُ أَعْلَمُ بِذَلِكَ.

دن اتنے ہی قابل تسلیم ہوں گے جتنے پہلے (اس کی عادت کے تحت) ہوتے تھے۔ (یعنی طلاق وغیرہ سے پہلے) ابراہیم نخعی نے بھی یہی کہا ہے اور عطاء نے کہا کہ حیض کم سے کم ایک دن اور زیادہ سے زیادہ پندرہ دن تک ہوسکتا ہے۔ معتمر اپنے والد سلیمان کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن سیرین سے ایک ایسی عورت کے متعلق پوچھا جو اپنی عادت کے مطابق حیض آ جانے کے پانچ دن بعد خون دیکھتی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ عورتیں اس کا زیادہ علم رکھتی ہیں۔

٣٢٥۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ، سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: إِنِّي أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ، أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟ فَقَالَ: ((لَا، إِنَّ ذَلِكِ عِرْقٌ، وَلَكِنْ دَعِي الصَّلَاةَ قَدْرَ الْأَيَّامِ الَّتِي كُنْتِ تَحِيضِينَ فِيهَا، ثُمَّ اغْتَسِلِي وَصَلِّي)). [راجع: ٢٢٨]

(٣٢٥) ہم سے احمد بن ابی رجاء نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ابو اسامہ نے خبر دی، انہوں نے کہا میں نے ہشام بن عروہ سے سنا، کہا مجھے میرے والد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے خبر دی کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ مجھے استحاضہ کا خون آتا ہے اور میں پاک نہیں ہو پاتی، تو کیا میں نماز چھوڑ دیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، یہ تو ایک رگ کا خون ہے، ہاں اتنے دنوں میں نماز ضرور چھوڑ دیا کرو کہ جن میں اس بیماری سے پہلے تمہیں حیض آیا کرتا تھا۔ پھر غسل کر کے نماز پڑھا کر۔''

تشریح: آیت کریمہ: ﴿وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ﴾ (٢/البقرة:٢٢٨) کی تفسیر میں زہری اور مجاہد نے کہا کہ عورتوں کو اپنا حیض یا حمل چھپانا درست نہیں ان کو چاہیے کہ حقیقت حال کو صحیح صحیح بیان کردیں۔ اب اگر ان کا بیان ماننے کے لائق نہ ہو تو بیان سے کیا فائدہ۔ اس طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت سے باب کا مطلب نکالا ہے۔ ہوا یہ تھا کہ قاضی شریح کے سامنے ایک مقدمہ آیا جس میں طلاق پر ایک ماہ کی مدت گزر چکی تھی خاوند رجوع کرنا چاہتا تھا۔ لیکن عورت کہتی کہ میری عدت گزر گئی اور ایک ہی ماہ میں مجھ کو تین حیض آ گئے ہیں۔ تب قاضی شریح نے یہ فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے سنایا اس کو دارمی نے سند صحیح کے ساتھ موصولا روایت کیا ہے۔ قاضی شریح کے فیصلہ کو سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اچھا فیصلہ کیا ہے۔

اس واقعہ کو اسی حوالہ سے امام قسطلانی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب جلد: ١/ص: ٢٩٥ پر ذکر فرمایا ہے۔ قاضی شریح بن حارث کوفی ہیں۔ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا مگر آپ سے ان کو ملاقات نصیب نہ ہوسکی قضاۃ میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔

حیض کی مدت کم سے کم ایک دن زیادہ سے زیادہ پندرہ دن تک ہے۔ حنفیہ کے نزدیک حیض کی مدت کم سے کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہیں۔ مگر اس بارے میں ان کے دلائل قوی نہیں ہیں۔ صحیح مذہب اہل حدیث کا ہے کہ حیض کی کوئی مدت معین نہیں۔ ہر عورت کی عادت پر اس کا انحصار ہے اگر معین بھی کریں تو چھ یا سات روز اکثر مدت معین ہوگی جیسا کہ صحیح حدیث میں مذکور ہے۔

ایک مہینہ میں عورت کو تین بار حیض نہیں آیا کرتا، تندرست عورت کو ہر ماہ صرف چند ایام کے لئے ایک ہی بار حیض آتا ہے، لیکن اگر کبھی شاذ و نادر ایسا ہو جائے اور عورت خود اقرار کرے کہ اس کو تین بار ایک ہی مہینہ میں حیض آیا ہے تو اس کا بیان تسلیم کیا جائے گا۔ جس طرح استحاضہ کے متعلق عورت ہی کے بیان پر فتویٰ دیا جائے گا کہ کتنے دن وہ حالت حیض میں رہتی ہے اور کتنے دن اس کو استحاضہ کی حالت رہتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی سیدہ

فاطمہ بنت ابی حبیش ہی کے بیان پر ان کو مسائل متعلقہ تعلیم فرمائے۔ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ومناسبة الحديث للترجمة في قوله قدر الايام التي كنت تحيضين فيها فيوكل ذلك الى امانتها وردها الى عادتها" یعنی حدیث اور باب میں مناسبت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ نماز چھوڑ دو ان دنوں کے اندازہ پر جن میں تم کو حیض آ تا رہا ہے۔ پس اس معاملہ کو اس کی امانت داری پر چھوڑ دیا جائے گا۔

بَابُ الصُّفْرَةِ وَالْكُدْرَةِ فِي غَيْرِ أَيَّامِ الْحَيْضِ

باب: اس بیان میں کہ زرد اور مٹیالا رنگ حیض کے دنوں کے علاوہ ہو (تو کیا حکم ہے؟)

٣٢٦۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: كُنَّا لَا نَعُدُّ الْكُدْرَةَ وَالصُّفْرَةَ شَيْئًا. [ابوداود: ٣٠٨؛ نسائي: ٣٦٦؛ ابن ماجه: ٦٤٧]

(٣٢٦) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے ایوب سختیانی سے، وہ محمد بن سیرین سے، وہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ ہم زرد اور مٹیالے رنگ کو کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں۔

تشریح: یعنی جب حیض کی مدت ختم ہو جاتی تو مٹیالے یا زرد رنگ کی طرح پانی کے آنے کو ہم کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں۔ اس حدیث کے تحت علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والحديث يدل على ان الصفرة والكدرة بعد الطهر ليستا من الحيض واما فى وقت الحيض فهما حيض۔" (نيل الاوطار)

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ طہر کے بعد اگر مٹیالے یا زرد رنگ کا پانی آئے تو وہ حیض نہیں ہے۔ لیکن ایام میں ان کا آنا حیض ہی ہوگا۔

بالکل برعکس: صاحب تفہیم البخاری (دیوبند) نے محض اپنے مسلک حنفیہ کی پاسداری میں اس حدیث کا ترجمہ بالکل برعکس کیا ہے جو یہ ہے "آپ نے فرمایا کہ ہم زرد اور مٹیالے رنگ کو کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں۔ (یعنی سب کو حیض سمجھتی تھیں)"

الفاظ حدیث پر ذرا بھی غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ یہ ترجمہ بالکل برعکس ہے، اس پر خود صاحب تفہیم البخاری نے مزید وضاحت کر دی ہے کہ "ہم نے ترجمہ میں حنفیہ کے مسلک کی رعایت کی ہے۔" (تفہیم البخاری، ج ٢/ص: ٤٤) اس طرح ہر شخص اگر اپنے اپنے مزعومہ مسالک کی رعایت میں حدیث کا ترجمہ کرنے بیٹھے گا تو معاملہ کہاں سے کہاں پہنچ سکتا ہے۔ مگر ہمارے معزز فاضل صاحب تفہیم البخاری کا ذہن محض حمایت مسلک کی وجہ سے ادھر نہیں جا سکا۔ تقلید جامد کا نتیجہ یہی ہونا چاہیے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اى من الحيض اذا كان فى غير زمن الحيض اما فيه فهو من الحيض تبعا وبه قال سعيد بن المسيب وعطاء والليث وابو حنيفة ومحمد والشافعى واحمد۔" (قسطلانى)

یعنی غیر زمانہ حیض میں مٹیالے یا زرد رنگ والے پانی کو حیض نہیں مانا جائے گا، ہاں زمانہ حیض میں آنے پر اسے حیض ہی کہا جائے گا۔ سعید بن مسیب اور عطاء اور لیث اور ابو حنیفہ اور محمد اور شافعی اور احمد رحمہم اللہ کا یہی فتویٰ ہے۔ اللہ جانے صاحب تفہیم البخاری نے ترجمہ میں اپنے مسلک کی رعایت کس بنیاد پر کی ہے؟ "اللهم وفقنا لما تحب وترضى"۔ آمین

بَابُ عِرْقِ الْإِسْتِحَاضَةِ

باب: استحاضہ کی رگ کے بارے میں

٣٢٧۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ،

(٣٢٧) ہم سے ابراہیم بن منذر حزامی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے

قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ اسْتُحِيضَتْ سَبْعَ سِنِينَ، فَسَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ؟ فَأَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ، فَقَالَ: ((هَذَا عِرْقٌ)). فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ. [مسلم: ٧٥٦؛ ابوداود: ٢٨٨؛ نسائي: ٢٠٣، ٢٠٤، ٢٠٥، ٢١٠، ٣٥٥؛ ابن ماجه: ٦٢٦]

معن بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے ابن ابی ذئب سے، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے عروہ اور عمرہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (جو آنحضرت ﷺ کی بیوی ہیں) کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سات سال تک مستحاضہ رہیں۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے انہیں غسل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ رگ (کی وجہ سے بیماری) ہے۔ پس ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں۔

تشریح: استحاضہ والی عورت کے لئے ہر نماز کے وقت غسل کرنا واجب نہیں ہے۔ یہاں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے غسل کا ذکر ہے جو وہ ہر نماز کے لئے کیا کرتی تھیں۔ سو یہ ان کی خود اپنی مرضی سے تھا۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ولا اشك ان شاء الله ان غسلها كان تطوعا غير ما امرت به وذلك واسع لها وكذا قال سفيان بن عيينة والليث بن سعد وغيرهما وذهب اليه الجمهور من عدم وجوب الاغتسال ادبار الحيضة هو الحق لفقد الدليل الصحيح الذى تقوم به الحجة۔" (نيل الاوطار باب طهر المستحاضة)

ان شاء اللہ مجھ کو قطعاً شک نہیں ہے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا یہ ہر نماز کے لئے غسل کرنا محض ان کی اپنی خوشی سے بطور نفل کے تھا جمہور کا مذہب حق یہی ہے کہ صرف حیض کے خاتمہ پر ایک ہی غسل واجب ہے۔ اس کے خلاف جو روایات ہیں جن سے ہر نماز کے لئے وجوب غسل ثابت ہوتا ہے وہ قابل حجت نہیں ہیں۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وجميع الاحاديث التى فيها ايجاب الغسل لكل صلوة قد ذكر المصنف بعضها فى هذا الباب و اكثرها ياتى فى ابواب الحيض وكل واحد منها لا يخلو عن مقال۔" (نيل الاوطار)

یعنی وہ جملہ احادیث جن سے ہر نماز کے لئے غسل واجب معلوم ہوتا ہے ان سب کی سند اعتراضات سے خالی نہیں ہیں۔ پھر الدین یسر "دین آسان ہے" کے تحت بھی ہر نماز کے لئے نیا غسل کرنا کس قدر باعث تکلیف ہے۔ خاص کر عورت ذات کے لئے بے حد مشکل ہے۔ اس لئے:

"لا يكلف الله نفسا الا وسعها وقد جمع بعضهم بين الاحاديث يحمل احاديث الغسل لكل صلوة على الاستحباب۔" (نيل الاوطار) یعنی بعض حضرات نے جملہ احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ ہر نماز کے لئے غسل کرنے کو احادیث میں استحباباً کہا گیا ہے۔ یعنی یہ غسل مستحب ہوگا، واجب نہیں۔

بَابُ الْمَرْأَةِ تَحِيضُ بَعْدَ الْإِفَاضَةِ

باب: جو عورت (حج میں) طواف افاضہ کے بعد حائضہ ہو (اس کے متعلق کیا حکم ہے؟)

٣٢٨۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ

(٣٢٨) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہوں نے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے، انہوں نے اپنے باپ ابوبکر سے، انہوں نے عبدالرحمٰن کی بیٹی عمرہ سے،

عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمنِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ قَدْ حَاضَتْ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَعَلَّهَا تَحْبِسُنَا، أَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنَّ؟)). فَقَالُوْا: بَلَى. قَالَ: ((فَاخْرُجِي)). [راجع:٢٩٤] [مسلم: ٣٢٢٦؛ نسائي: ٣٨٩]

انہوں نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے کہا کہ حضور صفیہ بنت حیی کو (حج میں) حیض آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شاید کہ وہ ہمیں روکیں گی۔ کیا انہوں نے تمہارے ساتھ طواف (زیارت) نہیں کیا۔'' عورتوں نے جواب دیا کہ کرلیا ہے۔ آپ نے اس پر فرمایا کہ ''پھر نکلو۔''

تشریح: اسی کو طواف الافاضہ بھی کہتے ہیں۔ یہ دسویں تاریخ کو منیٰ سے آ کر کیا جاتا ہے۔ یہ طواف فرض ہے اور حج کا ایک رکن ہے، لیکن طواف الوداع جو حاجی کعبہ شریف سے رخصتی کے وقت کرتے ہیں، وہ فرض نہیں ہے۔ اس لئے وہ حائضہ کے واسطے معاف ہے۔

٣٢٩۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: رُخِّصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَنْفِرَ إِذَا حَاضَتْ. [طرفاه في: ١٧٥٥، ١٧٦٠] [مسلم: ٣٢٢٠]

(٣٢٩) ہم سے معلّٰی بن اسد نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب بن خالد نے عبداللہ بن طاؤس کے حوالہ سے، وہ اپنے باپ طاؤس بن کیسان سے، وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، آپ نے فرمایا کہ حائضہ کے لئے (جب کہ اس نے طواف افاضہ کرلیا ہو) رخصت ہے کہ وہ گھر جائے (اور طواف وداع کے لئے نہ رکی رہے)

٣٣٠۔ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ فِيْ أَوَّلِ أَمْرِهِ: إِنَّهَا لَا تَنْفِرُ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: تَنْفِرُ، إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَخَّصَ لَهُنَّ. [طرفه في: ١٧٦١]

(٣٣٠) ابن عمر رضی اللہ عنہما ابتدا میں اس مسئلہ میں کہتے تھے کہ اسے (بغیر طواف وداع کے) جانا نہیں چاہیے۔ پھر میں نے انہیں کہتے ہوئے سنا کہ چلی جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس کی رخصت دی ہے۔

تشریح: اس حدیث کے ذیل میں مولانا وحید الزمان صاحب حیدرآبادی رحمہ اللہ نے خوب لکھا ہے، فرماتے ہیں ''تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو جب حدیث پہنچی انہوں نے اپنی رائے اور فتوے سے رجوع کرلیا۔ ہمارے دین کے اماموں اور پیشواؤں نے ایسا ہی کیا ہے کہ جدھر حق معلوم ہوا ادھر ہی لوٹ گئے۔ کبھی اپنی بات کو پچ نہیں کی، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ سے ایک ایک مسئلہ میں دو دو، تین تین، چار چار قول منقول ہیں۔ ہائے ایک وہ زمانہ تھا اور ایک یہ زمانہ ہے کہ صحیح حدیث کو دیکھ کر بھی اپنی رائے اور خیال سے نہیں پلٹتے بلکہ جو کوئی حدیث کی پیروی کرے اس کی دشمنی پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔'' مقلدین جامدین کا عام طور پر یہی رویہ ہے۔

سدا اہل تحقیق سے دل میں بل ہے
حدیثوں پر چلنے میں دیں کا خلل ہے

بَابٌ: إِذَا رَأَتِ الْمُسْتَحَاضَةُ الطُّهْرَ

باب: جب مستحاضہ اپنے جسم میں پاکی دیکھے تو کیا کرے؟

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّيْ وَلَوْ سَاعَةً،

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ غسل کرے اور نماز پڑھے اگرچہ دن میں تھوڑی

مِنْ نَهَارٍ وَيَأْتِيهَا زَوْجُهَا إِذَا صَلَّتْ، الصَّلَاةُ أَعْظَمُ.

دیر کے لئے ایسا ہوا ہو اور اس کا شوہر نماز کے بعد اس کے پاس آئے کیونکہ نماز سب سے زیادہ عظمت والی چیز ہے۔

٣٣١۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي)). [طرفه في: ٢٢٨] ابو داود: ٢٨٢]

(۳۳۱) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے زہیر بن معاویہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جب حیض کا زمانہ آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب یہ زمانہ گزر جائے تو خون کو دھو اور نماز پڑھ۔"

تشریح: یعنی جب مستحاضہ کے لئے غسل کر کے نماز پڑھنا درست ہوا تو خاوند کو اس سے صحبت کرنا تو بطریق اولیٰ درست ہوگا۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہی ثابت کیا ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النُّفَسَاءِ وَسُنَّتِهَا

باب: اس بارے میں کہ نفاس میں مرنے والی عورت پر نماز جنازہ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

٣٣٢۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ: أَنَّ امْرَأَةً مَاتَتْ فِي بَطْنٍ، فَصَلَّى عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَامَ وَسَطَهَا. [طرفاه في: ١٣٣١، ١٣٣٢] [مسلم: ٢٢٣٥؛ ابوداود: ٣١٩٥؛ ترمذي: ١٠٣٥؛ نسائي: ١٩٧٥؛ ١٩٧٨، ابن ماجه: ١٤٩٣]

(۳۳۲) ہم سے احمد بن ابی سریج نے بیان کیا، کہا ہم سے شبابہ بن سوار نے، کہا ہم سے شعبہ نے حسین المعلم سے۔ وہ عبداللہ بن بریدہ سے، وہ سمرہ بن جندب سے کہ ایک عورت (ام کعب) زچگی میں مرگئی، تو نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی، اس وقت آپ ان کے (جسم کے) وسط میں کھڑے ہوئے۔

تشریح: ((فی بطن)) سے زچگی کی حالت میں مرنا مراد ہے۔ اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ نفاس والی عورت کا حکم پاک عورتوں کا سا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس پر جنازہ کی نماز ادا فرمائی۔ اس سے ان لوگوں کے قول کی بھی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ موت سے آدمی نجس ہو جاتا ہے۔ یہی حدیث دوسری سند سے کتاب الجنائز میں بھی ہے۔ جس میں نفاس کی حالت میں مرنے کی صراحت موجود ہے۔ صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابو داود، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

بَابٌ

باب

٣٣٣۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ مِنْ كِتَابِهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ

(۳۳۳) ہم سے حسن بن مدرک نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن حماد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ابو عوانہ وضاح نے اپنی کتاب سے دیکھ کر خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی سلیمان شیبانی نے عبداللہ

عَبْدِاللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا كَانَتْ تَكُوْنُ حَائِضًا لَا تُصَلِّيْ، وَهِيَ مُفْتَرِشَةٌ بِحِذَاءِ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَهُوَ يُصَلِّيْ عَلَى خُمْرَتِهِ إِذَا سَجَدَ أَصَابَنِيْ بَعْضُ ثَوْبِهِ. [أطرافه في: ۳۷۹، ۳۸۱، ۵۱۷، ۵۱۸] [مسلم: ۱۱٤٦؛ ابوداود: ۱٦٥٦؛ ابن ماجه: ۱۰۲۸]

بن شداد سے، انہوں نے کہا میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے جو نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں سنا کہ میں حائضہ ہوتی تو نماز نہیں پڑھتی تھی اور یہ کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے (گھر میں) نماز پڑھنے کی جگہ کے قریب لیٹی ہوتی تھی۔ آپ نماز اپنی چٹائی پر پڑھتے ۔ جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کے کپڑے کا کوئی حصہ مجھ سے لگ جاتا تھا۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حائضہ عورت اگرچہ ناپاک ہوگئی ہے مگر اس قدر ناپاک نہیں ہے کہ اس سے کسی کا کپڑا چھو جائے تو وہ بھی ناپاک ہو جائے۔ ایسی مشکلات ادیان سابقہ میں تھیں۔ اسلام نے ان مشکلات کو آسانیوں سے بدل دیا ہے: ﴿مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (۲۲/الحج:۷۸) دین میں تنگی نہیں ہے۔ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"واستنبط منه عدم نجاسة الحائض والتواضع المسكنة فى الصلوٰة بخلاف صلوٰة المتكبرين على سجاديد غالية الاثمان مختلفة الالوان۔" (قسطلانی)

اس حدیث سے حائضہ کی عدم نجاست پر استنباط کیا گیا ہے اور نماز میں تواضع اور مسکینی پر بخلاف نماز متکبرین کے جو بیش قیمت مصلوں پر جو مختلف رنگوں سے مزین ہوتے ہیں تکبر سے نماز پڑھتے ہیں۔

(الحمدللہ کہ رمضان شریف ۱۳۸۷ھ میں بحالت قیام بنگلور کتاب الحیض کے ترجمہ سے فراغت حاصل ہوئی والحمدلله على ذلك)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ التَّيَمُّمِ

تیمّم کے مسائل

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ﴾ [المائدة: ٦]

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وضاحت کہ ''پس نہ پاؤ تم پانی تو ارادہ کرو پاک مٹی کا، پس مل لو منہ اور ہاتھ اس سے۔''

٣٣٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهِ، حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ۔ أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ۔ انْقَطَعَ عِقْدٌ لِيْ، فَأَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْتِمَاسِهِ، وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ، وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ، فَأَتَى النَّاسُ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ فَقَالُوْا: أَلَا تَرٰى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ؟ أَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسِ، وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَ أَبُوْ بَكْرٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلٰى فَخِذِيْ قَدْ نَامَ، فَقَالَ: حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَعَاتَبَنِيْ أَبُوْبَكْرٍ، وَقَالَ مَاشَاءَاللّٰهُ أَنْ يَقُوْلَ، وَجَعَلَ يَطْعُنُنِيْ بِيَدِهِ فِيْ خَاصِرَتِيْ، فَلَا يَمْنَعُنِيْ مِنَ التَّحَرُّكِ

(٣٣٤) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں مالک نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے خبر دی، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے بتلایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بعض سفر (غزوۂ بنی المصطلق) میں تھے۔ جب ہم مقام بیداء یا ذات الجیش پر پہنچے تو میرا ایک ہار کھو گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی تلاش میں وہیں ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے۔ لیکن وہاں پانی کہیں قریب میں نہ تھا۔ لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کام کیا؟ کہ رسول اللہ ﷺ اور تمام لوگوں کو ٹھہرا دیا ہے اور پانی بھی کہیں قریب میں نہیں ہے اور نہ لوگوں ہی کے ساتھ ہے۔ پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، رسول اللہ ﷺ اپنا سر مبارک میری ران پر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ فرمانے لگے کہ تم نے رسول اللہ ﷺ اور تمام لوگوں کو روک لیا حالانکہ قریب میں کہیں پانی بھی نہیں ہے اور نہ لوگوں کے پاس ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ والد ماجد (رضی اللہ عنہ) مجھ پر خفا ہوئے اور اللہ نے جو چاہا انہوں نے مجھے کہا اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کچوکے لگائے، رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک میری ران پر تھا اس وجہ سے میں حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ جب صبح کے وقت اٹھے تو پانی

إِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلَى فَخِذِيْ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَاءٍ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ آيَةَ التَّيَمُّمِ، فَتَيَمَّمُوْا، فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ: مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِيْ بَكْرٍ. قَالَتْ: فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِيْ كُنْتُ عَلَيْهِ، فَأَصَبْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ.

[أطرافه في: ٣٣٦، ٣٦٧٢، ٣٧٧٣، ٤٥٨٣، ٤٦٠٧، ٤٦٠٨، ٥١٦٤، ٥٢٥٠، ٥٨٨٢، ٦٨٤٤، ٦٨٤٥] [مسلم: ٨١٦؛ نسائي: ٣٠٩]

کا پتہ تک نہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت اتاری اور لوگوں نے تیمم کیا اس پر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے آل ابی بکر! یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر ہم نے اس اونٹ کو ہٹایا جس پر میں سوار تھی تو ہار اسی کے نیچے مل گیا۔

تشریح: لغت میں تیمم کے معنی قصد، ارادہ کرنے کے ہیں۔ شرع میں تیمم یہ ہے کہ پاک مٹی سے منہ اور ہاتھ کا مسح کرنا حدث یا جنابت دور کرنے کی نیت سے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گلے میں سے ٹوٹ کر زمین پر گر گیا تھا۔ پھر اس پر اونٹ بیٹھ گیا۔ لوگ ادھر ادھر ہار کو ڈھونڈتے رہے اسی حالت میں نماز کا وقت آ گیا اور وہاں پانی نہ تھا جس پر تیمم کی آیت نازل ہوئی، بعد میں اونٹ کے نیچے سے ہار بھی مل گیا۔

٣٣٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ هُوَ الْعَوَقِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ؛ ح: قَالَ: وَحَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ ابْنُ النَّضْرِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سَيَّارٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ الْفَقِيْرُ قَالَ: أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِيْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا، فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِيْ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ، وَأُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً)). [طرفاه في: ٤٣٨، ٣١٢٢]

[مسلم: ١١٦٣؛ نسائي: ٤٣٠، ٧٣٥]

(۳۳۵) ہم سے محمد بن سنان عوقی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشیم نے بیان کیا (دوسری سند) کہا اور مجھ سے سعید بن نضر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہشیم نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی سیار نے، انہوں نے کہا ہم سے یزید بن الفقیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔ ایک مہینہ کی مسافت سے رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے اور تمام زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور پاکی کے لائق بنائی گئی۔ پس میری امت کا جو انسان نماز کے وقت کو (جہاں بھی) پالے اسے وہاں ہی نماز ادا کر لینی چاہیے اور میرے لئے غنیمت کا مال حلال کیا گیا ہے۔ مجھ سے پہلے یہ کسی کے لئے بھی حلال نہ تھا۔ اور مجھے شفاعت عطا کی گئی۔ اور تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوتے تھے لیکن میں تمام انسانوں کے لئے عام طور پر نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

تشریح: ارشاد نبوی: ((جعلت لی الارض مسجدا وطهورا)) سے ترجمہ باب نکلتا ہے چونکہ قرآن مجید میں لفظ ﴿صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾ (پاک مٹی) کہا گیا ہے لہٰذا تیمم کے لئے پاک مٹی ہی ہونی چاہیے جو لوگ اس میں اینٹ چونا وغیرہ سے بھی تیمم جائز بتلاتے ہیں ان کا قول صحیح نہیں ہے۔

بَابٌ: إِذَا لَمْ يَجِدْ مَآءً وَلَا تُرَابًا

باب: اس بارے میں کہ جب نہ پانی ملے اور نہ مٹی تو کیا کرے؟

٣٣٦۔ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ، فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَجُلًا، فَوَجَدَهَا فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلَاةُ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ، فَصَلَّوْا فَشَكَوْا ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ، فَقَالَ: أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ لِعَائِشَةَ: جَزَاكِ اللَّهُ خَيْرًا، فَوَاللَّهِ! مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ تَكْرَهِينَهُ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ ذَلِكِ لَكِ وَلِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ خَيْرًا. [راجع: ٣٣٤]

(۳۳۶) ہم سے زکریا بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن نمیر نے، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے، وہ اپنے والد سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے حضرت اسماء سے ہار مانگ کر پہن لیا تھا، وہ گم ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو اس کی تلاش کے لئے بھیجا جسے وہ مل گیا۔ پھر نماز کا وقت آ پہنچا اور لوگوں کے پاس (جو ہار کی تلاش میں گئے تھے) پانی نہیں تھا۔ لوگوں نے نماز پڑھ لی اور رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق شکایت کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت اتاری جسے سن کر اسید بن حضیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا آپ کو اللہ بہترین بدلہ دے۔ واللہ! جب بھی آپ کے ساتھ کوئی ایسی بات پیش آئی جس سے آپ کو تکلیف ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اس میں خیر پیدا فرما دی۔

تشریح: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"استدل بذلك جماعة من المحققين منهم المصنف على وجوب الصلوة عند عدم المطهرين الماء والتراب وليس فى الحديث انهم فقدوا التراب وانما فيه انهم فقدوا الماء فقط ولكن عدم الماء فى ذلك الوقت كعدم الماء والتراب لانه لا مطهر سواه ووجه الاستدلال به انهم صلوا معتقدين وجوب ذلك ولو كانت الصلوة حينئذ ممنوعة لا نكر عليهم النبي ﷺ وبهذا قال الشافعي واحمد وجمهور المحدثين۔" (نيل الاوطار جزء: اول: ص: ٢٦٧)

یعنی اہل تحقیق نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ اگر کہیں پانی اور مٹی ہر دو نہ ہوں تب بھی نماز واجب ہے۔ حدیث میں جن لوگوں کا ذکر ہے انہوں نے پانی نہیں پایا تھا پھر بھی نماز کو واجب جان کر ادا کیا، اگر ان کا یہ نماز پڑھنا منع ہوتا تو نبی کریم ﷺ ضرور ان پر انکار فرماتے۔ پس یہی حکم اس کے لئے ہے جو نہ پانی پائے نہ مٹی، اس لئے کہ طہارت صرف ان ہی دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ تو اس کو نماز ادا کرنا ضروری ہوا۔ جمہور محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا یہی فتویٰ ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہی بتلانا چاہتے ہیں کہ جس طرح اس دور میں جب کہ تیمم کی مشروعیت نازل نہیں ہوئی تھی صرف پانی کے نہ ملنے کی صورت میں جو حکم تھا وہی اب پانی اور مٹی ہر دو کے نہ ملنے کی صورت میں ہونا چاہیے۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"واستدل به على ان فاقد الطهورين يصلي على حاله وهو وجه المطابقة بين الترجمة والحديث الخ۔"

یعنی حدیث مذکور دلالت کر رہی ہے کہ جو شخص پانی پائے نہ مٹی، وہ اسی حالت میں نماز پڑھ لے۔ حدیث اور ترجمہ میں یہی مطابقت ہے۔

بَابُ التَّيَمُّمِ فِي الْحَضَرِ،

باب: اقامت کی حالت میں بھی تیمم کرنا جائز ہے

إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ، وَخَافَ فَوْتَ الصَّلَاةِ،

جب پانی نہ پائے اور نماز فوت ہونے کا خوف ہو۔ عطاء بن ابی رباح کا

وَبِهِ قَالَ: عَطَاءٌ، وَقَالَ: الْحَسَنُ فِي الْمَرِيضِ عِنْدَهُ الْمَاءُ وَلَا يَجِدُ مَنْ يُنَاوِلُهُ: يَتَيَمَّمُ، وَأَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ مِنْ أَرْضِهِ بِالْجُرُفِ، فَحَضَرَتِ الْعَصْرُ بِمَرْبَدِ النَّعَمِ فَصَلَّى، ثُمَّ دَخَلَ الْمَدِينَةَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ فَلَمْ يُعِدْ.

یہی قول ہے اور امام حسن بصری نے کہا کہ اگر کسی بیمار کے نزدیک پانی ہو جسے وہ اٹھا نہ سکے اور کوئی ایسا شخص بھی وہاں نہ ہو جو اسے وہ پانی (اٹھا کر) دے سکے تو وہ تیمّم کرلے۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جرف کی اپنی زمین سے واپس آ رہے تھے کہ عصر کا وقت مقام مربد النعم میں آ گیا۔ آپ نے (تیمّم سے) عصر کی نماز پڑھ لی اور مدینہ پہنچے تو سورج ابھی بلند تھا مگر آپ نے وہ نماز نہیں لوٹائی۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ تیمم بوقت ضرورت سفر میں تو ہے ہی مگر حضر میں بھی اگر پانی نہ مل سکے اور نماز کا وقت نکلا جا رہا ہو یا مریض کے پاس کوئی پانی دینے والا نہ ہو تو ایسی صورت میں تیمم سے نماز ادا کی جا سکتی ہے ارشاد باری ہے: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ﴾ (۲/البقرۃ:۲۸۶) ''اللہ نے ہر انسان کو اس کی طاقت کے اندر اندر مکلف بنایا ہے۔''

٣٣٧۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَيْرًا، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَسَارٍ، مَوْلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَبِي جُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْأَنْصَارِيِّ، فَقَالَ أَبُو جُهَيْمٍ: أَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ نَحْوِ بِئْرِ جَمَلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى أَقْبَلَ عَلَى الْجِدَارِ، فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ، ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.

(۳۳۷) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے جعفر بن ربیعہ سے، انہوں نے عبدالرحمن اعرج سے، انہوں نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام عمیر بن عبداللہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں اور عبداللہ بن یسار جو کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی کریم ﷺ کے غلام تھے، ابوجہیم بن حارث بن صمہ انصاری (صحابی) کے پاس آئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ ''بئر جمل'' کی طرف سے تشریف لا رہے تھے، راستے میں ایک شخص نے آپ کو سلام کیا (یعنی خود اسی ابوجہیم نے) لیکن آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا۔ پھر آپ دیوار کے قریب آئے اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا پھر ان کے سلام کا جواب دیا۔

[مسلم: ۸۲۲؛ ابوداود: ۳۲۹؛ نسائي: ۳۱۰]

تشریح: اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے حالت حضر میں تیمم کرنے کا جواز ثابت کیا۔ جب آپ نے سلام کے جواب کے لئے تیمم کر لیا تو اسی طرح پانی نہ ملنے کی صورت میں نماز کے لئے بھی تیمم کرنا جائز ہوگا۔

جرف نامی جگہ مدینہ سے آٹھ کلو میٹر دور تھی۔ اسلامی لشکر یہاں سے مسلح ہوا کرتے تھے۔ یہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زمین تھی۔ مربد نعم نامی جگہ مدینہ سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں آپ نے عصر کی نماز تیمم سے ادا کر لی تھی۔

بَابٌ: هَلْ يَنْفُخُ فِي يَدَيْهِ بَعْدَ مَا يَضْرِبُ بِهِمَا الصَّعِيدَ لِلتَّيَمُّمِ؟

باب: اس بارے میں کہ کیا مٹی پر تیمّم کے لیے ہاتھ مارنے کے بعد ہاتھوں کو پھونک کر ان کو چہرے اور دونوں ہتھیلیوں پر مل لینا کافی ہے؟

٣٣٨۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ ذَرٍّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ: إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أُصِبِ الْمَاءَ، فَقَالَ: عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَمَا تَذْكُرُ أَنَّا كُنَّا فِي سَفَرٍ أَنَا وَأَنْتَ فَأَجْنَبْنَا؟ فَأَمَّا أَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ، وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعَّكْتُ فَصَلَّيْتُ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هَكَذَا)) فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بِكَفَّيْهِ الْأَرْضَ، وَنَفَخَ فِيهِمَا، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ. [أطرافه في: ٣٣٩، ٣٤٠، ٣٤١، ٣٤٢، ٣٤٣، ٣٤٥، ٣٤٦، ٣٤٧] [مسلم: ٨٢٠، ٨٢١؛ ابوداود: ٣٢٣، ٣٢٤، ٣٢٨؛ ترمذي: ١٤٤؛ نسائي: ٣١١، ٣١٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٨؛ ابن ماجه: ٥٦٩]

(۳۳۸) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حکم بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے ذر بن عبداللہ سے، انہوں نے سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے، وہ اپنے باپ سے، انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص عمر بن خطاب کے پاس آیا اور عرض کی کہ مجھے غسل کی حاجت ہوگئی اور پانی نہیں ملا (تو میں اب کیا کروں) اس پر عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا، کیا آپ کو یاد نہیں جب میں اور آپ سفر میں تھے، ہم دونوں جنبی ہو گئے۔ آپ نے تو نماز نہیں پڑھی لیکن میں نے زمین پر لوٹ پوٹ لیا، اور نماز پڑھ لی۔ پھر میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ "تجھے بس اتنا ہی کافی تھا۔" اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر انہیں پھونکا اور دونوں سے چہرے اور ہتھیلیوں کا مسح کیا۔

تشریح: مسلم وغیرہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ نماز نہ پڑھ جب تک پانی نہ ملے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے غسل کی جگہ سارے جسم پر مٹی لگانا ضروری سمجھا، اس پر نبی کریم ﷺ نے ان کو فرمایا کہ صرف تیمم کر لینا کافی تھا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اپنے اجتہاد سے کام لیا تھا مگر دربار رسالت میں جب معاملہ آیا تو ان کے اجتہاد کی غلطی معلوم ہوگئی اور فوراً انہوں نے رجوع کر لیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آج کل کے لوگوں کی طرح نہ تھے کہ صحیح احادیث کے سامنے بھی اپنے رائے اور قیاس پر اڑے رہیں اور کتاب و سنت کو محض تقلید جامد کی وجہ سے ترک کر دیں۔ اسی تقلید جامد نے ملت کو تباہ کر دیا۔ فليبك على الاسلام من كان باكيا۔

بَابٌ: اَلتَّيَمُّمُ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ

باب: اس بارے میں کہ تیمم میں صرف منہ اور دونوں ہتھیلیوں پر مسح کرنا کافی ہے

٣٣٩۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الْحَكَمُ، عَنْ ذَرٍّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ عَمَّارٌ بِهَذَا وَضَرَبَ شُعْبَةُ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ،

(۳۳۹) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، کہا کہ مجھے حکم بن عیینہ نے خبر دی ذر بن عبداللہ سے، وہ سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے، وہ اپنے باپ سے کہ عمار نے یہ واقعہ بیان کیا (جو پہلے گزر چکا) اور شعبہ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا۔ پھر انہیں اپنے منہ کے قریب کرلیا

ثُمَّ أَدْنَاهُمَا مِنْ فِيهِ، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ . وَقَالَ النَّضْرُ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ: سَمِعْتُ ذَرًّا، عَنِ ابْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ ابْنِ أَبْزَى. قَالَ الْحَكَمُ: وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنِ ابْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ عَمَّارٌ [راجع: ٣٣٨]

(اور پھونکا) پھر ان سے اپنے چہرے اور پہنچوں کا مسح کیا اور نضر بن شمیل نے بیان کیا کہ مجھے شعبہ نے خبر دی حکم سے کہ میں نے ذر بن عبداللہ سے سنا، وہ سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ کے حوالہ سے حدیث روایت کرتے تھے۔ حکم نے کہا کہ میں نے یہ حدیث ابن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے سنی، وہ اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتے تھے کہ عمار نے کہا (جو پہلے مذکور ہوا)

تشریح: صحیح احادیث کی بنا پر تیمم میں ایک ہی بار ہاتھ مارنا اور منہ اور دونوں پنجوں کا مسح کر لینا کافی ہے۔ اہلحدیث کا یہی فتویٰ ہے۔ اس کے خلاف جو ہے وہ قول مرجوح ہے۔ یعنی ایک بار منہ کا مسح کرنا پھر دوبارہ ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کرنا اس بارے کی احادیث ضعیف ہیں۔ دوسری سند کے لانے کی غرض یہ ہے کہ حکم کا سماع ذر بن عبداللہ سے صاف معلوم ہو جائے جس کی صراحت اگلی روایت میں نہیں ہے۔ بعض مقلدین نہایت دریدہ دہنی کے ساتھ مسح میں ایک بار کا انکار کرتے ہیں بلکہ جماعت اہلحدیث کی تخفیف وتوہین کے سلسلہ میں تیمم کو بھی ذکر کرتے ہیں، یہ ان کی سخت غلطی ہے۔

٣٤٠ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ ذَرٍّ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ شَهِدَ عُمَرَ، وَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ: كُنَّا فِي سَرِيَّةٍ فَأَجْنَبْنَا، وَقَالَ: تَفَلَ فِيهِمَا . [راجع: ٣٣٨]

(٣٤٠) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے حکم کے واسطہ سے حدیث بیان کی، وہ ذر بن عبداللہ سے، وہ ابن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے، وہ اپنے والد سے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ ہم ایک لشکر میں گئے ہوئے تھے۔ پس ہم دونوں جنبی ہو گئے۔ اور (اس میں ہے کہ بجائے **نفخ فيهما** کے) انہوں نے **تفل فيهما** کہا۔

تشریح: تفل بھی پھونکنے ہی کو کہتے ہیں لیکن نفخ سے کچھ زیادہ زور سے۔ جس میں ذرا ذرا تھوک بھی نکل آئے۔

٣٤١ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ ذَرٍّ، عَنِ ابْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، قَالَ: قَالَ عَمَّارٌ لِعُمَرَ: تَمَعَّكْتُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((يَكْفِيكَ الْوَجْهُ وَالْكَفَّيْنِ)). [راجع: ٣٣٨]

(٣٤١) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے حکم سے، وہ ذر بن عبداللہ سے، وہ سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے، وہ اپنے والد عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے، انہوں نے بیان کیا کہ عمار رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں تو زمین میں لوٹ پوٹ ہو گیا۔ پھر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ "تیرے لئے صرف چہرے اور کلائیوں پر مسح کرنا کافی تھا (زمین پر لیٹنے کی ضرورت نہ تھی)۔"

تشریح: بعض روایان بخاری نے یہاں الوجه والكفان نقل کیا ہے اور ان کو يكفيك کا فاعل ٹھہرایا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ "تجھ کو چہرہ اور دونوں پہنچے کافی تھے۔" فتح الباری میں ان کو يكفيك کا مفعول قرار دیتے ہوئے "الوجه والكفين" نقل کیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ "تجھ کو تیرا منہ اور پہنچوں کے اوپر مسح کر لینا کافی تھا۔"

"وقال الحافظ ابن حجر: ان الاحاديث الواردة فى صفة التيمم لم يصح منها سوى حديث ابى جهيم و عمار الخ"

یعنی صفت تیمم میں سب سے زیادہ صحیح احادیث ابوجہیم اور عمار کی ہیں، یہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ان دونوں میں ایک ہی دفعہ مارنے اور منہ اور ہتھیلیوں پر مل لینے کا ذکر ہے۔ان کے علاوہ تیمم کے بارے میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی۔قاله ابن حجر۔

۳۴۲۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ ذَرٍّ، عَنِ ابْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ ابْنِ أَبْزَى، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ، قَالَ: شَهِدْتُ عُمَرَ، قَالَ لَهُ عَمَّارٌ...... وَسَاقَ الْحَدِيثَ. [راجع: ۳۳۸]

(۳۴۲) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے حکم سے، انہوں نے ذر بن عبداللہ سے، انہوں نے سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے، انہوں نے کہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں موجود تھا کہ عمار رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: پھر انہوں نے پوری حدیث بیان کی۔

۳۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ ذَرٍّ، عَنِ ابْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ قَالَ عَمَّارٌ: فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ الأَرْضَ فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ. [راجع: ۳۳۸]

(۳۴۳) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے، کہا کہ ہم سے شعبہ نے حکم کے واسطے سے، انہوں نے ذر بن عبداللہ سے، انہوں نے ابن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے، انہوں نے اپنے والد سے کہ عمار نے بیان کیا پس نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا اور اس سے اپنے چہرے اور کلائیوں کا مسح کیا۔

بَابٌ: اَلصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وَضُوءُ الْمُسْلِمِ، يَكْفِيهِ مِنَ الْمَاءِ

باب: اس بارے میں کہ پاک مٹی مسلمانوں کا وضو ہے پانی کی جگہ وہ اس کو کافی ہے

وَقَالَ الْحَسَنُ يَجْزِيهِ التَّيَمُّمُ مَا لَمْ يُحْدِثْ وَأَمَّ ابْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ مُتَيَمِّمٌ. وَقَالَ يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ: لَا بَأْسَ بِالصَّلَاةِ عَلَى السَّبْخَةِ وَالتَّيَمُّمِ بِهَا.

اور حسن بصری نے کہا کہ جب تک اس کو حدث نہ ہو (یعنی وضو توڑنے والی چیزیں نہ پائی جائیں) تیمم کافی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تیمم سے امامت کی اور یحییٰ بن سعید انصاری نے فرمایا کہ کھاری زمین پر نماز پڑھنے اور اس سے تیمم کرنے میں کوئی برائی نہیں ہے۔

تشریح: امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے اس اثر کو عبدالرزاق نے موصولاً روایت کیا ہے سنن میں اتنے الفاظ اور زیادہ ہیں: " وان لم يجد الماء عشر سنين۔ " (ترمذی وغیرہ) یعنی اگر چہ وہ پانی کو دس سال تک بھی نہ پائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر مذکور کو ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ منتقی کے باب " تعيين التراب للتيمم دون بقية الجامدات۔ " (یعنی تیمم کے لئے جمادات میں مٹی ہی کی تعیین ہے) کے تحت حدیث" وجعلت تربتها لنا طهورا " (اور اس زمین کی مٹی ہمارے لئے پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنائی گئی ہے) لکھتے ہیں:

"والحديث يدل على قصر التيمم على التراب للتصريح بالتراب فيه۔"(نيل الاوطار)

یہ حدیث اس امر پر دلیل ہے کہ تیمم کے لئے مٹی ہی کا ہونا ضروری ہے۔کیونکہ اس میں صراحتاً تراب مٹی کا لفظ موجود ہے۔پس جو لوگ چونا، لوہا اور دیگر جملہ جمادات پر تیمم کرنا جائز بتلاتے ہیں، ان کا قول صحیح نہیں۔شورز مین پر تیمم کرنا نماز پڑھنا، اس کی دلیل وہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے جس میں ذکر ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ((رايت دار هجرتكم سبخة ذات نخل يعنى المدينة)) وقد سمى النبى ﷺ المدينة الطيبة فدل ان السبخة داخلة فى الطيب۔(قسطلانی) "میں نے تمہارے ہجرت کے گھر کو دیکھا جو اس بستی میں ہے جس کی اکثر زمین شور ہے اور وہاں کھجوریں بہت ہوتی ہیں آپ نے اس سے مدینہ مراد لیا۔" جس کا نام آپ نے خود ہی مدینہ طیبہ رکھا۔یعنی پاک شہر پس ثابت ہوا کہ شورز مین بھی

پاکی میں داخل ہے۔ پھر شور زمین کی ناپاکی پر کوئی دلیل کتاب وسنت سے نہیں ہے۔ اس لئے بھی اس کی پاکی ثابت ہوئی۔

٣٤٤ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ:حَدَّثَنَا عَوْفٌ، قَالَ:حَدَّثَنَا أَبُوْ رَجَاءٍ، عَنْ عِمْرَانَ، قَالَ: كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَإِنَّا أَسْرَيْنَا، حَتَّى كُنَّا فِي آخِرِ اللَّيْلِ، وَقَعْنَا وَقْعَةً وَلَا وَقْعَةً أَحْلَى عِنْدَ الْمُسَافِرِ مِنْهَا، فَمَا أَيْقَظَنَا إِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ، فَكَانَ أَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ فُلَانٌ ، ثُمَّ فُلَانٌ ، ثُمَّ فُلَانٌ۔ يُسَمِّيْهِمْ أَبُوْ رَجَاءٍ، فَنَسِيَ عَوْفٌ۔ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الرَّابِعُ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا نَامَ لَمْ نُوْقِظْهُ حَتَّى يَكُوْنَ هُوَ يَسْتَيْقِظُ، لِأَنَّا لَا نَدْرِي مَا يَحْدُثُ لَهُ فِي نَوْمِهِ، فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ عُمَرُ، وَرَأَى مَا أَصَابَ النَّاسَ، وَكَانَ رَجُلًا جَلِيْدًا، فَكَبَّرَ وَرَفَعَ صَوْتَهُ بِالتَّكْبِيْرِ، فَمَا زَالَ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالتَّكْبِيْرِ حَتَّى اسْتَيْقَظَ لِصَوْتِهِ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ شَكَوْا إِلَيْهِ الَّذِي أَصَابَهُمْ فَقَالَ: ((لَا ضَيْرَ، أَوْ لَا يَضِيْرُ، ارْتَحِلُوْا))۔ فَارْتَحَلَ فَسَارَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ نَزَلَ، فَدَعَا بِالْوَضُوْءِ، فَتَوَضَّأَ وَنُوْدِيَ بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى بِالنَّاسِ، فَلَمَّا انْفَتَلَ مِنْ صَلَاتِهِ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُعْتَزِلٍ لَمْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ: ((مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ؟))۔ قَالَ: أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ وَلَا مَاءَ.قَالَ: ((عَلَيْكَ بِالصَّعِيْدِ، فَإِنَّهُ يَكْفِيْكَ))۔ ثُمَّ سَارَ النَّبِيُّ ﷺ فَاشْتَكَى إِلَيْهِ النَّاسُ مِنَ الْعَطَشِ فَنَزَلَ، فَدَعَا فُلَانًا ـ كَانَ يُسَمِّيْهِ أَبُوْ رَجَاءٍ نَسِيَهُ عَوْفٌ۔ وَدَعَا

(۳۴۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے، کہ کہا ہم سے عوف نے، کہ کہا ہم سے ابورجاء نے عمران کے حوالہ سے، انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ ہم رات بھر چلتے رہے اور جب رات کا آخری حصہ آیا تو ہم نے پڑاؤ ڈالا اور مسافر کے لئے اس وقت کے پڑاؤ سے زیادہ مرغوب اور کوئی چیز نہیں ہوتی (پھر ہم اس طرح غافل ہو کر سو گئے) کہ ہمیں سورج کی گرمی کے سوا کوئی چیز بیدار نہ کر سکی۔ سب سے پہلے بیدار ہونے والا شخص فلاں تھا، پھر فلاں پھر فلاں۔ ابو رجاء نے سب کے نام لئے لیکن عوف کو یہ نام یاد نہیں رہے۔ پھر چوتھے نمبر پر جاگنے والے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے اور جب نبی کریم ﷺ آرام فرماتے تو ہم آپ کو جگاتے نہیں تھے۔ یہاں تک کہ آپ خود بخود بیدار ہوں۔ کیونکہ ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ پر خواب میں کیا تازہ وحی آتی ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جاگ گئے اور یہ آمدہ آفت دیکھی اور وہ ایک نڈر دل والے آدمی تھے۔ پس زور زور سے تکبیر کہنے لگے۔ اسی طرح باآواز بلند، آپ اس وقت تک تکبیر کہتے رہے جب تک کہ نبی کریم ﷺ ان کی آواز سے بیدار نہ ہو گئے۔ تو لوگوں نے پیش آمدہ مصیبت کے متعلق آپ ﷺ سے شکایت کی۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ "کوئی حرج نہیں سفر شروع کرو۔" پھر آپ تھوڑی دور چلے، اس کے بعد آپ ٹھہر گئے اور وضو کا پانی طلب فرمایا اور وضو کیا، اور اذان کہی گئی۔ پھر آپ نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نماز پڑھانے سے فارغ ہوئے تو ایک شخص پر آپ کی نظر پڑی جو الگ کنارے پر کھڑا ہوا تھا اور اس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ "اے فلاں! تمہیں لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہونے سے کونسی چیز نے روکا۔" اس نے جواب دیا کہ مجھے غسل کی حاجت ہو گئی اور پانی موجود نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "پاک مٹی سے کام نکال لو۔ یہی تجھ کو کافی ہے۔" پھر نبی کریم ﷺ نے سفر شروع کیا تو لوگوں نے پیاس کی شکایت کی۔ آپ پھر ٹھہر گئے اور فلاں (یعنی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ) کو بلایا۔ ابورجاء رضی اللہ عنہ نے ان کا نام لیا تھا لیکن عوف

عَلِيًّا فَقَالَ: ((اذْهَبَا فَابْتَغِيَا الْمَاءَ)). فَانْطَلَقَا فَتَلَقَّيَا امْرَأَةً بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ۔ أَوْ سَطِيْحَتَيْنِ۔ مِنْ مَاءٍ عَلَى بَعِيْرٍ لَهَا، فَقَالَا لَهَا أَيْنَ الْمَاءُ؟ قَالَتْ: عَهْدِيْ بِالْمَاءِ أَمْسِ هَذِهِ السَّاعَةَ، وَنَفَرُنَا خُلُوْفًا. قَالَا لَهَا انْطَلِقِيْ إِذًا. قَالَتْ: إِلَى أَيْنَ؟ قَالَا: إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. قَالَتِ: الَّذِيْ يُقَالُ لَهُ: الصَّابِيْءُ قَالَا: هُوَ الَّذِيْ تَعْنِيْنَ فَانْطَلِقِيْ. فَجَاءَا بِهَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَحَدَّثَاهُ الْحَدِيْثَ قَالَ: فَاسْتَنْزَلُوْهَا عَنْ بَعِيْرِهَا وَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِإِنَاءٍ، فَفَرَّغَ فِيْهِ مِنْ أَفْوَاهِ الْمَزَادَتَيْنِ۔ أَوِ السَّطِيْحَتَيْنِ۔ وَأَوْكَأَ أَفْوَاهَهُمَا، وَأَطْلَقَ الْعَزَالِيَ، وَنُوْدِيَ فِي النَّاسِ: اسْقُوْا وَاسْتَقُوْا. فَسَقَى مَنْ سَقَى، وَاسْتَقَى مَنْ شَاءَ، وَكَانَ آخِرَ ذَاكَ أَنْ أَعْطَى الَّذِيْ أَصَابَتْهُ الْجَنَابَةُ إِنَاءً مِنْ مَاءٍ قَالَ: ((اذْهَبْ، فَأَفْرِغْهُ عَلَيْكَ)) وَهِيَ قَائِمَةٌ تَنْظُرُ إِلَى مَا يُفْعَلُ بِمَاءِ هَا، وَأَيْمُ اللّٰهِ لَقَدْ أُقْلِعَ عَنْهَا، وَإِنَّهُ لَيُخَيَّلُ إِلَيْنَا أَنَّهَا أَشَدُّ مِلْئَةً مِنْهَا حِيْنَ ابْتَدَأَ فِيْهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اجْمَعُوْا لَهَا)). فَجَمَعُوْا لَهَا مِنْ بَيْنِ عَجْوَةٍ وَدَقِيْقَةٍ وَسَوِيْقَةٍ، حَتَّى جَمَعُوْا لَهَا طَعَامًا، فَجَعَلُوْهُ فِيْ ثَوْبٍ، وَحَمَلُوْهَا عَلَى بَعِيْرِهَا، وَوَضَعُوْا الثَّوْبَ بَيْنَ يَدَيْهَا قَالَ لَهَا: ((تَعْلَمِيْنَ مَا رَزِئْنَا مِنْ مَائِكِ شَيْئًا، وَلَكِنَّ اللّٰهَ هُوَ الَّذِيْ أَسْقَانَا)). فَأَتَتْ أَهْلَهَا، وَقَدِ احْتَبَسَتْ عَنْهُمْ قَالُوْا: مَا حَبَسَكِ يَا فُلَانَةُ؟ قَالَتِ: الْعَجَبُ، لَقِيَنِيْ رَجُلَانِ فَذَهَبَا بِيْ إِلَى هَذَا

کو یاد نہیں رہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی طلب فرمایا ان دونوں سے آپ نے فرمایا ''کہ جاؤ پانی تلاش کرو'' یہ دونوں نکلے۔ راستہ میں ایک عورت ملی جو پانی کی دو پکھالیں (مشکیں) اپنے اونٹ پر لٹکائے ہوئے بیچ میں سوار ہو کر جا رہی تھی۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ پانی کہاں ملتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ کل اسی وقت میں پانی پر موجود تھی (یعنی پانی اتنی دور ہے کہ کل میں اسی وقت وہاں سے پانی لے کر چلی تھی آج یہاں پہنچی ہوں) اور ہمارے قبیلہ کے مرد لوگ پیچھے رہ گئے ہیں۔ انہوں نے اس سے کہا: اچھا ہمارے ساتھ چلو۔ اس نے پوچھا: کہاں چلوں؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں۔ اس نے کہا، اچھا وہی جن کو لوگ صابی کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا، یہ وہی ہیں، جسے تم کہہ رہی ہو، اچھا اب چلو! آخر یہ دونوں حضرات اس عورت کو آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارک میں لائے۔ اور سارا واقعہ بیان کیا۔ عمران نے کہا کہ لوگوں نے اسے اونٹ سے اتار لیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ایک برتن طلب فرمایا۔ اور دونوں پکھالوں یا مشکیزوں کے منہ اس برتن میں کھول دیئے۔ پھر ان کا اوپر کا منہ بند کر دیا۔ اس کے بعد نیچے کا منہ کھول دیا اور تمام لشکریوں میں منادی کر دی گئی کہ خود بھی سیر ہو کر پانی پئیں اور اپنے تمام جانوروں کو بھی پلا لیں۔ پس جس نے چاہا پانی پیا اور پلایا (اور سب سیر ہو گئے) آخر میں اس شخص کو بھی ایک برتن میں پانی دیا جسے غسل کی ضرورت تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لے جا اور غسل کر لے۔'' وہ عورت کھڑی دیکھ رہی تھی کہ اس کے پانی سے کیا کیا کام لئے جا رہے ہیں اور خدا کی قسم! جب پانی لیا جانا ان سے بند ہوا، تو ہم دیکھ رہے تھے کہ اب مشکیزوں میں پانی پہلے سے بھی زیادہ موجود تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کچھ اس کے لئے (کھانے کی چیز) جمع کرو۔'' لوگوں نے اس کے لئے عمدہ قسم کی کھجور (عجوہ) آٹا اور ستو اکٹھا کیا۔ یہاں تک کہ بہت سارا کھانا اس کے لئے جمع ہو گیا۔ تو اسے لوگوں نے ایک کپڑے میں رکھا اور عورت کو اونٹ پر سوار کر کے اس کے سامنے وہ کپڑا رکھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ ''تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے تمہارے پانی میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں سیراب

الرَّجُلِ الَّذِيْ يُقَالُ لَهُ: الصَّابِيءُ، فَفَعَلَ كَذَا وَكَذَا، فَوَاللَّهِ! إِنَّهُ لَأَسْحَرُ النَّاسِ مِنْ بَيْنِ هَذِهِ وَهَذِهِ. وَقَالَتْ بِإِصْبَعَيْهَا الْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةِ، فَرَفَعَتْهُمَا إِلَى السَّمَاءِ- تَعْنِي السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ أَوْ إِنَّهُ لَرَسُوْلُ اللَّهِ حَقًّا، فَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَ [ذَلِكَ] يُغِيْرُوْنَ عَلَى مَنْ حَوْلَهَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، وَلَا يُصِيْبُوْنَ الصِّرْمَ الَّذِيْ هِيَ مِنْهُ، فَقَالَتْ يَوْمًا لِقَوْمِهَا: مَا أُرَى أَنَّ هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ قَدْ يَدَعُوْنَكُمْ عَمْدًا، فَهَلْ لَكُمْ فِي الْإِسْلَامِ؟ فَأَطَاعُوْهَا فَدَخَلُوْا فِي الْإِسْلَامِ.

کر دیا۔" پھر وہ اپنے گھر آئی، دیر کافی ہو چکی تھی اس لئے گھر والوں نے پوچھا کہ اے فلانی! کیوں اتنی دیر ہوئی؟ اس نے کہا، ایک عجیب بات ہوئی وہ یہ کہ مجھے دو آدمی ملے اور وہ مجھے اس شخص کے پاس لے گئے جسے لوگ صابی کہتے ہیں۔ وہاں اس طرح کا واقعہ پیش آیا، خدا کی قسم! وہ تو اس کے اور اس کے درمیان سب سے بڑا جادوگر ہے اور اس نے بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر اشارہ کیا اس کی مراد آسمان اور زمین سے تھی۔ یا پھر وہ واقعی اللہ کا رسول ہے۔ اس کے بعد مسلمان اس قبیلہ کے دور و نزدیک کے مشرکین پر حملے کیا کرتے تھے۔ لیکن اس گھرانے کو جس سے اس عورت کا تعلق تھا کوئی نقصان نہیں پہنچاتے تھے۔ یہ اچھا برتاؤ دیکھ کر ایک دن اس عورت نے اپنی قوم سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ تمہیں جان بوجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ تو کیا تمہیں اسلام کی طرف کچھ رغبت ہے؟ قوم نے عورت کی بات مان لی اور اسلام لے آئی۔

قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: صَبَأَ: خَرَجَ مِنْ دِيْنٍ إِلَى غَيْرِهِ وَقَالَ: أَبُو الْعَالِيَةِ: الصَّابِئِيْنَ فِرْقَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ يَقْرَؤُوْنَ الزَّبُوْرَ، أَصْبُ: أَمِلْ.

[طرفاه في: ۳٤۸، ۳۵۷۱] [مسلم: ۱۵٦۳]

حضرت ابو عبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صَبَأَ کا معنی ہے اپنا دین چھوڑ کر دوسرے کے دین میں چلا گیا اور ابو العالیہ نے کہا ہے کہ صابئین اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے جو زبور پڑھتے ہیں اور سورہ یوسف میں جو أَصْبُ کا لفظ ہے وہاں بھی اس کے معنی أَمِلْ کے ہیں۔

تشریح: یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ یا الٰہی! اگر تو مجھے نہ بچائے گا تو میں ان عورتوں کی طرف جھک جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا پس لفظ صابی اسی سے بنا ہے جس کے معنی دوسری طرف جھک جانے کے ہیں۔ تشریح سفر مذکور کون سا سفر تھا؟ بعض نے اسے سفر خیبر، بعض نے سفر حدیبیہ بعض نے سفر تبوک اور بعض نے طریق مکہ کا سفر قرار دیا ہے۔ بہر حال ایک سفر تھا جس میں یہ واقعہ پیش آیا۔ چونکہ تکان غالب تھی اور پچھلی رات، پھر اس وقت ریگستان عرب کی میٹھی ٹھنڈی ہوائیں، نتیجہ یہ ہوا کہ سب کو نیند آ گئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سو گئے۔ حتیٰ کہ سورج نکل آیا، اور مجاہدین جاگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حال دیکھا تو زور زور سے نعرہ تکبیر بلند کرنا شروع کیا تا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ بھی کھل جائے۔ چنانچہ آپ بھی جاگ اٹھے اور آپ نے لوگوں کو تسلی دلائی کہ جو ہوا اللہ کے حکم سے ہوا فکر کی کوئی بات نہیں۔ پھر آپ نے وہاں سے کوچ کا حکم دیا اور تھوڑی دور آگے بڑھ کر پھر پڑاؤ کیا گیا اور آپ نے وہاں اذان کہلوا کر جماعت سے نماز پڑھائی اور نماز کے بعد ایک شخص کو علیحدہ بیٹھے ہوئے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کو غسل کی حاجت ہوگئی ہے اور وہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اس حالت میں تجھ کو مٹی پر تیمم کر لینا کافی تھا۔ ترجمۃ الباب اسی جگہ سے ثابت ہوتا ہے بعد میں آپ نے پانی کی تلاش میں حضرت علی اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کو مقرر فرمایا اور انہوں نے اس مسافر عورت کو دیکھا کہ پانی کی پکھالیں اونٹ پر لٹکائے ہوئے جا رہی ہے۔ وہ اس کو بلا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے، ان کی نیت ظلم و برائی کی نہ تھی بلکہ عورت سے قیمت سے پانی حاصل کرنا یا اس سے پانی کے متعلق معلومات حاصل کرنا تھا۔ آپ نے اس کی پکھالوں کے منہ کھلوا دیئے اور ان میں اپنا ریق مبارک ڈالا جس کی برکت سے وہ پانی اس قدر زیادہ ہو گیا کہ مجاہدین اور ان کے جانور سب سیراب ہو گئے اور اس جنبی شخص کو غسل کے لئے بھی پانی دیا گیا۔

اس کے بعد آپ نے پکھالوں کے منہ بند کرا دیئے اور وہ پانی سے بالکل لبریز تھیں۔ ان میں ذرا بھی پانی کم نہیں ہوا تھا۔ آپ نے احسان کے بدلے احسان کے طور پر اس عورت کے لئے کھانا غلہ صحابہ کرام سے جمع کرایا اور اس کو عزت واحترام کے ساتھ رخصت کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں آگے چل کر اس عورت اور اس کے قبیلہ والوں نے اسلام قبول کر لیا۔

امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس روایت کی نقل سے یہ ہے کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں مٹی پر تیمم کر لینا وضو اور غسل ہر دو کی جگہ کافی ہے۔

بَابٌ: إِذَا خَافَ الْجُنُبُ عَلَى نَفْسِهِ الْمَرَضَ أَوِ الْمَوْتَ أَوْ خَافَ الْعَطَشَ تَيَمَّمَ

باب: اس بارے میں کہ جب جنبی کو (غسل کی وجہ سے) مرض بڑھ جانے کا یا موت ہونے کا یا (پانی کے کم ہونے کی وجہ سے) پیاس کا ڈر ہو تو تیمم کر لے

وَيُذْكَرُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ أَجْنَبَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فَتَيَمَّمَ وَتَلَا: ﴿وَلَا تَقْتُلُوٓا أَنفُسَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾ [النساء:٢٩] فَذُكِرَ ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يُعَنِّفْ.

کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ایک جاڑے کی رات میں غسل کی حاجت ہوئی۔ تو آپ نے تیمم کر لیا اور یہ آیت تلاوت کی: ''اپنی جانوں کو ہلاک نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر بڑا مہربان ہے۔'' پھر اس کا ذکر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہوا تو آپ نے ان کو کوئی ملامت نہیں فرمائی۔

تشریح: آیت کریمہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے اسلام میں بڑی بڑی آسانیاں معلوم ہوتی ہیں۔ مگر صد افسوس کہ نام نہاد علما وفقہا نے دین کو ایک ہوا بنا کر رکھ دیا ہے۔

٣٤٥ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ غُنْدَرٌ ـ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ أَبُو مُوسَى لِعَبْدِاللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ: إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ لَا يُصَلِّيْ. قَالَ عَبْدُاللَّهِ: نَعَمْ إِنْ لَمْ أَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا لَمْ أُصَلِّ لَوْ رَخَّصْتُ لَهُمْ فِي هَذَا، كَانَ إِذَا وَجَدَ أَحَدُهُمُ الْبَرْدَ قَالَ هَكَذَا يَعْنِي تَيَمَّمَ وَصَلَّى، قَالَ: قُلْتُ: فَأَيْنَ قَوْلُ عَمَّارٍ لِعُمَرَ؟ قَالَ: إِنِّي لَمْ أَرَ عُمَرَ قَنِعَ بِقَوْلِ عَمَّارٍ. [طرفه في:٣٣٨] مسلم: ٨١٨، ٨١٩؛ ابوداود: ٣٢١؛ نسائي: ٣١٩]

(٣٤٥) ہم سے بشر بن خالد نے بیان کیا، کہا مجھ کو محمد نے خبر دی جو غندر کے نام سے مشہور ہیں، شعبہ کے واسطہ سے، وہ سلیمان سے نقل کرتے ہیں اور وہ ابو وائل سے کہ ابوموسیٰ نے عبداللہ بن مسعود سے کہا کہ اگر (غسل کی حاجت ہو اور) پانی نہ ملے تو کیا نماز نہ پڑھی جائے۔ عبداللہ نے فرمایا: ہاں! (اگر مجھے ایک مہینہ تک بھی پانی نہ ملے گا تو میں نماز نہ پڑھوں گا۔ اگر اس میں لوگوں کو اجازت دے دی جائے تو سردی معلوم کر کے بھی لوگ تیمم سے نماز پڑھ لیں گے۔ ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قول کا کیا جواب ہوگا۔ بولے کہ مجھے تو نہیں معلوم ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ عمار رضی اللہ عنہ کی بات سے مطمئن ہو گئے تھے۔

٣٤٦ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: سَمِعْتُ

(٣٤٦) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، کہا ہم سے میرے والد حفص بن غیاث نے، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ میں نے شقیق بن

شَقِيقَ بْنَ سَلَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِاللَّهِ وَأَبِي مُوْسَى فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوْسَى: أَرَأَيْتَ يَا أَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ إِذَا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدْ مَاءً، كَيْفَ يَصْنَعُ؟ فَقَالَ عَبْدُاللَّهِ: لَا يُصَلِّيْ حَتَّى يَجِدَ الْمَاءَ. فَقَالَ أَبُو مُوْسَى: فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِقَوْلِ عَمَّارٍ حِيْنَ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((كَانَ يَكْفِيْكَ؟)) قَالَ: أَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِذَلِكَ مِنْهُ؟ فَقَالَ أَبُو مُوْسَى: فَدَعْنَا مِنْ قَوْلِ عَمَّارٍ، كَيْفَ تَصْنَعُ بِهَذِهِ الْآيَةِ؟ فَمَا دَرَى عَبْدُاللَّهِ مَا يَقُوْلُ، فَقَالَ: إِنَّا لَوْ رَخَّصْنَا لَهُمْ فِيْ هَذَا لَأَوْشَكَ إِذَا بَرَدَ عَلَى أَحَدِهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَدَعَهُ وَيَتَيَمَّمَ، فَقُلْتُ لِشَقِيْقٍ: فَإِنَّمَا كَرِهَ عَبْدُاللَّهِ لِهَذَا؟ قَالَ: نَعَمْ. [راجع:٣٣٨، ٣٤٥]

سلمہ سے سنا، انہوں نے کہا میں عبداللہ (بن مسعود) اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کی خدمت میں تھا، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ابوعبدالرحمٰن آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر کسی کو غسل کی حاجت ہو اور پانی نہ ملے تو وہ کیا کرے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے نماز نہ پڑھنی چاہیے۔ جب تک اسے پانی نہ مل جائے۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر عمار کی اس روایت کا کیا ہوگا جب کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا تھا کہ تمہیں صرف (ہاتھ اور منہ کا تیمم) کافی تھا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم عمر کو نہیں دیکھتے کہ وہ عمار کی اس بات پر مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ پھر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا عمار رضی اللہ عنہ کی بات کو چھوڑو لیکن اس آیت کیا کیا جواب دو گے (جس میں جنابت میں تیمم کرنے کی واضح اجازت موجود ہے) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ صرف یہ کہا کہ اگر ہم اس کی بھی لوگوں کو اجازت دے دیں تو ان کا حال یہ ہو جائے گا کہ اگر کسی کو پانی ٹھنڈا معلوم ہوا تو اسے چھوڑ دیا کرے گا۔ اور تیمم کر لیا کرے گا۔ (اعمش کہتے ہیں کہ) میں نے شقیق سے کہا کہ گویا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے یہ صورت ناپسند کی تھی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔

تشریح: قرآنی آیت: ﴿أَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ﴾ (٥/ المائدۃ:٦) سے صاف طور پر جنبی کے لئے تیمم کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ یہاں لمس سے جماع مراد ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ آیت سن کر کوئی جواب نہ دے سکے۔ ہاں ایک مصلحت کا ذکر فرمایا۔ مسند ابن ابی شیبہ میں ہے کہ بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے اس خیال سے رجوع فرمالیا تھا اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے قول سے رجوع فرمالیا تھا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس پر تمام امت کا اجماع ہے کہ جنبی اور حائضہ اور نفاس والی سب کے لئے تیمم درست ہے جب وہ پانی نہ پائیں یا بیمار ہوں کہ پانی کے استعمال سے بیماری بڑھنے کا خطرہ ہو یا وہ حالت سفر میں ہوں اور پانی نہ پائیں تو تیمم کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ عمار رضی اللہ عنہ والا واقعہ یاد نہیں رہا تھا۔ حالانکہ وہ سفر میں عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ مگر ان کو شک رہا۔ مگر عمار رضی اللہ عنہ کا بیان درست تھا اس لئے ان کی روایت پر سارے علما نے فتویٰ دیا کہ جنبی کے لئے تیمم جائز ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے خیالوں کو چھوڑ دیا گیا۔ جب صحیح حدیث کے خلاف ایسے جلیل القدر صحابہ کرام کا قول چھوڑا جا سکتا ہے تو امام یا مجتہد کا قول خلاف حدیث کیونکر قابل تسلیم ہوگا۔ اسی لئے ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمادیا کہ "اذا صح الحدیث فهو مذهبی۔" صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔ پس میرا جو قول صحیح حدیث کے خلاف پاؤ اسے چھوڑ دینا اور حدیث صحیح پر عمل کرنا۔ رحمۃ اللہ علیہ آمین

بَابٌ: اَلتَّيَمُّمُ ضَرْبَةٌ

باب: اس بارے میں کہ تیمم میں ایک ہی دفعہ مٹی پر ہاتھ مارنا کافی ہے

٣٤٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا

(٣٤٧) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہمیں ابومعاویہ نے خبر دی

أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِاللّٰهِ وَأَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى: لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَجْنَبَ، فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا، أَمَا كَانَ يَتَيَمَّمُ وَيُصَلِّي؟ قَالَ: فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ: لَا يَتَيَمَّمُ وَإِنْ كَانَ لَمْ يَجِدْ شَهْرًا، فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى: فَكَيْفَ تَصْنَعُونَ بِهٰذِهِ الْآيَةِ فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَآءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ [المائدة:٦] فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ: لَوْ رُخِّصَ فِي هٰذَا لَهُمْ لَأَوْشَكُوا إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَتَيَمَّمُوا الصَّعِيدَ. قُلْتُ: وَإِنَّمَا كَرِهْتُمْ هٰذَا لِذَا؟ قَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ أَبُو مُوسَى: أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي حَاجَةٍ فَأَجْنَبْتُ، فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ، فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَصْنَعَ هٰكَذَا)). وَضَرَبَ بِكَفِّهِ ضَرْبَةً عَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ نَفَضَهَا، ثُمَّ مَسَحَ بِهَا ظَهْرَ كَفِّهِ بِشِمَالِهِ، أَوْ ظَهْرَ شِمَالِهِ بِكَفِّهِ، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: أَفَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ؟ وَزَادَ يَعْلَى، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَ أَبُو مُوسَى: أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَنِي أَنَا وَأَنْتَ فَأَجْنَبْتُ فَتَمَعَّكْتُ بِالصَّعِيدِ، فَأَتَيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ: ((إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هٰكَذَا))

اعمش سے، انہوں نے شقیق سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر ایک شخص کو غسل کی حاجت ہو اور مہینہ بھر پانی نہ پائے تو کیا وہ تیمم کر کے نماز نہ پڑھے؟ شقیق کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ تیمم نہ کرے اگرچہ وہ ایک مہینہ تک پانی نہ پائے (اور نماز موقوف رکھے) ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ پھر سورۂ مائدہ کی اس آیت کا کیا مطلب ہوگا؟ ''اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی پر تیمم کرلو۔'' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بولے کہ اگر لوگوں کو اس کی اجازت دے دی جائے تو جلد ہی یہ حال ہو جائے گا کہ جب ان کو پانی ٹھنڈا معلوم ہوگا تو وہ مٹی سے تیمم ہی کرلیں گے۔ اعمش نے کہا میں نے شقیق سے کہا تو تم نے جنبی کے لئے تیمم اس لئے برا جانا۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا آپ کو حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ قول معلوم نہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے کسی کام کے لئے بھیجا تھا۔ سفر میں مجھے غسل کی ضرورت ہوگئی۔ لیکن پانی نہیں ملا۔ اس لئے میں مٹی میں جانور کی طرح لوٹ پوٹ لیا۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تمہارے لئے صرف اتنا اتنا کرنا کافی تھا۔'' اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر ایک مرتبہ مارا پھر ان کو جھاڑ کر بائیں ہاتھ سے داہنے کی پشت کو مل لیا یا بائیں ہاتھ کا داہنے ہاتھ سے مسح کیا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے چہرے کا مسح کیا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا کہ آپ عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھتے کہ انہوں نے عمار رضی اللہ عنہ کی بات پر قناعت نہیں کی تھی۔ اور یعلی بن عبید نے اعمش کے واسطہ سے شقیق سے روایت میں یہ زیادتی کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں عبداللہ اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں تھا اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ آپ نے عمر رضی اللہ عنہ سے عمار رضی اللہ عنہ کا یہ قول نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور آپ کو بھیجا۔ پس مجھے غسل کی حاجت ہوگئی اور میں مٹی میں لوٹ پوٹ لیا۔ پھر میں رات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے صورت حال کے

وَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ وَاحِدَةً. [راجع: ٣٣٨، ٣٤٥] متعلق ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ "تمہیں صرف اتنا ہی کافی تھا" اور اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کا ایک ہی مرتبہ مسح کیا۔

تشریح: ابوداؤد کی روایت میں صاف مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے تیمم کا طریقہ بتلاتے ہوئے پہلے بائیں ہتھیلی کو دائیں ہتھیلی اور پہنچوں پر مارا پھر دائیں کو بائیں پر مارا اس طرح دونوں پہنچوں پر مسح کر کے پھر منہ پر پھیر لیا۔ بس یہی تیمم ہے اور یہی راجح ہے۔

علمائے محققین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ دوبار کی روایتیں سب ضعیف ہیں۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ حدیث عمار رواہ الترمذی کے تحت فرماتے ہیں:

"والحديث يدل على ان التيمم ضربة واحدة للوجه والكفين وقد ذهب الى ذالك عطاء و مكحول والاوزاعى واحمد بن حنبل واسحاق والصادق والامامية قال فى الفتح: ونقله ابن المنذر عن جمهور العلماء و اختاره وهو قول عامة اهل الحديث" (نيل الاوطار)

یعنی یہ حدیث دلیل ہے کہ تیمم میں صرف ایک ہی مرتبہ ہاتھوں کو مٹی پر مارنا کافی ہے اور جمہور علماء و جملہ محدثین رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے۔

بَابٌ:

٣٤٨- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَوْفٌ، عَنْ أَبِي رَجَاءٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ الْخُزَاعِيُّ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ رَأَى رَجُلاً مُعْتَزِلاً لَمْ يُصَلِّ فِي الْقَوْمِ، فَقَالَ: ((يَا فُلاَنُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ فِي الْقَوْمِ)) فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ وَلاَ مَاءَ. قَالَ: ((عَلَيْكَ بِالصَّعِيْدِ فَإِنَّهُ يَكْفِيْكَ)). [راجع: ٣٤٤] [نسائي: ٣٤٨]

باب:

(۳۴۸) ہم سے عبدان نے حدیث بیان کی، کہا ہمیں عبداللہ نے خبر دی، کہا ہمیں عوف نے ابورجاء سے خبر دی، کہا کہ ہم سے کہا عمران بن حصین خزاعی رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ الگ کھڑا ہوا ہے اور لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہو رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اے فلاں! تمہیں لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روک دیا۔" اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے غسل کی ضرورت ہوگئی اور پانی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر تم کو پاک مٹی سے تیمم کرنا ضروری تھا، پس وہ تمہارے لئے کافی ہوتا۔"

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الصَّلَاةِ

نماز کے احکام ومسائل

بَابٌ: كَيْفَ فُرِضَتِ الصَّلَاةُ فِي الْإِسْرَاءِ

باب: اس بارے میں کہ شب معراج میں نماز کس طرح فرض ہوئی؟

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: حَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ فِي حَدِيْثِ هِرَقْلَ فَقَالَ: يَأْمُرُنَا۔ يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ ۔ بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ. [راجع:٧]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم سے ابوسفیان بن حرب نے بیان کیا حدیث ہرقل کے سلسلہ میں، کہا کہ وہ یعنی نبی کریم ﷺ ہمیں نماز پڑھنے، سچائی اختیار کرنے اور حرام سے بچے رہنے کا حکم دیتے ہیں۔

تشریح: سید الفقہاء والمحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مسائل طہارت بیان فرما چکے ہیں لہٰذا اب مسائل نماز کے لئے کتاب الصلوٰۃ کی ابتدا فرمائی۔ صلوٰۃ ہر وہ عبادت ہے جو اللہ کی عظمت اور اس کی خشیت کے پیش نظر کی جائے۔ کائنات کی ہر مخلوق اللہ کی عبادت کرتی ہے جس پر لفظ صلوٰۃ ہی بولا گیا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے: ﴿ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيْحَهُ ﴾ (۲۴/ النور:۴۱) ہر مخلوق کو اپنے طریقے پر نماز پڑھنے اور اللہ کی تسبیح بیان کرنے کا طریقہ معلوم ہے۔ ایک آیت میں ہے: ﴿ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ﴾ (۱۷/ الاسراء:۴۴) ''ہر ایک چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے، لیکن اے انسانو! تم ان کی تسبیح نہیں سمجھ سکتے۔''

''قال النووی فی شرح مسلم: اختلف العلماء فی اصل الصلاۃ فقیل ھی الدعاء لاشتمالھا علیہ وھذا قول جماھیر اھل العربیۃ والفقھاء وغیرھم۔'' (نیل)

یعنی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ علما نے صلوٰۃ کی اصل میں اختلاف کیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ صلوٰۃ کی **اصل حقیقت** دعا ہے۔ جمہور اہل عرب اور فقہاء وغیرہم کا یہی قول ہے۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: '' واشتقاقھا من الصلی '' یعنی یہ لفظ صلی سے مشتق ہے۔ صلی کسی ٹیڑھی لکڑی کو آگ میں تپا کر سیدھا کرنا۔ پس نمازی بھی اسی طرح نماز پڑھنے سے سیدھا ہو جاتا ہے اور جو شخص نماز کی آگ میں تپ کر سیدھا ہو گیا وہ اب دوزخ کی آگ میں داخل نہ کیا جائے گا۔'' وھی صلۃ بین العبد وربہ'' یہ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان ملنے کا ایک ذریعہ ہے جو عبادات نفسانی اور بدنی طہارت اور ستر عورت اور مال خرچ کرنے اور کعبہ کی طرف متوجہ ہونے اور عبادت کے لئے بیٹھنے اور جوارح سے اظہار خشوع کرنے اور دل سے نیت کو خالص کرنے اور شیطان سے جہاد کرنے اور اللہ عزوجل سے مناجات کرنے اور قرآن شریف پڑھنے اور کلمہ شہادتین کو زبان پر لانے اور نفس کو جملہ پاک حلال چیزوں سے ہٹا کر ایک یاد الٰہی پر لگا دینے وغیرہ وغیرہ کا نام ہے۔ لغوی حیثیت سے صلوٰۃ دعا پر بولا گیا ہے اور شرعی طور پر کچھ اقوال اور افعال ہیں جو تکبیر تحریمہ سے شروع کئے جاتے ہیں اور تسلیم یعنی سلام پھیرنے پر ختم ہوتے ہیں۔ بندوں کی صلوٰۃ اللہ کے سامنے جھکنا، نماز پڑھنا اور فرشتوں کی صلوٰۃ اللہ کی

عبادت کے ساتھ مؤمنین کے لئے دعائے استغفار کرنا اور اللہ پاک کی صلوٰۃ اپنی مخلوقات پر نظر رحمت فرمانا۔ حدیث معراج میں آیا ہے کہ آپ جب ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے تو آپ سے کہا گیا کہ ذرا ٹھہریئے آپ کا رب ابھی صلوٰۃ میں مصروف ہے یعنی اس صلوٰۃ میں جو اس کی شان کے لائق ہے۔

نماز (عبادت) ہر مذہب ہر شریعت ہر دین میں تھی، اسلام نے اس کا ایک ایسا جامع مفید ترین طریقہ پیش کیا ہے کہ جس سے زیادہ بہتر اور جامع طریقہ ممکن نہیں ہے۔ کلمہ طیبہ کے بعد یہ اسلام کا اولین رکن ہے جسے قائم کرنا دین کو قائم کرنا ہے اور جسے چھوڑ دینا دین کی عمارت کو گرا دینا ہے، نماز کے بے شمار فوائد ہیں جو اپنے اپنے مقامات پر بیان کئے جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

٣٤٩ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ أَبُو ذَرٍّ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ عليه السلام فَفَرَجَ صَدْرِي، ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَإِيمَانًا، فَأَفْرَغَهُ فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ، فَلَمَّا جِئْتُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ: افْتَحْ. قَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا جِبْرِيلُ قَالَ: هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، مَعِي مُحَمَّدٌ ﷺ فَقَالَ: أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَلَمَّا فُتِحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا، فَإِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلَى يَمِينِهِ أَسْوِدَةٌ وَعَلَى يَسَارِهِ أَسْوِدَةٌ، إِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ لِجِبْرِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا آدَمُ، وَهَذِهِ الأَسْوِدَةُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيهِ، فَأَهْلُ الْيَمِينِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ، وَالأَسْوِدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ، فَإِذَا نَظَرَ عَنْ يَمِينِهِ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى، حَتَّى عَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَقَالَ لِخَازِنِهَا:

(۳۴۹) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے یونس کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے فرمایا کہ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "میرے گھر کی چھت کھول دی گئی، اس وقت میں مکہ میں تھا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام اترے اور انہوں نے میرا سینہ چاک کیا، پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا۔ پھر ایک سونے کا طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اس کو میرے سینے میں رکھ دیا، پھر سینے کو جوڑ دیا، پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آسمان کی طرف لے کر چلے۔ جب میں پہلے آسمان پر پہنچا تو جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ سے کہا: کھولو! اس نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ جواب دیا کہ جبرئیل، پھر انہوں نے پوچھا: کیا آپ کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ جواب دیا: ہاں میرے ساتھ محمد (ﷺ) ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا ان کے بلانے کے لیے آپ کو بھیجا گیا تھا؟ کہا: جی ہاں! پھر جب انہوں نے دروازہ کھولا تو ہم پہلے آسمان پر چڑھ گئے، وہاں ہم نے ایک شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ان کے داہنی طرف کچھ لوگوں کے جھنڈ تھے اور کچھ جھنڈ بائیں طرف تھے۔ جب وہ اپنی داہنی طرف دیکھتے تو مسکراتے اور جب بائیں طرف نظر کرتے تو روتے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا: آؤ! اچھے آئے ہو، صالح نبی اور صالح بیٹے! میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں اور ان کے دائیں بائیں جو جھنڈ ہیں یہ ان کے بیٹوں کی روحیں ہیں۔ جو جھنڈ دائیں طرف ہیں وہ جنتی ہیں اور بائیں طرف کے جھنڈ دوزخی روحیں ہیں۔ اس لیے جب وہ اپنے دائیں طرف دیکھتے ہیں تو خوشی سے مسکراتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو (رنج سے) روتے ہیں۔ پھر جبرئیل علیہ السلام مجھے لے کر دوسرے آسمان تک پہنچے اور اس کے

افْتَحْ، فَقَالَ لَهُ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُ فَفُتِحَ)) قَالَ أَنَسٌ: فَذَكَرَ: أَنَّهُ وَجَدَ فِي السَّمٰوَاتِ آدَمَ، وَإِدْرِيسَ، وَمُوسَى، وَعِيسَى، وَإِبْرَاهِيمَ، وَلَمْ يُثْبِتْ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ، غَيْرَ أَنَّهُ ذَكَرَ: أَنَّهُ وَجَدَ آدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا، وَإِبْرَاهِيمَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيلُ عليه السلام بِالنَّبِيِّ ﷺ بِإِدْرِيسَ، ((قَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ. فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا إِدْرِيسُ، ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوسَى، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ. قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا مُوسَى ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيسَى، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ، قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا عِيسَى ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ، قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا إِبْرَاهِيمُ)). قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ: أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا حَبَّةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُولَانِ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((ثُمَّ عُرِجَ بِي حَتَّى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى أَسْمَعُ فِيهِ صَرِيفَ الْأَقْلَامِ)). قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَأَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فَفَرَضَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَى أُمَّتِي خَمْسِينَ صَلَاةً، فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ، حَتَّى مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى، فَقَالَ: مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَكَ عَلَى أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ: فَرَضَ خَمْسِينَ صَلَاةً، فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى قُلْتُ: وَضَعَ شَطْرَهَا فَقَالَ: رَاجِعْ

داروغہ سے کہا: کھولو! اس آسمان کے داروغہ نے بھی پہلے داروغہ کی طرح پوچھا، پھر کھول دیا۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ آپ یعنی نبی ﷺ نے آسمان پر آدم، ادریس، موسیٰ، عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو موجود پایا۔ اور ابوذر رضی اللہ عنہ نے ہر ایک کا ٹھکانہ نہیں بیان کیا۔ البتہ اتنا بیان کیا کہ آپ ﷺ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پہلے آسمان پر پایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ''جب جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے ساتھ ادریس علیہ السلام پر گزرے تو انہوں نے فرمایا کہ آؤ اچھے آئے ہو صالح نبی اور صالح بھائی۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جواب دیا کہ یہ ادریس علیہ السلام۔ پھر موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔ انہوں نے فرمایا: آؤ اچھے آئے ہو، صالح نبی اور صالح بھائی۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ موسیٰ ہیں۔ پھر میں عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔ انہوں نے کہا آؤ اچھے آئے ہو صالح نبی اور صالح بھائی۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے بتایا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر میں ابراہیم علیہ السلام تک پہنچا۔ انہوں نے فرمایا: آؤ اچھے آئے ہو، صالح نبی اور صالح بیٹے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔'' ابن شہاب نے کہا کہ مجھے ابوبکر بن حزم نے خبر دی کہ عبداللہ بن عباس اور ابو حبۃ الانصاری رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پھر مجھے جبرئیل علیہ السلام لے کر چڑھے، اب میں اس بلند مقام تک پہنچ گیا جہاں میں نے قلم کی آواز سنی (جو لکھنے والے فرشتوں کی قلموں کی آواز تھی)۔'' ابن حزم نے (اپنے شیخ سے) اور انس بن مالک نے ابوذر سے نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پس اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ میں یہ حکم لے کر واپس لوٹا جب موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کی امت پر اللہ نے کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا کہ پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں ہیں۔ انہوں نے فرمایا: آپ واپس اپنے رب کی بارگاہ میں جایئے۔ کیونکہ آپ کی امت اتنی نمازوں کو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی ہے۔ میں واپس بارگاہ رب العزت میں گیا تو اللہ نے اس میں سے ایک حصہ کم کر دیا، پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا

رَبَّكَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذَالِكَ، فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ: ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ، فَرَاجَعْتُهُ فَقَالَ: هِيَ خَمْسٌ وَهِيَ خَمْسُوْنَ، لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ فَرَجَعْتُ إِلَى مُوْسَى فَقَالَ: رَاجِعْ رَبَّكَ فَقُلْتُ: اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي ثُمَّ انْطَلَقَ بِي حَتَّى انْتَهَى بِي إِلَى السِّدْرَةِ الْمُنْتَهَى، وَغَشِيَهَا أَلْوَانٌ لَا أَدْرِي مَا هِيَ، ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ، فَإِذَا فِيهَا حَبَائِلُ اللُّؤْلُؤِ، وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ)). [طرفاه في: ١٦٣٦، ٣٣٤٢] [مسلم: ٤١٥، ٤١٦؛ نسائي: ٤٤٨، ١٣٩٩]

کہ ایک حصہ کم کر دیا گیا ہے، انہوں نے کہا کہ دوبارہ جائیے کیونکہ آپ کی امت میں اس کے برداشت کی بھی طاقت نہیں ہے۔ پھر میں بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوا۔ پھر ایک حصہ کم ہوا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے رب کی بارگاہ میں پھر جائیے، کیونکہ آپ کی امت اس کو بھی برداشت نہ کر سکے گی، پھر میں بار بار آیا گیا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نمازیں (عمل میں) پانچ ہیں اور (ثواب میں) پچاس (کے برابر) ہیں۔ میری بات بدلی نہیں جاتی۔ اب میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر کہا کہ اپنے رب کے پاس جاؤ۔ لیکن میں نے کہا کہ مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے۔ پھر جبرئیل مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے جسے کئی طرح کے رنگوں نے ڈھانک رکھا تھا۔ جن کے متعلق مجھے معلوم نہیں ہوا کہ وہ کیا ہیں۔ اس کے بعد مجھے جنت میں لے جایا گیا، میں نے دیکھا کہ اس میں موتیوں کے ہار ہیں اور اس کی مٹی مشک کی ہے۔''

تشریح: معراج کا واقعہ قرآن کی سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ نجم کے شروع میں بیان ہوا ہے اور احادیث میں اس کثرت کے ساتھ اس کا ذکر ہے کہ اسے تواتر کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ سلف امت کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جاگتے میں بدن اور روح ہر دو کے ساتھ ہوا۔ سینہ مبارک چاک کر کے آب زمزم سے دھو کر حکمت، اور ایمان سے بھر کر آپ کو عالم ملکوت کی سیر کرنے کے قابل بنا دیا گیا۔ یہ شق صدر دوبارہ ہے۔ ایک بار پہلے حالت رضاعت میں بھی آپ کا سینہ چاک کر کے علم و حکمت انوار و تجلیات سے بھر دیا گیا تھا۔ دوسری روایات کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے، دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے، تیسرے پر حضرت یوسف علیہ السلام سے، چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام سے اور پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے اور چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے ملاقات فرمائی۔ جب آپ مقام اعلیٰ پر پہنچ گئے، تو آپ نے وہاں فرشتوں کی قلموں کی آوازیں سنیں اور مطابق آیت مبارکہ ﴿لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾ (۵۳/النجم: ۱۸) آپ نے ملا اعلیٰ میں بہت سی چیزیں دیکھیں، وہاں اللہ پاک نے آپ کی امت پر پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ پھر آپ کے نو بار آنے جانے کے صدقے میں صرف پنج وقت نماز باقی رہ گئی، مگر ثواب میں وہ پچاس کے برابر ہیں۔ ترجمہ باب یہیں سے نکلتا ہے کہ نماز معراج کی اس تفصیل کے ساتھ فرض ہوئی۔

سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر ایک بیری کا درخت ہے جس کی جڑیں چھٹے آسمان تک ہیں۔ فرشتے وہیں تک جا سکتے ہیں آگے جانے کی ان کو مجال نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ منتہیٰ اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ اوپر سے جو احکام آتے ہیں وہ وہاں آ کر ٹھہر جاتے ہیں اور نیچے سے جو کچھ جاتا ہے وہ بھی اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

معراج کی اور تفصیلات اپنے مقام پر بیان کی جائیں گی۔ آسمانوں کا وجود ہے جس پر جملہ کتب سماویہ اور تمام انبیائے کرام کا اتفاق ہے، مگر اس کی کیفیت اور حقیقت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ جس قدر بتلا دیا گیا ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور فلاسفہ و ملاحدہ اور آج کل کے سائنس والے جو آسمان کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے قول باطل پر ہرگز کان نہ لگانے چاہئیں۔

٣٥٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: (۳۵۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَتْ: فَرَضَ اللَّهُ الصَّلَاةَ حِينَ فَرَضَهَا رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، فَأُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ، وَزِيْدَ فِي صَلَاةِ الْحَضَرِ.

خبر دی امام مالک نے صالح بن کیسان سے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے، انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے نماز میں دو دو رکعت فرض کی تھی، سفر میں بھی اور اقامت کی حالت میں بھی۔ پھر سفر کی نماز تو اپنی اصلی حالت پر باقی رکھی گئی اور حالت اقامت کی نمازوں میں زیادتی کر دی گئی۔

[طرفاه في: ۱۰۹۰، ۳۹۳۵] [مسلم: ۱۵۷۰؛ ابوداود: ۱۱۹۸؛ نسائي: ٤٥٤]

بَابُ وُجُوبِ الصَّلَاةِ فِي الثِّيَابِ،

باب: اس بیان میں کہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنا واجب ہے

وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ [الاعراف:۳۱] وَمَنْ صَلَّى مُلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، وَيُذْكَرُ عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((يَزُرُّهُ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ)). وَفِي إِسْنَادِهِ نَظَرٌ، وَمَنْ صَلَّى فِي الثَّوْبِ الَّذِي يُجَامِعُ فِيهِ مَا لَمْ يَرَ فِيهِ أَذًى، وَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ لَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ.

(سورۂ اعراف میں) اللہ عزوجل کا حکم ہے کہ "تم کپڑے پہنا کرو ہر نماز کے وقت۔" اور جو ایک ہی کپڑا بدن پر لپیٹ کر نماز پڑھے (اس نے بھی فرض ادا کر لیا) اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ (اگر ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھے تو) "اپنے کپڑے کو ٹانک لے اگرچہ کانٹے ہی سے ٹانکنا پڑے۔" اس کی سند میں نظر ہے اور وہ شخص جو اس کپڑے سے نماز پڑھتا ہے جسے پہن کر وہ جماع کرتا ہے (تو نماز درست ہے) جب تک وہ اس میں کوئی گندگی نہ دیکھے اور نبی کریم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔

تشریح: آیت مبارکہ: ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ﴾ الآية (۸/الاعراف:۳۱) میں مسجد سے مراد نماز ہے۔ بقول عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک عورت خانہ کعبہ کا ننگی ہو کر طواف کر رہی تھی کہ یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ مشرکین مکہ بھی عموماً طواف کعبہ ننگے ہو کر کیا کرتے تھے۔ اسلام نے اس حرکت سے سختی سے روکا۔ اور نماز کے لئے مساجد میں آتے وقت کپڑے پہننے کا حکم فرمایا: ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ﴾ میں زینت سے ستر پوشی ہی مراد ہے جیسا کہ مشہور مفسر قرآن حضرت مجاہد نے اس بارے میں امت کا اجماع و اتفاق نقل کیا ہے۔ لفظ زینت میں بڑی وسعت ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ مسجد اللہ کا دربار ہے اس میں ہر ممکن و جائز زیب و زینت کے ساتھ اس نیت سے داخل ہونا کہ میں اللہ احکم الحاکمین بادشاہوں کے بادشاہ رب العالمین کے دربار میں داخل ہو رہا ہوں، عین آداب دربار خداوندی میں داخل ہے۔ یہ بات علیحدہ ہے کہ اگر صرف ایک ہی کپڑے میں نماز ادا کر لی جائے بشرطیکہ اس سے ستر پوشی کامل طور پر حاصل ہو تو یہ بھی جائز اور درست ہے۔ ایسے ایک کپڑے کو ٹانک لینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دونوں کنارے ملا کر اسے اٹکائے۔ اگر گھنڈی تکمہ نہ ہو تو کانٹے یا پن سے اٹکا لے تاکہ کپڑا سامنے سے کھلنے نہ پائے اور شرمگاہ چھپی رہے۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی روایت ابوداؤد اور ابن خزیمہ اور ابن حبان میں ہے۔ اس کی سند میں اضطراب ہے، اسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسے اپنی صحیح میں نہیں لائے ((ومن صلی فی الثوب الذی)) الخ ایک طویل حدیث میں وارد ہے جسے ابوداؤد اور نسائی نے نکالا ہے کہ نبی کریم ﷺ جس کپڑے کو پہن کر صحبت کرتے اگر اس میں کچھ پلیدی نہ پاتے تو اسی

میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ اور حدیث ((ان لا یطوف بالبیت عریان)) کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ اس سے مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ جب ننگے ہو کر طواف کرنا منع ہوا تو نماز بطریق اولیٰ منع ہے۔

٣٥١۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: أُمِرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ، فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَدَعْوَتَهُمْ، وَتَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ قَالَتِ امْرَأَةٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَ: ((لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا)). وَقَالَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ، قَالَ: حَدَّثَتْنَا أُمُّ عَطِيَّةَ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِهَذَا. [راجع: ٣٢٤]

(٣٥١) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ابراہیم نے بیان کیا، وہ محمد سے، وہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے فرمایا کہ ہمیں حکم ہوا کہ ہم عیدین کے دن حائضہ اور پردہ نشین عورتوں کو بھی باہر لے جائیں۔ تاکہ وہ مسلمانوں کے اجتماع اور ان کی دعاؤں میں شریک ہو سکیں۔ البتہ حیض والی عورتوں کو نماز پڑھنے کی جگہ سے دور رکھیں۔ ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ! ہم میں بعض عورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کے پاس (پردہ کرنے کے لیے) چادر نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا کہ ''اس کی ساتھی عورت اپنی چادر کا ایک حصہ اسے اوڑھا دے۔''

اور عبداللہ بن رجاء نے کہا ہم سے عمران قطان نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن سیرین نے، کہا ہم سے ام عطیہ نے، میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا اور یہی حدیث بیان کی۔

تشریح: ترجمہ باب حدیث کے الفاظ ((لتلبسها صاحبتها من جلبابها)) ''جس عورت کے پاس کپڑا نہ ہو اس کی ساتھ والی عورت کو چاہیے کہ اپنی چادر ہی کا کوئی حصہ اسے بھی اوڑھا دے۔'' سے نکلتا ہے۔ مقصد یہ کہ مساجد میں جاتے وقت، عیدگاہ میں حاضری کے وقت، نماز پڑھتے وقت اتنا کپڑا ضرور ہونا چاہیے جس سے مرد عورت اپنی اپنی حیثیت میں ستر پوشی کر سکیں۔ اس حدیث سے بھی عورتوں کا عیدگاہ جانا ثابت ہوا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سند عبداللہ بن رجاء کو لا کر اس شخص کا رد کیا جس نے کہا کہ محمد بن سیرین نے یہ حدیث ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنی بلکہ اپنی بہن حفصہ سے، انہوں نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے، اسے طبرانی نے معجم کبیر میں وصل کیا ہے۔

بَابُ عَقْدِ الْإِزَارِ عَلَى الْقَفَا فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں گدی پر تہبند باندھنے کے بیان میں

وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَاقِدِي أُزْرِهِمْ عَلَى عَوَاتِقِهِمْ.

اور ابوحازم نے سہل سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ لوگوں نے نبی ﷺ کے ساتھ اپنی تہبند کندھوں پر باندھ کر نماز پڑھی۔

٣٥٢۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: صَلَّى جَابِرٌ فِي إِزَارٍ قَدْ عَقَدَهُ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ، وَثِيَابُهُ مَوْضُوعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ فَقَالَ لَهُ

(٣٥٢) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عاصم بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے واقد بن محمد نے محمد بن منکدر کے حوالہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تہبند باندھ کر نماز پڑھی۔ جسے انہوں نے سر تک باندھ رکھا تھا اور آپ کے کپڑے کھونٹی پر لٹکے ہوئے تھے۔ ایک کہنے والے نے کہا کہ آپ ایک

قَائِلٌ: تُصَلِّي فِي إِزَارٍ وَاحِدٍ فَقَالَ: إِنَّمَا صَنَعْتُ ذَلِكَ لِيَرَانِي أَحْمَقُ مِثْلُكَ، وَأَيُّنَا كَانَ لَهُ ثَوْبَانِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

[أطرافه في: ٣٥٣، ٣٦١، ٣٧٠]

تہبند میں نماز پڑھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نے ایسا اس لیے کیا کہ تجھ جیسا کوئی احمق مجھے دیکھے۔ بھلا رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دو کپڑے بھی کسی کے پاس تھے؟

٣٥٣۔ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ أَبُو مُصْعَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: رَأَيْتُ جَابِرًا يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَقَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ. [راجع: ٣٥٢]

(۳۵۳) ہم سے ابومصعب بن عبداللہ مطرف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالرحمٰن بن ابی الموالی نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن منکدر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا اور انہوں نے بتلایا کہ میں نے نبی ﷺ کو بھی ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔

تشریح: اس حدیث کا ظاہر میں اس باب سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے یہاں اس لئے نقل کیا کہ اگلی روایت میں نبی کریم ﷺ کا ایک کپڑے میں نماز پڑھنا صاف مذکور نہ تھا، اس میں صاف صاف مذکور ہے۔

رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں اکثر لوگوں کے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا تھا، اسی میں وہ ستر پوشی کر کے نماز پڑھتے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کپڑے موجود ہونے کے باوجود اسی لئے ایک کپڑے میں نماز ادا کی تا کہ لوگوں کو اس کا بھی جواز معلوم ہو جائے۔ بہت سے دیہات میں خاص طور پر خانہ بدوش قبائل میں ایسے لوگ اب بھی مل سکتے ہیں جو سر سے پیر تک صرف ایک ہی چادر یا کمبل کا تہبند و کرتا بنا لیتے ہیں اور اسی سے ستر پوشی کر لیتے ہیں۔ اسلام میں ادائے نماز کے لئے ایسے سب لوگوں کے لئے گنجائش رکھی گئی ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ مُلْتَحِفًا بِهِ

باب: اس بیان میں کہ صرف ایک کپڑے کو بدن پر لپیٹ کر نماز پڑھنا جائز و درست ہے

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي حَدِيثِهِ: الْمُلْتَحِفُ الْمُتَوَشِّحُ وَهُوَ الْمُخَالِفُ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ، وَهُوَ الِاشْتِمَالُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ، وَقَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ: الْتَحَفَ النَّبِيُّ ﷺ بِثَوْبٍ لَهُ، وَخَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ.

امام زہری نے اپنی حدیث میں کہا کہ ملتحف متوشح کو کہتے ہیں۔ جو اپنی چادر کے ایک حصے کو دوسرے کاندھے پر اور دوسرے حصے کو پہلے کاندھے پر ڈال لے اور وہ دونوں کاندھوں کو (چادر سے) ڈھانک لینا ہے۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک چادر اوڑھی اور اس کے دونوں کناروں کو اس سے مخالف طرف کے کاندھے پر ڈالا۔

٣٥٤۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ ابْنِ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ. [طرفاه في: ٣٥٥، ٣٥٦] [مسلم: ١١٥٢، ١١٥٣، ١١٥٤؛

(۳۵۴) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے اپنے والد کے حوالہ سے بیان کیا، وہ عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی اور آپ نے کپڑے کے دونوں کناروں کو مخالف طرف کے کاندھے پر ڈال لیا۔

ترمذي: ٣٣٩؛ نسائي: ٧٦٣؛ ابن ماجه: ١٠٤٩]

٣٥٥ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ فِيْ بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، قَدْ أَلْقَى طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ. [راجع: ٣٥٤]

(٣٥٥) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے عمر بن ابی سلمہ سے نقل کر کے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا، کپڑے کے دونوں کناروں کو آپ نے دونوں کاندھوں پر ڈال رکھا تھا۔

٣٥٦ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ عُمَرَ ابْنَ أَبِي سَلَمَةَ، أَخْبَرَهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهِ فِيْ بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ. [راجع: ٣٥٤]

(٣٥٦) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے ہشام کے واسطے سے بیان کیا، وہ اپنے والد سے جن کو عمر بن ابی سلمہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت ام سلمہ کے گھر میں ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ اسے لپیٹے ہوئے تھے اور اس کے دونوں کناروں کو دونوں کاندھوں پر ڈالے ہوئے تھے۔

٣٥٧ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ، مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ، تَقُوْلُ ذَهَبْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ، فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ، وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ قَالَتْ: فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: ((مَنْ هَذِهِ)). فَقُلْتُ: أَنَا أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ ((مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِئٍ)) فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ، قَامَ فَصَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، مُلْتَحِفًا فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، زَعَمَ ابْنُ أُمِّي أَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ أَجَرْتُهُ فُلَانُ بْنُ هُبَيْرَةَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِئٍ)). قَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ: وَذَاكَ ضُحًى. [راجع: ٢٨٠]

(٣٥٧) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا مجھ سے امام مالک بن انس نے عمر بن عبید اللہ کے غلام ابو النضر سالم بن امیہ سے کہ ام ہانی بنت ابی طالب کے غلام ابو مرہ یزید نے بیان کیا کہ انہوں نے ام ہانی بنت ابی طالب سے یہ سنا، وہ فرماتی تھیں کہ میں فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ غسل کر رہے ہیں اور آپ کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا پردہ کئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے پوچھا کہ "کون ہے؟" میں نے بتایا کہ ام ہانی بنت ابی طالب ہوں۔ آپ نے فرمایا: "اچھی آئی ہو، ام ہانی!" پھر جب آپ نہانے سے فارغ ہو گئے تو اٹھے اور آٹھ رکعت نماز پڑھی، ایک ہی کپڑے میں لپٹ کر۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے ماں کے بیٹے (حضرت علی بن ابی طالب) کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک شخص کو ضرور قتل کرے گا۔ حالانکہ میں نے اسے پناہ دے رکھی ہے۔ یہ (میرے خاوند) ہبیرہ کا فلاں بیٹا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ "ام ہانی جسے تم نے پناہ دے دی، ہم نے بھی اسے پناہ دی۔" ام ہانی نے کہا کہ یہ نماز چاشت تھی۔

تشریح: حضرت علی رضی اللہ عنہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی تھے۔ ایک باپ ایک ماں۔ ان کو ماں کا بیٹا اس لئے کہا کہ مادری بہن بھائی ایک دوسرے پر

بہت مہربان ہوتے ہیں۔ گویا ام ہانی یہ ظاہر کر رہی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے سگے بھائی ہونے کے باوجود مجھ پر مہربانی نہیں کرتے۔ ہبیرہ کا بیٹا جعدہ نامی تھا جو ابھی بہت چھوٹا تھا۔ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ مارنے کا ارادہ کیوں کرتے۔ ابن ہشام نے کہا ام ہانی نے حارث بن ہشام اور زہیر بن ابی امیہ یا عبداللہ بن ربیعہ کو پناہ دی تھی۔ یہ لوگ ہبیرہ کے چچازاد بھائی تھے۔ شاید فلاں بن ہبیرہ میں راوی کی بھول سے عم کا لفظ چھوٹ گیا ہے یعنی دراصل فلاں بن عم ہبیرہ ہے۔

ہبیرہ بن ابی وہب بن عمر مخزومی ام ہانی بنت ابی طالب کے خاوند ہیں جن کی اولاد میں ایک بچے کا نام ہانی بھی ہے جن کی کنیت سے اس خاتون کو ام ہانی سے پکارا گیا۔ ہبیرہ حالت شرک ہی میں مرگئے۔ ان کا ایک بچہ جعدہ نامی بھی تھا جو ام ہانی ہی کے بطن سے ہے جن کا اوپر ذکر ہوا فتح مکہ کے دن ام ہانی نے ان ہی کو پناہ دی تھی۔ ان کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پناہ کو قبول فرمایا۔ آپ اس وقت چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے۔ بعض کے نزدیک یہ فتح مکہ پر شکریہ کی نماز تھی۔

٣٥٨۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ سَائِلًا، سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ؟)). [طرفه في :٣٦٥] [مسلم: ١١٤٨؛ ابو داود: ٦٢٥؛ نسائي: ٧٦٢]

(٣٥٨) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے ابن شہاب کے حوالہ سے خبر دی، وہ سعید بن مسیب سے نقل کرتے ہیں، وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک پوچھنے والے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(کچھ برا نہیں) بھلا کیا تم سب میں ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟“

تشریح: ایک ہی کپڑا جس سے ستر پوشی ہو سکے اس میں نماز جائز اور درست ہے۔ جمہور امت کا یہی فتویٰ ہے۔

بَابٌ: إِذَا صَلَّى فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلْيَجْعَلْ عَلَى عَاتِقَيْهِ

باب: جب ایک کپڑے میں کوئی نماز پڑھے تو اس کو مونڈھوں پر ڈالے

٣٥٩۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا يُصَلِّيْ أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، لَيْسَ عَلَى عَاتِقِهِ شَيْءٌ)). [طرفه في: ٣٦٠]

(٣٥٩) ہم سے ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے بیان کیا، انہوں نے ابوالزناد سے، انہوں نے عبدالرحمٰن اعرج سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کسی شخص کو بھی ایک کپڑے میں نماز اس طرح نہ پڑھنی چاہیے کہ اس کے کندھوں پر کچھ نہ ہو۔“

٣٦٠۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: سَمِعْتُهُ۔ أَوْ، كُنْتُ سَأَلْتُهُ۔ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُوْلُ: أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ

(٣٦٠) ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا ہم سے شیبان بن عبدالرحمٰن نے یحییٰ بن ابی کثیر کے واسطہ سے، انہوں نے عکرمہ سے، یحییٰ نے کہا میں نے عکرمہ سے سنا یا میں نے ان سے پوچھا تھا۔ تو عکرمہ نے کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرماتے تھے۔ میں اس کی گواہی دیتا

اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَلْيُخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ)). [راجع: ٣٥٩] [ابوداود: ٦٢٧]

ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے یہ ارشاد فرماتے سنا تھا کہ ''جو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے اسے کپڑے کے دونوں کناروں کو اس کے مخالف سمت کے کندھے پر ڈال لینا چاہیے۔

تشریح: التحاف اور توشیح اور اشتمال سب کے ایک ہی معنی ہیں یعنی کپڑے کا وہ کنارہ جو دائیں کندھے پر ہو اس کو بائیں ہاتھ کی بغل سے اور جو بائیں کندھے پر ڈالا ہوا اس کو داہنے ہاتھ کی بغل کے نیچے سے نکال کر دونوں کناروں کو ملا کر سینے پر باندھ لینا، یہاں بھی مخالف سمت کندھے سے یہی مراد ہے۔

بَابٌ: إِذَا كَانَ الثَّوْبُ ضَيِّقًا

باب: جب کپڑا تنگ ہو تو کیا کیا جائے؟

٣٦١۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ الصَّلَاةِ، فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ: خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَجِئْتُ لَيْلَةً لِبَعْضِ أَمْرِي، فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي وَعَلَيَّ ثَوْبٌ وَاحِدٌ، فَاشْتَمَلْتُ بِهِ وَصَلَّيْتُ إِلَى جَانِبِهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((مَا السُّرَى يَا جَابِرُ؟)) فَأَخْبَرْتُهُ بِحَاجَتِي، فَلَمَّا فَرَغْتُ قَالَ: ((مَاهَذَا الْإِشْتِمَالُ الَّذِي رَأَيْتُ)) قُلْتُ: كَانَ ثَوْبًا، قَالَ: ((فَإِنْ كَانَ وَاسِعًا فَالْتَحِفْ بِهِ، وَإِنْ كَانَ ضَيِّقًا فَاتَّزِرْ بِهِ)). [راجع: ٣٥٢]

(٣٦١) ہم سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے فلیح بن سلیمان نے، وہ سعید بن حارث سے، کہا ہم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر (غزوۂ بواط) میں گیا۔ ایک رات میں کسی ضرورت کی وجہ سے آپ کے پاس آیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نماز میں مشغول ہیں، اس وقت میرے بدن پر صرف ایک ہی کپڑا تھا۔ اس لیے میں نے اسے لپیٹ لیا اور آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو دریافت فرمایا: ''جابر اتنی رات کو کیسے آئے؟'' میں نے آپ ﷺ سے اپنی ضرورت کے متعلق کہا۔ جب میں فارغ ہو گیا تو آپ نے پوچھا کہ ''یہ تم نے کیا لپیٹ رکھا تھا جسے میں نے دیکھا۔'' میں نے عرض کی کہ (ایک ہی) کپڑا تھا (اس طرح نہ لپیٹتا تو کیا کرتا) آپ نے فرمایا کہ ''اگر وہ کشادہ ہو تو اسے اچھی طرح لپیٹ لیا کر اور اگر تنگ ہو تو اس کو تہبند کے طور پر باندھ لیا کر۔''

تشریح: نبی کریم ﷺ نے جابر پر اس وجہ سے انکار فرمایا کہ انہوں نے کپڑے کو سارے بدن پر اس طرح سے لپیٹ رکھا ہو گا کہ ہاتھ وغیرہ سب اندر بند ہو گئے ہوں گے اسی کو آپ ﷺ نے منع فرمایا کہ اشتمال صماء کہتے ہیں، مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کپڑا تنگ تھا اور جابر رضی اللہ عنہ نے اس کے دونوں کناروں میں مخالفت کی تھی اور نماز میں ایک جانب جھکے ہوئے تھے تاکہ ستر نہ کھلے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو بتلایا کہ یہ صورت جب ہے جب کپڑا فراخ ہو اگر تنگ ہو تو صرف تہبند کر لینا چاہیے۔

٣٦٢۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلٍ، قَالَ: كَانَ رِجَالٌ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ

(٣٦٢) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے، انہوں نے سفیان ثوری سے، انہوں نے کہا مجھ سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے بیان کیا سہل بن سعد ساعدی سے، انہوں نے کہا کہ کئی آدمی نبی

عَاقِدِي أُزُرِهِمْ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ كَهَيْئَةِ الصِّبْيَانِ، وَيُقَالُ لِلنِّسَاءِ: لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوسَكُنَّ حَتَّى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوسًا. [طرفاه في :٨١٤، ١٢١٥] [مسلم: ٩٨٧؛ ابوداود: ٦٣٠؛ نسائي: ٧٦٥]

کریم ﷺ کے ساتھ بچوں کی طرح اپنی گردنوں پر ازاریں باندھے ہوئے نماز پڑھتے تھے اور عورتوں کو (آپ کے زمانے میں) حکم تھا کہ اپنے سروں کو (سجدے سے) اس وقت تک نہ اٹھائیں جب تک مرد سیدھے ہو کر بیٹھ نہ جائیں۔

تشریح: کیونکہ مردوں کے بیٹھ جانے سے پہلے سر اٹھانے میں کہیں عورتوں کی نظر مردوں کے ستر پر نہ پڑ جائے۔ اسی لئے عورتوں کو پہلے سر اٹھانے سے منع فرمایا۔ اس زمانہ میں عورتیں بھی مردوں کے ساتھ نمازوں میں شریک ہوتی تھی اور مردوں کا لباس بھی اسی قسم کا ہوتا تھا۔ آج کل یہ صورتیں نہیں ہیں پھر عورتوں کے لئے اب عیدگاہ میں بھی پردے کا بہترین انتظام کر دیا جاتا ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْجُبَّةِ الشَّامِيَّةِ

باب: شامی جبہ میں نماز پڑھنے کے بیان میں

وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الثِّيَابِ يَنْسُجُهَا الْمَجُوسُ: لَمْ يَرَ بِهَا بَأْسًا وَقَالَ مَعْمَرٌ: رَأَيْتُ الزُّهْرِيَّ يَلْبَسُ مِنْ ثِيَابِ الْيَمَنِ مَا صُبِغَ بِالْبَوْلِ وَصَلَّى عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فِي ثَوْبٍ غَيْرِ مَقْصُورٍ.

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جن کپڑوں کو پارسی بنتے ہیں اس کے استعمال کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ معمر بن راشد نے فرمایا کہ میں نے ابن شہاب زہری کو یمن کے ان کپڑوں کو پہنے دیکھا جو (حلال جانوروں کے) پیشاب سے رنگے جاتے تھے اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نئے بغیر دھلے کپڑے پہن کر نماز پڑھی۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ کافروں کے بنائے ہوئے کپڑے پہن کر نماز پڑھنی درست ہے جب تک ان کی ظاہری نجاست کا یقین نہ ہو۔ حافظ نے کہا کہ شام میں ان دنوں کافروں کی حکومت تھی اور وہاں سے مختلف اقسام کے کپڑے یہاں مدینہ میں آیا کرتے تھے، اس لئے ان مسائل کے بیان کی ضرورت ہوئی۔ پیشاب سے حلال جانوروں کا پیشاب مراد ہے جس کو رنگائی کے مصالحوں میں ڈالا جاتا تھا۔

٣٦٣۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ مُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَقَالَ: ((يَا مُغِيرَةُ، خُذِ الْإِدَاوَةَ)). فَأَخَذْتُهَا فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى تَوَارَى عَنِّي فَقَضَى حَاجَتَهُ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَأْمِيَّةٌ، فَذَهَبَ لِيُخْرِجَ يَدَهُ مِنْ كُمِّهَا فَضَاقَتْ، فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ أَسْفَلِهَا، فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ فَتَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ، ثُمَّ صَلَّى. [راجع :١٨٢] [مسلم: ٦٢٩، ٦٣٠؛ نسائي: ١٢٣؛ ابن ماجه: ٣٨٩]

(٣٦٣) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو معاویہ نے اعمش کے واسطہ سے، انہوں نے مسلم بن صبیح سے، انہوں نے مسروق بن اجدع سے، انہوں نے مغیرہ بن شعبہ سے، آپ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر (غزوۂ تبوک) میں تھا۔ آپ نے ایک موقع پر فرمایا: ''مغیرہ! پانی کی چھاگل اٹھا لے۔'' میں نے اسے اٹھا لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ چلے اور میری نظروں سے چھپ گئے۔ آپ نے قضائے حاجت کی۔ اس وقت آپ شامی جبہ پہنے ہوئے تھے۔ آپ ہاتھ کھولنے کے لیے آستین اوپر چڑھانی چاہتے تھے لیکن وہ تنگ تھی اس لیے آستین کے اندر سے ہاتھ باہر نکالا۔ میں نے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ آپ ﷺ نے نماز کے وضو کی طرح وضو کیا اور اپنے خفین پر مسح کیا۔ پھر نماز پڑھی۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ التَّعَرِّي فِي الصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا

باب: (بے ضرورت) ننگا ہونے کی کراہیت نماز میں ہو (یا اور کسی حال میں)

٣٦٤ـ حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِاللّٰهِ، يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ الْحِجَارَةَ لِلْكَعْبَةِ وَعَلَيْهِ إِزَارُهُ. فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ: عَمُّهُ يَا ابْنَ أَخِي، لَوْ حَلَلْتَ إِزَارَكَ فَجَعَلْتَ عَلَى مَنْكِبَيْكَ دُوْنَ الْحِجَارَةِ. قَالَ: فَحَلَّهُ فَجَعَلَهُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ، فَسَقَطَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ، فَمَا رُئِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ عُرْيَانًا.

[طرفاه في: ١٥٨٢، ٣٨٢٩] [مسلم: ٧٧٢]

(۳۶۴) ہم سے مطر بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے روح بن عبادہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے زکریا بن اسحاق نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عمرو بن دینار نے، انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ (نبوت سے پہلے) کعبہ کے لیے قریش کے ساتھ پتھر اٹھا رہے تھے۔ اس وقت آپ تہبند باندھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کے چچا عباس نے کہا کہ بھتیجے! تم تہبند کیوں نہیں کھول لیتے اور اسے پتھر کے نیچے اپنے کاندھے پر رکھ لیتے (تاکہ تم پر آسانی ہو جائے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ نے تہبند کھول لیا اور کاندھے پر رکھ لیا۔ اسی وقت غشی کھا کر گر پڑے۔ اس کے بعد کبھی ننگے نہیں دیکھے گئے۔

تشریح: اللہ پاک نے آپ کو بچپن ہی سے بے شرمی اور جملہ برائیوں سے بچایا تھا۔ آپ ﷺ کے مزاج اقدس میں کنواری عورتوں سے بھی زیادہ شرم تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے یہ واقعہ سنا اور نقل کیا، ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک فرشتہ اترا، اور اس نے فوراً آپ کا تہبند باندھ دیا۔ (ارشاد الساری)

ایمان کے بعد سب سے بڑا فریضہ ستر پوشی کا ہے، جو نماز کے لئے ایک ضروری شرط ہے۔ میاں بیوی کا ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہو جانا امر دیگر ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْقَمِيصِ وَالسَّرَاوِيلِ وَالتُّبَّانِ وَالْقَبَاءِ

باب: قمیص اور پاجامہ اور جانگیا اور قبا (چغہ) پہن کر نماز پڑھنے کے بیان میں

٣٦٥ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَامَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ: ((أَوَكُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ؟)). ثُمَّ سَأَلَ رَجُلٌ عُمَرَ فَقَالَ: إِذَا وَسَّعَ اللّٰهُ فَأَوْسِعُوْا، جَمَعَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابَهُ، صَلَّى رَجُلٌ فِي إِزَارٍ وَرِدَاءٍ، فِي إِزَارٍ وَقَمِيصٍ، فِي إِزَارٍ وَقَبَاءٍ، فِي سَرَاوِيلَ

(۳۶۵) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا کہ کہا ہم سے حماد بن زید نے ایوب کے واسطہ سے، انہوں نے محمد سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نبی ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا، اور اس نے صرف ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم سب ہی لوگوں کے پاس دو کپڑے ہو سکتے ہیں؟'' پھر (یہی مسئلہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا تو انہوں نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں فراخی دی ہے تو تم بھی فراخی کے ساتھ رہو۔ آدمی کو چاہیے کہ نماز میں اپنا کپڑا اکٹھا کر لے، کوئی آدمی تہبند اور چادر میں نماز پڑھے،

وَرِدَاءٍ، فِي سَرَاوِيلَ وَقَمِيصٍ، فِي سَرَاوِيلَ وَقَبَاءٍ، فِي تُبَّانٍ وَقَبَاءٍ، فِي تُبَّانٍ وَقَمِيصٍ- قَالَ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ:- فِي تُبَّانٍ وَرِدَاءٍ. [راجع: ٣٥٨]

کوئی تہبند اور قمیص، کوئی تہبند اور قبا میں، کوئی پاجامہ اور چادر میں، کوئی پاجامہ اور قمیص میں، کوئی پاجامہ اور قبا میں کوئی جانگیا اور قبا میں، کوئی جانگیا اور قمیص میں نماز پڑھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے یاد آتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی جانگیا اور چادر میں نماز پڑھے۔

تشریح: اس میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو شک تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آخر کا لفظ کہا تھا یا نہیں، کیونکہ محض جانگیا سے ستر پوشی نہیں ہوتی ہاں اس پر ایسا کپڑا ہو جس سے ستر پوشی کامل طور پر حاصل ہو جائے تو جائز ہے اور یہاں یہی مراد ہے: "فالستر به حاصل مع القبا و مع القميص۔" (قسطلانی) چغہ یا طویل قمیص پہن کر اس کے ساتھ ستر پوشی ہو جاتی ہے۔

٣٦٦- حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ فَقَالَ: ((لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ، فَمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ)). وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ. [راجع: ١٣٤]

(٣٦٦) ہم سے عاصم بن علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے زہری کے حوالہ سے بیان کیا، انہوں نے سالم سے، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک آدمی نے پوچھا کہ احرام باندھنے والے کو کیا پہننا چاہیے۔ تو آپ نے فرمایا کہ "نہ قمیص پہنے نہ پاجامہ، نہ باران کوٹ اور نہ ایسا کپڑا جس میں زعفران لگا ہوا ہو اور نہ ورس لگا ہوا کپڑا، پھر اگر کسی شخص کو جوتے نہ ملیں (جن میں پاؤں کھلا رہتا ہو) وہ موزے کاٹ کر پہن لے تاکہ وہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائے اور ابن ابی ذئب نے اس حدیث کو نافع سے بھی روایت کیا، انہوں نے ایسا ہی آنحضرت ﷺ سے بھی روایت کیا ہے۔

تشریح: ورس ایک زرد رنگ والی خوشبودار گھاس یمن میں ہوتی تھی جس سے کپڑے رنگے جاتے تھے۔ مناسبت اس حدیث کی باب سے یہ ہے کہ محرم کو احرام کی حالت میں ان چیزوں کے پہننے سے منع فرمایا۔ معلوم ہوا کہ احرام کے علاوہ دیگر حالتوں میں ان سب کو پہنا جا سکتا ہے حتیٰ کہ نماز میں بھی، یہی ترجمہ باب ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو یہاں بیان کرنے سے مقصد یہ ہے کہ قمیص اور پاجامے کے بغیر بھی (بشرطیکہ ستر پوشی حاصل ہو) نماز درست ہے کیونکہ محرم ان کو نہیں پہن سکتا اور آخر وہ نماز ضرور پڑھے گا۔

بَابُ مَا يُسْتَرُ مِنَ الْعَوْرَةِ

باب: ستر کا بیان جس کو ڈھانکنا چاہیے

٣٦٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ. [أطرافه في:

(٣٦٧) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے ابن شہاب سے بیان کیا، انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے، انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے صماء کی طرح کپڑا بدن پر لپیٹ لینے سے منع فرمایا اور اس سے بھی منع فرمایا کہ آدمی ایک کپڑے پر احتباء کرے اور اس کی شرمگاہ پر علیحدہ کوئی دوسرا کپڑا نہ ہو۔

۱۹۹۱، ۲۱٤٤، ۲۱٤۷، ۵۸۲۰، ۵۸۲۲،
٦۲۸٤] [نسائي: ۵۳۵۵]

تشریح: احتباء کا مطلب یہ کہ اکڑوں بیٹھ کر پنڈلیوں اور پیٹھ کو کسی کپڑے سے باندھ لیا جائے اس کے بعد کوئی کپڑا اوڑھ لیا جائے۔ عرب اپنی مجلسوں میں ایسے بھی بیٹھا کرتے تھے۔ چونکہ اس صورت میں بے پردہ ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے اسلام نے اس طرح بیٹھنے کی ممانعت کر دی۔
اشتمال صماء یہ ہے کہ کپڑے کو لپیٹ لے اور ایک طرف سے اس کو اٹھا کر کندھے پر ڈال لے۔ اس میں شرمگاہ کھل جاتی ہے اس لئے منع ہوا، ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنا اس کو کہتے ہیں کہ دونوں سرین کو زمین سے لگا دے اور دونوں پنڈلیاں کھڑی کر دے۔ اس میں بھی شرمگاہ کے کھلنے کا احتمال ہے، اس لئے اس طرح بیٹھنا بھی منع ہوا۔

۳٦۸۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعَتَيْنِ عَنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ، وَأَنْ يَشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ، وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ. [أطرافه في: ٥٨٤، ٥٨٨، ۱۹۹۳، ۲۱٤٥، ۲۱٤٦، ۵۸۱۹، ۵۸۲۱] [مسلم: ۳۸۰۲؛ ترمذي: ۱۳۱۰]

(۳٦۸) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، جو ابوالزناد سے نقل کرتے ہیں، وہ اعرج سے، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے دو طرح کی خرید و فروخت سے منع فرمایا۔ ایک تو چھونے کی بیع سے، دوسرے پھینکنے کی بیع سے اور اشتمال صماء سے (جس کا بیان اوپر گزرا) اور ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنے سے۔

تشریح: عرب میں خرید و فروخت کا طریقہ یہ بھی تھا کہ خریدنے والا اپنی آنکھ بند کر کے کسی چیز پر ہاتھ رکھ دیتا، دوسرا طریقہ یہ کہ خود بیچنے والا آنکھ بند کر کے کوئی چیز خریدنے والے کی طرف پھینک دیتا، ان دونوں صورتوں میں مقررہ قیمت پر خرید و فروخت ہوا کرتی تھی، پہلے کو لماس اور دوسرے کو نباذ کہا جاتا تھا۔ یہ دونوں صورتیں اسلام میں ناجائز قرار دی گئیں اور یہ اصول ٹھہرایا گیا کہ خرید و فروخت میں بیچنے یا خریدنے والا ناواقفیت کی وجہ سے دھوکا نہ کھا جائے۔ یہاں تک فرمایا کہ دھوکہ بازی سے خرید و فروخت کرنے والا ہماری امت سے نہیں ہے۔

۳٦۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ فِي مُؤَذِّنِينَ يَوْمَ النَّحْرِ نُؤَذِّنُ بِمِنًى أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ: ثُمَّ أَرْدَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلِيًّا، فَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِبَرَاءَةٍ قَالَ

(۳٦۹) ہم سے اسحاق نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے میرے بھائی ابن شہاب نے اپنے چچا کے واسطہ سے، انہوں نے کہا مجھے حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس حج کے موقع پر مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یوم نحر (ذی الحجہ کی دسویں تاریخ) میں اعلان کرنے والوں کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ ہم منیٰ میں اس بات کا اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکتا اور کوئی شخص ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتا۔ حمید بن عبدالرحمٰن نے کہا: اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر کے پیچھے بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ سورۂ براءت

أَبُو هُرَيْرَةَ: فَأَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِيْ أَهْلِ مِنًى يَوْمَ النَّحْرِ لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. [أطرافه في: ١٦٢٢، ٣١٧٧، ٤٣٦٣، ٤٦٥٥، ٤٦٥٦، ٤٦٥٧]

پڑھ کر سنا دیں اور اس کے مضامین کا عام اعلان کر دیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے ساتھ نحر کے دن منیٰ میں دسویں تاریخ کو یہ سنایا کہ آج کے بعد کوئی مشرک نہ حج کر سکے گا اور بیت اللہ کا طواف کوئی شخص ننگے ہو کر نہ کرے گا۔

[مسلم: ٣٢٨٧؛ نسائي: ٢٩٥٧]

مذکورہ امور کی ممانعت اس لئے کر دی گئی کیونکہ بیت اللہ کی خدمت و حفاظت اب مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گئی ہے۔

تشریح: جب ننگے ہو کر طواف کرنا منع ہوا تو ستر پوشی طواف میں ضرور واجب ہوگی، اسی طرح نماز میں بطریق اولیٰ ستر پوشی واجب ہوگی۔ سورۂ توبہ کے نازل ہونے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کی آگاہی کے لئے پہلے سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ پھر آپ کو یہ خیال آیا کہ معاہدہ کو توڑنے کا حق دستور عرب کے مطابق اسی کو ہے، جس نے خود معاہدہ کیا ہے یا کوئی اس کے خاص گھر والوں سے ہونا چاہیے۔ اس لئے آپ نے پیچھے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی روانہ فرما دیا۔ قریش مکہ کی بدعہدی کی آخری مثال صلح حدیبیہ تھی۔ طے ہوا تھا کہ ایک طرف مسلمان اور ان کے حلیف ہوں گے اور دوسری طرف قریش اور ان کے حلیف، مسلمانوں کے ساتھ قبیلہ خزاعہ شریک ہوا اور قریش کے ساتھ بنو بکر۔ صلح کی بنیادی شرط یہ تھی کہ دس برس تک دونوں فریق صلح و امن سے رہیں گے۔ مگر ابھی دو سال بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ بنو بکر نے خزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش نے ان کی مدد کی۔ بنو خزاعہ نے کعبہ میں اللہ کے نام پر امان مانگی، پھر بھی وہ بے دریغ قتل کئے گئے۔ صرف چالیس آدمی بچ کر مدینہ پہنچے اور سارا حال زار پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ اب معاہدہ کی رو سے آپ کے لئے ضروری ہو گیا کہ قریش کو ان کی بدعہدی کی سزا دی جائے۔ چنانچہ دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ آپ نے کوچ فرمایا اور بغیر کسی خون ریزی کے مکہ شریف فتح ہو گیا۔ جس کے بعد ۹ ہجری میں اس سورۂ مبارکہ کی ابتدائی دس آیات نازل ہوئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا امیر حج بنا کر بھیجا۔ یہ حجۃ الوداع سے پہلے کا واقعہ ہے بعد میں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مکہ شریف بھیجا تاکہ وہ سورۂ توبہ کی ان آیات کا کھلے عام اعلان کر دیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں ذرا سا خیال پیدا ہوا کہ کہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے خفا تو نہیں ہو گئے جو بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی اسی مقصد کے لئے بھیجنا ضروری سمجھا، اس پر آپ نے ان کی تشفی فرمائی اور بتلایا کہ دستور عرب کے تحت مجھ کو علی رضی اللہ عنہ کا بھیجنا ضروری ہوا، ورنہ آپ میرے یار غار ہیں۔ بلکہ حوض کوثر پر بھی آپ ہی کی رفاقت رہے گی۔ رضی اللہ عنہم۔

بَابُ الصَّلَاةِ بِغَيْرِ رِدَاءٍ

باب: اس بارے میں کہ بغیر چادر اوڑھے صرف ایک کپڑے میں لپٹ کر نماز پڑھنا بھی جائز ہے

٣٧٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ ابْنُ أَبِي الْمَوَالِيْ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَهُوَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُلْتَحِفًا بِهِ وَرِدَاؤُهُ مَوْضُوعٌ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا: يَا أَبَا عَبْدِاللَّهِ تُصَلِّيْ وَرِدَاؤُكَ مَوْضُوعٌ قَالَ: نَعَمْ، أَحْبَبْتُ أَنْ يَرَانِي الْجُهَّالُ مِثْلُكُمْ،

(٣٧٠) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے بیان کیا، کہا مجھ سے عبدالرحمٰن بن ابی الموالی نے محمد بن منکدر سے، کہا میں جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ایک کپڑا اپنے بدن پر لپیٹے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ حالانکہ ان کی چادر الگ رکھی ہوئی تھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے کہا: اے ابوعبداللہ! آپ کی چادر رکھی ہوئی ہے اور آپ (اسے اوڑھے بغیر) نماز پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں نے چاہا کہ تم جیسے جاہل لوگ مجھے اس طرح نماز پڑھتے دیکھ لیں،

رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي كَذَا. [راجع :۳۵۲]

میں نے بھی نبی ﷺ کو اسی طرح ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْفَخِذِ

باب: ران سے متعلق جو روایتیں آئی ہیں

قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللهِ: وَيُرْوَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَرْهَدٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((الْفَخِذُ عَوْرَةٌ)). وَقَالَ أَنَسٌ: حَسَرَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ فَخِذِهِ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللهِ: وَحَدِيْثُ أَنَسٍ أَسْنَدُ، وَحَدِيْثُ جَرْهَدٍ أَحْوَطُ حَتَّى نَخْرُجَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ.

حضرت امام ابوعبداللہ (بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ ابن عباس، جرہد اور محمد بن جحش نے نبی کریم ﷺ سے یہ نقل کیا کہ ران شرمگاہ ہے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے (جنگ خیبر میں) اپنی ران کھولی۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سند کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہے۔ اور جرہد کی حدیث میں بہت احتیاط ملحوظ ہے۔ اس طرح ہم اس بارے میں علما کے باہمی اختلاف سے بچ جاتے ہیں۔

تشریح: کیونکہ اگر ران بالفرض ستر نہیں تب بھی اس کے چھپانے میں کوئی برائی نہیں۔

وَقَالَ أَبُوْ مُوْسَى: غَطَّى النَّبِيُّ ﷺ رُكْبَتَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ عُثْمَانُ. وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: أَنْزَلَ اللهُ عَلَى رَسُوْلِهِ ﷺ وَفَخِذُهُ عَلَى فَخِذِيْ فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتَّى خِفْتُ أَنْ تُرَضَّ فَخِذِيْ.

اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو نبی کریم ﷺ نے اپنے گھٹنے ڈھانک لیے اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ پر ایک مرتبہ وحی نازل فرمائی۔ اس وقت آپ ﷺ کی ران مبارک میری ران پر تھی، آپ ﷺ کی ران اتنی بھاری ہو گئی تھی کہ مجھے اپنی ران کی ہڈی ٹوٹ جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔

تشریح: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک ران شرمگاہ میں داخل ہے، اس لئے اس کا چھپانا واجب ہے۔ اور ابن ابی ذائب اور امام داؤد ظاہری اور امام احمد اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک ران شرمگاہ میں داخل نہیں ہے۔ محلی میں امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر ران شرمگاہ میں داخل ہوتی تو اللہ پاک اپنے رسول ﷺ کی جو معصوم اور پاک تھے، ران نہ کھولتا، نہ کوئی اس کو دیکھ لیتا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے، باب کے تحت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی جس حدیث کا ذکر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لائے ہیں اس کو ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے اور جرہد کی حدیث کو امام مالک نے مؤطا میں اور محمد بن جحش کی حدیث کو حاکم نے مستدرک میں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں نکالا ہے۔ مگر ان سب کی سندوں میں کلام ہے۔ حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خود لائے ہیں اور آپ کا فیصلہ احتیاطاً ران ڈھانکنے کا ہے وجوباً نہیں۔ آپ نے مختلف روایات میں تطبیق دینے کے لئے یہ درمیانی راستہ اختیار فرمایا ہے۔ جو آپ کی کمال دانائی کی دلیل ہے، ایسے فروعی اختلافات میں درمیانی راستے تلاش کئے جا سکتے ہیں مگر علما کے دلوں میں وسعت کی ضرورت ہے، اللہ پیدا کرے۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ران کا شرمگاہ میں داخل ہونا صحیح ہے اور دلائل سے ثابت ہے، مگر ناف اور گھٹنا ستر میں داخل نہیں ہیں۔ آپ کی تقریر یہ ہے:

" قال النووی ذهب اكثر العلماء الى ان الفخذ عورة وعن احمد و مالك فی رواية العورة القبل والدبر فقط وبه قال اهل الظاهر وابن جرير والاصطخری ...... والحق ان الفخذ عورة الخ-" (نیل ، ج: ۲/ ص: ٦٢)

یعنی بیشتر علما بقول امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اسی کے قائل ہیں کہ ران بھی شرمگاہ میں داخل ہے اور امام احمد و امام مالک کی روایت میں صرف قبل اور دبر ہی شرمگاہ ہیں، ران شرمگاہ میں داخل نہیں ہے۔ اہل ظاہر اور ابن جریر اور اصطخری وغیرہ کا یہی مسلک ہے...... مگر حق یہ ہے کہ ران بھی شرمگاہ میں داخل

ہے۔ "وقد تقرر فی الاصول ان القول ارجح من الفعل۔" (نیل) یعنی اصول میں یہ مقرر ہو چکا ہے کہ جہاں قول اور فعل میں بظاہر تضاد نظر آئے وہاں قول کو ترجیح دی جائے گی۔

پس متعدد روایات میں آپ ﷺ کا ارشاد ((الفخذ عورة)) "یعنی ران بھی شرمگاہ میں داخل ہے" وارد ہے۔ رہا آپ کا فعل علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "الرابع غاية ما فی هذة الواقعة ان يكون ذالك خاصا بالنبی ﷺ۔" الخ یعنی چوتھی تاویل یہ بھی کی گئی ہے کہ اس واقعہ کی غایت یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کی خصوصیات طیبات میں سے ہو۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جن کا ذکر یہاں آیا ہے، یہ انصاری ہیں جو نبی کریم ﷺ کی طرف سے وحی قرآن لکھنے پر مامور تھے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جمع قرآن کا شرف ان کو حاصل ہوا۔ نبی کریم ﷺ کے ارشاد پر انہوں نے کتب یہود اور سریانی زبان کا علم حاصل کر لیا تھا، اور اپنے علم و فضل کے لحاظ سے یہ صحابہ میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔

روایت میں امہات المؤمنین میں سے ایک محترمہ خاتون صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کا ذکر آیا ہے جو ایک یہودی سردار کی صاحبزادی تھیں۔ یہ جنگ خیبر میں جب لونڈی بن کر گرفتار ہوئیں تو نبی کریم ﷺ نے ان کے احترام کے پیش نظر ان کو آزاد کر دیا اور ان کی اجازت سے آپ نے ان کو اپنے حرم محترم میں داخل فرما لیا۔ خیبر سے روانہ ہو کر مقام صہبا پر رسم عروسی ادا کی گئی اور جو کچھ لوگوں کے پاس کھانے کا سامان تھا، اس کو جمع کر کے دعوت ولیمہ کی گئی۔ کھانے میں صرف پنیر، چھوہارے اور گھی کا ملیدہ تھا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا صبر و تحمل اور اخلاق حسنہ میں ممتاز مقام رکھتی تھیں، نبی کریم ﷺ بھی ان سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ ساٹھ سال کی عمر میں رمضان ۵۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (رضی اللہ عنہا)

٣٧١۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ غَزَا خَيْبَرَ، فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلَاةَ الْغَدَاةِ بِغَلَسٍ، فَرَكِبَ النَّبِيُّ ﷺ وَرَكِبَ أَبُو طَلْحَةَ، وَأَنَا رَدِيفُ أَبِي طَلْحَةَ، فَأَجْرَى نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ فِي زُقَاقِ خَيْبَرَ، وَإِنَّ رُكْبَتِي لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ حَسَرَ الْإِزَارَ عَنْ فَخِذِهِ حَتَّى إِنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ فَخِذِ نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ قَالَ: ((اللَّهُ أَكْبَرُ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ)) قَالَهَا: ثَلَاثًا. قَالَ وَخَرَجَ الْقَوْمُ إِلَى أَعْمَالِهِمْ فَقَالُوا: مُحَمَّدٌ، قَالَ عَبْدُالْعَزِيزِ: وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا: وَالْخَمِيسُ يَعْنِي الْجَيْشَ، فَقَالَ: فَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً، فَجُمِعَ السَّبْيُ،

(۳۷۱) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے کہ کہا ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے کہ نبی کریم ﷺ غزوۂ خیبر میں تشریف لے گئے۔ ہم نے وہاں فجر کی نماز اندھیرے ہی میں پڑھی۔ پھر نبی ﷺ سوار ہوئے۔ اور ابو طلحہ بھی سوار ہوئے۔ میں ابوطلحہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ نبی ﷺ نے اپنی سواری کا رخ خیبر کی گلیوں کی طرف کر دیا۔ میرا گھٹنا نبی کریم ﷺ کی ران سے چھو جاتا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اپنی ران سے تہبند کو ہٹایا۔ یہاں تک کہ میں نبی کریم ﷺ کی شفاف اور سفید رانوں کی سفیدی اور چمک دیکھنے لگا۔ جب آپ ﷺ خیبر کی بستی میں داخل ہوئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ سب سے بڑا ہے، خیبر برباد ہو گیا، جب ہم کسی قوم کے آنگن میں اتر جائیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح منحوس ہو جاتی ہے۔" آپ ﷺ نے یہ تین مرتبہ فرمایا، انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خیبر کے یہودی لوگ اپنے کاموں کے لیے باہر نکلے ہی تھے کہ وہ چلا اٹھے محمد (ﷺ) آن پہنچے۔ اور عبدالعزیز راوی نے کہا کہ بعض حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے ہمارے ساتھیوں نے "والخمیس" کا لفظ بھی نقل کیا ہے (یعنی وہ چلا اٹھے کہ محمد ﷺ لشکر لے کر پہنچ گئے) پس ہم نے خیبر لڑ کر فتح کر لیا

فَجَاءَ دِحْيَةُ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، أَعْطِنِيْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ فَقَالَ: ((اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً)) فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرِ، لَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ. قَالَ: ((ادْعُوْهُ بِهَا)) فَجَاءَ بِهَا، فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: ((خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا)) قَالَ: فَأَعْتَقَهَا النَّبِيُّ ﷺ وَتَزَوَّجَهَا. فَقَالَ لَهُ ثَابِتٌ: يَا أَبَا حَمْزَةَ، مَا أَصْدَقَهَا قَالَ: نَفْسَهَا أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا، حَتَّى إِذَا كَانَ بِالطَّرِيْقِ جَهَّزَتْهَا لَهُ أُمُّ سُلَيْمٍ فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنَ اللَّيْلِ، فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ ﷺ عَرُوْسًا فَقَالَ: ((مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيَجِيءْ بِهِ)). وَبَسَطَ نِطَعًا، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالتَّمْرِ، وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالسَّمْنِ- قَالَ: وَأَحْسِبُهُ قَدْ ذَكَرَ السَّوِيْقَ- قَالَ: فَحَاسُوْا حَيْسًا، فَكَانَتْ وَلِيْمَةَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ. [اطرافه في: ٦١٠، ٩٤٧، ٢٢٢٨، ٢٢٣٥، ٢٨٨٩، ٢٨٩٣، ٢٩٤٣، ٢٩٤٤، ٢٩٤٥، ٢٩٩١، ٣٠٨٥، ٣٠٨٦، ٣٣٦٧، ٣٦٤٧، ٤٠٨٣، ٤٣٨٤، ٤١٩٧، ٤١٩٨، ٤١٩٩، ٤٢٠٠، ٤٢٠١، ٤٢١١، ٤٢١٢، ٤٢١٣، ٥٠٨٥، ٥١٥٩، ٥١٦٩، ٥٣٨٧، ٥٤٢٥، ٥٥٢٨، ٥٩٦٨، ٦١٨٥، ٦٣٦٣، ٦٣٦٩، ٧٣٣٣] [مسلم: ٣٤٩٧، ٤٦٦٥؛ ابوداود: ٢٩٩٨، ٣٠٠٩؛ نسائي: ٣٣٨٠]

اور قیدی جمع کئے گئے۔ پھر دحیہ رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! قیدیوں میں سے کوئی باندی مجھے عنایت کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جاؤ کوئی باندی لے لو۔" انہوں نے صفیہ بنت حیی کو لے لیا۔ پھر ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! صفیہ جو قریظہ اور نضیر کے سردار کی بیٹی ہیں، انہیں آپ ﷺ نے دحیہ کو دے دیا۔ وہ تو صرف آپ ہی کے لیے مناسب تھیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ "دحیہ کو صفیہ کے ساتھ بلاؤ۔" وہ لائے گئے۔ جب نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا کہ "قیدیوں میں سے کوئی اور باندی لے لو۔" راوی نے کہا کہ پھر نبی کریم ﷺ نے صفیہ کو آزاد کر دیا اور انہیں اپنے نکاح میں لے لیا۔ ثابت بنانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ابو حمزہ! ان کا مہر آپ ﷺ نے کیا رکھا تھا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خود انہیں کی آزادی ان کا مہر تھا اور اسی پر آپ نے نکاح کیا۔ پھر راستے ہی میں ام سلیم رضی اللہ عنہا نے انہیں دلہن بنایا اور نبی کریم ﷺ کے پاس رات کے وقت بھیجا۔ اب نبی کریم ﷺ دولہا تھے، اس لیے آپ نے فرمایا کہ "جس کے پاس بھی کچھ کھانے کی چیز ہو تو یہاں لائے۔" آپ نے ایک چمڑے کا دسترخوان بچھایا۔ بعض صحابہ کھجور لائے، بعض گھی۔ عبدالعزیز نے کہا کہ میرا خیال ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ستو کا بھی ذکر کیا۔ پھر لوگوں نے ان کا حلوا بنا لیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا ولیمہ تھا۔

بَابٌ: فِي كَمْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ مِنَ الثِّيَابِ

باب: عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے؟

وَقَالَ عِكْرِمَةُ: لَوْ وَارَتْ جَسَدَهَا فِي ثَوْبٍ جَازَ.

اور عکرمہ نے کہا کہ اگر عورت اپنا سارا جسم ایک ہی کپڑے سے ڈھانپ لے تو بھی نماز درست ہے۔

٣٧٢ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي الْفَجْرَ، فَيَشْهَدُ مَعَهُ نِسَاءٌ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ مُتَلَفِّعَاتٍ فِي مُرُوطِهِنَّ ثُمَّ يَرْجِعْنَ إِلَى بُيُوتِهِنَّ مَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ. [أطرافه في: ٥٧٨، ٨٦٧، ٨٧٢]

(٣٧٢) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو شعیب نے زہری سے خبر دی، کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی ﷺ فجر کی نماز پڑھتے اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں کئی مسلمان عورتیں اپنی چادریں اوڑھے ہوئے شریک نماز ہوتیں۔ پھر اپنے گھروں کو واپس چلی جاتی تھیں۔ اس وقت انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

تشریح: اس حدیث سے باب کا مطلب یوں نکلا کہ ظاہر میں وہ عورتیں ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھتی تھیں۔ ثابت ہوا کہ ایک کپڑے سے اگر عورت اپنا سارا بدن چھپالے تو نماز درست ہے۔ مقصود پردہ ہے وہ جس طور پر مکمل حاصل ہو صحیح ہے۔ کتنی ہی غریب عورتیں ہیں جن کو بہت مختصر کپڑے میسر ہوتے ہیں، اسلام میں ان سب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

بَابٌ: إِذَا صَلَّى فِي ثَوْبٍ لَهُ أَعْلَامٌ وَنَظَرَ إِلَى عَلَمِهَا

باب: حاشیہ (بیل) لگے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھنا اور اس کے نقش ونگار کو دیکھنا

٣٧٣ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِي خَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ، فَنَظَرَ إِلَى أَعْلَامِهَا نَظْرَةً، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((اذْهَبُوا بِخَمِيصَتِي هَذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ وَائْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةِ أَبِي جَهْمٍ، فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِي آنِفًا عَنْ صَلَاتِي)) وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ: عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((كُنْتُ أَنْظُرُ إِلَى عَلَمِهَا وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ فَأَخَافُ أَنْ تَفْتِنَنِي)) [طرفاه في: ٧٥٢،

(٣٧٣) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابراہیم بن سعد نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی ﷺ نے ایک چادر میں نماز پڑھی۔ جس میں نقش ونگار تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں ایک مرتبہ دیکھا۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ "میری یہ چادر ابوجہم (عامر بن حذیفہ) کے پاس لے جاؤ اور ان کی انبجانیہ والی چادر لے آؤ، کیونکہ اس چادر نے ابھی نماز سے مجھ کو غافل کر دیا۔" اور ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "میں نماز میں اس کے نقش ونگار دیکھ رہا تھا، پس میں ڈرا کہ کہیں یہ مجھے غافل نہ کر دے۔"

۵۸۱۷] [ابو داود:۹۱٤]

تشریح: حضرت عامر بن حذیفہ صحابی ابوجہم نے یہ نقش ونگاروالی چادر آپ کوتحفہ میں پیش کی تھی۔ آپ نے اسے واپس کر دیا اور سادہ چادر ان سے منگا لی تا کہ ان کو رنج نہ ہو کہ نبی کریم ﷺ نے میرا تحفہ واپس کر دیا۔ معلوم ہوا کہ جو چیز نماز کے اندر خلل کا سبب بن سکے اس کو علیحدہ کرنا ہی اچھا ہے۔ ہشام بن عروہ کی تعلیق کو امام احمد اور ابن ابی شیبہ اور صحیح مسلم اور ابوداؤد نے نکالا ہے۔

بَابٌ إِنْ صَلَّى فِي ثَوْبٍ مُصَلَّبٍ أَوْ تَصَاوِيرَ هَلْ تَفْسُدُ صَلَاتُهُ وَمَا يُنْهَى مِنْ ذَلِكَ

باب: ایسے کپڑے میں اگر کسی نے نماز پڑھی جس پر صلیب یا مورتیں بنی ہوں تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ اور اس کی ممانعت کا بیان

٣٧٤۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ سَتَرَتْ بِهِ جَانِبَ بَيْتِهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَمِيطِي عَنَّا قِرَامَكِ هَذَا، فَإِنَّهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِيرُهُ تَعْرِضُ فِي صَلَاتِي)).

[طرفه في: ٥٩٥٩]

(۳۷۴) ہم سے ابومعمر عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک رنگین باریک پردہ تھا جسے انہوں نے اپنے گھر کے ایک طرف پردہ کے لیے لٹکا دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میرے سامنے سے اپنا یہ پردہ ہٹا دو، کیونکہ اس پر نقش شدہ تصاویر برابر میری نماز میں خلل انداز ہوتی رہی ہیں۔''

تشریح: گو اس حدیث میں صلیب کا ذکر نہیں ہے۔ مگر اس کا حکم بھی وہی ہے جو تصویر کا ہے اور جب ایسا پردہ لٹکانے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا تو یقیناً صلیب لٹکانا بطریق اولیٰ منع ہوگا۔ اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب اللباس والی حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس میں ذکر ہے کہ آپ اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہ چھوڑتے جس پر صلیب بنی ہوتی، اس کو توڑ دیا کرتے تھے۔ اور باب کی حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ ایسے کپڑے کا پہننا یا لٹکانا منع ہے لیکن اگر کسی نے اتفاقاً پہن لیا تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ آپ نے اس نماز کو دوبارہ نہیں لوٹایا۔

بَابُ مَنْ صَلَّى فِي فَرُّوجِ حَرِيرٍ ثُمَّ نَزَعَهُ

باب: جس نے ریشم کے کوٹ میں نماز پڑھی پھر اسے اتار دیا

٣٧٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: أُهْدِيَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَرُّوجُ حَرِيرٍ، فَلَبِسَهُ فَصَلَّى فِيهِ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَزَعَهُ نَزْعًا شَدِيدًا كَالْكَارِهِ لَهُ وَقَالَ: ((لَا يَنْبَغِي هَذَا لِلْمُتَّقِينَ)) [طرفه في:

(۳۷۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے یزید بن حبیب سے بیان کیا، انہوں نے ابوالخیر مرثد سے، انہوں نے عقبہ بن عامر سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کو ایک ریشم کی قبا تحفہ میں دی گئی۔ اسے آپ نے پہنا اور نماز پڑھی لیکن آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو بڑی تیزی کے ساتھ اسے اتار دیا۔ گویا آپ اسے پہن کر ناگواری محسوس کر رہے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''یہ پرہیزگاروں کے لائق

٥٨٠١] [مسلم: ٥٤٢٧، ٥٤٢٨؛ نسائي: ٧٦٩] نہیں ہے۔"

تشریح: صحیح مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھ کو اس کے پہننے سے منع فرما دیا۔ یہ کوٹ آپ ﷺ نے اس وقت پہنا ہوگا جب تک مردوں کو ریشمی کپڑے کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں آپ نے سونا اور ریشم کے لئے اعلان فرمادیا کہ یہ دونوں میری امت کے مردوں کے لئے حرام ہیں۔

بَابٌ: فِي الثَّوْبِ الْأَحْمَرِ

باب: سرخ رنگ کے کپڑے میں نماز پڑھنا

٣٧٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ، وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُونَ ذَلِكَ الْوَضُوءَ، فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ، وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ، ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ عَنَزَةً لَهُ فَرَكَزَهَا، وَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مُشَمِّرًا، صَلَّى إِلَى الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّونَ مِنْ بَيْنِ يَدَيِ الْعَنَزَةِ . [راجع: ١٨٧] [مسلم: ١١٢٠]

(٣٧٦) ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابن ابی زائدہ نے بیان کیا عون بن ابی جحیفہ سے، انہوں نے اپنے والد ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ سے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک سرخ چمڑے کے خیمہ میں دیکھا اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو وضو کرا رہے ہیں اور ہر شخص آپ کے وضو کا پانی حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اگر کسی کو تھوڑا سا بھی پانی مل جاتا تو وہ اسے اپنے اوپر مل لیتا اور اگر کوئی پانی نہ پا سکتا تو اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری ہی حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ پھر میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی ایک برچھی اٹھائی جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا تھا اور اسے انہوں نے گاڑ دیا۔ نبی کریم ﷺ (ڈیرے میں سے) ایک سرخ پوشاک پہنے ہوئے تہبند اٹھائے ہوئے باہر تشریف لائے اور برچھی کی طرف منہ کر کے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی، میں نے دیکھا کہ آدمی اور جانور برچھی کے پرے سے گزر رہے تھے۔

تشریح: امام ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ آپ کا یہ جوڑا نرا سرخ نہ تھا بلکہ اس میں سرخ اور کالی دھاریاں تھیں۔ سرخ رنگ کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے سات مذہب بیان کئے ہیں اور کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کافروں یا عورتوں کی مشابہت کی نیت سے مرد کو سرخ رنگ والے کپڑے پہننے درست نہیں ہیں اور کسم میں رنگا ہوا کپڑا مردوں کے لیے بالاتفاق ناجائز ہے۔ اسی طرح لال زین پوشوں کا استعمال جس کی ممانعت میں صاف حدیث موجود ہے۔ ڈیرے سے نکلتے وقت آپ کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ مسلم کی روایت میں ہے: گویا میں آپ کی پنڈلیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سترہ کے باہر سے کوئی آدمی نمازی کے آگے سے نکلے تو کوئی گناہ نہیں ہے اور نہ نماز میں خلل ہوتا ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي السُّطُوحِ وَالْمِنْبَرِ وَالْخَشَبِ

باب: چھت اور منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنے کے بارے میں

قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا أَنْ يُصَلَّى عَلَى الْجَمْدِ وَالْقَنَاطِيرِ، وَإِنْ جَرَى

حضرت ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ حضرت امام حسن بصری برف پر اور پلوں پر نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ خواہ اس کے

تَحْتَهَا بَوْلٌ أَوْ فَوْقَهَا أَوْ أَمَامَهَا، إِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا سُتْرَةٌ. وَصَلَّى أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ بِصَلَاةِ الْإِمَامِ. وَصَلَّى ابْنُ عُمَرَ عَلَى الثَّلْجِ.

نیچے، اوپر، سامنے پیشاب ہی کیوں نہ بہہ رہا ہو بشرطیکہ نمازی اور اس کے بیچ میں کوئی آڑ ہو اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مسجد کی چھت پر کھڑے ہو کر امام کی اقتدا میں نماز پڑھی (اور وہ نیچے تھے) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے برف پر نماز پڑھی۔

تشریح: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا ہے کہ ان صورتوں میں نماز درست ہے اور یہ بھی بتلایا ہے کہ نجاست کا دور کرنا جو نمازی پر فرض ہے اس سے یہ غرض ہے کہ نمازی کے بدن یا کپڑے سے نجاست نہ لگے۔ اگر درمیان میں کوئی چیز حائل ہو جیسے لوہے کا بمبا اور ایسا کوئی نلوہ ہو جس کے اندر نجاست بہ رہی ہو اور اس کے اوپر کی سطح پر جہاں نجاست کا کوئی اثر نہیں ہے کوئی نماز پڑھے تو یہ درست ہے۔
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والے اثر کو ابن ابی شیبہ اور سعید بن منصور نے نکالا ہے۔

٣٧٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ حَازِمٍ، قَالَ: سَأَلُوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ الْمِنْبَرُ فَقَالَ: مَا بَقِيَ بِالنَّاسِ أَعْلَمُ مِنِّي هُوَ مِنْ أَثْلِ الْغَابَةِ، عَمِلَهُ فُلَانٌ مَوْلَى فُلَانَةَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَقَامَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ عُمِلَ، وَوُضِعَ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ كَبَّرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهُ، فَقَرَأَ وَرَكَعَ وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهُ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى، فَسَجَدَ عَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ عَادَ عَلَى الْمِنْبَرِ، ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى حَتَّى سَجَدَ بِالْأَرْضِ، فَهٰذَا شَأْنُهُ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ سَأَلَنِيْ أَحْمَدُ ابْنُ حَنْبَلٍ- رَحِمَهُ اللّٰهُ- عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ، قَالَ: وَإِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ أَعْلَى مِنَ النَّاسِ، فَلَا بَأْسَ أَنْ يَكُوْنَ الْإِمَامُ أَعْلَى مِنَ النَّاسِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ: فَقُلْتُ: فَإِنَّ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ كَانَ يُسْأَلُ عَنْ هٰذَا كَثِيْرًا فَلَمْ تَسْمَعْهُ مِنْهُ؟ قَالَ: لَا.

[أطرافه في: ٤٤٨، ٩١٧، ٢٠٩٤، ٢٥٦٩]

(٣٧٧) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے بیان کیا، کہا کہ لوگوں نے سہل بن سعد ساعدی سے پوچھا کہ منبر نبوی کس چیز کا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ اب (دنیائے اسلام میں) اس کے متعلق مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا۔ منبر غابہ کے جھاؤ سے بنا تھا۔ فلاں عورت کے غلام فلاں نے اسے رسول اللہ ﷺ کے لیے بنایا تھا۔ جب وہ تیار کر کے (مسجد میں رکھا گیا) تو رسول اللہ ﷺ اس پر کھڑے ہوئے اور آپ نے قبلہ کی طرف اپنا منہ کیا اور تکبیر کہی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے پھر آپ نے قرآن مجید کی آیتیں پڑھیں اور رکوع کیا۔ آپ کے پیچھے تمام لوگ بھی رکوع میں چلے گئے۔ پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا۔ پھر اسی حالت میں آپ الٹے پاؤں پیچھے ہٹے۔ پھر زمین پر سجدہ کیا۔ پھر منبر پر دوبارہ تشریف لائے اور قراءت اور رکوع کیا، پھر رکوع سے سر اٹھایا اور قبلہ ہی کی طرف رخ کئے ہوئے پیچھے لوٹے اور زمین پر سجدہ کیا۔ یہ ہے منبر کا قصہ۔ امام ابو عبداللہ بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ علی بن عبداللہ مدینی نے کہا کہ مجھ سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس حدیث کو پوچھا۔ علی نے کہا کہ میرا مقصد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز میں لوگوں سے اونچے مقام پر کھڑے ہوئے تھے اس لیے اس میں کوئی حرج نہ ہونا چاہیے کہ امام مقتدیوں سے اونچی جگہ پر کھڑا ہو۔ علی بن مدینی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کہا کہ سفیان بن عیینہ سے یہ حدیث اکثر پوچھی جاتی تھی، آپ نے بھی یہ حدیث ان سے سنی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔

[مسلم: ١٢١٦؛ ابن ماجه: ١٤١٦]

تشریح: غابہ مدینہ کے قریب ایک گاؤں تھا۔ جہاں جھاؤ کے درخت بہت عمدہ ہوا کرتے تھے۔ اسی سے آپ کے لئے منبر بنایا گیا تھا۔ حدیث سے ثابت ہوا کہ امام مقتدیوں سے اونچی جگہ پر کھڑا ہو سکتا ہے اور یہ بھی نکلا کہ اتنا ہٹنا یا آگے بڑھنا نماز کو نہیں توڑتا۔ خطابی نے کہا کہ آپ کا منبر تین سیڑھیوں کا تھا۔ آپ دوسری سیڑھی پر کھڑے ہوں گے تو اترنے چڑھنے میں صرف دو قدم ہوئے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ حدیث علی بن مدینی سے سنی تو اپنا مسلک یہی قرار دیا کہ امام مقتدیوں سے بلند کھڑا ہو تو اس میں کچھ قباحت نہیں۔ سننے کی نفی سے مراد یہ کہ پوری روایت نہیں سنی۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے سفیان سے یہ حدیث نقل کی ہے اس میں صرف اتنا ہی ذکر ہے کہ منبر غابہ کے جھاؤ کا بنایا گیا تھا۔

حنفیہ کے ہاں بھی اس صورت میں اقتدا صحیح ہے بشرطیکہ مقتدی اپنے امام کے رکوع اور سجدہ کو کسی ذریعہ سے جان سکے اس کے لئے اس کی بھی ضرورت نہیں کہ چھت میں کوئی سوراخ ہو۔ (تفہیم الباری، جلد دوم/ص: ٧٧)

٣٧٨۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحِيْمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ سَقَطَ عَنْ فَرَسِهِ، فَجُحِشَتْ سَاقُهُ أَوْكَتِفُهُ، وَآلَى مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا، فَجَلَسَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ، دَرَجَتُهَا مِنْ جُذُوْعِ النَّخْلِ، فَأَتَاهُ أَصْحَابُهُ يَعُوْدُوْنَهُ، فَصَلَّى بِهِمْ جَالِسًا، وَهُمْ قِيَامٌ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا، وَإِنْ صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا)) وَنَزَلَ لِتِسْعٍ وَعِشْرِيْنَ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! إِنَّكَ آلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ)). [أطرافه في: ٦٨٩، ٧٣٢، ٧٣٣، ٨٠٥؛ ١١١٤، ١٩١١، ٢٤٦٩، ٥٢٠١، ٥٢٨٩، ٦٦٨٤]

(٣٧٨) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ہارون نے، کہا ہم کو حمید طویل نے خبر دی انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ (۵ھ میں) اپنے گھوڑے سے گر گئے تھے۔ جس سے آپ کی پنڈلی یا کندھا زخمی ہو گئے اور آپ نے ایک مہینے تک اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی۔ آپ اپنے بالا خانہ پر بیٹھ گئے۔ جس کے زینے کھجور کے تنوں سے بنائے گئے تھے۔ صحابہ مزاج پرسی کو آئے۔ آپ نے انہیں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور وہ کھڑے تھے۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ ''امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں جاؤ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ اور اگر کھڑے ہو کر تمہیں نماز پڑھائے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔'' اور آپ انتیس دن بعد نیچے تشریف لائے، تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے تو ایک مہینہ کے لیے قسم کھائی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ''یہ مہینہ انتیس دن کا ہے۔''

تشریح: ۵ھ میں آپ ﷺ اتفاقاً گھوڑے سے گر گئے تھے اور ایک موقع پر آپ نے ازواج مطہرات سے ایک مہینہ کے لئے ۹ھ میں علیحدگی کی قسم کھائی تھی۔ ان دونوں مواقع پر آپ نے بالا خانے میں قیام فرمایا تھا۔ زخمی ہونے کی حالت میں اس لئے کہ صحابہ کو عیادت میں آسانی ہو اور ازواج مطہرات سے جب آپ نے ملنا جلنا ترک کیا تو اس خیال سے کہ پوری طرح ان سے علیحدگی رہے، بہرحال ان دونوں واقعات کے سن و تاریخ الگ الگ ہیں لیکن راوی اس خیال سے کہ دونوں مرتبہ آپ نے بالا خانے پر قیام فرمایا تھا انہیں ایک ساتھ ذکر کر دیتے ہیں۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ امام اگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"والصحيح انه منسوخ بصلاتهم فى اخر عمره عليه الصلوة والسلام قياما خلفه وهو قاعد۔"

یعنی صحیح یہ ہے کہ یہ منسوخ ہے اس لئے کہ آخر عمر میں (نبی کریم ﷺ نے) بیٹھ کر نماز پڑھائی، اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔

بَابٌ: إِذَا أَصَابَ ثَوْبُ الْمُصَلِّي امْرَأَتَهُ إِذَا سَجَدَ

باب: جب سجدے میں آدمی کا کپڑا اس کی عورت سے لگ جائے تو کیا حکم ہے؟

٣٧٩ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي وَأَنَا حِذَاءَهُ وَأَنَا حَائِضٌ وَرُبَّمَا أَصَابَنِي ثَوْبُهُ إِذَا سَجَدَ. قَالَتْ: وَكَانَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ. [راجع :٣٣٣]

(٣٧٩) ہم سے مسدد نے بیان کیا خالد سے، کہا کہ ہم سے سلیمان شیبانی نے بیان کیا عبداللہ بن شداد سے، انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے، آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی ﷺ نماز پڑھتے اور حائضہ ہونے کے باوجود میں ان کے سامنے ہوتی، اکثر جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کا کپڑا مجھے چھو جاتا۔ انہوں نے کہا کہ آپ (کھجور کے پتوں سے بنے ہوئے ایک چھوٹے سے) مصلے پر نماز پڑھتے تھے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْحَصِيرِ

باب: بوریے پر نماز پڑھنے کا بیان

وَصَلَّى جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ وَأَبُوْ سَعِيْدٍ فِي السَّفِيْنَةِ قَائِمًا وَقَالَ الْحَسَنُ: تُصَلِّيْ قَائِمًا مَا لَمْ تَشُقَّ عَلَى أَصْحَابِكَ، تَدُوْرُ مَعَهَا وَإِلَّا فَقَاعِدًا.

اور جابر اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما نے کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ جب تک کہ اس سے تیرے ساتھیوں کو تکلیف نہ ہو اور کشتی کے رخ کے ساتھ تو بھی گھومتا جا ورنہ بیٹھ کر پڑھ۔

تشریح: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ کشتی چلتی رہتی اور ہم نماز پڑھتے رہتے حالانکہ ہم چاہتے تو کشتی کا لنگر ڈال سکتے تھے۔ امام حسن بصری والے اثر کو ابن ابی شیبہ نے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں روایت کیا ہے۔ کشتی کے ساتھ گھومنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز شروع کرنے کے وقت قبلہ کی طرف منہ کر لو، پھر جدھر کشتی گھومے کچھ مضائقہ نہیں۔ نماز پڑھتے رہو۔ گو قبلہ رخ باقی نہ رہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ اثر اس لئے لائے ہیں کہ کشتی بھی زمین نہیں ہے جیسا بوریا زمین نہیں ہے اور اس پر نماز درست ہے۔

"جوز ابو حنيفة الصلوة في السفينة قاعدا مع القدرة على القيام۔" (قسطلانی)

یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے اگرچہ کھڑے ہونے کی قدرت بھی ہو۔ (یہ باب منعقد کرنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ان لوگوں کی تردید کرنا ہے کہ جو مٹی کے سوا اور کسی بھی چیز پر سجدہ جائز نہیں جانتے)

٣٨٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ جَدَّتَهُ، مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ لَهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ: ((قُوْمُوْا فَلِأُصَلِّيَ لَكُمْ)) قَالَ أَنَسٌ: فَقُمْتُ إِلَى حَصِيْرٍ لَنَا قَدِ

(٣٨٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، کہ ان کی نانی ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو کھانا تیار کر کے کھانے کے لیے بلایا۔ آپ نے کھانے کے بعد فرمایا کہ آؤ تمہیں نماز پڑھا دوں۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اپنے گھر سے ایک بوریا اٹھایا جو کثرت استعمال سے کالا ہو گیا تھا۔ میں نے اس پر پانی چھڑکا۔ پھر رسول اللہ ﷺ

اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ، فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَصَفَفْتُ وَالْيَتِيْمَ وَرَاءَهُ، وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَرَائِنَا، فَصَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ. [اطرافه في: ٧٢٧، ٨٦٠، ٨٧١، ٨٧٤، ١١٦٤] [مسلم: ١٤٩٩؛ ترمذي: ٢٣٤؛ نسائي: ٨٠٠]

نماز کے لیے (اسی بوریے پر) کھڑے ہوئے اور میں اور ایک یتیم (رسول اللہ ﷺ کے غلام ابوضمیرہ کے لڑکے ضمیرہ) آپ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے اور بوڑھی عورت (انس رضی اللہ عنہ کی نانی ملیکہ رضی اللہ عنہا) ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی اور واپس گھر تشریف لے گئے۔

تشریح: بعض لوگوں نے ملیکہ کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دادی بتلایا ہے۔ ملیکہ بنت مالک بن عدی انس کی ماں کی والدہ ہیں۔ انس کی ماں کا نام ام سلیم اوران کی ماں کا نام ملیکہ ہے۔ "او الضمير في جدته يعود على انس نفسه وبه جزم ابن سعد۔" (قسطلانی)

یہاں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں کی تردید کر رہے ہیں جو سجدہ کے لئے صرف مٹی ہی کو بطور شرط خیال کرتے ہیں۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْخُمْرَةِ

باب: کھجور کی چٹائی پر نماز پڑھنا

٣٨١۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ شَدَّادٍ، عَنْ مَيْمُوْنَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ عَلَى الْخُمْرَةِ. [راجع: ٣٣٣] [نسائي: ٧٣٧؛ ابن ماجه: ١٠٢٨]

(٣٨١) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، کہا ہم سے سلیمان شیبانی نے عبداللہ بن شداد کے واسطے سے، انہوں نے ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سجدہ گاہ (یعنی چھوٹے مصلے) پر نماز پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: "قال الجوهرى: الخمرة بالضم سجادة صغيرة تعمل من سحف النخل وترمل بالخيوط وقال صاحب النهاية هى مقدار ما يضع عليه الرجل وجهه فى سجوده من حصير او نسيجة خوص ونحوه من الثياب ولا يكون خمرة الا فى هذا المقدار۔" (نيل، ج: ٢/ ص: ١٢٩)

خلاصہ یہ کہ خمرہ چھوٹے مصلّی پر بولا جاتا ہے وہ کھجور کا ہو یا کسی اور چیز کا اور حصیر طول طویل بوریا، ہر دو پر نماز جائز ہے، یہاں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں کی تردید کر رہے ہیں جو سجدہ کے لئے زمین کی مٹی کو شرط قرار دیتے ہیں۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْفِرَاشِ

باب: بچھونے پر نماز پڑھنا (جائز ہے)

وَصَلَّى أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَلَى فِرَاشِهِ وَقَالَ أَنَسٌ: كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَيَسْجُدُ أَحَدُنَا عَلَى ثَوْبِهِ.

اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے بچھونے پر نماز پڑھی اور فرمایا ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے پھر ہم میں سے کوئی اپنے کپڑے پر سجدہ کر لیتا تھا۔

٣٨٢۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ

(٣٨٢) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا مجھ سے امام مالک نے عمر بن عبیداللہ کے غلام ابوالنضر سالم کے حوالہ سے، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت

عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ: كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ وَرِجْلَايَ فِيْ قِبْلَتِهِ، فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ، فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ، فَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا. قَالَتْ: وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ. [أطرافه في: ٣٨٣، ٣٨٤، ٥٠٨، ٥١١، ٥١٢، ٥١٣، ٥١٤، ٥١٥، ٥١٩، ٩٩٧، ١٢٠٩، ٦٢٧٦]

عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ نے بتلایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے آگے سو جاتی اور میرے پاؤں آپ کے قبلہ میں ہوتے۔ جب آپ سجدہ کرتے، تو میرے پاؤں کو آہستہ سے دبا دیتے۔ میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور آپ جب کھڑے ہو جاتے تو میں انہیں پھر پھیلا دیتی۔ ان دنوں گھروں میں چراغ بھی نہیں ہوا کرتے تھے۔

٣٨٣ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ، أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ وَهِيَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى فِرَاشِ أَهْلِهِ، اعْتِرَاضَ الْجَنَازَةِ. [راجع: ٣٨٢]

(۳۸۳) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے عقیل سے، انہوں نے ابن شہاب سے، ان کو عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر کے بچھونے پر نماز پڑھتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اور قبلہ کے درمیان اس طرح لیٹی ہوتیں جیسے (نماز کے لیے) جنازہ رکھا جاتا ہے۔

تشریح: اوپر والی حدیث میں بچھونے کا لفظ نہ تھا، اس حدیث سے وضاحت ہو گئی۔

٣٨٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ، عَنْ عِرَاكٍ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ وَعَائِشَةُ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى الْفِرَاشِ الَّذِيْ يَنَامَانِ عَلَيْهِ. [راجع: ٣٨٢]

(۳۸۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا ہم سے لیث بن سعد نے حدیث بیان کی یزید سے، انہوں نے عراک سے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے کہ نبی کریم ﷺ اس بچھونے پر نماز پڑھتے جس پر آپ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اور قبلہ کے درمیان اس بستر پر لیٹی رہتیں۔

تشریح: اس حدیث میں مزید وضاحت آ گئی کہ جس بستر پر آپ سویا کرتے تھے، اسی پر بعض دفعہ نماز بھی پڑھ لیتے۔ پس معلوم ہوا کہ سجدہ کے لئے زمین کی مٹی کا بطور شرط ہونا ضروری نہیں ہے۔ سجدہ بہر حال زمین ہی پر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بستر یا چٹائی یا مصلیٰ زمین پر بچھا ہوا ہے۔

بَابُ السُّجُوْدِ عَلَى الثَّوْبِ فِيْ شِدَّةِ الْحَرِّ

باب: سخت گرمی میں کپڑے پر سجدہ کرنا (جائز ہے)

وَقَالَ الْحَسَنُ: كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُوْنَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَيَدَاهُ فِيْ كُمِّهِ.

اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ لوگ عمامہ اور کنٹوپ پر سجدہ کیا کرتے تھے اور ان کے دونوں ہاتھ آستینوں میں ہوتے۔

٣٨٥ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، هِشَامُ بْنُ عَبْدِالْمَلِكِ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ

(۳۸۵) ہم سے ابو الولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے بشر بن مفضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے غالب قطان نے بکر

غَالِبٌ الْقَطَّانُ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَيَضَعُ أَحَدُنَا طَرَفَ الثَّوْبِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ فِي مَكَانِ السُّجُودِ.

[طرفاه في: ٥٤٢، ١٢٠٨] [مسلم: ١٤٠٧؛ ابوداود: ٦٦٠؛ ترمذي: ٥٨٤؛ نسائي: ١١١٥؛ ابن ماجه: ١٠٣٣]

بن عبداللہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، پھر سخت گرمی کی وجہ سے کوئی کوئی ہم میں سے اپنے کپڑے کا کنارہ سجدے کی جگہ رکھ لیتا۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي النِّعَالِ

باب: جوتوں سمیت نماز پڑھنا (جائز ہے)

٣٨٦ـ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مَسْلَمَةَ، سَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ الْأَزْدِيُّ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ قَالَ: نَعَمْ. [طرفه في: ٥٨٥٠] [مسلم: ١٢٣٦، ١٢٣٧؛ ترمذي: ٤٠٠؛ نسائي: ٧٧٤]

(٣٨٦) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابومسلمہ سعید بن یزید ازدی نے بیان کیا، کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ جوتے پہن کر نماز پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں!

تشریح: ابوداؤد اور حاکم کی حدیث میں یوں ہے کہ یہودیوں کے خلاف کرو، وہ جوتوں میں نماز نہیں پڑھتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز میں جوتے اتارنا مکروہ جانتے تھے اور ابوعمرو شیبانی کوئی نماز میں جوتا اتارے تو اسے مارا کرتے تھے۔ مگر یہ شرط ضروری ہے کہ پاک صاف ہوں بعض لوگ کہتے ہیں کہ نعل عربوں کا ایک خاص جوتا تھا اور ان عام جوتوں میں نماز جائز نہیں۔ خواہ وہ پاک صاف بھی ہوں۔ دلائل کی رو سے ایسا کہنا صحیح نہیں ہے۔ جوتوں میں نماز بلاکراہت جائز اور درست ہے۔ بشرطیکہ وہ پاک اور صاف ستھرے ہوں، گندگی کا ذرا بھی شبہ ہو تو ان کو اتار دینا چاہیے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْخِفَافِ

باب: موزے پہنے ہوئے نماز پڑھنا (جائز ہے)

٣٨٧ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ، يُحَدِّثُ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: رَأَيْتُ جَرِيرَ ابْنَ عَبْدِاللّٰهِ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ، وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى، فَسُئِلَ فَقَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ صَنَعَ مِثْلَ هَذَا قَالَ إِبْرَاهِيمُ: فَكَانَ يُعْجِبُهُمْ، لِأَنَّ جَرِيرًا كَانَ مِنْ آخِرِ مَنْ أَسْلَمَ. [مسلم: ٦٢٢، ٦٢٣؛ ترمذي: ٩٣؛ نسائي:

(٣٨٧) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے اعمش کے واسطہ سے، اس نے کہا کہ میں نے ابراہیم نخعی سے سنا، وہ ہمام بن حارث سے روایت کرتے تھے، انہوں نے کہا کہ میں نے جریر بن عبداللہ کو دیکھا، انہوں نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔ پھر کھڑے ہوئے اور (موزوں سمیت) نماز پڑھی۔ آپ سے جب اس کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ ابراہیم نخعی نے کہا کہ یہ حدیث لوگوں کی نظر میں بہت پسندیدہ تھی، کیونکہ جریر رضی اللہ عنہ آخر میں اسلام لائے تھے۔

۱۱۸، ۷۷۳؛ ابن ماجه: ۵٤۳]

۳۸۸۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: وَضَّأْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ وَصَلَّى. [راجع:۱۸۲]

(۳۸۸) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا اعمش کے واسطہ سے، انہوں نے مسلم بن صبیح سے، انہوں نے مسروق بن اجدع سے، انہوں نے مغیرہ بن شعبہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو وضو کرایا۔ آپ نے اپنے موزوں پر مسح کیا اور نماز پڑھی۔

تشریح: خف کی تعریف یہ ہے: " والخف نعل من ادم يغطى الكعبين۔" (نيل الاوطار) یعنی وہ چمڑے کا ایک ایسا جوتا ہوتا ہے جو ٹخنوں تک سارے پیر کو ڈھانپ لیتا ہے اس پر مسح کا جائز ہونا جمہور امت کا مسلمہ ہے: "عن ابن المبارك قال: ليس في المسح على الخفين عن الصحابة اختلاف (نيل الاوطار) یعنی صحابہ میں خفین پر مسح کرنے کے جواز میں کسی کا اختلاف منقول نہیں ہوا۔ نووی شرح مسلم میں ہے کہ مسح علی الخفین کا جواز بے شمار صحابہ سے مروی ہے۔ یہ ضروری شرط ہے کہ پہلی دفعہ جب بھی خف پہنا جائے وضو کر کے پیر دھو کر پہنا جائے، اس صورت میں مسافر کے لئے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات اس پر مسح کر لینا جائز ہوگا۔ ترجمہ میں موزوں سے یہی خف مراد ہیں۔ جرابوں پر بھی مسح درست ہے بشرطیکہ۔ وہ اس قدر موٹی ہوں کہ ان کو حقیقی جراب کہا جا سکے۔

بَابٌ: إِذَا لَمْ يُتِمَّ السُّجُوْدَ

باب: جب کوئی پورا سجدہ نہ کرے (تو اس کی نماز کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟)

۳۸۹۔ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهُ وَلَا سُجُوْدَهُ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ: مَا صَلَّيْتَ ـ قَالَ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ:ـ لَوْ مُتَّ مُتَّ عَلَى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ.

[طرفاه في : ۷۹۱، ۸۰۸]

(۳۸۹) ہمیں صلت بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے مہدی بن میمون نے واصل کے واسطہ سے، وہ ابو وائل شقیق بن سلمہ سے، وہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع اور سجدہ پوری طرح نہیں کرتا تھا۔ جب اس نے اپنی نماز پوری کر لی تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ ابو وائل راوی نے کہا، میں خیال کرتا ہوں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم ایسی ہی نماز پر مر جاتا تو محمد ﷺ کی سنت پر نہیں مرتا۔

تشریح: رکوع اور سجدہ پورا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کم از کم تین تین مرتبہ رکوع اور سجدہ کی دعائیں پڑھی جائیں، اور رکوع ایسا ہو کہ کمر بالکل سیدھی جھک جائے اور ہاتھ عمدہ طور پر گھٹنوں پر رہوں۔ سجدہ میں پیشانی اور ناک اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور پیروں کی قبلہ رخ انگلیاں زمین پر جم جائیں۔ رکوع اور سجدہ کو ان صورتوں میں پورا کیا جائے گا۔ جو لوگ مرغوں کی طرح ٹھونگے مارتے ہیں، وہ اس حدیث کی وعید کے مصداق ہیں۔ سنت کے مطابق آہستہ آہستہ نماز ادا کرنا جماعت اہل حدیث کا طرہ امتیاز ہے، اللہ اسی پر قائم دائم رکھے۔ آمین

بَابٌ: يُبْدِيْ ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِيْ جَنْبَيْهِ فِي السُّجُوْدِ

باب: سجدہ میں اپنی بغلوں کو کھلی رکھے اور اپنی پسلیوں سے (ہر دو کہنیوں کو) جدا رکھے

٣٩٠ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ بَكْرُ بْنُ مُضَرَ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ. وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِيْ جَعْفَرُ ابْنُ رَبِيْعَةَ نَحْوَهُ [طرفاه في: ٨٠٧، ٣٥٦٤]

(٣٩٠) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا مجھ سے حدیث بیان کی بکر بن مضر نے جعفر سے، وہ ابن ہرمز سے، انہوں نے عبداللہ بن مالک بن بحینہ سے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز پڑھتے تو اپنے بازوؤں کے درمیان اس قدر کشادگی کر دیتے کہ دونوں بغلوں کی سفیدی ظاہر ہونے لگتی تھی اور لیث نے یوں کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے اسی طرح حدیث بیان کی۔

[مسلم: ١١٠٥، ١١٠٦؛ نسائي: ١١٠٥]

تشریح: یہ سب رکوع وسجود کے آداب بیان کئے گئے ہیں جن کا ملحوظ رکھنا بےحد ضروری ہے۔

بَابُ فَضْلِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ

باب: قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت

يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ. قَالَهُ أَبُو حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اور ابوحمید رضی اللہ عنہ صحابی نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ نمازی نماز میں اپنے پاؤں کی انگلیاں بھی قبلے کی طرف رکھے۔

تشریح: نبی کریم ﷺ قیام مکہ میں اور شروع زمانہ مدینہ میں بیت المقدس ہی کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ مگر آپ کی تمنا تھی کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ مکہ شریف کی مسجد کو مقرر کیا جائے۔ چنانچہ مدینہ میں تحویل قبلہ ہوا، اور آپ نے مکہ شریف کی مسجد کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز شروع کی اور قیامت تک کے لئے یہ تمام دنیائے اسلام کے لئے قبلہ مقرر ہوا۔ اب کلمہ شہادت کے ساتھ قبلہ کو تسلیم کرنا بھی ضروریات ایمان سے ہے۔

٣٩١ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمَهْدِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ سِيَاهٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا، فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِيْ لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِ اللَّهِ، فَلَا تُخْفِرُوا اللَّهَ فِيْ ذِمَّتِهِ)). [طرفاه في: ٣٩٢، ٣٩٣]

(٣٩١) ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن مہدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے منصور بن سعد نے میمون بن سیاہ کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا تو وہ مسلمان ہے جس کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی پناہ ہے۔ پس تم اللہ کے ساتھ اس کی دی ہوئی پناہ میں خیانت نہ کرو۔“

[نسائي: ٥٠١٢]

٣٩٢ـ حَدَّثَنَا نُعَيْمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُوْلُوْا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. فَإِذَا قَالُوْهَا وَصَلَّوْا صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلُوْا قِبْلَتَنَا، وَأَكَلُوْا

(٣٩٢) ہم سے نعیم بن حماد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن المبارک نے حمید طویل کے واسطہ سے، انہوں نے روایت کیا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ پس جب وہ اس کا اقرار کرلیں اور ہماری طرح نماز پڑھنے لگیں اور ہمارے قبلہ کی طرف نماز

ذَبِيحَتَنَا، فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ)). [راجع:٣٩١]

[ابوداود: ٢٦٤١؛ ترمذي: ٢٦٠٨؛ نسائي: ٣٩٧٧، ٥٠١٨]

میں منہ کریں اور ہمارے ذبیحہ کو کھانے لگیں تو ان کا خون اوران کے اموال ہم پر حرام ہو گئے۔ مگر کسی حق کے بدلے اور (باطن میں) ان کا حساب اللہ پر رہے گا۔"

٣٩٣ـ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ: حَدَّثَنَا خَالِدُ ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: سَأَلَ مَيْمُونُ بْنُ سِيَاهٍ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَقَالَ: يَا أَبَا حَمْزَةَ، وَمَا يُحَرِّمُ دَمَ الْعَبْدِ وَمَالَهُ فَقَالَ: مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَصَلَّى صَلَاتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا، فَهُوَ الْمُسْلِمُ، لَهُ مَا لِلْمُسْلِمِ، وَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُسْلِمِ. قَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [راجع:٣٩١]

(۳۹۳) علی بن عبداللہ مدینی نے فرمایا کہ ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حمید طویل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میمون بن سیاہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے ابوحمزہ! آدمی کی جان اور مال پر زیادتی کو کیا چیزیں حرام کرتی ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہماری نماز کی طرح نماز پڑھی اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا تو وہ مسلمان ہے۔ پھر اس کے وہی حقوق ہیں جو عام مسلمانوں کے ہیں اور اس کی وہی ذمہ داریاں ہیں جو عام مسلمانوں پر ہیں۔
اور ابن ابی مریم نے کہا، ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے حمید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہم سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر کے حدیث بیان کی۔

تشریح: ان احادیث میں ان چیزوں کا بیان ہے جن پر اسلام کی بنیاد قائم ہے جن میں اولین چیز کلمہ طیبہ پڑھنا اور توحید و رسالت کی گواہی دینا ہے اور اسلامی تعلیم کے مطابق قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کرنا اور اسلام کے طریقہ پر ذبح کرنا اور اسے کھانا، یہ وہ ظاہری امور ہیں جن کے بجالانے والے کو مسلمان ہی کہا جائے گا۔ رہا اس کے دل کا معاملہ وہ اللہ کے حوالہ ہے۔ چونکہ اس میں قبلہ رخ منہ کرنا بطور اصل اسلام مذکور ہے اس لئے حدیث اور باب میں مطابقت ہوئی۔

بَابُ قِبْلَةِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَأَهْلِ الشَّامِ وَالْمَشْرِقِ

باب: مدینہ اور شام والوں کے قبلہ کا بیان اور مشرق کا بیان

لَيْسَ فِي الْمَشْرِقِ وَلَا فِي الْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ، لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ ((لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ وَلَكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا)).

اور (مدینہ اور شام والوں کا) قبلہ مشرق و مغرب کی طرف نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (خاص اہل مدینہ سے متعلق اور اہل شام بھی اسی میں داخل ہیں) کہ "پاخانہ یا پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف رخ نہ کرو، البتہ مشرق کی طرف اپنا منہ کرلو، یا مغرب کی طرف۔"

تشریح: مدینہ اور شام سے مکہ جنوب میں پڑتا ہے، اس لئے مدینہ اور شام والوں کو پاخانہ اور پیشاب مشرق اور مغرب کی طرف منہ کر کے کرنے کا حکم ہوا لیکن جو لوگ مکہ سے مشرق یا مغرب کی طرف میں رہتے ہیں ان کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ جنوب یا شمال کی طرف منہ کریں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی مشرق

اور مغرب میں قبلہ نہ ہونے سے یہی مراد ہے کہ ان لوگوں کا قبلہ مشرق اور مغرب نہیں ہے جو مکہ سے جنوب یا شمال میں رہتے ہیں۔

۳۹٤۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا، وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا أَوْ غَرِّبُوْا)) قَالَ أَبُوْ أَيُّوبَ: فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِيضَ بُنِيَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ، فَنَنْحَرِفُ وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ. وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ. [راجع:١٤٤]

(۳۹۴) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے، کہا ہم سے زہری نے عطاء بن یزید لیثی کے واسطہ سے، انہوں نے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم قضائے حاجت کے لیے جاؤ تو اس وقت نہ قبلہ کی طرف منہ کرو اور نہ پیٹھ کرو۔ بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف اس وقت اپنا منہ کر لیا کرو۔'' ابوایوب نے فرمایا کہ ہم جب شام میں آئے تو یہاں کے بیت الخلاء قبلہ رخ بنے ہوئے تھے (جب ہم قضائے حاجت کے لیے جاتے) تو ہم مڑ جاتے اور اللہ عزوجل سے استغفار کرتے تھے اور زہری نے عطاء سے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا۔ اس میں یوں ہے کہ عطاء نے کہا میں نے ابوایوب سے سنا، انہوں نے اسی طرح نبی ﷺ سے سنا۔

تشریح: اصل میں یہ حدیث ایک ہے جو دو سندوں سے روایت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ سفیان نے علی بن عبداللہ مدینی سے یہ حدیث دوبارہ بیان کی، ایک بار میں تو عن عطاء عن ابی ایوب کہا، اور دوسری بار میں سمعت ابا ایوب کہا تو دوسری بار میں عطاء کے سماع کی ابوایوب سے وضاحت ہوگئی۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ [البقرة:١٢٥]

باب: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ ''مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو ابراہیمی مصلے پر نماز ادا کرنے کا حکم دیا تھا مگر صد افسوس کہ امت نے کعبہ کو ہی تقسیم کر ڈالا اور چار مصلے شافعی مالکی اور حنبلی وغیرہ ناموں سے ایجاد کر لئے گئے۔ اس طرح امت میں وہ تفریق ہوئی کہ جس کی سزا آج تک مسلمانوں کو مل رہی ہے اور وہ باہمی اتفاق کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اللہ بھلا کرے نجدی حکومت کا جس نے کعبہ سے اس تفریق کو ختم کر کے تمام مسلمانوں کو ایک مصلی ابراہیمی پر جمع کر دیا، اللہ اس حکومت کو ہمیشہ نیک توفیق دے اور قائم رکھے۔ آمین

۳۹٥۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، قَالَ: سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ، طَافَ بِالْبَيْتِ لِلْعُمْرَةِ، وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ فَقَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا،

(۳۹۵) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرو بن دینار نے، کہا ہم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جس نے بیت اللہ کا طواف عمرہ کے لیے کیا لیکن صفا اور مروہ کی سعی نہیں کی، کیا ایسا شخص (بیت اللہ کے طواف کے بعد) اپنی بیوی سے صحبت کر سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ

وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

نبی کریم ﷺ تشریف لائے آپ نے سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر صفا اور مروہ کی سعی کی اور تمہارے لیے نبی کریم ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

[أطرافه في: ١٦٢٣، ١٦٢٧، ١٦٤٥، ١٦٤٧، ١٧٩٣] [مسلم: ٢٢٩٩، ٢٣٠٠؛ نسائي: ٢٩٣٠، ٢٩٦٠، ٢٩٦٦؛ ابن ماجه: ٢٩٥٩]

٣٩٦۔ وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ فَقَالَ: لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتَّى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ .

[أطرافه في ١٦٢٤، ١٦٤٦، ١٧٩٤، راجع: ٣٩٥]

(۳۹۶) عمرو بن دینار نے کہا، ہم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے بھی یہی فرمایا کہ وہ بیوی کے قریب بھی اس وقت تک نہ جائے جب تک صفا اور مروہ کی سعی نہ کر لے۔

تشریح: گویا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ اشارہ کیا کہ نبی کریم ﷺ کی پیروی واجب ہے اور یہ بھی بتایا کہ صفا اور مروہ میں دوڑنا واجب ہے اور جب تک یہ کام نہ کرے عمرہ کا احرام نہیں کھل سکتا۔

امام حمیدی اور ائمہ احناف رحمہم اللہ: صاحب انوار الباری نے امام حمیدی کے متعلق بعض جگہ بہت ہی نامناسب الفاظ استعمال کئے ہیں ان کو امام شافعی رحمہ اللہ کا رفیق سفر اور ان کے مذہب کا بڑا علم بردار بتاتے ہوئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مخالف قرار دیا ہے۔ (دیکھو انوار الباری جلد ہفتم ص: ۴۴) چونکہ امام حمیدی امام بخاری رحمہ اللہ کے اکابر اساتذہ میں سے ہیں اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ بھی اپنے بزرگ استاد سے کافی متاثر اور حنفیت کے لئے شدید متعصب نظر آتے ہیں۔ اس نامناسب بیان کے باوجود صاحب انوار الباری نے شاہ صاحب (مولانا انور شاہ صاحب رحمہ اللہ) سے جو ہدایات نقل فرمائی ہیں، وہ اگر ہر وقت ملحوظ خاطر رہیں تو کافی حد تک تعصب اور تقلید جامد سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ شاہ صاحب کے ارشادات انوار الباری کے لفظوں میں یہ ہیں:

ہمیں اپنے اکابر کی طرف سے کسی حالت میں بدگمان نہ ہونا چاہیے حتی کہ ان حضرات سے بھی جن سے ہمارے مقتداؤں کے بارے میں صرف برے کلمات ہی نقل ہوئے ہوں کیونکہ ممکن ہے ان کی رائے آخر وقت میں بدل گئی ہو اور وہ ہمارے ان مقتداؤں کی طرف سے سلیم الصدر ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے ہوں۔ غرض سب سے بہتر اور اسلم طریقہ یہی ہے کہ "قصہ زمین برسر زمین" ختم کر دیا جائے اور آخرت میں سب ہی حضرات اکابر کو پوری عزت اور سربلندی کے ساتھ اور آپس میں ایک دوسرے سے خوش ہوتے ہوئے ملیک مقتدر کے دربار خاص میں یکجا و مجتمع تصور کیا جائے، جہاں وہ سب ارشاد خداوندی: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ﴾ (۱۵/ الحجر: ۴۷) کے مظہر اتم ہوں گے۔ ان شاء اللہ العزیز"۔ (انوار الباری، جلد: ۷/ص: ۴۵) ہمیں بھی یقین ہے کہ آخرت میں یہی معاملہ ہوگا، مگر شدید ضرورت ہے کہ دنیا میں بھی جملہ کلمہ گو مسلمان ایک دوسرے کے لئے اپنے دلوں میں جگہ پیدا کریں اور ایک دوسرے کا احترام کرنا سیکھیں تاکہ وہ امت واحدہ کا نمونہ بن کر آنے والے مصائب کا مقابلہ کر سکیں۔ اس بارے میں سب سے زیادہ ذمہ داری ان ہی علمائے کرام کی ہے جو امت کی عزت و ذلت کے واحد ذمہ دار ہیں، اللہ ان کو نیک سمجھ عطا کرے۔ کسی شاعر نے ٹھیک کہا ہے:

وما افسد الدين الا الملوك　　واحبار سوء ورهبانها

یعنی دین کو بگاڑنے میں زیادہ حصہ ظالم بادشاہوں اور دنیادار مولویوں اور مکار درویشوں ہی کا رہا ہے۔ "اعاذنا الله منهم"

٣٩٧۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى،

(۳۹۷) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید

عَنْ سَيْفٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي سُلَيْمَانَ۔ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا، قَالَ: أُتِيَ ابْنُ عُمَرَ فَقِيلَ لَهُ هَذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ الْكَعْبَةَ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَأَقْبَلْتُ وَالنَّبِيُّ ﷺ قَدْ خَرَجَ، وَأَجِدُ بِلَالًا قَائِمًا بَيْنَ الْبَابَيْنِ، فَسَأَلْتُ بِلَالًا فَقُلْتُ: أَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِي الْكَعْبَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ اللَّتَيْنِ عَلَى يَسَارِهِ إِذَا دَخَلْتَ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى فِي وَجْهِ الْكَعْبَةِ رَكْعَتَيْنِ. [أطرافه في: ٤٦٨، ٥٠٤، ٥٠٥، ٥٠٦، ١١٦٧، ١٥٩٨، ١٥٩٩، ٢٩٨٨، ٤٢٨٩، ٤٤٠٠] [مسلم: ٣٢٣٠، ٣٢٣١، ٣٢٣٢؛ ابوداود: ٢٠٢٣، ٢٠٢٤، ٢٠٢٥؛ نسائي: ٦٩١، ٧٤٨، ٢٩٠٥، ٢٩٠٦، ٢٩٠٧، ٢٩٠٨؛ ابن ماجه: ٣٠٦٣]

قطان نے بیان کیا سیف بن ابی سلیمان سے، انہوں نے کہا میں نے مجاہد سے سنا، انہوں نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور کہنے لگا، اے لو یہ رسول اللہ ﷺ آن پہنچے اور آپ کعبہ کے اندر داخل ہو گئے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں جب آیا تو نبی کریم ﷺ کعبہ سے نکل چکے تھے، میں نے دیکھا کہ بلال دونوں دروازوں کے سامنے کھڑے ہیں۔ میں نے بلال سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، دو رکعت ان دو ستونوں کے درمیان پڑھی تھیں، جو کعبہ میں داخل ہوتے وقت بائیں طرف واقع ہیں۔ پھر جب باہر تشریف لائے تو کعبہ کے سامنے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔

تشریح: یعنی مقام ابراہیم کے پاس۔ گو آپ ﷺ نے مقام ابراہیم کی طرف منہ نہیں کیا بلکہ کعبہ کی طرف منہ کیا۔

٣٩٨۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْبَيْتَ دَعَا فِي نَوَاحِيهِ كُلِّهَا، وَلَمْ يُصَلِّ حَتَّى خَرَجَ مِنْهُ، فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِي قُبُلِ الْكَعْبَةِ وَقَالَ: ((هَذِهِ الْقِبْلَةُ)) [أطرافه في: ١٦٠١، ٣٣٥١، ٣٣٥٢، ٤٢٨٨]

(٣٩٨) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالرزاق بن ہمام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ابن جریج نے خبر پہنچائی عطاء بن ابی رباح سے، انہوں نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ جب نبی کریم ﷺ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تو اس کے چاروں کونوں میں آپ نے دعا کی اور نماز نہیں پڑھی۔ پھر جب باہر تشریف لائے تو دو رکعت نماز کعبہ کے سامنے پڑھی اور فرمایا کہ یہی قبلہ ہے۔

تشریح: اور یہ اب کبھی منسوخ نہیں ہوگا یعنی مقام ابراہیم کے پاس اس طرح یہ حدیث باب کے مطابق ہوگئی۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا ان احادیث کے لانے کا مقصد یہ ہے کہ آیت مبارکہ ﴿وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ (٢/البقرة: ١٢٥) میں امر وجوب کے لئے نہیں ہے۔ آدمی کعبہ کی طرف منہ کر کے ہر جگہ نماز پڑھ سکتا ہے خواہ مقام ابراہیم میں پڑھے یا کسی اور جگہ میں۔ اس روایت میں کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے، اگلی روایت میں یہ ذکر موجود ہے۔ تطبیق یہ ہے کہ آپ کعبہ کے اندر شاید کئی دفعہ داخل ہوئے بعض دفعہ آپ نے نماز پڑھی، بعض دفعہ صرف دعا پر ہی اکتفا کیا اور کعبہ میں داخل ہونے کے دونوں طریقے جائز ہیں۔

بَابُ التَّوَجُّهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ حَيْثُ كَانَ

باب: ہر مقام اور ہر ملک میں مسلمان جہاں بھی رہے نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرے

وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَكَبِّرْ)).

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کعبہ کی طرف منہ کر اور تکبیر کہہ۔''

تشریح: اس حدیث کو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاستیذان میں نکالا ہے۔ مقصد ظاہر ہے کہ دنیائے اسلام کے لئے ہر ہر ملک سے نماز میں سمت کعبہ کی طرف منہ کرنا کافی ہے اس لئے کہ عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ناممکن ہے۔ ہاں جو لوگ حرم میں ہوں اور کعبہ نظروں کے سامنے ہو ان کو عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے۔ نماز میں کعبہ کی طرف توجہ کرنا اور تمام عالم کے لئے کعبہ کو مرکز بنانا اسلامی اتحاد و مرکزیت کا ایک زبردست مظاہرہ ہے۔ کاش! مسلمان اس حقیقت کو سمجھیں اور ملی طور پر اپنے اندر مرکزیت پیدا کریں۔

٣٩٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ صَلَّى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا، وَكَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يُحِبُّ أَنْ يُوَجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ﴾ [البقره: ١٤٤] فَتَوَجَّهَ نَحْوَ الْقِبْلَةِ، وَقَالَ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ وَهُمُ الْيَهُوْدُ: ﴿مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ [البقرة:١٤٢] فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ مَا صَلَّى، فَمَرَّ عَلَى قَوْمٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ يُصَلُّوْنَ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ: هُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ وَأَنَّهُ تَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ فَتَحَرَّفَ الْقَوْمُ حَتَّى تَوَجَّهُوْا نَحْوَ الْكَعْبَةِ.

[راجع: ٤٠] [ترمذي: ٣٤٠، ٢٩٦٢]

(٣٩٩) ہم سے عبداللہ بن رجاء نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسرائیل بن یونس نے بیان کیا، کہا انہوں نے ابواسحاق سے بیان کیا، کہا انہوں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں اور رسول اللہ ﷺ (دل سے) چاہتے تھے کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''ہم آپ کا آسمان کی طرف بار بار چہرہ اٹھانا دیکھتے ہیں۔'' پھر آپ نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا اور احمقوں نے جو یہودی تھے کہنا شروع کیا کہ ''انہیں اگلے قبلہ سے کس چیز نے پھیر دیا۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی کی ملکیت ہے مشرق اور مغرب، اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت کر دیتا ہے۔'' (جب قبلہ بدلا تو) ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر نماز کے بعد وہ چلا اور انصار کی ایک جماعت پر اس کا گزر ہوا جو عصر کی نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھ رہے تھے۔ اس شخص نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ وہ نماز پڑھی ہے جس میں آپ نے موجودہ قبلہ (کعبہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ پھر وہ جماعت (نماز کی حالت میں ہی) مڑ گئی اور کعبہ کی طرف منہ کر لیا۔

تشریح: بیان کرنے والے عباد بن بشر نامی ایک صحابی تھے اور یہ بنی حارثہ کی مسجد تھی جس کو آج بھی مسجد القبلتین کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اللہ کا شکر

ہے کہ راقم الحروف کو ایک مرتبہ ۱۹۵۱ء میں اور دوسری طرف مرتبہ ۱۹۶۲ء میں یہ مسجد دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ قباء والوں کو دوسرے دن خبر ہوئی تھی وہ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے اور نماز ہی میں کعبہ کی طرف گھوم گئے۔

٤٠٠ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ، فَإِذَا أَرَادَ الْفَرِيضَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

[أطرافه في: ١٠٩٤، ١٠٩٩، ٤١٤٠]

(۴۰۰) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عبداللہ دستوائی نے، کہا ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے محمد بن عبدالرحمٰن کے واسطہ سے، انہوں نے جابر بن عبداللہ سے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ اپنی سواری پر خواہ اس کا رخ کسی طرف ہو (نفل) نماز پڑھتے تھے لیکن جب فرض نماز پڑھنا چاہتے تو سواری سے اتر جاتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔

تشریح: نفلی نمازیں سواری پر پڑھنا درست ہے اور رکوع سجدہ بھی اشارے سے کرنا کافی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اونٹنی پر نماز شروع کرتے وقت آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے تکبیر کہہ لیا کرتے تھے۔

٤٠١ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ۔ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لَا أَدْرِي زَادَ أَوْ نَقَصَ ـ فَلَمَّا سَلَّمَ قِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَحَدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ؟ قَالَ: ((وَمَا ذَاكَ)). قَالُوا: صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا فَثَنَى رِجْلَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، فَلَمَّا أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ قَالَ: ((إِنَّهُ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ لَنَبَّأْتُكُمْ بِهِ، وَلَكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ، أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ، فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي، وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ، فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ، ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ)).

[أطرافه في: ٤٠٤، ١٢٢٦، ٦٦٧١، ٧٢٤٩]
[مسلم: ١٢٧٤، ١٢٧٥، ١٢٧٦، ١٢٧٧، ١٢٧٨، ١٢٧٩، ١٢٨٠؛ ابوداود: ١٠٢٠؛ نسائي: ١٢٤٠، ١٢٤١، ١٢٤٢، ١٢٤٣؛ ابن

(۴۰۱) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے منصور کے واسطے سے، انہوں نے ابراہیم سے، انہوں نے علقمہ سے، کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھائی۔ ابراہیم نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ نماز میں زیادتی ہوئی یا کمی، پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم آیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''آخر کیا بات ہے؟'' لوگوں نے کہا: آپ نے اتنی اتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے اپنے دونوں پاؤں پھیرے اور قبلہ کی طرف منہ کر لیا اور (سہو کے) دو سجدے کئے اور سلام پھیرا۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ''اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہوتا تو میں تمہیں پہلے ہی ضرور کہہ دیتا لیکن میں تو تمہارے ہی جیسا آدمی ہوں، جس طرح تم بھولتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں۔ اس لیے جب میں بھول جایا کروں تو تم مجھے یاد دلایا کرو اور اگر کسی کو نماز میں شک ہو جائے تو اس وقت ٹھیک بات سوچ لے اور اسی کے مطابق نماز پوری کرے پھر سلام پھیر کر دو سجدے (سہو کے) کر لے۔''

ماجه: ١٢١١، ١٢١٢]

تشریح: بخاری شریف ہی کی ایک دوسری حدیث میں خود ابراہیم سے روایت ہے کہ آپ نے بجائے چار کے پانچ رکعت نماز پڑھ لی تھیں اور یہ ظہر کی نماز تھی۔ طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ یہ عصر کی نماز تھی، اس لئے ممکن ہے کہ دو دفعہ یہ واقعہ ہوا ہو۔ ٹھیک بات سوچنے کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً: تین یا چار میں شک ہو تو تین کو اختیار کرے، دو اور تین میں شک ہو تو دو کو اختیار کرے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پیغمبروں سے بھی بھول چوک ممکن ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز میں اگر اس گمان پر کہ نماز پوری ہو چکی ہے کوئی بات کر لے تو نماز کا نئے سرے سے لوٹانا واجب نہیں ہے کیونکہ آپ نے خود نئے سرے سے نماز کو لوٹایا نہ لوگوں کو حکم دیا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِبْلَةِ،

وَمَنْ لَا يَرَى الْإِعَادَةَ عَلَى مَنْ سَهَا فَصَلَّى إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ وَقَدْ سَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ فِي رَكْعَتَيِ الظُّهْرِ، وَأَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ، ثُمَّ أَتَمَّ مَا بَقِيَ.

باب: قبلہ سے متعلق مزید احادیث

اور جس نے یہ کہا کہ اگر کوئی بھول سے قبلہ کے علاوہ کسی دوسری طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے تو اس پر نماز کا لوٹانا واجب نہیں ہے۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ظہر کی دو رکعت کے بعد ہی سلام پھیر دیا اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئے، پھر (یاد دلانے پر) باقی نماز پوری کی۔

تشریح: یہ ایک حدیث کا حصہ (ٹکڑا) ہے جسے خود امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے روایت کیا ہے۔ مگر اس میں آپ ﷺ کا لوگوں کی طرف منہ کرنے کا ذکر نہیں ہے اور یہ فقرہ موطا امام مالک کی روایت میں ہے۔ اس حدیث سے ترجمہ باب اس طرح نکلا کہ جب آپ نے بھولے سے لوگوں کی طرف منہ کر لیا تو قبلہ کی طرف آپ کی پیٹھ ہو گئی، باوجود اس کے آپ نے نماز کو نئے سرے سے نہیں لوٹایا بلکہ جو باقی رہ گئی تھی اتنی ہی پڑھی۔

٤٠٢۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: وَافَقْتُ رَبِّي فِي ثَلَاثٍ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! لَوِ اتَّخَذْنَا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى فَنَزَلَتْ: ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ [البقرة: ١٢٥] وَآيَةُ الْحِجَابِ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! لَوْ أَمَرْتَ نِسَاءَكَ أَنْ يَحْتَجِبْنَ، فَإِنَّهُ يُكَلِّمُهُنَّ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ، وَاجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُنَّ ﴿عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ﴾ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ. [التحريم: ٥] [أطرافه في: ٤٤٨٣، ٤٧٩٠، ٤٩١٦] [ترمذي: ٢٩٥٩؛ ابن ماجه: ١٠٠٩]

(۴۰۲) ہم سے عمرو بن عون نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشیم نے حمید کے واسطہ سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری تین باتوں میں جو میرے منہ سے نکلا میرے رب نے ویسا ہی حکم فرمایا۔ میں نے کہا تھا: یارسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا سکتے تو اچھا ہوتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ''اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔'' دوسری آیت پردہ کے بارے میں ہے۔ میں نے کہا تھا کہ یارسول اللہ! کاش! آپ اپنی عورتوں کو پردہ کا حکم دیتے، کیونکہ ان سے اچھے اور برے ہر طرح کے لوگ بات کرتے ہیں۔ اس پر پردہ کی آیت نازل ہوئی اور ایک مرتبہ نبی ﷺ کی بیویاں جوش و خروش میں آپ کی خدمت میں اتفاق کر کے کچھ مطالبات لے کر حاضر ہوئیں۔ میں نے ان سے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ پاک تمہیں طلاق دلا دیں اور تمہارے بدلے تم سے بہتر مسلمہ بیویاں اپنے رسول ﷺ کو عنایت کریں، تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ﴾

وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا، بِهٰذَا.

اور سعید بن ابی مریم نے کہا کہ مجھے یحییٰ بن ایوب نے خبر دی، کہا کہ ہم سے حمید نے بیان کیا، کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی۔

تشریح: اس سند کے بیان کرنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ حمید کا سماع انس رضی اللہ عنہ سے معلوم ہو جائے اور یحییٰ بن ایوب اگرچہ ضعیف ہے مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی روایت بطور متابعت قبول فرمائی ہے۔

٤٠٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: بَيْنَ النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ إِذْ جَاءَ هُمْ آتٍ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ، وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبَلُوْهَا، وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ إِلَى الشَّامِ، فَاسْتَدَارُوْا إِلَى الْكَعْبَةِ. [أطرافه في: ٤٤٨٨، ٤٤٩٠، ٤٤٩١، ٤٤٩٣، ٤٤٩٤، ٧٢٥١] [مسلم: ١١٧٨؛ نسائي: ٤٩٢، ٧٤٤]

(۴۰۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے عبداللہ بن دینار کے واسطہ سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ قبا میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں ایک آنے والا آیا۔ اس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ پر کل وحی نازل ہوئی ہے اور انہیں کعبہ کی طرف (نماز میں) منہ کرنے کا حکم ہو گیا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے بھی کعبہ کی جانب منہ کر لیے جبکہ اس وقت وہ شام کی جانب منہ کئے ہوئے تھے، اس لیے وہ سب کعبہ کی جانب گھوم گئے۔

تشریح: ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ عورتیں مردوں کی جگہ آ گئیں اور مرد گھوم کر عورتوں کی جگہ چلے گئے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی صورت یہ ہوئی کہ امام جو مسجد کے آگے کی جانب تھے گھوم کر مسجد کے پیچھے کی جانب آ گیا، کیونکہ جو کوئی مدینہ میں کعبہ کی طرف منہ کرے گا تو بیت المقدس اس کے پیٹھ کی طرف ہو جائے گا اور اگر امام اپنی جگہ پر رہ کر گھوم جاتا تو اس کے پیچھے صفوں کی جگہ کہاں سے نکلتی اور جب امام گھوما تو مقتدی بھی اس کے ساتھ گھوم گئے اور عورتیں بھی، یہاں تک کہ وہ مردوں کے پیچھے آ گئیں۔ ضرورت کے تحت یہ کیا گیا جیسا کہ وقت آنے پر سانپ مارنے کے لئے مسجد میں بحالت نماز گھومنا پھرنا درست ہے۔

٤٠٤ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ خَمْسًا فَقَالُوْا: أَزِيْدَ فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ: ((وَمَا ذَاكَ؟)) قَالُوْا: صَلَّيْتَ خَمْسًا قَالَ فَثَنَى رِجْلَهُ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ. [راجع: ٤٠١] [مسلم: ١٢٨١؛ ابوداود: ١٠١٩؛ ترمذي: ٣٩٢؛ نسائي: ١٢٥٣، ١٢٥٤؛ ابن ماجه: ١٢٠٥]

(۴۰۴) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے شعبہ کے واسطے سے، انہوں نے ابراہیم سے، انہوں نے علقمہ سے انہوں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے (بھولے سے) ظہر کی نماز (ایک مرتبہ) پانچ رکعت پڑھی۔ صحابہ نے پوچھا: کیا نماز کی رکعتیں زیادہ ہو گئی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آخر بات کیا ہے؟'' صحابہ نے کہا کہ آپ ﷺ نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر آپ نے اپنے پاؤں موڑ لیے اور (سہو کے) دو سجدے کئے۔

تشریح: گزشتہ حدیث سے ثابت ہوا کہ کچھ صحابہ نے باوجود اس کے کہ کچھ نماز کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے پڑھی مگر اس کو دوبارہ نہیں لوٹایا اور اس حدیث سے یہ نکلا کہ آپ نے بھول کر لوگوں کی طرف منہ کر لیا، اور کعبہ کی طرف آپ کی پیٹھ ہوگئی مگر آپ ﷺ نے نماز کو پھر بھی نہیں لوٹایا، باب کا یہی مقصود تھا۔

بَابُ حَكِّ الْبُزَاقِ بِالْيَدِ مِنَ الْمَسْجِدِ

باب: اس بارے میں کہ مسجد میں تھوک لگا ہو تو ہاتھ سے اس کا کھرچ ڈالنا ضروری ہے

٤٠٥ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ، فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ حَتَّى رُئِيَ فِي وَجْهِهِ، فَقَامَ فَحَكَّهُ بِيَدِهِ فَقَالَ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ، فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ ـ أَوْ إِنَّ رَبَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ ـ فَلَا يَبْزُقَنَّ أَحَدُكُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ)). ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ فَبَصَقَ فِيهِ، ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ، فَقَالَ: ((أَوْ يَفْعَلُ هَكَذَا)) [راجع: ٢٤١]

(۴۰۵) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے حمید کے واسطہ سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے قبلہ کی طرف (دیوار) پر بلغم دیکھا، جو آپ کو ناگوار گزرا، اور یہ ناگواری آپ کے چہرہ مبارک پر دکھائی دینے لگی۔ پھر آپ اٹھے اور خود اپنے ہاتھ سے کھرچ ڈالا اور فرمایا کہ ''جب کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو گویا وہ اپنے رب کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے، یا یوں فرمایا کہ اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے، اس لیے کوئی شخص (نماز میں اپنے) قبلہ کی طرف نہ تھوکے۔ البتہ بائیں طرف یا اپنے قدموں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔'' پھر آپ نے اپنی چادر کا کنارہ لیا، اس پر تھوکا پھر اس کو الٹ پلٹ کیا اور فرمایا: ''یا اس طرح کر لیا کرو۔''

٤٠٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى بُصَاقًا فِي جِدَارِ الْقِبْلَةِ فَحَكَّهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي، فَلَا يَبْصُقْ قِبَلَ وَجْهِهِ، فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ قِبَلَ وَجْهِهِ إِذَا صَلَّى))

[أطرافه في: ٧٥٣، ١٢١٣، ٦١١١] [مسلم: ١٢٢٣؛ نسائي: ٧٢٣]

(۴۰۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے نافع کے واسطہ سے روایت کیا، کہا انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبلے کی دیوار پر تھوک دیکھا، آپ ﷺ نے اسے کھرچ ڈالا پھر (آپ نے) لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا کہ ''جب کوئی شخص نماز میں ہو تو اپنے منہ کے سامنے نہ تھوکے کیونکہ نماز میں منہ کے سامنے اللہ عزوجل ہوتا ہے۔''

٤٠٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى فِي جِدَارِ الْقِبْلَةِ مُخَاطًا أَوْ

(۴۰۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ہشام بن عروہ کے واسطہ سے، انہوں نے اپنے والد، انہوں نے حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی دیوار پر رینٹ یا تھوک یا بلغم دیکھا تو اسے آپ ﷺ نے کھرچ ڈالا۔

بُصَاقًا أَوْ نُخَامَةً فَحَكَّهُ. [مسلم:١٢٢٧]

بَابُ حَكِّ الْمُخَاطِ بِالْحَصَى مِنَ الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں رینٹ کو کنکری سے کھرچ ڈالنا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنْ وَطِئْتَ عَلَى قَذَرٍ رَطْبٍ فَاغْسِلْهُ، وَإِنْ كَانَ يَابِسًا فَلَا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر گیلی نجاست پر تمہارے پاؤں پڑیں تو انہیں دھوڈالو اور اگر نجاست خشک ہو تو دھونے کی ضرورت نہیں۔

تشریح: اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے نکالا ہے جس کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اگر بھولے سے نہ دھوئے تو کوئی ہرج نہیں۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس کے بعد کی پاک زمین اس کو بھی پاک کر دیتی ہے۔ آپ نے ایسا ایک عورت کے جواب میں فرمایا تھا۔ جس کا پلو لٹکتا رہتا تھا۔ ترجمہ باب سے اس اثر کی مطابقت یوں ہے کہ قبلہ کی طرف تھوکنے کی ممانعت اس لئے ہے کہ یہ ادب کے خلاف ہے، نہ اس لئے کہ تھوک نجس ہے۔ اگر بالفرض نجس بھی ہوتا تو سوکھی نجاست کے روندنے سے کچھ ہرج نہیں ہے۔

٤٠٨، ٤٠٩۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، وَأَبَا سَعِيدٍ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي جِدَارِ الْمَسْجِدِ، فَتَنَاوَلَ حَصَاةً فَحَتَّهَا فَقَالَ: ((إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ قِبَلَ وَجْهِهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى)). [طرفاه في :٤١٠، ٤١٦] طرفاه في: ٤١١، ٤١٤] [مسلم: ١٢٢٥، ١٢٢٦؛ ابن ماجه: ٧٦١]

(۴۰۸، ۴۰۹) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ابن شہاب نے حمید بن عبدالرحمٰن کے واسطہ سے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار پر بلغم دیکھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنکری لی اور اسے صاف کر دیا۔ پھر فرمایا کہ "جب تم میں سے کوئی شخص تھوکے تو اسے اپنے منہ کے سامنے یا دائیں طرف نہیں تھوکنا چاہیے، البتہ بائیں طرف یا اپنے پاؤں کے نیچے تھوک لے۔"

تشریح: ترجمہ باب میں رینٹ کا ذکر تھا اور حدیث میں بلغم کا ذکر ہے۔ چونکہ یہ دونوں آدمی کے فضلے ہیں اس لئے دونوں کا ایک ہی حکم ہے، حدیث مذکور میں نماز کی قید نہیں ہے۔ مگر آگے یہی روایت آدم بن ابی ایاس سے آ رہی ہے اس میں نماز کی قید ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت مطلق ہے۔ یعنی نماز میں ہو یا غیر نماز میں مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں قبلہ کی طرف تھوکنا منع ہے۔ پچھلے باب میں تھوک کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنے کا ذکر تھا اور یہاں کنکری سے کھرچنے کا ذکر ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ آپ نے کبھی ایسا کیا، کبھی ایسا کیا، دونوں طرح سے مسجد کو صاف کرنا مقصد ہے۔

بَابٌ: لَا يَبْصُقْ عَنْ يَمِينِهِ، فِي الصَّلَاةِ

باب: اس بارے میں کہ نماز میں اپنے دائیں طرف نہ تھوکنا چاہیے

٤١٠-٤١١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، وَأَبَا سَعِيدٍ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي حَائِطِ الْمَسْجِدِ، فَتَنَاوَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَصَاةً فَحَتَّهَا ثُمَّ قَالَ: ((إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَخَّمْ قِبَلَ وَجْهِهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى)) [راجع: ٤٠٨، ٤٠٩]

(۴۱۰، ۴۱۱) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے عقیل بن خالد کے واسطے سے، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے حمید بن عبدالرحمٰن سے کہ حضرت ابو ہریرہ، اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کی دیوار پر بلغم دیکھا تو آپ ﷺ نے ایک کنکری سے اسے کھرچ ڈالا اور فرمایا: ''اگر تم میں سے کسی کو تھوکنا ہو تو اپنے چہرے کے سامنے یا اپنے دائیں طرف نہ تھوکا کرو، البتہ اپنے بائیں طرف یا اپنے بائیں قدم کے نیچے تھوک سکتے ہو۔''

٤١٢- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا يَتْفِلَنَّ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ رِجْلِهِ الْيُسْرَى)). [راجع: ٢٤١] [مسلم: ١٢٣٠]

(۴۱۲) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے قتادہ نے خبر دی، انہوں نے کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے سامنے یا اپنی دائیں طرف نہ تھوکا کرو، البتہ بائیں طرف یا بائیں قدم کے نیچے تھوک سکتے ہو۔''

بَابٌ: لِيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى

باب: بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوکنے کے بیان میں

٤١٣- حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا يُنَاجِي رَبَّهُ، فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ)). [راجع: ٢٤١، ٤١٢]

(۴۱۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مومن جب نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے سامنے یا دائیں طرف نہ تھوکے، ہاں بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوک لے۔''

٤١٤- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَبْصَرَ نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَحَكَّهَا بِحَصَاةٍ، ثُمَّ نَهَى

(۴۱۴) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے، کہا ہم سے امام زہری نے حمید بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے مسجد کے قبلہ کی دیوار پر بلغم دیکھا تو آپ نے اسے کنکری سے کھرچ ڈالا۔ پھر فرمایا کہ کوئی شخص سامنے یا

أَنْ يَبْزُقَ الرَّجُلُ بَيْنَ يَدَيْهِ أَوْ عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى. وَعَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعَ حُمَيْدًا عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ نَحْوَهُ. [راجع: ٤٠٩]

دائیں طرف نہ تھوکے، البتہ بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوک لینا چاہیے۔ دوسری روایت میں زہری سے یوں ہے کہ انہوں نے حمید بن عبدالرحمن سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے اسی طرح یہ حدیث سنی۔

تشریح: اس سند کے بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ زہری کا سماع حمید سے معلوم ہو جائے۔ یہ جملہ احادیث اس زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں جب مساجد خام تھیں اور فرش بھی ریت کا ہوتا تھا اس میں اس تھوک کو غائب کر دینا ممکن تھا جیسا کہ ((كفارتها دفنها)) میں وارد ہوا، اب پختہ فرشوں والی مساجد میں صرف رومال کا استعمال ہونا چاہیے جیسا کہ دوسری روایات میں اس کا ذکر موجود ہے۔

بَابُ كَفَّارَةِ الْبُزَاقِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں تھوکنے کا کفارہ

٤١٥ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ، وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا)).

[مسلم: ١٢٣٢؛ ابوداود: ٤٧٤]

(۴۱۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، کہا ہم سے قتادہ نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے (زمین میں) چھپا دینا ہے۔''

بَابُ دَفْنِ النُّخَامَةِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: اس بارے میں کہ مسجد میں بلغم کو مٹی کے اندر چھپا دینا ضروری ہے

٤١٦ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يَبْصُقْ أَمَامَهُ، فَإِنَّمَا يُنَاجِي اللَّهَ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، فَإِنَّ عَنْ يَمِينِهِ مَلَكًا، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ، فَيَدْفِنُهَا)). [راجع: ٤٠٨]

(۴۱۶) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں عبدالرزاق نے معمر بن راشد سے، انہوں نے ہمام بن منبہ سے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ''جب کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہو تو سامنے نہ تھوکے کیونکہ وہ جب تک اپنی نماز کی جگہ میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کرتا رہتا ہے اور دائیں طرف بھی نہ تھوکے کیونکہ اس طرف فرشتہ ہوتا ہے، ہاں بائیں طرف یا قدم کے نیچے تھوک لے اور اسے مٹی میں چھپا دے۔''

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے تھوک سے متعلق ان جملہ ابواب اور ان میں روایت کردہ احادیث سے ثابت فرمایا کہ بوقت ضرورت تھوک، رینٹ، کھنکار، بلغم سب کا آنا لازمی ہے مگر مسجد کا ادب اور نمازیوں کے آرام وراحت کا خیال ضروری ہے، ابتدائے اسلام میں مساجد خام تھیں، فرش بالکل خام مٹی کے ہوا کرتے تھے جن میں تھوک لینا اور پھر ریت میں اس تھوک کا چھپا دینا ممکن تھا۔ آج کل مساجد پختہ، ان کے فرش پختہ پھر ان پر بہترین حصیر ہوتے ہیں۔ ان صورتوں اور ان حالات میں رومال کا استعمال ہی مناسب ہے۔ مسجد میں یا اس کے درودیوار پر تھوکنا یا رینٹ یا بلغم لگا دینا سخت گناہ اور

مسجد کی بے ادبی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسے لوگوں پر اپنی سخت ترین ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے، جیسا کہ حدیث عبداللہ بن عمر میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

بَابٌ: إِذَا بَدَرَهُ الْبُزَاقُ فَلْيَأْخُذْ بِطَرَفِ ثَوْبِهِ

باب: جب تھوک کا غلبہ ہو تو نمازی اپنے کپڑے کے کنارے میں تھوک لے

٤١٧ـ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَحَكَّهَا بِيَدِهِ، وَرُئِيَ مِنْهُ كَرَاهِيَةٌ ـ أَوْ رُئِيَ كَرَاهِيَتُهُ لِذَلِكَ وَشِدَّتُهُ عَلَيْهِ ـ وَقَالَ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ فَإِنَّمَا يُنَاجِي رَبَّهُ ـ أَوْ رَبُّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قِبْلَتِهِ ـ فَلَا يَبْزُقَنَّ فِي قِبْلَتِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ)). ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَاءِهِ فَبَزَقَ فِيهِ، وَرَدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ، قَالَ: ((أَوْ يَفْعَلُ هَكَذَا))

[راجع:٢٤١]

(۴۱۷) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر بن معاویہ نے، کہا ہم سے حمید نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے قبلہ کی طرف (دیوار پر) بلغم دیکھا تو آپ نے خود اسے کھرچ ڈالا اور آپ کی ناخوشی کو محسوس کیا گیا یا (راوی نے اس طرح بیان کیا کہ) اس کی وجہ سے آپ کی شدید ناگواری کو محسوس کیا گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ''جب کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے، یا یہ کہ اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے اس لیے قبلہ کی طرف نہ تھوکا کرو، البتہ بائیں طرف یا قدم کے نیچے تھوک لیا کرو۔'' پھر آپ نے اپنی چادر کا ایک کونا (کنارہ) لیا، اس میں تھوکا اور چادر کی ایک تہہ کو دوسری تہہ پر پھیر لیا اور فرمایا: ''یا اس طرح کر لیا کرے۔''

تشریح: نبی کریم ﷺ نے آنے والے حالات کی بنا پر بوقت ضرورت اپنے عمل سے ہر طرح کی آسانی ثابت فرمائی ہے۔ چونکہ آج کل مساجد پختہ ہوتی ہیں، فرش بھی پختہ اور ان پر مختلف قسم کی قیمتی چیزیں (قالین وغیرہ) بچھی ہوتی ہیں، لہٰذا آج آپ کی یہی سنت ملحوظ رکھنی ہوگی کہ بوقت ضرورت رومال میں تھوک لیا جائے اور اس مقصد کے لئے خاص رومال رکھے جائیں۔ قربان جائیے! آپ نے اپنے عمل سے ہر طرح کی سہولت ظاہر فرما دی۔ کاش! مسلمان سمجھیں، اور اسوۂ حسنہ پر عمل کو اپنا مقصد حیات بنالیں۔

بَابُ عِظَةِ الْإِمَامِ النَّاسَ فِي إِتْمَامِ الصَّلَاةِ، وَذِكْرِ الْقِبْلَةِ

باب: امام لوگوں کو یہ نصیحت کرے کہ نماز پوری طرح پڑھیں اور قبلہ کا بیان

٤١٨ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَا هُنَا فَوَاللَّهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ خُشُوعُكُمْ وَلَا رُكُوعُكُمْ، إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي)) [طرفه في: ٧٤١] [مسلم: ٩٥٨]

(۴۱۸) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابوالزناد سے خبر دی، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میرا منہ (نماز میں) قبلہ کی طرف ہے، اللہ کی قسم مجھ سے نہ تمہارا خشوع چھپتا ہے نہ رکوع، میں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے تم کو دیکھتا رہتا ہوں۔''

٤١٩ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ ﷺ صَلَاةً ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ، فَقَالَ فِي الصَّلَاةِ وَفِي الرُّكُوعِ: ((إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ كَمَا أَرَاكُمْ)) [طرفاه في: ٧٤٢، ٦٦٤٤]

(۴۱۹) ہم سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہم سے فلیح بن سلیمان نے ہلال بن علی سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں ایک مرتبہ نماز پڑھائی، پھر آپ منبر پر چڑھے، پھر نماز کے باب میں اور رکوع کے باب میں فرمایا: ''میں تمہیں پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا رہتا ہوں جیسے اب سامنے سے دیکھ رہا ہوں۔''

تشریح: یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا کہ آپ مہر نبوت کے ذریعہ سے پیٹھ پیچھے سے بھی برابر دیکھ لیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ وحی اور الہام کے ذریعہ سے بھی آپ کو معلوم ہو جایا کرتا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں حقیقتاً دیکھنا مراد ہے اور یہ آپ کے معجزات میں سے ہے کہ آپ پشت کی طرف کھڑے ہوئے لوگوں کو بھی دیکھ لیا کرتے تھے مواہب الدنیہ میں بھی ایسا لکھا ہوا ہے۔

بَابٌ: هَلْ يُقَالُ مَسْجِدُ بَنِي فُلَانٍ

باب: اس بارے میں کہ کیا یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ مسجد فلاں خاندان والوں کی ہے

تشریح: ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ایسا کہنا کہ یہ مسجد فلاں قبیلہ یا فلاں شخص کی ہے مکروہ جانتے تھے کیونکہ مساجد سب اللہ کی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب اسی غرض سے باندھا ہے کہ ایسا کہنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اس سے مسجد اور اس کے تعمیر کرنے والوں کی شناخت مقصود ہوتی ہے۔ ورنہ تمام مساجد سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اللہ ہی کی عبادت کے لئے تعمیر کی جاتی ہیں۔ اسلامی فرقے جو اپنے اپنے ناموں سے مساجد کو موسوم کرتے ہیں اور اس میں دیگر مسالک کے لوگ خصوصاً اہل حدیث کا داخلہ ممنوع رکھتے ہیں، اور اگر کوئی بھولا بھٹکا ان کی مسجد میں چلا جائے تو مسجد کو غسل دے کر اپنے تئیں پاک صاف کرتے ہیں، ان لوگوں کا یہ طرز عمل تفریق بین المسلمین کا کھلا مظاہرہ ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت دے۔

٤٢٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي أُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ، وَأَمَدُهَا ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ، وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضْمَرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ، وَأَنَّ عَبْدَاللَّهِ ابْنَ عُمَرَ كَانَ فِيمَنْ سَابَقَ بِهَا. [أطرافه في: ٢٨٦٨، ٢٨٦٩، ٢٨٧٠، ٧٣٣٦] [مسلم: ٤٨٤٣؛ ابو داود: ٢٥٧٥؛ نسائي: ٣٥٨٦]

(۴۲۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہوں نے نافع کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان گھوڑوں کی جنہیں (جہاد کے لیے) تیار کیا گیا تھا مقام حفیاء سے دوڑ کرائی، اس دوڑ کی حد ثنیۃ الوداع تھی اور جو گھوڑے ابھی تیار نہیں ہوئے تھے ان کی دوڑ ثنیہ الوداع سے مسجد بنی زریق تک کرائی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اس گھوڑ دوڑ میں شرکت کی تھی۔

تشریح: خاندانوں کی طرف مساجد کی نسبت کا رواج زمانہ رسالت ہی سے شروع ہو چکا تھا جیسا کہ یہاں مسجد بنی زریق کا ذکر ہے۔ جہاد کے لئے خاص طور پر گھوڑوں کو تیار کرنا اور ان میں سے مشق کے لئے دوڑ کرانا بھی حدیث مذکور سے ثابت ہوا۔ آپ نے جس گھوڑے کو دوڑ کے لئے پیش کیا تھا اس کا نام سکب تھا۔ یہ دوڑ حفیا اور ثنیۃ الوداع سے ہوئی تھی جن کا درمیانی فاصلہ پانچ یا چھ یا زیادہ سے زیادہ سات میل بتلایا گیا ہے اور جو گھوڑے ابھی

نئے تھے ان کی دوڑ کے لئے تھوڑی مسافت مقرر کی گئی تھی، جو ثنیۃ الوداع سے لے کر مسجد بنی زریق تک تھی۔

موجودہ دور میں ریس کے میدانوں میں جو دوڑ کرائی جاتی ہے، اس کی ہار جیت کا سلسلہ سراسر جوئے بازی سے ہے، لہٰذا اس میں شرکت کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے۔

بَابُ الْقِسْمَةِ وَتَعْلِيقِ الْقِنْوِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں مال تقسیم کرنا اور مسجد میں کھجور کا خوشہ لٹکانا

قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: الْقِنْوُ الْعِذْقُ وَالإِثْنَانِ قِنْوَانِ، وَالْجَمَاعَةُ أَيْضًا قِنْوَانٌ مِثْلَ صِنْوٍ وَصِنْوَانٍ.

امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قنو کا معنی (عربی زبان میں) عذق (خوشہ کھجور) کے ہیں۔ دو کے لیے قنوان آتا ہے اور جمع کے لیے بھی یہی لفظ آتا ہے جیسے صنو اور صنوان۔

٤٢١ـ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: يَعْنِي ابْنَ طَهْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ: ((انْثُرُوهُ فِي الْمَسْجِدِ)) وَكَانَ أَكْثَرَ مَالٍ أُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى الصَّلَاةِ، وَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهِ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ جَاءَ فَجَلَسَ إِلَيْهِ، فَمَا كَانَ يَرَى أَحَدًا إِلَّا أَعْطَاهُ، إِذْ جَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَعْطِنِي فَإِنِّي فَادَيْتُ نَفْسِي وَفَادَيْتُ عَقِيلًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: ((خُذْ)) فَحَثَا فِي ثَوْبِهِ، ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أُؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ إِلَيَّ قَالَ: ((لَا)) قَالَ: فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ: ((لَا)) فَنَثَرَ مِنْهُ، ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ إِلَيَّ قَالَ: ((لَا)) قَالَ: فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ: ((لَا)) فَنَثَرَ مِنْهُ ثُمَّ احْتَمَلَهُ فَأَلْقَاهُ عَلَى كَاهِلِهِ ثُمَّ انْطَلَقَ، فَمَا زَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يُتْبِعُهُ بَصَرَهُ حَتَّى خَفِيَ عَلَيْنَا، عَجَبًا مِنْ حِرْصِهِ، فَمَا

(۴۲۱) ابراہیم بن طہمان نے کہا، عبدالعزیز بن صہیب سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے رقم آئی۔ آپ نے فرمایا کہ "اسے مسجد میں ڈال دو۔" اور یہ رقم اس تمام رقم سے زیادہ تھی جو اب تک آپ کی خدمت میں آ چکی تھی۔ پھر آپ نماز کے لیے تشریف لائے اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں فرمائی۔ جب آپ نماز پوری کر چکے تو آ کر مال (رقم) کے پاس بیٹھ گئے اور اسے تقسیم کرنا شروع فرمایا۔ اس وقت جسے بھی آپ دیکھتے اسے عطا فرما دیتے۔ اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور بولے کہ یا رسول اللہ! مجھے بھی عطا کیجئے کیونکہ میں نے (غزوۂ بدر میں) اپنا بھی فدیہ دیا تھا اور عقیل کا بھی (اس لیے میں زیر بار ہوں) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لے لیجئے۔" انہوں نے اپنے کپڑے میں روپیہ بھر لیا اور اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن (وزن کی زیادتی کی وجہ سے) وہ نہ اٹھا سکے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! کسی کو فرمایئے کہ وہ اٹھانے میں میری مدد کرے۔ آپ نے فرمایا: "نہیں (یہ نہیں ہو سکتا)۔" انہوں نے کہا کہ پھر آپ ہی اٹھوا دیجئے۔ آپ نے اس پر بھی انکار کیا، تب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس میں سے تھوڑا سا گرا دیا اور باقی کو اٹھانے کی کوشش کی، (لیکن اب بھی نہ اٹھا سکے) پھر فرمایا کہ یا رسول اللہ! کسی کو میری مدد کرنے کا حکم دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا تو انہوں نے کہا کہ پھر آپ ہی اٹھوا دیجئے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی انکار کیا، تب انہوں نے اس میں سے تھوڑا سا اور روپیہ گرا دیا اور اسے اٹھا کر

قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَثَمَّ مِنْهَا دِرْهَمٌ. [أطرافه في: ٣٠٤٩، ٣١٦٥]

اپنے کاندھے پر رکھ لیا اور چلنے لگے، رسول اللہ ﷺ کو ان کی اس حرص پر اتنا تعجب ہوا کہ آپ ﷺ اس وقت تک ان کی طرف دیکھتے رہے جب تک وہ ہماری نظروں سے غائب نہیں ہو گئے اور آپ ﷺ بھی وہاں سے اس وقت تک نہ اٹھے جب تک کہ ایک چونی بھی باقی رہی۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ مسجد میں مختلف اموال کو تقسیم کے لئے لانا اور تقسیم کرنا درست ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے بحرین سے آیا ہوا روپیہ مسجد میں رکھوایا اور پھر اسے مسجد ہی میں تقسیم فرما دیا۔ بعض دفعہ کھیتی باڑی کرنے والے صحابہ اصحاب صفہ کے لئے مسجد نبوی میں کھجور کا خوشہ لا کر لٹکا دیا کرتے تھے۔ اسی کے لیے لفظ صنوان اور قنوان بولے گئے ہیں اور یہ دونوں الفاظ قرآن کریم میں بھی مستعمل ہیں۔ صنو کھجور کے ان درختوں کو کہتے ہیں جو دو تین مل کر ایک ہی جڑ سے نکلتے ہوں۔ ابراہیم بن طہمان کی روایت کو امام صاحب رحمہ اللہ نے تعلیقاً نقل فرمایا ہے۔ ابونعیم نے مستخرج میں اور حاکم نے مستدرک میں اسے موصولاً روایت کیا ہے۔ احمد بن حفص سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے ابراہیم بن طہمان سے، بحرین سے آنے والا خزانہ ایک لاکھ روپیہ تھا جسے حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ نے خدمت اقدس میں بھیجا، اور یہ پہلا اخراج تھا جو مدینہ منورہ میں آپ کے پاس آیا نبی کریم ﷺ نے سارا روپیہ مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا، اور اپنی ذات (اقدس) کے لئے ایک پیسہ بھی نہیں رکھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لئے نبی کریم ﷺ نے روپیہ اٹھانے کی اجازت تو مرحمت فرما دی مگر اس کے اٹھوانے میں نہ تو خود مدد دی نہ کسی دوسرے کو مدد کے لئے اجازت دی، اس سے غرض یہ تھی کہ عباس رضی اللہ عنہ سمجھ جائیں اور دنیا کے مال کی حد سے زیادہ حرص نہ کریں۔

بَابُ مَنْ دُعِيَ لِطَعَامٍ فِي الْمَسْجِدِ وَمَنْ أَجَابَ مِنْهُ

باب: جسے مسجد میں کھانے کے لیے کہا جائے اور وہ اسے قبول کر لے

٤٢٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا، قَالَ: وَجَدْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ نَاسٌ فَقُمْتُ، فَقَالَ لِيْ: ((أَرْسَلَكَ أَبُوْ طَلْحَةَ)) فَقُلْتُ: نَعَمْ ((لِطَعَامٍ)) قُلْتُ: نَعَمْ فَقَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ: ((قُوْمُوْا)) فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ. [أطرافه في: ٣٥٧٨، ٥٣٨١، ٥٤٥٠، ٦٦٨٨] [مسلم: ٥٣١٦؛ ترمذي: ٣٦٣٠]

(۴۲۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے مالک نے اسحاق بن عبداللہ سے کہ انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں پایا، آپ کے پاس اور بھی کئی لوگ تھے۔ میں کھڑا ہو گیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: ''کیا تجھ کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: ''کھانے کے لیے؟ (بلایا ہے)'' میں نے عرض کی: جی ہاں! تب آپ نے اپنے قریب موجود لوگوں سے فرمایا: ''چلو!'' سب حضرات چلنے لگے اور میں ان کے آگے چل رہا تھا۔

تشریح: یہاں یہ حدیث مختصر ہے پوری حدیث باب علامات النبوۃ میں آئے گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ آگے دوڑ کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو خبر کرنے کے لئے گئے کہ نبی کریم ﷺ اتنے آدمیوں کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مسجد میں آپ کو دعوت دی اور آپ نے مسجد ہی میں دعوت قبول فرمائی۔ یہی ترجمہ باب ہے۔

بَابُ الْقَضَاءِ وَاللِّعَانِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں فیصلے کرنا اور مردوں اور عورتوں

بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

(خاوند، بیوی) کے درمیان لعان کرانا (جائز ہے)

٤٢٣۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَا شَاهِدٌ. [اطرافه في: ٤٧٤٥، ٤٧٤٦، ٥٢٥٩، ٥٣٠٨، ٥٣٠٩، ٦٨٥٤، ٧١٦٥، ٧١٦٦، ٧٣٠٤] [مسلم: ٣٧٤٣، ٣٧٤٤، ٣٧٤٥؛ نسائي: ٣٤٠٢؛ ابن ماجه: ٢٠٦٦]

(۴۲۳) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے، کہا ہم کو ابن جریج نے، کہا ہمیں ابن شہاب نے سہل بن سعد ساعدی سے کہ ایک شخص نے کہا، یارسول اللہ! اس شخص کے بارہ میں فرمایئے جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو (بدفعلی کرتے ہوئے) دیکھتا ہے، کیا اسے مار ڈالے؟ آخر اس مرد نے اپنی بیوی کے ساتھ مسجد میں لعان کیا اور اس وقت میں موجود تھا۔

تشریح: لعان یہ کہ مرد اپنی عورت کو زنا کراتے دیکھے مگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں بعد میں عورت انکار کر جائے۔ اس صورت میں وہ دونوں قاضی کے ہاں دعویٰ پیش کریں گے۔ قاضی پہلے مرد سے چار دفعہ قسم لے گا کہ وہ سچا ہے اور آخر میں کہے گا کہ میں اگر جھوٹ بولتا ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر اسی طرح چار دفعہ عورت قسم کھا کر آخر میں کہے گی کہ اگر میں جھوٹی ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر قاضی دونوں (میاں، بیوی) کے درمیان جدائی کا فیصلہ دے دے گا، اسی کو لعان کہتے ہیں۔ باب کی حدیث سے مطابقت یہ ہے کہ مسجد میں ایسے جھگڑوں کا فیصلہ دینا ثابت ہوا۔ یہاں جس مرد کا واقعہ ہے اس کا نام عویمر بن عامر عجلانی تھا، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو طلاق، اعتصام اور احکام محاربین میں بھی روایت کیا ہے۔

بَابٌ: إِذَا دَخَلَ بَيْتًا يُصَلِّيْ حَيْثُ شَاءَ، أَوْ حَيْثُ أُمِرَ، وَلَا يَتَجَسَّسُ

باب: اس بارے میں کہ جب کوئی کسی کے گھر میں داخل ہو تو کیا جس جگہ وہ چاہے وہاں نماز پڑھ لے یا جہاں اسے نماز پڑھنے کے لیے کہا جائے (وہاں پڑھے) اور فالتو سوال و جواب نہ کرے

٤٢٤۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ، عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَاهُ فِي مَنْزِلِهِ فَقَالَ: ((أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ لَكَ مِنْ بَيْتِكَ)) قَالَ: فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى مَكَانٍ، فَكَبَّرَ النَّبِيُّ ﷺ وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ. [اطرافه في:

(۴۲۴) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے ابن شہاب کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے محمود بن ربیع سے انہوں نے عتبان بن مالک سے (جو نابینا تھے) کہ نبی کریم ﷺ ان کے گھر تشریف لائے۔ آپ نے پوچھا: ''تم اپنے گھر میں کہاں پسند کرتے ہو کہ میں تمہارے لیے نماز پڑھوں۔'' عتبان نے بیان کیا کہ میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ پھر نبی ﷺ نے تکبیر کہی اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی پھر آپ نے دو رکعت نماز (نفل) پڑھائی۔

٤٢٥، ٦٦٧، ٦٨٦، ٨٣٨، ٨٤٠، ١١٨٦،
٤٠٠٩، ٤٠١٠، ٥٤٠١، ٦٤٢٣، ٦٩٣٨]
[مسلم: ١٤٩، ١٤٩٦، ١٤٩٧، ١٤٩٨؛
نسائي: ٧٨٧، ١٣٢٦؛ ابن ماجه: ٧٥٤]

تشریح: باب کا مطلب حدیث سے اس طرح نکلا کہ نبی کریم ﷺ نے عتبان کی بتائی ہوئی جگہ کو پسند فرمالیا، اور مزید تفتیش نہ کی۔ عتبان نابینا تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے گھر میں نفل نماز با جماعت پڑھا کر اس طرح ان پر اپنی نوازش فرمائی، پھر انہوں (عتبان) نے اپنی نفلی عبادت کے لئے اسی جگہ کو مقرر کرلیا۔ معلوم ہوا کہ ایسے موقع پر نفل نمازوں کو جماعت سے بھی پڑھ لینا جائز ہے۔ مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

بَابُ الْمَسَاجِدِ فِي الْبُيُوْتِ، باب: اس بیان میں (کہ بوقت ضرورت) گھروں میں جائے نماز (مقرر کرلینا جائز ہے)

وَصَلَّى الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فِيْ مَسْجِدِ دَارِهِ جَمَاعَةً.

اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کی مسجد میں جماعت سے نماز پڑھی۔

تشریح: اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے نکالا ہے۔

٤٢٥- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْأَنْصَارِيُّ، أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ - وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ- أَنَّهُ أَتَى رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! قَدْ أَنْكَرْتُ بَصَرِيْ، وَأَنَا أُصَلِّيْ لِقَوْمِيْ، فَإِذَا كَانَتِ الْأَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ، لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ بِهِمْ، وَوَدِدْتُ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَنَّكَ تَأْتِيْنِيْ فَتُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِيْ، فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًّى قَالَ: فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى)) قَالَ عِتْبَانُ: فَغَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُوْ بَكْرٍ حِيْنَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ، فَاسْتَأْذَنَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ

(۴۲۵) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عقیل نے ابن شہاب کے واسطہ سے بیان کیا، کہ مجھے محمد بن ربیع انصاری نے کہ عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی اور غزوۂ بدر کے حاضر ہونے والوں میں سے تھے، وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! میری بینائی میں کچھ فرق آ گیا ہے اور میں اپنی قوم کے لوگوں کو نماز پڑھایا کرتا ہوں لیکن جب برسات کا موسم آتا ہے تو میرے اور میری قوم کے درمیان جو وادی ہے وہ بھر جاتی ہے اور بہنے لگ جاتی ہے اور میں انہیں نماز پڑھانے کے لیے مسجد تک نہیں جا سکتا، یا رسول اللہ! میری خواہش ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور (کسی جگہ) نماز پڑھ دیں تا کہ میں اسے نماز پڑھنے کی جگہ بنا لوں۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے عتبان سے فرمایا: ''ان شاء اللہ تعالیٰ میں تمہاری اس خواہش کو پورا کروں گا۔'' عتبان نے کہا کہ (دوسرے دن) رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب دن چڑھا تو دونوں تشریف لے آئے اور رسول اللہ ﷺ نے اندر آنے کی اجازت چاہی، میں نے اجازت دے دی۔ جب آپ گھر میں تشریف

حِينَ دَخَلَ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ: ((أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ)) قَالَ: فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَكَبَّرَ، فَقُمْنَا فَصَفَفْنَا، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، قَالَ: وَحَبَسْنَاهُ عَلَى خَزِيرَةٍ صَنَعْنَاهَا لَهُ قَالَ: فَثَابَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ مِنْ أَهْلِ الدَّارِ ذَوُو عَدَدٍ فَاجْتَمَعُوا، فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُ: أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخَيْشِنِ- أَوِ ابْنُ الدُّخْشُنِ- فَقَالَ بَعْضُهُمْ: ذَلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَقُلْ ذَلِكَ، أَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يُرِيدُ بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ)) قَالَ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ: فَإِنَّا نَرَى وَجْهَهُ وَنَصِيحَتَهُ إِلَى الْمُنَافِقِينَ- قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ)) قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ ابْنَ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيَّ- وَهُوَ أَحَدُ بَنِي سَالِمٍ وَهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ- عَنْ حَدِيثِ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، فَصَدَّقَهُ بِذَلِكَ. [راجع: ٤٢٤]

لائے تو بیٹھے بھی نہیں اور پوچھا کہ ''تم اپنے گھر کے کس حصہ میں مجھ سے نماز پڑھنے کی خواہش رکھتے ہو؟'' عتبان نے کہا کہ میں نے گھر میں ایک کونے کی طرف اشارہ کیا، تو رسول اللہ ﷺ (اس جگہ) کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی ہم بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور صف باندھی پس آپ نے دو رکعت (نفل) نماز پڑھائی پھر سلام پھیرا۔ عتبان نے کہا کہ ہم نے آپ کو تھوڑی دیر کے لیے روکا اور آپ کی خدمت میں حلیم پیش کیا جو آپ ہی کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ عتبان نے کہا کہ محلّہ والوں کا ایک مجمع گھر میں لگ گیا اور مجمع میں سے ایک شخص بولا کہ مالک بن دخیشن یا (یہ کہا) ابن دخشن دکھائی نہیں دیتا۔ اس پر کسی دوسرے نے کہہ دیا کہ وہ تو منافق ہے جسے اللہ اور رسول سے کوئی محبت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ''ایسا مت کہو، کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے اور اس سے مقصود خالص اللہ کی رضا مندی حاصل کرنا ہے۔'' تب منافقت کا الزام لگانے والا بولا کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے ہم تو بظاہر اس کی توجہات اور دوستی منافقوں ہی کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے لا الہ الا اللہ کہنے والے پر اگر اس کا مقصد خالص اللہ کی رضا حاصل کرنا ہو دوزخ کی آگ حرام کردی ہے۔'' ابن شہاب نے کہا کہ پھر میں نے محمود سے سن کر حصین بن محمد انصاری سے جو بنوسالم کے شریف لوگوں میں سے ہیں (اس حدیث) کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی اور کہا کہ محمود سچا ہے۔

تشریح: علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے بہت سے مسائل کو ثابت فرمایا ہے، مثلاً (۱) اندھے کی امامت کا جائز ہونا جیسا کہ حضرت عتبان نابینا ہونے کے باوجود اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے۔ (۲) اپنی بیماری کا بیان کرنا شکایت میں داخل نہیں۔ (۳) یہ بھی ثابت ہوا کہ مدینہ میں مسجد نبوی کے علاوہ دیگر مساجد میں بھی نماز باجماعت ادا کی جاتی تھی۔ (۴) عتبان جیسے معذوروں کے لئے اندھیرے اور بارش میں جماعت کا معاف ہونا۔ (۵) بوقت ضرورت نماز گھر میں پڑھنے کے لئے ایک جگہ مقرر کر لینا۔ (۶) صفوں کا برابر کرنا۔ (۷) ملاقات کے لئے آنے والے بڑے آدمی کی امامت کا جائز ہونا بشرطیکہ صاحب خانہ اسے اجازت دے۔ (۸) نبی کریم ﷺ نے جہاں نماز پڑھی اس جگہ کا متبرک ہونا۔ (۹) اگر کسی صالح نیک انسان کو گھر میں برکت کے لئے بلایا جائے تو اس کا جائز ہونا۔ (۱۰) بڑے لوگوں کا چھوٹے بھائیوں کی دعوت قبول کرنا۔ (۱۱) وعدہ پورا کرنا اور اس کے لئے ان شاء اللہ کہنا اگر میزبان پر بھروسا ہے تو بغیر بلائے ہوئے بھی اپنے ساتھ دوسرے احباب کو دعوت کے لئے لے جانا۔ (۱۲) گھر میں داخل ہونے سے پہلے صاحب خانہ سے اجازت حاصل کرنا۔ (۱۳) اہل محلّہ کا عالم یا امام کے پاس برکت حاصل کرنے کے لئے جمع ہونا۔ (۱۴) جس سے دین میں نقصان کا ڈر ہو اس کا حال امام کے سامنے بیان کر دینا۔ (۱۵) ایمان میں صرف زبانی اقرار کافی نہیں جب تک کہ دل میں یقین اور ظاہر میں عمل صالح نہ

ہو۔(۱۶) توحید پر مرنے والے کا ہمیشہ دوزخ میں نہ رہنا۔(۱۷) برسات میں گھر میں نماز پڑھ لینا۔(۱۸) نوافل جماعت سے ادا کرنا۔

قسطلانی نے کہا کہ عتبان بن مالک انصاری سالمی مدنی تھے جو نابینا ہو گئے تھے نبی کریم ﷺ ہفتہ کے دن آپ کے گھر تشریف لائے اور حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی ساتھ تھے۔ حلیم خزیرہ کا ترجمہ ہے، جو گوشت کے ٹکڑوں کو پانی میں پکا کر بنایا جاتا تھا اور اس میں آٹا بھی ملایا کرتے تھے۔

مالک بن دخیشن جس پر نفاق کا شبہ ظاہر کیا گیا تھا، بعض لوگوں نے اسے مالک بن دخشم صحیح کہا ہے۔ یہ بلا اختلاف بدر کی لڑائی میں شریک تھے اور سہیل بن عمرو کافر کو انہوں نے ہی پکڑا تھا۔ ابن اسحاق نے مغازی میں بیان کیا ہے کہ مسجد ضرار کو جلانے والوں میں نبی کریم ﷺ نے ان کو بھی بھیجا تھا تو ظاہر ہوا کہ یہ منافق نہ تھے مگر کچھ لوگوں کو بعض حالات کی بنا پر ان کے بارے میں ایسا ہی شبہ ہوا جیسا کہ حاطب بن ابی بلتعہ کے بارے میں شبہ پیدا ہو گیا تھا جب کہ انہوں نے اپنی بیوی اور بچوں کی محبت میں نبی کریم ﷺ کے ارادہ لشکر کشی کی جاسوسی مکہ والوں سے کرنے کی کوشش کی تھی جو ان کی غلطی تھی مگر نبی کریم ﷺ نے ان کا عذر قبول فرما کر اس غلطی کو معاف کر دیا تھا۔ ایسا ہی مالک بن دخشم کے بارے میں آپ نے لوگوں کو منافق کہنے سے منع فرمایا، اس لئے بھی کہ وہ مجاہدین بدر سے ہیں جن کی ساری غلطیوں کو اللہ نے معاف کر دیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو بیس سے بھی زیادہ مقامات پر روایت کیا ہے اور اس سے بہت سے مسائل نکالے ہیں جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

بَابُ التَّيَمُّنِ فِي دُخُولِ الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ

باب: مسجد میں داخل ہونے اور دوسرے کاموں میں بھی دائیں طرف سے ابتداء کرنے کے بیان میں

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِرِجْلِهِ الْيُمْنَى، فَإِذَا خَرَجَ بَدَأَ بِرِجْلِهِ الْيُسْرَى.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد میں داخل ہونے کے لیے پہلے دایاں پاؤں رکھتے اور نکلنے کے لیے بایاں پاؤں پہلے نکالتے۔

٤٢٦ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ فِي طُهُورِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ.

[راجع: ١٦٨]

(۴۲۶) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی اشعث بن سلیم کے واسطہ سے، انہوں نے مسروق سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام کاموں میں جہاں تک ممکن ہوتا دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ طہارت کے وقت بھی، کنگھا کرنے اور جوتا پہننے میں بھی۔

بَابٌ: هَلْ يُنْبَشُ قُبُورُ مُشْرِكِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَيُتَّخَذُ مَكَانُهَا مَسَاجِدَ،

باب: کیا دور جاہلیت کے مشرکوں کی قبروں کو کھود ڈالنا اور ان کی جگہ مسجد بنانا درست ہے؟

لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ)) وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلَاةِ فِي الْقُبُورِ وَرَأَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُصَلِّي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ: الْقَبْرَ الْقَبْرَ وَلَمْ

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ یہودیوں پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔'' اور قبروں میں نماز مکروہ ہونے کا بیان۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ایک قبر کے قریب نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ قبر ہے قبر! اور آپ نے ان کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔

يَأْمُرُهُ بِالإِعَادَةِ.

٤٢٧ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ، وَأُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتَا كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِيهَا تَصَاوِيرُ، فَذَكَرَتَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّ أُولَئِكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، وَصَوَّرُوْا فِيهِ تِيْكَ الصُّوَرَ، وَأُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)). [أطرافه في: ٤٣٤، ١٣٤١، ٣٨٧٣] [مسلم: ١١٨١؛ نسائي: ٧٠٣]

(۴۲۷) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے ہشام بن عروہ کے واسطہ سے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ خبر پہنچائی کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما دونوں نے ایک کلیسا کا ذکر کیا جسے انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اس میں مورتیں (تصویریں) تھیں۔ انہوں نے اس کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے بھی کیا۔ آپ نے فرمایا: ''ان کا یہ قاعدہ تھا کہ اگر ان میں کوئی نیکوکار شخص مر جاتا تو وہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس میں یہی مورتیں (تصویریں) بنا دیتے پس یہ لوگ اللہ کی درگاہ میں قیامت کے دن تمام مخلوق میں برے ہوں گے۔''

تشریح: یہ اثر موصولاً ابونعیم نے کتاب الصلوٰۃ میں نکالا ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ کے شیوخ میں سے ہیں۔ تفصیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ایک قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو قبر قبر کہہ کر ان کو اطلاع فرمائی مگر وہ قمر سمجھے بعد میں سمجھ جانے پر وہ قبر سے دور ہو گئے اور نماز ادا کی۔ اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ نماز جائز ہوگئی اگر فاسد ہوتی تو دوبارہ شروع کرتے۔ (فتح الباری)

آج کے زمانہ میں جب قبر پرستی عام ہے بلکہ چلہ پرستی اور شدہ پرستی اور تعزیہ پرستی سب زوروں پر ہے، تو ان حالات میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مطابق قبروں کے پاس مسجد بنانے سے منع کرنا چاہیے اور اگر کوئی کسی قبر کو سجدہ کرے یا قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو اس کے مشرک ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟

٤٢٨ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ فَنَزَلَ أَعْلَى الْمَدِينَةِ، فِي حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ: بَنُوْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَأَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فِيهِمْ أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ فَجَاؤُوْا مُتَقَلِّدِيْنَ السُّيُوْفِ، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ عَلَى رَاحِلَتِهِ، وَأَبُو بَكْرٍ رِدْفُهُ، وَمَلأُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ، حَتَّى أَلْقَى بِفِنَاءِ أَبِي أَيُّوبَ، وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يُصَلِّيَ حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ، وَيُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ، وَأَنَّهُ أَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَأَرْسَلَ إِلَى مَلإِ بَنِي النَّجَّارِ

(۴۲۸) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، انہوں نے ابوالتیاح کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہاں کے بلند حصہ میں بنی عمرو بن عوف کے یہاں آپ اترے اور یہاں چوبیس راتیں قیام فرمایا۔ پھر آپ نے بنو نجار کو بلا بھیجا، تو وہ لوگ تلواریں لٹکائے ہوئے آئے۔ انس نے کہا، گویا میری نظروں کے سامنے نبی کریم ﷺ اپنی سواری پر تشریف فرما ہیں، جبکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں اور بنو نجار کے لوگ آپ کے چاروں طرف ہیں۔ یہاں تک کہ آپ ابوایوب کے گھر کے سامنے اترے اور آپ یہ پسند کرتے تھے کہ جہاں بھی نماز کا وقت آ جائے فوراً نماز ادا کر لیں۔ آپ بکریوں کے باڑوں میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے، پھر آپ نے یہاں مسجد بنانے کے لیے حکم فرمایا چنانچہ بنو نجار کے لوگوں کو آپ نے بلوا کر فرمایا کہ ''اے بنو نجار! تم اپنے اس

فَقَالَ: ((يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِي بِحَائِطِكُمْ هَذَا)). قَالُوْا: لَا وَاللَّهِ، لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ. قَالَ أَنَسٌ: فَكَانَ فِيْهِ مَا أَقُوْلُ لَكُمْ، قُبُوْرُ الْمُشْرِكِيْنَ، وَفِيْهِ خَرِبٌ، وَفِيْهِ نَخْلٌ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ فَنُبِشَتْ، ثُمَّ بِالْخَرِبِ فَسُوِّيَتْ، وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ، فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ، وَجَعَلُوْا عِضَادَتَيْهِ الْحِجَارَةَ، وَجَعَلُوْا يَنْقُلُوْنَ الصَّخْرَ، وَهُمْ يَرْتَجِزُوْنَ، وَالنَّبِيُّ ﷺ مَعَهُمْ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((اللَّهُمَّ! لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَهْ فَاغْفِرِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ)).

[راجع:٢٣٤] [مسلم: ١١٧٣؛ ابوداود: ٤٥٣، ٤٥٤؛نسائي: ٧٠١؛ ابن ماجه: ٧٤٢]

باغ کی قیمت مجھ سے لے لو۔'' انہوں نے جواب دیا: نہیں، یارسول اللہ! اس کی قیمت ہم صرف اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں جیسا کہ تمہیں بتارہا تھا یہاں مشرکین کی قبریں تھیں، اس باغ میں ایک ویران جگہ تھی اور کچھ کھجور کے درخت بھی تھے پس نبی کریم ﷺ نے مشرکین کی قبروں کو اکھڑوا دیا ویرانہ کو صاف اور برابر کرایا اور درختوں کو کٹوا کر ان کی لکڑیوں کو مسجد کے قبلہ کی جانب بچھا دیا اور پتھروں کے ذریعہ انہیں مضبوط بنادیا۔ صحابہ پتھر اٹھاتے ہوئے رجز پڑھتے تھے اور نبی کریم ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ ''اے اللہ! آخرت کے فائدہ کے علاوہ اور کوئی فائدہ نہیں پس انصار و مہاجرین کی مغفرت فرمانا۔''

تشریح: بنونجار سے آپ کی قرابت تھی۔ آپ کے دادا عبدالمطلب کی ان لوگوں میں ننہال تھی۔ یہ لوگ اظہار خوشی اور وفاداری کے لئے تلواریں باندھ کر آپ کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے اور خصوصی شان کے ساتھ آپ کو لے گئے۔ آپ نے شروع میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر میں قیام فرمایا، کچھ دنوں کے بعد مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی، اور یہاں سے پرانی قبروں اور درختوں وغیرہ سے زمین کو صاف کیا۔ یہیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کھجور کے ان درختوں کی لکڑیوں سے قبلہ کی دیوار بنائی گئی تھی۔ ان کو کھڑا کر کے اینٹ اور گارے سے مضبوط کر دیا گیا تھا۔ بعض کا قول ہے کہ چھت کے قبلہ کی جانب والے حصہ میں ان لکڑیوں کو استعمال کیا گیا تھا۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ

باب: بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھنا

٤٢٩۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ بَعْدُ يَقُوْلُ: كَانَ يُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَبْلَ أَنْ يُبْنَى الْمَسْجِدُ.

[راجع:٢٣٤]

(۴۲۹) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے ابوالتیاح کے واسطے سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھتے تھے، ابوالتیاح یا شعبہ نے کہا، پھر میں نے انس کو یہ کہتے سنا کہ نبی کریم ﷺ بکریوں کے باڑہ میں مسجد کی تعمیر سے پہلے نماز پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ بکریوں کے باڑوں میں بوقت ضرورت ایک طرف جگہ بنا کر نماز پڑھ لی جائے تو جائز ہے۔ ابتدا میں نبی کریم ﷺ خود بھی بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے، بعد میں مسجد نبوی بن گئی اور یہ جواز بوقت ضرورت باقی رہا۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي مَوَاضِعِ الْإِبِلِ

باب: اونٹوں کے رہنے کی جگہ میں نماز پڑھنا

(٤٣٠) حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يُصَلِّي إِلَى بَعِيْرِهِ وَقَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُهُ.

[طرفه في: ٥٠٧]

(۴۳۰) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سلیمان بن حیان نے، کہا ہم سے عبیداللہ نے نافع کے واسطہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے اونٹ کی طرف نماز پڑھتے دیکھا اور انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اسی طرح پڑھتے دیکھا تھا۔

بَابُ مَنْ صَلَّى وَقُدَّامَهُ تَنُّورٌ أَوْ نَارٌ أَوْ شَيْءٌ مِمَّا يُعْبَدُ فَأَرَادَ بِهِ وَجْهَ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ

باب: اگر کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے آگے تنور یا آگ یا کوئی ایسی چیز ہو جسے مشرک لوگ پوجتے ہوں، لیکن اس نمازی کی نیت محض عبادت الٰہی ہو تو نماز درست ہے

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ وَأَنَا أُصَلِّي)).

اور زہری نے کہا کہ مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر پہنچائی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے سامنے دوزخ لائی گئی اور اس وقت میں نماز پڑھ رہا تھا۔

تشریح: یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے باب وقت الظهر میں وصل کیا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نمازی کے آگے یہ چیزیں ہوں اور اس کی نیت خالص ہو تو نماز بلا کراہت درست ہے۔

٤٣١ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَصَلَّى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ((أُرِيْتُ النَّارَ، فَلَمْ أَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْظَعَ)). [راجع: ٢٩]

(۴۳۱) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا انہوں نے امام مالک کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے زید بن اسلم سے، انہوں نے عطاء بن یسار سے، انہوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے فرمایا کہ سورج گہن ہوا تو نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی اور فرمایا کہ مجھے (آج) دوزخ دکھائی گئی، اس سے زیادہ بھیانک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔"

تشریح: اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ نماز میں آگ کے انگارے سامنے ہونے سے کچھ نقصان نہیں ہے۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ الصَّلَاةِ فِي الْمَقَابِرِ

باب: مقبروں میں نماز پڑھنے کی کراہت کے بیان میں

٤٣٢ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اجْعَلُوْا فِي بُيُوْتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ، وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا)) [طرفه في:١١٨٧] [مسلم: ١٨٢٠؛ ابو داود: ١٠٤٣، ١٤٤٨؛ ابن ماجه: ١٣٧٧]

(۴۳۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے عبیداللہ بن عمر کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے نافع نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اپنے گھروں میں بھی نمازیں پڑھا کرو اور انہیں بالکل مقبرہ نہ بنالو۔''

تشریح: اس مسئلہ میں ایک اور صریح حدیث میں فرمایا ہے کہ ''میرے لئے ساری زمین مسجد بنائی گئی ہے مگر قبرستان اور حمام۔'' یہ حدیث اگرچہ صحیح ہے مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر نہ تھی اس لئے آپ اس کو نہ لائے، قبرستان میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے، صحیح مسلک یہی ہے، گھروں کو مقبرہ نہ بناؤ کا یہی مطلب ہے کہ نفل نمازیں، گھروں میں پڑھا کرو اور قبرستان کی طرح وہاں نماز پڑھنے سے پرہیز نہ کیا کرو۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِيْ مَوَاضِعِ الْخَسْفِ وَالْعَذَابِ

باب: دھنسی ہوئی جگہوں میں یا جہاں کوئی اور عذاب اترا ہو وہاں نماز (پڑھنا کیسا ہے؟)

وَيُذْكَرُ أَنَّ عَلِيًّا كَرِهَ الصَّلَاةَ بِخَسْفِ بَابِلَ.

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے بابل کی دھنسی ہوئی جگہ میں نماز کو مکروہ سمجھا۔

تشریح: بابل کوفہ کی زمین اور اس کے اردگرد جہاں نمرود مردود نے بڑی عمارت باغ ارم کے نام سے بنوائی تھی اللہ نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔

٤٣٣ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَدْخُلُوْا عَلَى هَؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِيْنَ إِلَّا أَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ، فَإِنْ لَمْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيْهِمْ، لَا يُصِيْبُكُمْ مَا أَصَابَهُمْ)). [أطرافه في:٣٣٨٠، ٣٣٨١، ٤٤١٩، ٤٤٢٠، ٤٧٠٢]

(۴۳۳) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن دینار کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان عذاب والوں کے آثار سے اگر تمہارا گزر ہو تو روتے ہوئے گزرو، اگر تم اس موقع پر رو نہ سکو تو ان سے گزرو ہی نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی ان کا سا عذاب آ جائے۔''

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْبِيْعَةِ

باب: گرجا میں نماز پڑھنے کا بیان

وَقَالَ عُمَرُ: إِنَّا لَا نَدْخُلُ كَنَائِسَكُمْ مِنْ أَجْلِ التَّمَاثِيْلِ الَّتِيْ فِيْهَا الصُّوَرُ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُصَلِّي فِي الْبِيْعَةِ إِلَّا بِيْعَةً فِيْهَا تَمَاثِيْلُ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: او نصرانیو! ہم آپ کے گرجاؤں میں اس وجہ سے نہیں جاتے کہ وہاں مورتیں ہوتی ہیں اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما گرجا میں نماز پڑھ لیتے مگر اس گرجا میں نہ پڑھتے جس میں مورتیں ہوتیں۔

٤٣٤۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ، ذَكَرَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَنِيسَةً رَأَتْهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ، فَذَكَرَتْ لَهُ مَا رَأَتْ فِيهَا مِنَ الصُّوَرِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أُولٰئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ . أَوِ الرَّجُلُ الصَّالِحُ . بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، وَصَوَّرُوْا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ، أُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ)).

[راجع: ٤٢٧]

(۴۳۴) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبدہ بن سلیمان نے خبر دی، انہوں نے ہشام بن عروہ سے، انہوں نے اپنے باپ عروہ بن زبیر سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے ایک گرجا کا ذکر کیا جس کو انہوں نے حبش کے ملک میں دیکھا اس کا نام ماریہ تھا۔ اس میں جو مورتیں دیکھی تھیں وہ بیان کیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "یہ ایسے لوگ تھے کہ اگر ان میں کوئی نیک بندہ (یا یہ فرمایا کہ) نیک آدمی مرجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس میں یہ بت رکھتے۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک ساری مخلوق سے بدتر ہیں۔"

تشریح: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ترجمہ اور باب میں مطابقت یہ ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ "وہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے" اس میں یہ اشارہ ہے کہ مسلمان کو گرجا میں نماز پڑھنا منع ہے۔ کیونکہ احتمال ہے کہ گرجا کی جگہ پہلے قبر ہو اور مسلمان کے نماز پڑھنے سے وہ مسجد ہو جائے۔

ان عیسائیوں سے بدتر آج ان مسلمانوں کا حال ہے جو مزاروں کو مسجدوں سے بھی زیادہ زینت دے کر وہاں بزرگوں سے حاجات طلب کرتے ہیں۔ بلکہ ان مزاروں پر سجدہ کرنے سے بھی باز نہیں آتے، یہ لوگ بھی اللہ کے نزدیک بدترین خلائق ہیں۔

بَابٌ

باب

٤٣٥، ٤٣٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، وَعَبْدَاللّٰهِ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَا: لَمَّا نَزَلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ، فَإِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ، فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ: ((لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ)) يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا. [أطرافه في: ١٣٣٠، ١٣٩٠، ٣٤٥٣، ٤٤٤١، ٤٤٤٣، ٤٤٤٤، ٥٨١٥، ٥٨١٦]

[مسلم: ١١٨٧؛ نسائي: ٧٠٢]

(۴۳۵، ۴۳۶) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی زہری سے، انہوں نے کہا مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو آپ اپنی چادر کو بار بار چہرے پر ڈالتے۔ جب کچھ افاقہ ہوتا تو اپنے مبارک چہرے سے چادر ہٹا دیتے۔ آپ نے اسی اضطراب و پریشانی کی حالت میں فرمایا: "یہودی و نصاریٰ پر اللہ کی پھٹکار ہو کہ انہوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔" آپ یہ فرما کر امت کو ایسے کاموں سے ڈراتے تھے۔

٤٣٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ،

(۴۳۷) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے مالک کے واسطے سے، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے سعید بن مسیب سے،

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ)). [مسلم: ١١٨٥؛ ابوداود: ٣٢٢٧]

انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہودیوں پر اللہ کی لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو مساجد بنالیا۔''

تشریح: آپ ﷺ نے امت کو اس لئے ڈرایا کہ کہیں وہ بھی آپ کی قبر کو مسجد نہ بنالیں۔ایک حدیث میں آپ نے فرمایا میری قبر پر میلہ نہ لگانا۔ ایک دفعہ فرمایا کہ یا اللہ! میری قبر کو بت نہ بنا دینا کہ لوگ اسے پوجیں، یہود اور نصاریٰ ہر دو کے یہاں قبر پرستی عام تھی اور آج بھی ہے۔حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اغاثۃ اللهفان میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص موجودہ عام مسلمانوں کا حدیث نبوی اور آثار صحابہ وتابعین کی روشنی میں موازنہ کرے تو وہ دیکھے گا کہ آج مسلمانوں کے ایک جم غفیر نے بھی کس طرح حدیث نبوی کی مخالفت کرنے کی ٹھان لی ہے۔مثلاً: (۱) نبی کریم ﷺ نے قبور انبیا پر بھی نماز پڑھنے سے منع فرمایا مگر مسلمان شوق سے کتنی ہی قبور پر نماز پڑھتے ہیں۔(۲) رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر مساجد کی طرح عمارات بنانے سے سختی کے ساتھ روکا مگر آج ان پر بڑی بڑی عمارات بنا کر ان کا نام خانقاہ، مزار شریف اور درگاہ وغیرہ رکھا جاتا ہے۔(۳) نبی کریم ﷺ نے قبروں پر چراغاں سے منع فرمایا۔مگر قبر پرست مسلمان قبروں پر خوب خوب چراغاں کرتے اور اس کام کے لئے کتنی ہی جائیدادیں وقف کرتے ہیں۔ (۴) نبی کریم ﷺ نے قبروں پر زائد مٹی ڈالنے سے بھی منع فرمایا۔مگر یہ لوگ مٹی کی بجائے چونا اور اینٹ سے ان کو پختہ بناتے ہیں۔ (۵) رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر کتبے لکھنے سے منع فرمایا۔مگر یہ لوگ شاندار عمارتیں بنا کر آیات قرآنی قبروں پر لکھتے ہیں۔گویا کہ رسول اللہ ﷺ کے ہر حکم کے مخالف اور دین کی ہر ہدایت کے باغی بنے ہوئے ہیں۔

صاحب مجالس الابرار لکھتے ہیں کہ یہ فرقہ ضالہ غلو (حد سے بڑھنا) میں یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ بیت اللہ شریف کی طرح قبروں کے آداب اور ارکان ومناسک مقرر کرڈالے ہیں۔جو اسلام کی جگہ کھلی ہوئی بت پرستی ہے۔پھر تعجب یہ ہے کہ ایسے لوگ اپنے آپ کو حنفی سنی کہلاتے ہیں۔حالانکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز ہرگز ایسے امور کے لئے نہیں فرمایا۔اللہ مسلمانوں کو نیک سمجھ عطا کرے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا))

باب: نبی کریم ﷺ کا ارشاد کہ میرے لیے ساری زمین پر نماز پڑھنے اور پاکی حاصل کرنے (یعنی تیمّم کرنے) کی اجازت ہے

٤٣٨۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سَيَّارٌ۔ هُوَ أَبُو الْحَكَمِ۔ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ الْفَقِيْرُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَابِرُ ابْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ، نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا، وَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِيْ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ

(۴۳۸) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابوالحکم سیار نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یزید فقیر نے، کہا ہم سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیا کو نہیں دی گئی تھیں۔(۱) ایک مہینے کی راہ سے میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی (۲) میرے لیے تمام زمین میں نماز پڑھنے اور پاکی حاصل کرنے کی اجازت ہے۔اس لیے میری امت کے جس آدمی کی نماز کا وقت (جہاں بھی) آجائے اسے (وہیں) نماز پڑھ لینی چاہیے۔(۳) میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا۔(۴) پہلے انبیا خاص اپنی قوموں کی ہدایت کے لیے

خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ)). [راجع: ٣٣٥]

بھیجے جاتے تھے۔ لیکن مجھے دنیا کے تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہے۔ (۵) مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔"

تشریح: معلوم ہوا کہ زمین کے ہر حصہ پر نماز اور اس سے تیمم کرنا درست ہے۔ بشرطیکہ وہ حصہ پاک ہو۔ مال غنیمت وہ جو اسلامی جہاد میں فتح کے نتیجہ میں حاصل ہو۔ یہ آپ کی خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے آپ سارے انبیا میں ممتاز ہیں۔ اللہ نے آپ کا رعب اس قدر ڈال دیا تھا کہ بڑے بڑے بادشاہ دور دراز بیٹھے ہوئے محض آپ کا نام سن کر کانپ جاتے تھے۔ کسریٰ پرویز نے آپ کا نامہ مبارک چاک کر ڈالا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تھوڑے ہی دنوں بعد اسی کے بیٹے شیرویہ کے ہاتھ سے اس کا پیٹ چاک کرا دیا۔ اب بھی دشمنان رسول ﷺ کا یہی حشر ہوتا ہے کہ وہ ذلت کی موت مرتے ہیں۔

بَابُ نَوْمِ الْمَرْأَةِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: عورت کا مسجد میں سونا

٤٣٩۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ وَلِيدَةً، كَانَتْ سَوْدَاءَ لِحَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ، فَأَعْتَقُوهَا، فَكَانَتْ مَعَهُمْ قَالَتْ: فَخَرَجَتْ صَبِيَّةٌ لَهُمْ عَلَيْهَا وِشَاحٌ أَحْمَرُ مِنْ سُيُورٍ قَالَتْ: فَوَضَعَتْهُ أَوْ وَقَعَ مِنْهَا، فَمَرَّتْ بِهِ حُدَيَّاةٌ وَهُوَ مُلْقًى، فَحَسِبَتْهُ لَحْمًا فَخَطِفَتْهُ قَالَتْ: فَالْتَمَسُوهُ فَلَمْ يَجِدُوهُ قَالَتْ: فَاتَّهَمُونِي بِهِ قَالَتْ: فَطَفِقُوا يُفَتِّشُونِي حَتَّى فَتَّشُوا قُبُلَهَا قَالَتْ: وَاللَّهِ إِنِّي لَقَائِمَةٌ مَعَهُمْ، إِذْ مَرَّتْ بِهِ الْحُدَيَّاةُ فَأَلْقَتْهُ قَالَتْ: فَوَقَعَ بَيْنَهُمْ قَالَتْ: فَقُلْتُ: هَذَا الَّذِي اتَّهَمْتُمُونِي بِهِ۔ زَعَمْتُمْ۔ وَأَنَا مِنْهُ بَرِيئَةٌ، وَهُوَ ذَا هُوَ قَالَتْ: فَجَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَسْلَمَتْ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَكَانَ لَهَا خِبَاءٌ فِي الْمَسْجِدِ أَوْ حِفْشٌ قَالَتْ: فَكَانَتْ تَأْتِينِي فَتَحَدَّثُ عِنْدِي قَالَتْ: فَلَا تَجْلِسُ عِنْدِي مَجْلِسًا إِلَّا قَالَتْ:

وَيَوْمَ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِيبِ رَبِّنَا
أَلَا إِنَّهُ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ أَنْجَانِي

قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ لَهَا: مَا شَأْنُكِ لَا

(۴۳۹) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے ہشام کے واسطہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ عرب کے کسی قبیلہ کی ایک کالی لونڈی تھی۔ انہوں نے اسے آزاد کر دیا تھا اور وہ انہیں کے ساتھ رہتی تھی۔ اس نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ان کی ایک لڑکی (جو دلہن تھی) نہانے کو نکلی، اس کا کمربند سرخ تسموں کا تھا اس نے وہ کمربند اتار کر رکھ دیا، یا اس کے بدن سے گر گیا۔ پھر اس طرف سے ایک چیل گزری جہاں کمربند پڑا تھا چیل اسے (سرخ رنگ کی وجہ سے) گوشت سمجھ کر جھپٹ لے گئی۔ بعد میں قبیلہ والوں نے اسے بہت تلاش کیا، لیکن کہیں نہ ملا۔ ان لوگوں نے اس کی تہمت مجھ پر لگا دی اور میری تلاشی لینی شروع کر دی، یہاں تک کہ انہوں نے اس کی شرمگاہ تک کی تلاشی لی۔ اس نے بیان کیا کہ اللہ کی قسم میں ان کے ساتھ اسی حالت میں کھڑی تھی کہ وہی چیل آئی اور اس نے ان کا وہ کمربند گرا دیا۔ وہ ان کے سامنے ہی گرا۔ میں نے (اسے دیکھ کر) کہا یہی تو تھا جس کی تم مجھ پر تہمت لگاتے تھے۔ تم لوگوں نے مجھ پر اس کا الزام لگایا تھا حالانکہ میں اس سے پاک تھی۔ یہی تو ہے وہ کمربند! اس (لونڈی) نے کہا کہ اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسلام لائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس کے لیے مسجد نبوی میں ایک بڑا خیمہ لگا دیا گیا۔ (یا یہ کہا کہ) چھوٹا سا خیمہ لگا دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ وہ لونڈی میرے پاس آتی اور مجھ سے باتیں کیا کرتی تھی۔ جب بھی وہ میرے پاس آتی تو یہ ضرور کہتی کہ کمربند کا دن ہمارے رب کی عجیب نشانیوں میں سے

تَقْعُدِيْنَ مَعِي مَقْعَدًا إِلَّا قُلْتِ هَذَا؟ قَالَتْ: فَحَدَّثَتْنِي بِهَذَا الْحَدِيْثِ.

[طرفه: ٣٨٣٥]

ہے۔ اسی نے مجھے کفر کے ملک سے نجات دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے اس سے کہا: آخر بات کیا ہے؟ جب بھی تم میرے پاس بیٹھتی ہو تو یہ بات ضرور کہتی ہو۔ آپ نے بیان کیا کہ پھر اس نے مجھے یہ قصہ سنایا۔

تشریح: ثابت کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جو فوراً قبول ہوئی۔ ثابت ہوا کہ ایسی نومسلمہ مظلومہ عورت اگر کہیں جائے پناہ نہ پا سکے تو اسے مسجد میں پناہ دی جا سکتی ہے اور وہ رات بھی مسجد میں گزار سکتی ہے بشرطیکہ کسی فتنے کا ڈر نہ ہو۔ عام حالات میں مسجد کا ادب واحترام پیش نظر رکھنا ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مظلوم اگرچہ کافر ہو پھر بھی اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

آج کل بھی بعض قوموں میں عورتیں چاندی کا کمر بند بطور زیور استعمال کرتی ہیں۔ وہ بھی اسی قسم کا قیمتی کمر بند ہوگا جو سرخ رنگ کا تھا۔ جسے چیل نے گوشت جان کر اٹھالیا مگر بعد اسے واپس اسی جگہ لا کر ڈال دیا۔ یہ اس مظلومہ کی دعا کا اثر تھا ورنہ وہ چیل اسے اور نامعلوم جگہ ڈال دیتی تو اللہ جانے کہ کافر اس غریب مسکینہ پر کتنے ظلم ڈھاتے۔ وہ نومسلمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر بیٹھا کرتی اور آپ سے اپنے ذاتی واقعات کا ذکر کیا کرتی تھی اور اکثر مذکورہ شعر اس کی زبان پر جاری رہا کرتا تھا۔

بَابُ نَوْمِ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجدوں میں مردوں کا سونا

وَقَالَ أَبُوْ قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: قَدِمَ رَهْطٌ مِنْ عُكْلٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَكَانُوْا فِي الصُّفَّةِ. وَقَالَ عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: كَانَ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءُ.

اور ابوقلابہ نے انس بن مالک سے نقل کیا ہے کہ عکل نامی قبیلہ کے کچھ لوگ (جودس سے کم تھے) نبی ﷺ کی خدمت میں آئے، وہ مسجد کے سائبان میں ٹھہرے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے فرمایا کہ وہ صفہ میں رہنے والے فقراء لوگ تھے۔

تشریح: اس حدیث کو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لفظ سے باب المحاربین میں بیان کیا ہے۔ اور یہ سائبان یا صفہ میں رہنے والے وہ لوگ تھے جن کا گھر بار کچھ نہ تھا۔ یہ ستر آدمی تھے۔ ان کو اصحاب صفہ کہا جاتا ہے اور یہ دارالعلوم محمدی کے طلبائے کرام تھے۔ رضی اللہ عنہم۔

٤٤٠ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُاللَّهِ بْنُ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ يَنَامُ وَهُوَ شَابٌّ أَعْزَبُ لَا أَهْلَ لَهُ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ.

[أطرافه في: ١١٢١، ١١٥٦، ٣٧٣٨، ٣٧٤٠، ٧٠١٥، ٧٠٢٨، ٧٠٣٠] [مسلم: ٦٣٧٠، ٦٣٧١؛ نسائي: ٧٢١]

(۴۴۰) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ نے عبیداللہ کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ کو نافع نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ وہ اپنی نوجوانی میں جب کہ ان کے بیوی بچے نہیں تھے نبی کریم ﷺ کی مسجد میں سویا کرتے تھے۔

تشریح: ادب کے ساتھ بوقت ضرورت جوانوں، بوڑھوں کے لئے مسجد میں سونا جائز ہے۔ صفہ مسجد نبوی کے سامنے ایک سایہ دار جگہ تھی جو آج بھی مدینہ منورہ جانے والے دیکھتے ہیں، یہاں آپ سے تعلیم حاصل کرنے والے رہتے تھے۔

٤٤١ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا

(۴۴۱) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالعزیز بن ابی

عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْتَ فَاطِمَةَ، فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ: ((أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ)) قَالَتْ: كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ، فَغَاضَبَنِي فَخَرَجَ فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِي. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِإِنْسَانٍ: ((اُنْظُرْ أَيْنَ هُوَ)) فَجَاءَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ، قَدْ سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ شِقِّهِ، وَأَصَابَهُ تُرَابٌ، فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَمْسَحُهُ عَنْهُ وَيَقُوْلُ: ((قُمْ أَبَا تُرَابٍ، قُمْ أَبَا تُرَابٍ))

[أطرافه في: ٣٧٠٣، ٦٢٠٤، ٦٢٨٠] [مسلم: ٦٢٢٩]

حازم نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ ابوحازم سہل بن دینار سے، انہوں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں موجود نہیں ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میرے اور ان کے درمیان کچھ ناگواری پیش آ گئی اور وہ مجھ پر خفا ہو کر کہیں باہر چلے گئے ہیں اور میرے یہاں قیلولہ بھی نہیں کیا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کو تلاش کرو کہ کہاں ہیں؟ وہ آئے اور بتایا کہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے، چادر آپ کے پہلو سے گر گئی تھی اور جسم پر مٹی لگ گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ جسم سے دھول جھاڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے: "اٹھو! ابوتراب اٹھو۔"

تشریح: تراب عربی میں مٹی کو کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو از راہ محبت لفظ ابوتراب سے بلایا بعد میں یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہوگئی اور آپ اپنے لئے اسے بہت پسند فرمایا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔ مگر عرب کے محاورہ میں باپ کے عزیزوں کو بھی چچا کا بیٹا کہتے ہیں۔ آپ نے اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت پیدا کرانے کے خیال سے اس طرز سے گفتگو فرمائی۔ میاں بیوی میں گاہے بگاہے باہمی ناراضگی ہونا بھی ایک فطری چیز ہے۔ مگر ایسی خفگی کو دل میں جگہ دینا ٹھیک نہیں ہے۔ اس سے خانگی زندگی تلخ ہو سکتی ہے۔ اس حدیث سے مسجد میں سونے کا جواز نکلا۔ یہی امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ہے جس کے تحت آپ نے اس حدیث کو یہاں ذکر فرمایا۔ جو لوگ عام طور پر مسجدوں میں مردوں کے سونے کو ناجائز کہتے ہیں، ان کا قول صحیح نہیں جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے۔

٤٤٢۔ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِيْنَ مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ، مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، إِمَّا إِزَارٌ وَإِمَّا كِسَاءٌ، قَدْ رَبَطُوْا فِي أَعْنَاقِهِمْ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ، فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ، كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرَى عَوْرَتُهُ.

(۴۴۲) ہم سے یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن فضیل نے اپنے والد کے واسطہ سے، انہوں نے ابوحازم سے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا کہ ان میں کوئی ایسا نہ تھا جس کے پاس چادر ہو۔ فقط تہبند ہوتا، یا رات کو اوڑھنے کا کپڑا جنہیں یہ لوگ اپنی گردنوں سے باندھ لیتے۔ یہ کپڑے کسی کے آدھی پنڈلی تک آتے اور کسی کے ٹخنوں تک۔ یہ حضرات ان کپڑوں کو اس خیال سے کہ کہیں شرمگاہ نہ کھل جائے اپنے ہاتھوں سے سمیٹے رہتے تھے۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ نکالا کہ مساجد میں بوقت ضرورت سونا جائز ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ

باب: سفر سے واپسی پر نماز پڑھنے کے بیان میں

وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلَّى فِيهِ.

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ جب کسی سفر سے (لوٹ کر مدینہ میں) تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جاتے اور نماز پڑھتے۔

تشریح: اس حدیث کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب مغازی میں بیان کیا ہے۔

٤٤٣ـ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ۔ قَالَ مِسْعَرٌ: أُرَاهُ قَالَ: ضُحًى۔ فَقَالَ: ((صَلِّ رَكْعَتَيْنِ)) وَكَانَ لِي عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَضَانِي وَزَادَنِي. [أطرافه في: ١٨٠١، ٢٠٩٧، ٢٣٠٩، ٢٣٨٥، ٢٣٩٤، ٢٤٠٦، ٢٤٧٠، ٢٦٠٣، ٢٦٠٤، ٢٧١٨، ٢٨٦١، ٢٩٦٧، ٣٠٨٧، ٣٠٨٩، ٣٠٩٠، ٤٠٥٢، ٥٠٧٩، ٥٠٨٠، ٥٢٤٣، ٥٢٤٤، ٥٢٤٥، ٥٢٤٦، ٥٢٤٧، ٥٣٦٧، ٦٣٨٧] [مسلم: ١٦٥٦، ١٦٥٧، ٤١٠٥، ٤١٠٦؛ ابوداود: ٣٣٤٧؛ نسائي: ٤٦٠٤، ٤٦٠٥]

(۴۴۳) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے مسعر نے، کہا ہم سے محارب بن دثار نے جابر بن عبداللہ کے واسطہ سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ مسعر نے کہا میرا خیال ہے کہ محارب نے چاشت کا وقت بتایا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (پہلے) دو رکعت نماز پڑھ اور میرا آپ ﷺ پر کچھ قرض تھا۔ جسے آپ نے ادا کیا، اور زیادہ ہی دیا۔

بَابٌ: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ

باب: اس بارے میں کہ جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے

٤٤٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ)). [طرفه في: ١١٦٣] [مسلم: ١٦٥٤، ١٦٥٥؛ ابوداود: ٤٦٧، ٤٦٨؛

(۴۴۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا: انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے عامر بن عبداللہ بن زبیر سے یہ خبر پہنچائی، انہوں نے عمرو بن سلیم زرقی کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے ابوقتادہ سلمی رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔“

ترمذي: ٣١٦؛ نسائي: ٧٢٩؛ ابن ماجه: ١٠١٣]

تشریح: مسجد میں آنے والا پہلے دو رکعت نفل پڑھ لے، پھر بیٹھے۔ چاہے کوئی بھی وقت ہو اور چاہے امام جمعہ کا خطبہ ہی کیوں نہ پڑھ رہا ہو۔ جامع ترمذی میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"بينما النبي ﷺ يخطب يوم الجمعة اذ جاء رجل فقال النبي ﷺ: "اصليت" قال: لا قال: "قم فاركع" قال: ابو عيسى وهذا الحديث حسن صحيح اخرجه الجماعة وفي رواية: ((اذا جاء احدكم يوم الجمعة والامام يخطب فليركع ركعتين وليتجوز فيهما)) رواه احمد ومسلم وابوداود وفي رواية: ((اذا جاء احدكم يوم الجمعة وقد خرج الامام فليصل ركعتين)) متفق عليه كذا في المنتقى۔" (تحفة الاحوذى ، ج: ١/ ص: ٣٦٣)

یعنی نبی کریم ﷺ جمعہ کا خطبہ سنا رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا، اور بیٹھ گیا آپ نے فرمایا کہ دو رکعت پڑھ کر بیٹھو اور ان دو رکعتوں کو ہلکا کر کے پڑھو۔'' ایک روایت میں فرمایا کہ ''جب بھی کوئی تم میں سے مسجد میں آئے اور امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو ہلکی رکعت پڑھ لے۔'' امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والعمل على هذا عند بعض اهل العلم وبه يقول الشافعي واحمد واسحاق وقال بعضهم اذا دخل والامام يخطب فانه يجلس ولا يصلي وهو قول سفيان الثوري واهل الكوفة والقول الاول اصح۔"

یعنی بعض اہل علم اور امام شافعی اور امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی فتویٰ ہے۔ مگر بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس حالت میں نماز نہ پڑھے بلکہ یوں ہی بیٹھ جائے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔ مگر پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے اور منع کرنے والوں کا قول صحیح نہیں ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ ان احادیث صریحہ کی بنا پر فقہائے محدثین اور امام شافعی وغیرہم کا یہی فتویٰ ہے کہ خواہ امام خطبہ ہی کیوں نہ پڑھ رہا ہو۔ مگر مناسب ہے کہ مسجد میں آنے والا دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ کر بیٹھے اور مستحب ہے کہ ان میں تخفیف کرے۔

نبی کریم ﷺ نے جس آنے والے شخص کو جمعہ کے خطبہ کے دوران دو رکعت پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اس کا نام سلیک تھا۔

موجودہ دور میں بعض لوگوں کی عادت ہوگئی ہے کہ مسجد میں آتے ہی پہلے بیٹھ جاتے ہیں پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں جبکہ یہ سنت کے خلاف ہے۔ سنت یہ ہے کہ مسجد میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھے، پھر بیٹھے۔

بَابُ الْحَدَثِ فِي الْمَسْجِدِ   باب: مسجد میں ریاح (ہوا) خارج کرنا

تشریح: اس باب سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ بے وضو آدمی مسجد میں جا سکتا ہے اور مسجد میں بیٹھ سکتا ہے۔

٤٤٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُصَلِّيْ عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ الَّذِيْ صَلَّى فِيْهِ، مَا لَمْ يُحْدِثْ، تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ)). [راجع :١٧٦]

[ابوداود: ٤٦٩؛ نسائي: ٧٣٢]

(۴۴۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا کہ کہا ہمیں مالک نے ابو الزناد سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک تم اپنے مصلے پر جہاں تم نے نماز پڑھی تھی، بیٹھے رہو اور ریاح خارج نہ کرو تو ملائکہ تم پر برابر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں ''اے اللہ! اس کی مغفرت کیجئے، اے اللہ! اس پر رحم کیجئے۔''

تشریح: معلوم ہوا کہ حدث (ہوا خارج) ہونے کی بدبو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور وہ اپنی دعا موقوف کر دیتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ مسجد میں جہاں تک ممکن ہو باوضو بیٹھنا افضل ہے۔

بَابُ بُنْيَانِ الْمَسْجِدِ

باب: مسجد کی عمارت

وَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ: كَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ وَأَمَرَ عُمَرُ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ: أُكِنُّ النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ، وَإِيَّاكَ أَنْ تُحَمِّرَ أَوْ تُصَفِّرَ، فَتَفْتِنَ النَّاسَ قَالَ أَنَسٌ: يَتَبَاهَوْنَ بِهَا ثُمَّ لَا يَعْمُرُوْنَهَا إِلَّا قَلِيْلًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارَى.

ابوسعید نے کہا کہ مسجد نبوی کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں لوگوں کو بارش سے بچانا چاہتا ہوں اور مسجدوں پر سرخ، زرد رنگ مت کرو کہ اس سے لوگ فتنہ میں پڑ جائیں گے۔ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (اس طرح پختہ بنوانے سے) لوگ مساجد پر فخر کرنے لگیں گے۔ مگر ان کو آباد بہت کم لوگ کریں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم بھی مساجد کی اسی طرح زیبائش کرو گے جس طرح یہود و نصاریٰ نے کی۔

تشریح: مولانا وحید الزماں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسجد کی رنگ آمیزی اور نقش و نگار دیکھ کر نماز میں نمازی کا خیال ہٹ جائے گا۔ اس اثر کو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد نبوی کے باب میں نکالا۔ ابن ماجہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ''کسی قوم کا کام اس وقت تک نہیں بگڑا جب تک اس نے اپنی مسجدوں کو آراستہ نہیں کیا۔'' اکثر علما نے مساجد کی بہت زیادہ آرائش کو مکروہ جانا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے ایک تو نمازیوں کا خیال نماز سے ہٹ جاتا ہے اور دوسرا پیسے کا بیکار ضائع کرنا ہے۔ جب مساجد کا نقش و نگار بے فائدہ مکروہ اور منع ہو تو شادی غمی میں روپیہ اڑانا، اور فضول رسمیں کرنا کب درست ہوگا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنی آنکھیں کھولیں، اور جو پیسہ ملے اس کو نیک کاموں اور اسلام کی ترقی کے سامان میں صرف کریں۔ مثلاً دین کی کتابیں چھپوائیں۔ غریب طالب علم لوگوں کی خبر گیری کریں۔ مدارس اور سرائے بنوائیں، مساکین اور محتاجوں کو کھلائیں، ننگوں کو کپڑے پہنائیں، یتیموں اور بیواؤں کی پرورش کریں۔

٤٤٦ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ، وَسَقْفُهُ الْجَرِيْدُ، وَعُمُدُهُ خَشَبُ النَّخْلِ، فَلَمْ يَزِدْ فِيْهِ أَبُوْ بَكْرٍ شَيْئًا، وَزَادَ فِيْهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلَى بُنْيَانِهِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيْدِ، وَأَعَادَ عُمُدَهُ خَشَبَ النَّخْلِ، ثُمَّ غَيَّرَهُ عُثْمَانُ، فَزَادَ فِيْهِ زِيَادَةً كَثِيْرَةً، وَبَنَى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوْشَةِ

(۴۴۶) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے میرے والد ابراہیم بن سعید نے صالح بن کیسان کے واسطے سے، ہم سے نافع نے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مسجد نبوی کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھی۔ اس کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی اور ستون اسی کی کڑیوں کے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کسی قسم کی زیادتی نہیں کی۔ البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بڑھایا اور اس کی تعمیر رسول اللہ ﷺ کی بنائی ہوئی بنیادوں کے مطابق کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے کی اور اس کے ستون بھی کڑیوں ہی کے رکھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی عمارت کو بدل دیا، اور اس میں بہت سی زیادتی کی۔ اس کی دیواریں منقش پتھروں اور گچھ سے بنائیں۔ اس کے ستون بھی منقش پتھروں سے بنوائے

وَالْقَصَّةِ، وَجَعَلَ عُمُدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوشَةٍ، وَسَقَفَهُ بِالسَّاجِ. [ابوداود: ٤٥١]

اور چھت ساگوان سے بنائی۔

تشریح: مسجد نبوی زمانہ رسالت مآب ﷺ میں جب پہلی مرتبہ تعمیر ہوئی تو اس کا طول وعرض تیس مربع گز تھا۔ پھر غزوہ خیبر کے بعد ضرورت کے تحت اس کا طول وعرض پچاس مربع گز کر دیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مسجد نبوی کو کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے مستحکم کیا اور ستون کڑیوں کے بنائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اسے پختہ کرا دیا۔ اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے تو آپ نے ایک حدیث نبوی سنائی کہ نبی کریم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ ایک دن میری مسجد کی تعمیر پختہ بنیادوں پر ہوگی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سن کر بطور خوشی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پانچ سو دینار پیش کئے۔ بعد کے سلاطین اسلام نے مسجد نبوی کی تعمیر واستحکام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ موجودہ دور کی حکومت سعودیہ (خلدها الله تعالى) نے مسجد کی عمارات کو اس قدر طویل وعریض اور مستحکم کر دیا ہے کہ دیکھ کر دل سے اس حکومت کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات جلیلہ کو قبول کرے۔

احادیث وآثار کی بنا پر حد سے زیادہ مساجد کی تزیین وآرائش کرنا اچھا نہیں ہے۔ یہ یہود ونصاریٰ کا دستور تھا کہ وہ اپنے مذہب کی حقیقی روح سے غافل ہو کر ظاہری زیب وزینت پر فریفتہ ہو گئے۔ یہی حال آج کل مسلمانوں کی مساجد کا ہے، جن کے مینارے آسمانوں سے باتیں کر رہے ہیں مگر توحید وسنت اور اسلام کی حقیقی روح سے ان کو خالی پایا جاتا ہے۔ الا ماشاء الله۔

بَابُ التَّعَاوُنِ فِي بِنَاءِ الْمَسْجِدِ

باب: اس بارے میں کہ مسجد بنانے میں مدد کرنا (یعنی اپنی جان ومال سے حصہ لینا کار ثواب ہے)۔

وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ أَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِيْنَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ أُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُوْنَ٥ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَى أُولَئِكَ أَنْ يَكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾ [التوبه: ١٧، ١٨]

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''مشرکین کے لیے لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کی تعمیر میں حصہ لیں۔ یہ اپنے کفر کے ساتھ اپنی جانوں پر گواہ ہیں، یہی لوگ ہیں کہ ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ (جہنم کی) آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بے شک اللہ کی مساجد کی تعمیر میں وہ حصہ لے سکتا ہے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اور نماز قائم کرتا، اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا، پس امید ہے کہ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہوں۔''

٤٤٧۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ ابْنُ مُخْتَارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ وَلِابْنِهِ عَلِيٍّ: انْطَلِقَا إِلَى أَبِيْ سَعِيْدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيْثِهِ. فَانْطَلَقْنَا فَإِذَا هُوَ فِيْ حَائِطٍ يُصْلِحُهُ، فَأَخَذَ رِدَاءَهُ فَاحْتَبَى، ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا حَتَّى أَتَى

(۴۴۷) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن مختار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے عکرمہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے اور اپنے صاحبزادے علی سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاؤ اور ان کی احادیث سنو۔ ہم گئے۔ دیکھا کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ اپنے باغ کو درست کر رہے تھے۔ ہم کو دیکھ کر آپ نے اپنی چادر سنبھالی اور گوٹ مار کر بیٹھ گئے۔ پھر ہم سے حدیث بیان کرنے

عَلَى ذِكْرِ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: كُنَّا نَحْمِلُ لَبِنَةً لَبِنَةً، وَعَمَّارٌ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ، فَرَآهُ النَّبِيُّ ﷺ فَجَعَلَ يَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْهُ وَيَقُولُ: ((وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، يَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ)) قَالَ: يَقُولُ عَمَّارٌ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْفِتَنِ. [طرفه في:٢٨١٢]

لگے۔ جب مسجد نبوی کے بنانے کا ذکر آیا تو آپ نے بتایا کہ ہم تو (مسجد کے بنانے میں حصہ لیتے وقت) ایک ایک اینٹ اٹھاتے۔ لیکن عمار دو دو اینٹیں اٹھا رہے تھے۔ نبی ﷺ نے انہیں دیکھا تو ان کے بدن سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا: ''افسوس! عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ جسے عمار جنت کی دعوت دیں گے اور وہ جماعت عمار کو جہنم کی دعوت دے رہی ہوگی۔'' ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں فتنوں سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔

تشریح: یہاں مذکور شخص علی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بیٹے ہیں۔ جس دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا، اسی دن یہ پیدا ہوئے تھے۔ اسی لئے ان کا نام علی رکھا گیا اور کنیت ابوالحسن یہ قریش میں بہت ہی حسین وجمیل اور بڑے عابد وزاہد تھے۔ ۱۲۰ھ کے بعد ان کا انتقال ہوا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی اور نبی کریم ﷺ کے سچے جاں نثار تھے۔ ان کی ماں سمیہ رضی اللہ عنہا بھی بڑے عزم وایقان والی خاتون گزری ہیں جن کو شہید کر دیا گیا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بڑے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا، ان سے دین کی تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس حدیث سے چند باتیں واضح ہوتی ہیں مثلاً: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی طرح علم وفضل کے باوجود کھیتی باڑی کے کاموں میں مشغول رہنا بھی امر مستحسن ہے۔ آنے والے مہمانوں کے احترام کے لئے اپنے کاروبار والے لباس کو درست کر کے پہن لینا اور ان کے لئے کام چھوڑ دینا اور ان سے بات چیت کرنا بھی بہت ہی اچھا طریقہ ہے۔ (۳) مساجد کی تعمیر میں خود پتھر اٹھا اٹھا کر مدد دینا اتنا بڑا ثواب کا کام ہے جس کا کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

قسطلانی نے کہا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو باب الجہاد اور باب الفتن میں بھی روایت کیا ہے۔ اس واقعہ میں نبی کریم ﷺ کی صداقت کی بھی روشن دلیل ہے کہ آپ نے اتنا عرصہ پہلے جو خبر دی وہ من وعن پوری ہو کر رہی، اس لئے کہ ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىO إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى﴾ (۵۳/النجم:۳،۴) آپ دین کے بارے میں جو کچھ بھی فرماتے وہ اللہ کی وحی سے فرمایا کرتے تھے۔ سچ ہے:

مصطفی ہر گز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرائیل ☆ جبرائیل ہر گز نہ گفتے تا نہ گفتے پروردگار

بَابُ الْإِسْتِعَانَةِ بِالنَّجَّارِ وَالصُّنَّاعِ فِي أَعْوَادِ الْمِنْبَرِ وَالْمَسْجِدِ

باب: اس بارے میں کہ بڑھئی اور کاریگر سے مسجد کی تعمیر میں اور منبر کے تختوں کو بنوانے میں مدد حاصل کرنا (جائز ہے)

٤٤٨۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلٍ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى امْرَأَةٍ مُرِي غُلَامَكِ النَّجَّارَ يَعْمَلْ لِي أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ. [راجع:٣٧٧] [مسلم: ١٢١٦]

(۴۴۸) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا کہ کہا ہم سے عبدالعزیز نے ابو حازم کے واسطہ سے، انہوں نے سہل رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک عورت کے پاس ایک آدمی بھیجا کہ وہ اپنے بڑھئی غلام سے کہیں کہ میرے لیے (منبر) لکڑیوں کے تختوں سے بنا دے جن پر میں بیٹھا کروں۔

٤٤٩ـ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، أَنَّ امْرَأَةً، قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ، فَإِنَّ لِيْ غُلَامًا نَجَّارًا قَالَ: ((إِنْ شِئْتِ)) فَعَمِلَتِ الْمِنْبَرَ.

(۴۴۹) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن ایمن نے اپنے والد کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے کہ ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں آپ کے لیے کوئی ایسی چیز نہ بنادوں جس پر آپ بیٹھا کریں۔ میرا ایک بڑھئی غلام بھی ہے۔ آپ نے فرمایا: "اگر تو چاہے۔" چنانچہ اس نے منبر بنوادیا۔

[أطرافه في: ٩١٨، ٢٠٩٥، ٣٥٨٤، ٣٥٨٥]

تشریح: اس باب کی احادیث میں صرف بڑھئی کا ذکر ہے۔ معمار کو اسی پر قیاس کیا گیا۔ یا حضرت طلق بن علی کی حدیث کی طرف اشارہ ہے جسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ تعمیر مسجد کے وقت یہ مٹی کا گارا بنا رہا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا کام بہت پسند فرمایا تھا۔ یہ حدیث پہلی حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ پہلے خود اس عورت نے منبر بنوانے کی پیشکش کی ہوگی بعد میں آپ کی طرف سے اس کو یاددہانی کرائی گئی ہوگی۔ اس سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ ہدیہ بغیر سوال کئے آئے تو قبول کرلے اور وعدہ یاددلانا بھی درست ہے اور اہل اللہ کی خدمت کرکے تقرب حاصل کرنا عمدہ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو علامات نبوت اور بیوع میں بھی نقل کیا ہے۔

بَابُ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا

باب: جس نے مسجد بنائی اس کے اجروثواب کا بیان

٤٥٠ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو، أَنَّ بُكَيْرًا، حَدَّثَهُ أَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ عُبَيْدَاللّٰهِ الْخَوْلَانِيَّ، أَنَّهُ سَمِعَ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ، يَقُوْلُ عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِيهِ حِيْنَ بَنَى مَسْجِدَ الرَّسُوْلِ صلی اللہ علیہ وسلم: إِنَّكُمْ أَكْثَرْتُمْ، وَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: ((مَنْ بَنَى مَسْجِدًا۔ قَالَ بُكَيْرٌ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ:۔ يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللّٰهِ بَنَى اللّٰهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ)).

(۴۵۰) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن حارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے بکیر بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا، انہوں نے عبیداللہ بن اسود خولانی سے سنا، انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے سنا کہ مسجد نبوی کی تعمیر کے متعلق لوگوں کی باتوں کو سن کر آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے بہت زیادہ باتیں کی ہیں۔ حالانکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ "جس نے مسجد بنائی، بکیر (راوی) نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ، اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہو، تو اللہ تعالیٰ ایسا ہی ایک مکان جنت میں اس کے لیے بنائے گا۔"

[مسلم: ١١٨٩، ٧٤٧٠]

تشریح: ۳۰ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی تعمیر جدید کا کام شروع کرایا۔ کچھ لوگوں نے یہ پسند کیا کہ مسجد کو پہلے حال ہی پر باقی رکھا جائے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث نبوی اپنی دلیل میں پیش فرمائی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی استدلال کیا۔ جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابٌ: يَأْخُذُ بِنُصُوْلِ النَّبْلِ إِذَا مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ

باب: جب کوئی مسجد میں جائے تو اپنے تیر کے پھل کو تھامے رکھے تاکہ کسی نمازی کو تکلیف نہ ہو۔

٤٥١ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: قُلْتُ لِعَمْرٍو: أَسَمِعْتَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِاللَّهِ يَقُوْلُ: مَرَّ رَجُلٌ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ سِهَامٌ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((أَمْسِكْ بِنِصَالِهَا)). [طرفاه في: ٧٠٧٣، ٧٠٧٤] [مسلم: ٦٦٦١؛ نسائي: ٧١٧؛ ابن ماجه: ٣٧٧٧]

(۴۵۱) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے، انہوں نے کہا کہ میں نے عمرو بن دینار سے پوچھا کیا تم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث سنی ہے کہ ایک شخص مسجد نبوی میں آیا...... اور وہ تیر لیے ہوئے تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''ان کی نوکیں تھامے رکھو۔''

بَابُ الْمُرُوْرِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں تیر وغیرہ لے کر گزرنا

٤٥٢ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ مَرَّ فِي شَيْءٍ مِنْ مَسَاجِدِنَا أَوْ أَسْوَاقِنَا بِنَبْلٍ، فَلْيَأْخُذْ عَلَى نِصَالِهَا، لَا يَعْقِرْ بِكَفِّهِ مُسْلِمًا)). [طرفه في: ٧٠٧٥] [مسلم: ٦٦٦٥؛ ابوداود: ٢٥٨٧؛ ابن ماجه: ٣٧٧٨]

(۴۵۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے، کہا کہ ہم سے ابو بردہ بن عبداللہ نے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد (ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) سے سنا وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے تھے۔ کہ آپ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص ہماری مساجد یا ہمارے بازاروں میں تیر لیے ہوئے چلے تو ان کے پھل تھامے رہے، ایسا نہ ہو کہ اپنے ہاتھوں سے کسی مسلمان کو زخمی کر دے۔''

تشریح: ان روایات اور ابواب سے امام بخاری رحمہ اللہ یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ مساجد میں مسلمانوں کو ہتھیار بند ہو کر آنا درست ہے مگر یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ کسی مسلمان بھائی کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ اس لئے کہ مسلمان کی عزت وحرمت بہرحال مقدم ہے۔

بَابُ الشِّعْرِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: اس بیان میں کہ مسجد میں شعر پڑھنا کیسا ہے؟

٤٥٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّهُ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ، يَسْتَشْهِدُ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْشُدُكَ اللَّهَ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((يَا حَسَّانُ، أَجِبْ عَنْ رَسُوْلِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ)). قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ:

(۴۵۳) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے زہری کے واسطے سے، کہا کہ مجھے ابوسلمہ (اسماعیل یا عبداللہ) بن عبدالرحمٰن بن عوف نے، انہوں نے حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر گواہ بنا رہے تھے کہ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا تھا کہ ''اے حسان! اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے (مشرکوں کو اشعار میں) جواب دو اور اے اللہ! حسان کی روح القدس کے ذریعہ مدد کر۔''

نَعَمْ. [طرفاه في: ٣٢١٢، ٦١٥٢] [مسلم: ٦٣٨٤؛ ابوداود: ٥٠١٣، ٥٠١٤؛ نسائي: ٧١٥]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! (میں گواہ ہوں۔ بے شک میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے)۔

تشریح: خلافت فاروقی کے دور میں ایک روز حضرت حسان رضی اللہ عنہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دینی اشعار سنا رہے تھے۔ جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو روکنا چاہا تو حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے فعل کے جواز میں یہ حدیث بیان کی۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ دربار رسالت کے خصوصی شاعر تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کافروں کے غلط اشعار کا جواب اشعار ہی میں دیا کرتے تھے۔ اس پر آپ نے ان کے حق میں ترقی کی دعا فرمائی۔

معلوم ہوا کہ دینی اشعار، نظمیں مساجد میں سنانا درست ہے۔ ہاں لغو اور عشقیہ اشعار کا مسجد میں سنانا بالکل منع ہے۔

بَابُ أَصْحَابِ الْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: چھوٹے چھوٹے نیزوں (بھالوں) سے مسجد میں کھیلنے والوں کے بیان میں

٤٥٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمًا عَلَى بَابِ حُجْرَتِي، وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَسْتُرُنِي بِرِدَاءِهِ، أَنْظُرُ إِلَى لَعِبِهِمْ. [أطرافه في: ٤٥٥، ٩٥٠، ٩٨٨، ٢٩٠٧، ٣٥٣٠، ٥١٩٠، ٥٢٣٦]

(۴۵۴) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے صالح بن کیسان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دن اپنے حجرہ کے دروازے پر دیکھا۔ اس وقت حبشہ کے کچھ لوگ مسجد میں (نیزوں سے) کھیل رہے تھے (ہتھیار چلانے کی مشق کر رہے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی چادر میں چھپا لیا تا کہ میں ان کا کھیل دیکھ سکوں۔

٤٥٥ـ زَادَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ بِحِرَابِهِمْ. [راجع: ٤٥٤] [مسلم: ٢٠٦٤]

(۴۵۵) ابراہیم بن منذر سے روایت میں یہ زیادتی منقول ہے کہ انہوں نے کہا ہم سے ابن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے یونس نے ابن شہاب کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب کہ حبشہ کے لوگ چھوٹے نیزوں (بھالوں) سے مسجد میں کھیل رہے تھے۔

تشریح: اس باب کا مقصد یہ ہے کہ ایسے ہتھیار لے کر مسجد میں جانا جن سے کسی کو کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو، جائز ہے اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے اس کھیل پر اظہار ناراضگی کیا تو آپ نے فرمایا کہ نیزوں سے کھیلنا صرف کھیل کود کے درجے کی چیز نہیں ہے بلکہ اس سے جنگی صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ جو دشمنان اسلام کی مدافعت میں کام آئیں گی۔

بَابُ ذِكْرِ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ عَلَى

باب: مسجد کے منبر پر مسائل خرید و فروخت کا ذکر

الْمِنْبَرِ فِي الْمَسْجِدِ

کرنا درست ہے

٤٥٦ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَتَتْهَا بَرِيْرَةُ تَسْأَلُهَا فِيْ كِتَابَتِهَا فَقَالَتْ: إِنْ شِئْتِ أَعْطَيْتُ أَهْلَكِ وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ لِي وَقَالَ أَهْلُهَا: إِنْ شِئْتِ أَعْطَيْتِهَا مَا بَقِيَ ـوَقَالَ سُفْيَانُ: مَرَّةً إِنْ شِئْتِ أَعْتَقْتِهَا وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ لَنَاـ فَلَمَّا جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَكَّرَتْهُ ذٰلِكَ فَقَالَ: ((ابْتَاعِيهَا فَأَعْتِقِيهَا، فَإِنَّمَا الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ)) ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ وَقَالَ سُفْيَانُ: مَرَّةً فَصَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: ((مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ، مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهُ، وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ)) وَرَوَاهُ مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَمْرَةَ أَنَّ بَرِيْرَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ صَعِدَ الْمِنْبَرَ: قَالَ عَلِيٌّ: قَالَ يَحْيَى وَعَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَمْرَةَ نَحْوَ وَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ يَحْيَى سَمِعْتُ عَمْرَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ

[أطرافه في: ١٤٩٣، ٢١٥٥، ٢١٦٨، ٢٥٣٦، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٢، ٢٥٦٣، ٢٥٦٤، ٢٥٦٥، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠]

(۴۵۶) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے یحییٰ بن سعید انصاری کے واسطہ سے، انہوں نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا (لونڈی) ان سے اپنی کتابت کے بارے میں مدد لینے آئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تم چاہو تو میں تمہارے مالکوں کو یہ رقم دے دوں (اور تمہیں آزاد کرا دوں) اور تمہارا ولاء کا تعلق مجھ سے قائم ہو۔ اور بریرہ کے آقاؤں نے کہا (عائشہ رضی اللہ عنہا سے) کہ اگر آپ چاہیں تو جو قیمت باقی رہ گئی ہے وہ دے دیں اور ولاء کا تعلق ہم سے قائم رہے گا۔ رسول اللہ ﷺ جب تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس امر کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم بریرہ کو خرید کر آزاد کرو اور ولاء کا تعلق تو اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جو آزاد کرائے۔ پھر رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے۔ سفیان نے (اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے) ایک مرتبہ یوں کہا کہ پھر رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے اور فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو ایسی شرائط کرتے ہیں جن کا تعلق کتاب اللہ سے نہیں ہے۔ جو شخص بھی کوئی ایسی شرط کرے جو کتاب اللہ میں نہ ہو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی، اگرچہ وہ سو مرتبہ کر لے۔ اس حدیث کی روایت مالک نے یحییٰ کے واسطہ سے کی، وہ عمرہ سے کہ بریرہ اور انہوں نے منبر پر چڑھنے کا ذکر نہیں کیا (الخ)۔

تشریح: عہد غلامی میں یہ دستور تھا کہ لونڈی یا غلام اپنے آقا کا منہ مانگا روپیہ ادا کر کے آزاد ہو سکتے تھے مگر آزادی کے بعد ان کی وراثت انہی پہلے مالکوں کو ملتی تھی۔ اسلام نے جہاں غلامی کو ختم کیا، ایسے غلط در غلط رواجوں کو بھی ختم کیا اور بتلایا کہ جو بھی کسی غلام کو آزاد کرائے اس کی وراثت ترکہ وغیرہ کا (غلام کی موت کے بعد) اگر کوئی اس کا وارث عصبہ نہ ہو تو آزاد کرانے والا ہی بطور عصبہ اس کا وارث قرار پائے گا۔ لفظ ولا کا یہی مطلب ہے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ترجمہ باب نبی کریم ﷺ کے لفظ ((ما بال اقوام)) الخ سے نکلتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہی ہے کہ بیع وشراء

کے مسائل کا منبر پر ذکر کرنا درست ہے۔ (فتح الباری)

بَابُ التَّقَاضِي وَالْمُلَازَمَةِ فِي الْمَسْجِدِ

٤٥٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ كَعْبٍ، أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ فَنَادَى: ((يَا كَعْبُ!)) قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هَذَا)) وَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَيِ الشَّطْرَ قَالَ: لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((قُمْ فَاقْضِهِ)). [أطرافه في: ٤٧١، ٢٤١٨، ٢٤٢٤، ٢٧٠٦، ٢٧١٠] [مسلم: ٣٩٨٤؛ نسائي: ٥٤٢٣، ٥٤٢٩؛ ابن ماجه: ٢٤٢٩]

باب: قرض کا تقاضا اور قرض دار کا مسجد تک پیچھا کرنا

(۴۵۷) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عثمان بن عمر عبدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے یونس بن یزید نے زہری کے واسطہ سے، انہوں نے عبداللہ بن کعب بن مالک سے، انہوں نے اپنے باپ کعب بن مالک سے کہ انہوں نے مسجد نبوی میں عبداللہ بن ابی حدرد سے اپنے قرض کا تقاضا کیا، اور دونوں کی گفتگو بلند آوازوں سے ہونے لگی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے حجرے سے سن لیا۔ آپ پردہ ہٹا کر باہر تشریف لائے اور پکارا: ''کعب!'' کعب (رضی اللہ عنہ) بولے، ہاں یا رسول اللہ! فرمایئے کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ''تم اپنے قرض میں سے اتنا کم کر دو۔'' آپ کا اشارہ تھا کہ آدھا کم کر دیں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے (بخوشی) ایسا کر دیا۔ پھر آپ نے ابن ابی حدرد سے فرمایا: ''اچھا اب اٹھو اور اس کا قرض ادا کرو۔''

بَابُ كَنْسِ الْمَسْجِدِ وَالْتِقَاطِ الْخِرَقِ وَالْقَذَى وَالْعِيدَانِ

٤٥٨ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا، أَسْوَدَ ـ أَوِ امْرَأَةً سَوْدَاءَ ـ كَانَ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ، فَمَاتَ، فَسَأَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ فَقَالُوْا: مَاتَ فَقَالَ: ((أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي بِهِ دُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ)) أَوْ قَالَ: ((قَبْرِهَا)) فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهَا. [طرفاه في: ٤٦٠، ١٣٣٧] [مسلم: ٢٢١٥؛

باب: مسجد میں جھاڑو دینا اور وہاں کے چیتھڑے، کوڑے کرکٹ اور لکڑیوں کو چن لینا

(۴۵۸) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے ثابت سے، انہوں نے ابو رافع سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک حبشی مرد یا حبشی عورت مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ ایک دن اس کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ تو انتقال کر گئی۔ آپ نے اس پر فرمایا: ''تم نے مجھے کیوں نہ بتایا، پھر آپ قبر پر تشریف لائے اور اس پر نماز پڑھی۔''

ابو داود: ٣٢٠٣؛ ابن ماجه: ١٥٢٧]

تشریح: بیہقی کی روایت میں ہے کہ ام محجن نامی عورت تھی، وہ مسجد کی صفائی ستھرائی وغیرہ کی خدمت انجام دیا کرتی تھی، آپ اس کی موت کی خبر سن کر اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور وہاں اس کا جنازہ ادا فرمایا، باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ مسجد کی اس طرح خدمت کرنا بڑا ہی کار ثواب ہے۔

بَابُ تَحْرِيمِ تِجَارَةِ الْخَمْرِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں شراب کی سوداگری کی حرمت کا اعلان کرنا

٤٥٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا أُنْزِلَتِ الآيَاتُ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبَا، خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَقَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ، ثُمَّ حَرَّمَ تِجَارَةَ الْخَمْرِ . [أطرافه في: ٢٠٨٤، ٢٢٢٦، ٤٥٤٠، ٤٥٤١، ٤٥٤٢، ٤٥٤٣]

[مسلم: ٤٠٤٧؛ ابوداود: ٣٤٩٠، ٣٤٩١؛ نسائي: ٤٦٧٩؛ ابن ماجه: ٣٣٨٢]

(۴۵۹) ہم سے عبدان بن عبداللہ بن عثمان نے ابوحمزہ بن محمد بن میمون کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے مسلم سے، انہوں نے مسروق سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ فرماتی ہیں کہ جب سورۂ بقرہ کی سود سے متعلق آیات نازل ہوئیں تو نبی ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے اور ان آیات کی لوگوں کے سامنے تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا کہ شراب کی تجارت حرام ہے۔

تشریح: باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابُ الْخَدَمِ لِلْمَسْجِدِ

باب: مسجد کے لیے خادم مقرر کرنا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا﴾ [آل عمران: ٣٥] مُحَرَّرًا لِلْمَسْجِدِ يَخْدُمُهُ.

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے (قرآن کی اس آیت) "جو اولاد میرے پیٹ میں ہے، یا اللہ! میں نے اسے تیرے لیے آزاد چھوڑنے کی نذر مانی ہے۔" کے متعلق فرمایا کہ مسجد کی خدمت میں چھوڑ دینے کی نذر مانی تھی کہ (وہ تاعمر) اس کی خدمت کیا کرے گا۔

تشریح: سورۂ آل عمران میں مریم علیہا السلام کی والدہ کا یہ قصہ مذکور ہے بحالت حمل میں انہوں نے نذر مانی تھی کہ جو بچہ پیدا ہوگا مسجد اقصیٰ کی خدمت کے لئے وقف کردوں گی۔ مگر لڑکی مریم پیدا ہوئیں، تو ان کو ہی نذر پوری کرنے کے لئے وقف کر دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ مساجد کا احترام ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے اور ان کی خدمت کے لئے کسی کو مقرر کر دینا درست ہے جیسا کہ آج کل خدام مساجد ہوتے ہیں۔

٤٦٠۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ امْرَأَةً۔ أَوْ رَجُلًا۔ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ وَلَا

(۴۶۰) ہم سے احمد بن واقد نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے ثابت بنانی کے واسطہ سے، انہوں نے ابو رافع سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک عورت یا مرد مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا۔ ابو رافع

أُرَاهُ إِلَّا امْرَأَةً، فَذَكَرَ حَدِيثَ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى عَلَى قَبْرِهَا. [راجع: ٤٥٨]

نے کہا، میرا خیال ہے کہ وہ عورت ہی تھی۔ پھر انہوں نے نبی کریم ﷺ کی حدیث نقل کی کہ آپ نے اس کی قبر پر نماز پڑھی۔

بَابُ الْأَسِيرِ أَوِ الْغَرِيمِ يُرْبَطُ فِي الْمَسْجِدِ

باب: قیدی یا قرض دار جسے مسجد میں باندھ دیا گیا ہو

٤٦١ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا رَوْحٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ عِفْرِيتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ ـ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا ـ لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلَاةَ، فَأَمْكَنَنِي اللَّهُ مِنْهُ، وَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلَى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، حَتَّى تُصْبِحُوا وَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ: ﴿رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي﴾)) [ص:٣٥] قَالَ رَوْحٌ: فَرَدَّهُ خَاسِئًا. [أطرافه في: ١٢١٠، ٣٢٨٤، ٣٤٢٣، ٤٨٠٨] [مسلم: ١٢٠٩]

(۴۶۱) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے روح بن عبادہ اور محمد بن جعفر نے شعبہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن زیاد سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے، آپ نے فرمایا کہ ''گزشتہ رات ایک سرکش جن اچانک میرے پاس آیا۔ یا اسی طرح کی کوئی بات آپ نے فرمائی، وہ میری نماز میں خلل ڈالنا چاہتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا اور میں نے سوچا کہ مسجد کے کسی ستون کے ساتھ اسے باندھ دوں تا کہ صبح کو تم سب بھی اسے دیکھو۔ پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آ گئی (جو سورۂ ص میں ہے) ''اے میرے رب! مجھے ایسا ملک عطا کرنا جو میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو۔'' راوی حدیث روح نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے اس شیطان کو ذلیل کر کے دھتکار دیا۔

تشریح: ترجمہ باب یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اس جن کو بطور قیدی مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنا چاہا۔ مگر پھر آپ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی وہ دعا یاد آ گئی جس کی وجہ سے جنوں پر ان کو اختیار خاص حاصل تھا۔ آپ نے سوچا کہ اگر میں اسے قید کر دوں گا تو گویا یہ اختیار مجھ کو بھی حاصل ہو جائے گا اور یہ اس دعا کے خلاف ہوگا۔

بَابُ الْاِغْتِسَالِ إِذَا أَسْلَمَ وَرَبْطِ الْأَسِيرِ أَيْضًا فِي الْمَسْجِدِ

باب: جب کوئی شخص اسلام لائے تو اس کو غسل کرانا اور قیدی کو مسجد میں باندھنا

وَكَانَ شُرَيْحٌ يَأْمُرُ الْغَرِيمَ أَنْ يُحْبَسَ إِلَى سَارِيَةِ الْمَسْجِدِ.

قاضی شریح بن حارث (کندی کوفہ کے قاضی) رحمۃ اللہ علیہ قرض دار کے متعلق حکم دیا کرتے تھے کہ اسے مسجد کے ستون سے باندھ دیا جائے۔

٤٦٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَعَثَ

(۴۶۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے سعید بن ابی سعید مقبری نے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ

النَّبِيُّ ﷺ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ: ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((أَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ)) فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيْبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللَّهِ. [أطرافه في: ٤٦٩، ٢٤٢٢، ٢٤٢٣، ٤٣٧٢] [مسلم: ٤٥٨٩؛ ابو داود: ٢٦٧٩؛ نسائي: ١٨٩]

سوار نجد کی طرف بھیجے (جو تعداد میں تیس تھے) یہ لوگ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا پکڑ کر لائے۔ انہوں نے اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور (تیسرے روز ثمامہ کی نیک طبیعت دیکھ کر) آپ نے فرمایا کہ "ثمامہ کو چھوڑ دو۔" (رہائی کے بعد) وہ مسجد نبوی سے قریب ایک کھجور کے باغ تک گئے۔ اور وہاں غسل کیا۔ پھر مسجد میں داخل ہوئے اور کہا: اشهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله. میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

تشریح: اثر قاضی شریح کو معمر نے وصل کیا، ایوب سے، انہوں نے ابن سیرین سے، انہوں نے قاضی شریح سے کہ وہ جب کسی شخص پر کچھ حق کا فیصلہ کرتے تو حکم دیتے کہ وہ مسجد میں قید رہے۔ یہاں تک کہ اپنے ذمہ کا حق ادا کرے۔ اگر وہ ادا کر دیتا تو خیر ورنہ اسے جیل بھیج دیا جاتا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آج کل عدالتوں میں عدالت ختم ہونے تک قید کا حکم سنا دیا جاتا ہے۔

حضرت ثمامہ کا یہ واقعہ دسویں محرم ٦ھ میں ہوا۔ یہ جنگی قیدی کی حیثیت میں ملے تھے۔ مگر رسول اکرم ﷺ نے ازراہ کرم انہیں آزاد کر دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

بَابُ الْخَيْمَةِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْمَرْضَى وَغَيْرِهِمْ

باب: مسجد میں مریضوں وغیرہ کے لیے خیمہ لگانا

٤٦٣ـ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أُصِيبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فِي الْأَكْحَلِ، فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُوْدَهُ مِنْ قَرِيْبٍ، فَلَمْ يَرُعْهُمْ ـ وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِنْ بَنِي غِفَارٍ ـ إِلَّا الدَّمُ يَسِيْلُ إِلَيْهِمْ فَقَالُوْا: يَا أَهْلَ الْخَيْمَةِ! مَا هَذَا الَّذِيْ يَأْتِيْنَا مِنْ قِبَلِكُمْ؟ فَإِذَا سَعْدٌ يَغْذُوْ جُرْحُهُ دَمًا، فَمَاتَ مِنْهَا. [أطرافه في: ٢٨١٣، ٣٩٠١، ٤١١٧، ٤١٢٢] [مسلم: ٤٥٩٨؛ ابوداود: ٣١٠١؛ نسائي: ٧٠٩]

(٤٦٣) ہم سے زکریا بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن نمیر نے، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے اپنے باپ عروہ بن زبیر کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے فرمایا کہ غزوۂ خندق میں سعد (رضی اللہ عنہ) کے بازو کی ایک رگ (اکحل) میں زخم آیا تھا۔ ان کے لیے نبی کریم ﷺ نے مسجد میں ایک خیمہ نصب کرا دیا تاکہ آپ قریب رہ کر ان کی دیکھ بھال کیا کریں۔ مسجد ہی میں بنی غفار کے لوگوں کا بھی ایک خیمہ تھا۔ سعد رضی اللہ عنہ کے زخم کا خون (جو رگ سے بکثرت نکل رہا تھا) بہہ کر جب ان کے خیمہ تک پہنچا تو ڈر گئے۔ انہوں نے کہا: اے خیمہ والو! تمہاری طرف سے یہ کیسا خون ہمارے خیمہ تک آ رہا ہے۔ پھر انہیں معلوم ہوا کہ یہ خون سعد رضی اللہ عنہ کے زخم سے بہہ رہا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا اسی زخم کی وجہ سے انتقال ہو گیا۔

تشریح: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ذی قعدہ ۴ھ میں جنگ خندق کی لڑائی میں ابن عرفہ نامی ایک کافر کے تیر سے زخمی ہو گئے تھے جو جان لیوا ثابت ہوا۔ آپ نے وقت کی ضرورت کے تحت ان کا خیمہ مسجد ہی میں لگوایا تھا۔ جنگی حالات میں ایسے امور پیش آ جاتے ہیں اور ان ملی مقاصد کے لئے مساجد تک کو استعمال کیا جا سکتا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مقصد ہے۔ آپ کی بالغ نگاہ احادیث کی روشنی میں وہاں تک پہنچتی ہے جہاں دوسرے علما کی نگاہیں کم پہنچتی ہیں اور وہ اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے خواہ مخواہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کرنے لگتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اپنی عقلوں کا علاج کرانا چاہیے۔ اسی وجہ سے جملہ فقہا و محدثین کرام میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقام بہت اونچا ہے۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

بَابُ إِدْخَالِ الْبَعِيْرِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْعِلَّةِ

باب: ضرورت سے مسجد میں اونٹ لے جانا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: طَافَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى بَعِيْرِهِ.

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اونٹ پر بیٹھ کر بیت اللہ کا طواف کیا تھا۔

٤٦٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ ابْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: شَكَوْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنِّي أَشْتَكِي قَالَ: ((طُوْفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ)) فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ، يَقْرَأُ بِ ﴿وَالطُّوْرِ o وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ﴾. (٥٢/ الطور:١، ٢) [أطرافه في: ١٦١٩، ١٦٢٦، ١٦٣٣، ٤٨٥٣] [مسلم: ٣٠٧٨؛ نسائي: ٢٩٢٥، ٢٩٢٧؛ ابن ماجه: ٢٩٦١]

(۴۶۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل سے خبر دی، انہوں نے عروہ بن زبیر سے۔ انہوں نے زینب بنت ابی سلمہ سے، انہوں نے ام المؤمنین ام سلمہ سے، وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے (حجۃ الوداع میں) اپنی بیماری کا شکوہ کیا (میں نے کہا کہ میں پیدل طواف نہیں کر سکتی) تو آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے پیچھے رہ اور سوار ہو کر طواف کر۔ پس میں نے طواف کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ اس وقت بیت اللہ کے قریب نماز میں سورۂ طور کی تلاوت کر رہے تھے۔

تشریح: شاید کسی کوتاہ نظر کو یہ باب پڑھ کر حیرت ہو مگر سید الفقہا والمحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی گہری نظر پوری دنیائے اسلام پر ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ ممکن ہے بہت سی مساجد ایسی بھی ہوں جو ایک طول طویل چار دیواری کی شکل میں بنائی گئی ہوں۔ اب کوئی دیہاتی اونٹ سمیت آ کر وہاں داخل ہو گیا تو اس کے لئے کیا فتویٰ ہوگا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بتلانا چاہتے ہیں کہ عہد رسالت میں مسجد حرام کا بھی یہی نقشہ تھا۔ چنانچہ خود نبی اکرم ﷺ نے بھی ایک مرتبہ ضرورت کے تحت اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا اور ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی بیماری کی وجہ سے آپ نے اونٹ پر سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے پیچھے طواف کرنے کا حکم فرمایا۔ ابن بطال نے کہا کہ حلال جانوروں کا مسجد میں لے جانا جائز اور درست ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مسجد کے آلودہ ہونے کا خوف ہو تو جانور کو مسجد میں نہ لے جائے۔

بَابٌ

باب

٤٦٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ، أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ أَحَدُهُمَا عَبَّادُبْنُ بِشْرٍ. وَأَحْسِبُ الثَّانِيَ أُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ، وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ يُضِيْآنِ بَيْنَ أَيْدِيهِمَا، فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَاحِدٌ حَتَّى أَتَى أَهْلَهُ.

(۴۶۵) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے معاذ بن ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے میرے والد نے قتادہ کے واسطہ سے بیان کیا، کہا ہم سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ دو شخص نبی کریم ﷺ کے پاس سے نکلے، ایک عباد بن بشر اور دوسرے صاحب میرے خیال کے مطابق اسید بن حضیر تھے۔ رات تاریک تھی اور دونوں اصحاب کے پاس روشن چراغ کی طرح کوئی چیز تھی جس سے ان کے آگے آگے روشنی پھیل رہی تھی پس جب وہ دونوں اصحاب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک چراغ رہ گیا جو گھر تک ساتھ رہا۔

[طرفاه في: ٣٦٣٩، ٣٨٠٥]

تشریح: ان صحابیوں کے سامنے روشنی ہونا نبی کریم ﷺ کی صحبت کی برکت تھی۔ آیت مبارکہ: ﴿نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ﴾ (٦٦/التحریم:٨) کہ ایمانی نور قیامت کے دن ان کے آگے آگے دوڑے گا۔ دنیا ہی میں یہ نقشہ ان کے سامنے آ گیا۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں اس لئے لائے کہ یہ دونوں صحابی اندھیری رات میں نبی کریم ﷺ کے پاس سے نکلے اور آپ ﷺ سے باتیں کر کے ہی نکلے تھے۔ پس مسجدوں میں نیک باتوں کے کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ (فتح وغیرہ)

بَابُ الْخَوْخَةِ وَالْمَمَرِّ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں کھڑکی اور راستہ رکھنا

٤٦٦۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ، وَعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ، فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللَّهِ)) فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ رضي الله عنه فَقُلْتُ فِي نَفْسِي مَا يُبْكِي هَذَا الشَّيْخَ إِنْ يَكُنِ اللَّهُ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَاللَّهِ عَزَّوَجَلَّ، فَكَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ هُوَ الْعَبْدُ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا فَقَالَ: ((يَا أَبَا بَكْرٍ! لَا تَبْكِ، إِنَّ أَمَنَّ

(۴۶۶) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا ہم سے فلیح بن سلیمان نے، کہا ہم سے ابونضر بن سالم بن ابی امیہ سے عبید بن حنین کے واسطہ سے، انہوں نے بسر بن سعید سے، انہوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے خطبہ میں فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے رہنے میں اختیار دیا (کہ وہ جس کو چاہے اختیار کرے) بندے نے وہ پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے (یعنی آخرت)۔" یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اللہ نے اپنے کسی بندے کو دنیا اور آخرت میں سے کسی کو اختیار کرنے کو کہا اور اس بندے نے آخرت پسند کر لی تو اس میں ان بزرگ کے رونے کی کیا وجہ ہے۔ لیکن یہ بات تھی کہ بندے سے مراد رسول اللہ ﷺ ہی تھے اور ابوبکر ہم سے زیادہ جاننے والے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے

النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُوْ بَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ، وَلٰكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ، لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ)). [طرفاه في: ٣٦٥٤، ٣٩٠٤] [مسلم: ٦١٧٠، ٦١٧١؛ ترمذي: ٣٦٦٠]

فرمایا: ''ابوبکر! آپ روئیے مت۔ اپنی صحبت اور اپنی دولت کے ذریعہ تمام لوگوں سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والے آپ ہی ہیں اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لیکن (جانی دوستی تو اللہ کے سوا کسی سے نہیں ہو سکتی) اس کے بدلہ میں اسلام کی برادری اور دوستی کافی ہے۔ مسجد میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کر دیئے جائیں۔''

تشریح: بعض راویان بخاری نے یہاں واؤ عطف لا کر ہر دو کو حضرت ابوالنضر کا شیخ قرار دیا ہے۔ اور اس صورت میں وہ دونوں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وقد رواه مسلم كذالك والله اعلم۔ (راز)

٤٦٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ يَعْلَى بْنَ حَكِيْمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ عَاصِبًا رَأْسَهُ بِخِرْقَةٍ، فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَمَنَّ عَلَيَّ فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ مِنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي قُحَافَةَ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنَ النَّاسِ خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا، وَلٰكِنْ خُلَّةُ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ، سُدُّوْا عَنِّي كُلَّ خَوْخَةٍ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةِ أَبِي بَكْرٍ)). [طرفاه في: ٣٦٥٦، ٣٦٥٧، ٦٧٣٨]

(٤٦٧) ہم سے عبداللہ بن محمد جعفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے وہب بن جریر نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے میرے باپ جریر بن حازم نے بیان کیا، انہوں نے کہا میں نے یعلی بن حکیم سے سنا، وہ عکرمہ سے نقل کرتے تھے، وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مرض وفات میں باہر تشریف لائے۔ سر سے پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آپ منبر پر بیٹھے اللہ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا: ''کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس نے ابوبکر بن ابوقحافہ سے زیادہ مجھ پر اپنی جان و مال کے ذریعہ احسان کیا ہو اور اگر میں کسی کو انسانوں میں جانی دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لیکن اسلام کا تعلق افضل ہے۔ دیکھو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی کھڑکی چھوڑ کر اس مسجد کی تمام کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔''

تشریح: مسجد نبوی کی ابتدائی تعمیر کے وقت اہل اسلام کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ بعد میں قبلہ بدلا گیا اور کعبہ مقدس قبلہ قرار پایا۔ جو مدینہ سے جانب جنوب تھا۔ چونکہ صحابہ کرام کے مکانات کی طرف کھڑکیاں بنادی گئی تھیں۔ بعد میں آپ نے مشرق و مغرب کے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ صرف شمالی صدر دروازہ باقی رکھا گیا، اور ان تمام کھڑکیوں کو بھی بند کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان کی جانب والی کھڑکی باقی رکھی گئی۔ اس میں آپ کی خلافت کی طرف بھی اشارہ تھا کہ خلافت کے زمانہ میں نماز پڑھاتے وقت ان کو آنے جانے میں سہولت رہے گی۔ خلیل سے مراد محبت کا وہ آخری درجہ ہے جو صرف بندہ مؤمن اللہ ہی کے ساتھ قائم کر سکتا ہے۔ اسی لئے آپ نے ایسا فرمایا۔ اس کے بعد اسلامی اخوت و محبت کا آخری درجہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ قرار دیا۔ آج بھی مسجد نبوی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس کھڑکی کی جگہ پر بطور یادگار کتبہ لگا ہوا ہے۔ جس کو دیکھ کر یہ سارے واقعات سامنے آ جاتے ہیں۔

ان احادیث سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ باب اور حدیث کی مطابقت ظاہر ہے۔

بَابُ الْأَبْوَابِ وَالْغَلَقِ لِلْكَعْبَةِ وَالْمَسَاجِدِ

باب: کعبہ اور مساجد میں دروازے اور زنجیر رکھنا

قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: وَقَالَ لِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: يَا عَبْدَ الْمَلِكِ، لَوْ رَأَيْتَ مَسَاجِدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبْوَابَهَا.

ابوعبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا مجھ سے عبداللہ بن محمد مسندی نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عبدالملک بن جریج کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ اے عبدالملک! اگر تم ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مساجد اوران کے دروازوں کو دیکھتے۔

تشریح: تو تعجب کرتے، وہ نہایت مضبوط پائیدار تھے اور وہ مساجد بہت ہی صاف ستھری ہوا کرتی تھیں۔

٤٦٨ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدِمَ مَكَّةَ، فَدَعَا عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ، فَفَتَحَ الْبَابَ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَبِلَالٌ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ، ثُمَّ أُغْلِقَ الْبَابُ، فَلَبِثَ فِيْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَجُوْا. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَبَدَرْتُ فَسَأَلْتُ بِلَالًا فَقَالَ: صَلَّى فِيْهِ فَقُلْتُ: فِي أَيٍّ فَقَالَ: بَيْنَ الْأُسْطُوَانَتَيْنِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَذَهَبَ عَلَيَّ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى. [راجع: ٣٩٧]

(٤٦٨) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل اور قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے ایوب سختیانی کے واسطہ سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ تشریف لائے (اور مکہ فتح ہوا) تو آپ نے عثمان بن طلحہ کو بلوایا۔ (جو کعبہ کے متولی، چابی بردار تھے) انہوں نے دروازہ کھولا تو نبی کریم ﷺ، بلال، اسامہ بن زید اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم چاروں اندر تشریف لے گئے۔ پھر دروازہ بند کر دیا گیا اور وہاں تھوڑی دیر تک ٹھہر کر باہر آئے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر بلال سے پوچھا (کہ آپ نے کعبہ کے اندر کیا کیا) انہوں نے بتایا کہ آپ ﷺ نے اندر نماز پڑھی تھی۔ میں نے پوچھا کس جگہ؟ کہا کہ دونوں ستونوں کے درمیان۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ پوچھنا مجھے یاد نہ رہا کہ آپ نے کتنی رکعتیں پڑھی تھیں۔

تشریح: نبی کریم ﷺ نے کعبہ شریف میں داخل ہو کر کعبہ کا دروازہ اس لئے بند کرا دیا تھا تاکہ اور لوگ اندر نہ آ جائیں اور ہجوم کی شکل میں اصل مقصد عبادت فوت ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ کے دروازہ میں زنجیر تھی، یہی ترجمہ باب ہے۔ مساجد میں حفاظت کے لئے کواڑ لگانا، اور ان میں کنڈی وقفل وغیرہ جائز ہیں۔

بَابُ دُخُوْلِ الْمُشْرِكِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مشرک کا مسجد میں داخل ہونا کیسا ہے؟

٤٦٩ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُوْلُ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْلًا قِبَلَ

(٤٦٩) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے سعید بن ابی سعید مقبری کے واسطہ سے، بیان کیا انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ سواروں کو نجد کی

نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ: ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ. [راجع :٤٦٢]

طرف بھیجا تھا۔ وہ لوگ بنو حنیفہ کے ایک شخص ثمامہ بن اثال کو (بطور جنگی قیدی) پکڑ لائے اور مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔

تشریح: بوقت ضرورت کفار و مشرکین کو بھی آداب مساجد کے شرائط کے ساتھ مساجد میں داخلہ کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ یہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد باب ہے۔

بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مساجد میں آواز بلند کرنا کیسا ہے؟

٤٧٠ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرِ ابْنِ نَجِيحٍ الْمَدِينِي، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْجُعَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ، فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ: اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهَذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا فَقَالَ: مِمَّنْ أَنْتُمَا۔ أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا۔ قَالَا: مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ: لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ.

(۴۷۰) ہم سے علی بن عبداللہ بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے جعید بن عبدالرحمن نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے یزید بن خصیفہ نے بیان کیا، انہوں نے سائب بن یزید سے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا ہوا تھا، کسی نے میری طرف کنکری پھینکی۔ میں نے جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سامنے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سامنے جو دو شخص ہیں انہیں میرے پاس بلا کر لاؤ۔ میں بلا لایا۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے یا یہ فرمایا کہ تم کہاں رہتے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم مدینہ کے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیئے بغیر نہ چھوڑتا۔ رسول کریم ﷺ کی مسجد میں آواز اونچی کرتے ہو؟

٤٧١ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ، أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ، فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ وَنَادَى: ((كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ)) فَقَالَ: ((يَا كَعْبُ!))

(۴۷۱) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے یونس بن یزید نے خبر دی، انہوں نے ابن شہاب زہری کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن کعب بن مالک نے بیان کیا، ان کو ان کے باپ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے اپنے ایک قرض کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے دور میں مسجد نبوی کے اندر تقاضا کیا۔ دونوں کی آواز کچھ اونچی ہو گئی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے حجرے سے سن لیا۔ آپ اٹھے اور حجرہ پر پڑے ہوئے پردہ کو ہٹایا۔ آپ نے کعب بن مالک کو آواز دی: "اے کعب!" کعب بولے: یارسول اللہ! حاضر ہوں۔ آپ نے اپنے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ وہ اپنا

قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ قَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((قُمْ فَاقْضِهِ)). [راجع :٤٥٧]

آدھا قرض معاف کر دے۔ حضرت کعب نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے معاف کر دیا۔ آپ نے ابن ابی حدرد سے فرمایا: ''اچھا اب چل اٹھ اس کا قرض ادا کر۔''

تشریح: طائف مکہ سے کچھ میل کے فاصلہ پر مشہور قصبہ ہے۔ پہلی روایت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو مسجد نبوی میں شور وغل کرنے پر جھڑکا اور بتلایا کہ تم لوگ باہر کے رہنے والے اور مسجد کے آداب سے ناواقف ہو اس لئے تم کو چھوڑ دیتا ہوں۔ کوئی مدینہ والا ایسی حرکت کرتا تو اسے بغیر سزا دیئے نہ چھوڑتا۔ اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت فرمایا کہ فضول شور وغل کرنا آداب مسجد کے خلاف ہے۔ دوسری روایت سے آپ نے ثابت فرمایا کہ تعلیم رشد وہدایت کے لئے اگر آواز بلند کی جائے تو یہ آداب مسجد کے خلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے ان دونوں کو بلا کر ان کو نیک ہدایت فرمائی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرض خواہ مقروض کو جس قدر بھی رعایت دے سکتا ہے بشرطیکہ وہ مقروض نادار ہی ہو تو یہ عین رضائے الٰہی کا وسیلہ ہے۔ قرآن کریم کی بھی یہی ہدایت ہے۔ مگر مقروض کا بھی فرض ہے کہ جہاں تک ہو سکے پورا قرض ادا کر کے اس بوجھ سے اپنے آپ کو آزاد کرے۔

بَابُ الْحِلَقِ وَالْجُلُوْسِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں حلقہ باندھ کر بیٹھنا اور یوں ہی بیٹھنا

٤٧٢ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ مَا تَرَى فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ قَالَ: ((مَثْنَى مَثْنَى، فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلَّى وَاحِدَةً، فَأَوْتَرَتْ لَهُ مَا صَلَّى)) وَإِنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ: اجْعَلُوْا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِهِ. [أطرافه في: ٤٧٣، ٩٩٠، ٩٩٣، ٩٩٥، ١١٣٧]

(۴۷۲) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا کہ کہا ہم سے بشر بن مفضل نے عبیداللہ بن عمر سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا (جبکہ) اس وقت آپ منبر پر تھے کہ رات کی نماز (یعنی تہجد) کس طرح پڑھنے کے لیے آپ فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''دو دو رکعت کر کے پڑھ اور جب صبح قریب ہونے لگے تو ایک رکعت پڑھ لے۔ یہ ایک رکعت اس ساری نماز کو طاق بنا دے گی۔'' اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ رات کی آخری نماز کو طاق رکھا کرو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کا حکم دیا۔

٤٧٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَجُلًا، جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَخْطُبُ فَقَالَ: كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ؟ فَقَالَ: ((مَثْنَى مَثْنَى، فَإِذَا خَشِيْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ، تُوْتِرُهُ لَكَ مَا قَدْ صَلَّيْتَ)) وَقَالَ الْوَلِيْدُ بْنُ

(۴۷۳) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا کہ کہا ہم سے حماد بن زید نے، انہوں نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے ابن عمر سے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اس وقت خطبہ دے رہے تھے آنے والے نے پوچھا کہ رات کی نماز کس طرح پڑھی جائے؟ آپ نے فرمایا: ''دو دو رکعت پھر جب طلوع صبح صادق کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت وتر کی پڑھ لے تاکہ تو نے جو نماز پڑھی ہے اسے یہ رکعت طاق بنا

كَثِيرٍ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَجُلًا نَادَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ. [راجع: ٤٧٢]

٤٧٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّ أَبَا مُرَّةَ، مَوْلَى عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ فَأَقْبَلَ نَفَرٌ ثَلَاثَةٌ، فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَذَهَبَ وَاحِدٌ، فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى إِلَى اللَّهِ، فَآوَاهُ اللَّهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَا، فَاسْتَحْيَا اللَّهُ مِنْهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَعْرَضَ، فَأَعْرَضَ اللَّهُ عَنْهُ)). [راجع: ٦٦]

دے۔" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ولید بن کثیر نے کہا کہ مجھ سے عبیداللہ بن عبداللہ عمری نے بیان کیا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے بیان کیا کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کو آواز دی جبکہ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔

(۴۷۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ کے واسطے سے کہ عقیل بن ابی طالب کے غلام ابومرہ نے انہیں خبر دی ابوواقد لیثی حارث بن عوف صحابی کے واسطہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ تین آدمی باہر سے آئے۔ دو تو رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضری کی غرض سے آگے بڑھے لیکن تیسرا چلا گیا۔ ان دو میں سے ایک نے درمیان میں خالی جگہ دیکھی، اور وہاں بیٹھ گیا۔ دوسرا شخص پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا تو واپس ہی جا رہا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ وعظ سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں ان تینوں کے متعلق ایک بات نہ بتاؤں۔ ایک شخص تو اللہ کی طرف بڑھا اور اللہ نے اسے جگہ دی (یعنی پہلا شخص) رہا دوسرا تو اس نے (لوگوں میں گھسنے سے) شرم کی، اللہ نے بھی اس سے شرم کی، تیسرے نے منہ پھیر لیا۔ اس لیے اللہ نے بھی اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔"

بَابُ الْإِسْتِلْقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں چت لیٹنا کیسا ہے؟

٤٧٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ، وَاضِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ [قَالَ:] كَانَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ يَفْعَلَانِ ذَلِكَ. [طرفاه في: ٥٩٦٩، ٦٢٨٧] [مسلم: ٥٥٠٤، ٥٥٠٥؛ أبوداود: ٤٨٦٦؛ ترمذي: ٢٧٦٥؛ نسائي: ٧٢٠]

(۴۷۵) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا امام مالک کے واسطہ سے، انہوں نے ابن شہاب زہری سے، انہوں نے عباد بن تمیم سے، انہوں نے اپنے چچا (عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ) سے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو چت لیٹے ہوئے دیکھا۔ آپ اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھے ہوئے تھے۔ ابن شہاب زہری سے مروی ہے، وہ سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح لیٹتے تھے۔

تشریح: چت لیٹ کر ایک پاؤں دوسرے پر رکھنے کی ممانعت بھی آئی ہے، اور اس حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما بھی اس طرح لیٹا کرتے تھے۔ اس لئے کہا جائے گا کہ ممانعت اس صورت میں ہے جب شرمگاہ بے پردہ ہونے کا خطرہ ہو۔ کوئی شخص ستر پوشی کا پورا اہتمام کرتا ہے، پھر اس طرح چت لیٹ کر سونے میں مضائقہ نہیں ہے۔

بَابُ الْمَسْجِدِ يَكُوْنُ فِي الطَّرِيْقِ مِنْ غَيْرِ ضَرَرٍ بِالنَّاسِ،

باب: عام راستوں پر مسجد بنانا جب کہ کسی کو اس سے نقصان نہ پہنچے (جائز ہے)

فِيْهِ وَبِهِ قَالَ الْحَسَنُ وَأَيُّوْبُ وَمَالِكٌ.

اور امام حسن (بصری) اور ایوب اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی کہا ہے۔

٤٧٦ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ إِلَّا وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ، وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِيْنَا فِيْهِ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَعَشِيَّةً، ثُمَّ بَدَا لِأَبِيْ بَكْرٍ فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ، فَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَيَقِفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ، وَأَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَيَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ، وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً وَلَا يَمْلِكُ عَيْنَيْهِ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ، فَأَفْزَعَ ذَلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ.

[أطرافه في: ٢١٣٨، ٢٢٦٣، ٢٢٦٤، ٢٢٩٧، ٣٩٠٥، ٤٠٩٣، ٥٨٠٧، ٦٠٧٩]

(٤٧٦) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے عقیل کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے ابن شہاب زہری سے، انہوں نے کہا مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا تو اپنے ماں باپ کو مسلمان ہی پایا اور ہم پر کوئی دن ایسا نہیں گزرا جس میں رسول اللہ ﷺ صبح و شام دن کے دونوں وقت ہمارے گھر تشریف نہ لائے ہوں۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سمجھ میں ایک ترکیب آئی تو انہوں نے گھر کے سامنے ایک مسجد بنالی، وہ اس میں نماز پڑھتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔ مشرکین کی عورتیں اور ان کے بچے وہاں تعجب سے سنتے اور کھڑے ہو جاتے اور آپ کی طرف دیکھتے رہتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے رونے والے آدمی تھے۔ جب قرآن کریم پڑھتے تو آنسوؤں پر قابو نہ رہتا، قریش کے مشرک سردار اس صورت حال سے گھبرا گئے۔

تشریح: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسجد کا اپنی ملک میں بنانا جائز ہے اور غیر ملک میں منع ہے اور راستوں میں بھی مساجد بنانا درست ہے۔ بشرطیکہ چلنے والوں کو نقصان نہ ہو۔ بعض نے راہ میں مطلقاً ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی فتویٰ کی تردید فرما رہے ہیں۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِيْ مَسْجِدِ السُّوْقِ

باب: بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا

وَصَلَّى ابْنُ عَوْنٍ فِيْ مَسْجِدٍ فِيْ دَارٍ يُغْلَقُ عَلَيْهِمُ الْبَابُ.

اور عبداللہ بن عون نے ایک ایسے گھر کی مسجد میں نماز پڑھی جس کے دروازے عام لوگوں پر بند کئے گئے تھے۔

٤٧٧۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((صَلَاةُ الْجَمِيْعِ تَزِيْدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِيْ بَيْتِهِ، وَصَلَاةٍ فِيْ سُوْقِهِ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَأَتَى الْمَسْجِدَ، لَا يُرِيْدُ إِلَّا الصَّلَاةَ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً، أَوْحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً، حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ، وَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِيْ صَلَاةٍ مَا كَانَتْ تَحْبِسُهُ، وَتُصَلِّي الْمَلَائِكَةُ عَلَيْهِ مَا دَامَ فِيْ مَجْلِسِهِ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ، اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يُؤْذِ يُحْدِثْ فِيْهِ)). [راجع: ١٧٦] [مسلم: ١٥٠٦؛ ابوداود: ٥٥٩؛ ابن ماجه: ٧٨٦]

(۴۷۷) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو معاویہ نے اعمش کے واسطہ سے، انہوں نے ابو صالح (ذکوان) سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: ''جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں گھر کے اندر یا بازار (دوکان وغیرہ) میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا ثواب زیادہ ملتا ہے کیونکہ جب کوئی شخص تم میں سے وضو کرے اور اس کے آداب کا لحاظ رکھے پھر مسجد میں صرف نماز کی غرض سے آئے تو اس کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ ایک درجہ اس کا بلند کرتا ہے اور ایک گناہ اس سے معاف کرتا ہے۔ اس طرح وہ مسجد کے اندر آئے گا۔ مسجد میں آنے کے بعد جب تک نماز کے انتظار میں رہے گا۔ اسے نماز ہی کی حالت میں شمار کیا جائے گا۔ اور جب تک اس جگہ بیٹھا رہے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے تو فرشتے اس کے لیے رحمت الٰہی کی دعائیں کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس کو بخش دے، اے اللہ! اس پر رحم کر۔ جب تک کہ ریح خارج کر کے (وہ فرشتوں کو) تکلیف نہ دے۔''

تشریح: بازار کی مسجد میں نماز پچیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے گھر کی نماز سے، اسی سے ترجمہ باب نکلتا ہے کیونکہ جب بازار میں اکیلے نماز پڑھنی جائز ہوئی تو جماعت سے بطریق اولیٰ جائز ہوگی خصوصاً بازار کی مسجدوں میں اور آج کل تو شہروں میں بے شمار بازار ہیں جن میں بڑی بڑی شاندار مساجد ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب کی فضیلت پر اشارہ فرمایا۔ جزاه الله خير الجزاء۔

بَابُ تَشْبِيْكِ الْأَصَابِعِ فِي الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ

باب: مسجد وغیرہ میں ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے قینچی کرنا درست ہے

٤٧٨، ٤٧٩۔ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، حَدَّثَنَا وَاقِدٌ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَوِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ: شَبَّكَ النَّبِيُّ ﷺ أَصَابِعَهُ. [طرفه في: ٤٨٠]

(۴۷۸، ۴۷۹) ہم سے حامد بن عمر نے بشر بن مفضل کے واسطہ سے بیان کیا، کہا ہم سے عاصم بن محمد نے، کہا ہم سے واقد بن محمد نے اپنے باپ محمد بن زید کے واسطہ سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر یا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا۔

٤٨٠۔ وَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ ابْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ سَمِعْتُ هَذَا الْحَدِيْثَ، مِنْ أَبِيْ [فَلَمْ أَحْفَظْهُ]، فَقَوَّمَهُ لِيْ وَاقِدٌ عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِيْ وَهُوَ يَقُوْلُ: قَالَ

(۴۸۰) اور عاصم بن علی نے کہا، ہم سے عاصم بن محمد نے بیان کیا کہ میں نے اس حدیث کو اپنے باپ محمد بن زید سے سنا۔ لیکن مجھے حدیث یاد نہیں رہی تھی۔ تو میرے بھائی واقد نے اس کو درستی سے اپنے باپ سے روایت کر کے مجھے بتایا۔ وہ کہتے تھے کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے رسول

عَبْدُاللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو، كَيْفَ بِكَ إِذَا بَقِيْتَ فِيْ حُثَالَةٍ مِنَ النَّاسِ)) بِهٰذَا. [راجع: ٤٧٩]

اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "عبداللہ بن عمرو! تمہارا کیا حال ہوگا جب تم برے لوگوں میں رہ جاؤ گے۔" اس طرح (یعنی آپ نے) ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں کر کے دکھلائیں۔

تشریح: آپ نے ہاتھوں کو قینچی کرنے سے اس لئے روکا کہ یہ ایک لغو حرکت ہے۔ لیکن اگر کسی صحیح مقصد کے پیش نظر ایسا کبھی کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے مقصد کی وضاحت کے لئے ہاتھوں کو قینچی کر کے دکھلایا۔ اس حدیث میں آگے یوں ہے کہ نہ ان کے اقرار کا اعتبار ہوگا۔ نہ ان میں امانت داری ہوگی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عاصم بن علی کی دوسری روایت جو امام بخاری رحمہ اللہ نے معلقا بیان کی اس کو ابراہیم حربی نے غریب الحدیث میں وصل کیا ہے، باب کے انعقاد سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ تشبیک کی کراہیت کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ ثابت نہیں ہیں بعض نے ممانعت کو حالت نماز پر محمول کیا ہے۔

٤٨١ـ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا)) وَشَبَّكَ أَصَابِعَهُ. [طرفاه في: ٢٤٤٦، ٦٠٢٦] [مسلم: ٦٥٨٥؛ ترمذي: ١٩٢٨؛ نسائي: ٢٥٥٩]

(٤٨١) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے ابو بردہ بن عبداللہ بن ابی بردہ سے، انہوں نے اپنے دادا (ابو بردہ) سے، انہوں نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: "ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو قوت پہنچاتا ہے۔" اور آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا۔

تشریح: نبی کریم ﷺ نے مسلمان کو باہمی طور پر شیر و شکر رہنے کی مثال بیان فرمائی اور ہاتھوں کو قینچی کر کے بتلایا کہ مسلمان بھی باہمی طور پر ایسے ہی ملے جلے رہتے ہیں، جس طرح عمارات کے پتھر ایک دوسرے کو تھامے رہتے ہیں۔ ایسے ہی مسلمانوں کو بھی ایک دوسرے کا قوت بازو ہونا چاہیے۔ ایک مسلمان پر کہیں ظلم ہو تو سارے مسلمانوں کو اس کی امداد کے لئے اٹھنا چاہیے۔ کاش! امت مسلمہ اپنے پیارے رسول مقبول ﷺ کی اس پیاری نصیحت کو یاد رکھتی تو آج یہ تباہ کن حالات نہ دیکھنے پڑتے۔

٤٨٢ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شُمَيْلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ۔ قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ: قَدْ سَمَّاهَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ وَلٰكِنْ نَسِيْتُ أَنَا۔ قَالَ: فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَامَ إِلَى خَشَبَةٍ مَعْرُوْضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا، كَأَنَّهُ غَضْبَانُ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ، وَوَضَعَ خَدَّهُ الْأَيْمَنَ

(٤٨٢) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم سے نضر بن شمیل نے، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن عون نے خبر دی، انہوں نے محمد بن سیرین سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے ہمیں دوپہر کے بعد کی دو نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھائی۔ (ظہر یا عصر کی) ابن سیرین نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کا نام تو لیا تھا۔ لیکن میں بھول گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ اس کے بعد ایک لکڑی کی لاٹھی سے جو مسجد میں رکھی ہوئی تھی آپ ﷺ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آپ بہت ہی خفا ہوں۔ اور آپ نے اپنے

عَلَى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى، وَخَرَجَتِ السَّرَعَانُ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوْا: قَصُرَتِ الصَّلَاةُ وَفِي الْقَوْمِ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، فَهَابَاهُ أَنْ يُكَلِّمَاهُ، وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ فِي يَدَيْهِ طُوْلٌ يُقَالُ لَهُ: ذُو الْيَدَيْنِ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَنَسِيْتَ أَمْ قَصُرَتِ الصَّلَاةُ؟ قَالَ: ((لَمْ أَنْسَ، وَلَمْ تُقْصَرْ)) فَقَالَ: ((أَكَمَا يَقُوْلُ ذُوالْيَدَيْنِ؟)) فَقَالُوْا: نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى مَا تَرَكَ، ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ، فَرُبَّمَا سَأَلُوْهُ: ثُمَّ سَلَّمَ؟ فَيَقُوْلُ نُبِّئْتُ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ: ثُمَّ سَلَّمَ. [أطرافه في: ٧١٤، ٧١٥، ١٢٢٧، ١٢٢٨، ١٢٢٩، ٦٠٥١، ٧٢٥٠] [ابوداود: ١٠١١؛ نسائي: ١٢٢٣، ١٢٣٤؛ ابن ماجه: ١٢١٤]

دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا۔ اور ان کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا۔ اور آپ نے اپنے دائیں رخسار مبارک کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے سہارا دیا۔ جو لوگ نماز پڑھ کر جلدی نکل جایا کرتے تھے وہ مسجد کے دروازوں سے پار ہو گئے۔ پھر لوگ کہنے لگے کہ کیا نماز کم کر دی گئی ہے۔ حاضرین میں ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) بھی موجود تھے۔ لیکن انہیں بھی آپ سے بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ انہیں میں ایک شخص تھے جن کے ہاتھ لمبے تھے اور انہیں ذوالیدین کہا جاتا تھا۔ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے یا نماز کم کر دی گئی ہے، آپ نے فرمایا کہ "نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز میں کوئی کمی ہوئی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا: "کیا ذوالیدین صحیح کہہ رہے ہیں؟" حاضرین بولے کہ جی ہاں! یہ سن کر آپ آگے بڑھے اور باقی رکعتیں پڑھیں۔ پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور سہو کا سجدہ کیا۔ معمول کے مطابق یا اس سے بھی لمبا سجدہ کیا۔ پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی۔ پھر تکبیر کہی اور دوسرا سجدہ کیا۔ معمول کے مطابق یا اس سے بھی طویل پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی، لوگوں نے بار بار ابن سیرین سے پوچھا کہ کیا پھر سلام پھیرا تو وہ جواب دیتے کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ عمران بن حصین کہتے تھے کہ پھر سلام پھیرا۔

تشریح: یہ حدیث "حدیث ذوالیدین" کے نام سے مشہور ہے۔ ایک بزرگ صحابی خرباق رضی اللہ عنہ نامی کے ہاتھ لمبے لمبے تھے۔ اس لئے ان کو ذوالیدین کہا جاتا تھا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سہواً بات کر لینے سے یا مسجد سے نکل جانے سے یا نماز کی جگہ سے چلے جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ یہاں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھوں کی انگلیوں کو قینچی کرنا مذکور ہے جس سے اس حالت کا جواز مسجد اور غیر مسجد میں ثابت ہوا۔ یہی امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ہے۔ باقی مباحث متعلق حدیث ہذا اپنے مقامات پر آئیں گی۔

بَابُ الْمَسَاجِدِ الَّتِي عَلَى طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ وَالْمَوَاضِعِ الَّتِي صَلَّى فِيْهَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم

باب: ان مساجد کا بیان جو مدینہ کے راستے میں واقع ہیں اور وہ جگہیں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ہے

٤٨٣۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ: رَأَيْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَتَحَرَّى أَمَاكِنَ مِنَ الطَّرِيْقِ فَيُصَلِّي

(۴۸۳) ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے بیان کیا کہا ہم سے فضیل بن سلیمان نے، کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے، کہا میں نے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ (مدینہ سے مکہ تک) راستے میں کئی جگہوں کو ڈھونڈ کر وہاں نماز پڑھتے اور کہتے کہ ان کے باپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی

فِيهَا، وَيُحَدِّثُ أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يُصَلِّي فِيهَا، وَأَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْأَمْكِنَةِ. قَالَ: وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْأَمْكِنَةِ، وَسَأَلْتُ سَالِمًا فَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا وَافَقَ نَافِعًا فِي الْأَمْكِنَةِ كُلِّهَا إِلَّا أَنَّهُمَا اخْتَلَفَا فِي مَسْجِدٍ بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ.

ان مقامات پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ان مقامات پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ مجھ سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق بیان کیا کہ وہ ان مقامات پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور میں نے سالم سے پوچھا تو مجھے خوب یاد ہے کہ انہوں نے بھی نافع کے بیان کے مطابق ہی تمام مقامات کا ذکر کیا۔ فقط مقام شرف روحاء کی مسجد کے متعلق دونوں نے اختلاف کیا۔

[أطرافه في: ١٥٣٥، ٢٣٣٦، ٧٣٤٥]

تشریح: شرف الروحاء مدینہ سے (۳۰ یا ۳۶) میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس جگہ ستر نبیوں نے عبادت الٰہی کی ہے اور یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام حج یا عمرے کی نیت سے گزرے تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سنت رسول کے پیش نظر اس جگہ پر نماز پڑھا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے تاریخی مقامات کو ڈھونڈھنے سے اس لئے منع کیا کہ ایسا نہ ہو آگے چل کر لوگ اس کو ضروری سمجھ لیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ خالی اس قسم کے آثار کی زیارت کرنا بغیر نماز کی نیت کے بے فائدہ ہے اور عتبان کی حدیث اوپر گزر چکی ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ دیجئے تاکہ میں اس کو نماز کی جگہ بنالوں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی درخواست کو منظور فرمایا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صالحین کے آثار سے بایں طور برکت لینا درست ہے، خاص طور پر رسول کریم ﷺ کا ہر قول و ہر فعل و ہر نقش قدم ہمارے لئے سرمایہ برکت و سعادت ہیں۔ مگر اس بارے میں جو افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے وہ بھی حد درجہ قابل مذمت ہے۔ مثلاً صاحب انوار الباری (دیوبندی) نے اپنی کتاب مذکور جلد ۵ ص ۱۵۷ پر ایک جگہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے پیشاب اور تمام فضلات کو بھی طاہر کہتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے فقہا ایسا نہیں کہہ سکتے مگر یہی وہ غلو ہے جو تبرکات انبیا کے نام پر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو افراط و تفریط سے بچائے۔ (آمین)

٤٨٤۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَاللَّهِ ابْنَ عُمَرَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَنْزِلُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حِيْنَ يَعْتَمِرُ، وَفِي حَجَّتِهِ حِيْنَ حَجَّ، تَحْتَ سَمُرَةٍ فِي مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ، وَكَانَ إِذَا رَجَعَ مِنْ غَزْوَةٍ وَكَانَ فِي تِلْكَ الطَّرِيقِ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ هَبَطَ بَطْنَ وَادٍ، فَإِذَا ظَهَرَ مِنْ بَطْنِ وَادٍ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي عَلَى شَفِيرِ الْوَادِي الشَّرْقِيَّةِ، فَعَرَّسَ ثَمَّ حَتَّى يُصْبِحَ، لَيْسَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ

(۴۸۴) ہم سے ابراہیم بن منذر حزامی نے بیان کیا، کہا ہم سے انس بن عیاض نے، کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے نافع سے، ان کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ جب عمرہ کے قصد سے تشریف لے گئے اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر جب حج کے لیے نکلے تو آپ نے ذوالحلیفہ میں قیام فرمایا۔ ذوالحلیفہ کی مسجد کے قریب آپ ایک ببول کے درخت کے نیچے اترے۔ اور جب آپ کسی جہاد سے واپس ہوتے اور راستہ ذوالحلیفہ سے ہو کر گزرتا یا حج یا عمرہ سے واپسی ہوتی تو آپ وادی عتیق کے نشیبی علاقہ میں اترتے، پھر جب وادی کے نشیب سے اوپر چڑھتے تو وادی کے بالائی کنارے کے اس مشرقی حصہ پر پڑاؤ ہوتا جہاں کنکریوں اور ریت کا کشادہ نالا ہے۔ (یعنی بطحاء میں) یہاں آپ رات کو صبح تک آرام فرماتے۔ یہ مقام اس مسجد کے قریب نہیں ہے جو پتھروں کی بنی ہے، آپ اس ٹیلے پر بھی

الَّذِيْ بِحِجَارَةٍ، وَلَا عَلَى الْأَكَمَةِ الَّتِي عَلَيْهَا الْمَسْجِدُ، كَانَ ثَمَّ خَلِيجٌ يُصَلِّي عَبْدُاللَّهِ عِنْدَهُ، فِي بَطْنِهِ كُثُبٌ كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ ثَمَّ يُصَلِّي، فَدَحَا فِيهِ السَّيْلُ بِالْبَطْحَاءِ حَتَّى دَفَنَ ذَلِكَ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ عَبْدُاللَّهِ يُصَلِّي فِيْهِ. [أطرافه في: ١٥٣٢، ١٥٣٣، ١٧٩٩]

[نسائي: ٢٨٦٢]

نہیں ہوتے جس پر مسجد بنی ہوئی ہے۔ وہاں ایک گہرا نالہ تھا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہیں نماز پڑھتے۔ اس کے نشیب میں ریت کے ٹیلے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ وہاں نماز پڑھا کرتے تھے۔ کنکریوں اور ریت کے کشادہ نالہ کی طرف سے سیلاب نے آ کر اس جگہ کے آثار ونشانات کو پاٹ دیا ہے، جہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز پڑھا کرتے تھے۔

٤٨٥ـ وَأَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى حَيْثُ الْمَسْجِدُ الصَّغِيْرُ الَّذِيْ دُوْنَ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ، وَقَدْ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَعْلَمُ الْمَكَانَ الَّذِيْ كَانَ صَلَّى فِيْهِ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ ثَمَّ عَنْ يَمِيْنِكَ حِيْنَ تَقُوْمُ فِي الْمَسْجِدِ تُصَلِّيْ، وَذَلِكَ الْمَسْجِدُ عَلَى حَافَةِ الطَّرِيْقِ الْيُمْنَى، وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ، بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَسْجِدِ الْأَكْبَرِ رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ أَوْ نَحْوُ ذَلِكَ.

(٤٨٥) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نافع سے یہ بھی بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اس جگہ نماز پڑھی جہاں اب شرف روحاء کی مسجد کے قریب ایک چھوٹی مسجد ہے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس جگہ کی نشاندہی کرتے تھے جہاں نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ کہتے تھے کہ یہاں تمہارے دائیں طرف جب تم مسجد میں (قبلہ رو ہو کر) نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہو۔ جب تم (مدینہ سے) مکہ جاؤ تو یہ چھوٹی سی مسجد راستے کے دائیں جانب پڑتی ہے۔ اس کے اور بڑی مسجد کے درمیان ایک پتھر کی مار کا فاصلہ ہے یا اس سے کچھ کم زیادہ۔

٤٨٦ـ وَأَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُصَلِّي إِلَى الْعِرْقِ الَّذِيْ عِنْدَ مُنْصَرَفِ الرَّوْحَاءِ، وَذَلِكَ الْعِرْقُ انْتَهَى طَرَفُهُ عَلَى حَافَةِ الطَّرِيْقِ، دُوْنَ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمُنْصَرَفِ، وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ وَقَدِ ابْتُنِيَ ثَمَّ مَسْجِدٌ، فَلَمْ يَكُنْ عَبْدُاللَّهِ بْنُ عُمَرَ يُصَلِّي فِيْ ذَلِكَ الْمَسْجِدِ، كَانَ يَتْرُكُهُ عَنْ يَسَارِهِ وَوَرَاءَهُ، وَيُصَلِّي أَمَامَهُ إِلَى الْعِرْقِ نَفْسِهِ، وَكَانَ عَبْدُاللَّهِ يَرُوْحُ مِنَ الرَّوْحَاءِ، فَلَا يُصَلِّي الظُّهْرَ حَتَّى يَأْتِيَ ذَلِكَ الْمَكَانَ فَيُصَلِّي فِيْهِ الظُّهْرَ، وَإِذَا أَقْبَلَ مِنْ مَكَّةَ فَإِنْ مَرَّ بِهِ قَبْلَ الصُّبْحِ

(٤٨٦) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس چھوٹی پہاڑی کی طرف نماز پڑھتے جو روحاء کے آخر کنارے پر ہے اور یہ پہاڑی وہاں ختم ہوتی ہے جہاں راستے کا کنارہ ہے۔ اس مسجد کے قریب جو اس کے اور روحاء کے آخری حصے کے بیچ میں ہے مکہ کو جاتے ہوئے۔ اب وہاں ایک مسجد بن گئی ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ اس کو اپنے بائیں طرف مقابل میں چھوڑ دیتے تھے اور آگے بڑھ کر خود پہاڑی عرق الظبیہ کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب روحاء سے چلتے تو ظہر کی نماز اس وقت تک نہ پڑھتے جب تک اس مقام پر نہ پہنچ جاتے۔ جب یہاں آ جاتے تو ظہر پڑھتے، اور اگر مکہ سے آتے ہوئے صبح صادق سے تھوڑی دیر پہلے یا سحر کے آخر میں وہاں سے گزرتے تو صبح کی نماز تک وہیں آرام کرتے اور فجر کی نماز پڑھتے۔

بِسَاعَةٍ أَوْ مِنْ آخِرِ السَّحَرِ عَرَّسَ حَتَّى يُصَلِّيَ بِهَا الصُّبْحَ.

٤٨٧ـ وَأَنَّ عَبْدَاللَّهِ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْزِلُ تَحْتَ سَرْحَةٍ ضَخْمَةٍ دُوْنَ الرُّوَيْثَةِ عَنْ يَمِيْنِ الطَّرِيْقِ، وَوِجَاهَ الطَّرِيْقِ فِيْ مَكَانٍ بَطْحٍ سَهْلٍ، حَتَّى يُفْضِيَ مِنْ أَكَمَةٍ دُوَيْنَ بَرِيْدِ الرُّوَيْثَةِ بِمِيْلَيْنِ، وَقَدِ انْكَسَرَ أَعْلَاهَا، فَانْثَنَى فِيْ جَوْفِهَا، وَهِيَ قَائِمَةٌ عَلَى سَاقٍ، وَفِيْ سَاقِهَا كُثُبٌ كَثِيْرَةٌ.

(۴۸۷) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ راستے کے دائیں طرف مقابل میں ایک گھنے درخت کے نیچے وسیع اور نرم علاقہ میں قیام فرماتے جو قریہ رویثہ کے قریب ہے۔ پھر آپ اس ٹیلہ سے جو رویثہ کے راستے سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر ہے چلتے تھے۔ اب اس درخت کا اوپر کا حصہ ٹوٹ گیا ہے۔ اور درمیان میں سے دوہرا ہو کر جڑ پر کھڑا ہے۔ اس کی جڑ میں ریت کے بہت سے ٹیلے ہیں۔

٤٨٨ـ وَأَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِيْ طَرَفِ تَلْعَةٍ مِنْ وَرَاءِ الْعَرْجِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى هَضْبَةٍ عِنْدَ ذَلِكَ الْمَسْجِدِ قَبْرَانِ أَوْ ثَلَاثَةٌ عَلَى الْقُبُوْرِ رَضْمٌ مِنْ حِجَارَةٍ عَنْ يَمِيْنِ الطَّرِيْقِ، عِنْدَ سَلِمَاتِ الطَّرِيْقِ، بَيْنَ أُولَئِكَ السَّلِمَاتِ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَرُوْحُ مِنَ الْعَرْجِ بَعْدَ أَنْ تَمِيْلَ الشَّمْسُ بِالْهَاجِرَةِ، فَيُصَلِّي الظُّهْرَ فِيْ ذَلِكَ الْمَسْجِدِ.

(۴۸۸) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نافع سے یہ بیان کیا کہ نبی ﷺ نے قریہ عرج کے قریب اس نالے کے کنارے نماز پڑھی جو پہاڑ کی طرف جاتے ہوئے پڑتا ہے۔ اس مسجد کے پاس دو یا تین قبریں ہیں، ان قبروں پر اوپر تلے پتھر رکھے ہوئے ہیں، راستے کے دائیں جانب ان بڑے پتھروں کے پاس جو راستے میں ہیں۔ ان کے درمیان میں ہو کر نماز پڑھی، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قریہ عرج سے سورج ڈھلنے کے بعد چلتے اور ظہر اسی مسجد میں آ کر پڑھا کرتے تھے۔

٤٨٩ـ وَأَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ نَزَلَ عِنْدَ سَرَحَاتٍ عَنْ يَسَارِ الطَّرِيْقِ، فِيْ مَسِيْلٍ دُوْنَ هَرْشَى، ذَلِكَ الْمَسِيْلُ لَاصِقٌ بِكُرَاعِ هَرْشَى، بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ قَرِيْبٌ مِنْ غَلْوَةٍ، وَكَانَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ عُمَرَ يُصَلِّي إِلَى سَرْحَةٍ، هِيَ أَقْرَبُ السَّرَحَاتِ إِلَى الطَّرِيْقِ وَهِيَ أَطْوَلُهُنَّ.

(۴۸۹) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نافع سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے راستے کے بائیں طرف ان گھنے درختوں کے پاس قیام فرمایا جو ہرشی پہاڑ کے نزدیک نشیب میں ہیں۔ یہ ڈھلوان جگہ ہرشی کے ایک کنارے سے ملی ہوئی ہے۔ یہاں سے عام راستہ تک پہنچنے کے لیے تیر کی مار کا فاصلہ ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس بڑے درخت کی طرف نماز پڑھتے تھے جو ان تمام درختوں میں راستے سے سب سے زیادہ نزدیک ہے اور سب سے لمبا درخت بھی یہی ہے۔

٤٩٠ـ وَأَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْزِلُ فِي الْمَسِيْلِ الَّذِيْ فِيْ أَدْنَى مَرِّ الظَّهْرَانِ، قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ حِيْنَ تَهْبِطُ

(۴۹۰) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نافع سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اس نالے میں اترا کرتے تھے جو وادی مر الظہران کے نشیب میں ہے۔ مدینہ کے مقابل جب کہ مقام صفراوات سے اترا جائے۔ نبی کریم ﷺ اس

مِنَ الصَّفْرَاوَاتِ يَنْزِلُ فِي بَطْنِ ذَلِكَ الْمَسِيْلِ عَنْ يَسَارِ الطَّرِيْقِ، وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ، لَيْسَ بَيْنَ مَنْزِلِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ إِلَّا رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ.

ڈھلوان کے بالکل نشیب میں قیام کرتے تھے۔ یہ راستے کے بائیں جانب پڑتا ہے جب کوئی شخص مکہ جا رہا ہو (جس کو اب بطن مرو کہتے ہیں) راستے اور رسول اللہ ﷺ کی منزل کے درمیان صرف ایک پتھر کی مار کا فاصلہ ہوتا۔

٤٩١- وَأَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْزِلُ بِذِي طُوًى وَيَبِيْتُ حَتَّى يُصْبِحَ، يُصَلِّي الصُّبْحَ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ، وَمُصَلَّى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ ذَلِكَ عَلَى أَكَمَةٍ غَلِيْظَةٍ، لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي بُنِيَ ثَمَّ، وَلَكِنْ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ عَلَى أَكَمَةٍ غَلِيْظَةٍ. [طرفاه في: ١٧٦٧، ١٧٦٩]

(۴۹۱) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نافع سے بیان کیا کہ نبی ﷺ مقام ذی طوی میں قیام فرماتے اور رات یہیں گزارا کرتے تھے۔ اور صبح ہوتی تو نماز فجر یہیں پڑھتے۔ مکہ جاتے ہوئے۔ یہاں نبی کریم ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ ایک بڑے سے ٹیلے پر تھی۔ اس مسجد میں نہیں جو اب وہاں بنی ہوئی ہے بلکہ اس سے نیچے ایک بڑا ٹیلا تھا۔

٤٩٢- وَأَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَقْبَلَ فُرْضَتَيِ الْجَبَلِ الَّذِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَبَلِ الطَّوِيْلِ نَحْوَ الْكَعْبَةِ، فَجَعَلَ الْمَسْجِدَ الَّذِي بُنِيَ ثَمَّ يَسَارَ الْمَسْجِدِ بِطَرَفِ الْأَكَمَةِ، وَمُصَلَّى النَّبِيِّ ﷺ أَسْفَلَ مِنْهُ عَلَى الْأَكَمَةِ السَّوْدَاءِ، تَدَعُ مِنَ الْأَكَمَةِ عَشَرَةَ أَذْرُعٍ أَوْ نَحْوَهَا، ثُمَّ تُصَلِّي مُسْتَقْبِلَ الْفُرْضَتَيْنِ مِنَ الْجَبَلِ الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ. [مسلم: ١١١٥]

(۴۹۲) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت نافع سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اس پہاڑ کے دونوں کونوں کا رخ کیا جو اس کے اور جبل طویل کے درمیان کعبہ کی سمت ہیں۔ آپ اس مسجد کو جو اب وہاں تعمیر ہوئی ہے اپنی بائیں طرف کر لیتے ٹیلے کے کنارے۔ اور نبی کریم ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ اس سے نیچے سیاہ ٹیلے پر تھی، ٹیلے سے تقریباً دس ہاتھ چھوڑ کر پہاڑ کی دونوں گھاٹیوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے جو تمہارے اور کعبہ کے درمیان ہے۔

تشریح: امام قسطلانی رحمہ اللہ شارح بخاری لکھتے ہیں کہ ان مقامات میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نماز پڑھنا تبرک حاصل کرنے کے لئے تھا اور یہ اس کے خلاف نہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حال میں اس کو مکروہ رکھا جب کوئی واجب اور ضروری سمجھ کر ایسا کرے یہاں جن جن مقامات کی مساجد کا ذکر ہے ان میں سے اکثر اب ناپید ہو چکی ہیں۔ چند باقی ہیں۔ ذوالحلیفہ ایک مشہور مقام ہے جہاں سے اہل مدینہ احرام باندھا کرتے ہیں۔ بطحاوہ جگہ جہاں پانی کا بہاؤ ہے اور وہاں باریک باریک کنکریاں ہیں۔ رویثہ مدینہ سے سترہ فرسخ کے فاصلہ پر ایک گاؤں کا نام ہے۔ یہاں سے عرج نامی گاؤں تیرہ چودہ میل پڑتا ہے۔ ہضبہ بھی مدینہ کے راستے میں ایک پہاڑ ہے جو زمین پر پھیلا ہوا ہے ہرشی جحفہ کے قریب مدینہ اور شام کے راستوں میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔ مرالظہر ان ایک مشہور مقام ہے۔ صفراوات وہ ندی نالے اور پہاڑ جو مرالظہر ان کے بعد آتے ہیں۔

اس حدیث میں نو حدیثیں مذکور ہیں۔ ان کو حسن بن سفیان نے متفرق طور پر اپنی مسند میں نکالا ہے۔ مگر تیسری کو نہیں نکالا۔ اور مسلم نے آخری حدیث کو کتاب الحج میں نکالا ہے۔ اب ان مساجد کا پتہ نہیں چلتا نہ وہ درخت اور نشانات باقی ہیں۔ خود مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ نے، جن جن

مساجد میں نماز پڑھی ہے ان کو عمر بن شبیہ نے اخبار مدینہ میں ذکر کیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عہد خلافت میں ان کو معلوم کر کے نقشی پتھروں سے تعمیر کرا دیا تھا ان میں سے مسجد قبا، مسجد فضیخ، مسجد بنی قریظہ، مسجد بغلہ، مسجد بنی معاویہ، مسجد فتح، مسجد قبلتین، وغیرہ وغیرہ ابھی تک باقی ہیں۔ موجودہ حکومت سعودیہ نے اکثر مساجد کو عمدہ طور پر مستحکم کر دیا ہے۔

اس حدیث میں جس سفر کی نمازوں کا ذکر ہے وہ سات دن تک جاری رہا تھا اور آپ نے اس میں ۳۵ نمازیں ادا کی تھیں راویان حدیث نے اکثر کا ذکر نہیں کیا۔ وادی روحاء کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

”قال الشيخ ابن حجر: هذه المساجد لا يعرف اليوم ههنا غير مسجد ذى الحليفة والمساجد التى بالروحاء اهل تلك الناحية انتهى- وانما كان ابن عمر يصلى فى تلك المواضع تبركا بها ولم يزل الناس يتبركون بمواضع الصلحاء واما ما روى عن عمرانه كره ذالك فلانه خشى ان يلتزم الناس الصلوة فى تلك المواضع وينبغى للعالم اذا راى الناس يلتزمون بالنوافل التزاما شديدا ان ينهاهم عنه۔“

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی اس تقریر کا خلاصہ وہی ہے جو اوپر ذکر ہوا۔ یعنی ان مقامات پر نماز محض تبرکاً پڑھتے تھے۔ مگر عوام اس کا التزام کرنے لگے تو علما کے لئے ضروری ہے کہ ان کو روکیں۔

بَابٌ: سُتْرَةُ الْإِمَامِ سُتْرَةُ مَنْ خَلْفَهُ

باب: امام کا سترہ مقتدیوں کو بھی کفایت کرتا ہے

٤٩٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَتَانٍ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الِاحْتِلَامَ، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي بِالنَّاسِ بِمِنًى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ، فَنَزَلْتُ وَأَرْسَلْتُ الْأَتَانَ تَرْتَعُ، وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ.

[راجع:٧٦]

(۴۹۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے ابن شہاب کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا۔ اس زمانہ میں بالغ ہونے والا ہی تھا۔ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ لیکن دیوار آپ کے سامنے نہ تھی۔ میں صف کے بعض حصے سے گزر کر سواری سے اترا۔ اور میں نے گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ اور صف میں داخل ہو گیا۔ پس کسی نے مجھ پر اعتراض نہیں کیا۔

تشریح: بظاہر اس حدیث سے باب کا مطلب نہیں نکلتا چونکہ نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ میدان میں بغیر سترہ کے نماز نہ پڑھتے اس لئے آپ کے آگے برچھی گاڑی جاتی، تو یقیناً اس وقت بھی آپ کے سامنے سترہ ضرور ہوگا۔ پس باب کا مطلب ثابت ہو گیا کہ امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے کافی ہے۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”الى غير جدار قال الشافعى الى غير سترة وحينئذ فلا مطابقة بين الحديث والترجمة وقد بوب عليه البيهقى باب من صلى الى غير سترة لكن استنبط بعضهم المطابقة من قوله الى غير جدار لان لفظ غير يشعر بان ثمة سترة لانها يقع

دائما صفة و تقديره الى شيء غير جدار وهو اعم من ان يكون عصا او غير ذلك۔"

یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہے تھے۔ اس صورت میں حدیث اور باب میں کوئی مطابقت نہیں۔ اسی لئے اس حدیث پر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں باب باندھا کہ یہ باب اس کے بارے میں ہے جو بغیر سترہ کے نماز پڑھے۔ لیکن اسی حدیث سے بعض علما نے لفظ الى غير جدار سے مطابقت پر استنباط کیا ہے۔ لفظ غیر بتلاتا ہے کہ وہاں دیوار کے علاوہ کسی اور چیز سے سترہ کیا گیا تھا۔ وہ چیز عصا تھی۔ یا کچھ اور بہر حال آپ کے سامنے سترہ موجود تھا جو دیوار کے علاوہ تھا۔ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قلت حمل البخاری لفظ الغير على النعت والبيهقى على النفى المحض وما اختاره البخاری هنا اولى فان التعرض لنفى الجدار خاصة يدل على انه كان هناك شيء مغاير للجدار الخ۔" (مرعاة ، ج: ١/ ص: ٥١٥)

خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہاں یہ ہے کہ آپ کے سامنے دیوار کے علاوہ کوئی اور چیز بطور سترہ تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ غیر کو یہاں بطور نعت سمجھا اور امام بیہقی نے اس سے نفی محض مراد لی، اور جو کچھ یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے وہی مناسب اور بہتر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ واقعہ حجۃ الوداع میں پیش آیا۔ اس وقت یہ بلوغ کے قریب تھے وفات نبوی کے وقت ان کی عمر پندرہ سال کے لگ بھگ بتلائی گئی ہے۔

٤٩٤۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ ابْنُ نُمَيْرٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ أَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَيُصَلِّي إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَاءَهُ ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السَّفَرِ ، فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْأُمَرَاءُ.

[أطرافه في: ٤٩٨، ٩٧٢، ٩٧٣] [مسلم: ١١١٥؛ أبو داود: ٦٨٧]

(۴۹۴) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن نمیر نے کہا ہم سے عبیداللہ نے نافع کے واسطہ سے بیان کیا۔ انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کے دن (مدینہ سے) باہر تشریف لے جاتے تو چھوٹے نیزہ (برچھا) کو گاڑنے کا حکم دیتے وہ جب آپ کے آگے گاڑ دیا جاتا تو آپ اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں بھی کیا کرتے تھے۔ (مسلمانوں کے) خلفا نے اسی وجہ سے برچھا ساتھ رکھنے کی عادت بنالی ہے۔

٤٩٥۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِهِمْ بِالْبَطْحَاءِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ۔ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ ، وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ ، تَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ.

[راجع: ١٨٧] [أبو داود: ٦٨٨]

(۴۹۵) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا عون بن ابی جحیفہ سے، کہا میں نے اپنے باپ (وہب بن عبداللہ) سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بطحاء میں نماز پڑھائی۔ آپ کے سامنے عنزہ (ڈنڈا جس کے نیچے پھل لگا ہوا ہو) گاڑ دیا گیا تھا۔ (چونکہ آپ مسافر تھے اس لیے) ظہر کی دو رکعت اور عصر کی دو رکعت ادا کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے عورتیں اور گدھے گزر رہے تھے۔

تشریح: یہاں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی ثابت فرمایا کہ امام کا سترہ سارے نمازیوں کے لئے کافی ہے۔ آپ نے بطحا میں ظہر وعصر کی دونوں نمازیں جمع تقدیم کے طور پر پڑھائیں۔ اور آپ کے آگے بطور سترہ برچھا گاڑ دیا گیا تھا۔ برچھے سے باہر آپ اور نمازیوں کے آگے سے گدھے گزر رہے تھے اور عورتیں بھی، مگر آپ کا سترہ سب نمازیوں کے لئے کافی گردانا گیا۔ بغیر سترہ کے امام یا نمازیوں کے آگے سے اگر عورتیں یا گدھے، کتے وغیرہ گزریں تو چونکہ اس کی طرف توجہ بٹنے کا احتمال ہے۔ اس لئے ان سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ بعض لوگ نماز ٹوٹنے کو نماز میں صرف خلل آجانے پر

محمول کرتے ہیں۔اس کا فیصلہ خود نمازی ہی کر سکتا ہے کہ ((انما الاعمال بالنيات)) اگر ان چیزوں پر نظر پڑنے سے اس کی نماز میں پوری توجہ ادھر ہو گئی تو یقیناً نماز ٹوٹ جائے گی ورنہ خلل محض بھی معیوب ہے۔حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری عِشاللہ فرماتے ہیں:

”قال مالك و ابو حنيفة والشافعي رحمه الله عليه و جمهور من السلف والخلف: لا تبطل الصلوة بمرور شيء من هولاء ولا من غيرهم وتاول هولاء هذا الحديث على ان المراد بالقطع نقص الصلوة لشغل القلب بهذه الاشياء وليس المراد ابطالها...... الخ۔“ (تحفه الاحوذی ، ج:١/ ص: ٢٧٦)

خلاصہ یہی ہے کہ کتے اور گدھے اور عورت کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز میں نقص آ جاتا ہے اس لئے کہ دل میں ان چیزوں سے تاثر آ جاتا ہے۔نماز مطلقاً باطل ہو جائے ایسا نہیں ہے۔جمہور علمائے سلف وخلف کا یہی فتویٰ ہے۔

بَابُ قَدْرِكَمْ يَنْبَغِي أَنْ يَكُوْنَ بَيْنَ الْمُصَلِّي وَالسُّتْرَةِ؟

باب: نمازی اور سترہ میں کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟

٤٩٦ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: كَانَ بَيْنَ مُصَلَّى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاةِ. [طرفه في: ٧٣٣٤] [مسلم: ١١٣٤؛ ابو داود: ٦٩٦]

(۴۹۶) ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے اپنے باپ ابو حازم سلمہ بن دینار سے بیان کیا، انہوں نے سہل بن سعد سے، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے سجدہ کرنے کی جگہ اور دیوار کے درمیان ایک بکری کے گزر سکنے کا فاصلہ رہتا تھا۔

٤٩٧ـ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ، قَالَ: كَانَ جِدَارُ الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ مَا كَادَتِ الشَّاةُ تَجُوْزُهَا. [مسلم: ١١٣٥؛ ابو داود: ١٠٨٢]

(۴۹۷) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ابی عبید نے، انہوں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ مسجد کی دیوار اور منبر کے درمیان بکری کے گزر سکنے کے فاصلہ کے برابر جگہ تھی۔

تشریح: مسجد نبوی میں اس وقت محراب نہیں تھا اور آپ منبر کی بائیں طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔لہٰذا منبر اور دیوار کا فاصلہ اتنا ہی ہوگا کہ ایک بکری نکل جائے۔باب کا یہی مطلب ہے۔بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے کعبہ میں نماز پڑھائی آپ میں اور دیوار میں تین ہاتھ کا فاصلہ تھا حدیث سے یہ بھی نکلا کہ مسجد میں محراب بنانا اور منبر بنانا سنت نہیں ہے، منبر علیحدہ لکڑی کا ہونا چاہیے۔

بخاری شریف کی ثلاثیات میں سے یہ دوسری حدیث ہے اور ثلاثیات کی پہلی حدیث پہلے پارہ کتاب العلم باب اثم من كذب على النبی ﷺ میں مکی بن ابراہیم کی روایت سے گزر چکی ہے۔ثلاثیات وہ احادیث جن کی سند میں امام بخاری عِشاللہ صرف تین ہی اساتذہ سے اسے نقل کریں۔(یعنی ثلاثیات سے مراد یہ ہے کہ امام بخاری عِشاللہ اور نبی اکرم ﷺ کے درمیان تین راویوں کا واسطہ ہو)

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْحَرْبَةِ

باب: برچھی کی طرف نماز پڑھنا

٤٩٨ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى،

(۴۹۸) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، ہم سے یحییٰ بن سعید قطان

عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُرْكَزُ لَهُ الْحَرْبَةُ فَيُصَلِّي إِلَيْهَا. [راجع: ٤٩٤] [نسائي: ٧٤٦]

نے عبیداللہ کے واسطہ سے بیان کیا، کہا مجھے نافع نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے خبر دی کہ نبی ﷺ کے لیے برچھا گاڑ دیا جاتا۔ آپ اس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْعَنَزَةِ

باب: عنزہ کی طرف نماز پڑھنا

٤٩٩۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ بِالْهَاجِرَةِ فَأُتِيَ بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ فَصَلَّى بِنَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ، وَالْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ يَمُرَّانِ مِنْ وَرَائِهَا. [راجع: ١٨٧، ٤٩٥]

(۴۹۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عون بن ابی جحیفہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے اپنے باپ ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ سے سنا انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ دوپہر کے وقت باہر تشریف لائے۔ آپ کی خدمت میں وضو کا پانی پیش کیا گیا، جس سے آپ نے وضو کیا۔ پھر ہمیں آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی اور عصر کی، آپ کے سامنے عنزہ (لکڑی جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا ہو) گاڑ دیا گیا تھا۔ اور عورتیں اور گدھے پر سوار لوگ اس کے پیچھے سے گزر رہے تھے۔

تشریح: آپ نے ظہر اور عصر کو جمع کیا تھا۔ اسے جمع تقدیم کہتے ہیں۔

٥٠٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَاذَانُ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ تَبِعْتُهُ أَنَا وَغُلَامٌ وَمَعَنَا عُكَّازَةٌ أَوْ عَصًا أَوْ عَنَزَةٌ وَمَعَنَا إِدَاوَةٌ، فَإِذَا فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ نَاوَلْنَاهُ الْإِدَاوَةَ. [راجع: ١٥٠]

(۵۰۰) ہم سے محمد بن حاتم بن بزیع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شاذان بن عامر نے شعبہ بن حجاج کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے عطاء بن ابی میمونہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ جب رفع حاجت کے لیے نکلتے تو میں اور ایک اور لڑکا آپ کے پیچھے پیچھے جاتے۔ ہمارے ساتھ عکازہ (ڈنڈا جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا ہو) یا چھڑی یا عنزہ ہوتا۔ اور ہمارے ساتھ ایک چھاگل بھی ہوتا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ حاجت سے فارغ ہو جاتے تو ہم آپ کو وہ چھاگل دے دیتے تھے۔

بَابُ السُّتْرَةِ بِمَكَّةَ وَغَيْرِهَا

باب: مکہ اور دیگر مقامات میں سترہ کا حکم

٥٠١۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْهَاجِرَةِ فَصَلَّى بِالْبَطْحَاءِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَنَصَبَ

(۵۰۱) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے حکم بن عیینہ سے، انہوں نے ابو جحیفہ سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس دوپہر کے وقت تشریف لائے اور آپ نے بطحاء میں ظہر اور عصر کی دو دو رکعتیں پڑھیں۔ آپ کے سامنے عنزہ گاڑ دیا گیا تھا۔ اور جب آپ نے

بَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ، وَتَوَضَّأَ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْءِهِ. [راجع :١٨٧]

وضو کیا تو لوگ آپ کے وضو کے پانی کو اپنے بدن پر لگا رہے تھے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سترہ کے مسئلہ میں مکہ اور دوسرے مقامات میں کوئی فرق نہیں۔ مسند عبدالرزاق میں ایک حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں بغیر سترہ کے نماز پڑھتے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف سمجھا ہے۔ بطحا مکہ کی پتھریلی زمین کو کہتے ہیں:

"والغرض من هذا الباب الرد على من قال يجوز المرور دون السترة للطائفين للضرورة لا لغيرهم۔"

جو لوگ کعبہ کے طواف کرنے والوں کو نمازیوں کے آگے سے گزرنے کے قائل ہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ باب منعقد کر کے ان کا رد کرنا چاہتے ہیں۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْأُسْطُوَانَةِ

باب: ستونوں کی آڑ میں نماز پڑھنا

وَقَالَ عُمَرُ: الْمُصَلُّوْنَ أَحَقُّ بِالسَّوَارِيْ مِنَ الْمُتَحَدِّثِيْنَ إِلَيْهَا، وَرَأَى ابْنُ عُمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بَيْنَ أُسْطُوَانَتَيْنِ فَأَدْنَاهُ إِلَى سَارِيَةٍ، فَقَالَ: صَلِّ إِلَيْهَا.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز پڑھنے والے ستونوں کے ان لوگوں سے زیادہ مستحق ہیں جو اس پر ٹیک لگا کر باتیں کریں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دو ستونوں کے درمیان میں نماز پڑھتے دیکھا تو اسے ستون کے پاس کر دیا اور کہا کہ اس کی طرف نماز پڑھ۔

٥٠٢۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ عُبَيْدٍ، قَالَ: كُنْتُ آتِي مَعَ سَلَمَةَ ابْنِ الْأَكْوَعِ فَيُصَلِّي عِنْدَ الْأُسْطُوَانَةِ الَّتِيْ عِنْدَ الْمُصْحَفِ فَقُلْتُ: يَا أَبَا مُسْلِمٍ أَرَاكَ تَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَ هَذِهِ الْأُسْطُوَانَةِ قَالَ: فَإِنِّيْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَهَا.
[مسلم: ١١٣٦؛ ابن ماجه: ١٤٣٠]

(٥٠٢) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا، کہا کہ میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے ساتھ (مسجد نبوی میں) حاضر ہوا کرتا تھا۔ سلمہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس ستون کو سامنے کر کے نماز پڑھتے جہاں قرآن شریف رکھا رہتا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ اے ابومسلم! میں دیکھتا ہوں کہ آپ ہمیشہ اسی ستون کو سامنے کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ خاص طور سے اسی ستون کو سامنے کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسجد نبوی میں ایک ستون کے پاس قرآن شریف صندوق میں رکھا رہتا تھا اس کو ستون مصحف کہا کرتے تھے۔ یہاں اسی کا ذکر ہے ثلاثیات بخاری شریف میں سے یہ تیسری حدیث ہے۔

٥٠٣۔ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَقَدْ أَدْرَكْتُ كِبَارَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ وَزَادَ شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَنَسٍ حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ ﷺ.
[طرفه في :٦٢٥] [نسائي: ٦٨١]

(٥٠٣) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے عمرو بن عامر سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھا کہ وہ مغرب (کی اذان) کے وقت ستونوں کی طرف لپکتے۔ اور شعبہ نے عمرو بن عامر سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے (اس حدیث میں) یہ زیادتی کی ہے: یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجرے سے باہر تشریف لاتے۔

تشریح: مغرب کی اذان اور نماز کے درمیان دو ہلکی پھلکی رکعتیں پڑھنا سنت ہے۔ عہد رسالت میں یہ صحابہ کا عام معمول تھا۔ مگر بعد میں نبی کریم ﷺ نے فرمادیا کہ جو چاہے ان کو پڑھے جو چاہے نہ پڑھے۔ اس حدیث سے ستونوں کو سترہ بنا کر نماز پڑھنے کا ثبوت ہوا۔ اور ان دو رکعتوں کا بھی جیسا کہ روایت سے ظاہر ہے۔ شعبہ کی روایت کو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاذان میں وصل کیا ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ بَيْنَ السَّوَارِي فِي غَيْرِ جَمَاعَةٍ

باب: دوستونوں کے بیچ میں نمازی اگر اکیلا ہو تو نماز پڑھ سکتا ہے

تشریح: کیونکہ جماعت میں ستونوں کے بیچ میں کھڑے ہونے سے صف میں خلل پیدا ہوگا۔ بعض نے کہا کہ ہر حال میں دوستونوں کے بیچ میں نماز مکروہ ہے۔ کیونکہ حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ممانعت نقل کی ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب لاکر اشارہ کیا کہ وہ ممانعت باجماعت نماز پڑھنے کی حالت میں ہے۔

٥٠٤ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْبَيْتَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ وَبِلَالٌ، فَأَطَالَ ثُمَّ خَرَجَ، وَكُنْتُ أَوَّلَ النَّاسِ دَخَلَ عَلَى أَثَرِهِ فَسَأَلْتُ بِلَالًا أَيْنَ صَلَّى فَقَالَ: بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ. [راجع: ٣٩٧]

(۵۰۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ بن اسماء نے نافع سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے اور اسامہ بن زید، عثمان بن طلحہ اور بلال رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ دیر تک اندر رہے۔ پھر باہر آئے۔ اور میں سب لوگوں سے پہلے آپ کے پیچھے ہی وہاں آیا۔ میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ نے کہاں نماز پڑھی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ آگے کے دوستونوں کے بیچ میں آپ نے نماز پڑھی تھی۔

٥٠٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ الْكَعْبَةَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ فَأَغْلَقَهَا عَلَيْهِ وَمَكَثَ فِيهَا، فَسَأَلْتُ بِلَالًا حِيْنَ خَرَجَ مَا صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: جَعَلَ عَمُوْدًا عَنْ يَسَارِهِ، وَعَمُوْدًا عَنْ يَمِيْنِهِ، وَثَلَاثَةَ أَعْمِدَةٍ وَرَاءَهُ، وَكَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلَى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ، ثُمَّ صَلَّى. وَقَالَ لَنَا إِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ فَقَالَ: عَمُوْدَيْنِ عَنْ يَمِيْنِهِ. [راجع: ٣٩٧]

(۵۰۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی نافع سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور اسامہ بن زید، بلال اور عثمان بن طلحہ حجبی بھی آپ کے ساتھ تھے۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے کعبہ کا دروازہ بند کردیا۔ اور آپ ﷺ اس میں ٹھہرے رہے جب آپ باہر نکلے تو میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ نے اندر کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ آپ نے ایک ستون کو تو بائیں طرف چھوڑا اور ایک کو دائیں طرف اور تین کو پیچھے اور اس زمانہ میں خانہ کعبہ میں چھ ستون تھے۔ پھر آپ نے نماز پڑھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابی ادریس نے کہا، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے امام مالک نے یہ حدیث یوں بیان کی کہ آپ نے اپنے دائیں طرف دوستون چھوڑے تھے۔

تشریح: یہیں سے ترجمہ باب نکلا کہ اگر آدمی اکیلا نماز پڑھنا چاہے تو دوستونوں کے بیچ میں پڑھ سکتا ہے۔ شارح حدیث حضرت مولانا وحید

الزماں ؒ فرماتے ہیں کہ یہی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب خانہ کعبہ چھ ستونوں پر تھا تو ایک طرف خواہ مخواہ دوستون رہیں گے۔ اور ایک طرف ایک۔ امام احمد اور اسحاق اور اہلحدیث کا یہی مذہب ہے کہ اکیلا شخص ستونوں کے بیچ میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ لیکن ستونوں کے بیچ میں صف باندھنا مکروہ ہے اور حنفیہ اور شافعیہ اور مالکیہ نے اس کو جائز رکھا ہے تسہیل القاری میں ہے کہ ہمارے امام احمد بن حنبل ؒ کا مذہب حق ہے۔ اور حنفیہ اور شافعیہ اور مالکیہ کو اس مسئلہ میں شاید ممانعت کی حدیثیں نہیں پہنچیں۔ واللہ اعلم۔

بَابٌ

۵۰۶۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ، كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشَى قِبَلَ وَجْهِهِ حِيْنَ يَدْخُلُ، وَجَعَلَ الْبَابَ قِبَلَ ظَهْرِهِ، فَمَشَى حَتَّى يَكُوْنَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِيْ قِبَلَ وَجْهِهِ قَرِيْبًا مِنْ ثَلَاثَةِ أَذْرُعٍ، صَلَّى يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِيْ أَخْبَرَهُ بِهِ بِلَالٌ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِيْهِ قَالَ: وَلَيْسَ عَلَى أَحَدِنَا بَأْسٌ أَنْ صَلَّى فِيْ أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ. [راجع :۳۹۷]

باب

(۵۰۶) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوضمرہ انس بن عیاض نے بیان کیا، کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا انہوں نے نافع سے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کعبہ میں داخل ہوتے تو سیدھے منہ کے سامنے چلے جاتے۔ دروازہ پیٹھ کی طرف ہوتا اور آپ آگے بڑھتے جب ان کے اور سامنے کی دیوار کا فاصلہ قریب تین ہاتھ کے رہ جاتا تو نماز پڑھتے۔ اس طرح آپ اس جگہ نماز پڑھنا چاہتے تھے جس کے متعلق حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کو بتایا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے یہیں نماز پڑھی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ بیت اللہ میں جس کونے میں ہم چاہیں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الرَّاحِلَةِ وَالْبَعِيْرِ وَالشَّجَرِ وَالرَّحْلِ

۵۰۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ الْبَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يُعَرِّضُ رَاحِلَتَهُ فَيُصَلِّيْ إِلَيْهَا. قُلْتُ: أَفَرَأَيْتَ إِذَا هَبَّتِ الرِّكَابُ قَالَ: كَانَ يَأْخُذُ هَذَا الرَّحْلَ فَيُعَدِّلُهُ فَيُصَلِّيْ إِلَى آخِرَتِهِ۔ أَوْ قَالَ: مُؤَخَّرِهِ ۔وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ. [راجع:۴۳۰] [مسلم: ۱۱۱۷]

باب: اونٹنی اور اونٹ اور درخت اور پالان کو سامنے کر کے نماز پڑھنا

(۵۰۷) ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی بصری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا عبیداللہ بن عمر سے، وہ نافع سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ اپنی سواری کو سامنے عرض میں کر لیتے اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، عبیداللہ بن عمر نے نافع سے پوچھا کہ جب سواری اچھلنے کودنے لگتی تو اس وقت آپ کیا کیا کرتے تھے؟ نافع نے کہا کہ آپ اس وقت کجاوے کو اپنے سامنے کر لیتے۔ اور اس کے آخری حصے کی (جس پر سوار ٹیک لگاتا ہے ایک کھڑی سی لکڑی کی) طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

تشریح: امام بخاری ؒ نے اونٹنی پر اونٹ کو اور پالان کی لکڑی پر درخت کو قیاس کیا ہے۔ اس تفصیل کے بعد حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى السَّرِيرِ

باب: چارپائی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا

٥٠٨۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَعَدَلْتُمُونَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ لَقَدْ رَأَيْتُنِي مُضْطَجِعَةً عَلَى السَّرِيرِ، فَيَجِيءُ النَّبِيُّ ﷺ فَيَتَوَسَّطُ السَّرِيرَ فَيُصَلِّي، فَأَكْرَهُ أَنْ أَسْنَحَهُ فَأَنْسَلُّ مِنْ قِبَلِ رِجْلَي السَّرِيرِ حَتَّى أَنْسَلَّ مِنْ لِحَافِي.

[راجع: ٣٨٢] [مسلم: ١١٤٤؛ نسائي: ٧٥٤]

(٥٠٨) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن عبدالحمید نے بیان کیا منصور بن معتمر سے، انہوں نے ابراہیم نخعی سے، انہوں نے اسود بن یزید سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا تم لوگوں نے ہم عورتوں کو کتوں اور گدھوں کے برابر بنا دیا۔ حالانکہ میں چارپائی پر لیٹی رہتی تھی۔ اور نبی ﷺ تشریف لاتے اور چارپائی کے بیچ میں آ جاتے (یا چارپائی کو اپنے اور قبلے کے بیچ میں کر لیتے) پھر نماز پڑھتے۔ مجھے آپ کے سامنے پڑا رہنا برا معلوم ہوتا، اس لیے میں پائینتی کی طرف سے کھسک کر لحاف سے باہر نکل جاتی۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے باب الاستیذان میں ایک حدیث روایت فرمائی ہے جس میں صاف مذکور ہے کہ آپ نماز پڑھتے اور چارپائی آپ کے اور قبلے کے بیچ میں ہوتی پس " فیتوسط السرير " کا ترجمہ یہ صحیح ہوگا کہ آپ ﷺ چارپائی کو اپنے اور قبلہ کے بیچ میں کر لیتے۔

بَابٌ: لِيَرُدَّ الْمُصَلِّي مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ،

باب: چاہیے کہ نماز پڑھنے والا اپنے سامنے سے گزرنے والے کو روک دے

وَرَدَّ ابْنُ عُمَرَ فِي التَّشَهُّدِ وَفِي الْكَعْبَةِ وَقَالَ: إِنْ أَبَى إِلَّا أَنْ يُقَاتِلَهُ قَاتَلَهُ.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کعبہ میں جب کہ آپ تشہد میں بیٹھے ہوئے تھے روک دیا تھا اور کہا اگر وہ (گزرنے والا) لڑائی پر اتر آئے تو اس سے لڑے۔

تشریح: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر کو ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے نکالا ہے۔ اس سے ان لوگوں کا رد مقصود ہے جو کعبہ میں نمازی کے سامنے سے گزرنا معاف جانتے ہیں۔

٥٠٩۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ؛ ح: وَحَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ الْعَدَوِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ السَّمَّانُ قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ يُصَلِّي إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ

(٥٠٩) ہم سے ابومعمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یونس بن عبید نے حمید بن ہلال کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے ابو صالح ذکوان سمان سے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (دوسری سند) اور ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، ہم سے سلیمان بن مغیرہ نے، کہا ہم سے حمید بن ہلال نے، کہا ہم سے ابوصالح سمان نے، کہا میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو جمعہ کے دن نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ آپ کسی چیز کی طرف منہ کئے ہوئے لوگوں کے لیے اسے آڑ بنائے ہوئے تھے۔ ابو معیط کے بیٹوں میں سے ایک جوان نے

النَّاسِ، فَأَرَادَ شَابٌّ مِنْ بَنِي أَبِي مُعَيْطٍ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَدَفَعَ أَبُوْ سَعِيْدٍ فِي صَدْرِهِ، فَنَظَرَ الشَّابُّ فَلَمْ يَجِدْ مَسَاغًا إِلَّا بَيْنَ يَدَيْهِ، فَعَادَ لِيَجْتَازَ فَدَفَعَهُ أَبُوْ سَعِيْدٍ أَشَدَّ مِنَ الْأُولَى، فَنَالَ مِنْ أَبِي سَعِيْدٍ، ثُمَّ دَخَلَ عَلَى مَرْوَانَ فَشَكَا إِلَيْهِ مَا لَقِيَ مِنْ أَبِي سَعِيْدٍ، وَدَخَلَ أَبُوْ سَعِيْدٍ خَلْفَهُ عَلَى مَرْوَانَ فَقَالَ: مَا لَكَ وَلِابْنِ أَخِيْكَ يَا أَبَا سَعِيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ، فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ، فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ، فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ)). [طرفه في: ٣٢٧٤] [مسلم: ١١٢٩؛ ابوداود: ٧٠٠]

چاہا کہ آپ کے سامنے سے ہو کر گزر جائے۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اس کے سینہ پر دھکا دے کر باز رکھنا چاہا۔ جوان نے چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن کوئی راستہ سوائے سامنے سے گزرنے کے نہ ملا۔ اس لیے وہ پھر اسی طرف سے نکلنے کے لیے لوٹا۔ اب ابوسعید رضی اللہ عنہ نے پہلے سے بھی زیادہ زور سے دھکا دیا۔ اسے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے شکایت ہوئی اور وہ اپنی یہ شکایت مروان کے پاس لے گیا۔ اس کے بعد ابوسعید رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے گئے۔ مروان نے کہا: اے ابوسعید! آپ میں اور آپ کے بھتیجے میں کیا معاملہ پیش آیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا تھا: "جب کوئی شخص نماز کسی چیز کی طرف منہ کر کے پڑھے اور اس چیز کو آڑ بنا رہا ہو پھر بھی اگر کوئی سامنے سے گزرے تو اسے روک دینا چاہیے۔ اگر اب بھی اسے اصرار ہو تو اس سے لڑنا چاہیے۔ کیونکہ وہ شیطان ہے۔"

تشریح: نمازی کے آگے سے گزرنا سخت ترین گناہ ہے۔ اگر گزرنے والا قصداً یہ حرکت کر رہا ہے تو وہ یقیناً شیطان ہے۔ جو اللہ اور بندے کے درمیان حائل ہو رہا ہے ایسے گزرنے والے کو حتی الامکان روکنا چاہیے حتی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی طرح ضرورت ہو تو اسے دھکا دے کر بھی باز رکھا جا سکتا ہے، بعض لوگ ارشاد نبوی: ((فليقاتله)) کو مبالغہ پر محمول کرتے ہیں۔

بَابُ إِثْمِ الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي

باب: نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ کتنا ہے؟

٥١٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ ابْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ، أَرْسَلَهُ إِلَى أَبِي جُهَيْمٍ يَسْأَلُهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي؟ فَقَالَ أَبُوْ جُهَيْمٍ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَهُ مِنْ

(٥١٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے عمر بن عبیداللہ کے غلام ابوالنضر سالم بن ابی امیہ سے خبر دی۔ انہوں نے بسر بن سعید سے کہ زید بن خالد نے انہیں ابوجہیم عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان سے یہ بات پوچھنے کے لیے بھیجا کہ انہوں نے نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گزرنے والے کے متعلق نبی کریم ﷺ سے کیا سنا ہے۔ ابوجہیم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ "اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جانتا ہے کہ اس کا کتنا بڑا گناہ ہے تو اس کے سامنے سے گزرنے پر چالیس تک وہیں کھڑے رہنے کو ترجیح

أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ)) قَالَ أَبُو النَّضْرِ: لَا أَدْرِي أَقَالَ: أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ شَهْرًا أَوْ سَنَةً. [مسلم: ١١٣٢، ١١٣٣؛ ابوداود: ٧٠١؛ ترمذي: ٣٣٦؛ نسائي: ٧٥٥؛ ابن ماجه: ٩٤٥]

دیتا۔" ابوالنضر نے کہا کہ مجھے یاد نہیں کہ بسر بن سعید نے چالیس دن کہا یا مہینہ یا سال۔

بَابُ اسْتِقْبَالِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ وَهُوَ يُصَلِّي

باب: نماز پڑھتے وقت ایک نمازی کا دوسرے شخص کی طرف رخ کرنا کیسا ہے؟

وَكَرِهَ عُثْمَانُ أَنْ يُسْتَقْبَلَ الرَّجُلُ وَهُوَ يُصَلِّي، وَهَذَا إِذَا اشْتَغَلَ بِهِ، فَأَمَّا إِذَا لَمْ يَشْتَغِلْ بِهِ فَقَدْ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: مَا بَالَيْتُ إِنَّ الرَّجُلَ لَا يَقْطَعُ صَلَاةَ الرَّجُلِ.

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ناپسند فرمایا کہ نمازی کے سامنے منہ کر کے بیٹھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ کراہیت جب ہے کہ نمازی کا دل ادھر لگ جائے۔ اگر دل نہ لگے تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ اس لیے کہ مرد کی نماز کو مرد نہیں توڑتا۔

٥١١۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ فَقَالُوْا: يَقْطَعُهَا الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ فَقَالَتْ: لَقَدْ جَعَلْتُمُوْنَا كِلَابًا، لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي، وَإِنِّي لَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، وَأَنَا مُضْطَجِعَةٌ عَلَى السَّرِيْرِ، فَتَكُوْنُ لِيَ الْحَاجَةُ، وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْتَقْبِلَهُ فَأَنْسَلُّ انْسِلَالًا، وَعَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ. [راجع: ٣٨٢] [مسلم: ١١٤٣]

(۵۱۱) ہم سے اسماعیل بن خلیل نے بیان کیا، کہا ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا سلیمان اعمش کے واسطہ سے، انہوں نے مسلم بن صبیح سے، انہوں نے مسروق سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ ان کے سامنے ذکر ہوا کہ نماز کو کیا چیزیں توڑ دیتی ہیں، لوگوں نے کہا کہ کتا، گدھا اور عورت (بھی) نماز کو توڑ دیتی ہے۔ (جب سامنے آ جائے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم نے ہمیں کتوں کے برابر بنا دیا۔ حالانکہ میں جانتی ہوں کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں آپ کے اور آپ کے قبلہ کے درمیان (سامنے) چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی۔ مجھے ضرورت پیش آتی تھی اور یہ بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ خود کو آپ کے سامنے کر دوں۔ اس لیے میں آہستہ سے نکل آتی تھی۔ اعمش نے ابراہیم سے، انہوں نے اسود سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح یہ حدیث بیان کی۔

تشریح: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان میں الفاظ "اکرہ ان استقبلہ" سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ کے سامنے لیٹی رہتی تھی۔ مگر میں اسے مکروہ جان کر ادھر ادھر سرک جایا کرتی تھی۔

بَابُ الصَّلَاةِ خَلْفَ النَّائِمِ

باب: سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا

٥١٢۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ

(۵۱۲) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہا مجھ سے

قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةٌ عَلَى فِرَاشِهِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُوْتِرَ أَيْقَظَنِي فَأَوْتَرْتُ. [راجع:٣٨٢] [نسائي: ١٦٦]

میرے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے بیان کیا، وہ فرماتی تھیں کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھتے رہتے۔ اور میں (آپ کے سامنے) بچھونے پر آڑی سوئی ہوئی پڑی ہوتی۔ جب آپ وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے بھی جگا دیتے اور میں بھی وتر پڑھ لیتی تھی۔

تشریح: باب اور حدیث کی مطابقت ظاہر ہے۔ خانگی زندگی میں بعض دفعہ ایسے بھی مواقع آ جاتے ہیں کہ ایک شخص سو رہا ہے اور دوسرے نمازی بزرگ اس کے سامنے ہوتے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ عندالضرورت اس سے نماز میں خلل نہیں آتا۔

بَابُ التَّطَوُّعِ خَلْفَ الْمَرْأَةِ

باب: عورت کے پیچھے نفل نماز پڑھنا

٥١٣۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ: كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَرِجْلَايَ فِي قِبْلَتِهِ، فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ، فَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهَا. قَالَتْ: وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ. [راجع :٣٨٢]

(۵۱۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی عمر بن عبیداللہ کے غلام ابوالنضر سے، انہوں نے ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالرحمن سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے سو جایا کرتی تھی۔ میرے پاؤں آپ کے سامنے (پھیلے ہوئے) ہوتے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو پاؤں کو ہلکے سے دبا دیتے اور میں انہیں سکیڑ لیتی پھر جب قیام فرماتے تو میں انہیں پھیلا دیتی تھی۔ اس زمانہ میں گھروں کے اندر چراغ نہیں ہوتے تھے۔ (معلوم ہوا کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے)۔

بَابُ مَنْ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ

باب: اس شخص کی دلیل جس نے یہ کہا کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی

٥١٤۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ؛ ح قَالَ: الْأَعْمَشُ وَحَدَّثَنِي مُسْلِمٌ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ، فَقَالَتْ: شَبَّهْتُمُوْنَا بِالْحُمُرِ وَالْكِلَابِ، وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي، وَإِنِّي عَلَى السَّرِيْرِ -بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ- مُضْطَجِعَةً فَتَبْدُو لِيَ الْحَاجَةُ، فَأَكْرَهُ أَنْ

(۵۱۴) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم نے اسود کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (دوسری سند) اور اعمش نے کہا کہ مجھ سے مسلم بن صبیح نے مسروق کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ ان کے سامنے ان چیزوں کا ذکر ہوا۔ جو نماز کو توڑ دیتی ہیں یعنی کتا، گدھا اور عورت۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم لوگ نے ہمیں گدھوں اور کتوں کے برابر کر دیا۔ حالانکہ خود نبی کریم ﷺ اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ میں چارپائی پر آپ کے اور قبلہ کے بیچ میں لیٹی رہتی تھی۔ مجھے کوئی ضرورت پیش

أَجْلِسَ فَأُوْذِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَنْسَلُّ مِنْ عِنْدِ رِجْلَيْهِ. [راجع: ٣٨٢]

آئی اور چونکہ یہ بات پسند نہ تھی کہ آپ کے سامنے۔ (جب کہ آپ نماز پڑھ رہے ہوں) بیٹھوں اور اس طرح آپ کو تکلیف ہو۔ اس لیے میں آپ کے پاؤں کی طرف سے خاموشی کے ساتھ نکل جاتی تھی۔

تشریح: صاحب تفہیم البخاری لکھتے ہیں کہ ''امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کا جواب دینا چاہتے ہیں کہ کتے، گدھے اور عورت نماز کو توڑ دیتی ہیں۔ یہ بھی صحیح حدیث ہے لیکن اس سے مقصد یہ بتانا تھا کہ ان کے سامنے سے گزرنے سے نماز کے خشوع وخضوع میں فرق پڑتا ہے۔ یہ مقصد نہیں تھا کہ واقعی ان کا سامنے سے گزرنا نماز کو توڑ دیتا ہے۔ چونکہ بعض لوگوں نے ظاہری الفاظ پر ہی حکم لگا دیا تھا۔ اس لئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تردید ضروری سمجھی۔ اس کے علاوہ اس حدیث سے یہ بھی شبہ ہوتا تھا کہ نماز کسی دوسرے کے عمل سے بھی ٹوٹ سکتی ہے اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان لگایا کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی یعنی کسی دوسرے کا کوئی عمل خاص طور سے سامنے سے گزرنا۔''

٥١٥- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّهُ سَأَلَ عَمَّهُ عَنِ الصَّلَاةِ، يَقْطَعُهَا شَيْءٌ؟ قَالَ: لَا يَقْطَعُهَا شَيْءٌ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: لَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يَقُوْمُ فَيُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ، وَإِنِّي لَمُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى فِرَاشِ أَهْلِهِ. [راجع :٣٨٢]

(۵۱۵) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے میرے بھتیجے ابن شہاب نے بیان کیا، انہوں نے اپنے چچا سے پوچھا کہ کیا نماز کو کوئی چیز توڑ دیتی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں، اسے کوئی چیز نہیں توڑتی۔ کیونکہ مجھے عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی ہے کہ نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر رات کو نماز پڑھتے اور میں آپ کے سامنے آپ کے اور قبلہ کے درمیان عرض میں بستر پر لیٹی رہتی تھی۔

تشریح: تفصیل پہلے تحفۃ الاحوذی کے حوالہ سے گزر چکی ہے۔

بَابٌ: إِذَا حَمَلَ جَارِيَةً صَغِيْرَةً عَلَى عُنُقِهِ فِي الصَّلَاةِ

باب: اس بارے میں کہ نماز میں اگر کوئی اپنی گردن پر کسی بچی کو اٹھا لے تو کیا حکم ہے؟

٥١٦- حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ وَلِأَبِي الْعَاصِ بْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا،

(۵۱۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے عامر بن عبداللہ بن زبیر سے خبر دی، انہوں نے عمرو بن سلیم زرقی سے، انہوں نے ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کو (بعض اوقات) نماز پڑھتے وقت اٹھائے ہوتے تھے۔ ابوالعاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی حدیث میں ہے کہ جب سجدہ میں جاتے تو اتار دیتے اور جب قیام فرماتے تو اٹھا لیتے۔

وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا. [طرفه في :٥٩٩٦] [مسلم: ١٢١٢، ١٢١٣، ١٢١٤، ١٢١٥؛ ابوداود: ٩١٧]

تشریح: حضرت امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی محبوب نواسی تھیں۔بعض اوقات اس فطری محبت کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جب کہ یہ بہت چھوٹی تھیں نماز میں کندھے پر بھی بٹھالیا کرتے تھے۔امامہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا جب کہ حضرت فاطمہ کا انتقال ہو چکا تھا۔اور وہ ان سے نکاح کرنے کی وصیت بھی فرما گئی تھیں۔یہ ۱۱ھ کا واقعہ ہے۔۴۰ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو آپ کی وصیت کے مطابق امامہ رضی اللہ عنہا کا عقد ثانی مغیرہ بن نوفل سے ہوا۔جو حضرت عبدالمطلب کے پوتے ہوتے تھے۔ان ہی کے پاس آپ نے وفات پائی۔

امام بخاری رحمہ اللہ احکام اسلام میں وسعت کے پیش نظر بتلانا چاہتے ہیں کہ ایسے کسی خاص موقعہ پر اگر کسی شخص نے نماز میں اپنے کسی پیارے معصوم بچے کو کاندھے پر بٹھالیا تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

بَابٌ:إِذَا صَلَّى إِلَى فِرَاشٍ فِيهِ حَائِضٌ

باب:ایسے بستر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جس پر حائضہ عورت ہو

٥١٧ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ، قَالَ: أَخْبَرَتْنِي خَالَتِي، مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ قَالَتْ: كَانَ فِرَاشِي حِيَالَ مُصَلَّى النَّبِيِّ ﷺ فَرُبَّمَا وَقَعَ ثَوْبُهُ عَلَيَّ وَأَنَا عَلَى فِرَاشِي. [راجع :٣٣٣]

(۵۱۷) ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشیم نے شیبانی کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن شداد بن ہاد سے، کہا مجھے میری خالہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ میرا بستر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلّی کے برابر میں ہوتا تھا۔اور بعض دفعہ آپ کا کپڑا (نماز پڑھتے میں) میرے اوپر آجاتا اور میں اپنے بستر پر ہی ہوتی تھی۔

٥١٨ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ سُلَيْمَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ: سَمِعْتُ مَيْمُونَةَ، تَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي وَأَنَا عَلَى جَنْبِهِ نَائِمَةٌ، فَإِذَا سَجَدَ أَصَابَنِي ثَوْبُهُ، وَأَنَا حَائِضٌ. [راجع :٣٣٣]

(۵۱۸) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبانی سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن شداد بن ہاد نے بیان کیا، کہا کہ ہم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ فرماتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوتے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر میں سوئی رہتی۔جب آپ سجدہ میں جاتے تو آپ کا کپڑا مجھے چھو جاتا حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

تشریح: اوپر کی حدیث میں میمونہ رضی اللہ عنہا کے حائضہ ہونے کی وضاحت نہ تھی۔اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ دوسری حدیث لائے جس میں ان کے حائضہ ہونے کی وضاحت موجود ہے۔ان سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت سامنے لیٹی ہو تو بھی نماز میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔یہی امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب ہے۔

بَابٌ:هَلْ يَغْمِزُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ

باب:اس بیان میں کہ کیا مرد سجدہ کرتے وقت اپنی

عِنْدَ السُّجُوْدِ لِكَيْ يَسْجُدَ

بیوی کو چھو سکتا ہے؟ (تا کہ وہ سکڑ کر جگہ چھوڑ دے کہ با آسانی سجدہ کیا جا سکے)

٥١٩ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: بِئْسَمَا عَدَلْتُمُوْنَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ، لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ، وَأَنَا مُضْطَجِعَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ غَمَزَ رِجْلَيَّ فَقَبَضْتُهُمَا. [راجع: ٣٨٢] [ابوداود: ٧١٢؛ نسائي: ١٦٧]

(۵۱۹) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے قاسم بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ تم نے برا کیا کہ ہم کو کتوں اور گدھوں کے حکم میں کر دیا۔ خود نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں آپ کے سامنے لیٹی ہوئی تھی۔ جب سجدہ کرنا چاہتے تو میرے پاؤں کو چھو دیتے اور میں انہیں سکیڑ لیتی تھی۔ (باب اور حدیث کی مطابقت ظاہر ہے)۔

بَابُ الْمَرْأَةِ تَطْرَحُ عَنِ الْمُصَلِّيْ شَيْئًا مِنَ الْأَذَى

باب: اس بارے میں کہ اگر عورت نماز پڑھنے والے سے گندگی ہٹا دے (تو مضائقہ نہیں ہے)

٥٢٠ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ السُّرْمَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ مَيْمُوْنٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ يُصَلِّيْ عِنْدَ الْكَعْبَةِ، وَجَمْعُ قُرَيْشٍ فِيْ مَجَالِسِهِمْ إِذْ قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ: أَلَا تَنْظُرُوْنَ إِلَى هَذَا الْمُرَائِيْ أَيُّكُمْ يَقُوْمُ إِلَى جَزُوْرِ آلِ فُلَانٍ، فَيَعْمِدُ إِلَى فَرْثِهَا وَدَمِهَا وَسَلَاهَا فَيَجِيْءُ بِهِ، ثُمَّ يُمْهِلُهُ حَتَّى إِذَا سَجَدَ وَضَعَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَانْبَعَثَ أَشْقَاهُمْ، فَلَمَّا سَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَضَعَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ، وَثَبَتَ النَّبِيُّ ﷺ سَاجِدًا، فَضَحِكُوْا حَتَّى مَالَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ مِنَ الضَّحِكِ، فَانْطَلَقَ مُنْطَلِقٌ إِلَى فَاطِمَةَ ـوَهِيَ جُوَيْرِيَةٌ ـ

(۵۲۰) ہم سے احمد بن اسحاق سرماری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسرائیل نے ابو اسحاق کے واسطہ سے بیان کیا۔ انہوں نے عمرو بن میمون سے، انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، کہا کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ قریش اپنی مجلس میں (قریب ہی) بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ان میں سے ایک قریشی بولا اس ریا کار کو نہیں دیکھتے؟ کیا کوئی ہے جو فلاں قبیلہ کے ذبح کئے ہوئے اونٹ کا گوبر، خون اور اوجھڑی اٹھا لائے۔ پھر یہاں انتظار کرے۔ جب یہ (نبی ﷺ) سجدہ میں جائے تو گردن پر رکھ دے (چنانچہ اس کام کو انجام دینے کے لیے) ان میں سے سب سے زیادہ بدبخت شخص اٹھا۔ اور جب آپ سجدہ میں گئے تو اس نے آپ کی گردن مبارک پر یہ غلاظتیں ڈال دیں۔ نبی ﷺ سجدہ ہی کی حالت میں سر رکھے رہے۔ مشرکین (یہ دیکھ کر) ہنسے اور مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ ایک شخص (غالباً ابن مسعود رضی اللہ عنہ) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ وہ ابھی چھوٹی تھیں۔ آپ دوڑتی ہوئی

فَأَقْبَلَتْ تَسْعَي وَثَبَتَ النَّبِيُّ ﷺ سَاجِدًا حَتَّى أَلْقَتْهُ عَنْهُ، وَأَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسُبُّهُمْ، فَلَمَّا قَضَى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ الصَّلَاةَ قَالَ: ((اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ، اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ، اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ)) ثُمَّ سَمَّى: ((اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِعَمْرِو بْنِ هِشَامٍ، وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ، وَشَيْبَةَ ابْنِ رَبِيْعَةَ، وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ، وَأُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ، وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ، وَعُمَارَةَ بْنِ الْوَلِيْدِ)). قَالَ عَبْدُاللَّهِ: فَوَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُهُمْ صَرْعَى يَوْمَ بَدْرٍ، ثُمَّ سُحِبُوْا إِلَى الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((وَأُتْبِعَ أَصْحَابُ الْقَلِيْبِ لَعْنَةً)). [راجع: ٢٤٠]

آئیں۔ نبی ﷺ اب بھی سجدہ ہی میں تھے۔ پھر (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے) ان غلاظتوں کو آپ کے اوپر سے ہٹایا اور مشرکین کو برا بھلا کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز پوری کر کے فرمایا: ''یا اللہ قریش پر عذاب نازل کر! یا اللہ قریش پر عذاب نازل کر! یا اللہ قریش پر عذاب نازل کر!'' پھر نام لے کر کہا: ''یا اللہ! عمرو بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید کو ہلاک کر۔'' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے ان سب کو بدر کی لڑائی میں مقتول پایا۔ پھر انہیں گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں پھینک دیا گیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''کنویں والے اللہ کی رحمت سے دور کر دیئے گئے۔''

تشریح: ابتدائے اسلام میں جو کچھ کفار قریش نے آپ سے برتاؤ کیا اسی میں سے ایک یہ واقعہ بھی ہے۔ آپ کی دعا اللہ نے قبول کی اور وہ بدبخت سب کے سب بدر کی لڑائی میں ذلت کے ساتھ مارے گئے اور ہمیشہ کے لئے اللہ کی لعنت میں گرفتار ہوئے۔ باب کا مقصد یہ ہے کہ ایسے موقع پر اگر کوئی بھی عورت نمازی کے اوپر سے گندگی اٹھا کر دور کر دے تو اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر قرائن سے کفار کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ وہ اپنی حرکات بد سے باز نہیں آئیں گے تو ان کے لئے بددعا کرنا جائز ہے۔ بلکہ ایسے بدبختوں کا نام لے کر بددعا کی جا سکتی ہے کہ مؤمن کا یہی آخری ہتھیار ہے۔ وہ غلاظت لانے والا عقبہ بن ابی معیط ملعون تھا۔

الحمد للہ کہ عاشورہ محرم ١٣٨٨ھ میں اس مبارک کتاب کے پارہ دوم کے ترجمہ اور تحشیہ سے فراغت حاصل ہوئی۔ اللہ پاک میری قلمی لغزشوں کو معاف فرما کر اسے قبول کرے اور میرے لئے، میرے والدین، اولاد، احباب کے لئے، جملہ معاونین کرام اور ناظرین عظام کے لئے وسیلہ نجات بنائے۔ اور بقایا پاروں کو بھی اپنی غیبی امداد سے پورا کرائے۔ آمین والحمدللہ رب العالمین (مترجم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلَاةِ

اوقات نماز کا بیان

بَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلَاةِ وَفَضْلِهَا

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾ [النساء: ١٠٣] مُوَقَّتًا وَقَّتَهُ عَلَيْهِمْ.

٥٢١ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، أَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا، فَدَخَلَ عَلَيْهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، فَأَخْبَرَهُ أَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ أَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا وَهُوَ بِالْعِرَاقِ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ: مَا هٰذَا يَا مُغِيْرَةُ؟ أَلَيْسَ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ جِبْرِيْلَ نَزَلَ فَصَلَّى، فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: بِهٰذَا أُمِرْتُ فَقَالَ: عُمَرُ لِعُرْوَةَ: اِعْلَمْ مَا تُحَدِّثُ بِهِ، أَوَ إِنَّ جِبْرِيْلَ هُوَ أَقَامَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَقْتَ الصَّلَاةِ؟ قَالَ: عُرْوَةُ: كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ. [طرفاه في:

باب: نماز کے اوقات اور ان کے فضائل

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وضاحت کہ ''مسلمانوں پر نماز وقت مقررہ میں فرض ہے۔'' یعنی اللہ نے ان کے لیے نمازوں کے اوقات مقرر کر دیئے ہیں۔

(۵۲۱) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھ کر سنایا ابن شہاب کی روایت سے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن (عصر کی) نماز میں دیر کی، پس عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے، اور انہوں نے بتایا کہ (اسی طرح) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن (عراق کے ملک میں) نماز میں دیر کی تھی جب وہ عراق میں (حاکم) تھے پس ابومسعود انصاری (عقبہ بن عمر) ان کی خدمت میں گئے۔ اور فرمایا: مغیرہ! آخر یہ کیا بات ہے، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جب جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے نماز پڑھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز پڑھی، پھر خود جبرئیل علیہ السلام نے نماز پڑھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز پڑھی، پھر جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ میں اسی طرح حکم کیا گیا ہوں۔ اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ سے کہا، معلوم بھی ہے آپ کیا بیان کر رہے ہیں؟ کیا جبرئیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے اوقات (عمل کر کے) بتلائے تھے۔ عروہ نے کہا: ہاں! اسی طرح بشیر بن ابی مسعود اپنے والد کے واسطہ سے بیان کرتے تھے۔

٣٢٢١، ٤٠٠٧] [مسلم: ١٣٧٩، ١٣٨٠؛

ابوداود: ٣٩٤؛ نسائي: ٤٩٣؛ ابن ماجه: ٦٦٨]

٥٢٢۔ قَالَ: عُرْوَةُ وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِيْ حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ. [انظر: ٥٤٤، ٥٤٥، ٥٤٦، ٣١٠٣] [مسلم: ١٣٨١]

(۵۲۲) عروہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھ سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز اس وقت پڑھ لیتے تھے جب ابھی دھوپ ان کے حجرہ میں موجود ہوتی تھی اس سے بھی پہلے کہ وہ دیوار پر چڑھے۔

تشریح: امام الدنیا فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پاکیزہ کتاب کے پارہ سوم کو کتاب مواقیت الصلوٰۃ سے شروع فرمایا، آگے باب مواقیت الصلوٰۃ الخ منعقد کیا، ان ہر دو میں فرق یہ کہ کتاب میں مطلق اوقات مذکور ہوں گے، خواہ فضیلت کے اوقات ہوں یا کراہیت کے اور باب میں وہ وقت مذکور ہو رہے ہیں جن میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

مواقیت کی تحقیق اور آیت کریمہ مذکورہ کی تفصیل میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"مواقيت جمع ميقات وهو مفعال من الوقة والمراد به الوقت الذى عينه الله لاداء هذه العبادة وهو القدر المحدود للفعل من الزمان قال تعالى ﴿ان الصلوٰة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا﴾ اى مفروضا فى اوقات معينة معلومة فاجمل ذكر الاوقات فى هذه الاية و بينها فى مواضع اخر من الكتاب من غير ذكر تحديد اوائلها واواخرها وبين على لسان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تحديد ها ومقاديرها (الخ)۔" (مرعاة، جلد: / ص: ٣٨٣)

یعنی لفظ مواقیت کا مادہ وقت ہے اور وہ مفعال کے وزن پر ہے اور اس سے مراد وقت ہے۔ جسے اللہ نے اس عبادت کی ادائیگی کے لئے متعین فرمادیا ہے، اور وہ زمانہ کا ایک محدود حصہ ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ "نماز ایمان والوں پر وقت مقررہ پر فرض کی گئی ہے۔" اس آیت میں اوقات کا مجمل ذکر ہے، قرآن پاک کے دیگر مقامات پر کچھ تفصیلات بھی مذکور ہیں، مگر وقتوں کا اول و آخر اللہ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک ہی سے بیان کرایا ہے۔ آیت کریمہ: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ﴾ (۱۱/ہود:۱۱۴) میں فجر اور مغرب اور عشاء کی نمازیں مذکور ہیں۔ آیت کریمہ: ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ﴾ (۱۷/بنی اسرائیل:۷۸) میں ظہر وعصر کی طرف اشارہ ہے۔ ﴿اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ﴾ میں مغرب اور عشاء مذکور ہیں ﴿وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ﴾ میں نماز فجر کا ذکر ہے۔ ﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ﴾ (۳۰/الروم:۱۷) میں مغرب اور عشاء مذکور ہیں ﴿وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ﴾ میں صبح کا ذکر ہے ﴿وَعَشِيًّا﴾ میں عصر اور ﴿حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ﴾ میں ظہر۔ اور آیت مبارکہ ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ﴾ (۲۰/طٰہٰ:۱۳۰) میں فجر اور ﴿قَبْلَ غُرُوْبِهَا﴾ میں عصر ﴿وَمِنْ اٰنَآءِ الَّيْلِ﴾ آیت کریمہ ﴿وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ﴾ کی طرح ہے۔ ﴿فَسَبِّحْهُ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ﴾ میں ظہر کا ذکر ہے۔ الغرض نماز پنجگانہ کی یہ مختصر تفصیلات قرآن کریم میں ذکر ہوئی ہیں، ان کے اوقات کی پوری تفصیل اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل اور قول سے پیش کی ہیں، جن کے مطابق نماز کا ادا کرنا ضروری ہے۔

آج کل کچھ بدبختوں نے احادیث نبوی کا انکار کر کے صرف قرآن مجید پر عمل پیرا ہونے کا دعویٰ کیا ہے چونکہ وہ قرآن مجید کی تفسیر محض اپنی رائے ناقص سے کرتے ہیں اس لئے ان میں کچھ لوگ پنج وقت نمازوں کے قائل ہیں کچھ تین نمازیں بتلاتے ہیں اور کچھ دو نمازوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ پھر ادائیگی نماز کے لئے انہوں نے اپنے ناقص دماغوں سے جو صورتیں تجویز کی ہیں وہ انتہائی مضحکہ خیز ہیں۔ احادیث نبوی کو چھوڑنے کا یہی نتیجہ ہونا چاہیے تھا، چنانچہ یہ لوگ اہل اسلام میں بدترین انسان کہے جاسکتے ہیں جنہوں نے قرآن مجید کی آڑ میں اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھلی ہوئی غداری پر کمر باندھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے۔

آیت مذکورہ باب کے تحت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تلوار چل رہی ہو اور ٹھہرنے کی مہلت نہ ہو تو تب بھی نماز اپنے وقت پر پڑھ لینی

چاہیے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسے وقت میں نماز میں تاخیر درست ہے۔ان کی دلیل خندق کی حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کئی نمازوں کو تاخیر سے ادا فرمایا، وہ حدیث یہ ہے:

((عن جابر بن عبد الله ان عمر جاء يوم الخندق بعد ما غربت الشمس فجعل يسب كفار قريش وقال يا رسول الله! ما كدت اصلي العصر حتى كادت الشمس تغرب فقال النبي ﷺ: ما صليتها فتوضا وتوضانا فصلي العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلى بعدها المغرب))۔ متفق عليه

یعنی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خندق کے دن سورج غروب ہونے کے بعد کفار قریش کو برا بھلا کہتے ہوئے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور کہا کہ حضور میری عصر کی نماز رہ گئی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی نہیں پڑھ سکا ہوں۔پس آپ نے اور ہم نے وضو کیا، اور پہلے عصر کی نماز پھر مغرب کی نماز ادا کی۔معلوم ہوا کہ ایسی ضرورت کے وقت تاخیر ہونے میں مضائقہ نہیں ہے۔بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی چار نمازیں فوت ہوگئیں تھیں، جن کو مغرب کے وقت ترتیب کے ساتھ پڑھایا گیا۔

اس حدیث میں جن بزرگ کا ذکر آیا ہے وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ خامس خلفائے راشدین میں شمار کیے گئے ہیں۔ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ عصر کی نماز میں ان سے تاخیر ہوگئی یعنی اول وقت میں نہ ادا کر سکے جس پر عروہ بن زبیر نے ان کو یہ حدیث سنائی جسے سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ سے مزید تحقیق کے لئے فرمایا کہ ذرا سمجھ کر حدیث بیان کرو کیا جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کے لئے نمازوں کے اوقات عملاً مقرر کرکے بتلائے تھے، شاید عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اس حدیث کی اطلاع نہ ہوگی، اس لئے انہوں نے عروہ کی روایت میں شبہ کیا، عروہ نے بیان کر دیا کہ میں نے ابومسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ان کے بیٹے بشیر بن ابی مسعود سے سنی ہے۔اور دوسری حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا والی بھی بیان کر دی جس میں نبی کریم ﷺ کا نماز عصر اول وقت میں ادا کرنا مذکور ہے۔

مغیرہ بن شعبہ عراق کے حاکم تھے، عراق عرب کے اس ملک کو کہتے ہیں جس کا طول عبادان سے موصل تک اور عرض قادسیہ سے حلوان تک ہے۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو یہاں کا گورنر مقرر کیا تھا۔روایت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ کی نمازوں کا ذکر ہے۔حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پانچوں نمازیں آپ کو پہلے دن اول وقت اور دوسرے دن آخر وقت پڑھائیں اور بتایا کہ نماز پنج وقتہ کے اول وآخر اوقات یہ ہیں۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مقام ابراہیم کے پاس آپ کو یہ نمازیں پڑھائیں۔آپ امام ہوئے اور نبی کریم ﷺ مقتدی ہوئے، اس طرح اوقات نماز کی تعلیم بجائے قول کے فعل کے ذریعہ کی گئی۔حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث سن کر تامل کیا، کہ قول کے ذریعہ وقت کی تعیین کی جا سکتی تھی، عملاً اس کی کیا ضرورت تھی، اس لئے آپ نے وضاحت سے کہا کہ کیا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھائی تھی؟ جب عروہ نے یہ حدیث سنائی تو عمر بن عبدالعزیز کو کچھ اور تامل ہوا۔اس کو دور کرنے کے لئے عروہ نے اس کی سند بھی بیان کر دی تاکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو پوری طرح اطمینان ہو جائے۔

حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ومقصود عروة بذالك ان امر الاوقات عظيم قد نزل لتحديدها جبريل فعلمها النبي ﷺ بالفعل فلا ينبغي التقصير في مثله۔" (مرعاة: ١/ ص: ٣٨٧)

یعنی عروہ کا مقصود یہ تھا کہ اوقات نماز بڑی اہمیت رکھتے ہیں جن کو مقرر کرنے کے لئے جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عملی طور پر انہوں نے نبی کریم ﷺ کو نمازیں پڑھا کر اوقات صلوٰۃ کی تعلیم فرمائی۔پس اس بارے میں کمزوری مناسب نہیں۔

بعض علمائے احناف کا یہ کہنا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں عصر کی نماز دیر کرکے پڑھنے کا معمول تھا غلط ہے روایت میں صاف موجود ہے کہ اخر صلوة يوما ایک دن اتفاق سے تاخیر ہوگئی تھی حنفیہ کے جواب کے لئے یہی روایت کافی ہے۔والله اعلم۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿مُنِيْبِيْنَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَأَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [الروم: ٣١]

٥٢٣ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّادٌ ـ وَهُوَ ابْنُ عَبَّادٍ ـ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَقَالُوْا: إِنَّا هَذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيْعَةَ، وَلَسْنَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذُهُ عَنْكَ، وَنَدْعُوْ إِلَيْهِ مَنْ وَرَائَنَا فَقَالَ: ((آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: الإِيْمَانِ بِاللَّهِ ـ ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ ـ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنِّي رَسُوْلُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءُ الزَّكَاةِ، وَأَنْ تُؤَدُّوْا إِلَيَّ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُقَيَّرِ وَالنَّقِيْرِ)). [راجع: ٥٣]

باب: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اللہ پاک کی طرف رجوع کرنے والے (ہو جاؤ) اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔'' (سورۂ روم)

(۵۲۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے عباد بن عباد بصری نے، اور یہ عباد کے لڑکے ہیں، ابو جمرہ (نصر بن عمران) کے ذریعہ سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے کہا کہ عبدالقیس کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ ہم اس ربیعہ قبیلہ سے ہیں اور ہم آپ کی خدمت میں صرف حرمت والے مہینوں ہی میں حاضر ہو سکتے ہیں، اس لیے آپ کسی ایسی بات کا ہمیں حکم دیجئے جسے ہم آپ سے سیکھ لیں اور اپنے پیچھے رہنے والے دوسرے لوگوں کو بھی اس کی دعوت دے سکیں، آپ نے فرمایا: ''میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں، پہلے اللہ پر ایمان لانے کا، پھر آپ نے اس کی تفصیل بیان فرمائی کہ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور دوسرے نماز قائم کرنے کا، تیسرے زکوٰۃ دینے کا، اور چوتھے جو مال تمہیں غنیمت میں ملے، اس میں پانچواں حصہ ادا کرنے کا اور تمہیں میں تونبڑی حنتم، قسار اور نقیر کے استعمال سے روکتا ہوں۔

تشریح: وفد عبدالقیس پہلے ۶ ھ میں پھر فتح مکہ کے سال حاضر خدمت نبوی ہوا تھا۔ حرمت والے مہینے رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم ہیں۔ ان میں اہل عرب لڑائی موقوف کر دیتے اور ہر طرف امن وامان ہو جایا کرتا تھا۔ اس لئے یہ وفد ان ہی مہینوں میں حاضر ہو سکتا تھا۔ آپ نے ان کو ارکان اسلام کی تعلیم فرمائی اور شراب سے روکنے کے لئے ان برتنوں سے بھی روک دیا جن میں اہل عرب شراب تیار کرتے تھے۔ حنتم (سبز رنگ کی مرتبان جیسی گھڑیا جس پر روغن لگا ہوا ہوتا تھا) اور قسار (ایک قسم کا تیل جو بصرہ سے لایا جاتا تھا، لگے ہوئے برتن) اور نقیر (کھجور کی جڑ کھود کر برتن کی طرح بنایا جاتا تھا) باب میں آیت کریمہ لانے سے مقصود یہ ہے کہ نماز ایمان میں داخل ہے اور توحید کے بعد یہ دین کا اہم رکن ہے اس آیت سے ان لوگوں نے دلیل لی ہے جو بے نمازی کو کافر کہتے ہیں۔

بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ

٥٢٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَيْسٌ، عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ،

باب: نماز درست طریقے سے پڑھنے پر بیعت کرنا

(۵۲۴) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابی خالد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے قیس بن ابی حازم نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ

وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. [راجع :٥٧]

کے دست مبارک پر نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے، اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

تشریح: جریر رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ ان کو عام خیر خواہی کی نصیحت کی، اور عبدالقیس کے لوگ سپاہ پیشہ تھے اس لئے ان کو پانچواں حصہ بیت المال میں داخل کرنے کی ہدایت فرمائی۔

بَابٌ: الصَّلَاةُ كَفَّارَةٌ

باب: اس بیان میں کہ گناہوں کے لیے نماز کفارہ ہے۔ (یعنی اس سے صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں)

٥٢٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: حَدَّثَنِي شَقِيقٌ، قَالَ: سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ، قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ: أَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فِي الْفِتْنَةِ: قُلْتُ: أَنَا، كَمَا قَالَهُ قَالَ: إِنَّكَ عَلَيْهِ -أَوْ عَلَيْهَا- لَجَرِيْءٌ. قُلْتُ: فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ وَالنَّهْيُ، قَالَ: لَيْسَ هَذَا أُرِيْدُ، وَلَكِنِ الْفِتْنَةُ الَّتِي تَمُوْجُ كَمَا يَمُوْجُ الْبَحْرُ. قَالَ: لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَأْسٌ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا لَبَابًا مُغْلَقًا. قَالَ: أَيُكْسَرُ أَمْ يُفْتَحُ؟ قَالَ: يُكْسَرُ قَالَ: إِذًا لَا يُغْلَقَ أَبَدًا. قُلْنَا: أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ الْبَابَ قَالَ: نَعَمْ، كَمَا أَنَّ دُوْنَ الْغَدِ اللَّيْلَةَ، إِنِّي حَدَّثْتُهُ بِحَدِيْثٍ لَيْسَ بِالْأَغَالِيْطِ فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَ حُذَيْفَةَ، فَأَمَرْنَا مَسْرُوْقًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ: اَلْبَابُ عُمَرُ [أطرافه في:١٤٣٥، ١٨٩٥، ٣٥٨٦، ٧٠٩٦] [مسلم: ٧٢٦٨؛ ترمذي: ٢٢٥٨؛ ابن ماجه: ٣٩٥٥]

(۵۲۵) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے اعمش کی روایت سے بیان کیا، اعمش (سلیمان بن مہران) نے کہا کہ مجھ سے شقیق بن مسلمہ نے بیان کیا، شقیق نے کہا میں نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے سنا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے پوچھا: فتنہ سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث تم میں سے کسی کو یاد ہے؟ میں بولا میں نے اسے (اسی طرح یاد رکھا ہے) جیسے آپ ﷺ نے اس حدیث کو بیان فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: تم رسول اللہ ﷺ سے فتن کو معلوم کرنے میں بہت بے باک تھے۔ میں نے کہا: انسان کے گھر والے، مال، اولاد اور پڑوسی سب فتنہ (کی چیز ہیں)۔ اور نماز، روزہ، صدقہ، اچھی بات کے لیے لوگوں کو حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا ان فتنوں کا کفارہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم سے اس کے متعلق نہیں پوچھتا، مجھے تم اس فتنہ کے بارے میں بتلاؤ جو سمندر کی موج کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا بڑھے گا۔ اس پر میں نے کہا: یا امیر المومنین! آپ اس سے خوف نہ کھائیے۔ آپ کے اور فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ پوچھا گیا وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا یا (صرف) کھولا جائے گا۔ میں نے کہا کہ توڑ دیا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بول اٹھے کہ پھر تو وہ کبھی بند نہیں ہو سکے گا۔ شقیق نے کہا کہ ہم نے حذیفہ سے پوچھا کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس دروازہ کے متعلق کچھ علم رکھتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! بالکل اسی طرح جیسے دن کے بعد رات کے آنے کا۔ میں نے تم سے ایک ایسی حدیث بیان کی ہے جو قطعاً غلط نہیں ہے۔ ہمیں اس کے متعلق حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھنے میں ڈر ہوتا تھا (کہ دروازہ سے کیا

مراد ہے) اس لیے ہم نے مسروق سے کہا (کہ وہ پوچھیں) انہوں نے دریافت کیا تو آپ نے بتایا: وہ دروازہ خود عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

تشریح: یہاں جس فتنہ کا ذکر ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ جس کا نتیجہ شیعہ سنی کی شکل میں آج تک موجود ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بند دروازہ توڑ دیا جائے گا۔ ایک مرتبہ فتنے شروع ہونے پر پھر بڑھتے ہی جائیں گے۔ چنانچہ امت کا افتراق محتاج تفصیل نہیں اور فقہی اختلافات نے تو بالکل ہی بیڑا غرق کر دیا ہے۔ یہ سب کچھ تقلید جامد کے نتائج ہیں۔

٥٢٦ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، أَنَّ رَجُلًا، أَصَابَ مِنَ امْرَأَةٍ قُبْلَةً، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ [هود:١١٤]۔ فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَلِيَ هَذَا ؟ قَالَ: ((لِجَمِيعِ أُمَّتِي كُلِّهِمْ)). [طرفه في: ٤٦٨٧] [مسلم: ٧٠٠٢، ٧٠٠٣، ٧٠٠٤؛ ابن ماجه: ١٣٩٨، ٤٢٥٤]

(۵۲۶) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، سلیمان تیمی کے واسطہ سے، انہوں نے ابوعثمان نہدی سے، انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ ایک شخص نے کسی غیر عورت کا بوسہ لے لیا۔ اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپ کو اس حرکت کی خبر دے دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''نماز دن کے دونوں حصوں میں قائم کرو اور کچھ رات گئے بھی، اور بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔'' اس شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا یہ صرف میرے لیے ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ''نہیں! بلکہ میری تمام امت کے لیے یہی حکم ہے۔''

تشریح: باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس آیت میں برائیوں سے صغیرہ گناہ مراد ہیں جیسے ایک حدیث میں ہے کہ ایک نماز دوسری نماز تک کفارہ ہے گناہوں کا جب تک آدمی کبیرہ گناہوں سے بچا رہے۔

بَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ لِوَقْتِهَا

باب: نماز وقت پر پڑھنے کی فضیلت کا بیان

٥٢٧ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، هِشَامُ بْنُ عَبْدِالْمَلِكِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: الْوَلِيْدُ بْنُ الْعَيْزَارِ أَخْبَرَنِي قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ، يَقُوْلُ: حَدَّثَنَا صَاحِبُ هَذِهِ الدَّارِ وَأَشَارَ إِلَى دَارِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ؟ قَالَ: ((الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا)) قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ((ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ)) قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ((الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ)) قَالَ: حَدَّثَنِي بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ

(۵۲۷) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، انہوں نے کہا کہ مجھے ولید بن عیزار کوفی نے خبر دی، کہا میں نے ابوعمرو شیبانی سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے اس گھر کے مالک سے سنا، (آپ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف اشارہ کر رہے تھے) انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کونسا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اپنے وقت پر نماز پڑھنا۔'' پھر پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا: ''والدین کے ساتھ نیک معاملہ رکھنا۔'' پوچھا: اس کے بعد، آپ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔'' ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ تفصیل بتائی اور اگر میں اور سوالات کرتا تو آپ اور

لَزَادَنِي. [راجع: ٢٧٨٢، ٥٩٧٠، ٧٥٣٤] زیادہ بھی بتلاتے۔ (لیکن میں نے بطورِ ادب خاموشی اختیار کی)

[مسلم: ٢٥٢، ٢٥٣، ٢٥٤، ٢٥٥، ٢٥٦؛ ترمذي: ١٧٣؛ نسائي: ٦٠٩، ٦١٠]

تشریح: دوسری حدیثوں میں جو اور کاموں کو افضل بتایا ہے وہ اس کے خلاف نہیں، آپ ہر شخص کی حالت اور وقت کا تقاضا دیکھ کر اس کے لئے جو کام افضل نظر آتا وہ بیان فرماتے، جہاد کے وقت جہاد کو افضل بتلاتے اور قحط وگرانی میں لوگوں کو کھانا کھلانا وغیرہ وغیرہ۔ مگر نماز کا عمل ایسا ہے کہ یہ ہر حال میں اللہ کو بہت ہی محبوب ہے جب کہ اسے آداب مقررہ کے ساتھ ادا کیا جائے اور نماز کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک بہترین عمل ہے۔

بَابٌ: اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ كَفَّارَةٌ لِلْخَطَايَا إِذَا صَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ فِي الْجَمَاعَةِ وَغَيْرِهَا

باب: اس بیان میں کہ پانچوں وقت کی نمازیں گناہوں کا کفارہ ہوجاتی ہیں جب کوئی ان کو جماعت سے یا اکیلا ہی اپنے وقت پر پڑھے

٥٢٨- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، وَالدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ، يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا، مَا تَقُوْلُ ذٰلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ)) قَالُوْا: لَا يُبْقِيْ مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا. قَالَ: ((فَذٰلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا)).

[مسلم: ١٥٢٢؛ ترمذي: ٢٨٦٨؛ نسائي: ٤٦١]

(٥٢٨) ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم اور عبدالعزیز بن محمد دراوردی نے یزید بن عبداللہ کی روایت سے، انہوں نے محمد بن ابراہیم تیمی سے، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے: ''اگر کسی شخص کے دروازے پر نہر جاری ہو، اور وہ روزانہ اس میں پانچ دفعہ نہائے تو تمہارا کیا گمان ہے۔ کیا اس کے بدن پر کچھ بھی میل باقی رہ سکتی ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ! ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''یہی حال پانچوں وقت کی نمازوں کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''

بَابٌ: فِي تَضْيِيعِ الصَّلَاةِ عَنْ وَقْتِهَا

باب: اس بارے میں کہ بے وقت نماز پڑھنا، نماز کو ضائع کرنا ہے

٥٢٩- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ، عَنْ غَيْلَانَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: مَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ قِيْلَ: الصَّلَاةُ؟ قَالَ: أَلَيْسَ صَنَعْتُمْ مَا صَنَعْتُمْ فِيْهَا.

(٥٢٩) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے مہدی بن میمون نے غیلان بن جریر کے واسطہ سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، آپ نے فرمایا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی کوئی بات اس زمانہ میں نہیں پاتا۔ لوگوں نے کہا: نماز تو ہے؟ فرمایا: اس کے اندر بھی تم نے کر رکھا ہے جو کر رکھا ہے۔

٥٣٠۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ وَاصِلٍ أَبُوْ عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ، أَخِي عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، يَقُوْلُ:دَخَلْتُ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِدِمَشْقَ وَهُوَ يَبْكِي فَقُلْتُ: مَا يُبْكِيْكَ؟ فَقَالَ: لَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا أَدْرَكْتُ إِلَّا هَذِهِ الصَّلَاةَ، وَهَذِهِ الصَّلَاةُ قَدْ ضُيِّعَتْ. وَقَالَ بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي رَوَّادٍ نَحْوَهُ.

(۵۳۰) ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا؟ میں عبدالواحد بن واصل ابوعبیدہ حداد نے خبر دی، انہوں نے عبدالعزیز کے بھائی عثمان بن ابی رواد کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے زہری سے سنا کہ میں دمشق میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا۔ آپ اس وقت رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے عہد کی کوئی چیز اس نماز کے علاوہ اب میں نہیں پاتا اور اب اس کو بھی ضائع کر دیا گیا ہے۔ اور بکر بن خلف نے کہا کہ ہم سے محمد بن بکر برسانی نے بیان کیا کہ ہم سے عثمان بن ابی رواد نے یہی حدیث بیان کی۔

تشریح: اس روایت سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کو نمازوں کا کس قدر اہتمام مدنظر تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تاخیر سے نماز پڑھنے کو نماز کا ضائع کرنا قرار دیا۔ امام زہری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث دمشق میں سنی تھی۔ جب کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حجاج کی امارت کے زمانہ میں دمشق کے خلیفہ ولید بن عبدالملک سے حجاج کی شکایت کرنے آئے تھے کہ وہ نماز بہت دیر کر کے پڑھاتے ہیں۔ ایسے ہی وقت میں ہدایت کی گئی ہے کہ تم اپنی نماز وقت پر ادا کر لو اور بعد میں جماعت سے بھی پڑھ لو تاکہ فتنہ کا وقوع نہ ہو۔ یہ نفل نماز ہو جائے گی۔

مولانا وحید الزماں صاحب حیدرآبادی نے کیا خوب فرمایا کہ اللہ اکبر جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ حال تھا تو وائے بر حال ہمارے زمانے کے اب تو توحید سے لے کر شروع عبادات تک لوگوں نے نئی باتیں اور نئے اعتقاد تراش لئے ہیں جن کا نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں نشان وگمان بھی نہ تھا۔ اور اگر کوئی اللہ کا بندہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے طریق کے موافق چلتا ہے اس پر طرح طرح کی تہمتیں رکھی جاتی ہیں، کوئی ان کو وہابی کہتا ہے کوئی لامذہب کہتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بَابُ الْمُصَلِّي يُنَاجِي رَبَّهُ

باب: اس بارے میں کہ نماز پڑھنے والا نماز میں اپنے رب سے پوشیدہ طور پر بات چیت کرتا ہے

٥٣١۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى يُنَاجِي رَبَّهُ فَلَا يَتْفِلَنَّ عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى)). [راجع: ٢٤١]

(۵۳۱) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عبداللہ دستوائی نے قتادہ بن دعامہ کے واسطے سے، انہوں نے حضرت انس سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا رہتا ہے اس لیے اپنی داہنی جانب نہ تھوکنا چاہیے لیکن بائیں پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔"

تشریح: یہ حکم خام مساجد کے لیے تھا جہاں تھوک جذب ہو جایا کرتا تھا اب ضروری ہے کہ بوقت ضرورت رومال میں تھوک لیا جائے۔

٥٣٢۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ

(۵۳۲) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ابراہیم نے انہوں نے کہا کہ ہم سے قتادہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، آپ

أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((اعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ، وَلَا يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ كَالْكَلْبِ، وَإِذَا بَزَقَ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهِ، فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ)) وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ: لَا يَتْفِلُ قُدَّامَهُ أَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ. وَقَالَ: شُعْبَةُ لَا يَبْزُقُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ وَقَالَ: حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَا يَبْزُقُ فِي الْقِبْلَةِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ)). [راجع: ٢٤١]

نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سجدہ کرنے میں اعتدال رکھو (سیدھی طرح پر کرو) اور کوئی شخص تم میں سے اپنے بازوؤں کو کتے کی طرح نہ پھیلائے۔ جب کسی کو تھوکنا ہی ہو تو سامنے یا داہنی طرف نہ تھوکے، کیونکہ وہ نماز میں اپنے رب سے پوشیدہ باتیں کرتا رہتا ہے۔'' اور سعید نے قتادہ سے روایت کر کے بیان کیا کہ آگے یا سامنے نہ تھوکے البتہ بائیں طرف پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔ اور شعبہ نے کہا کہ اپنے سامنے اور دائیں جانب نہ تھوکے، بلکہ بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔ اور حمید نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں ''قبلہ کی طرف نہ تھوکے اور نہ دائیں طرف البتہ بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔''

تشریح: سجدہ میں اعتدال یہ ہے کے ہاتھوں کو زمین پر رکھے، کہنیوں کو دونوں پہلو سے اور پیٹ کو رانوں سے جدا رکھے۔ حمید کی روایت کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے ابواب المساجد میں نکالا ہے حافظ نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان تعلیقات کو اس واسطے ذکر کیا کہ قتادہ کے اصحاب کا اختلاف اس حدیث کی روایت میں معلوم ہو، اور شعبہ کی روایت سب سے زیادہ پوری ہے مگر اس میں سرگوشی کا ذکر نہیں۔

بَابُ الْإِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ

باب: اس بارے میں کہ سخت گرمی میں ظہر کو ذرا ٹھنڈے وقت پڑھنا

٥٣٣، ٥٣٤۔ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ، قَالَ: صَالِحُ ابْنُ كَيْسَانَ: حَدَّثَنَا الْأَعْرَجُ عَبْدُالرَّحْمَنِ، وَغَيْرُهُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَنَافِعٌ مَوْلَى عَبْدِاللهِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا بِالصَّلَاةِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ)). [أطرافه في: ٥٣٦]

(٥٣٣، ٥٣٤) ہم سے ایوب بن سلیمان مدنی نے بیان کیا، ہم سے ابوبکر عبدالحمید بن ابی اویس نے سلیمان بن بلال کے واسطہ سے کہ صالح بن کیسان نے کہا ہم سے اعرج عبدالرحمٰن وغیرہ نے حدیث بیان کی۔ وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے، اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مولیٰ نافع عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت کرتے تھے۔ کہ ان دونوں (ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''جب گرمی تیز ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو، کیونکہ گرمی کی تیزی جہنم کی آگ کی بھاپ سے ہوتی ہے۔''

٥٣٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْمُهَاجِرِ أَبِي الْحَسَنِ: سَمِعَ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: أَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ ﷺ الظُّهْرَ

(٥٣٥) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے شعبہ بن حجاج نے مہاجر ابوالحسن کی روایت سے بیان کیا، انہوں نے زید بن وہب ہمدانی سے سنا۔ انہوں نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے کہ نبی ﷺ کے موذن (بلال رضی اللہ عنہ) نے ظہر کی اذان دی تو آپ ﷺ نے

فَقَالَ: ((أَبْرِدْ أَبْرِدْ)) أَوْقَالَ: ((انْتَظِرِ انْتَظِرْ)) وَقَالَ: ((شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا عَنِ الصَّلَاةِ)). حَتَّى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُولِ. [اطرافه في:٥٣٩، ٦٢٩، ٣٢٥٨]

فرمایا: ''ٹھنڈا کر، ٹھنڈا کر۔'' یا یہ فرمایا ''انتظار کر، انتظار کر۔'' اور فرمایا کہ ''گرمی کی تیزی جہنم کی آگ کی بھاپ سے ہے۔ اس لیے جب گرمی سخت ہوجائے تو نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔'' پھر ظہر کی اذان اس وقت کہی گئی جب ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھ لیے۔

[مسلم:١٤٠٠؛ ابوداود: ٤٠١؛ ترمذي: ١٥٨]

تشریح: ٹھنڈا کرنے کا یہ مطلب ہے کہ زوال کے بعد پڑھے نہ یہ کہ ایک مثل سایہ ہوجانے کے بعد، کیونکہ ایک مثل سایہ ہوجانے پر تو عصر کا اول وقت ہوجاتا ہے۔ جمہور علما کا یہی قول ہے۔ زوال ہونے پر فوراً پڑھ لینا یہ تعجیل ہے، اور ذرا دیر کرکے تاکہ موسم گرما میں کچھ خنکی آجائے پڑھنا یہ ابراد ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وقد اختار قوم من اهل العلم تاخير صلوة الظهر فى شدة الحر وهو قول ابن المبارك واحمد واسحاق۔''

یعنی اہل علم کی ایک جماعت کا مذہب مختار یہی ہے کہ گرمی کی شدت میں ظہر کی نماز ذرا دیر سے پڑھی جائے۔ عبداللہ بن مبارک واحمد واسحاق رحمہم اللہ کا یہی فتویٰ ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ظہر کو عصر کے اول وقت ایک مثل تک کیلئے مؤخر کردیا جائے، جب کہ بدلائل قویہ ثابت ہے کہ عصر کا وقت ایک مثل سایہ ہونے کے بعد شروع ہوجاتا ہے۔ خود امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسی مقام پر متعدد روایات سے عصر کا اول وقت بیان فرمایا ہے۔ جو ایک مثل سایہ ہونے پر شروع ہوجاتا ہے۔ جو کہ مختار مذہب ہے اور دوسرے مقام پر اس کی تفصیل ہے۔

٥٣٦۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْمَدِينِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ)). [راجع :٥٣٣] [مسلم: ١٣٩٥]

(٥٣٦) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا اس حدیث کو ہم نے زہری سے سن کر یاد کیا، وہ سعید بن مسیب کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں، وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم ﷺ سے کہ ''جب گرمی تیز ہوجائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو، کیونکہ گرمی کی تیزی دوزخ کی آگ کی بھاپ کی وجہ سے ہوتی ہے۔''

٥٣٧۔ ((وَاشْتَكَتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا فَقَالَتْ: يَا رَبِّ! أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ، وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ، وَهُوَ أَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْحَرِّ، وَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الزَّمْهَرِيرِ)). [طرفه في:٣٢٦٠] [مسلم: ١٤٠١]

(٥٣٧) دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی کہ اے میرے رب! (آگ کی شدت کی وجہ سے) میرے بعض حصہ نے بعض حصہ کو کھا لیا ہے اس پر اللہ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دی، ایک سانس جاڑے میں اور ایک سانس گرمی میں۔ اب انتہائی سخت گرمی اور سخت سردی جو تم لوگ محسوس کرتے ہو وہ اسی سے پیدا ہوتی ہے۔''

تشریح: دوزخ نے حقیقت میں شکوہ کیا، وہ بات کرسکتی ہے جب کہ آیت مبارکہ ﴿يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ﴾ (٥٠/ق:٣٠) میں وارد ہے کہ ہم قیامت کے دن دوزخ سے پوچھیں گے کہ کیا تیرا پیٹ بھر گیا، وہ جواب دے گی کہ ابھی تک تو بہت گنجائش باقی ہے:

''وقال عياض: انه الأظهر والله قادر علي خلق الحياة بجزء منها حتى تكلم او يخلق لها كلاما يسمعه من شاء من خلقه وقال القرطبي: لا احالة فى حمل اللفظ على حقيقته واذا اخبر الصادق بامر جائز لم يحتج الى تاويله فحمله على

حقيقته اولى۔" (مرعاد المفاتيح: ١/ ٣٩٢)

یعنی عیاض نے کہا کہ یہی امر ظاہر ہے اللہ پاک قادر ہے کہ دوزخ کو کلام کرنے کی طاقت بخشے اور اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے اس کی بات سنادے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ اس امر کو حقیقت پر محمول کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ اور جب صادق ومصدوق ﷺ نے ایک امر جائز کی خبر دی تو اس کی تاویل کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ اس کو حقیقت ہی پر محمول کیا جانا مناسب ہے۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے:

"اختلف العلمآء في معناه فقال بعضهم: هو على ظاهره وقيل: بل هو على وجه التشبيه والاستعارة وتقديره ان شدة الحر تشبه نار جهنم فاحذروه واجتنبوا ضرره قال والاول اظهر وقال النووي: هو الصواب لانه ظاهر الحديث ولا مانع من حمله على حقيقته موجب الحكم بانه على ظاهره انتهى۔" (نيل)

یعنی اس کے معنی میں بعض عالم اس کو اپنے ظاہر پر رکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس حرارت کو دوزخ کی آگ سے تشبیہ دی گئی اور کہا گیا کہ اس کے ضرر سے بچو اور اول مطلب ہی ظاہر ہے۔ امام نووی کہتے ہیں کہ یہی صواب ہے، اس لئے کہ حدیث ظاہر ہے اور اسے حقیقت پر محمول کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔

حضرت مولانا وحید الزماں صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ دوزخ گرمی میں سانس نکالتی ہے، یعنی دوزخ کی بھاپ اوپر کو نکلتی ہے اور زمین کے رہنے والوں کو لگتی ہے، اس کو سخت گرمی معلوم ہوتی ہے اور جاڑے میں اندر کو سانس لیتی ہے تو اوپر گرمی نہیں محسوس ہوتی، بلکہ زمین کی ذاتی سردی غالب آ کر رہنے والوں کو سردی محسوس ہوتی ہے۔ اس میں کوئی بات عقل سلیم کے خلاف نہیں۔ اور حدیث میں شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ زمین کے اندر دوزخ موجود ہے۔ جیالوجی والے کہتے ہیں کہ تھوڑے فاصلہ پر زمین کے اندر ایسی گرمی ہے کہ وہاں کے تمام عنصر پانی کی طرح پگھلے رہتے ہیں۔ اگر لوہا وہاں پہنچ جائے تو اسی دم گل کر پانی ہو جائے۔

سفیان ثوری کی روایت جو حدیث ہذا کے آخر میں درج ہے اسے خود امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب بدء الخلق میں اور یحییٰ کی روایت کو امام احمد رحمہ اللہ نے وصل کیا ہے۔ لیکن ابوعوانہ کی روایت نہیں ملی۔

٥٣٨۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَبْرِدُوا بِالظُّهْرِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ)) تَابَعَهُ سُفْيَانُ، وَيَحْيَى، وَأَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ. [طرفه في: ٣٢٥٩]

[ابن ماجه: ٦٧٩]

(۵۳۸) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوصالح ذکوان نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "(کہ گرمی کے موسم میں) ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے پیدا ہوتی ہے۔" اس حدیث کی متابعت سفیان ثوری، یحییٰ اور ابوعوانہ نے اعمش کے واسطہ سے کی ہے۔

بَابُ الْإِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِي السَّفَرِ

باب: اس بارے میں کہ سفر میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا

٥٣٩۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُهَاجِرٌ أَبُو الْحَسَنِ، مَوْلَى لِبَنِي تَيْمِ

(۵۳۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے بنی تیم اللہ کے غلام مہاجر ابوالحسن نے بیان کیا، کہا کہ میں

اللَّهِ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَبْرِدْ)) ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ: ((أَبْرِدْ)) حَتَّى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا بِالصَّلَاةِ)) وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿يَتَفَيَّأُ﴾ [النحل: ٤٨] يَتَمَيَّلُ [راجع :٥٣٥]

نے زید بن وہب جہنی سے سنا، وہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے تھے کہ انہوں نے کہا کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ مؤذن نے چاہا کہ ظہر کی اذان دے۔ لیکن آپ نے فرمایا: ''وقت کو ٹھنڈا ہونے دو۔'' مؤذن نے (تھوڑی دیر بعد) پھر چاہا کہ اذان دے، لیکن آپ نے فرمایا: ''ٹھنڈا ہونے دو۔'' جب ہم نے ٹیلے کا سایہ ڈھلا ہوا دیکھ لیا۔ (تب اذان کہی گئی) پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ''گرمی کی تیزی جہنم کی بھاپ کی تیزی سے ہے۔ اس لیے جب گرمی سخت ہو جایا کرے تو ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یَتَفَيَّؤُ (کا لفظ جو سورہ نحل میں ہے) کے معنی یتمیل (جھکنا، مائل ہونا) ہیں۔

تشریح: حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ حدیث میں کوئی لفظ ایسا آ جائے جو قرآن میں بھی ہو تو ساتھ ہی قرآن کے لفظ کی بھی تفسیر کر دیتے ہیں۔ یہاں حدیث میں یَتَفَيَّأُ کا لفظ ہے جو قرآن مجید میں یتفیؤ مذکور ہوا ہے، مادہ ہر دو کا ایک ہی ہے، اس لیے اس کی تفسیر بھی نقل کر دی۔ پوری آیت سورہ نحل میں ہے جس میں ذکر ہے کہ ہر چیز کا سایہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کے لیے کبھی دائیں اور کبھی بائیں طرف جھکتا رہتا ہے۔

بَابُ وَقْتِ الظُّهْرِ عِنْدَ الزَّوَالِ وَقَالَ جَابِرٌ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي بِالْهَاجِرَةِ

باب: اس بیان میں کہ ظہر کا وقت سورج ڈھلنے پر ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ دوپہر کی گرمی میں (ظہر کی) نماز پڑھتے تھے

٥٤٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ، فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَذَكَرَ السَّاعَةَ، وَذَكَرَ أَنَّ فِيْهَا أُمُوْرًا عِظَامًا، ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ، فَلَا تَسْأَلُوْنِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هَذَا)) فَأَكْثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَاءِ، وَأَكْثَرَ أَنْ يَقُوْلَ: ((سَلُوْنِي)) فَقَامَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ: مَنْ أَبِي؟ قَالَ: ((أَبُوْكَ حُذَافَةُ)) ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُوْلَ: ((سَلُوْنِي)) فَبَرَكَ عُمَرُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ: رَضِيْنَا بِاللَّهِ

(۵۴۰) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا ہم سے شعیب نے زہری کی روایت سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جب سورج ڈھلا تو نبی ﷺ حجرہ سے باہر تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف لائے۔ اور قیامت کا ذکر فرمایا پس آپ نے فرمایا کہ قیامت میں بڑے عظیم امور پیش آئیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اگر کسی کو کچھ پوچھنا ہو تو پوچھ لے۔ کیونکہ جب تک میں اس جگہ پر ہوں تم مجھ سے جو بھی پوچھو گے۔ میں اس کا جواب ضرور دوں گا۔'' لوگ بہت زیادہ رونے لگے۔ آپ برابر فرماتے جاتے تھے کہ جو کچھ پوچھنا ہو پوچھو۔ عبداللہ بن حذافہ سہمی کھڑے ہوئے اور دریافت کیا: میرے باپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تمہارے باپ حذافہ تھے۔'' آپ اب بھی برابر فرما رہے تھے: ''پوچھو کیا پوچھتے ہو۔'' اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ ادب سے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور انہوں نے فرمایا: ہم اللہ تعالیٰ کے مالک

رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا. فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ: ((عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ آنِفًا فِي عُرْضِ هَذَا الْحَائِطِ فَلَمْ أَرَ كَالْخَيْرِ وَالشَّرِّ)). [راجع:٩٣]

ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد (ﷺ) کے نبی ہونے سے راضی اور خوش ہیں۔ (پس اس گستاخی سے ہم باز آتے ہیں کہ آپ سے بیجا سوالات کریں) اس پر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابھی ابھی میرے سامنے جنت اور جہنم اس دیوار کے کونے میں پیش کی گئی تھی۔ پس میں نے نہ ایسی کوئی عمدہ چیز دیکھی (جیسی جنت تھی) اور نہ کوئی ایسی بری چیز دیکھی (جیسی دوزخ تھی)۔''

تشریح: یہ حدیث مختصراً کتاب العلم میں بھی گزر چکی ہے۔ لفظ ((خرج حین زاغت الشمس)) سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کہ ظہر کی نماز کا وقت سورج ڈھلتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں کچھ سوال و جواب کا بھی ذکر ہے۔ آپ ﷺ کو خبر لگی تھی کہ منافق لوگ امتحان کے طور پر آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں اس لئے آپ کو غصہ آیا اور فرمایا کہ جو تم چاہو مجھ سے پوچھو۔ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو لوگ کسی اور کا بیٹا کہتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے تحقیق چاہی اور آپ کے جواب سے خوش ہوئے۔ لوگ آپ کی خفگی دیکھ کر خوف سے رونے لگے، کہ اب اللہ کا عذاب آئے گا یا جنت و دوزخ کا ذکر سن کر رونے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا غصہ معلوم کر کے وہ الفاظ کہے جن سے آپ کا غصہ جاتا رہا۔ (ﷺ)

٥٤١ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الصُّبْحَ وَأَحَدُنَا يَعْرِفُ جَلِيسَهُ، وَيَقْرَأُ فِيهَا مَا بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ، وَيُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، وَالْعَصْرَ وَأَحَدُنَا يَذْهَبُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجَعَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ، وَلَا يُبَالِي بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ: ثُمَّ قَالَ: إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ. وَقَالَ مُعَاذٌ: قَالَ شُعْبَةُ: ثُمَّ لَقِيتُهُ مَرَّةً فَقَالَ: أَوْ ثُلُثِ اللَّيْلِ. [أطرافه في: ٥٤٧، ٥٦٨، ٥٩٩، ٧٧١] [مسلم: ١٤٦٢، ١٤٦٣، ١٤٦٤؛ ابوداود: ٣٩٨، ٤٨٤٩؛ نسائي: ٤٩٤، ٥٢٤، ٥٢٩؛ ابن ماجه: ٦٧٤]

(۵۴۱) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا ابو المنہال کی روایت ہے، انہوں نے ابو برزہ (فضلہ بن عبید رضی اللہ عنہ) سے، انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ صبح کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب ہم اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتے تھے۔ صبح کی نماز میں آپ ﷺ ساٹھ سے سو تک آیتیں پڑھتے۔ اور آپ ظہر اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔ اور عصر کی نماز اس وقت کہ ہم مدینہ منورہ کی آخری حد تک (نماز پڑھنے کے بعد) جاتے لیکن سورج اب بھی تیز رہتا تھا۔ نماز مغرب کا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو وقت بتایا تھا وہ مجھے یاد نہیں رہا۔ اور آپ ﷺ عشاء کی نماز کو تہائی رات تک دیر کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، پھر ابو المنہال نے کہا کہ آدھی رات تک (مؤخر کرنے میں) کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور معاذ نے کہا کہ شعبہ نے فرمایا کہ پھر میں دوبارہ ابو المنہال سے ملا تو انہوں نے فرمایا: یا تہائی رات تک۔

٥٤٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ، قَالَ حَدَّثَنِي غَالِبٌ الْقَطَّانُ، عَنْ بَكْرِ بْنِ

(۵۴۲) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے خالد بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے غالب قطان نے بکر بن عبداللہ مزنی کے واسطہ سے

عَبْدِاللّٰهِ الْمُزَنِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالظَّهَائِرِ سَجَدْنَا عَلَى ثِيَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ. [راجع: ۳۸۵]

بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا کہ جب ہم (گرمیوں میں) نبی کریم ﷺ کے پیچھے ظہر کی نماز دوپہر دن میں پڑھتے تھے تو گرمی سے بچنے کے لیے کپڑوں پر سجدہ کیا کرتے تھے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ شدت گرمی میں جب ایسی جگہ نماز پڑھنے کا اتفاق ہو کہ نہ کوئی سایہ ہو نہ فرش ہو تو کپڑے پر سجدہ کر لینا جائز ہے۔

بَابُ تَأْخِيرِ الظُّهْرِ إِلَى الْعَصْرِ

باب: اس بارے میں کہ کبھی ظہر کی نماز عصر کے وقت تک تاخیر کر کے پڑھی جاسکتی ہے

۵٤٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِالْمَدِيْنَةِ سَبْعًا وَثَمَانِيًا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، فَقَالَ أَيُّوْبُ: لَعَلَّهُ فِيْ لَيْلَةٍ مَطِيْرَةٍ؟ قَالَ: عَسَى. [طرفاه في: ٥٦٢، ١١٧٤] [مسلم: ١٦٣٤، ١٦٣٥؛ ابوداود: ١٢١٤؛ نسائي: ٥٨٨، ٦٠٢]

(۵۴۳) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا عمرو بن دینار سے۔ انہوں نے جابر بن زید سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں رہ کر سات رکعات (ایک ساتھ) اور آٹھ رکعات (ایک ساتھ) پڑھیں۔ ظہر اور عصر (کی آٹھ رکعات) اور مغرب اور عشاء (کی سات رکعات) ایوب سختیانی نے جابر بن زید سے پوچھا شاید برسات کا موسم رہا ہو۔ جابر بن زید نے جواب دیا کہ غالباً ایسا ہی ہوگا۔

تشریح: ترمذی نے سعید بن جبیر عن ابن عباس سے اس حدیث پر یہ باب منعقد کیا ہے باب ماجاء فی الجمع بین الصلوتین یعنی دو نمازوں کے جمع کرنے کا بیان۔ اس روایت میں یہ وضاحت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشاء کو جمع فرمایا، ایسے حال میں کہ آپ مدینہ میں تھے اور آپ کو نہ کوئی خوف لاحق تھا نہ بارش تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے بتلایا کہ اراد ان لا تحرج امته تاکہ آپ کی امت مشقت میں نہ ڈالی جائے۔ حضرت مولانا عبدالرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قال الحافظ فی الفتح وقد ذهب جماعة من الائمة الى اخذ بظاهر هذا الحديث فجوزوا الجمع فی الحضر مطلقا لكن بشرط ان لايتخذ ذالك عادة وممن قال به ابن سيرين وربيعة واشهب وابن المنذر والقفال الكبير وحكاه الخطابی عن جماعة من اهل الحديث انتهی۔ وذهب الجمهور الي ان الجمع بغير عذر لايجوز۔" (تحفة الاحوذی ١/ ١٦٦)

یعنی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں کہا کہ ائمہ کی ایک جماعت نے اس حدیث کے ظاہر ہی پر فتویٰ دیا ہے۔ اور حضر میں بھی مطلقاً انہوں نے جائز کہا ہے۔ کہ دو نمازوں کو جمع کر لیا جائے اس شرط کے ساتھ کہ اسے عادت نہ بنا لیا جائے۔ ابن سیرین، ربیعہ، اشہب، ابن منذر، قفال کبیر کا یہی فتویٰ ہے۔ اور خطابی نے اہلحدیث کی ایک جماعت سے یہی مسلک نقل کیا ہے۔ مگر جمہور کہتے ہیں کہ بغیر عذر جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اتنے اماموں کا اختلاف ہوتے ہوئے پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جمع کرنا بالاجماع ناجائز ہے۔ امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ نے مریض اور مسافر کے لئے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء میں جمع کرنا مطلقاً جائز قرار دیا ہے۔ دلائل کی رو سے یہی مذہب قوی ہے۔

بَابُ وَقْتِ الْعَصْرِ

باب: نماز عصر کے وقت کا بیان

٥٤٤- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا. [راجع: ٥٢٢]

(۵۴۴) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا ہم سے انس بن عیاض لیثی نے ہشام بن عروہ کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی ﷺ عصر کی نماز ایسے وقت پڑھتے تھے کہ ان کے حجرہ میں سے ابھی دھوپ باہر نہیں نکلتی تھی۔

٥٤٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِيْ حُجْرَتِهَا، لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ مِنْ حُجْرَتِهَا [راجع: ٥٢٢] [ترمذي: ١٥٩؛ نسائي: ٥٠٤]

(۵۴۵) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے ابن شہاب سے بیان کیا، انہوں نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی تو دھوپ ان کے حجرہ ہی میں تھی۔ سایہ وہاں نہیں پھیلا تھا۔

٥٤٦- حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ:كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي صَلَاةَ الْعَصْرِ وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ فِيْ حُجْرَتِيْ، وَلَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ بَعْدُ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ: وَقَالَ مَالِكٌ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَشُعَيْبٌ وَابْنُ أَبِيْ حَفْصَةَ وَالشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ. [راجع: ٥٢٢] [مسلم: ١٣٨٢؛ ابن ماجه: ٦٨٣]

(۵۴۶) ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے ابن شہاب زہری سے بیان کیا، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ جب عصر کی نماز پڑھتے تو سورج ابھی میرے حجرے میں جھانکتا رہتا تھا۔ ابھی سایہ نہ پھیلا ہوتا تھا۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ امام مالک اور یحیی بن سعید، شعیب رحمۃ اللہ علیہم اور ابن ابی حفصہ کی روایتوں میں (زہری سے) والشمس قبل ان تظہر کے الفاظ ہیں، (جن کا مطلب یہ ہے کہ دھوپ ابھی اوپر نہ چڑھی ہوتی)۔

٥٤٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَوْفٌ، عَنْ سَيَّارِ ابْنِ سَلَامَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِيْ، عَلَى أَبِيْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، فَقَالَ: لَهُ أَبِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ، فَقَالَ: كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْأُوْلَى حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعَصْرَ، ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلَى رَحْلِهِ فِيْ أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيْتُ مَا قَالَ: فِي الْمَغْرِبِ، وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ مِنَ الْعِشَاءِ الَّتِيْ

(۵۴۷) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عوف نے خبر دی سیار بن سلامہ سے انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرے باپ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے میرے والد نے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ فرض نمازیں کن وقتوں میں پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: دوپہر کی نماز جسے تم ''پہلی نماز'' کہتے ہو سورج ڈھلنے کے بعد پڑھتے تھے۔ اور جب عصر پڑھتے اس کے بعد کوئی شخص مدینہ کے انتہائی کنارہ پر اپنے گھر واپس جاتا تو سورج اب بھی تیز ہوتا تھا۔ سیار نے کہا: مغرب کے وقت کے متعلق آپ نے جو کچھ کہا تھا وہ مجھے یاد نہیں رہا۔ اور عشاء کی نماز جسے تم ''عتمہ'' کہتے ہو اس میں دیر کو پسند فرماتے تھے، اور اس سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد بات

تَدْعُونَهَا الْعَتَمَةَ، وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا، وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيسَهُ، وَيَقْرَأُ بِالسِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ ۔ [راجع :٥٤١]

چیت کرنے کو ناپسند فرماتے اور صبح کی نماز سے اس وقت فارغ ہو جاتے جب آدمی اپنے قریب بیٹھے ہوئے دوسرے شخص کو پہچان سکتا اور صبح کی نماز میں آپ ساٹھ سے سو تک آیتیں پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: روایت مذکورہ میں ظہر کی نماز کو نماز اولیٰ اس لئے کہا گیا کہ جس وقت نبی کریم ﷺ کو اوقات نماز کی تعلیم دینے کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تھے تو انہوں نے پہلے نبی کریم ﷺ کو ظہر کی نماز ہی پڑھائی تھی۔ اس لئے راویان احادیث اوقات نماز کے بیان میں ظہر کی نماز ہی سے شروع کرتے ہیں۔ اس روایت اور دوسری روایات سے صاف ظاہر ہے کہ عصر کی نماز نبی کریم ﷺ اول وقت ایک مثل سایہ ہو جانے ہی پر ادا فرمایا کرتے تھے۔ اس حقیقت کے اظہار کے لئے ان روایتوں میں مختلف الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ بعض روایتوں میں اسے والشمس مرتفعة حية سے تعبیر کیا گیا ہے کہ ابھی سورج کافی بلند اور خوب تیز ہوا کرتا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا کہ ''عصر کے وقت دھوپ میرے حجرہ ہی میں رہتی تھی۔'' کسی روایت میں یوں مذکور ہوا ہے کہ ''نماز عصر کے بعد لوگ اطراف مدینہ میں چار چار میل تک کا سفر کر جاتے اور پھر بھی سورج رہتا تھا۔'' ان جملہ روایات کا واضح مطلب یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں عصر کی نماز اول وقت ایک مثل سایہ ہونے پر ادا کر لی جاتی تھی۔ اس لئے بھی کہ عصر ہی کی نماز صلوٰۃ الوسطیٰ ہے جس کی حفاظت کرنے کا اللہ نے خاص حکم صادر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَوٰةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ (٢/البقرۃ:٢٣٨) ''یعنی نمازوں کی حفاظت کرو، اور درمیانی نماز کی خاص حفاظت کرو (جو عصر کی نماز ہے) اور اللہ کے لیے فرمانبردار بندے بن کر (باوفا غلاموں کی طرح مؤدب) کھڑے ہو جایا کرو۔''

ان ہی احادیث و آیات کی بنا پر عصر کا اول وقت ایک مثل سایہ ہونے پر مقرر ہوا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ و دیگر اکابر علمائے اسلام و آئمہ کرام کا یہی مسلک ہے۔ مگر محترم علمائے احناف عصر کی نماز کے لئے اوّل وقت کے قائل نہیں ہیں۔ مذکورہ احادیث کی تاویلات کرنے میں ان کو بڑی کاوش کرنی پڑی ہے۔

ولے تاویل شاں درحیرت انداخت خدا وجبرئیل ومصطفی را

عجیب کاوش: یہ عجیب کاوش ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان پر جس میں ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ عصر کی نماز ایسے اوّل وقت میں پڑھ لیا کرتے تھے کہ دھوپ میرے حجرہ سے باہر نہیں نکلتی تھی جس کا مطلب واضح ہے کہ سورج کافی بلند ہوتا تھا۔ مگر بعض علمائے احناف نے یہاں عجیب بیان دیا ہے جو یہ ہے کہ ''ازواج مطہرات کے حجروں کی دیواریں بہت چھوٹی تھیں۔ اس لئے غروب سے پہلے کچھ نہ کچھ دھوپ حجرہ میں باقی رہتی تھی۔ اس لئے اگر نبی کریم ﷺ کی نماز عصر کے وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں دھوپ رہتی تھی تو اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ آپ ﷺ نماز سویرے ہی پڑھ لیتے تھے۔'' (تفہیم البخاری، پ:٣/ص:١٨)

حمایت مسلک کا خبط ایسا ہوتا ہے کہ انسان قائل کے قول کی ایسی توجیہ کر جاتا ہے، جو قائل کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتی۔ سوچنا یہاں یہ تھا کہ بیان کرنے والی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں، جن کا ہر لحاظ سے امت میں ایک خصوصی مقام ہے۔ ان کا اس بیان سے اصل منشا کیا ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کی نماز عصر کا اول وقت ان لفظوں میں بیان فرما رہی ہیں یا آخر وقت کے لیے یہ بیان دے رہی ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان میں ادنیٰ غور و تامل سے ظاہر ہو جائے گا کہ ہمارے محترم صاحب تفہیم البخاری کی یہ کاوش بالکل غیر مفید ہے۔ اور اس بیان صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صاف ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ بلاشک وشبہ عصر کی نماز اول وقت ہی پڑھ لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حرمین شریفین کا معمول آج بھی دنیائے اسلام کے سامنے ہے۔ خود ہمارے وطن کے ہزاروں حاجی حرمین شریفین ہر سال جاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہاں عصر کی نماز کتنے اول وقت پر ادا کی جاتی ہے۔

صاحب تفہیم البخاری نے اس بیان سے ایک سطر قبل خود ہی اقرار فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اول وقت ہی میں پڑھتے تھے۔" (حوالہ مذکورہ)

اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے بعد کیا ضرورت تھی کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا سہارا لے کر بیان سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر ایسی رکیک تاویل کی جائے کہ دیکھنے اور پڑھنے والوں کے لیے وجہ حیرت بن جائے۔ حجرات نبوی کی دیواریں چھوٹی ہوں یا بڑی اس سے بحث نہیں مگر یہ تو ایک امر مسلمہ ہے کہ سورج جس قدر بھی اونچا رہتا حجرات نبوی میں دھوپ باقی رہتی اور جوں جوں سورج غروب ہونے کو جاتا ہو دھوپ بھی حجروں سے باہر جاتی تھی۔ پھر دوسری روایات میں مزید وضاحت کے لیے یہ صریح الفاظ موجود ہیں کہ سورج بلند اور خوب روشن رہا کرتا تھا، ان الفاظ نے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کردہ توجیہ کو ختم کر کے رکھ دیا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ تقلید شخصی کی بیماری سے سوچنے اور سمجھنے کی طاقت روبہ زوال ہو جاتی ہے اور یہاں یہی ماجرا ہے۔

٥٤٨ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَخْرُجُ الإِنْسَانُ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَيَجِدُهُمْ يُصَلُّونَ الْعَصْرَ. [أطرافه في: ٥٥٠، ٥٥١، ٧٣٢٩] [مسلم: ١٤١٠؛ نسائي: ٥٠٥]

(۵۴۸) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے، انہوں نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے روایت کیا، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کیا انہوں نے فرمایا کہ ہم عصر کی نماز پڑھ چکتے اور اس کے بعد کوئی بنی عمرو بن عوف (قبا) کی مسجد میں جاتا تو ان کو وہاں عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پاتا۔

٥٤٩ـ حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ، يَقُوْلُ: صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الظُّهْرَ، ثُمَّ خَرَجْنَا حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ، فَقُلْتُ: يَا عَمِّ! مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّيْتَ؟ قَالَ: الْعَصْرُ، وَهَذِهِ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الَّتِي كُنَّا نُصَلِّي مَعَهُ. [مسلم: ١٤١٣؛ نسائي: ٥٠٨]

(۵۴۹) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوبکر بن عثمان بن سہل بن حنیف نے خبر دی، انہوں نے کہا میں نے ابوامامہ (سعد بن سہل) سے سنا، وہ کہتے تھے کہ ہم نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر ہم نکل کر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: اے مکرم چچا! یہ کون سی نماز آپ نے پڑھی ہے؟ فرمایا: عصر کی اور اسی وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی یہ نماز پڑھتے تھے۔

٥٥٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَذْهَبُ الذَّاهِبُ مِنَّا إِلَى قُبَاءٍ فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ. [راجع: ٥٤٨]

(۵۵۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابن شہاب زہری کے واسطہ سے خبر دی، انہوں نے حضرت انس بن مالک سے کہ آپ نے فرمایا، ہم عصر کی نماز پڑھتے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) اس کے بعد کوئی شخص قبا جاتا اور جب وہاں پہنچ جاتا تو سورج ابھی بلند ہوتا تھا۔

٥٥١ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ،

(۵۵۱) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے انس بن مالک نے بیان

قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ، فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِيْ فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ، وَبَعْضُ الْعَوَالِيْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلَى أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ أَوْ نَحْوِهِ. [راجع:٥٤٨]

کیا، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب عصر کی نماز پڑھتے تو سورج بلند اور تیز روشن ہوتا تھا۔ پھر ایک شخص مدینہ کے بالائی علاقہ کی طرف جاتا وہاں پہنچنے کے بعد بھی سورج بلند رہتا تھا (زہری نے کہا کہ) مدینہ کے بالائی علاقہ کے بعض مقامات تقریباً چار میل پر یا کچھ ایسے ہی واقع ہیں۔

تشریح: عوالی ان دیہات کو کہا گیا جو مدینہ کے اطراف میں بلندی پر واقع تھے۔ ان میں بعض چار میل بعض چھ میل، بعض آٹھ آٹھ میل کے فاصلے پر تھے۔ اس حدیث سے بھی صاف ظاہر ہے کہ عصر کی نماز کا وقت ایک مثل سائے سے شروع ہو جاتا ہے۔ دو مثل سایہ ہو جانے کے بعد یہ ممکن نہیں کہ آدمی چار چھ میل دور جا سکے اور دھوپ ابھی تک خوب تیز باقی رہے۔ اس لیے عصر کے لیے اول وقت ایک مثل سے شروع ہو جاتا ہے۔ جو حضرات ایک مثل کا انکار کرتے ہیں وہ اگر بنظر انصاف ان جملہ احادیث پر غور کریں گے تو ضرور اپنے خیال کی غلطی تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ مگر نظر انصاف درکار ہے۔ اس حدیث کے ذیل میں علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وهو دليل لمذهب مالك والشافعي واحمد والجمهور من العترة وغيرهم القائلين بان اول وقت العصر اذا صار ظل كل شيء مثله وفيه رد لمذهب ابى حنيفة فانه قال: ان اول وقت العصر لايدخل حتى يصير ظل الشيء مثليه۔“(نیل)

یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ عصر کا اول وقت ایک مثل سایہ ہونے پر ہو جاتا ہے۔ اور امام مالک، احمد، شافعی رحمہم اللہ، اور جمہور عترت کا یہی مذہب ہے اور اس حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی تردید ہے جو سایہ دو مثل سے قبل عصر کا وقت نہیں مانتے۔

بَابُ إِثْمِ مَنْ فَاتَتْهُ الْعَصْرُ

باب: نمازِ عصر چھوٹ جانے پر کتنا گناہ ہے

٥٥٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((الَّذِيْ تَفُوْتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلُهُ وَمَالُهُ)). قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: يَتِرَكُمْ وَتَرْتُ الرَّجُلَ إِذَا قَتَلْتَ لَهُ قَتِيْلًا أَوْ أَخَذْتَ مَالَهُ.

[مسلم: ١٤١٧؛ ابوداود: ٤١٤]

(٥٥٢) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک نے نافع کے ذریعہ سے خبر پہنچائی، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس کی نماز عصر چھوٹ گئی گویا اس کا گھر اور مال سب لٹ گیا۔“ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سورۂ محمد میں جو ”یترکم“ کا لفظ آیا ہے وہ ”وتر“ سے نکالا گیا ہے۔ وتر کہتے ہیں کسی شخص کا کوئی آدمی مار ڈالنا یا اس کا مال چھین لینا۔

بَابُ إِثْمِ مَنْ تَرَكَ الْعَصْرَ

باب: نمازِ عصر چھوڑ دینے پر کتنا گناہ ہے

٥٥٣۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيْحِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِيْ غَزْوَةٍ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ غَيْمٍ فَقَالَ: بَكِّرُوْا بِصَلَاةِ الْعَصْرِ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ:

(٥٥٣) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام بن عبداللہ دستوائی نے بیان کیا، کہا ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے ابوقلابہ عبداللہ بن زید سے خبر دی، انہوں نے ابوالملیح سے، کہا ہم بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر جنگ میں تھے۔ ابر و بارش کا دن تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ عصر کی نماز جلدی پڑھ لو۔ کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی،

((مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ)).

[طرفه في: ٥٩٤] [نسائي: ٤٧٣]

اس کا نیک عمل ضائع ہو گیا۔"

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْعَصْرِ

٥٥٤۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ ابْنُ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَالنَّبِيِّ ﷺ فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً، فَقَالَ: ((إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِي رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوْا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا)) ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾ [ق: ٣٩]. قَالَ إِسْمَاعِيلُ: افْعَلُوْا لَا تَفُوْتَنَّكُمْ.

[أطرافه في: ٥٧٣، ٤٨٥١، ٧٤٣٤، ٧٤٣٥، ٧٤٣٦] [مسلم: ١٤٣٤؛ ابوداود: ٤٧٢٩؛ ترمذي: ٢٥٥١]

باب: نماز عصر کی فضیلت کے بیان میں

(۵۵۴) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے مروان بن معاویہ نے، کہا ہم سے اسماعیل بن ابی خالد نے قیس بن ابی حازم سے۔ انہوں نے جریر رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کی خدمت میں موجود تھے۔ آپ نے چاند پر ایک نظر ڈالی پھر فرمایا: "تم اپنے رب کو (آخرت میں) اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو اب دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیکھنے میں تم کو کوئی زحمت بھی نہیں ہوگی، پس اگر تم ایسا کر سکتے ہو کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے والی نماز (فجر) اور سورج غروب ہونے سے پہلے والی نماز (عصر) سے تمہیں کوئی چیز روک نہ سکے تو ایسا ضرور کرو۔" پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "پس اپنے مالک کی حمد و تسبیح کر سورج طلوع ہونے اور غروب ہونے سے پہلے۔" اسماعیل (راوی حدیث) نے کہا کہ (عصر اور فجر کی نمازیں) تم سے چھوٹنے نہ پائیں۔ (ان کا ہمیشہ خاص طور پر دھیان رکھو۔)

٥٥٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((يَتَعَاقَبُوْنَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُوْنَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوْا فِيكُمْ، فَيَسْأَلُهُمْ- وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ - كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُوْلُوْنَ: تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ، وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ)) [أطرافه في: ٣٢٢٣، ٧٤٢٩، ٧٤٨٦] [مسلم: ١٤٣٢؛ نسائي: ٤٨٤]

(۵۵۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان سے، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "رات اور دن میں فرشتوں کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں۔ اور فجر اور عصر کی نمازوں میں (ڈیوٹی پر آنے والوں اور رخصت پانے والوں کا) اجتماع ہوتا ہے۔ پھر تمہارے پاس رہنے والے فرشتے جب اوپر چڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے بہت زیادہ اپنے بندوں کے متعلق جانتا ہے، کہ میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے جب انہیں چھوڑا تو وہ (فجر کی) نماز پڑھ رہے تھے اور ان کے پاس گئے تب بھی وہ (عصر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔"

تشریح: فرشتوں کا یہ جواب ان ہی نیک بندوں کے لئے ہوگا جو نماز پابندی کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ اور جن لوگوں نے نماز کو پابندی کے ساتھ

ادا ہی نہ کیا۔ اللہ کے دربار میں فرشتے ان کے بارے میں کیا کہہ سکیں گے۔ کہتے ہیں کہ ان فرشتوں سے مراد کراماً کاتبین ہی ہیں۔ جو آدمی کی محافظت کرتے ہیں، صبح و شام ان کی بدلی ہوتی رہتی ہے۔ قرطبی نے کہا یہ دو فرشتے ہیں اور پروردگار جو سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس کا ان سے پوچھنا ان کے قائل کرنے کے لیے ہے جو انہوں نے آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت کہا تھا کہ آدم زاد زمین میں خون اور فساد کریں گے۔

بَابُ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوبِ

باب: جو شخص عصر کی ایک رکعت سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے پالے تو اس کی نماز ادا ہوگئی

٥٥٦- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أَدْرَكَ أَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ، وَإِذَا أَدْرَكَ سَجْدَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ)). [طرفاه في: ٥٧٩، ٥٨٠] [نسائي: ٥١٥]

(۵۵٦) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شیبان نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، انہوں نے ابوسلمہ سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر عصر کی نماز کی ایک رکعت بھی کوئی شخص سورج غروب ہونے سے پہلے پالے تو پوری نماز پڑھے (اس کی نماز ادا ہوئی نہ قضا) اسی طرح اگر سورج طلوع ہونے سے پہلے فجر کی نماز کی ایک رکعت بھی پا سکے تو پوری نماز پڑھے۔''

تشریح: اس حدیث کے ذیل حضرت العلام مولانا نواب وحید الزماں خان صاحب رحمہ اللہ کے تشریحی الفاظ یہ ہیں:

''اس پر تمام ائمہ اور علما کا اجماع ہے۔ مگر حنفیوں نے آدھی حدیث کو لیا ہے اور آدھی کو چھوڑ دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عصر کی نماز تو صحیح ہو جائے گی لیکن فجر کی صحیح نہ ہوگی، ان کا قیاس حدیث کے برخلاف ہے اور خود ان ہی کے امام کی وصیت کے مطابق چھوڑ دینے کے لائق ہے۔''

بیہقی میں مزید وضاحت یوں موجود ہے ((من ادرك ركعة من الصبح فليصل اليها اخرى)) جو فجر کی ایک رکعت پالے اور سورج نکل آئے تو وہ دوسری رکعت بھی اس کے ساتھ ملالے اس کی نماز فجر صحیح ہوگی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ويؤخذ من هذا الرد على الطحاوى حيث خص الادراك باحتلام الصبى وطهر الحائض واسلام الكافر ونحوها واراد بذلك نصرة مذهبه فى ان من ادرك من الصبح ركعة تفسد صلوته لانه لايكملها الا فى وقت الكراهة انتهى والحديث يدل على ان من ادرك ركعة من صلوة قبل طلوع الشمس فقد ادرك صلوة الصبح ولاتبطل بطلوعها كما ان من ادرك ركعة من صلوة العصر قبل غروب الشمس فقد ادرك صلوة العصر ولا تبطل بغروبها وبه قال مالك والشافعى واحمد واسحاق وهو الحق۔" (مرعاة المفاتيح، ج:١/ ص:٣٩٨)

اس حدیث مذکور سے امام طحاوی کا رد ہوتا ہے جنہوں نے حدیث مذکور کو اس لڑکے کے ساتھ خاص کیا ہے جو ابھی ابھی بالغ ہوا یا کوئی عورت جو ابھی ابھی حیض سے پاک ہوئی یا کوئی کافر جو ابھی ابھی اسلام لایا اور ان کو فجر کی ایک رکعت سورج نکلنے سے پہلے مل گئی تو گویا یہ حدیث ان کے ساتھ خاص ہے۔ اس تاویل سے امام طحاوی رحمہ اللہ کا مقصد اپنے مذہب کی نصرت کرنا ہے۔ جو یہ ہے کہ جس نے صبح کی ایک رکعت پائی اور پھر سورج طلوع ہوگیا، تو اس کی نماز باطل ہوگئی اور اس لئے کہ وہ اس کی تکمیل مکروہ وقت میں کر رہا ہے۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ عام طور پر ہر شخص مراد ہے جس نے فجر کی ایک رکعت سورج نکلنے سے پہلے پالی اس کو ساری نماز کا ثواب ملے گا اور وہ نماز طلوع شمس سے باطل نہ ہوگی جیسا کہ کسی نے عصر کی ایک رکعت سورج چھپنے سے قبل پالی تو اس نے عصر کی نماز پالی اور وہ غروب شمس سے باطل نہ ہوگی۔ امام شافعی، مالک، احمد و اسحاق رحمہم اللہ سب کا یہی مذہب ہے اور یہی حق ہے۔

٥٥٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ [بْنُ سَعْدٍ]، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّمَا بَقَاؤُكُمْ فِيْمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى غُرُوْبِ الشَّمْسِ، أُوْتِيَ أَهْلُ التَّوْرَاةِ التَّوْرَاةَ فَعَمِلُوْا حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوْا، فَأُعْطُوْا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا، ثُمَّ أُوْتِيَ أَهْلُ الْإِنْجِيْلِ الْإِنْجِيْلَ فَعَمِلُوْا إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ عَجَزُوْا، فَأُعْطُوْا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا، ثُمَّ أُوْتِيْنَا الْقُرْآنَ فَعَمِلْنَا إِلَى غُرُوْبِ الشَّمْسِ، فَأُعْطِيْنَا قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ، فَقَالَ: أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ أَيْ رَبَّنَا أَعْطَيْتَ هٰؤُلَاءِ قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ، وَأَعْطَيْتَنَا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا، وَنَحْنُ كُنَّا أَكْثَرَ عَمَلًا، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ أَجْرِكُمْ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالُوْا: لَا، قَالَ: فَهُوَ فَضْلِي أُوْتِيْهِ مَنْ أَشَاءُ)). [اطرافه في: ٢٢٦٨، ٢٢٦٩، ٣٤٥٩، ٥٠٢١، ٧٤٦٧، ٧٥٣٣]

(۵۵۷) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابراہیم بن سعد نے ابن شہاب سے، انہوں نے سالم بن عبداللہ بن عمر سے انہوں نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے رسول کریم ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے: ''تم سے پہلے کی امتوں کے مقابلہ میں تمہاری زندگی صرف اتنی ہے جتنا عصر سے سورج ڈوبنے تک کا وقت ہوتا ہے۔ تورات والوں کو تورات دی گئی۔ تو انہوں نے اس پر (صبح سے) عمل کیا آدھے دن تک پھر وہ عاجز آ گئے، کام پورا نہ کر سکے، ان لوگوں کو عمل کا بدلہ ایک ایک قیراط (بقول بعض دینار کا ۶/۴ حصہ اور بعض کے قول کے مطابق دینار کا بیسواں حصہ) دیا گیا۔ پھر انجیل والوں کو انجیل دی گئی، انہوں نے (آدھے دن سے) عصر تک اس پر عمل کیا، اور وہ بھی عاجز آ گئے۔ ان کو بھی ایک ایک قیراط ان کے عمل کا بدلہ دیا گیا۔ پھر (عصر کے وقت) ہم کو قرآن ملا۔ ہم نے اس پر سورج غروب ہونے تک عمل کیا (اور کام پورا کر دیا) ہمیں دو دو قیراط ثواب ملا۔ اس پر ان دونوں کتاب والوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! انہیں تو آپ نے دو دو قیراط دیئے اور ہمیں صرف ایک ایک قیراط۔ حالانکہ عمل ہم نے ان سے زیادہ کیا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: تو کیا میں نے اجر دینے میں تم پر کچھ ظلم کیا انہوں نے عرض کی کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر یہ (زیادہ اجر دینا) میرا فضل ہے جسے چاہوں دے سکتا ہوں۔''

تشریح: اس حدیث سے حنفیہ نے یہ دلیل لی ہے کہ عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہے ورنہ جو وقت ظہر سے عصر تک ہے وہ اس وقت سے زیادہ نہیں ٹھہرے گا جو عصر سے غروب آفتاب تک ہے، حالانکہ مخالف یہ کہہ سکتا ہے کہ حدیث میں عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک کا وقت اس وقت سے کم رکھا گیا ہے جو دوپہر دن سے عصر کی نماز تک ہے۔ اور اگر ایک مثل سایہ پر عصر کی نماز ادا کی جائے جب بھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سے غروب تک کا جو وقت ہوگا وہ دوپہر سے تا بفراغت از نماز عصر کم ہوگا، کیونکہ نماز کے لیے اذان ہوگی، لوگ جمع ہوں گے، وضو کریں گے، سنتیں پڑھیں گے، اس کے علاوہ حدیث کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کا وقت یہود و نصاریٰ کے مجموعی وقت سے کم تھا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں لائے اس کی مناسبت بیان کرنا مشکل ہے، حافظ نے کہا اس سے اور اس کے بعد والی حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ کبھی عمل کے ایک جزو پر پوری مزدوری ملتی ہے اسی طرح جو کوئی فجر یا عصر کی ایک رکعت پالے، اس کو بھی اللہ ساری نماز وقت پر پڑھنے کا ثواب دے سکتا ہے۔ (اس حدیث میں مسلمانوں کا ذکر بھی ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ) کام تو کیا صرف عصر سے مغرب تک، لیکن سارے دن کی مزدوری ملی۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے شرط پوری کی، شام تک کام کیا، اور کام کو پورا کیا۔ آگے دو گروہوں نے اپنا نقصان آپ کیا۔ کام کو ادھورا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ محنت مفت گئی۔

تشریح: یہ مثالیں یہود ونصاریٰ اور مسلمانوں کی ہیں۔ یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانا اور تورات پر چلے لیکن اس کے بعد انجیل مقدس اور قرآن شریف سے منحرف ہوگئے۔ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد علیہما السلام کو انہوں نے نہ مانا اور نصاریٰ نے انجیل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانا لیکن قرآن اور محمد ﷺ سے منحرف ہوگئے تو ان دونوں فرقوں کی محنت برباد ہوگئی۔ آخرت میں جو اجر ملنے والا تھا، اس سے محروم رہے۔ آخر زمانہ میں مسلمان آئے اور انہوں نے تھوڑی سی مدت کام کیا۔ مگر کام کو پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی سب کتابوں اور سب نبیوں کو مانا، لہٰذا سارا ثواب ان ہی کے حصہ میں آ گیا۔ ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾ (٦٢/ الجمعة: ٤) (از حضرت مولانا وحید الزماں خان صاحب محدث حیدر آبادی رحمہ اللہ)

٥٥٨ـ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَثَلُ الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَعْمَلُونَ لَهُ عَمَلاً إِلَى اللَّيْلِ، فَعَمِلُوا إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ، فَقَالُوا: لَا حَاجَةَ لَنَا إِلَى أَجْرِكَ، فَاسْتَأْجَرَ آخَرِينَ فَقَالَ: أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ، وَلَكُمُ الَّذِي شَرَطْتُ، فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا كَانَ حِينَ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَالُوا: لَكَ مَا عَمِلْنَا فَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا فَعَمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ، فَاسْتَكْمَلُوا أَجْرَ الْفَرِيقَيْنِ)). [طرفه في: ٢٢٧١]

(۵۵۸) ہم سے ابوکریب محمد بن علا نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے برید بن عبداللہ کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے ابوبردہ عامر بن عبداللہ سے، انہوں نے اپنے باپ ابوموسیٰ اشعری عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: "مسلمانوں اور یہود ونصاریٰ کی مثال ایک ایسے شخص کی سی ہے کہ جس نے کچھ لوگوں سے مزدوری پر رات تک کام کرنے کے لیے کہا۔ انہوں نے آدھے دن کام کیا۔ پھر جواب دے دیا کہ ہمیں تمہاری اجرت کی ضرورت نہیں، (یہ یہود تھے) پھر اس شخص نے دوسرے مزدور بلائے، اور ان سے کہا کہ دن کا جو حصہ باقی بچ گیا ہے (یعنی آدھا دن) اسی کو پورا کردو شرط کے مطابق مزدوری تمہیں ملے گی۔ انہوں نے بھی کام شروع کیا لیکن عصر تک وہ بھی جواب دے بیٹھے۔ (یہ نصاریٰ تھے) پس اس تیسرے گروہ نے (جو اہل اسلام ہیں) پہلے دو گروہوں کے کام کی پوری مزدوری لے لی۔"

تشریح: اس حدیث کو پچھلی حدیث کی روشنی میں سمجھنا ضروری ہے۔ جس میں ذکر ہوا کہ یہود ونصاریٰ نے تھوڑا کام کیا اور بعد میں باغی ہوگئے۔ پھر بھی ان کو ایک ایک قیراط کے برابر ثواب دیا گیا۔ اور امت محمدیہ نے وفادارانہ طور پر اسلام کو قبول کیا اور تھوڑے وقت کام کیا، پھر بھی ان کو دوگنا اجر ملا، یہ اللہ کا فضل ہے، امت محمدیہ اپنی آمد کے لحاظ سے آخر وقت میں آئی، اسی کو عصر تا مغرب تعبیر کیا گیا ہے۔

بَابُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ

باب: مغرب کی نماز کے وقت کا بیان

وَقَالَ عَطَاءٌ: يَجْمَعُ الْمَرِيضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

اور عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ مریض عشاء اور مغرب دونوں کو ایک ساتھ جمع کر لے گا۔

٥٥٩ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو النَّجَاشِيِّ اِسْمُهُ عَطَاءُ بْنُ صُهَيْبٍ، مَوْلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ يَقُولُ: كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ

(۵۵۹) ہم سے محمد بن مہران نے بیان کیا، کہا ہم سے ولید بن مسلمہ نے، انہوں نے کہا ہم سے عبدالرحمن بن عمرو اوزاعی نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابو النجاشی نے بیان کیا، ان کا نام عطاء بن صہیب تھا اور یہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رافع بن خدیج سے سنا، آپ نے فرمایا کہ ہم مغرب کی نماز نبی کریم ﷺ کے ساتھ پڑھ کر جب واپس

فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ. [مسلم: ١٤٤١، ١٤٤٢؛ ابن ماجه: ٦٨٧]

ہوتے اور تیراندازی کرتے (تو اتنا اجالا باقی رہتا تھا کہ) ایک شخص اپنے تیر گرنے کی جگہ کو دیکھتا تھا۔

تشریح: حدیث سے ظاہر ہوا کہ مغرب کی نماز سورج ڈوبنے پر فوراً ادا کر لی جایا کرتی تھی۔ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مغرب کی جماعت سے پہلے صحابہ دو رکعت سنت بھی پڑھا کرتے تھے، پھر فوراً جماعت کھڑی کی جاتی اور نماز سے فراغت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعض دفعہ تیراندازی کی مشق بھی کیا کرتے تھے۔ اور اس وقت اتنا اجالا رہتا تھا کہ وہ اپنے تیر گرنے کی جگہ کو دیکھ سکتے تھے۔ مسلمانوں میں مغرب کی نماز اول وقت پڑھنا تو سنت متوارثہ ہے۔ مگر صحابہ کی دوسری سنت یعنی تیراندازی کو وہ اس طرح بھول گئے، گویا یہ کوئی کام ہی نہیں۔ حالانکہ تعلیمات اسلامی کی رو سے سپاہیانہ فنون کی تعلیمات بھی مذہبی مقام رکھتی ہیں۔

٥٦٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: قَدِمَ الْحَجَّاجُ فَسَأَلْنَا جَابِرَ ابْنَ عَبْدِاللَّهِ فَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ، وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ، وَالْعِشَاءَ أَحْيَانًا وَأَحْيَانًا، إِذَا رَآهُمُ اجْتَمَعُوا عَجَّلَ، وَإِذَا رَآهُمْ أَبْطَأُوْا أَخَّرَ، وَالصُّبْحَ ـكَانُوْاـ أَوْكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيهَا بِغَلَسٍ. [طرفه في: ٥٦٥] [مسلم: ١٤٦٠، ١٤٦١؛ ابوداود: ٣٩٧؛ نسائي: ٥٢٦]

(۵۶۰) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن جعفر نے، کہا ہم سے شعبہ بن حجاج نے سعد بن ابراہیم سے، انہوں نے محمد بن عمرو بن حسن بن علی سے، انہوں نے کہا کہ حجاج کا زمانہ آیا (اور وہ نماز دیر کر کے پڑھایا کرتا تھا اس لیے) ہم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ ظہر کی نماز ٹھیک دوپہر میں پڑھایا کرتے تھے۔ ابھی سورج صاف اور روشن ہوتا تو نماز عصر پڑھاتے۔ نماز مغرب وقت آتے ہی پڑھاتے اور نماز عشاء کو کبھی جلدی پڑھاتے اور کبھی دیر سے۔ جب دیکھتے کہ لوگ جمع ہو گئے ہیں تو جلدی پڑھا دیتے۔ اور اگر لوگ جلدی جمع نہ ہوتے تو نماز میں دیر کرتے۔ (اور لوگوں کا انتظار کرتے) اور صبح کی نماز صحابہ رضی اللہ عنہم یا (یہ کہا کہ) نبی ﷺ اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

٥٦١۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ، قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ. [مسلم: ١٤٤٠؛ ابوداود: ٤١٧؛ ترمذي: ١٦٤؛ ابن ماجه: ٦٨٨]

(۵۶۱) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے، فرمایا کہ ہم نماز مغرب نبی ﷺ کے ساتھ اس وقت پڑھتے تھے جب سورج پردے میں چھپ جاتا۔

٥٦٢۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ سَبْعًا جَمِيعًا وَثَمَانِيًا جَمِيعًا. [راجع: ٥٤٣]

(۵۶۲) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، کہا میں نے جابر بن زید سے سنا، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے سے بیان کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے سات رکعات (مغرب اور عشاء کی) ایک ساتھ اور آٹھ رکعات (ظہر اور عصر کی نمازیں) ایک ساتھ پڑھیں۔

بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يُقَالَ: لِلْمَغْرِبِ: الْعِشَاءُ

باب: اس کے بارے میں جس نے مغرب کو عشاء کہنا مکروہ جانا

٥٦٣۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ۔ هُوَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو۔ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ، عَنِ الْحُسَيْنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ الْمُزَنِيُّ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَغْلِبَنَّكُمُ الْأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَاتِكُمُ الْمَغْرِبِ)) قَالَ: وَيَقُوْلُ الْأَعْرَابُ: هِيَ الْعِشَاءُ.

(٥٦٣) ہم سے ابومعمر نے بیان کیا، جو عبداللہ بن عمرو ہیں، کہا ہم سے عبدالوارث بن سعید نے حسین بن ذکوان سے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن بریدہ نے بیان کیا، کہا مجھ سے عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایسا نہ ہو کہ ''مغرب'' کی نماز کے نام کے لیے اعراب (یعنی دیہاتی لوگوں) کا محاورہ تمہاری زبانوں پر چڑھ جائے۔'' عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے کہا یا خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بدوی مغرب کو عشاء کہتے تھے۔

تشریح: بدوی لوگ نماز مغرب کو عشاء اور نماز عشاء کو عتمہ سے موسوم کرتے تھے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بدویوں کی اصطلاح غالب نہ ہونی چاہیے۔ بلکہ ان کو مغرب اور عشاء ہی کے ناموں سے پکارا جائے۔ عتمہ وہ باقی دودھ جو اونٹنی کے تھن میں رہ جاتا اور تھوڑی رات گزرنے کے بعد اسے نکالتے۔ بعض نے کہا عتمہ کے معنی رات کی تاریکی تک دیر کرنا چونکہ اس نماز عشاء کا یہی وقت ہے۔ اس لیے اسے عتمہ کہا گیا۔ بعض مواقع پر نماز عشاء کو صلوٰۃ عتمہ سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے اسے درجہ جواز دیا گیا۔ مگر بہتر یہی ہے کہ لفظ عشاء ہی سے یاد کیا جائے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت آپ نے اس خیال سے کی کہ عشاء کے معنی لغت میں تاریکی کے ہیں اور یہ شفق ڈوبنے کے بعد ہوتی ہے۔ پس اگر مغرب کا نام عشاء پڑ جائے تو احتمال ہے کہ آیندہ لوگ مغرب کا وقت شفق ڈوبنے کے بعد سمجھنے لگیں۔

بَابُ ذِكْرِ الْعِشَاءِ وَالْعَتَمَةِ وَمَنْ رَآهُ وَاسِعًا

باب: عشاء اور عتمہ کا بیان اور جو یہ دونوں نام لینے میں کوئی حرج نہیں خیال کرتے

وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَثْقَلُ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ الْعِشَاءُ وَالْفَجْرُ)) وَقَالَ: ((لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالْفَجْرِ)) قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: وَالْإِخْتِيَارُ أَنْ يَقُوْلَ: الْعِشَاءُ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ﴾ [النور:٥٨] وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي مُوْسَى قَالَ: كُنَّا نَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ ﷺ عِنْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ فَأَعْتَمَ بِهَا. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةُ: أَعْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْعِشَاءِ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ عَائِشَةَ: أَعْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْعَتَمَةِ. وَقَالَ جَابِرٌ: كَانَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کر کے فرمایا: ''منافقین پر عشاء اور فجر تمام نمازوں سے زیادہ بھاری ہیں۔'' اور آپ نے فرمایا: ''کاش! وہ سمجھ سکتے کہ عتمہ (عشاء اور فجر کی نمازوں) میں کتنا ثواب ہے۔'' ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ عشاء کہنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ﴾ (میں قرآن نے اس کا نام عشاء رکھ دیا ہے) ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے عشاء کی نماز نبی ﷺ کی مسجد میں پڑھنے کے لیے باری مقرر کر لی تھی۔ ایک مرتبہ آپ نے اسے بہت رات گئے پڑھا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ نے نماز عشاء دیر سے پڑھی۔ بعض نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ''عتمہ'' کو

النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْعِشَاءَ. وَقَالَ أَبُو بَرْزَةَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُؤَخِّرُ الْعِشَاءَ. وَقَالَ أَنَسٌ: أَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو أَيُّوبَ وَابْنُ عَبَّاسٍ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ.

دیر سے پڑھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ "عشاء" پڑھتے تھے۔ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ عشاء میں دیر کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ آخری عشاء کو دیر میں پڑھتے تھے۔ ابن عمر، ابو ایوب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے مغرب اور عشاء پڑھی۔

تشریح: امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے ان جملہ احادیث اور آثار کو یہاں اس غرض سے نقل کیا ہے کہ بہتر ہے عشاء کو لفظ عشاء سے ہی موسوم کیا جائے۔ اس پر بھی اگر کسی نے لفظ عتمہ اس کے لیے استعمال کر لیا تو یہ بھی درجہ جواز میں ہے۔ صحابہ کرام کا عام معمول تھا وہ نبی کریم ﷺ کی ہدایات سے آگاہ رہنا اپنے لیے ضروری خیال کرتے تھے، جو حضرات مسجد نبوی سے دور دراز سکونت رکھتے تھے، انہوں نے آپس میں باری مقرر کر رکھی تھی۔ جو بھی حاضر دربار رسالت ہوتا، دیگر صحابہ ان سے حالات معلوم کر لیا کرتے تھے۔ ابو موسیٰ اشعری بھی ان ہی میں سے تھے۔ یہ ہجرت حبشہ سے واپسی کے بعد مدینہ میں کافی فاصلہ پر سکونت پذیر ہوئے اور انہوں نے اپنے پڑوسیوں سے مل کر دربار رسالت میں حاضری کی باری مقرر کر لی تھی۔ آپ نے ایک رات نماز عشاء دیر سے پڑھے جانے کا ذکر کیا۔ اور اس کے لئے لفظ اعتم استعمال کیا جس کا مطلب یہ کہ آپ نے دیر سے اس نماز کو ادا فرمایا۔ بعض کتابوں میں تاخیر کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ آپ مسلمانوں کے بعض معاملات کے بارے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرما رہے تھے، اس لیے تاخیر ہو گئی۔

٥٦٤۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: سَالِمٌ أَخْبَرَنِي عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ لَيْلَةً صَلَاةَ الْعِشَاءِ. وَهِيَ الَّتِي يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ. ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ: ((أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ)). [راجع: ١١٦]

(۵۶۴) ہم سے عبدان عبداللہ بن عثمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں یونس بن یزید نے خبر دی زہری سے کہ سالم نے یہ کہا کہ مجھے (میرے باپ) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ایک رات نبی ﷺ نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی۔ یہی جسے لوگ عتمہ کہتے ہیں۔ پھر ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "تم اس رات کو یاد رکھنا۔ آج جو لوگ زندہ ہیں ایک سو سال کے گزرنے تک روئے زمین پر ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔"

تشریح: یعنی سو برس میں جتنے لوگ آج زندہ ہیں سب مر جائیں گے۔ اور نئی نسل ظہور میں آتی رہے گی۔ سب سے آخری صحابی ابو الطفیل عامر بن واثلہ ہیں۔ جن کا انتقال ۱۱۰ھ میں ہوا۔ (رضی اللہ عنہ) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے خضر علیہ السلام کی وفات پر بھی دلیل پکڑی ہے۔

بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِذَا اجْتَمَعَ النَّاسُ أَوْ تَأَخَّرُوا

باب: نماز عشاء کا وقت جب لوگ (جلدی) جمع ہو جائیں یا جمع ہونے میں دیر کریں

٥٦٥۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ

(۵۶۵) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان، کہا ہم سے شعبہ بن حجاج نے سعد بن ابراہیم سے بیان کیا، وہ محمد بن عمرو سے جو حسن بن علی بن ابی طالب

مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو- وَهُوَ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ- قَالَ: سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ عَنْ صَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ، وَالْعِشَاءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ، وَإِذَا قَلُّوْا أَخَّرَ، وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ. [راجع :٥٦٠]

کے بیٹے ہیں، فرمایا کہ ہم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے نبی ﷺ کی نماز کے بارے میں دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا: آپ نماز ظہر دوپہر میں پڑھتے تھے۔ اور جب عصر پڑھتے تو سورج صاف اور روشن ہوتا۔ مغرب کی نماز واجب ہوتے ہی ادا فرماتے، اور ''عشاء'' میں اگر لوگ جلدی جمع ہوجاتے تو جلدی پڑھ لیتے اور اگر آنے والوں کی تعداد کم ہوتی تو دیر کرتے۔ اور صبح کی نماز منہ اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ باب اور ان میں آمدہ احادیث سے ان لوگوں کی تردید کی ہے جو کہتے ہیں کہ عشاء کی نماز اگر جلدی ادا کی جائے تو اسے عشاء ہی کہیں گے اور اگر دیر سے ادا کی جائے تو اسے عتمہ کہیں گے، گویا ان لوگوں نے دونوں روایتوں میں تطبیق دی ہے۔ اور ان پر رد اس طرح ہوا کہ ان احادیث میں دونوں حالتوں میں اسے عشاء ہی کہا گیا۔

بَابُ فَضْلِ الْعِشَاءِ

باب: نماز عشاء (کے لیے انتظار کرنے) کی فضیلت

٥٦٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ، وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يَفْشُوَ الإِسْلَامُ، فَلَمْ يَخْرُجْ حَتَّى قَالَ عُمَرُ: نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ. فَخَرَجَ، فَقَالَ لِأَهْلِ الْمَسْجِدِ: ((مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ غَيْرُكُمْ)). [أطرافه في:٥٦٩، ٨٦٢، ٨٦٤] [مسلم: ١٤٤٤؛ نسائي: ٤٨١]

(٥٦٦) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے عقیل کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے عروہ سے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ ایک رات رسول کریم ﷺ نے عشاء کی نماز دیر سے پڑھی۔ یہ اسلام کے پھیلنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ اس وقت باہر تشریف نہیں لائے جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نہ فرمایا کہ عورتیں اور بچے سو گئے پس آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ''تمہارے علاوہ دنیا میں کوئی بھی انسان اس نماز کا انتظار نہیں کرتا۔''

تشریح: یعنی اس وقت تک مدینہ کے سوا اور کہیں مسلمان نہ تھے، یا یہ کہ ایسی شان والی نماز کے انتظار کا ثواب اللہ نے صرف امت محمدیہ ہی کی قسمت میں رکھا ہے۔

٥٦٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوْسَى، قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَأَصْحَابِي الَّذِيْنَ قَدِمُوْا مَعِي فِي السَّفِيْنَةِ نُزُوْلًا فِيْ بَقِيْعِ بُطْحَانَ - وَالنَّبِيُّ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ - فَكَانَ

(٥٦٧) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے برید کے واسطہ سے، انہوں نے ابو بردہ سے انہوں نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے، آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ان ساتھیوں کے ساتھ جو کشتی میں میرے ساتھ (حبشہ سے) آئے تھے ''بقیع بطحان'' میں قیام کیا۔ اس وقت نبی ﷺ مدینہ میں تشریف رکھتے تھے۔ ہم میں سے کوئی نہ کوئی عشاء کی نماز

يَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ ﷺ عِنْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ كُلَّ لَيْلَةٍ نَفَرٌ مِنْهُمْ، فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ ﷺ أَنَا وَأَصْحَابِي وَلَهُ بَعْضُ الشُّغْلِ فِي بَعْضِ أَمْرِهِ فَأَعْتَمَ بِالصَّلَاةِ حَتَّى ابْهَارَّ اللَّيْلُ، ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَصَلَّى بِهِمْ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ لِمَنْ حَضَرَهُ: ((عَلَى رِسْلِكُمْ، أَبْشِرُوْا إِنَّ مِنْ نِعْمَةِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ غَيْرُكُمْ)) أَوْ قَالَ: ((مَا صَلَّى هَذِهِ السَّاعَةَ أَحَدٌ غَيْرُكُمْ)) لَا يَدْرِيْ أَيَّ الْكَلِمَتَيْنِ قَالَ قَالَ أَبُوْ مُوْسَى: فَرَجَعْنَا فَرِحَ بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ.
[مسلم: ١٤٥١]

میں روزانہ باری مقرر کر کے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اتفاق سے میں اور میرے ایک ساتھی ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اپنے کسی کام میں مشغول تھے۔ (کسی ملی معاملہ میں آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گفتگو فرما رہے تھے) جس کی وجہ سے نماز میں دیر ہوگئی اور تقریباً آدھی رات گزر گئی۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔ نماز پوری کر چکے تو حاضرین سے فرمایا کہ ”اپنی اپنی جگہ پر وقار کے ساتھ بیٹھے رہو اور ایک خوشخبری سنو۔ تمہارے سوا دنیا میں کوئی بھی ایسا آدمی نہیں جو اس وقت نماز پڑھتا ہو۔“ یا آپ نے یہ فرمایا: ”تمہارے سوا اس وقت کسی (امت) نے بھی نماز نہیں پڑھی تھی۔“ یہ یقین نہیں کہ آپ نے ان دو جملوں میں سے کون سا جملہ کہا تھا۔ پھر راوی نے کہا کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ پس ہم نبی کریم ﷺ سے یہ سن کر بہت ہی خوش ہو کر لوٹے۔

تشریح: ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ہجرت حبشہ سے واپسی کے بعد بقیع بطحان میں قیام فرمایا۔ بقیع ہر اس جگہ کو کہا جاتا تھا، جہاں مختلف قسم کے درخت وغیرہ ہوتے۔ بطحان نام کی وادی مدینہ کے قریب ہی تھی۔

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امم سابقہ میں عشاء کی نماز نہ تھی اس لئے آپ نے اپنی امت کو یہ بشارت فرمائی جسے سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ مدینہ شریف کی دیگر مساجد میں لوگ نماز عشاء سے فارغ ہو چکے لیکن مسجد نبوی کے نمازی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے اس لئے ان کو یہ فضیلت حاصل ہوئی۔ بہر حال عشاء کی نماز کے لئے تاخیر مطلوب ہے۔ ایک حدیث میں آپ نے فرمایا کہ ”اگر میری امت پر شاق نہ گزرتا تو میں عشاء کی نماز تہائی رات گزرنے پر ہی پڑھا کرتا۔“

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ

باب: اس بیان میں کہ نماز عشاء پڑھنے سے پہلے سونا ناپسند ہے

٥٦٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا. [راجع: ٥٤١]

(۵۶۸) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا ابوالمنہال سے، انہوں نے ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء سے پہلے سونے اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔

[ابوداود: ١٦٨؛ ترمذي: ١٦٨؛ ابن ماجه: ٧٠١]

تشریح: جب خطرہ ہو کہ عشاء کے پہلے سونے سے نماز باجماعت چلی جائے گی تو سونا جائز نہیں۔ ہر دو احادیث میں سے جو آگے آرہی ہیں، یہی تطبیق بہتر ہے۔

بَابُ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ لِمَنْ غُلِبَ

باب: اگر نیند کا غلبہ ہو جائے تو عشاء سے پہلے بھی سونا درست ہے

٥٦٩- حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُوْ بَكْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ، قَالَ صَالِحُ ابْنُ كَيْسَانَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْعِشَاءِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ: الصَّلَاةَ، نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ. فَخَرَجَ، فَقَالَ: ((مَا يَنْتَظِرُهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَحَدٌ غَيْرُكُمْ)) قَالَ: وَلَا تُصَلَّى يَوْمَئِذٍ إِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ، قَالَ: وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْمَا بَيْنَ أَنْ يَغِيْبَ الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ. [راجع: ٥٦٦]

(۵۶۹) ہم سے ایوب بن سلیمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوبکر نے سلیمان سے، ان سے صالح بن کیسان نے بیان کیا کہ مجھے ابن شہاب نے عروہ سے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ عشاء کی نماز میں دیر فرمائی۔ یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ نے پکارا، نماز! عورتیں اور بچے سب سو گئے۔ تب آپ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے، آپ نے فرمایا: ''روئے زمین پر تمہارے علاوہ اور کوئی اس نماز کا انتظار نہیں کرتا۔'' راوی نے کہا: اس وقت یہ نماز (باجماعت) مدینہ کے سوا اور کہیں نہیں پڑھی جاتی تھی۔ صحابہ اس نماز کو شام کی سرخی کے غائب ہونے کے بعد رات کے پہلے تہائی حصہ تک (کسی وقت بھی) پڑھتے تھے۔

تشریح: امیر الدنیا فی الحدیث رحمۃ اللہ علیہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ عشاء سے پہلے سونا یا اس کے بعد بات چیت اس لئے ناپسند ہے کہ پہلے سونے میں عشاء کی نماز کے فوت ہونے کا خطرہ ہے اور دیر تک بات چیت کرنے میں صبح کی نماز فوت ہونے کا خطرہ ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ان خطرات سے بچ سکے تو اس کے لئے عشاء سے پہلے سونا بھی جائز اور بعد میں بات چیت بھی جائز جیسا کہ روایات واردہ سے ظاہر ہے۔ اور حدیث میں یہ جو فرمایا کہ ''تمہارے سوا اس نماز کا کوئی انتظار نہیں کرتا۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلی امتوں میں کسی بھی امت پر اس نماز کو فرض نہیں کیا گیا، یہ نماز اہل اسلام ہی کے لئے مقرر کی گئی یا یہ مطلب ہے کہ مدینہ کی دوسری مساجد میں سب لوگ اول وقت ہی پڑھ کر سو گئے ہیں۔ صرف تم ہو جو کہ ابھی تک اس کا انتظار کر رہے ہو۔

٥٧٠- حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً، فَأَخَّرَهَا حَتَّى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ((لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ)) وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُبَالِي أَقَدَّمَهَا أَمْ أَخَّرَهَا إِذَا كَانَ لَا يَخْشَى أَنْ يَغْلِبَهُ النَّوْمُ عَنْ وَقْتِهَا، وَقَدْ كَانَ يَرْقُدُ قَبْلَهَا.

(۵۷۰) ہم سے محمود نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے نافع نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات کسی کام میں مشغول ہو گئے اور بہت دیر کی۔ ہم (نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے) مسجد ہی میں سو گئے، پھر ہم بیدار ہوئے، پھر ہم سو گئے، پھر ہم بیدار ہوئے۔ پھر نبی کریم ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا: ''دنیا کا کوئی شخص بھی تمہارے سوا اس نماز کا انتظار نہیں کرتا۔'' اگر نیند کا غلبہ نہ ہوتا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز عشاء کو پہلے پڑھنے یا بعد میں پڑھنے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ کبھی نماز عشاء سے پہلے آپ سو بھی لیتے تھے۔

[مسلم: ١٤٤٧؛ ابوداود: ١٩٩]

٥٧١۔ قَالَ: ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ فَقَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُوْلُ: أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ حَتَّى رَقَدَ النَّاسُ وَاسْتَيْقَظُوْا، وَرَقَدُوْا وَاسْتَيْقَظُوْا، فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: الصَّلَاةَ. قَالَ عَطَاءٌ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَخَرَجَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ الْآنَ، يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً، وَاضِعًا يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ فَقَالَ: ((لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُصَلُّوْهَا هَكَذَا)) فَاسْتَثْبَتُّ عَطَاءً: كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رَأْسِهِ يَدَهُ كَمَا أَنْبَأَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ؟ فَبَدَّدَ لِي عَطَاءٌ بَيْنَ أَصَابِعِهِ شَيْئًا مِنْ تَبْدِيْدٍ، ثُمَّ وَضَعَ أَطْرَافَ أَصَابِعِهِ عَلَى قَرْنِ الرَّأْسِ، ثُمَّ ضَمَّهَا، يُمِرُّهَا كَذَلِكَ عَلَى الرَّأْسِ حَتَّى مَسَّتْ إِبْهَامُهُ طَرَفَ الْأُذُنِ مِمَّا يَلِي الْوَجْهَ عَلَى الصُّدْغِ، وَنَاحِيَةِ اللِّحْيَةِ، لَا يَقْصُرُ وَلَا يَبْطِشُ إِلَّا كَذَلِكَ، وَقَالَ: ((لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُصَلُّوْا هَكَذَا)).

[طرفه في: ٧٢٣٩] [مسلم: ١٤٥٢؛ نسائي: ٥٣٠، ٥٣١]

(۵۷۱) ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطاء سے معلوم کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک رات عشاء کی نماز میں دیر کی جس کے نتیجہ میں لوگ (مسجد ہی میں) سو گئے۔ پھر بیدار ہوئے پھر سو گئے، پھر بیدار ہوئے۔ آخر میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اٹھے اور پکارا: نماز! عطاء نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ اس کے بعد نبی ﷺ گھر سے تشریف لائے۔ وہ منظر میری نگاہوں کے سامنے ہے جب کہ آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور آپ ہاتھ سر پر رکھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ "اگر میری امت کے لیے مشکل نہ ہو جاتی، تو میں انہیں حکم دیتا کہ عشاء کی نماز کو اسی وقت پڑھیں۔" میں نے عطاء سے مزید تحقیق چاہی کہ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ سر پر رکھنے کی کیفیت کیا تھی؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں اس سلسلے میں کس طرح خبر دی تھی۔ اس پر حضرت عطاء نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں تھوڑی سی کھول دیں اور انہیں سر کے ایک کنارے پر رکھا پھر انہیں ملا کر یوں سر پر پھیرنے لگے کہ ان کا انگوٹھا کان کے اس کنارے سے جو چہرے سے قریب ہے اور داڑھی سے جا لگا۔ نہ سستی کی اور نہ جلدی بلکہ اس طرح کیا، اور کہا کہ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر میری امت پر مشکل نہ گزرتی تو میں حکم دیتا کہ اس نماز کو اسی وقت پڑھا کریں۔"

تشریح: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تاخیر کی وجہ سے نماز سے پہلے سو گئے۔ پس معلوم ہوا کہ ایسے وقت میں نماز عشاء سے پہلے سونا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ نماز عشاء با جماعت پڑھی جا سکے۔ جیسا کہ یہاں صحابہ کرام کا عمل منقول ہے یہی باب کا مقصد ہے۔

((لایقصر)) کا مطلب یہ کہ جیسے میں ہاتھ پھیر رہا ہوں اسی طرح پھیرا نہ اس سے جلدی پھیرا نہ اس سے دیر میں۔ بعض نسخوں میں لفظ ((لا یعصر)) ہے تو ترجمہ یوں ہوگا: نہ بالوں کو نچوڑتے نہ ہاتھ میں پکڑتے بلکہ اسی طرح کرتے۔ یعنی انگلیوں سے بالوں کو دبا کر پانی نکال رہے تھے۔

بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ

باب: اس بارے میں کہ عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات تک رہتا ہے

وَقَالَ أَبُو بَرْزَةَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَسْتَحِبُّ تَأْخِيرَهَا.

اور ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ اس میں دیر کرنا پسند فرمایا کرتے تھے۔

تشریح: یہ اس حدیث کا ٹکڑا ہے جو اوپر باب وقت العصر میں موصولاً گزر چکی ہے۔

٥٧٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحِيمِ الْمُحَارِبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ صَلَّى ثُمَّ قَالَ: ((قَدْ صَلَّى النَّاسُ وَنَامُوا، أَمَا إِنَّكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُوهَا)) وَزَادَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ سَمِعَ أَنَسًا كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ خَاتَمِهِ لَيْلَتَئِذٍ.

[أطرافه في: ٦٠٠، ٦٦١، ٨٤٧، ٥٨٦٩]

[مسلم: ١٤٤٨]

(۵۷۲) ہم سے عبدالرحیم محاربی نے بیان کیا، کہا ہم سے زائدہ نے حمید طویل سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے (ایک دن) عشاء کی نماز آدھی رات گئے پڑھی اور فرمایا کہ "دوسرے لوگ نماز پڑھ کر سو گئے ہوں گے۔ (یعنی دوسری مساجد میں پڑھنے والے مسلمان) اور تم لوگ جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے (گویا سارے وقت) نماز ہی پڑھتے رہے۔" ابن مریم نے اس میں یہ زیادہ کیا کہ ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی۔ کہا مجھ سے حمید طویل نے بیان کیا، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ سنا، گویا اس رات آپ کی انگوٹھی کی چمک کا نقشہ اس وقت بھی میری نظروں کے سامنے چمک رہا ہے۔

تشریح: ابن مریم کی اس تعلیق کے بیان کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ حمید کا سماع حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صراحتاً ثابت ہو جائے۔

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ

باب: نماز فجر کی فضیلت کے بیان میں

٥٧٣۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَيْسٌ، قَالَ: قَالَ لِي جَرِيرُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ: ((أَمَا إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا، لَا تُضَامُّونَ - أَوْ لَا تُضَاهُونَ - فِي رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا)). ثُمَّ قَالَ: ((﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا﴾))

[طه: ١٣٠] قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: زَادَ ابْنُ شِهَابٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ:

(۵۷۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے اسماعیل سے، کہا ہم سے قیس نے بیان کیا، کہا مجھ سے جریر بن عبداللہ نے بیان کیا، کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے چاند کی طرف نظر اٹھائی جو چودھویں رات کا تھا۔ پھر فرمایا: "تم لوگ بے ٹوک اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو (اسے دیکھنے میں تم کو کسی قسم کی بھی مزاحمت نہ ہوگی) یا یہ فرمایا کہ تمہیں اس کے دیدار میں مطلق شبہ نہ ہوگا اس لیے اگر تم سے سورج کے طلوع اور غروب سے پہلے (فجر اور عصر) کی نمازوں کے پڑھنے میں کوتاہی نہ ہو سکے تو ایسا ضرور کرو۔" (کیونکہ ان ہی کے طفیل دیدار الٰہی نصیب ہوگا یا ان ہی وقتوں میں یہ رؤیت ملے گی) پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "پس اپنے رب کی حمد کی تسبیح پڑھ سورج کے نکلنے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے"۔ امام ابوعبداللہ بخاری رحمہ اللہ

((سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا)). [راجع :٥٥٤]

نے کہا کہ ابن شہاب نے اسماعیل کے واسطہ سے جو قیس سے بواسطہ جریر (راوی ہیں) یہ زیادتی نقل کی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے رب کو صاف دیکھو گے۔''

تشریح: جامع صغیر میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عصر اور فجر کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ دیدار الٰہی ان ہی وقتوں کے اندازے پر حاصل ہوگا۔

٥٧٤- حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُوْ جَمْرَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوْسَى، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ)) وَقَالَ: ابْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِاللَّهِ بْنِ قَيْسٍ أَخْبَرَهُ بِهَذَا.

(۵۷۴) ہم سے ہدبہ بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوجمرہ نے بیان کیا ابوبکر بن ابی موسیٰ اشعری سے، انہوں نے اپنے باپ سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ٹھنڈے وقت کی دونمازیں (وقت پر) پڑھیں (فجر اور عصر) تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' ابن رجاء نے کہا ہم سے ہمام نے ابوجمرہ سے بیان کیا کہ ابوبکر بن عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے انہیں اس حدیث کی خبر دی۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ حَدَّثَنَا حَبَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ جَمْرَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ. [مسلم: ١٤٣٨، ١٤٣٩]

ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا ہم سے حبان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوجمرہ نے بیان کیا ابوبکر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے، پہلی حدیث کی طرح۔

تشریح: مقصد یہ ہے کہ ان ہر دو نمازوں کو وقت پر پابندی کے ساتھ ادا کیا۔ چونکہ اوقات میں اکثر غفلت ہو سکتی ہے اس لئے اس خصوصیت سے ان کا ذکر کیا، عصر کا وقت کاروبار میں انتہائی مشغولیت اور فجر کا وقت میٹھی نیند سونے کا وقت ہے، مگر اللہ والے ان کی خاص طور پر پابندی کرتے ہیں۔ عبداللہ بن قیس ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔ اس تعلیق سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے ابوبکر بن ابی موسیٰ جو اگلی روایت میں مذکور ہیں وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ اس تعلیق کو ذہلی نے موصولاً روایت کیا ہے۔

بَابُ وَقْتِ الْفَجْرِ

باب: نماز فجر کا وقت

٥٧٥- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ، حَدَّثَهُ أَنَّهُمْ، تَسَحَّرُوْا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ قَامُوْا إِلَى الصَّلَاةِ قُلْتُ: كَمْ بَيْنَهُمَا قَالَ: قَدْرُ خَمْسِيْنَ أَوْ سِتِّيْنَ يَعْنِي آيَةً. [طرفه في: ١٩٢١] [مسلم: ٢٥٥٢، ٢٥٥٣؛ ترمذي: ٧٠٣، ٧٠٤؛ نسائي: ٢١٥٤، ٢١٥٥؛ ابن

(۵۷۵) ہم سے عمرو بن عاصم نے یہ حدیث بیان کی، کہا ہم سے ہمام نے یہ حدیث بیان کی قتادہ سے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ ان لوگوں نے (ایک مرتبہ) نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھائی، پھر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں نے دریافت کیا کہ ان دونوں کے درمیان کس قدر فاصلہ رہا ہوگا۔ فرمایا کہ جتنا پچاس یا ساٹھ آیت پڑھنے میں صرف ہوتا ہے اتنا فاصلہ تھا۔

ماجه: ١٦٩٤]

تشریح: پچاس یا ساٹھ آیتیں پانچ دس منٹ میں پڑھی جاسکتی ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سحری دیر سے کھانا مسنون ہے۔ جو لوگ سویرے ہی کھالیتے ہیں وہ سنت کے خلاف کرتے ہیں۔

٥٧٦۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، سَمِعَ رَوْحَ بْنَ عُبَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا، فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى. قُلْنَا لِأَنَسٍ: كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا وَدُخُوْلِهِمَا فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ: قَدْرُ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِيْنَ آيَةً.

[طرفه في: ١١٣٤] [نسائي: ٢١٥٦]

(۵۷۶) ہم سے حسن بن صباح نے یہ حدیث بیان کی، انہوں نے روح بن عبادہ سے سنا، انہوں نے کہا ہم سے سعید نے بیان کیا، انہوں نے قتادہ سے روایت کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کھائی، پھر جب وہ سحری کھا کر فارغ ہوئے تو نماز کے لیے اٹھے اور نماز پڑھی۔ ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کی سحری سے فراغت اور نماز کی ابتدا میں کتنا فاصلہ تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ اتنا کہ ایک شخص پچاس آیتیں پڑھ سکے۔

٥٧٧۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، عَنْ أَخِيْهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ، يَقُوْلُ: كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي ثُمَّ يَكُوْنُ سُرْعَةٌ بِي أَنْ أُدْرِكَ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ.

[طرفه في: ١٩٢٠]

(۵۷۷) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا اپنے بھائی سے، انہوں نے سلیمان سے، انہوں نے ابوحازم سلمہ بن دینار سے کہ انہوں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ صحابی سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے گھر سحری کھاتا، پھر نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز فجر پانے کے لیے مجھے جلدی کرنی پڑتی تھی۔

٥٧٨۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ صَلَاةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ، ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلَى بُيُوْتِهِنَّ حِيْنَ يَقْضِيْنَ الصَّلَاةَ، لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْغَلَسِ [راجع: ٣٧٢]

(۵۷۸) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں لیث نے خبر دی، انہوں نے عقیل بن خالد سے، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی، کہ مسلمان عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز فجر پڑھنے چادروں میں لپٹ کر آتی تھیں۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر جب اپنے گھروں کو واپس ہوتیں تو انہیں اندھیرے کی وجہ سے کوئی شخص پہچان نہیں سکتا تھے۔

تشریح: امام الدنیا فی الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے جس قدر احادیث یہاں بیان کی ہیں، ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ فجر کی نماز صبح صادق کے طلوع ہونے کے فوراً بعد شروع کر دیا کرتے تھے اور ابھی کافی اندھیرا رہ جاتا تھا کہ آپ کی نماز ختم ہو جایا کرتی تھی۔ لفظ "غلس" کا یہی مطلب ہے کہ

فجر کی نماز آپ اندھیرے ہی میں اول وقت ادا فرمایا کرتے تھے۔ ہاں ایک دفعہ آپ نے اوقات صلوٰۃ کی تعلیم کیلئے فجر کی نماز دیر سے بھی ادا کی ہے تا کہ اس نماز کا بھی اول وقت "غلس" اور آخر وقت "اسفار" معلوم ہو جائے۔ اس کے بعد ہمیشہ آپ نے یہ نماز اندھیرے ہی میں ادا فرمائی ہے۔ جیسا کہ حدیث ذیل سے ظاہر ہے:

"عن ابی مسعود الانصاری ان رسول اللهﷺ صلی صلوٰة الصبح مرة بغلس ثم صلی مرة اخری فاسفر بها ثم كانت صلوته بعد ذلك التغليس حتی مات ولم يعد الی ان يسفر رواه ابوداود ورجاله فی سنن ابی داؤد رجال الصحيح۔"

یعنی ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ نماز فجر غلس (اندھیرے) میں پڑھائی اور پھر ایک مرتبہ اسفار (یعنی اجالے) میں اس کے بعد ہمیشہ آپ یہ نماز اندھیرے ہی میں پڑھاتے رہے یہاں تک کہ اللہ سے جا ملے۔ پھر کبھی آپ ﷺ نے اس نماز کو اسفار یعنی اجالے میں نہیں پڑھایا۔ حدیث "عائشہ رضی اللہ عنہا" کے ذیل میں علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"والحديث يدل على استحباب المبادرة بصلوة الفجر فی اول الوقت وقد اختلف العلماء فی ذالك فذهب العترة ومالك والشافعی واحمد واسحاق وابو ثور و الاوزاعی وداود بن علی وابو جعفر الطبری وهو المروی عن عمرو عثمان وابن الزبير وانس وابی موسیٰ وابی هريرة الی ان التغليس افضل وان الاسفار غير مندوب وحكی هذا القول الحازمی عن بقية الخلفاء الاربعة وابن مسعود وابی مسعود الانصاری واهل الحجاز واحتجوا بالاحاديث المذكورة فی هذا الباب وغيرها ولتصريح ابی مسعود فی الحديث الاتی بانها كانت صلوة النبیﷺ التغليس حتی مات ولم يعد الی الاسفار۔" (نیل، ج:۲/ ص:۱۹)

خلاصہ یہ کہ اس حدیث اور دیگر احادیث سے یہ روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ فجر کی نماز "غلس" یعنی اندھیرے ہی میں افضل ہے۔ اور خلفائے اربعہ اور اکثر ائمہ دین امام مالک، شافعی، احمد، اسحاق واہل بیت نبوی اور دیگر مذکورہ علمائے اعلام کا یہی فتوی ہے۔ اور ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ صراحتاً موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آخر وقت تک غلس ہی میں یہ نماز پڑھائی، چنانچہ مدینہ منورہ اور حرم محترم اور سارے حجاز میں الحمدللہ اہل اسلام کا یہی عمل آج تک موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ کے بعد بیشتر صحابہ کا اس پر عمل رہا جیسا کہ ابن ماجہ میں ہے:

"عن مغيث بن سمی قال صليت مع عبد الله بن الزبير الصبح بغلس فلما سلم اقبلت علی ابن عمر فقلت ماهذه الصلوة قال هذه صلوتنا كانت مع رسول اللهﷺ وابی بكر وعمر فلما طعن عمر اسفر بها عثمان واسناده صحيح۔"

(تحفة الاحوذی، ج:۱/ ص:۱٤٤)

یعنی مغیث بن سمی نامی ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ فجر کی نماز غلس میں یعنی اندھیرے میں پڑھی، سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ ان سے میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہماری نماز اسی وقت ہوا کرتی تھی۔ اور حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانوں میں بھی یہ نماز غلس ہی میں ادا کی جاتی رہی۔ مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر نماز فجر میں حملہ کیا گیا تو احتیاطاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے اجالے میں پڑھا۔

اس سے بھی ظاہر ہوا کہ نماز فجر کا بہترین وقت غلس یعنی اندھیرے ہی میں پڑھنا ہے۔ حنفیہ کے ہاں اس کے لئے اسفار یعنی اجالے میں پڑھنا بہتر مانا گیا ہے۔ مگر دلائل واضحہ کی بنا پر یہ خیال درست نہیں۔

حنفیہ کی دلیل رافع بن خدیج کی وہ حدیث ہے جس میں نبی کریم ﷺ کا قول مذکور ہے کہ ((اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر)) یعنی "صبح کی نماز اجالے میں پڑھو اس کا ثواب زیادہ ہے۔" اس روایت کا یہ مطلب درست نہیں کہ سورج نکلنے کے قریب ہونے پر یہ نماز ادا کرو جیسا کہ آج کل حنفیہ کا عمل ہے۔ اس کا صحیح مطلب وہ ہے جو امام ترمذی نے آئمہ کرام سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ امام صاحب فرماتے ہیں: "وقال الشافعی

واحمد واسحاق: معنى الاسفار ان يضح الفجر فلا يشك فيه ولم يروا ان معنى الاسفار تاخير الصلوة۔"یعنی امام شافعی واحمد واسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں اسفار کا مطلب یہ ہے کہ فجر خوب واضح ہو جائے کہ کسی کو شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اور یہ معنی نہیں کہ نماز کو تاخیر کر کے پڑھا جائے (جیسا کہ حنفیہ کا عام معمول ہے) بہت سے ائمہ دین نے اس کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ نماز فجر کو اندھیرے میں غلس میں شروع کیا جائے اور قراءت اس قدر طویل پڑھی جائے کہ سلام پھیرنے کے وقت خوب اجالا ہو جائے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد رشید امام محمد رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (تفہیم البخاری پارہ ۳ ص ۳۳) علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اعلام الموقعین میں بھی یہی تفصیل بیان کی ہے۔

یاد رکھنے کی بات: یہ کہ یہ اختلاف محض اولیت وافضلیت میں ہے۔ ورنہ اسے ہر شخص جانتا اور مانتا ہے کہ نماز فجر کا اول وقت غلس اور آخری وقت طلوع شمس ہے اور درمیان میں سارے وقت میں یہ نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ اسی تفصیل کے بعد تعجب ہے ان عوام وخواص برادران احناف پر جو کبھی بھی غلس میں نماز فجر نہیں پڑھتے۔ بلکہ کسی جگہ اگر غلس میں جماعت نظر آئے تو وہاں سے چلے جاتے ہیں، حتی کہ حرمین شریفین میں بھی کتنے بھائی نماز فجر اول وقت جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے، اس خیال کی بنا پر کہ یہ ان کا مسلک نہیں ہے۔ یہ عمل اور ایسا ذہن بے حد غلط ہے۔ اللہ نیک سمجھ عطا کرے۔ خود اکابر علمائے احناف کے ہاں بعض دفعہ غلس کا عمل رہا ہے۔

دیوبند میں نماز فجر غلس میں: صاحب تفہیم البخاری دیوبندی فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جن احادیث کا ذکر کیا ہے، اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ تین پہلی احادیث رمضان کے مہینے میں نماز فجر پڑھنے سے متعلق ہیں۔ کیونکہ ان تینوں میں ہے کہ ہم سحری کھانے کے بعد نماز پڑھتے تھے۔ اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ رمضان کی ضرورت کی وجہ سے سحری کے بعد فوراً نماز پڑھ لی جاتی رہی ہو کہ سحری کے لئے جو لوگ اٹھے ہیں کہیں درمیان شب کی اس بیداری کے نتیجہ میں وہ غافل نیند نہ سو جائیں۔ اور نماز ہی فوت ہو جائے۔ چنانچہ دار العلوم دیوبند میں اکابر کے عہد سے اس پر عمل رہا ہے کہ رمضان میں سحری کے فوراً بعد فجر کی نماز شروع ہو جاتی ہے۔ (تفہیم البخاری پ ۳ ص ۳۴)

محترم نے یہاں جس احتمال کا ذکر فرمایا ہے اس کی تردید کے لئے حدیث ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کافی ہے جس میں صاف موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز فجر کے بارے میں ہمیشہ غلس میں پڑھنے کا عمل رہا حتی کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اس میں رمضان وغیر رمضان کا کوئی امتیاز نہ تھا۔

بعض اہل علم نے حدیث اسفار کی یہ تاویل بھی کی ہے کہ گرمیوں میں راتیں چھوٹی ہوتی ہیں اس لئے اسفار کر لیا جائے، تا کہ اکثر لوگ شریک جماعت ہو سکیں اور سردیوں میں راتیں طویل ہوتی ہیں اس لئے ان میں یہ نماز غلس ہی میں ادا کی جائے۔

بہرحال دلائل قویہ سے ثابت ہے کہ نماز فجر غلس میں افضل ہے اور اسفار میں جائز ہے۔ اس پر لڑنا، جھگڑنا اور اسے وجہ افتراق بنانا کسی طرح بھی درست نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں عاملوں کو لکھا تھا کہ فجر کی نماز اس وقت پڑھا کرو جب تارے گھنے ہوئے آسمان پر صاف نظر آتے ہوں۔ یعنی اول وقت میں پڑھا کرو۔

بَابُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رَكْعَةً

باب: فجر کی ایک رکعت کا پانے والا

٥٧٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، وَعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ، وَعَنِ الأَعْرَجِ، يُحَدِّثُوْنَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً

(۵۷۹) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا امام مالک سے، انہوں نے زید بن اسلم سے، انہوں نے عطاء بن یسار اور بسر بن سعید اور عبدالرحمن بن ہرمز اعرج سے، ان تینوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس نے فجر کی ایک رکعت سورج نکلنے سے پہلے پالی اس نے فجر کی نماز کو پالیا۔ اور جس نے عصر کی ایک رکعت سورج

قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ، وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ)). [راجع:٥٥٦]

[مسلم: ١٣٧٤؛ ترمذي: ١٨٦؛ نسائي: ٥١٦؛ ابن ماجه: ٦٩٩]

ڈوبنے سے پہلے پالی، اس نے عصر کی نماز کو پالیا۔" (یعنی وہ اپنی نماز مکمل کرے)

تشریح: اب اسے چاہیے کہ باقی نماز بلاتردد پوری کر لے۔ اس کو نماز وقت ہی میں ادا کرنے کا ثواب حاصل ہوگا۔

بَابُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةً

باب: جو کوئی کسی نماز کی ایک رکعت پالے، اس نے وہ نماز پالی

٥٨٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ)). [راجع: ٥٥٦] [مسلم: ١٣٧١، ١٣٧٣؛ ابوداود: ١١٢١؛ نسائي: ٥٥٢]

(۵۸۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے ابن شہاب سے، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "جس نے ایک رکعت نماز (باجماعت) پالی اس نے نماز (باجماعت کا ثواب) پالیا۔"

تشریح: اگلا باب فجر اور عصر کی نمازوں سے خاص تھا اور یہ باب ہر نماز کو شامل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس نماز کی ایک رکعت بھی وقت گزرنے سے پہلے مل گئی تو گویا اسے ساری نماز مل گئی اب اس کی یہ نماز ادا ہی مانی جائے گی قضا نہ مانی جائے گی۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس پر سارے مسلمانوں کا اجماع ہے پس وہ نمازی اپنی نماز پوری کر لے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کسی نماز کا وقت ایک رکعت پڑھنے تک کا باقی ہو اور اس وقت کوئی کافر مسلمان ہو جائے یا کوئی لڑکا بالغ ہو جائے یا کوئی دیوانہ ہوش میں آ جائے یا حائضہ پاک ہو جائے تو اس نماز کا پڑھنا اس کے اوپر فرض ہوگا۔

بَابُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ

باب: اس بیان میں کہ صبح کی نماز کے بعد سورج بلند ہونے تک نماز پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے

٥٨١۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: شَهِدَ عِنْدِي رِجَالٌ مَرْضِيُّونَ وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى

(۵۸۱) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، انہوں نے قتادہ بن دعامہ سے، انہوں نے ابوالعالیہ رفیع سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ میرے سامنے چند معتبر حضرات نے گواہی دی، جن میں سب سے زیادہ معتبر میرے نزدیک

عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَشْرُقَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے بعد سورج بلند ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَاسٌ بِهٰذَا. [مسلم: ١٩٢١، ١٩٢٢؛ ابوداود: ١٢٧٦؛ ترمذي: ١٨٣؛ نسائي: ٥٦١؛ ابن ماجه: ١٢٥٠]

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے شعبہ سے، انہوں نے قتادہ سے کہ میں نے ابوالعالیہ سے سنا، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے چند لوگوں نے یہ حدیث بیان کیا۔ (جو اوپر ذکر ہوئی)۔

٥٨٢۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَحَرَّوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا)). [أطرافه في: ٥٨٥، ٥٨٩، ١١٩٢، ١٦٢٩، ٣٢٧٣] [مسلم: ١٩٢٤، ١٩٢٥؛ نسائي: ٥٧٠]

(٥٨٢) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے ہشام بن عروہ سے، انہوں نے کہا مجھے میرے والد عروہ رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نماز پڑھنے کے لیے سورج طلوع اور غروب ہونے کے انتظار میں نہ بیٹھے رہو۔"

٥٨٣۔ قَالَ: وَحَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَرْتَفِعَ، وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَغِيْبَ)) تَابَعَهُ عَبْدَةُ. [طرفه في: ٣٢٧٢] [مسلم: ١٩٢٦]

(٥٨٣) حضرت عروہ نے کہا مجھ سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب سورج کا اوپر کا کنارہ طلوع ہونے لگے تو نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے۔ اور جب سورج ڈوبنے لگے اس وقت بھی نماز نہ پڑھو، یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔" اس حدیث کو یحییٰ بن سعید قطان کے ساتھ عبدہ بن سلیمان نے بھی روایت کیا ہے۔

٥٨٤۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعَتَيْنِ وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ صَلَاتَيْنِ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَعَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَعَنِ الْإِحْتِبَاءِ فِيْ ثَوْبٍ

(٥٨٤) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے ابواسامہ کے واسطے سے بیان کیا۔ انہوں نے عبیداللہ بن عمر سے، انہوں نے خبیب بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے حفص بن عاصم سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کی خرید و فرخت اور دو طرح کے لباس اور دو وقتوں کی نمازوں سے منع فرمایا۔ آپ نے نماز فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور نماز عصر کے بعد غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا (اور کپڑوں میں) اشتمال صماء یعنی ایک کپڑا اپنے اوپر اس طرح لپیٹ لینا کہ شرم گاہ کھل جائے۔ اور (احتباء) یعنی ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنے

وَاحِدٍ يُفْضِي بِفَرْجِهِ إِلَى السَّمَاءِ، وَعَنِ الْمُنَابَذَةِ وَالْمُلَامَسَةِ. [راجع :٣٦٨] [مسلم: ٣٨٠٣ ؛ نسائي: ٤٥٢٩؛ ابن ماجه: ١٢٤٨، ٢١٦٩، ٣٥٦٠]

سے منع فرمایا۔(اور خرید وفرخت میں) آپ نے منابزہ اور ملامسہ سے منع فرمایا۔

تشریح: دن رات میں کچھ وقت ایسے ہیں جن میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔سورج نکلتے وقت اور ٹھیک دوپہر میں اور عصر کی نماز کے بعد غروب شمس تک اور فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک۔ہاں اگر کوئی فرض نماز قضا ہوگئی ہو اس کا پڑھ لینا جائز ہے۔اور فجر کی سنتیں بھی اگر نماز سے پہلے نہ پڑھی جاسکی ہوں تو ان کو بھی بعد جماعت فرض پڑھا جاسکتا ہے۔جو لوگ جماعت ہوتے ہوئے فجر کی سنت پڑھتے رہتے ہیں وہ حدیث کے خلاف کرتے ہیں۔

دولباسوں سے مراد ایک اشتمال صماء ہے یعنی ایک کپڑے کا سارے بدن پر اس طرح لپیٹ لینا کہ ہاتھ وغیرہ کچھ باہر نہ نکل سکیں۔اور احتباء ایک کپڑے میں گوٹ مار کر اس طرح بیٹھنا کہ پاؤں پیٹ سے الگ ہوں اور شرمگاہ آسمان کی طرف کھلی رہے۔

دوخرید وفروخت میں اول بیع منابذہ یہ ہے کہ مشتری یا بائع جب اپنا کپڑا اس پر پھینک دے تو وہ بیع لازم ہوجائے اور بیع ملامسہ یہ کہ مشتری بائع کا کپڑا چھولے تو بیع پوری ہوجائے۔اسلام نے ان سب کو بند کردیا۔

بَابٌ: لَا تُتَحَرَّى الصَّلَاةُ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ

باب: اس بارے میں کہ سورج چھپنے سے پہلے قصد کرکے نماز نہ پڑھے

٥٨٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَتَحَرَّى أَحَدُكُمْ فَيُصَلِّي عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا)). [راجع:٥٨٢][مسلم: ١٩٢٤]

(۵۸۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک نے نافع سے خبردی، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی تم میں سے انتظار میں نہ بیٹھا رہے کہ سورج طلوع ہوتے ہی نماز کے لیے کھڑا ہوجائے۔اسی طرح سورج کے ڈوبنے کے انتظار میں بھی نہ رہنا چاہیے۔“

٥٨٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ الْجُنْدَعِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيْبَ الشَّمْسُ)). [أطرافه في: ١١٨٨، ١١٩٧، ١٨٦٤، ١٩٩٢، ١٩٩٥] [مسلم: ١٩٢٣؛ نسائي: ٥٦٦]

(۵۸۶) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے صالح سے یہ حدیث بیان کی، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے کہا مجھ سے عطاء بن یزید جندعی لیثی نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا۔انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔آپ ﷺ فرمارہے تھے: ”فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز سورج کے بلند ہونے تک نہ پڑھی جائے۔اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک کوئی نماز نہ پڑھی جائے۔“

٥٨٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، قَالَ: سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ أَبَانٍ، يُحَدِّثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: إِنَّكُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلَاةً، لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَمَا رَأَيْنَاهُ يُصَلِّيْهِمَا، وَلَقَدْ نَهَى عَنْهُمَا، يَعْنِي: الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ. [طرفه في :٣٧٦٦]

(۵۸۷) ہم سے محمد بن ابان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر محمد بن جعفر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی ابوالتیاح یزید بن حمید سے، کہا کہ میں نے حمران بن ابان سے سنا، وہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ انہوں نے فرمایا: تم لوگ تو ایک ایسی نماز پڑھتے ہو کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے لیکن ہم نے کبھی آپ کو وہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ بلکہ آپ نے تو اس سے منع فرمایا تھا۔ حضرت معاویہ کی مراد عصر کے بعد دو رکعتوں سے تھی۔ (جسے آپ کے زمانہ میں بعض لوگ پڑھتے تھے)۔

تشریح: اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہم کو خطبہ سنایا، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شاید امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عصر کے بعد دو سنتوں کو منع کیا۔ لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ان کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے مگر آپ ﷺ ان کو مسجد میں نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اکثر علما نے اسے خصوصیات نبوی میں شمار کیا ہے، جیسا وصال کا روزہ آپ رکھتے تھے اور امت کے لئے منع فرمایا۔ اس طرح امت کے لئے عصر کے بعد نفل نمازوں کی اجازت نہیں ہے۔

٥٨٨۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ، عَنْ خُبَيْبٍ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَلَاتَيْنِ: بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ [راجع :٣٦٨]

(۵۸۸) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدہ نے بیان کیا، انہوں نے عبیداللہ سے خبر دی، انہوں نے خبیب سے، انہوں نے حفص بن عاصم سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے دو وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ نماز فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور نماز عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَكْرَهِ الصَّلَاةَ إِلَّا بَعْدَ الْعَصْرِ وَالْفَجْرِ

باب: اس شخص کی دلیل جس نے فقط عصر اور فجر کے بعد نماز کو مکروہ رکھا ہے

رَوَاهُ عُمَرُ، وَابْنُ عُمَرَ، وَأَبُوْ سَعِيْدٍ، وَأَبُوْ هُرَيْرَةَ.

اس کو حضرت عمر، ابن عمر، ابوسعید اور ابوہریرہ رضوان اللہ علیہم نے بیان کیا۔

٥٨٩۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: أُصَلِّي كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِي يُصَلُّوْنَ، لَا أَنْهَى أَحَدًا يُصَلِّي بِلَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ مَا شَاءَ، غَيْرَ أَنْ لَا تَحَرَّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ

(۵۸۹) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے ایوب سے بیان کیا، انہوں نے نافع سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، آپ نے فرمایا کہ جس طرح میں نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھتے دیکھا۔ میں بھی اسی طرح نماز پڑھتا ہوں۔ کسی کو روکتا نہیں۔ دن اور رات کے جس حصہ میں جی چاہے نماز پڑھ سکتا ہے۔ البتہ سورج کے طلوع اور

وَلَا غُرُوْبَهَا. [راجع: ٥٨٢] [مسلم: ١٩٢٥]

غروب کے وقت نماز نہ پڑھا کرو۔

تشریح: عین زوال کے وقت بھی نماز پڑھنے کی ممانعت صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی ایسی روایت اس باب میں نہیں ملی جو ان کی شرائط کے مطابق صحیح ہو۔

بَابُ مَا يُصَلَّى بَعْدَ الْعَصْرِ مِنَ الْفَوَائِتِ وَنَحْوِهَا

باب: عصر کے بعد قضا نمازیں یا اس کے مانند مثلاً جنازہ کی نماز وغیرہ پڑھنا

وَقَالَ: كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ: ((شَغَلَنِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ)).

اور کریب نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، پھر فرمایا کہ "بنوعبدالقیس کے وفد سے گفتگو کی وجہ سے ظہر کی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکا تھا۔"

تشریح: چنانچہ ان کو آپ نے بعد عصر ادا فرمایا۔ پھر آپ گھر میں ان کو ادا کرتے ہی رہے۔ اور یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے، امت کے لئے یہ منع ہے۔ مگر قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ محدثین نے اس سے دلیل لی ہے کہ فوت شدہ نوافل کا عصر کے بعد پڑھنا بھی درست ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی رجحان معلوم ہوتا ہے۔

٥٩٠ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ، سَمِعَ عَائِشَةَ، قَالَتْ: وَالَّذِي ذَهَبَ بِهِ مَا تَرَكَهُمَا حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ، وَمَا لَقِيَ اللَّهَ حَتَّى ثَقُلَ عَنِ الصَّلَاةِ، وَكَانَ يُصَلِّي كَثِيْرًا مِنْ صَلَاتِهِ قَاعِدًا، تَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيهِمَا، وَلَا يُصَلِّيهِمَا فِي الْمَسْجِدِ مَخَافَةَ أَنْ يُثَقِّلَ عَلَى أُمَّتِهِ، وَكَانَ يُحِبُّ مَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ. [أطرافه في: ٥٩١، ٥٩٢، ٥٩٣، ١٦٣١]

(۵۹۰) ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد بن ایمن نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ ایمن نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: خدا کی قسم! جس نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے یہاں بلالیا۔ آپ نے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کو کبھی ترک نہیں فرمایا، یہاں تک کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔ اور آپ کو وفات سے پہلے نماز پڑھنے میں بڑی دشواری پیش آتی تھی۔ پھر اکثر آپ بیٹھ کر نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ انہیں پوری پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے لیکن اس خوف سے کہ کہیں (صحابہ رضی اللہ عنہم بھی پڑھنے لگیں اور اس طرح) امت کو گراں باری ہو، انہیں آپ مسجد میں نہیں پڑھتے تھے۔ آپ کو اپنی امت کا ہلکا رکھنا پسند تھا۔

تشریح: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نماز آپ ﷺ کی خصوصیات میں داخل تھی۔

٥٩١ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: ابْنَ أُخْتِي، مَا تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِي قَطُّ. [راجع: ٥٩٠] [مسلم: ١٩٣٥]

(۵۹۱) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ عروہ رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرے بھانجے! نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد کی دو رکعتیں میرے یہاں کبھی ترک نہیں کیں۔

٥٩٢ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: رَكْعَتَانِ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَعُهُمَا سِرًّا وَلَا عَلَانِيَةً: رَكْعَتَانِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

[راجع: ٥٩٠] [مسلم: ١٩٣٦؛ نسائي: ٥٧٦]

(۵۹۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، کہا ہم سے شیبانی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرحمٰن بن اسود نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے فرمایا کہ دو رکعتوں کو رسول اللہ ﷺ نے کبھی ترک نہیں فرمایا۔ پوشیدہ ہو یا عام لوگوں کے سامنے، صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں اور عصر کی نماز کے بعد دو رکعتیں۔

تشریح: یعنی آپ گھر تشریف لا کر ضرور ان کو پڑھ لیا کرتے تھے، اور یہ عمل آپ کے ساتھ خاص تھا۔

٥٩٣ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: رَأَيْتُ الْأَسْوَدَ وَمَسْرُوقًا شَهِدَا عَلَى عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْتِينِي فِي يَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ. [طرفه في: ٥٩٠] [مسلم: ١٩٣٧؛ ابوداود: ١٢٧٩؛ نسائي: ٥٧٥]

(۵۹۳) ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے ابو اسحاق سے بیان کیا، کہا کہ ہم نے اسود بن یزید اور مسروق بن اجدع کو دیکھا کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس کہنے پر گواہی دی کہ نبی کریم ﷺ جب میرے گھر میں عصر کے بعد تشریف لاتے تو دو رکعت ضرور پڑھتے۔

تشریح: مگر امت کے لئے آپ ﷺ نے عصر کے بعد نفل نمازوں سے منع فرمایا۔

بَابُ التَّبْكِيرِ بِالصَّلَاةِ فِي يَوْمِ غَيْمٍ

باب: ابر کے دنوں میں نماز کے لیے جلدی کرنا (یعنی سویرے پڑھنا)

٥٩٤ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى- هُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ - عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، أَنَّ أَبَا الْمَلِيحِ، حَدَّثَهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِي يَوْمٍ ذِي غَيْمٍ فَقَالَ: بَكِّرُوا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ حَبِطَ عَمَلُهُ)). [راجع: ٥٥٣]

(۵۹۴) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، وہ قلابہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابوالملیح عامر بن اسامہ ہذلی نے ان سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم ابر کے دن ایک مرتبہ بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ صحابی کے ساتھ تھے، انہوں نے فرمایا کہ نماز سویرے پڑھا کرو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''جس نے عصر کی نماز چھوڑی اس کا عمل اکارت ہو گیا۔''

تشریح: یعنی اس کے اعمال خیر کا ثواب مٹ گیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث نقل کر کے اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جسے اسماعیلی نے نکالا ہے اور جس میں صاف یوں ہے کہ ابر کے دن نماز سویرے پڑھ لو۔ کیونکہ جس نے عصر کی نماز چھوڑی۔ اس کے سارے نیک اعمال برباد ہو گئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ وہ باب ہی اس حدیث پر لاتے ہیں۔ جس سے آپ کا مقصد دوسرے طریق کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے۔ جس کو آپ نے بیان نہیں فرمایا۔

بَابُ الْأَذَانِ بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

باب: وقت نکل جانے کے بعد نماز پڑھتے وقت اذان دینا

٥٩٥۔ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سِرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً فَقَالَ: بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَّسْتَ بِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((أَخَافُ أَنْ تَنَامُوا عَنِ الصَّلَاةِ)) قَالَ بِلَالٌ: أَنَا أُوقِظُكُمْ فَاضْطَجَعُوا وَأَسْنَدَ بِلَالٌ ظَهْرَهُ إِلَى رَاحِلَتِهِ، فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ، فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَالَ: ((يَا بِلَالُ! أَيْنَ مَا قُلْتَ؟)) قَالَ: مَا أُلْقِيَتْ عَلَيَّ نَوْمَةٌ مِثْلُهَا قَطُّ قَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ قَبَضَ أَرْوَاحَكُمْ حِينَ شَاءَ، وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِينَ شَاءَ، يَا بِلَالُ! قُمْ فَأَذِّنْ بِالنَّاسِ بِالصَّلَاةِ)) فَتَوَضَّأَ، فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَاضَّتْ قَامَ فَصَلَّى. [طرفه في: ٧٤٧١] [ابوداود: ٤٣٩، ٤٤٠]

(۵۹۵) ہم سے عمران بن میسرہ نے روایت کیا، کہا ہم سے محمد بن فضیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حصین بن عبدالرحمٰن نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے انہوں نے اپنے باپ سے، کہا ہم (خیبر سے لوٹ کر) نبی کریم ﷺ کے ساتھ رات میں سفر کر رہے تھے۔ کسی نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اب پڑاؤ ڈال دیتے تو بہتر ہوتا۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے ڈر ہے کہیں نماز کے وقت بھی سوتے نہ رہ جاؤ۔'' اس پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ بولے کہ میں آپ سب لوگوں کو جگا دوں گا۔ چنانچہ سب لوگ لیٹ گئے۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی پیٹھ کجاوہ سے لگالی۔ اور ان کی بھی آنکھ لگ گئی۔ اور جب نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے تو سورج کے اوپر کا حصہ نکل چکا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''بلال! تو نے کیا کہا تھا؟'' وہ بولے آج جیسی نیند مجھے کبھی نہیں آئی۔ پھر رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہاری ارواح کو جب چاہتا ہے قبض کر لیتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے واپس کر دیتا ہے۔ اے بلال! اٹھ اور اذان دے۔'' پھر آپ نے وضو کیا اور جب سورج بلند ہو کر روشن ہو گیا تو آپ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھائی۔

تشریح: اس حدیث شریف سے قضا نماز کے لئے اذان دینا ثابت ہوا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قدیم قول یہی ہے۔ اور یہی مذہب ہے امام احمد وابوثور اور ابن منذر رحمہ اللہ کا۔ اور اہلحدیث کے نزدیک جس نماز سے آدمی سو جائے یا بھول جائے پھر جاگے یا یاد آئے۔ اور اس کو پڑھ لے تو وہ ادا ہو گی نہ کہ قضا۔ کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ اس کا وقت وہی ہے جب آدمی جاگا یا اس کو یاد آئی۔ (مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ)

بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ جَمَاعَةً بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

باب: اس کے بارے میں جس نے وقت نکل جانے کے بعد قضاء نماز لوگوں کے ساتھ جماعت سے پڑھی

٥٩٦۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ،

(۵۹۶) ہم سے معاذ بن فضالہ نے حدیث نقل کی، انہوں نے کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کیا، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے

جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا كِدْتُ أُصَلِّي الْعَصْرَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُهَا)) فَقُمْنَا إِلَى بُطْحَانَ، فَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ، وَتَوَضَّأْنَا لَهَا، فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ.

کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق کے موقع پر (ایک مرتبہ) سورج غروب ہونے کے بعد آئے اور وہ کفار قریش کو برا بھلا کہہ رہے تھے، اور آپ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! سورج غروب ہوگیا، اور نماز عصر پڑھنا میرے لیے ممکن نہ ہوسکا۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''نماز میں نے بھی نہیں پڑھی۔'' پھر ہم وادی بطحان میں گئے۔ اور آپ نے وہاں نماز کے لیے وضو کیا، ہم نے بھی وضو بنایا، اس وقت سورج ڈوب چکا تھا۔ پہلے آپ نے عصر پڑھائی اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

[أطرافه في: ٥٩٨، ٦٤١، ٩٤٥، ٤١١٢]

تشریح: جنگ خندق یا احزاب ۵ھ میں ہوئی۔ تفصیلی ذکر اپنی جگہ آئے گا۔ اس روایت میں گو یہ صراحت نہیں ہے کہ آپ نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ مگر آپ کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ لوگوں کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھتے۔ لہٰذا یہ نماز بھی آپ نے جماعت ہی سے پڑھی ہوگی۔ اور اسماعیلی کی روایت میں صاف یوں ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"(قوله ما كدت) لفظه كاد من افعال المقاربة فاذا قلت: كادزيد يقوم فهم منه انه قارب القيام ولم يقم كما تقرر في النحو والحديث يدل على وجوب قضاء الصلوة المتروكة لعذر الاشتغال بالقتال وقد وقع الخلاف في سبب ترك النبي ﷺ واصحابه لهذه الصلوة فقيل: تركوها نسيانا وقيل: شغلوا فلم يتمكنوا وهو الاقرب كما قال الحافظ وفي سنن النسائي عن ابي سعيد ان ذلك قبل ان ينزل الله في صلوة الخوف ﴿فرجالا او ركبانا﴾ وسياتي الحديث وقد استدل بهذا الحديث على وجوب الترتيب بين الفوائت المقضية والموادة...... الخ۔" (نيل الاوطار ج ٢ ص ٣١)

(یعنی لفظ کاد افعال مقاربہ سے ہے۔ جب تم کاد زید یقوم (یعنی زید قریب ہوا کہ کھڑا ہو) بولو گے تو اس سے سمجھا جائے گا کہ زید کھڑے ہونے کے قریب تو ہوا مگر کھڑا نہ ہوسکا جیسا کہ نحو میں قاعدہ مقرر ہے۔ پس روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیان کا مقصد یہ کہ نماز عصر کے لئے انہوں نے آخر وقت تک کوشش کی مگر وہ ادا نہ کر سکے۔

حضرت مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ کے ترجمہ میں نفی کی جگہ اثبات ہے کہ آخر وقت میں انہوں نے عصر کی نماز پڑھ لی۔ مگر امام شوکانی رحمہ اللہ کی وضاحت اور حدیث کا سیاق وسباق بتلا رہا ہے کہ نفی ہی کا ترجمہ درست ہے کہ وہ نماز عصر ادا نہ کر سکے تھے۔ اسی لئے وہ خود فرما رہے ہیں کہ "فتوضأ للصلوة وتوضأنا لها۔" (کہ آپ نے بھی وضو کیا اور ہم نے بھی اس کے لئے وضو کیا)

یہ حدیث دلیل ہے جو کہ نمازیں جنگ وجہاد کی مشغولیت یا اور کسی شرعی وجہ سے چھوٹ جائیں ان کی قضا واجب ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ نماز کیوں ترک ہوئیں۔ بعض بھول چوک کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ اور بعض کا بیان ہے کہ جنگ کی تیزی اور مصروفیت کی وجہ سے ایسا ہوا۔ اور یہی درست معلوم ہوتا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ اور نسائی میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ یہ صلوٰۃ خوف کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جب کہ حکم تھا کہ حالت جنگ میں پیدل یا سوار جس طرح بھی ممکن ہو نماز ادا کر لی جائے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فوت ہونے والی نمازوں کو ترتیب کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے۔

بَابُ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّ

باب: جو شخص کوئی نماز بھول جائے تو جب یاد آئے

إِذَا ذَكَرَ وَلَا يُعِيدُ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَاةَ

اس وقت پڑھ لے۔ اور فقط وہی نماز پڑھے

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: مَنْ تَرَكَ صَلَاةً وَاحِدَةً عِشْرِينَ سَنَةً لَمْ يُعِدْ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَاةَ الْوَاحِدَةَ.

اور ابراہیم نخعی نے کہا جو شخص بیس سال تک ایک نماز چھوڑ دے تو فقط وہی ایک نماز پڑھ لے۔

٥٩٧۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَ، لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذَلِكَ ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾)) [طه:١٤] قَالَ مُوسَى: قَالَ هَمَّامٌ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ بَعْدُ: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾. [مسلم:١٥٦٦]

(۵۹۷) ہم سے ابونعیم فضل بن دکین اور موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے قتادہ سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: ''اگر کوئی نماز پڑھنا بھول جائے تو جب بھی یاد آ جائے اس کو پڑھ لے۔ اس قضا کے سوا اور کوئی کفارہ اس کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ اور (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) نماز میرے یاد آنے پر قائم کر۔'' موسیٰ نے کہا کہ ہم سے ہمام نے حدیث بیان کی کہ میں نے قتادہ سے سنا وہ یوں پڑھتے تھے: ''نماز پڑھ میری یاد کے لیے۔''

وَقَالَ حَبَّانُ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

حبان بن ہلال نے کہا، ہم سے ہمام نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے، کہا ہم سے انس رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے، پھر ایسی ہی حدیث بیان کی۔

تشریح: اس سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ان لوگوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ قضا شدہ نماز دوبار پڑھے، ایک بار جب یاد آئے اور دوسری بار دوسرے دن اس کے وقت پر پڑھے۔ اس موقعہ پر نبی کریم ﷺ نے آیت مبارکہ ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ﴾ (۲۰/ طہ:۱۴) اس لئے تلاوت فرمائی کہ قضا نماز جب بھی یاد آ جائے اس کا وہی وقت ہے۔ اسی وقت اسے پڑھ لیا جائے۔ شارحین لکھتے ہیں: "في الاية وجوه من المعاني اقربها مناسبة بذلك الحديث أن يقال اقم الصلوة وقت ذكرها فان ذكر الصلوة هو ذكر الله تعالى اويقدر المضاف فيقال اقم الصلوة وقت ذكر صلوتي۔" یعنی نماز یاد آنے کے وقت پر قائم کرو۔

بَابُ قَضَاءِ الصَّلَوَاتِ الْأُولَى فَالْأُولَى

باب: اگر کئی نمازیں قضاء ہو جائیں تو ان کو ترتیب کے ساتھ پڑھنا

٥٩٨۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى۔ هُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ۔ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: جَعَلَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ يَسُبُّ

(۵۹۸) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے، کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے حدیث بیان کی، کہا کہ ہم سے یحییٰ نے جو ابی کثیر کے بیٹے ہیں حدیث بیان کی ابوسلمہ سے، انہوں نے جابر سے، انہوں نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق کے موقع پر (ایک دن) کفار کو برا

كُفَّارَهُمْ فَقَالَ: مَا كِدْتُ أُصَلِّي الْعَصْرَ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ. قَالَ: فَنَزَلْنَا بُطْحَانَ، فَصَلَّى بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ. [راجع: ٥٩٦]

بھلا کہنے لگے۔ فرمایا کہ سورج غروب ہو گیا، لیکن میں (لڑائی کی وجہ سے) نماز عصر نہ پڑھ سکا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر ہم وادی بطحان کی طرف گئے۔ اور (آپ نے عصر کی نماز) غروب شمس کے بعد پڑھی اس کے بعد مغرب پڑھی۔

تشریح: حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے کہ آپ نے عصر کی نماز ادا کی پھر مغرب کی۔ ثابت ہوا کہ فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کا خیال ضروری ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ السَّمَرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

باب: عشاء کی نماز کے بعد سمر یعنی دنیا کی باتیں کرنا مکروہ ہے

السَّامِرُ مِنَ السَّمَرِ، وَالْجَمِيعُ السُّمَّارُ، وَالسَّامِرُ هَهُنَا فِي مَوْضِعِ الْجَمِيعِ.

سامر کا لفظ جو قرآن میں ہے سمر ہی سے نکلا ہے۔ اس کی جمع سمار ہے اور لفظ سامر اس جگہ جمع کے معنی میں ہے۔

تشریح: سورۂ مؤمنون میں یہ آیت ہے: ﴿مُسْتَكْبِرِينَ بِهِ سَامِرًا تَهْجُرُونَ﴾ (۲۳/مؤمنون:٦٧) یعنی ''تم ہماری آیتوں پر اکڑ کے بے ہودہ بکواس کیا کرتے تھے۔'' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت ہے کہ حدیث میں کوئی لفظ قرآن شریف کا آ جائے تو اس کی تفسیر بھی ساتھ ہی بیان کر دیتے ہیں۔

٥٩٩۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْمِنْهَالِ، قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي إِلَى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهُ أَبِي: حَدِّثْنَا كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ قَالَ: كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ وَهِيَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأُولَى حِينَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلَى أَهْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيتُ مَا قَالَ: فِي الْمَغْرِبِ. قَالَ: وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ. قَالَ: وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا، وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيسَهُ، وَيَقْرَأُ مِنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ. [راجع: ٥٤١]

(۵۹۹) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے، کہا ہم سے عوف اعرابی نے، کہا کہ ہم سے ابوالمنہال سیار بن سلامہ نے، انہوں نے کہا کہ میں اپنے باپ سلامہ کے ساتھ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے میرے والد صاحب نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ فرض نمازیں کس طرح (یعنی کن کن اوقات میں) پڑھتے تھے۔ ہم سے اس کے بارے میں بیان فرمایئے۔ انہوں نے فرمایا: آپ ہجیر (ظہر) جسے تم صلوٰۃ اولیٰ کہتے ہو سورج ڈھلتے ہی پڑھتے تھے۔ اور آپ کے عصر پڑھنے کے بعد کوئی بھی شخص اپنے گھر واپس ہوتا اور وہ بھی مدینہ کے سب سے آخری کنارہ پر تو سورج ابھی صاف اور روشن ہوتا۔ مغرب کے بارے میں آپ نے جو کچھ بتایا مجھے یاد نہیں رہا۔ اور فرمایا کہ عشاء میں آپ تاخیر پسند فرماتے تھے۔ اس سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ صبح کی نماز سے جب آپ فارغ ہوتے تو ہم اپنے قریب بیٹھے ہوئے دوسرے شخص کو پہچان لیتے۔ آپ ﷺ فجر میں ساٹھ سے سو تک آیتیں پڑھتے تھے۔

بَابُ السَّمَرِ فِي الْفِقْهِ وَالْخَيْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

باب: اس بارے میں کہ مسئلے مسائل کی باتیں اور نیک باتیں عشاء کے بعد بھی کرنا درست ہے

٦٠٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ صَبَّاحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: انْتَظَرْنَا الْحَسَنَ، وَرَاثَ عَلَيْنَا حَتَّى قَرُبْنَا مِنْ وَقْتِ قِيَامِهِ، فَجَاءَ فَقَالَ: دَعَانَا جِيْرَانُنَا هٰؤُلَاءِ، ثُمَّ قَالَ: قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: نَظَرْنَا النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتَّى كَانَ شَطْرُ اللَّيْلِ يَبْلُغُهُ، فَجَاءَ فَصَلَّى لَنَا، ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ: ((أَلَا إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا ثُمَّ رَقَدُوْا، وَإِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوْا فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلَاةَ)) [قَالَ الْحَسَنُ] وَإِنَّ الْقَوْمَ لَا يَزَالُوْنَ فِي خَيْرٍ مَا انْتَظَرُوا الْخَيْرَ. قَالَ قُرَّةُ: هُوَ مِنْ حَدِيْثِ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع:٥٧٢]

(٦٠٠) ہم سے عبداللہ بن صباح نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعلی عبیداللہ حنفی نے کہا، ہم سے قرہ بن خالد سدوسی نے، انہوں نے کہا کہ ایک دن حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی دیر کی۔ اور ہم آپ کا انتظار کرتے رہے۔ جب ان کے اٹھنے کا وقت قریب ہوگیا تو آپ آئے اور (بطور معذرت) فرمایا کہ میرے ان پڑوسیوں نے مجھے بلالیا تھا (اس لیے دیر ہوگئی) پھر بتلایا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ ہم ایک رات نبی کریم ﷺ کا انتظار کرتے رہے۔ تقریباً آدھی رات ہوگئی تو آپ تشریف لائے، پھر ہمیں نماز پڑھائی۔ اس کے بعد خطبہ دیا۔ پس آپ نے فرمایا: "دوسروں نے نماز پڑھ لی اور سو گئے۔ لیکن تم لوگ جب تک نماز کے انتظار میں رہے ہو گویا نماز ہی کی حالت میں رہے ہو۔" امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر لوگ کسی خیر کے انتظار میں بیٹھے رہیں تو وہ بھی خیر کی حالت ہی میں ہیں۔ قرہ بن خالد نے کہا کہ حسن کا یہ قول بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ہے جو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے۔

تشریح: ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ رات میں مسلمانوں کے معاملات کے بارے میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ اور میں بھی اس میں شریک رہتا تھا۔ یعنی اگرچہ عام حالات میں عشاء کے بعد سو جانا چاہیے۔ لیکن اگر کوئی کار خیر پیش آجائے یا علمی ودینی کوئی کام کرنا ہو تو عشاء کے بعد جاگنے میں بشرطیکہ صبح کی نماز چھوٹنے کا خطرہ نہ ہو کوئی مضائقہ نہیں۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا روزانہ رات میں تعلیم کے لئے مسجد میں بیٹھا کرتے تھے لیکن آج آنے میں دیر کی اور اس وقت آئے جب یہ تعلیمی مجلس حسب معمول ختم ہو جانی چاہیے تھی۔ حضرت حسن نے اس کے بعد لوگوں کو نصیحت کی اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ دیر میں نماز پڑھائی اور یہ فرمایا۔ یہ حدیث دوسری سندوں کے ساتھ پہلے بھی گزر چکی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عشاء کے بعد دین اور بھلائی کی باتیں کرنا ممنوع نہیں ہے۔

٦٠١ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ سَالِمُ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ حَثْمَةَ أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ صَلَاةَ الْعِشَاءِ فِيْ آخِرِ حَيَاتِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((أَرَأَيْتَكُمْ

(٦٠١) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے زہری سے خبر دی۔ کہا کہ مجھ سے سالم بن عبداللہ بن عمر اور ابوبکر بن ابی حثمہ نے حدیث بیان کی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی اپنی زندگی کے آخری زمانے میں۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا: "اس رات کے متعلق تمہیں کچھ معلوم ہے؟ آج اس روئے زمین پر جتنے انسان زندہ ہیں۔ سو

لَيْلَتِكُمْ هَذِهِ ، فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ لَا يَبْقَى مَنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ)) فَوَهِلَ النَّاسُ فِي مَقَالَةِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى مَا يَتَحَدَّثُونَ فِي هَذِهِ الْأَحَادِيثِ عَنْ مِائَةِ سَنَةٍ، وَإِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ)) يُرِيدُ بِذَلِكَ أَنَّهَا تَخْرِمُ ذَلِكَ الْقَرْنَ. [راجع :١١٦]

سال بعد ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔لوگوں نے آپ ﷺ کا کلام سمجھنے میں غلطی کی اور مختلف باتیں کرنے لگے۔(ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ سو برس بعد قیامت آئے گی) حالانکہ آپ کا مقصد صرف یہ تھا کہ "جو لوگ آج (اس گفتگو کے وقت) زمین پر بستے ہیں۔ان میں سے کوئی بھی آج سے ایک صدی بعد باقی نہیں رہے گا۔" آپ ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ سو برس میں یہ قرن گزر جائے گا۔

تشریح: سب سے آخر میں انتقال کرنے والے صحابی ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ ہیں۔اور ان کا انتقال ١١٠ھ میں ہوا۔یعنی نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی کے ٹھیک سو سال بعد۔کچھ لوگوں نے اس حدیث کو سن کر یہ سمجھ لیا تھا کہ سو سال بعد قیامت آ جائے گی۔حالانکہ حدیث نبوی کا منشا یہ نہ تھا بلکہ صرف یہ تھا کہ سو برس گزرنے پر ایک دوسری نسل وجود میں آ گئی ہوگی۔اور موجودہ نسل ختم ہو چکی ہوگی۔حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابُ السَّمَرِ مَعَ الْأَهْلِ وَالضَّيْفِ

باب: اپنی بیوی یا مہمان سے رات کو (عشاء کے بعد) گفتگو کرنا

٦٠٢۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ ابْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّ أَصْحَابَ الصُّفَّةِ، كَانُوا أُنَاسًا فُقَرَاءَ، وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ، وَإِنْ أَرْبَعٌ فَخَامِسٌ أَوْ سَادِسٌ)) وَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ وَانْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَشَرَةٍ، قَالَ: فَهُوَ أَنَا وَأَبِي وَأُمِّي- وَلَا أَدْرِي هَلْ قَالَ: وَامْرَأَتِي وَخَادِمٌ بَيْنَ بَيْتِنَا وَبَيْتِ أَبِي بَكْرٍ- وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ تَعَشَّى عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ لَبِثَ حَيْثُ صُلِّيَتِ الْعِشَاءُ، ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتَّى تَعَشَّى النَّبِيُّ ﷺ فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضَى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللَّهُ، قَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ: [وَ]مَا حَبَسَكَ عَنْ أَضْيَافِكَ أَوْ قَالَتْ: ضَيْفِكَ؟ قَالَ: أَفَمَا عَشَّيْتِيهِمْ؟ قَالَتْ: أَبَوْا حَتَّى

(٦٠٢) ہم سے ابو النعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ سلیمان بن طرخان نے، کہا کہ ہم سے ابو عثمان نہدی نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی کہ اصحاب صفہ نادار و مسکین لوگ تھے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس کے گھر میں دو آدمیوں کا کھانا ہو تو وہ تیسرے (اصحاب صفہ میں سے کسی) کو اپنے ساتھ لیتا جائے۔اور جس کے ہاں چار آدمیوں کا کھانا ہے تو وہ پانچویں یا چھٹے آدمی کو سائبان والوں میں سے اپنے ساتھ لے جائے۔" پس ابو بکر رضی اللہ عنہ تین آدمی اپنے ساتھ لائے۔اور نبی کریم ﷺ دس آدمیوں کو اپنے ساتھ لے گئے۔عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ گھر کے افراد میں اس وقت باپ، ماں اور میں تھا۔ابو عثمان راوی کا بیان ہے کہ مجھے یاد نہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے یہ کہا یا نہیں کہ میری بیوی اور ایک خادم جو میرے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ دونوں کے گھر کے لیے تھا یہ بھی تھے۔خیر ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے یہاں ٹھہر گئے۔(اور غالباً کھانا بھی وہیں کھایا۔صورت یہ ہوئی کہ) نماز عشاء تک وہیں رہے۔پھر (مسجد سے) نبی کریم ﷺ حجرہ مبارک میں آئے اور وہیں ٹھہرے رہے تا آنکہ نبی کریم ﷺ نے

تَجِيْءَ، قَدْ عُرِضُوْا فَأَبَوْا. قَالَ: فَذَهَبْتُ أَنَا فَاخْتَبَأْتُ فَقَالَ: يَا غُنْثَرُ، فَجَدَّعَ وَسَبَّ، وَقَالَ: كُلُوْا لَا هَنِيئًا لَكُمْ. فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَا أَطْعَمُهُ أَبَدًا، وَأَيْمُ اللّٰهِ! مَا كُنَّا نَأْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ إِلَّا رَبَا مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرُ مِنْهَا. قَالَ: شَبِعُوْا. وَصَارَتْ أَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ، فَنَظَرَ إِلَيْهَا أَبُوْ بَكْرٍ فَإِذَا هِيَ كَمَا هِيَ أَوْ أَكْثَرُ [مِنْهَا]. فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ: يَا أُخْتَ بَنِيْ فِرَاسٍ مَا هٰذَا؟ قَالَتْ: لَا وَقُرَّةِ عَيْنِيْ لَهِيَ الْآنَ أَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلَاثِ مِرَارٍ، فَأَكَلَ مِنْهَا أَبُوْ بَكْرٍ وَقَالَ: إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ. يَعْنِيْ يَمِيْنَهُ. ثُمَّ أَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً، ثُمَّ حَمَلَهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَصْبَحَتْ عِنْدَهُ، وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَقْدٌ، فَمَضَى الْأَجَلُ، فَفَرَّقَنَا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا، مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ أُنَاسٌ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ، فَأَكَلُوْا مِنْهَا أَجْمَعُوْنَ، أَوْ كَمَا قَالَ. [اطرافه في: ٣٥٨١، ٦١٤٠، ٦١٤١] [مسلم: ٥٣٦٥، ٥٣٦٦؛ ابوداود: ٣٢٧٠، ٣٢٧١]

بھی کھانا کھالیا۔ اور رات کا ایک حصہ گزر جانے کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ گھر تشریف لائے تو ان کی بیوی (ام رومان) نے کہا کہ کیا بات پیش آئی کہ مہمان کی خبر بھی آپ نے نہ لی۔ یا یہ کہا کہ مہمان کی خبر نہ لی۔ آپ نے پوچھا: کیا تم نے ابھی انہیں رات کا کھانا نہیں کھلایا۔ ام رومان نے کہا: میں کیا کروں، آپ کے آنے تک انہوں نے کھانے سے انکار کیا۔ کھانے کے لیے ان سے کہا گیا تھا لیکن وہ نہ مانے۔ عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں ڈر کر چھپ گیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پکارا: اے غنثر! (یعنی او پاجی) آپ نے برا بھلا کہا اور کوسنے دیئے۔ فرمایا کہ کھاؤ تمہیں مبارک ہو! خدا کی قسم! میں اس کھانے کو کبھی نہیں کھاؤں گا۔ (آخر مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا) (عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا) اللہ گواہ ہے کہ ہم ادھر ایک لقمہ لیتے تھے اور نیچے سے پہلے سے بھی زیادہ کھانا ہو جاتا تھا۔ بیان کیا کہ سب لوگ شکم سیر ہو گئے۔ اور کھانا پہلے سے بھی زیادہ بچ گیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو کھانا پہلے ہی اتنا یا اس سے بھی زیادہ تھا۔ اپنی بیوی سے بولے: بنو فراس کی بہن! یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک کی قسم! یہ تو پہلے سے تین گنا ہے۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی وہ کھانا کھایا۔ اور کہا کہ میرا قسم کھانا ایک شیطانی وسوسہ تھا۔ پھر ایک لقمہ اس میں سے کھایا۔ اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بقیہ کھانا لے گئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ صبح تک آپ کے پاس رکھا رہا۔ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم مسلمانوں کا ایک دوسرے قبیلے کے لوگوں سے معاہدہ تھا۔ اور معاہدہ کی مدت پوری ہو چکی تھی۔ (اس قبیلہ کا وفد معاہدہ سے متعلق بات چیت کرنے مدینہ آیا ہوا تھا) ہم نے ان میں سے بارہ آدمی جدا کئے اور ہر ایک کے ساتھ کتنے آدمی تھے اللہ کو ہی معلوم ہے ان سب نے اس میں سے کھایا۔ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کچھ ایسا ہی کہا۔

تشریح: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مہمانوں کو گھر بھیج دیا تھا اور گھر والوں کو کہلوا بھیجا تھا کہ مہمانوں کو کھانا کھلا دیں۔ لیکن مہمان یہ چاہتے تھے کہ آپ ہی کے ساتھ کھانا کھائیں۔ ادھر آپ مطمئن تھے۔ اس لئے یہ صورت پیش آئی۔ پھر آپ کے آنے پر انہوں نے کھانا کھایا۔ دوسری روایتوں میں یہ بھی ہے کہ سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھالیا۔ اور اس کے بعد بھی کھانے میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔ کرامت اولیا برحق ہے۔ مگر اہل بدعت نے جو جھوٹی کرامتیں گھڑ لی ہیں۔ وہ محض لایعنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

كِتَابُ الْأَذَانِ

اذان کے مسائل کا بیان

بَابُ بَدْءِ الْأَذَانِ

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ﴾ [المائدة :٥٨] وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ﴾. [الجمعة: ٩]

٦٠٣ـ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوسَ، فَذَكَرُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، فَأُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُوتِرَ الْإِقَامَةَ. [أطرافه في: ٦٠٥، ٦٠٦، ٦٠٧، ٣٤٥٧]

[مسلم: ٨٣٨، ٨٣٩، ٨٤٠، ٨٤١؛ ابوداود: ٥٠٨، ٥٠٩؛ ترمذي: ١٩٣؛ نسائي: ٦٢٦؛ ابن ماجه: ٧٢٩، ٧٣٠]

باب: اس بیان میں کہ اذان کیونکر شروع ہوئی،

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وضاحت کہ ''اور جب تم نماز کے لیے اذان دیتے ہو، تو وہ اس کو مذاق اور کھیل بنا لیتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ یہ لوگ ناسمجھ ہیں۔'' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''جب تمہیں جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے پکارا جائے (تو اللہ کی یاد کرنے کی لیے فوراً چلے آؤ)۔''

(٦٠٣) ہم سے عمران بن میسرہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث بن میسرہ نے بیان کیا کہا کہ ہم سے خالد نے ابوقلابہ عبداللہ بن زید سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ (نماز کے وقت کے اعلان کے لیے) لوگوں نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا۔ پھر یہود و نصاریٰ کا ذکر آ گیا۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ کو یہ حکم ہوا کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ کہیں اور اقامت میں ایک ایک مرتبہ۔

تشریح: امیر المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاذان قائم فرما کر باب بدء الاذان کو قرآن پاک کی دو آیات مقدسہ سے شروع فرمایا جس کا مقصد یہ ہے کہ اذان کی فضیلت قرآن شریف سے ثابت ہے اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اذان کی ابتدا مدینہ میں ہوئی کیونکہ یہ دونوں سورتیں جن کی آیات نقل کی گئی ہیں یعنی سورۂ مائدہ اور سورۂ جمعہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اذان کی تفصیلات کے متعلق حضرت مولانا عبیداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وهو فى اللغة الاعلام وفى الشرع الاعلام بوقت الصلوة بالفاظ مخصوصة۔" یعنی لغت میں اذان کے معنی اطلاع کرنا اور شرع میں مخصوص لفظوں کے ساتھ نمازوں کے اوقات کی اطلاع کرنا۔

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں تعمیر مسجد نبوی کے بعد سوچا گیا کہ مسلمانوں کو نماز کے لئے وقت مقررہ پر کس طرح اطلاع کی جائے۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ و مجوس کے مروجہ طریقے سامنے آئے۔ جو وہ اپنی عبادت گاہوں میں لوگوں کو بلانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اسلام میں ان سب چیزوں کو ناپسند کیا گیا کہ عبادت الٰہی کے بلانے کے لئے گھنٹے یا ناقوس کا استعمال کیا جائے۔ یا اس کی اطلاع کے لئے آگ روشن کر دی جائے۔ یہ مسئلہ

درپیش ہی تھا کہ ایک صحابی عبداللہ بن زید انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ان کو نماز کے وقتوں کی اطلاع کے لئے مروجہ اذان کے الفاظ سکھا رہا ہے۔ وہ صبح اس خواب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے آئے تو دیکھا گیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ اور آپ بھی حلفیہ بیان دیتے ہیں کہ خواب میں ان کو بھی ہو بہو ان ہی کلمات کی تلقین کی گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان بیانات کو سن کر خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ یہ خواب بالکل سچے ہیں۔ اب یہی طریقہ رائج کر دیا گیا۔ یہ خواب کا واقعہ مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد پہلے سال ہی کا ہے۔ جیسا کہ حافظ نے تہذیب التہذیب میں بیان کیا ہے کہ آپ نے جناب عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''تم یہ الفاظ بلال رضی اللہ عنہ کو سکھا دو، ان کی آواز بہت بلند ہے۔''

اس حدیث اور اس کے علاوہ اور بھی متعدد احادیث میں تکبیر (اقامت) کے الفاظ ایک ایک مرتبہ ادا کرنے کا ذکر ہے۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قال الخطابی: مذهب جمهور العلماء والذي جرى به العمل في الحرمين والحجاز والشام واليمن ومصر والمغرب الى اقصى بلاد الاسلام ان الاقامة فرادى۔" (نیل) یعنی امام خطابی نے کہا کہ جمہور علما کا یہی فتویٰ ہے تکبیر اقامت اکہری کہی جائے۔ حرمین اور حجاز اور شام اور یمن اور مصر اور دور دراز تک تمام ممالک اسلامیہ غربیہ میں یہی معمول ہے کہ تکبیر اقامت اکہری کہی جاتی ہے۔

اگرچہ تکبیر اقامت میں جملہ الفاظ کا دو دو دفعہ مثل اذان کے کہنا بھی جائز ہے۔ مگر ترجیح اسی کو ہے کہ تکبیر اقامت اکہری کہی جائے۔ مگر برادران احناف اس کا نہ صرف انکار کرتے ہیں بلکہ اکہری تکبیر سن کر بیشتر چونک جاتے ہیں اور دوبارہ تکبیر اپنے طریق پر کہلواتے ہیں۔ یہ رویہ کس قدر غلط ہے کہ ایک امر جائز جس پر دنیائے اسلام کا عمل ہے اس سے اس قدر نفرت کی جائے۔ بعض علمائے احناف نے اکہری تکبیر والی حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے۔ اور کئی طرح کی تاویلات رکیکہ سے کام لیا ہے۔

حضرت الشیخ الکبیر والمحدث الجلیل علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "والحق ان احاديث افراد الاقامة صحيحة ثابتة محكمة ليست بمنسوخة ولا بمأولة۔" (تحفة الاحوذی) یعنی حق بات یہی ہے کہ اکہری تکبیر کی احادیث صحیح اور ثابت ہیں۔ اس قدر مضبوط کہ نہ وہ منسوخ ہیں اور نہ تاویل کے قابل ہیں۔ اسی طرح تکبیر دو دو دفعہ کہنے کی احادیث بھی محکم ہیں۔ پس میرے نزدیک تکبیر اکہری کہنا بھی جائز ہے اور دوہری کہنا بھی جائز ہے۔ تکبیر اکہری کے وقت الفاظ قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ دو دو دفعہ کہنے ہوں گے جیسا کہ روایات میں مذکور ہے۔

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وهو مع قلة الفاظه مشتمل على مسائل العقائد كما بين ذلك الحافظ في الفتح نقلا عن القرطبی۔" یعنی اذان میں اگرچہ الفاظ تھوڑے ہیں مگر اس میں عقائد کے بہت سے مسائل آ گئے ہیں جیسا کہ فتح الباری میں حافظ نے قرطبی سے نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:

''اذان کے کلمات باوجود قلت الفاظ دین کے بنیادی عقائد اور شعائر پر مشتمل ہیں۔ سب سے پہلا لفظ "الله اكبر" یہ بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور سب سے بڑا ہے، یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ "اشهد ان لااله الا الله" بجائے خود ایک عقیدہ ہے اور کلمہ شہادت کا جزو۔ یہ لفظ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا اور یکتا ہے۔ اور وہی معبود ہے۔ کلمہ شہادت کا دوسرا جزو "اشهدان محمدا رسول الله" ہے۔ جس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت کی گواہی دی جاتی ہے۔ "حي على الصلوٰة" پکار ہے اس کی کہ جس نے اللہ کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دے دی وہ نماز کے لئے آئے کہ نماز قائم کی جارہی ہے۔ اس نماز کے پہنچانے والے اور اپنے قول وفعل سے اس کے طریقوں کو بتلانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ اس لئے آپ کی رسالت کی شہادت کے بعد فوراً ہی اس کی دعوت دی گئی۔ اور اگر نماز آپ نے پڑھ لی اور بتمام واکمال آپ نے اسے ادا کیا تو یہ اس بات کی ضامن ہے کہ آپ نے ''فلاح'' حاصل کر لی۔ "حي على الفلاح" نماز کے لئے آیئے! آپ کو یہاں فلاح یعنی بقائے دائم اور حیات آخرت کی ضمانت دی جائے گی، آیئے، چلے آیئے، کہ اللہ کے سوا عبادت کے لائق اور کوئی نہیں۔ اس کی عظمت وکبریائی کے سایہ میں آپ کو دنیا اور آخرت کے شرور وآفات سے پناہ مل جائے گی۔ اول بھی اللہ اور آخر بھی اللہ۔ خالق کل، مالک یکتا اور معبود، پس اس کی دی ہوئی ضمانت سے بڑھ کر اور کون سی ضمانت ہو سکتی ہے۔ الله اكبر، الله اكبر، لا اله الا الله۔'' (تفهيم البخاری)

٦٠٤ـ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ يَقُوْلُ: كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلَاةَ، لَيْسَ يُنَادَى لَهَا، فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِيْ ذَلِكَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اتَّخِذُوْا نَاقُوْسًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارَى وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ بُوْقًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ، فَقَالَ عُمَرُ: أَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلاً يُنَادِيْ بِالصَّلَاةِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا بِلَالُ! قُمْ فَنَادِ بِالصَّلَاةِ)). [مسلم: ٨٣٧؛ ترمذي: ١٩٠؛ نسائي: ٦٢٥]

(٦٠٤) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرزاق بن ہمام نے، کہا کہ ہمیں عبدالملک ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے نافع نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ جب مسلمان (ہجرت کرکے) مدینہ پہنچے تو وقت مقرر کرکے نماز کے لیے آتے تھے۔ اس کے لیے اذان نہیں دی جاتی تھی۔ ایک دن اس بارے میں مشورہ ہوا۔ کسی نے کہا نصاریٰ کی طرح ایک گھنٹہ لے لیا جائے اور کسی نے کہا کہ یہودیوں کی طرح نرسنگا (بگل) بنا لو، اس کو پھونک دیا کرو۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی شخص کو کیوں نہ بھیج دیا جائے جو نماز کے لیے پکار دیا کرے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے (اسی رائے کو پسند فرمایا اور بلال رضی اللہ عنہ سے) فرمایا کہ ''بلال! اٹھ اور نماز کے لیے اذان دے۔''

بَابٌ: الْأَذَانُ مَثْنَى مَثْنَى

باب: اس بارے میں کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ دہرائے جائیں

٦٠٥ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُوْتِرَ الإِقَامَةَ إِلَّا الإِقَامَةَ. [راجع :٦٠٣]

(٦٠٥) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا سماک بن عطیہ سے، انہوں نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے ابوقلابہ سے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ کہیں اور سوا ''قد قامت الصلوٰۃ'' کے تکبیر کے کلمات ایک ایک دفعہ کہیں۔

٦٠٦ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ- هُوَ ابْنُ سَلَامٍ- قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ قَالَ: ذَكَرُوْا أَنْ يُعْلِمُوْا وَقْتَ الصَّلَاةِ بِشَيْءٍ يَعْرِفُوْنَهُ، فَذَكَرُوْا أَنْ يُوْرُوْا نَارًا أَوْ يَضْرِبُوْا نَاقُوْسًا، فَأُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُوْتِرَ الإِقَامَةَ. [راجع:٦٠٣]

(٦٠٦) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا، ہم سے خالد بن مہران حذاء نے ابوقلابہ عبدالرحمٰن بن زید حرمی سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ جب مسلمان زیادہ ہوگئے تو مشورہ ہوا کہ کسی ایسی چیز کے ذریعہ نماز کے وقت کا اعلان ہو جسے سب لوگ سمجھ لیں۔ کچھ لوگوں نے ذکر کیا کہ آگ روشن کی جائے۔ یا نرسنگا کے ذریعہ اعلان کریں۔ لیکن آخر میں بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو دفعہ کہیں اور تکبیر کے ایک ایک دفعہ۔

تشریح: اذان کے بارے میں بعض روایات میں پندرہ کلمات وارد ہوئے ہیں جیسا کہ عوام میں اذان کا مروجہ طریقہ ہے۔ بعض روایات میں انیس کلمات آئے ہیں اور یہ اس بنا پر کہ اذان ترجیع کے ساتھ دی جائے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ شہادت کے ہر دو کلموں کو پہلے دو مرتبہ آہستہ آہستہ کہا جائے پھر ان ہی کو دو دو مرتبہ بلند آواز سے کہا جائے۔

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لفظوں میں باب منعقد کیا ہے۔ باب ماجاء فی الترجیع فی الاذان۔ یعنی ترجیع کے ساتھ اذان کہنے کے بیان میں۔ پھر آپ یہاں حدیث ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو لائے ہیں۔ جس سے اذان میں ترجیع ثابت ہے۔ چنانچہ خود امام ترمذی فرماتے ہیں:

"قال ابو عیسی حدیث ابی محذورة فی الاذان حدیث صحیح وقد روی عنه من غیر وجه وعلیه العمل بمکة وهو قول الشافعی۔"

یعنی اذان کے بارے میں ابومحذورہ کی حدیث صحیح ہے۔ جو مختلف طرق سے مروی ہے۔ مکہ شریف میں اسی پر عمل ہے اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ امام نووی حدیث ابومحذورہ کے ذیل میں فرماتے ہیں:

" فی هذا الحدیث حجة بینة ودلالة واضحة لمذهب مالك والشافعی وجمهور العلماء ان الترجیع فی الاذان ثابت مشروع وهو العود الی الشهادتین مرتین برفع الصوت بعد قولهما مرتین بخفض الصوت۔" (نووی شرح مسلم)

یعنی حدیث ابی محذورہ روشن واضح دلیل ہے کہ اذان میں ترجیع مشروع ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے کلمات شہادتین کو آہستہ آواز سے دو دو مرتبہ ادا کر کے بعد میں بلند آواز سے پھر دو دو مرتبہ دہرایا جائے۔ امام مالک اور امام شافعی اور جمہور علما کا یہی مذہب ہے۔ حضرت ابومحذورہ کی روایت ترمذی کے علاوہ مسلم اور ابوداؤد میں بھی تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ فقہائے احناف رحمہم اللہ ترجیع کے قائل نہیں ہیں اور انہوں نے روایات ابومحذورہ کی مختلف توجیہات کی ہیں۔

ترجیع کے ساتھ اذان کہنے کا بیان: المحدث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"واجاب عن هذه الروایات من لم یقل بالترجیع بأجوبة کلها مخدوشة واهیة۔" (تحفة الاحوذی)

یعنی جو حضرات ترجیع کے قائل نہیں ہیں انہوں نے روایات ابومحذورہ کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ جو سب مخدوش اور واہیات ہیں۔ کوئی ان میں قابل توجہ نہیں۔ ان کی بڑی دلیل عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ جس میں ترجیع کا ذکر نہیں ہے۔

علامہ مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ میں فجر کی اذان میں کلمات "الصلوة خیر من النوم" کا بھی ذکر نہیں ہے۔ اور یہ زیادتی بھی حدیث ابومحذورہ ہی سے ثابت ہے۔ جسے محترم فقہائے احناف نے قبول فرمالیا ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ترجیع کے بارے میں بھی حدیث ابومحذورہ کی زیادتی کو قبول نہ کیا جائے۔

"قلت: فلذلك یقال ان الترجیع وان لم یکن فی حدیث عبدالله بن زید فقد علمه رسول الله ﷺ ذلك ابا محذورة بعد ذلك فلما علمه رسول الله ﷺ ابا محذورة کان زیادة علی ما فی حدیث عبدالله بن زید فوجب استعماله۔" (تحفة الاحوذی)

یعنی اگرچہ ترجیع کی زیادتی حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ میں مذکور نہیں ہے مگر جس طرح فجر میں آپ نے ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو الصلوة خیر من النوم کے الفاظ کی زیادتی تعلیم فرمائی ایسے ہی آپ نے ترجیع کی بھی زیادتی تعلیم فرمائی پس اس کا استعمال ضروری ہوا، لہٰذا ایک ہی حدیث کے نصف حصہ کو لینا اور نصف کا انکار کر دینا قرین انصاف نہیں ہے۔

علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ: صاحب تفہیم البخاری (دیوبندی) ترجیع کی اذان کے بارے میں حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ان لفظوں میں بیان فرماتے ہیں:

''ابومحذورہ رضی اللہ عنہ جنہیں نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد مسجد الحرام کا مؤذن مقرر کیا تھا وہ اسی طرح (ترجیع کے ساتھ) اذان دیتے تھے جس

طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔اوران کا یہ بھی بیان تھا کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں اسی طرح سکھایا تھا نبی کریم ﷺ کی حیات میں برابر آپ اسی طرح (ترجیع سے) اذان دیتے رہے اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طویل دور میں بھی آپ کا یہی عمل رہا کسی نے انہیں اس سے نہیں روکا۔اس کے بعد بھی مکہ میں اسی طرح اذان دی جاتی رہی۔لہٰذا اذان کا یہ طریقہ مکروہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔صاحب بحرالرائق نے یہی فیصلہ کیا ہے اور اس آخری دور میں حنفیت اور حدیث کے امام حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس فیصلہ کو درست کہا ہے"۔(تفہیم البخاری کتاب الاذان، پ:۳/ص:۵۰)

یہ مختصر تفصیل اس لئے دی گئی کہ ہمارے معزز حنفی بھائیوں کی اکثریت اول تو ترجیع کی اذان سے واقف ہی نہیں اور اگر اتفاقاً کہیں کسی اہلحدیث مسجد میں اسے سن پاتے ہیں تو حیرت سے سنتے ہیں۔بلکہ بعض لوگ انکار کرتے ہوئے ناک بھوں بھی چڑھانے لگ جاتے ہیں۔ان پر واضح ہونا چاہیے کہ وہ اپنی ناواقفیت کی بنا پر ایسا کررہے ہیں۔

رہی یہ بحث کہ ترجیع کے ساتھ اذان دینا افضل ہے یا بغیر ترجیع کے جیسا کہ عام طور پر مروج ہے اس لفظی بحث میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ہر دو طریقے جائز اور درست ہیں۔باہمی اتفاق اور رواداری کے لئے اتنا ہی سمجھ لینا کافی وافی ہے۔حضرت مولانا عبیداللہ شیخ الحدیث مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قلت هذا هو الحق ان الوجهين جائزان ثابتان مشروعان سنتان من سنن النبي ﷺ"(مرعاة المفاتيح، ج:١ / ص: ٤٢٢)

یعنی حق یہ ہے کہ ہر دو طریقے جائز اور ثابت اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں میں سے ہیں۔

پس اس بارے میں باہمی طور پر لڑنے جھگڑنے کی کوئی بات ہی نہیں۔اللہ پاک مسلمانوں کو نیک سمجھ عطا کرے کہ وہ ان فروعی مسائل پر لڑنا چھوڑ کر باہمی اتفاق پیدا کریں۔آمین

بَابٌ: اَلْإِقَامَةُ وَاحِدَةٌ، إِلَّا قَوْلَهُ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ

باب: اس بارے میں کہ سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ کہے جائیں

٦٠٧ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ، الْأَذَانَ، وَأَنْ يُوْتِرَ الْإِقَامَةَ قَالَ: إِسْمَاعِيلُ فَذَكَرْتُهُ لِأَيُّوبَ فَقَالَ: إِلَّا الْإِقَامَةَ. [راجع : ٦٠٣]

(۶۰۷) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابراہیم بن علیہ نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد حذاء نے ابوقلابہ سے بیان کیا، انہوں نے انس سے کہ بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو دفعہ کہیں اور تکبیر میں یہی کلمات ایک ایک دفعہ۔اسماعیل نے بتایا کہ میں نے ایوب سختیانی سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا مگر لفظ قد قامت الصلوٰۃ دو ہی دفعہ کہا جائے گا۔

تشریح: امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے اکہری اقامت کے مسنون ہونے کے بارے میں یہ باب منعقد فرمایا ہے اور حدیث بلال رضی اللہ عنہ سے اسے مدلل کیا ہے۔یہاں صیغہ مجہول امر بلال وارد ہوا ہے۔مگر بعض طرق صحیحہ میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ "ان النبی ﷺ امر بلالا ان یشفع الاذان ویوتر الاقامہ۔" (کذا رواہ النسائی) یعنی حضرت بلال کو اکہری تکبیر کا حکم فرمانے والے خود نبی کریم ﷺ ہی تھے۔

محدث مبارکپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحفۃ الاحوذی میں فرماتے ہیں:

"وبهذا ظهر بطلان قول العينى فى شرح الكنز لا حجة لهم فيه لانه لم يذكر الامر فيحتمل ان يكون هو النبى ﷺ او غيره۔" (تحفة الاحوذى)

یعنی سنن نسائی میں آمدہ تفصیل سے علامہ عینی کے اس قول کا بطلان ظاہر ہوگیا جو انہوں نے شرح کنز میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں احتمال ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم کرنے والے رسول کریم ﷺ ہوں یا آپ کے علاوہ کوئی اور ہو۔لہٰذا اس سے اکہری تکبیر کا ثبوت صحیح نہیں ہے۔یہ علامہ عینی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تاویل کس قدر باطل ہے، مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔ اکہری تکبیر کے بارے میں احمد، ابوداؤد، نسائی میں اس قدر روایات ہیں کہ سب کو جمع کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ مولانا مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال الحازمي في كتاب الاعتبار: راى اكثر اهل العلم ان الاقامة فرادى والى هذا المذهب ذهب سعيد بن المسيب وعروة بن الزبير والزهري ومالك بن انس واهل الحجاز والشافعي واصحابه واليه ذهب عمر بن عبدالعزيز ومكحول والاوزاعي واهل الشام واليه ذهب الحسن البصري ومحمد بن سيرين واحمد بن حنبل ومن تبعهم من العراقيين واليه ذهب يحيىٰ بن يحيىٰ واسحاق بن ابراهيم الحنظلي ومن تبعهما من الخراسانيين وذهبوا في ذالك الى حديث انس انتهى كلام الحازمي۔" (تحفة الاحوذي)

یعنی امام حازمی نے کتاب الاعتبار من اکثر اہل علم کا یہی فتویٰ نقل کیا ہے کہ تکبیر اکہری کہنا مسنون ہے۔ ان علما میں حجازی، شامی، عراقی اور خراسانی یہ تمام علما اس کے قائل ہیں۔ جن کے اسمائے گرامی علامہ حازمی صاحب نے پیش فرمائے ہیں۔

آخر میں علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے کس قدر منصفانہ فیصلہ دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"والحق ان احاديث افراد الاقامة صحيحة ثابتة محكمة ليست بمنسوخة ولا بمأولة نعم قد ثبت احاديث ثنية الاقامة ايضا وهي ايضا محكمة ليست بمنسوخة ولا بمأولة وعندي الافراد والثنية كلاهما جائزان والله تعالى اعلم۔" (تحفة الاحوذي، ج:١/ ص:١٧٢)

یعنی حق بات یہی ہے کہ اکہری تکبیر والی احادیث صحیح، ثابت محکم ہیں۔ نہ وہ منسوخ ہیں نہ قابل تاویل ہیں۔ اسی طرح دوہری تکبیر کی احادیث بھی محکم ہیں اور وہ بھی منسوخ نہیں ہیں نہ قابل تاویل ہیں۔ پس میرے نزدیک ہر دو طرح سے تکبیر کہنا جائز ہے۔

کس قدر افسوس کی بات ہے: ہمارے عوام نہیں بلکہ خواص حنفی حضرات اگر کبھی اتفاقاً کہیں اکہری تکبیر سن پاتے ہیں تو فوراً ہی مشتعل ہو جاتے ہیں۔ اور بعض متعصب اس اکہری تکبیر کو باطل قرار دے کر دوبارہ دوہری تکبیر کہلواتے ہیں۔ اہل علم حضرات سے ایسی حرکت انتہائی مذموم ہے جو اپنی علمی ذمہ داریوں کو ذرا بھی محسوس نہیں کرتے۔ بنظر انصاف دیکھا جائے تو یہی حضرات افتراق امت کے مجرم ہیں جنہوں نے جزئی و فروعی اختلافات کو ہوا دے کر اسلام میں فرقہ بندی کی بنیاد رکھی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسی کا نام تقلید جامد ہے۔ جب تک امت ان اختلافات کو فراموش کر کے اسلامی تعلیمات کے ہر پہلو کے لئے اپنے دلوں میں گنجائش نہ پیدا کرے گی امت میں اتفاق مشکل ہے۔ اگر کچھ مخلص ذمہ دار علما اس کے لئے تہیہ کر لیں تو کچھ مشکل بھی نہیں ہے۔ جب کہ آج پوری دنیائے اسلام موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہے ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے عوام و خواص کو بتلایا جائے کہ اتفاق باہمی کتنی عمدہ چیز ہے۔ الحمد للہ کہ آج تک کسی اہل حدیث مسجد سے متعلق ایسا کوئی نہیں مل سکے گا کہ وہاں کسی حنفی بھائی نے دوہری تکبیر کہی ہو اس پر اہل حدیث کی طرف سے کبھی بلوہ ہو گیا ہو۔ برخلاف اس کے کتنی ہی مثالیں موجود ہیں۔ اللہ پاک مسلمانوں کو نیک سمجھ عطا کرے کہ وہ کلمہ اور قرآن اور کعبہ و توحید و رسالت پر متفق ہو کر اسلام کو سربلند کرنے کی کوشش کریں۔

بَابُ فَضْلِ التَّأْذِينِ

باب: اذان دینے کی فضیلت کے بیان میں

٦٠٨۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ: قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهُ ضُرَاطٌ حَتّٰى

(٦٠٨) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک نے ابو الزناد سے خبر دی، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا بڑی تیزی کے ساتھ پیٹھ موڑ کر بھاگتا ہے۔

لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ، فَإِذَا قُضِيَ النِّدَاءَ أَقْبَلَ، حَتَّى إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ، حَتَّى إِذَا قُضِيَ التَّثْوِيبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ، يَقُولُ: اذْكُرْ كَذَا، اذْكُرْ كَذَا ، لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ، حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ لَا يَدْرِي كَمْ صَلَّى)) . [أطرافه في: ١٢٢٢، ١٢٣١، ١٢٣٢، ٣٢٨٥] [مسلم: ٨٥٩؛ ابوداود: ٥١٦؛ نسائي: ٦٦٩]

تا کہ اذان کی آواز نہ سن سکے اور جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آ جاتا ہے۔ لیکن جوں ہی تکبیر شروع ہوئی وہ پھر پیٹھ موڑ کر بھاگتا ہے۔ جب تکبیر بھی ختم ہو جاتی ہے تو شیطان دوبارہ آ جاتا ہے اور نمازی کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے۔ کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کر فلاں بات یاد کر۔ ان باتوں کی شیطان یاد دہانی کراتا ہے جن کا اسے خیال بھی نہ تھا اور اس طرح اس شخص کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔"

تشریح: شیطان اذان کی آواز سن کر اس لئے بھاگتا ہے کہ اسے آدم کو سجدہ نہ کرنے کا قصہ یاد آ جاتا ہے لہٰذا وہ اذان نہیں سننا چاہتا۔ بعض نے کہا اس لئے کہ اذان کی گواہی آخرت میں نہ دینی پڑے۔ چونکہ جہاں اذان کی آواز جاتی ہے وہ سب گواہ بنتے ہیں۔ اس ڈر سے وہ بھاگ جاتا ہے کہ جان بچی لاکھوں پائے۔ کتنے ہی انسان نما شیطان بھی ہیں جو اذان کی آواز سن کر سو جاتے ہیں یا اپنے دنیاوی کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں اور نماز کے لئے مسجد میں حاضر نہیں ہوتے۔ یہ لوگ بھی شیطان مردود سے کم نہیں ہیں۔ اللہ ان کو ہدایت سے نوازے۔

بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالنِّدَاءِ

باب: اذان بلند آواز سے ہونی چاہیے

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: أَذِّنْ أَذَانًا سَمْحًا وَإِلَّا فَاعْتَزِلْنَا.

حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ نے (اپنے مؤذن سے) کہا کہ سیدھی سادھی اذان دیا کر، ورنہ ہم سے علیحدہ ہو جا۔

٦٠٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ الْأَنْصَارِيِّ، ثُمَّ الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ لَهُ: إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ، فَإِذَا كُنْتَ فِي غَنَمِكَ أَوْ بَادِيَتِكَ فَأَذَّنْتَ لِلصَّلَاةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ، فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَلَا إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. [طرفاه في: ٣٢٩٦، ٧٥٤٨] [نسائي: ٦٤٣؛ ابن ماجه: ٧٢٣]

(۶۰۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ انصاری سے خبر دی، پھر عبدالرحمٰن مازنی اپنے والد عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے انہیں خبر دی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں بکریوں اور جنگل میں رہنا پسند ہے۔ اس لیے جب تم جنگل میں اپنی بکریوں کو لیے ہوئے موجود ہو اور نماز کے لیے اذان دو تو تم بلند آواز سے اذان دیا کرو۔ کیونکہ جن وانس بلکہ تمام ہی چیزیں جو موذن کی آواز سنتی ہیں قیامت کے دن اس پر گواہی دیں گی۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے۔

تشریح: خلیفۃ المسلمین عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے نکالا ہے۔ اس مؤذن نے تال اور سر کے ساتھ گانے کی طرح اذان دی تھی، جس پر اس کو یہ سرزنش کی گئی۔ پس اذان میں ایسی بلند آوازی اچھی نہیں جس میں تال اور سر پیدا ہو۔ بلکہ سادی طرح بلند آواز سے مستحب ہے۔ حدیث سے جنگلوں، بیابانوں میں اذان کی آواز بلند کرنے کی فضیلت ثابت ہوئی تو وہ گذر دیے اور مسلمان چرواہے بڑے ہی خوش نصیب ہیں جو اس پر عمل کریں سچ ہے:

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

بَابُ مَا يُحْقَنُ بِالْأَذَانِ مِنَ الدِّمَاءِ

باب: اذان کی وجہ سے خون ریزی رکنا (جان بچنا)

٦١٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا لَمْ يَكُنْ يُغِيرُبِنَا حَتَّى يُصْبِحَ وَيَنْظُرَ، فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا كَفَّ عَنْهُمْ، وَإِنْ لَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَغَارَ عَلَيْهِمْ، قَالَ: فَخَرَجْنَا إِلَى خَيْبَرَ فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِمْ لَيْلاً، فَلَمَّا أَصْبَحَ وَلَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا رَكِبَ وَرَكِبْتُ خَلْفَ أَبِي طَلْحَةَ، وَإِنَّ قَدَمِي لَتَمَسُّ قَدَمَ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: فَخَرَجُوا إِلَيْنَا بِمَكَاتِلِهِمْ وَمَسَاحِيهِمْ فَلَمَّا رَأَوُا النَّبِيَّ ﷺ قَالُوا: مُحَمَّدٌ وَاللَّهِ! مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ قَالَ: فَلَمَّا رَآهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ)). [راجع:٣٧١]

(٦١٠) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر انصاری نے حمید سے بیان کیا، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ جب نبی کریم ﷺ ہمیں ساتھ لے کر کہیں جہاد کے لیے تشریف لے جاتے، تو فوراً ہی حملہ نہیں کرتے تھے۔ صبح ہوتی اور پھر آپ انتظار کرتے اگر اذان کی آواز سن لیتے تو حملہ کا ارادہ ترک کر دیتے اور اگر اذان کی آواز نہ سنائی دیتی تو حملہ کرتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم خیبر کی طرف گئے اور رات کے وقت وہاں پہنچے۔ صبح کے وقت جب اذان کی آواز نہیں سنائی دی تو آپ اپنی سواری پر بیٹھ گئے اور میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ گیا۔ چلنے میں میرے قدم نبی ﷺ کے قدم مبارک سے چھو جاتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خیبر کے لوگ اپنے ٹوکروں اور کدالوں کو لیے ہوئے (اپنے کام کاج کو) باہر نکلے۔ تو انہوں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا، اور چلا اٹھے کہ محمد واللہ! محمد (ﷺ) پوری فوج سمیت آ گئے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب نبی ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ اکبر اللہ اکبر خیبر پر خرابی آ گئی۔ بے شک جب ہم کسی قوم کے میدان میں اتر جائیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہوگی۔''

تشریح: امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اذان اسلام کی ایک بڑی نشانی ہے۔ اس لئے اس کا ترک کرنا جائز نہیں۔ جس بستی سے اذان کی آواز بلند ہو اس بستی والوں کے لئے اسلام جان اور مال کی حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہے۔ حضرت ابوطلحہ حضرت انس کی والدہ کے دوسرے شوہر ہیں۔ گویا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سوتیلے باپ ہیں۔ خمیس پورے لشکر کو کہتے ہیں جس میں پانچوں ٹکڑیاں ہوں یعنی میمنہ، میسرہ، قلب، مقدمہ، ساقہ۔ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔ ((انا اذا نزلنا)) سورہ صافات کی آیت کا اقتباس ہے جو یوں ہے: ﴿فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ﴾ (٣٧/الصافات:١٧٧)

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْمُنَادِيَ

باب: اذان کا جواب کس طرح دینا چاہیے

٦١١ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ)). [مسلم: ٨٤٨؛ ترمذي: ٢٠٨؛ نسائي: ٦٧٢؛ ابن ماجه: ٧٢٠]

(٦١١) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابن شہاب زہری سے خبر دی، انہوں نے عطاء بن یزید لیثی سے، انہوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے رسول کریم ﷺ سے کہ ”جب تم اذان سنو تو جس طرح مؤذن کہتا ہے اسی طرح تم بھی کہو۔“

تشریح: یعنی مؤذن ہی کے لفظوں میں جواب دو، مگر حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہنا چاہیے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

٦١٢ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ طَلْحَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَوْمًا فَقَالَ: بِمِثْلِهِ إِلَى قَوْلِهِ: ((وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ))

(٦١٢) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن ابراہیم بن حارث سے کہا کہ مجھ سے عیسیٰ بن طلحہ نے بیان کیا کہ انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان سے ایک دن سنا آپ (جواب میں) مؤذن کے ہی الفاظ کو دہرا رہے تھے۔ اشهد ان محمدا رسول اللہ تک۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، نَحْوَهُ. [طرفاه في: ٦١٣، ٩١٤]

ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہب بن جریر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اسی طرح حدیث بیان کی۔

٦١٣ـ قَالَ يَحْيَى: وَحَدَّثَنِي بَعْضُ إِخْوَانِنَا أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا قَالَ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ: ((لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ)) وَقَالَ: هَكَذَا سَمِعْنَا نَبِيَّكُمْ ﷺ يَقُولُ. [راجع: ٦١٢]

(٦١٣) یحییٰ نے کہا کہ مجھ سے میرے بعض بھائیوں نے حدیث بیان کی کہ جب مؤذن نے حی علی الصلوۃ کہا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہا اور کہنے لگے کہ ہم نے نبی ﷺ سے ایسا ہی کہتے سنا ہے۔

تشریح: پہلی حدیث میں یہ وضاحت نہ تھی کہ سننے والا حی علی الصلوۃ وحی علی الفلاح کے جواب میں کیا کہے۔ اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ دوسری معاویہ والی حدیث لائے۔ جس میں بتلا دیا گیا کہ ان کلمات کا جواب لا حول ولا قوۃ الا باللہ سے دینا چاہیے۔

بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ النِّدَاءِ

باب: اذان کی دعا کے بارے میں

٦١٤ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ: أَنَّ رَسُولَ

(٦١٤) ہم سے علی بن عیاش ہمدانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعیب بن ابی حمزہ نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن منکدر سے بیان کیا، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص

اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَالَ: حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اللَّهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ، حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ)). [طرفه في: ٤٧١٩]

[ابوداود: ٥٢٩؛ ترمذي: ٢١١؛ نسائي: ٦٧٩؛ ابن ماجه: ٧٢٢]

اذان سن کر یہ کہے: اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة آت محمدا الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمود الذى وعدته۔ اسے قیامت کے دن میری شفاعت ملے گی۔"

تشریح: دعا کا ترجمہ یہ ہے: اے میرے اللہ جو اس ساری پکار کا رب ہے اور قائم رہنے والی نماز کا بھی رب ہے، محمد ﷺ کو قیامت کے دن وسیلہ نصیب فرمانا اور بڑے مرتبہ اور مقام محمود پر ان کا قیام فرمائیو، جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہوا ہے۔

بعض لوگوں نے اس دعا میں کچھ الفاظ اپنی طرف سے بڑھا لیے ہیں یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے۔ حدیث میں جتنے الفاظ وارد ہوئے ہیں ان پر زیادتی کرنا موجب گناہ ہے۔ اذان پوری پکار ہے اس کا مطلب یہ کہ اس کے ذریعہ نماز اور کامیابی حاصل کرنے کیلئے پکارا جاتا ہے۔ کامیابی سے مراد دین اور دنیا کی کامیابی ہے اور یہ چیز نماز کے اندر موجود ہے کہ اس کو باجماعت ادا کرنے سے باہمی محبت اور اتفاق پیدا ہوتا ہے اور کسی قوم کی ترقی کے لئے یہی بنیاد اول ہے۔ ((دعوة تامة)) سے دعوت توحید کلمہ طیبہ مراد ہے۔

بَابُ الْإِسْتِهَامِ فِي الْأَذَانِ

باب: اذان کے لیے قرعہ ڈالنے کا بیان

وَيُذْكَرُ أَنَّ قَوْمًا اخْتَلَفُوْا فِي الْأَذَانِ فَأَقْرَعَ بَيْنَهُمْ سَعْدٌ.

اور کہتے ہیں کہ اذان دینے پر کچھ لوگوں میں اختلاف ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے (فیصلہ کے لیے) ان میں قرعہ ڈلوایا۔

٦١٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا إِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا)). [أطرافه في: ٦٥٤، ٧٢١، ٢٦٨٩] [مسلم: ٩٨١؛ ترمذي ٢٢٥؛ نسائي: ٥٣٩، ٦٧٠]

(٦١٥) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے سمی سے جو ابوبکر عبدالرحمن بن حارث کے غلام تھے خبر دی، انہوں نے ابو صالح ذکوان سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان کہنے اور نماز پہلی صف میں پڑھنے سے کتنا ثواب ملتا ہے۔ پھر ان کے لیے قرعہ ڈالنے کے سوائے اور کوئی چارہ نہ باقی رہتا، تو البتہ اس پر قرعہ اندازی ہی کرتے اور اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ نماز کے لیے جلدی آنے میں کتنا ثواب ملتا ہے تو اس کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے۔ اور اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ عشاء اور صبح کی نماز کا ثواب کتنا ملتا ہے، تو ضرور چوتڑوں کے بل گھسٹتے ہوئے ان کے لیے آتے۔"

تشریح: قرعہ اندازی باہمی مشورہ سے کی جا سکتی ہے جسے تسلیم کرنے کا سب لوگ وعدہ کرتے ہیں۔ اس لئے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے قرعہ اندازی سے جو فیصلہ ہوا اسے تسلیم کرنا اخلاقاً بھی بے حد ضروری ہے۔

بَابُ الْكَلَامِ فِي الْأَذَانِ

وَتَكَلَّمَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ فِيْ أَذَانِهِ وَقَالَ الْحَسَنُ: لَا بَأْسَ أَنْ يَضْحَكَ وَهُوَ يُؤَذِّنُ أَوْ يُقِيْمُ.

٦١٦ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، وَعَبْدِالْحَمِيْدِ، صَاحِبِ الزِّيَادِيِّ وَعَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ يَوْمٍ رَزْغٍ: فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، فَأَمَرَهُ أَنْ يُنَادِيَ: الصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ، فَنَظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، فَقَالَ: فَعَلَ هٰذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ وَإِنَّهَا عَزْمَةٌ . [طرفاه في: ٦٦٨، ٩٠١] [مسلم: ١٦٠٤، ١٦٠٥؛ ابوداود: ١٠٦٦؛ ابن ماجه: ٩٣٩]

باب: اذان کے دوران بات کرنے کے بیان میں

اور سلیمان بن صرد صحابی نے اذان کے دوران بات کی اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر ایک شخص اذان یا تکبیر کہتے ہوئے ہنس دے تو کوئی حرج نہیں۔

(۶۱۶) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے ایوب سختیانی اور عبدالحمید بن دینار صاحب الزیادی اور عاصم احول سے بیان کیا، انہوں نے عبیداللہ بن حارث بصری سے، انہوں نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دن ہم کو جمعہ کا خطبہ دیا۔ بارش کی وجہ سے اس دن اچھی خاصی کیچڑ ہو رہی تھی۔ مؤذن جب حی علی الصلوٰۃ پر پہنچا تو آپ نے اس سے یہ کہنے کے لیے فرمایا کہ لوگ نماز اپنی قیام گاہوں پر پڑھ لیں۔ اس پر لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اسی طرح مجھ سے جو افضل تھے، انہوں نے بھی کیا تھا اور اس میں شک نہیں کہ جمعہ واجب ہے۔

تشریح: موسلا دھار بارش ہو رہی تھی کہ جمعہ کا وقت ہو گیا اور مؤذن نے اذان شروع کی جب وہ لفظ حي علی الصلوۃ پر پہنچا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے فوراً لقمہ دیا کہ یوں کہو الصلوۃ فی الرحال یعنی لوگو! اپنے اپنے ٹھکانوں پر نماز ادا کر لو۔ چونکہ لوگوں کے لئے یہ نئی بات تھی اس لئے ان کو تعجب ہوا۔ جس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو سمجھایا کہ میں نے ایسے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول دیکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایسے خاص موقع پر دوران اذان کلام کرنا درست ہے۔ اور اتفاقاً اگر کسی کو اذان کے وقت ہنسی آ گئی تو اس سے بھی اذان میں خلل نہ ہوگا۔ یہ اتفاقی امور ہیں جن سے اسلام میں آسانی دکھانا مقصود ہے۔

بَابُ أَذَانِ الْأَعْمَى إِذَا كَانَ لَهُ مَنْ يُخْبِرُهُ

٦١٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ)) قَالَ: وَكَانَ رَجُلًا

باب: اس بیان میں کہ اندھا آدمی اذان دے سکتا ہے اگر اسے کوئی وقت بتانے والا آدمی موجود ہو

(۶۱۷) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا امام مالک سے، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے سالم بن عبداللہ بن عمر سے، انہوں نے اپنے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بلال تو رات رہے اذان دیتے ہیں۔ اس لیے تم لوگ کھاتے پیتے رہو۔ یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔" راوی نے کہا کہ وہ نابینا تھے اور اس وقت

أَعْمَى لَا يُنَادِي حَتَّى يُقَالَ لَهُ: أَصْبَحْتَ أَصْبَحْتَ. [أطرافه في: ٦٢٠، ٦٢٢، ٦٢٣، ١٩١٨، ٢٦٥٦، ٧٢٤٨] [مسلم: ٢٥٣٦]

تک اذان نہیں دیتے تھے جب تک کہ ان سے کہا جاتا کہ صبح ہوگئی، صبح ہوگئی۔

تشریح: عہد رسالت ہی سے یہ دستور تھا کہ سحری کی اذان حضرت بلال رضی اللہ عنہ دیا کرتے تھے اور نماز فجر کی اذان حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ عہد خلافت میں بھی یہی طریقہ رہا اور مدینہ منورہ میں آج تک یہی دستور چلا آ رہا ہے۔ جو لوگ اذان سحری کی مخالفت کرتے ہیں، ان کا خیال صحیح نہیں ہے۔ اس اذان سے نہ صرف سحری کے لئے بلکہ نماز تہجد کے لئے بھی جگانا مقصود ہے۔ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابُ الْأَذَانِ بَعْدَ الْفَجْرِ

باب: صبح ہونے کے بعد اذان دینا

٦١٨۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَخْبَرَتْنِي حَفْصَةُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا اعْتَكَفَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تُقَامَ الصَّلَاةُ. [طرفاه في: ١١٧٣، ١١٨١] [مسلم: ١٦٧٦، ١٦٧٧، ١٦٧٨، ١٦٧٩، ١٦٨٠؛ ترمذي: ٤٣٣؛ نسائي: ٥٨٢، ١٧٥٩؛ ابن ماجه: ١١٤٥]

(۶۱۸) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے نافع سے خبر دی، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا مجھے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب مؤذن صبح کی اذان صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد دے چکا ہوتا تو آپ اذان اور تکبیر کے بیچ نماز قائم ہونے سے پہلے دو ہلکی سی رکعتیں پڑھتے۔

تشریح: یہ فجر کی سنت ہوتی تھیں آپ سفر اور حضر ہر جگہ لازماً ان کو ادا فرماتے تھے۔

٦١٩۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ. [أطرافه في: ٦٢٦، ٩٩٤، ١١٢٣، ١١٥٩، ١١٦٠، ١١٦١، ١١٦٨، ١١٦٩، ١١٧٠، ١١٧١، ٦٣١٠] [مسلم: ١٦٨٣]

(۶۱۹) ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف سے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان دو ہلکی سی رکعتیں پڑھتے تھے۔

٦٢٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ بِلَالًا يُنَادِي بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ)). [راجع: ٦١٧]

(۶۲۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے عبداللہ بن دینار سے خبر دی، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دیکھو بلال رات رہے میں اذان دیتے ہیں، اس لیے تم لوگ (سحری) کھا پی سکتے ہو۔ جب تک ابن ام مکتوم (رضی اللہ عنہ) اذان نہ دیں۔''

[نسائي: ٦٣٦]

تشریح: ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں فجر کی دو اذانیں دی جاتی تھیں۔ ایک فجر ہونے سے پہلے اس بات کی اطلاع کے لئے کہ ابھی سحری کا اور نماز تہجد کا وقت باقی ہے۔ جو لوگ کھانا پینا چاہیں کھا پی سکتے ہیں۔ تہجد والے تہجد پڑھ سکتے ہیں۔ پھر فجر کے لئے اذان اس وقت دی جاتی جب صبح صادق ہو چکتی۔ پہلی اذان کیلئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ مقرر تھے اور دوسری کے لئے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اور کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا جیسا کہ آگے بیان ہو رہا ہے۔

بَابُ الْأَذَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ

٦٢١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ- أَوْ أَحَدًا مِنكُمْ- أَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سَحُوْرِهِ، فَإِنَّهُ يُؤَذِّنُ- أَوْ يُنَادِي- بِلَيْلٍ، لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ، وَلِيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ، وَلَيْسَ أَنْ يَقُوْلَ الْفَجْرُ أَوِ الصُّبْحُ)) وَقَالَ بِأَصَابِعِهِ وَرَفَعَهَا إِلَى فَوْقُ وَطَأْطَأَ إِلَى أَسْفَلَ حَتَّى يَقُوْلَ هَكَذَا، وَقَالَ: زُهَيْرٌ بِسَبَّابَتَيْهِ إِحْدَاهُمَا فَوْقَ الْأُخْرَى ثُمَّ مَدَّهُمَا عَنْ يَمِيْنِهِ وَشِمَالِهِ. [طرفاه في: ٥٢٩٨، ٧٢٤٧] [مسلم: ٢٥٤١، ٢٥٤٢؛ ابوداود: ٢٣٤٧؛ نسائي: ٦٤٠، ٢١٦٩؛ ابن ماجه: ١٦٩٦]

باب: صبح صادق سے پہلے اذان دینے کا بیان

(٦٢١) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر بن معاویہ جعفی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سلیمان بن طرخان تیمی نے بیان کیا ابو عثمان عبدالرحمٰن نہدی سے، انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ "بلال کی اذان تمہیں سحری کھانے سے نہ روک دے کیونکہ وہ رات رہے سے اذان دیتے ہیں یا (یہ کہا کہ) پکارتے ہیں۔ تاکہ جو لوگ عبادت کے لیے جاگے ہیں وہ آرام کرنے کے لیے لوٹ جائیں اور جو ابھی سوئے ہوئے ہیں وہ ہوشیار ہو جائیں۔ کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ فجر یا صبح صادق ہو گئی۔" اور آپ نے اپنی انگلیوں کے اشارے سے (طلوع صبح کی کیفیت) بتائی۔ انگلیوں کو اوپر کی طرف اٹھایا اور پھر آہستہ سے انہیں نیچے لائے اور پھر فرمایا کہ اس طرح (فجر ہوتی ہے) حضرت زہیر رضی اللہ عنہ راوی نے بھی شہادت کی انگلی ایک دوسری پر رکھی، پھر انہیں دائیں بائیں جانب پھیلا دیا۔

تشریح: یعنی بتلا دیا کہ فجر کی روشنی اس طرح پھیل جاتی ہے۔

٦٢٢، ٦٢٣ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، قَالَ عُبَيْدُاللَّهِ: حَدَّثَنَا عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، وَعَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ؛ ح: قَالَ: وَحَدَّثَنِي يُوْسُفُ بْنُ عِيْسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنْ

(٦٢٢، ٢٣) مجھ سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ابو اسامہ حماد بن اسامہ نے خبر دی، کہا ہم سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، انہوں نے قاسم بن محمد سے اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا اور نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ (دوسری سند) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھ سے یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے فضل بن موسیٰ نے، کہا کہ ہم سے عبیداللہ بن عمر نے قاسم بن محمد سے بیان کیا، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں

النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ)) نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ "بلال رات رہے میں اذان دیتے ہیں۔ عبداللہ بن ام مکتوم کی اذان تک تم (سحری) کھا پی سکتے ہو۔"

[راجع: ٦١٧] [طرفه في: ١٩١٩]

[مسلم: ٢٥٣٨، ٢٥٣٩؛ نسائي: ٦٣٨]

تشریح: عبداللہ ابن ام مکتوم قیس بن زائدہ رضی اللہ عنہ قریشی مشہور نابینا صحابی ہیں۔ جن کے متعلق سورۂ عبس نازل ہوئی۔ ایک دفعہ کچھ اکابر قریش نبی کریم ﷺ سے تبادلہ خیال کر رہے تھے کہ اچانک وہاں یہ بھی پہنچ گئے۔ ایسے موقع پر ان کا وہاں حاضر ہونا نبی کریم ﷺ کو نامناسب معلوم ہوا۔ جس کے بارے میں اللہ نے سورۂ مذکور میں اپنے مقدس رسول ﷺ کو فہمائش فرمائی اور ارشاد ہوا کہ ہمارے ایسے پیارے غریب مخلص بندوں کا اعزاز و اکرام ہر وقت ضروری ہے۔ چنانچہ بعد میں ایسا ہوا کہ یہ جب بھی تشریف لاتے نبی کریم ﷺ ان کو بڑی شفقت و محبت سے بٹھاتے اور فرمایا کہ یہ وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ پاک نے مجھ کو فہمائش فرمائی۔

حدیث مذکور میں جو کچھ ہے بعض روایات میں اس کے برعکس بھی وارد ہوا ہے۔ یعنی یہ اذان اول عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اور اذان ثانی حضرت بلال رضی اللہ عنہ دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان، مسند احمد وغیرہ میں مذکور ہے۔

"وقد جمع بينهما ابن خزيمة وغيره بانه يجوز ان يكون ﷺ جعل الاذان بين بلال وابن ام مكتوم نوائب فامر في بعض الليالى بلالا ان يوذن بليل فاذا نزل صعد ابن ام مكتوم فاذن في الوقت فاذا جاءت نوبة ابن ام مكتوم بدأ فاذن بليل فاذا نزل صعد بلال فاذن في الوقت فكانت مقالة النبى ﷺ ان بلالا يوذن بليل في وقت نوبة بلال وكانت مقالته ان ابن ام مكتوم يوذن بليل في وقت نوبة ابن ام مكتوم۔" (مرعاة المفاتيح، ج:١/ ص:٤٤٣)

یعنی محدث ابن خزیمہ وغیرہ نے ان واقعات میں یوں تطبیق دی ہے کہ ممکن ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال و حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کو باری باری ہر دو اذانوں کے لئے مقرر کر رکھا ہو۔ جس دن حضرت بلال کی باری تھی کہ وہ رات میں اذان دے رہے تھے اس دن آپ نے ان کے متعلق فرمایا کہ بلال کی اذان سن کر کھانا پینا سحری کرنا وغیرہ منع نہیں ہوا کیونکہ یہ اذان اسی آگاہی کے لئے دی گئی ہے اور جس دن حضرت ابن ام مکتوم کی رات میں اذان دینے کی باری تھی اس دن ان کے لئے فرمایا کہ ان کی اذان سن کر کھانے پینے سے نہ رک جانا کیونکہ یہ سحری یعنی تہجد کی اذان دے رہے ہیں۔ پھر بعد میں حضرت ابن ام مکتوم کو اذان فجر پر مقرر کر کے لوگوں سے کہہ دیا گیا کہ فجر ہونے پر ان کو آگاہ کریں اور وہ اذان دیں اور حضرت بلال کو خاص سحری کی اذان کے لئے مقرر کر دیا گیا۔ (رضی اللہ عنہم)

امام مالک و امام شافعی و امام احمد و امام ابو یوسف رحمہم اللہ نے طلوع فجر سے کچھ قبل نماز فجر کے لئے اذان دینا جائز قرار دیا ہے۔ یہ حضرات کہتے ہیں کہ نماز فجر خاص اہمیت رکھتی ہے۔ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارک پوری دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

"قال هولاء: كان الاذانان لصلوة الفجر ولم يكن الاول مانعا من التسحر وكان الثاني من قبيل الاعلام بعد الاعلام وانما اختصت صلوة الفجر بهذا من بين الصلوات لما ورد من الترغيب في الصلوة اول الوقت والصبح ياتى غالبا عقيب النوم فناسب ان ينصب من يوقظ الناس قبل دخول وقتها ليتأهبوا ويدركوا فضيلة اول الوقت...... الخ۔"

(مرعاة، ج:١/ ص:٤٤٤)

یعنی مذکورہ بالا حضرات کہتے ہیں کہ ہر دو اذان جن کا ذکر حدیث مذکور میں ہے۔ یہ نماز فجر ہی کے واسطے ہوتی تھیں۔ پہلی اذان سحری اور تہجد سے مانع نہ تھی۔ دوسری اذان مکرر آگاہی کے لئے دلائی جاتی تھی اور بہ نسبت دوسری نمازوں کے یہ خاص نماز فجر ہی کے بارے میں ہے اس لئے کہ اسے اول وقت ادا کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ پس مناسب ہوا کہ ایک مؤذن بھی مقرر کیا جائے جو لوگوں کو پہلے ہی ہوشیار و بیدار کر دے تاکہ وہ تیار ہو جائیں

اوراول وقت کی فضیلت حاصل کرسکیں۔

بعض علما کہتے ہیں کہ اذان بلال رضی اللہ عنہ کا تعلق خاص ماہ رمضان ہی سے تھا۔ بعض شراح دیو بند نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وفيه نظر لان قوله كلوا واشربوا يأتي في غير رمضان ايضا وهذا لمن كان يريد صوم التطوع فان كثيرا من الصحابة في زمنه ﷺ كانوا يكثرون صيام النفل فكان قوله فكلوا واشربوا بالنظر الى هولاء ويدل على ذالك ما رواه عبدالرزاق عن ابن المسيب مرسلا بلفظ ان بلا لا يوذن بليل فمن اراد الصوم فلا يمنعه اذان بلال حتى يوذن ابن ام مكتوم ذكره على المتقى في كنزالعمال۔" (ص:٣١١/ ج:٤) فجعل النبى ﷺ الصوم فيه باختيار الرجل ولا يكون ذالك الا فى غير رمضان فدل على ان قوله ﷺ ان بلالا يوذن بليل ليس مختصا برمضان۔" (مرعاة، ج:١/ ص:٤٤٤)

یعنی یہ صحیح نہیں کہ اس اذان کا تعلق خاص رمضان سے تھا۔ زمانہ نبوی میں بہت سے صحابہ غیر رمضان میں نفل روزے بھی بکثرت رکھا کرتے تھے جیسا کہ مسند عبدالرزاق میں ابن مسیب کی روایت سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بلال رات میں اذان دیتے ہیں۔ پس جو کوئی روزہ رکھنا چاہے اس کو [illegible] کہ سحری سے رکنا نہ چاہیے۔ یہ ارشاد نبوی غیر رمضان ہی سے متعلق ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اذان بلال کو رمضان سے مخصوص کرنا صحیح نہیں ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ اگر کوئی شخص فجر کی اذان جان کر یا بھول کر وقت سے پہلے پڑھ دے تو وہ کفایت کرے گی یا فجر ہونے پر دوبارہ اذان لوٹائی جائے گی۔ اس بارے میں [illegible] رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وقال بعض اهل العلم اذ اذن المؤذن بالليل اجزاه ولا يعيد وهو قول مالك وابن المبارك والشافعي واحمد واسحاق وقال بعض اهل العلم اذا اذن بالليل اعاد وبه يقول سفيان الثوري۔"

یعنی بعض اہل علم کا قول ہے کہ اگر مؤذن رات میں فجر کی اذان کہہ دے تو وہ کافی ہوگی اور دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ یہ امام مالک اور عبداللہ بن مبارک وامام شافعی واحمد واسحاق وغیرہ کا فتویٰ ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ وہ اذان لوٹائی جائے گی، امام سفیان ثوری کا یہی فتویٰ ہے۔

محدث کبیر حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری قدس سرہ فرماتے ہیں:

"قلت: لم اقف على حديث صحيح صريح يدل على الاكتفاء فالظاهر عندى قول من قال بعدم الاكتفاء والله تعالى اعلم۔" (تحفة الاحوذى، ج:١/ ص:١٨٠)

یعنی میں کہتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسی صحیح صریح حدیث نہیں ملی جس سے رات میں کہی ہوئی اذان فجر کی نماز کے لئے کافی ثابت ہو۔ پس میرے نزدیک ظاہر میں ان ہی کا قول صحیح ہے جو اسی اذان کے کافی نہ ہونے کا مسلک رکھتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

بَابٌ: كَمْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ؟

باب: اس بیان میں کہ اذان اور تکبیر کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟

٦٢٤۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ

(۶۲۴) ہم سے اسحاق بن شاہین واسطی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ طحان نے سعد بن ایاس جریری سے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن بریدہ سے، انہوں نے عبداللہ بن مغفل مزنی سے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ "ہر دو اذانوں (اذان واقامت) کے درمیان ایک

صَلَاةٌ- ثَلَاثًا- لِمَنْ شَاءَ)). [طرفه في: ٦٢٧]
[مسلم: ١٩٤٠؛ ابوداود: ١٢٨٣؛ ترمذي: ١٨٥؛ نسائي: ٦٨٠؛ ابن ماجه: ١١٦٢]

نماز (کا فصل) دوسری نماز سے ہونا چاہیے (تیسری مرتبہ فرمایا کہ) جو شخص ایسا کرنا چاہے۔"

٦٢٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيَّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَذَّنَ قَامَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَبْتَدِرُونَ السَّوَارِيَ، حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُمْ كَذَلِكَ، يُصَلُّونَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ شَيْءٌ۔ قَالَ: وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ جَبَلَةَ وَأَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ: لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا قَلِيلٌ.
[راجع: ٥٠٣] [نسائي: ٦٨١]

(٦٢٥) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر غندر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ بن حجاج نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عمرو بن عامر انصاری سے سنا، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ (عہد رسالت میں) جب مؤذن اذان دیتا تو نبی کریم ﷺ کے صحابہ ستونوں کی طرف لپکتے۔ جب نبی کریم ﷺ اپنے حجرہ سے باہر تشریف لاتے تو لوگ اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے ملتے۔ یہ جماعت مغرب سے پہلے کی دو رکعتیں تھیں۔ اور (مغرب میں) اذان اور تکبیر میں کوئی زیادہ فاصلہ نہیں ہوتا تھا۔ اور عثمان بن جبلہ اور ابوداؤد طیالسی نے شعبہ سے اس (حدیث میں یوں نقل کیا ہے کہ) اذان اور تکبیر میں بہت تھوڑا سا فاصلہ ہوتا تھا۔

تشریح: مغرب کی جماعت سے قبل دو رکعت سنت پڑھنے کا صحابہ کرام میں عام معمول تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب یہ ہے کہ اذان اور تکبیر کے درمیان کم از کم اتنا فاصلہ تو ہونا ہی چاہیے کہ دو رکعت نماز نفل پڑھی جا سکیں۔ حتیٰ کہ مغرب بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

بعض فضلائے دیوبند نے لکھا ہے کہ بعد میں ان رکعتوں کے پڑھنے سے روک دیا گیا تھا۔ مگر یہ وضاحت نہیں کی کہ روکنے والے کون صاحب تھے۔ شاید نبی کریم ﷺ سے ممانعت کے لئے کوئی حدیث ان کے علم میں ہو۔ مگر ہماری نظر سے وہ حدیث نہیں گزری۔ یہ لکھنے کے باوجود ان ہی حضرات نے ان رکعتوں کو مباح بھی قرار دیا ہے۔ (دیکھو تفہیم البخاری پ:٣/ص:١٥٩)

بَابُ مَنِ انْتَظَرَ الْإِقَامَةَ

باب: اذان سن کر جو شخص (گھر میں بیٹھا) تکبیر کا انتظار کرے

٦٢٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ بَعْدَ أَنْ يَسْتَبِينَ الْفَجْرُ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْإِقَامَةِ.

(٦٢٦) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے زہری سے، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب مؤذن صبح کی دوسری اذان دے کر چپ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے اور فرض سے پہلے دو رکعت (سنت فجر) ہلکی پھلکی ادا کرتے صبح صادق روشن ہو جانے کے بعد پھر داہنی کروٹ پر لیٹ رہتے۔ یہاں تک کہ مؤذن تکبیر کہنے کی اطلاع دینے کے لیے آپ کے پاس آتا۔

[راجع:٦١٩] [مسلم: ١٦٨١]

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گھر میں سنت پڑھ کر جماعت کھڑی ہونے کا انتظار کرتے ہوئے بیٹھے رہنا جائز ہے۔ آج کل گھڑی گھنٹوں کا زمانہ ہے۔ ہر نمازی مسلمان اپنے ہاں کی جماعتوں کے اوقات کو جانتا ہے پس اگر کوئی شخص عین جماعت کھڑی ہونے کے وقت پر گھر سے نکل کر شامل جماعت ہو تو یہ بھی درست ہے۔

بَابٌ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ لِمَنْ شَاءَ

باب: ہر اذان اور تکبیر کے بیچ میں جو کوئی چاہے (نفل) نماز پڑھ سکتا ہے

٦٢٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يَزِيْدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ، بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ)) ثُمَّ قَالَ: فِي الثَّالِثَةِ: ((لِمَنْ شَاءَ)). [راجع: ٦٢٤]

(۶۲۷) ہم سے عبداللہ بن یزید مقری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے کہمس بن حسن نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن بریدہ سے، انہوں نے عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”ہر دو اذانوں (اذان و تکبیر) کے بیچ میں نماز ہے۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔“ پھر تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا کہ ”اگر کوئی پڑھنا چاہے۔“

تشریح: مقصد باب یہ کہ اذان اور تکبیر میں کچھ نہ کچھ فاصلہ ہونا چاہیے۔ کم از کم اتنا ضرور کہ کوئی شخص دو رکعت سنت پڑھ سکے۔ مگر مغرب میں وقت کم ہونے کی وجہ سے فوراً جماعت شروع ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص مغرب میں بھی نماز فرض سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا چاہے تو اس کے لئے اجازت ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ: لِيُؤَذِّنْ فِي السَّفَرِ مُؤَذِّنٌ وَاحِدٌ

باب: جو یہ کہے کہ سفر میں ایک ہی شخص اذان دے

٦٢٨۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي نَفَرٍ مِنْ قَوْمِي، فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً ـ وَكَانَ رَحِيْمًا رَفِيقًا ـ فَلَمَّا رَأَى شَوْقَنَا إِلَى أَهْلِيْنَا قَالَ: ((ارْجِعُوْا فَكُوْنُوْا فِيهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَصَلُّوْا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ)).

[أطرافه في: ٦٣٠، ٦٣١، ٦٥٨، ٦٨٥، ٨١٩، ٢٨٤٨، ٦٠٠٨، ٧٢٤٦] [مسلم: ١٥٣٥،

(۶۲۸) ہم سے معلیٰ بن اسد بصری نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب بن خالد نے ابوایوب سے بیان کیا، انہوں نے ابوقلابہ سے، انہوں نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ صحابی سے، کہا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں اپنی قوم (بنی لیث) کے چند آدمیوں کے ساتھ حاضر ہوا اور میں نے آپ کی خدمت میں بیس راتوں تک قیام کیا۔ آپ بڑے رحم دل اور ملنسار تھے۔ جب آپ نے ہمارے اپنے گھر پہنچنے کا شوق محسوس کر لیا تو فرمایا کہ ”اب تم جا سکتے ہو۔ وہاں جا کر اپنی قوم کو دین سکھاؤ اور (سفر میں) نماز پڑھتے رہنا۔ جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو وہ امامت کرائے۔“

١٥٣٦؛ ابوداود: ٥٨٩؛ ترمذي: ٢٠٥؛ نسائي: ٦٣٣، ٦٣٤، ٦٦٨، ٧٨٠؛ ابن ماجه: ٩٧٩]

تشریح: آداب سفر میں سے ہے کہ امیر سفر کے ساتھ ساتھ امام و مؤذن کا بھی تقرر کرلیا جائے۔ تاکہ سفر میں نماز باجماعت کا اہتمام کیا جا سکے۔ حدیث نبوی کا یہی منشا ہے اور یہی مقصد باب ہے۔

بَابُ الْأَذَانِ لِلْمُسَافِرِ إِذَا كَانُوا جَمَاعَةً وَالْإِقَامَةِ، وَكَذٰلِكَ بِعَرَفَةَ وَجَمْعٍ

باب: اگر کئی مسافر ہوں تو نماز کے لیے اذان دیں اور تکبیر بھی کہیں اور عرفات اور مزدلفہ میں بھی ایسا ہی کریں

وَقَوْلِ الْمُؤَذِّنِ: الصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ، فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوِ الْمَطِيْرَةِ.

اور جب سردی یا بارش کی رات ہو تو مؤذن یوں پکار دے کہ اپنے اپنے ٹھکانوں میں نماز پڑھ لو۔

٦٢٩۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْمُهَاجِرِ أَبِي الْحَسَنِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ: ((أَبْرِدْ)) ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ: ((أَبْرِدْ)) ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ: ((أَبْرِدْ)) حَتَّى سَاوَى الظِّلُّ التُّلُوْلَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ)) [راجع: ٥٣٥]

(٦٢٩) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے مہاجر ابوالحسن سے بیان کیا، انہوں نے زید بن وہب سے، انہوں نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ مؤذن نے اذان دینی چاہی تو آپ نے فرمایا: "ٹھنڈا ہونے دے۔" پھر مؤذن نے اذان دینی چاہی تو آپ نے فرمایا کہ "ٹھنڈا ہونے دے۔" پھر مؤذن نے اذان دینی چاہی تو آپ نے پھر یہی فرمایا کہ "ٹھنڈا ہونے دے۔" یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے پیدا ہوتی ہے۔"

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمان مسافروں کی جب ایک جماعت موجود ہو تو وہ بھی اذان، تکبیر اور جماعت اسی طرح کریں جس طرح حالت اقامت میں کیا کرتے ہیں۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ گرمیوں میں ظہر کی نماز ذرا دیر سے پڑھنا مناسب ہے۔ تاکہ گرمی کی شدت کچھ کم ہو جائے جو دوزخ کے سانس لینے سے پیدا ہوتی ہے۔ جیسی دوزخ ہے ویسا ہی اس کا سانس بھی ہے۔ جس کی حقیقت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ مزید کدو کاوش کی ضرورت نہیں۔

٦٣٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، قَالَ: أَتَى رَجُلَانِ النَّبِيَّ ﷺ يُرِيْدَانِ السَّفَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا أَنْتُمَا خَرَجْتُمَا فَأَذِّنَا ثُمَّ

(٦٣٠) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے خالد حذاء سے، انہوں نے ابوقلابہ عبداللہ بن زید سے، انہوں نے مالک بن حویرث سے، انہوں نے کہا کہ دو شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے یہ کسی سفر میں جانے والے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ "دیکھو جب تم سفر میں نکلو تو (نماز کے وقت راستے میں) اذان دینا پھر اقامت

أَقِيمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا)). [راجع :٦٢٨]

کہنا، پھر جو شخص تم میں عمر میں بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔''

تشریح: مطلب یہ کہ سفر میں نماز باجماعت سے غافل نہ ہونا۔

٦٣١ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، قَالَ: أَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ، فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ يَوْمًا وَلَيْلَةً، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَحِيمًا رَفِيقًا، فَلَمَّا ظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَهَيْنَا أَهْلَنَا أَوْ قَدِ اشْتَقْنَا سَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا فَأَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ: ((ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَأَقِيمُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ- وَذَكَرَ أَشْيَاءَ أَحْفَظُهَا أَوْ لَا أَحْفَظُهَا- وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ)). [راجع :٦٢٨]

(٦٣١) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبدالوہاب نے خبر دی، کہا کہ ہمیں ابوایوب سختیانی نے ابوقلابہ سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے مالک بن حویرث نے بیان کیا، کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ہم سب ہم عمر اور نوجوان ہی تھے۔ آپ کی خدمت مبارک میں ہمارا بیس دن ورات قیام رہا۔ آپ بڑے ہی رحم دل اور ملنسار تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ ہمیں اپنے وطن واپس جانے کا شوق ہے تو آپ نے پوچھا کہ تم لوگ اپنے گھر کسے چھوڑ کر آئے ہو۔ ہم نے بتایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ''اچھا اب تم اپنے گھر جاؤ اور ان گھر والوں کے ساتھ رہو اور انہیں بھی دین سکھاؤ اور دین کی باتوں پر عمل کرنے کا حکم کرو۔'' مالک نے بہت چیزوں کا ذکر کیا جن کے متعلق ابوایوب نے کہا کہ ابوقلابہ نے یوں کہا وہ باتیں مجھ کو یاد ہیں یا یوں کہا مجھ کو یاد نہیں۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اسی طرح نماز پڑھنا جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت آ جائے تو کوئی ایک اذان دے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔''

تشریح: بشرطیکہ وہ قرآن شریف وطریقہ نماز وامامت جانتا ہو۔

اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ حالت سفر میں اگر چند مسلمان یکجا ہوں تو ان کو نماز اذان اور جماعت کے ساتھ ادا کرنی چاہیے۔ ان نوجوانوں کو آپ نے بہت سی نصائح کے ساتھ آخر میں یہ تاکید فرمائی کہ جیسے تم نے مجھ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ عین اسی طرح میری سنت کے مطابق نماز پڑھنا۔ معلوم ہوا کہ نماز کا ہر ہر رکن فرض واجب مستحب سب رسول اللہ ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر ادا ہونا ضروری ہے، ورنہ وہ نماز صحیح نہ ہوگی۔ اس معیار پر دیکھا جائے تو آج کتنے نمازی ملیں گے جو بحالت قیام ورکوع وسجدہ وقومہ سنت رسول کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ سچ ہے۔

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے　　　یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

٦٣٢ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، قَالَ: أَذَّنَ ابْنُ عُمَرَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ بِضَجْنَانَ ثُمَّ قَالَ: صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ، وَأَخْبَرَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ، ثُمَّ يَقُولُ عَلَى إِثْرِهِ: ((أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ))

(٦٣٢) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے عبیداللہ بن عمر سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک سرد رات میں مقام ضجنان پر اذان دی پھر فرمایا کہ لوگو! اپنے اپنے ٹھکانوں میں نماز پڑھ لو اور ہمیں آپ نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ مؤذن سے اذان کے لیے فرماتے اور یہ بھی فرماتے کہ مؤذن اذان کے بعد کہہ دے کہ ''لوگو! اپنے ٹھکانوں میں نماز پڑھ لو۔''

فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوِ الْمَطِيْرَةِ فِي السَّفَرِ. یہ حکم سفر کی حالت میں یا سردی یا برسات کی راتوں میں تھا۔

[طرفه في:٦٦٦]

تشریح: کیونکہ ارشاد باری ہے: ﴿مَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (۲۲/الحج:۷۸) دین میں تنگی نہیں ہے۔ضجنان مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی کا نام ہے۔

٦٣٣۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ ابْنُ عَوْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِيْ جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِالْأَبْطَحِ فَجَاءَهُ بِلَالٌ فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ، ثُمَّ خَرَجَ بِلَالٌ بِالْعَنَزَةِ حَتَّى رَكَزَهَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالْأَبْطَحِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ. [راجع:١٨٧] [مسلم:١١١٩]

(۶۳۳) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں جعفر بن عون نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوالعمیس نے بیان کیا، انہوں نے عون بن ابی جحیفہ سے بیان کیا، کہا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو ابطح میں دیکھا کہ بلال رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور آپ کو نماز کی خبر دی پھر بلال رضی اللہ عنہ برچھی لے کر آگے بڑھے اور اسے آپ کے سامنے (بطور سترہ) مقام ابطح میں گاڑ دیا اور آپ نے (اس کو سترہ بنا کر) نماز پڑھائی۔

تشریح: ابطح مکہ سے کچھ فاصلہ پر ایک مشہور مقام ہے۔ جہاں آپ نے حالت سفر میں نماز پڑھائی۔ پس حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر ضرورت ہو تو مؤذن امام کو گھر سے بلا کر لا سکتے ہیں اور یہ بھی کہ جنگل میں سترہ کا انتظام ضروری ہے۔ اسکا اہتمام مؤذن کو کرنا ہے۔ عنزہ وہ لکڑی جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا ہو، اسے زمین میں بآسانی گاڑا جا سکتا ہے۔

بَابٌ: هَلْ يَتَتَبَّعُ الْمُؤَذِّنُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا وَهَلْ يَلْتَفِتُ فِي الْأَذَانِ

باب: کیا مؤذن اذان میں اپنا منہ ادھر ادھر (دائیں بائیں) پھیرے اور کیا اذان کہتے وقت ادھر ادھر دیکھ سکتا ہے

وَيُذْكَرُ عَنْ بِلَالٍ أَنَّهُ جَعَلَ إِصْبَعَيْهِ فِيْ أُذُنَيْهِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَجْعَلُ إِصْبَعَيْهِ فِيْ أُذُنَيْهِ وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ: لَا بَأْسَ أَنْ يُؤَذِّنَ عَلَى غَيْرِ وُضُوْءٍ وَقَالَ عَطَاءٌ: الْوُضُوْءُ حَقٌّ وَسُنَّةٌ وَقَالَتْ عَائِشَةُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ.

اور بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اذان میں اپنی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں داخل کیں۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اذان میں کانوں میں انگلیاں نہیں ڈالتے تھے۔ اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ بے وضو اذان دینے میں کوئی برائی نہیں اور عطاء نے کہا کہ اذان میں وضو ضروری اور سنت ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ سب وقتوں میں اللہ کو یاد کیا کرتے تھے۔

٦٣٤۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِيْ جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ رَأَى بِلَالًا يُؤَذِّنُ فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا بِالْأَذَانِ. [راجع: ١٨٧] [نسائي: ٦٤٢]

(۶۳۴) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عون بن ابی جحیفہ سے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ سے کہ انہوں نے بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دیتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہتے ہیں میں بھی ان کے ساتھ ادھر ادھر منہ پھیرنے لگا۔

تشریح: اس باب کے ذیل میں امام بخاری رحمۃ اللہ نے کئی ایک مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً: مؤذن کو حی علی الصلوة حی علی الفلاح کے وقت دائیں اور بائیں منہ پھیرنا درست ہے نیز کانوں میں انگلیاں داخل کرنا بھی جائز ہے تا کہ آواز میں بلندی پیدا ہو۔ کوئی کانوں میں انگلیاں نہ ڈالیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔ وضو کر کے اذان کہنا بہتر ہے مگر اس کے لیے وضو شرط نہیں ہے۔ جن لوگوں نے وضو ضروری قرار دیا ہے، انہوں نے فضیلت کا پہلو اختیار کیا ہے۔

بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ فَاتَتْنَا الصَّلَاةُ

باب: یوں کہنا کیسا ہے کہ نماز نے ہمیں چھوڑ دیا

وَكَرِهَ ابْنُ سِيْرِيْنَ أَنْ يَقُوْلَ: فَاتَتْنَا الصَّلَاةُ وَلِيَقُلْ: لَمْ نُدْرِكْ، وَقَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ: أَصَحُّ.

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ نے اس کو مکروہ جانا ہے کہ کوئی کہے کہ نماز نے ہمیں چھوڑ دیا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہم نماز نہ پاسکے اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہی زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: ابن سیرین کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے وصل کیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ نے امام ابن سیرین کا رد کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ یوں کہنا درست ہے کہ ہماری نماز جاتی رہی، جب یہ قول رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے تو پھر اسے مکروہ قرار دینا درست نہیں ہے۔

٦٣٥۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا سَمِعَ جَلَبَةَ رِجَالٍ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ: ((مَا شَأْنُكُمْ؟)) قَالُوْا: اسْتَعْجَلْنَا إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ: ((فَلَا تَفْعَلُوْا، إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا)). [مسلم: ١٣٦٣، ١٣٦٤]

(۶۳۵) ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبان بن عبدالرحمٰن نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے والد ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز میں تھے۔ آپ نے کچھ لوگوں کے چلنے پھرنے اور بولنے کی آواز سنی۔ نماز کے بعد آپ نے دریافت کیا کہ کیا قصہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہم نماز کے لیے جلدی کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ بلکہ جب تم نماز کے لیے آؤ تو وقار اور سکون کو ملحوظ رکھو، نماز کا جو حصہ پاؤ اسے پڑھو اور جو رہ جائے اسے (بعد میں) پورا کرلو۔

تشریح: حدیث کے لفظ ((وما فاتکم)) سے امام بخاری رحمۃ اللہ نے مقصد باب کو ثابت فرمایا ہے اور گفتگو کا سلیقہ سکھلایا ہے کہ یوں کہنا چاہیے۔ کہ نماز کا جو حصہ تم پاسکو اسے پڑھ لو اور جو رہ جائے بعد میں پورا کرلو۔

بَابٌ: مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا

باب: نماز کا جو حصہ (جماعت کے ساتھ) پاسکو اسے پڑھ لو اور جو نہ پاسکو اسے بعد میں پورا کرلو

قَالَهُ أَبُوْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

یہ مسئلہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

٦٣٦۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؛ ح: وَعَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ

(۶۳۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام زہری نے سعید بن مسیب سے بیان کیا، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے (دوسری سند) اور زہری نے ابو سلمہ سے، انہوں نے

هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا سَمِعْتُمُ الْإِقَامَةَ فَامْشُوْا إِلَى الصَّلَاةِ، وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ وَالْوَقَارُ وَلَا تُسْرِعُوْا، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا)). [طرفه في:٩٠٨]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے، آپ نے فرمایا: "تم لوگ تکبیر کی آواز سن لو تو نماز کے لیے (معمولی چال سے) چل پڑو۔ سکون اور وقار کو (بہرحال) لازم پکڑے رکھو اور دوڑ کے مت آؤ۔ پھر نماز کا جو حصہ ملے اسے پڑھ لو، اور جو نہ مل سکے اسے بعد میں پورا کرلو۔"

بَابٌ: مَتَى يَقُوْمُ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْإِمَامَ عِنْدَ الْإِقَامَةِ؟

باب: نماز کی تکبیر کے وقت جب لوگ امام کو دیکھیں تو کس وقت کھڑے ہوں؟

٦٣٧۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ يَحْيَى عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتَّى تَرَوْنِيْ)). [طرفاه في: ٦٣٨، ٩٠٩]

[مسلم: ١٣٦٥، ١٣٦٦؛ ابوداود: ٥٣٩، ٥٤٠؛ ترمذي: ٥٩٢؛ نسائي: ٦٨٦، ٧٨٩]

(٦٣٧) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، کہا مجھے یحییٰ نے عبدالوہاب بن ابی قتادہ سے یہ حدیث لکھ کر بھیجی کہ وہ اپنے باپ سے بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جب نماز کے لیے تکبیر کہی جائے تو اس وقت تک نہ کھڑے ہو جب تک مجھے نکلتے ہوئے نہ دیکھ لو۔"

تشریح: اس مسئلے میں کئی قول ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تکبیر ختم ہونے کے بعد مقتدیوں کو اٹھنا چاہیے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں تکبیر شروع ہوتے ہی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب مؤذن حی علی الصلوۃ کہے اور جب مؤذن قد قامت الصلوۃ کہے تو امام نماز شروع کردے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حی علی الصلوۃ پر اٹھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کی حدیث لاکر یہ اشارہ کیا کہ جب امام مسجد میں نہ ہو تو مقتدیوں کو چاہیے کہ بیٹھے رہیں اور جب امام کو دیکھ لیں تب نماز کے لئے کھڑے ہوں۔

بَابٌ: لَا يَقُوْمُ إِلَى الصَّلَاةِ مُسْتَعْجِلًا، وَلْيَقُمْ إِلَيْهَا بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ

باب: نماز کے لیے جلدی نہ اٹھے بلکہ اطمینان اور سکون وسہولت کے ساتھ اٹھے

٦٣٨۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتَّى تَرَوْنِيْ وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ)) تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ. [راجع:٦٣٧]

(٦٣٨) ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبان نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے باپ ابوقتادہ حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "نماز کی تکبیر ہو تو جب تک مجھے دیکھ نہ لو کھڑے نہ ہو اور آہستگی کو لازم رکھو۔" شیبان کے ساتھ اس حدیث کو یحییٰ سے علی بن مبارک نے بھی روایت کیا ہے۔

تشریح: جسے خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجمعہ میں نکالا ہے۔ معلوم ہوا کہ شرکت جماعت کے لئے بھاگ دوڑ مناسب نہیں بلکہ سکون اور وقار کے ساتھ چل کر شریک جماعت ہونا چاہیے۔ پھر جو نماز چھوٹ جائے وہ بعد میں پڑھ لے۔ جماعت کا ثواب بہر حال حاصل ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

بَابٌ: هَلْ يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ لِعِلَّةٍ؟

باب: کیا مسجد سے کسی ضرورت کی وجہ سے اذان یا اقامت کے بعد بھی کوئی شخص نکل سکتا ہے؟

٦٣٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ وَقَدْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوْفُ، حَتَّى إِذَا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ انْتَظَرْنَا أَنْ يُكَبِّرَ انْصَرَفَ قَالَ: ((عَلَى مَكَانِكُمْ)) فَمَكَثْنَا عَلَى هَيْئَتِنَا حَتَّى خَرَجَ إِلَيْنَا يَنْطُفُ رَأْسُهُ مَاءً وَقَدِ اغْتَسَلَ. [راجع: ٢٧٥] [مسلم: ١٣٦٨، ١٣٦٩؛ ابوداود: ٢٣٥، ٥٤١؛ نسائي: ٧٩١]

(٦٣٩) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، وہ صالح بن کیسان سے، وہ ابن شہاب سے، وہ ابو سلمہ بن عبدالرحمن سے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک دن حجرے سے) باہر تشریف لائے، اقامت کہی جا چکی تھی اور صفیں برابر کی جا چکی تھیں۔ آپ جب مصلے پر کھڑے ہوئے تو ہم انتظار کر رہے تھے کہ اب آپ تکبیر کہتے ہیں۔ لیکن آپ واپس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ "اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔" ہم اسی حالت میں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ آپ دوبارہ تشریف لائے، تو سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا۔ آپ نے غسل کیا تھا۔

تشریح: آپ حالت جنابت میں تھے مگر یاد نہ رہنے کی وجہ سے تشریف لے آئے۔ بعد میں معلوم ہوگیا تو واپس تشریف لے گئے۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مسئلہ ثابت کیا کہ کوئی ایسی ہی سخت ضرورت درپیش آ جائے، تو اذان وتکبیر کے بعد بھی آدمی مسجد سے باہر نکل سکتا ہے۔ جس حدیث میں ممانعت آئی ہے وہاں محض بلاوجہ نفسانی خواہش کے باہر نکلنا مراد ہے۔ ممانعت والی حدیث صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور مسند احمد میں بھی ہے۔ ان احادیث کو نقل کرنے کے بعد علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"والحديثان يدلان على تحريم الخروج من المسجد بعد سماع الاذان لغير الوضوء وقضاء الحاجة وما تدعو الضرورة اليه حتى يصلى فيه تلك الصلوة لان ذالك المسجد قد تعين لتلك الصلوة۔" (نيل الاوطار)

یعنی مسجد سے اذان سننے کے بعد نکلنا حرام ہے۔ مگر وضو یا قضائے حاجت یا اور کوئی ضروری کام ہو تو اجازت ہے ورنہ جس مسجد میں رہتے ہوئے اذان سن لی اب اسی مسجد میں نماز کی ادائیگی لازم ہے کیونکہ اس نماز کے لئے وہی مسجد متعین ہو چکی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ احکام شریعت وطریقہ عبادت میں نسیان ہو سکتا ہے تاکہ وہ وحی آسمانی کے مطابق اس نسیان کا ازالہ کر سکیں۔

بَابٌ: إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: مَكَانَكُمْ، حَتَّى يَرْجِعَ، انْتَظَرُوْهُ

باب: اگر امام مقتدیوں سے کہے کہ تم لوگ اسی حالت میں ٹھہرے رہو تو جب تک وہ لوٹ کر آئے اس کا انتظار کریں (اور اپنی حالت پر ٹھہرے رہیں)

٦٤٠ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَسَوَّى النَّاسُ صُفُوفَهُمْ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَتَقَدَّمَ وَهُوَ جُنُبٌ ثُمَّ قَالَ: ((عَلَى مَكَانِكُمْ)) فَرَجَعَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ مَاءً فَصَلَّى بِهِمْ. [راجع: ٢٧٥] [مسلم: ١٣٦٧، ١٣٦٨، ١٣٦٩؛ ابوداود: ٢٣٥، ٥٤١؛ نسائي: ٧٩١]

(٦٤٠) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں محمد بن یوسف فریابی نے خبر دی، کہا ہم سے اوزاعی نے ابن شہاب زہری سے بیان کیا، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے فرمایا کہ نماز کے لیے اقامت کہی جا چکی تھی اور لوگوں نے صفیں سیدھی کر لی تھیں۔ پھر رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور آگے بڑھے۔ لیکن حالت جنابت میں تھے (مگر پہلے خیال نہ رہا) اس لیے آپ نے فرمایا کہ "تم لوگ اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔" پھر آپ واپس تشریف لائے تو آپ غسل کیے ہوئے تھے اور سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا۔ پھر آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

تشریح: حضرت مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض نسخوں میں یہاں اتنی عبارت زائد ہے:

"قيل لابى عبدالله اى البخارى: ان بدا لاحدنا مثل هذا يفعل كما يفعل النبى ﷺ قال فاى شيء يصنع فقيل ينتظرونه قياما اوقعودا قال: ان كان قبل التكبير للاحرام فلا باس ان يقعدوا وان كان بعد التكبير انتظروه حال كونهم قياما۔"

یعنی لوگوں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے کہا اگر ہم میں کسی کو ایسا اتفاق ہو تو وہ کیا کرے؟ انہوں نے کہا کہ جیسا نبی کریم ﷺ نے کیا ویسا کرے۔ لوگوں نے کہا تو مقتدی امام کا انتظار کھڑے رہ کر کرتے رہیں یا بیٹھ جائیں۔ انہوں نے کہا اگر تکبیر تحریمہ ہو چکی ہے تو کھڑے کھڑے انتظار کریں۔ ورنہ بیٹھ جانے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ مَا صَلَّيْنَا

باب: آدمی یوں کہے کہ ہم نے نماز پڑھی تو اس طرح کہنے میں کوئی قباحت نہیں ہے

٦٤١ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ، يَقُولُ أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَاءَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَاللَّهِ مَا كِدْتُ أَنْ أُصَلِّيَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ، وَذَلِكَ بَعْدَ مَا أَفْطَرَ الصَّائِمُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُهَا)) فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى بُطْحَانَ وَأَنَا مَعَهُ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا

(٦٤١) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان نے یحییٰ کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوسلمہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ ہمیں جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ نبی ﷺ کی خدمت میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق کے دن حاضر ہوئے، اور عرض کی یا رسول اللہ! قسم اللہ کی سورج غروب ہونے کو ہی تھا کہ میں اب عصر کی نماز پڑھ سکا ہوں۔ آپ جب حاضر خدمت ہوئے تو روزہ افطار کرنے کا وقت آ چکا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "قسم اللہ کی میں نے بھی تو نماز عصر نہیں پڑھی ہے۔" پھر آپ بطحان کی طرف گئے۔ میں آپ کے ساتھ ہی تھا۔ آپ نے وضو کیا، پھر عصر کی نماز پڑھی۔ سورج ڈوب چکا تھا۔ پھر اس

غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ. [راجع: ٥٩٦]

کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

تشریح: یہ باب لاکر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم نخعی کا رد کیا ہے۔ جنہوں نے یہ کہنا مکروہ قرار دیا کہ یوں کہا جائے کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم نے یہ کہنا اس شخص کے لئے مکروہ جانا جو نماز کا انتظار کر رہا ہو۔ کیونکہ وہ گویا نماز ہی میں ہے۔

بَابُ الْإِمَامِ تَعْرِضُ لَهُ الْحَاجَةُ بَعْدَ الْإِقَامَةِ

باب: اگر امام کو تکبیر ہو چکنے کے بعد کوئی ضرورت پیش آئے تو کیا کرے؟

٦٤٢ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ هُوَ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ وَالنَّبِيُّ ﷺ يُنَاجِي رَجُلًا فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ، فَمَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ حَتَّى نَامَ الْقَوْمُ. [طرفاه في: ٦٤٣، ٦٢٩٢] [مسلم: ٨٣٣؛ ابوداود: ٥٤٤؛ نسائي: ٧٩٠]

(۶۴۲) ہم سے ابو معمر عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ نماز کے لیے تکبیر ہو چکی تھی اور نبی ﷺ کسی شخص سے مسجد کے ایک گوشے میں چپکے چپکے کان میں باتیں کر رہے تھے۔ پھر آپ نماز کے لیے جب تشریف لائے تو لوگ سو رہے تھے۔

تشریح: سونے سے مراد اونگھنا ہے جیسا کہ ابن حبان اور اسحاق بن راہویہ نے روایت کیا کہ بعض لوگ اونگھنے لگے، چونکہ عشاء کی نماز کے وقت میں کافی گنجائش ہے اور باتیں بے حد ضروری تھیں، اس لئے آپ نے نماز کو مؤخر کر دیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ان شرعی سہولتوں کو بیان کرنا ہے جو روا رکھی گئی ہیں۔ آج جب کہ مصروفیات زندگی حد سے زیادہ بڑھ چکی ہیں اور ہر ہر منٹ مصروفیات کا ہے حدیث نبوی ((الامام ضامن)) کے تحت امام کو بہر حال مقتدیوں کا خیال کرنا ضروری ہوگا۔

بَابُ الْكَلَامِ إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ

باب: تکبیر ہو جانے کے بعد کسی سے باتیں کرنا

٦٤٣ـ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْأَعْلَى، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، قَالَ: سَأَلْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ عَنِ الرَّجُلِ، يَتَكَلَّمُ بَعْدَ مَا تُقَامُ الصَّلَاةُ فَحَدَّثَنِي عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَعَرَضَ لِلنَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ فَحَبَسَهُ بَعْدَمَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ. [راجع: ٦٤٢] [ابوداود: ٥٤٢]

(۶۴۳) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حمید طویل نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ثابت بنانی سے ایک شخص کے متعلق مسئلہ دریافت کیا جو نماز کے لیے تکبیر ہونے کے بعد گفتگو کرتا رہے۔ اس پر انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ تکبیر ہو چکی تھی۔ اتنے میں ایک شخص نبی کریم ﷺ سے راستہ میں ملا اور آپ کو نماز کے لیے تکبیر کہی جانے کے بعد بھی روکے رکھا۔

تشریح: یہ آپ ﷺ کے کمال اخلاق حسنہ کی دلیل ہے کہ تکبیر ہو چکنے کے بعد بھی آپ نے اس شخص سے گفتگو جاری رکھی۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب تک ملنے والا خود جدا نہ ہوتا آپ ضرور موجود رہتے۔ یہاں بھی یہی ماجرا ہوا۔ بہر حال کسی خاص موقع پر اگر امام ایسا کرے تو شرعاً اس پر مؤاخذہ نہیں ہے۔

بَابُ وُجُوْبِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ

باب: جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہے

وَقَالَ الْحَسَنُ: إِنْ مَنَعَتْهُ أُمُّهُ عَنِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ شَفَقَةً لَمْ يُطِعْهَا.

اور امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر کسی شخص کی ماں اس کو محبت کی بنا پر عشاء کی نماز باجماعت کے لیے مسجد میں جانے سے روک دے تو اس شخص کے لیے ضروری ہے کہ اپنی ماں کی بات نہ مانے۔

٦٤٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ لِيُحْطَبَ، ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَجِدُ عَرْقًا سَمِينًا أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ)). [اطرافه في: ٦٥٧، ٢٤٢٠، ٧٢٢٤] [نسائي: ٨٤٧]

(۶۴۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابوالزناد سے خبر دی، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم دوں۔ پھر نماز کے لیے کہوں، اس کے لیے اذان دی جائے پھر کسی شخص سے کہوں کہ وہ امامت کرے اور میں ان لوگوں کی طرف جاؤں (جو نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے) پھر انہیں ان کے گھروں سمیت جلا دوں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر یہ جماعت میں نہ شریک ہونے والے لوگ اتنی بات جان لیں کہ انہیں مسجد میں ایک اچھے قسم کی گوشت والی ہڈی مل جائے گی یا دو عمدہ کھر ہی مل جائیں گے تو یہ عشاء کی جماعت کے لیے مسجد میں ضرور حاضر ہو جائیں۔"

تشریح: اس حدیث سے نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا جس قدر ضروری معلوم ہوتا ہے وہ الفاظ حدیث سے ظاہر ہے کہ رسول کریم ﷺ نے تارکین جماعت کے لئے ان کے گھروں کو آگ لگانے تک کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ اسی لئے جن علما نے نماز کو جماعت کے ساتھ فرض قرار دیا ہے یہ حدیث ان کی اہم دلیل ہے۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"والحديث استدل به القائلون بوجوب صلوة الجماعة لانها لو كانت سنة لم يهدد تاركها بالتحريق."

یعنی اس حدیث سے ان لوگوں نے دلیل پکڑی ہے جو نماز باجماعت کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اگر یہ محض سنت ہوتی تو اس کے چھوڑنے والے کو آگ میں جلانے کی دھمکی نہ دی جاتی۔

بعض علما اس کے وجوب کے قائل نہیں ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یہ تنبیہ جن لوگوں کو فرمائی تھی، وہ منافق لوگ تھے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"والذى يظهر لى ان الحديث ورد فى المنافقين لقوله ﷺ فى صدر الحديث اثقل الصلوة على المنافقين ولقوله لو يعلمون الخ لان هذا الوصف يليق بهم لا بالمؤمنين لكن المراد نفاق المعصية لانفاق الكفر الخ."

یعنی میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خاص منافقین کے بارے میں ہے۔ شروع کے الفاظ صاف ہیں کہ سب سے زیادہ بھاری نماز منافقین پر عشاء اور فجر کی نمازیں ہیں۔ اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی یہی ظاہر کرتا ہے لو يعلمون...... الخ یعنی اگر وہ ان نمازوں کا ثواب باجماعت پڑھنے کا جان لیتے تو...... آخر تک۔ پس یہ بری عادت اہل ایمان کی شان سے بہت ہی بعید ہے۔ یہ خاص اہل نفاق ہی کا شیوہ ہو سکتا ہے۔

یہاں نفاق سے مراد نفاق معصیت ہے نفاق کفر مراد نہیں ہے۔ بہر حال جمہور علما نے نماز با جماعت کو سنت قرار دیا ہے۔ ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں نماز با جماعت کی اکیلے کی نماز پر ستائیس درجہ زیادہ فضیلت بتلائی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ جماعت سے باہر بھی نماز ہو سکتی ہے مگر ثواب میں وہ اس قدر کم ہے کہ اس کے مقابلہ پر جماعت کی نماز ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فاعدل الاقوال اقربها الى الصواب ان الجماعة من السنن الموكدة التى لا يخلو بملا زمتها ما امكن الا محروم مشئوم۔" (نیل، جزء: ۳/ ص:۱۳۷)

یعنی درست تر قول یہی معلوم ہوتا ہے کہ جماعت سے نماز ادا کرنا سنن مؤکدہ سے ہے۔ ایسی سنت کہ امکانی طاقت میں اس سے وہی شخص تساہل برت سکتا ہے جو انتہائی بدبخت بلکہ منحوس ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ نماز با جماعت واجب ہے جیسا کہ منعقدہ باب سے ظاہر ہے اسی لئے مولانا مرزا حیرت مرحوم فرماتے ہیں کہ "ان المحققين ذهبوا الى وجوبها والحق احق بالاتباع۔"

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مختلف طرق سے روایت کی گئی ہے۔ جس میں الفاظ کی کمی بیشی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت میں منافقین کا ذکر صریح لفظوں میں نہیں ہے دوسری روایات میں منافقین کا ذکر صراحتاً آیا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

بعض علما کہتے ہیں کہ اگر نماز با جماعت ہی فرض ہوتی تو آپ ﷺ ان کو بغیر جلائے نہ چھوڑتے۔ آپ کا اس سے رک جانا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ فرض نہیں بلکہ سنت مؤکدہ ہے۔ نیل الاوطار میں تفصیل سے ان مباحث کو لکھا گیا ہے۔ من شاء فليرجع اليه۔

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ

باب: نماز با جماعت کی فضیلت کا بیان

وَكَانَ الْأَسْوَدُ إِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ ذَهَبَ إِلَى مَسْجِدٍ آخَرَ وَجَاءَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ إِلَى مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّيَ فِيهِ، فَأَذَّنَ وَأَقَامَ وَصَلَّى جَمَاعَةً.

اسود رضی اللہ عنہ سے جب جماعت فوت ہو جاتی تو آپ کسی دوسری مسجد میں تشریف لے جاتے (جہاں نماز با جماعت ملنے کا امکان ہوتا) اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک ایسی مسجد میں حاضر ہوئے جہاں نماز ہو چکی تھی۔ آپ نے پھر اذان دی، اقامت کہی اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔

٦٤٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً)).

[طرفه في :٦٤٩] [مسلم: ١٤٧٧؛ نسائي: ٨٣٦]

(۶۴۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہوں نے نافع سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جماعت کے ساتھ نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔"

٦٤٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً)).

(۶۴۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے یزید بن ہاد نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن خباب سے، انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ "جماعت سے نماز تنہا پڑھنے سے پچیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔"

٦٤٧۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ:

(۶۴۷) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے

حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَفِي سُوْقِهِ خَمْسَةً وَعِشْرِيْنَ ضِعْفًا، وَذٰلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ، وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ، فَإِذَا صَلَّى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلَاةَ)) [راجع :١٧٦]

عبدالواحد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوصالح سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''آدمی جماعت کے ساتھ نماز گھر میں یا بازار میں پڑھنے سے پچیس درجہ زیادہ بہتر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب ایک شخص وضو کرتا ہے اور اس کے تمام آداب کو ملحوظ رکھ کر اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر مسجد کا راستہ پکڑتا ہے اور سوائے نماز کے اور کوئی دوسرا ارادہ اس کا نہیں ہوتا، تو ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بڑھتا ہے اور ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے اور جب نماز سے فارغ ہو جاتا ہے تو فرشتے اس وقت تک اس کے لیے برابر دعائیں کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنے مصلے پر بیٹھا رہے۔ کہتے ہیں اے اللہ! اس پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ اے اللہ! اس پر رحم کر اور جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہو گویا تم نماز ہی میں مشغول ہو۔''

تشریح: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں پچیس درجہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ستائیس درجہ ثواب باجماعت نماز میں بتایا گیا ہے۔ بعض محدثین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت زیادہ قوی ہے۔ اس لئے عدد سے متعلق اس روایت کو ترجیح ہوگی۔ لیکن اس سلسلے میں زیادہ صحیح مسلک یہ ہے کہ دونوں کو صحیح تسلیم کیا جائے۔ باجماعت نماز بذات خود واجب یا سنت مؤکدہ ہے۔ ایک فضیلت کی وجہ تو یہی ہے۔ پھر باجماعت پڑھنے والوں کے اخلاص وتقویٰ میں بھی تفاوت ہوگا اور ثواب بھی اسی کے مطابق کم وبیش ملے گا۔ اس کے علاوہ کلام عرب میں یہ اعداد کثرت کے اظہار کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔ گویا مقصود صرف ثواب کی زیادتی کو بتانا تھا۔ (تفہیم البخاری)

ابن دقیق العید کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنا گھروں اور بازاروں میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ ثواب رکھتا ہے گو بازار یا گھر میں جماعت سے نماز پڑھے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں گھر میں اور بازار میں نماز پڑھنے سے وہاں اکیلے نماز پڑھنا مراد ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ فِي جَمَاعَةٍ

باب: فجر کی نماز باجماعت پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں

٦٤٨۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ، وَأَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((تَفْضُلُ صَلَاةُ الْجَمِيْعِ صَلَاةَ أَحَدِكُمْ

(٦٤٨) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعیب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے سعید بن مسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جماعت سے نماز اکیلے نماز پڑھنے سے پچیس درجہ زیادہ بہتر

وَحْدَهُ خَمْسٌ وَعِشْرِيْنَ جُزْءً، وَتَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ)) ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: وَاقْرَءُ وْا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾

[الإسراء : ۷۸] [راجع :۱۷٦] [مسلم: ١٤٧٤]

ہے۔ اور رات دن کے فرشتے فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔" پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم پڑھنا چاہو تو (سورۂ بنی اسرائیل) کی یہ آیت پڑھو ﴿ان قرآن الفجر كان مشهودا﴾ یعنی فجر میں قرآن پاک کی تلاوت پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

٦٤٩۔ قَالَ شُعَيْبٌ: وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: تَفْضُلُهَا بِسَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً. [راجع :٦٤٥]

(٦٤٩) شعیب نے فرمایا کہ مجھ سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے اس طرح حدیث بیان کی کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

٦٥٠۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: سَمِعْتُ سَالِمًا، قَالَ: سَمِعْتُ أُمَّ الدَّرْدَاءِ، تَقُوْلُ: دَخَلَ عَلَيَّ أَبُو الدَّرْدَاءِ وَهُوَ مُغْضَبٌ فَقُلْتُ: مَا أَغْضَبَكَ؟ فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا أَعْرِفُ مِنْ أَمْرِ مُحَمَّدٍ ﷺ شَيْئًا إِلَّا أَنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ جَمِيْعًا.

(٦٥٠) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ میں نے سالم سے سنا۔ کہا کہ میں نے ام درداء سے سنا، آپ نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ) ابو درداء آئے، بڑے خفا ہو رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات ہوئی، جس نے آپ کو غضبناک بنا دیا۔ فرمایا: اللہ کی قسم! حضرت محمد ﷺ کی شریعت کی کوئی بات اب میں نہیں پاتا۔ سوائے اس کے کہ جماعت کے ساتھ یہ لوگ نماز پڑھ لیتے ہیں۔

٦٥١۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَعْظَمُ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلَاةِ أَبْعَدُهُمْ فَأَبْعَدُهُمْ مَمْشًى، وَالَّذِيْ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ حَتَّى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ ثُمَّ يَنَامُ)). [مسلم: ١٥١٣]

(٦٥١) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے برید بن عبداللہ سے بیان کیا، انہوں نے ابو بردہ سے، انہوں نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "نماز میں ثواب کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر وہ شخص ہوتا ہے، جو (مسجد میں نماز کے لیے) زیادہ سے زیادہ دور سے آئے اور جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے اور پھر امام کے ساتھ پڑھتا ہے اس شخص سے اجر میں بڑھ کر ہے جو (پہلے ہی) پڑھ کر سو جائے۔"

تشریح: پہلی حدیث میں نماز فجر کی خاص فضیلت کا ذکر ہے کہ اس میں فرشتے حاضر ہوتے اور قراءت قرآن مجید سنتے ہیں۔ دوسری دو حدیثوں میں مطلق جماعت کی فضیلت کا ذکر ہے۔ جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ فجر کی نماز با جماعت ادا کی جائے تاکہ ستائیس حصہ زیادہ ثواب حاصل کرنے کے علاوہ فرشتوں کی بھی معیت نصیب ہو جو فجر میں تلاوت قرآن سننے کے لئے جماعت میں حاضر ہوتے ہیں، پھر عرش پر جا کر اللہ پاک کے سامنے ان نیک بندوں کا ذکر خیر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں شامل فرما دے۔ آمین۔

بَابُ فَضْلِ التَّهْجِيْرِ إِلَى الظُّهْرِ

باب: ظہر کی نماز کے لیے سویرے جانے کی

فضیلت کا بیان

٦٥٢۔ حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيْقِ فَأَخَّرَهُ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ)) [طرفه في:٢٤٧٢]

[مسلم: ٦٦٦٩؛ ترمذي: ١٩٥٨]

(٦٥٢) مجھ سے قتیبہ بن سعید نے امام مالک سے بیان کیا، انہوں نے ابو بکر بن عبدالرحمٰن کے غلام سمی نامی سے، انہوں نے ابوصالح سمان سے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک شخص کہیں جا رہا تھا' راستے میں اس نے کانٹوں کی بھری ہوئی ایک ٹہنی دیکھی پس اسے راستے سے دور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ (صرف اسی بات پر) راضی ہو گیا اور اس کی بخشش کر دی۔''

٦٥٣۔ ثُمَّ قَالَ: ((الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ: الْمَطْعُوْنُ، وَالْمَبْطُوْنُ، وَالْغَرِيْقُ، وَصَاحِبُ الْهَدْمِ، وَالشَّهِيْدُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ)) وَقَالَ: ((لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا عَلَيْهِ)). [أطرافه في: ٧٢٠، ٢٨٢٩، ٥٧٣٣]

(٦٥٣) پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''شہداء پانچ قسم کے ہوتے ہیں: طاعون میں مرنے والے، پیٹ کے عارضے (ہیضے وغیرہ) میں مرنے والے اور ڈوب کر مرنے والے اور جو دیوار وغیرہ کسی بھی چیز سے دب کر مر جائے اور اللہ کے راستے میں (جہاد کرتے ہوئے) شہید ہونے والے۔'' اور آپ نے فرمایا کہ ''اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے اور پہلی صف میں شریک ہونے کا ثواب کتنا ہے اور پھر اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ ہو کہ قرعہ ڈالا جائے تو لوگ ان کے لیے قرعہ ہی ڈالا کریں۔''

٦٥٤۔ ((وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا إِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا)). [راجع:٦١٥]

(٦٥٤) ''اور اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ظہر کی نماز کیلیے سویرے جانے میں کیا ثواب ہے تو اس کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں اور اگر یہ جان جائیں کہ عشاء اور صبح کی نماز کے فضائل کتنے ہیں، تو گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے ان کے لیے آئیں۔''

تشریح: اس حدیث میں اول رفاہ عام کے ثواب پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ مخلوق الٰہی کو فائدہ پہنچانے کے لئے اگر کوئی ادنیٰ قدم بھی اٹھایا جائے تو عنداللہ اتنی بڑی نیکی ہے کہ نجات اخروی کے لئے صرف وہی ایک کافی ہو سکتی ہے۔ پھر اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کا بیان کیا گیا۔ جن کی پانچ مذکورہ قسمیں ہیں۔ پھر اذان دینا اور پہلی صف میں حاضر ہو کر باجماعت نماز ادا کرنا۔ پھر ظہر کی نماز اول وقت ادا کرنا۔ پھر صبح اور عشاء کی نمازوں کا خاص خیال رکھنا وغیرہ وغیرہ نیکیوں پر توجہ دلائی گئی۔ ظہر کی نماز گرمیوں میں دیر کرنے کی احادیث میں آ چکی ہے۔ یہاں گرمیوں کے علاوہ اول وقت پڑھنے کی فضیلت مذکور ہے۔

بَابُ احْتِسَابِ الْآثَارِ

باب: (جماعت کے لیے) ہر ہر قدم پر ثواب ملنے کا بیان

٦٥٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا بَنِي سَلِمَةَ! أَلَا تَحْتَسِبُونَ آثَارَكُمْ)). [طرفاه في: ٦٥٦، ١٨٨٧]

(٦٥٥) ہم سے محمد بن عبداللہ بن حوشب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے حمید طویل نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے بنوسلمہ والو! کیا تم اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے؟''

٦٥٦۔ وَزَادَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ، قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسٌ، أَنَّ بَنِي سَلِمَةَ- أَرَادُوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوا- عَنْ مَنَازِلِهِمْ، فَيَنْزِلُوْا قَرِيبًا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: فَكَرِهَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُعْرُوا الْمَدِيْنَةَ فَقَالَ: ((أَلَا تَحْتَسِبُوْنَ آثَارَكُمْ؟)) قَالَ مُجَاهِدٌ: خُطَاهُمْ آثَارُالْمَشْيِ فِي الْأَرْضِ بِأَرْجُلِهِمْ. [راجع :٦٥٥]

(٦٥٦) اور ابن ابی مریم نے بیان میں یہ زیادہ کہا کہ مجھے یحییٰ بن ایوب نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے حمید طویل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بنوسلمہ والوں نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے مکان (جو مسجد سے دور تھے) چھوڑ دیں اور نبی ﷺ کے قریب آ رہیں۔ (تا کہ نماز باجماعت کے لیے مسجد نبوی کا ثواب حاصل ہو) لیکن آپ ﷺ کو مدینہ کو اجاڑ دینا برا معلوم ہوا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم لوگ اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے؟'' مجاہد نے کہا (سورۂ یٰسین میں) وآثارھم سے قدم مراد ہیں۔ یعنی زمین پر چلنے سے پاؤں کے نشانات۔

تشریح: مدینہ کے قرب وجوار میں جو مسلمان رہتے تھے ان کی آرزو تھی کہ وہ مسجد نبوی کے قریب شہر میں سکونت اختیار کرلیں۔ لیکن رسول کریم ﷺ نے اس کی اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ تم لوگ جتنی دور سے چل چل کر آ ؤ گے اور یہاں نماز باجماعت ادا کرو گے ہر ہر قدم نیکیوں میں شمار کیا جائے گا۔ سورۂ یٰسین کی آیت کریمہ: ﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَآثَارَهُمْ﴾ (٣٦/یٰسین:١٢) ہم میں اللہ نے اسی عام اصول کو بیان فرمایا ہے کہ انسان کا ہر وہ قدم بھی لکھا جاتا ہے جو وہ اٹھاتا ہے۔ اگر قدم نیکی کے لئے ہے تو وہ نیکیوں میں لکھا جائے گا، اور اگر برائی کے لیے قدم اٹھا رہا ہے تو وہ برائیوں میں لکھا جائے گا۔ مجاہد کے قول مذکور کو عبد بن حمید نے موصولاً روایت کیا ہے۔

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ

باب: عشاء کی نماز باجماعت کی فضیلت کے بیان میں

٦٥٧۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُوْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَيْسَ صَلَاةٌ أَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيهِمَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا، لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَيُقِيْمَ، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا يَؤُمُّ النَّاسَ، ثُمَّ آخُذَ شُعَلًا مِنْ نَارٍ

(٦٥٧) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوصالح ذکوان نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ اور کوئی نماز بھاری نہیں اور اگر انہیں معلوم ہوتا کہ ان کا ثواب کتنا زیادہ ہے (اور چل نہ سکتے) تو گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آتے اور میرا تو ارادہ ہو گیا تھا مؤذن سے کہوں کہ وہ تکبیر کہے، پھر میں کسی

فَأُحَرِّقَ عَلَى مَنْ لَا يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ بَعْدُ)). [راجع :٦٤٤]

کو نماز پڑھانے کے لیے کہوں اور خود آگ کی چنگاریاں لے کر ان سب کے گھروں کو جلا دوں جو ابھی تک نماز کے لیے نہیں نکلے۔"

تشریح: اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ عشاء اور فجر کی جماعت دیگر نمازوں کی جماعت سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے اور شریعت میں ان دو نمازوں کا بڑا اہتمام ہے۔ جبھی تو آپ نے ان لوگوں کے جلانے کا ارادہ کیا جو ان میں شریک نہ ہوں۔ مقصد باب یہی ہے اور باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابٌ: اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ

باب: دو یا زیادہ آدمی ہوں تو جماعت ہو سکتی ہے

٦٥٨ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأَذِّنَا وَأَقِيْمَا، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا)). [راجع :٦٢٨]

(٦٥٨) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے ابو قلابہ عبداللہ بن زید سے، انہوں نے مالک بن حویرث سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: "جب نماز کا وقت آ جائے تو تم دونوں اذان دو اور اقامت کہو، پھر جو تم میں بڑا ہے وہ امام بنے۔"

تشریح: اس سے پہلے یہ بھی حدیث گزر چکی ہے کہ دو شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو سفر کا ارادہ رکھتے تھے۔ انہیں دو اصحاب کو آپ نے یہ ہدایت فرمائی تھی۔ اس سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ اگر صرف دو آدمی ہوں تو بھی نماز کے لئے جماعت کرنی چاہیے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"المراد بقوله اذنا ای من احب منکما ان یوذن فلیوذن وذالك لاستوائهما فی الفضل ولا یعتبر فی الاذان السن بخلاف الامامة...... الخ۔" (فتح الباری)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لفظ ((اذنا)) کی تفسیر کرتے ہیں کہ تم میں سے جو چاہے اذان دے یہ اس لئے کہ وہ دونوں فضیلت میں برابر تھے۔ اور اذان میں عمر کا اعتبار نہیں۔ بخلاف امامت کے کہ اس میں بڑی عمر والے کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

بَابُ مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ وَفَضْلِ الْمَسَاجِدِ

باب: جو شخص مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھے اس کا بیان اور مساجد کی فضیلت

٦٥٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((أَلْمَلَائِكَةُ تُصَلِّيْ عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ، أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ، لَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْقَلِبَ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا الصَّلَاةُ)). [راجع: ١٧٦] [مسلم:

(٦٥٩) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا امام مالک سے، انہوں نے ابوالزناد سے، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "ملائکہ تم میں سے اس نمازی کے لیے اس وقت تک یوں دعا کرتے رہتے ہیں۔ جب تک (نماز پڑھنے کے بعد) وہ اپنے مصلی پر بیٹھا رہے کہ اے اللہ! اس کی مغفرت کر' اے اللہ! اس پر رحم کر۔ تم میں سے وہ شخص جو صرف نماز کی وجہ سے رکا ہوا ہے۔ گھر جانے سے سوائے نماز کے اور کوئی چیز اس کے لیے مانع نہیں، تو اس کا (یہ سارا وقت) نماز ہی میں شمار ہو گا۔"

١٥١٠ ؛ ابوداود: ٤٦٩، ٤٧٠؛ نسائي: ٧٣٢]

٦٦٠ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي خُبَيْبُ ابْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: الْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ إِخْفَاءً حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ)). [أطرافه في:١٤٢٣، ٦٤٧٩، ٦٨٠٦]
[مسلم: ٢٣٨٠، ٢٣٨١؛ ترمذي: ٢٣٩١]

(٦٦٠) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے عبیداللہ بن عمر عمری سے بیان، کہا کہ مجھ سے خبیب بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا حفص بن عاصم سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ "سات طرح کے آدمی ہوں گے جن کو اللہ اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اول انصاف کرنے والا بادشاہ، دوسرے وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادت میں جوانی کی امنگ سے مصروف رہا، تیسرا ایسا شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے، چوتھے دو ایسے شخص جو اللہ کے لیے باہم محبت رکھتے ہیں اور ان کے ملنے اور جدا ہونے کی بنیاد یہی محبت ہے، پانچواں وہ شخص جسے کسی باعزت اور حسین عورت نے (برے ارادہ سے) بلایا لیکن اس نے کہہ دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، چھٹا وہ شخص جس نے صدقہ کیا، مگر اتنے پوشیدہ طور پر کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ساتواں وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور (بے ساختہ) آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

تشریح: علامہ ابوشامہ عبدالرحمٰن بن اسماعیل رحمہ اللہ نے ان سات خوش نصیبوں کا ذکر ان شعروں میں منظوم فرمایا ہے:

وقال النبی المصطفی ان سبعة　　یظلهم الله الکریم بظله
محب عفیف ناشی متصدق　　باك مصل والامام بعدله

ان سات کے علاوہ بھی اور بہت سے نیک اعمال ہیں۔ جن کے بجالانے والوں کو سایہ عرش عظیم کی بشارت دی گئی ہے۔

حدیث کے لفظ ((قلبه معلق فی المساجد)) یعنی "وہ نمازی جس کا دل مسجد سے لٹکا ہوا رہتا ہو" سے باب کا مقصد ثابت ہوتا ہے۔ باقی ان ساتوں پر تبصرہ کیا جائے تو دفاتر بھی ناکافی ہیں۔ متصدق کے بارے میں مسند احمد میں ایک حدیث مرفوعاً حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں مذکور ہے کہ فرشتوں نے کہا یا اللہ! تیری کائنات میں کوئی مخلوق پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط ہے؟ اللہ نے فرمایا: ہاں لوہا ہے۔ پھر پوچھا کہ کوئی مخلوق لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا کہ ہاں آگ ہے جو لوہے کو بھی پانی بنا دیتی ہے۔ پھر پوچھا پروردگار کوئی چیز آگ سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ فرمایا: ہاں پانی ہے جو آگ کو بھی بجھا دیتا ہے۔ پھر پوچھا الٰہی کوئی چیز پانی سے بھی زیادہ اہم ہے فرمایا: ہاں ہوا ہے جو پانی کو بھی خشک کر دیتی ہے، پھر پوچھا کہ یا اللہ! کوئی چیز ہوا سے بھی زیادہ اہم ہے فرمایا: ہاں آدم کا وہ بیٹا جس نے اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوئی کہ کیا صدقہ کیا۔

حدیث مذکور میں جن سات خوش نصیبوں کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے مخصوص طور پر مردوں ہی کو نہ سمجھنا چاہیے۔ بلکہ عورتیں بھی اس شرف میں داخل ہو سکتی ہیں اور ساتوں وصفوں میں سے ہر ہر وصف اس عورت پر بھی صادق آ سکتا ہے جس کے اندر وہ خوبی پیدا ہو۔ مثلاً ساتواں امام عادل ہے۔ اس میں وہ عورت بھی داخل ہے جو اپنے گھر کی ملکہ ہے اور اپنے ماتحتوں پر عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرتی ہے۔ اپنے جملہ متعلقین میں سے کسی کی حق تلفی نہیں کرتی، نہ کسی کی رو رعایت کرتی ہے بلکہ ہمہ وقت عدل و انصاف کو مقدم رکھتی ہے۔ وعلی هذا القیاس۔

٦٦١۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، قَالَ: سُئِلَ أَنَسٌ هَلِ اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَاتَمًا؟ فَقَالَ: نَعَمْ، أَخَّرَ لَيْلَةً صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ بَعْدَ مَا صَلَّى فَقَالَ: ((صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوْا وَلَمْ تَزَالُوْا فِي صَلَاةٍ مُنْذُ انْتَظَرْتُمُوْهَا)) قَالَ: فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيْصِ خَاتَمِهِ . [راجع :٥٧٢] [نسائي: ٥٣٨؛ ابن ماجه: ٦٩٢]

(٦٦١) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا حمید طویل سے، انہوں نے کہا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی انگوٹھی پہنی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! ایک رات عشاء کی نماز میں آپ نے آدھی رات تک دیر کی۔ نماز کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''لوگ نماز پڑھ کر سو چکے ہوں گے۔ اور تم لوگ اس وقت تک نماز ہی کی حالت میں تھے جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جیسے اس وقت میں آپ کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا ہوں (یعنی آپ کی انگوٹھی کی چمک کا سماں میری آنکھوں میں ہے)۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ وَمَنْ رَاحَ

باب: مسجد میں صبح اور شام آنے جانے کی فضیلت کا بیان

٦٦٢۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْرَاحَ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ نُزُلَهُ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ)). [مسلم: ١٥٢٤]

(٦٦٢) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں محمد بن مطرف نے زید بن اسلم سے خبر دی، انہوں نے عطاء بن یسار سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ نے فرمایا کہ ''جو شخص مسجد میں صبح، شام بار بار حاضری دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مہمانی کا سامان کرے گا۔ وہ صبح، شام جب بھی مسجد میں جائے۔''

بَابٌ: إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ

باب: جب نماز کی تکبیر ہونے لگے تو فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز نہیں پڑھ سکتا

٦٦٣۔ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجُلٍ؛ ح: قَالَ: وَحَدَّثَنِي عَبْدُالرَّحْمٰنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: سَمِعْتُ

(٦٦٣) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے اپنے باپ سعد بن ابراہیم سے بیان کیا، انہوں نے حفص بن عاصم سے، انہوں نے عبداللہ بن مالک بن بحینہ سے، کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک شخص پر ہوا (دوسری سند) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن بشر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بہز بن اسد نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے سعد بن ابراہیم نے خبر دی، کہا کہ میں نے حفص بن عاصم سے سنا، کہا کہ میں نے قبیلہ ازد کے

حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا، مِنَ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ مَالِكُ بْنُ بُحَيْنَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأَى رَجُلًا وَقَدْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاثَ بِهِ النَّاسُ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((آلصُّبْحَ أَرْبَعًا؟)) تَابَعَهُ غُنْدَرٌ وَمُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ فِيْ مَالِكٍ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: عَنْ سَعْدٍ عَنْ حَفْصٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ وَقَالَ حَمَّادٌ: أَخْبَرَنَا سَعْدٌ عَنْ حَفْصٍ عَنْ مَالِكٍ.

[مسلم: ١٦٤٩، ١٦٥٠؛ نسائي: ٨٦٦؛ ابن ماجه: ١١٥٣]

ایک صاحب سے جن کا نام مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ تھا، سنا کہ رسول اللہ ﷺ کی نظر ایک ایسے نمازی پر پڑی جو تکبیر کے بعد دو رکعت نماز پڑھ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو لوگ اس شخص کے ارد گرد جمع ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا صبح کی چار رکعتیں پڑھتا ہے؟'' اس حدیث کی متابعت غندر اور معاذ نے شعبہ سے کی ہے جو مالک سے روایت کرتے ہیں۔ ابن اسحاق نے سعد سے، انہوں نے حفص سے، وہ عبداللہ بن بحینہ سے اور حماد نے کہا کہ ہمیں سعد نے حفص کے واسطہ سے خبر دی اور وہ مالک کے واسطہ سے۔

تشریح: سیدنا امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں جن لفظوں میں باب منعقد کیا ہے یہ لفظ ہی خود اس حدیث میں وارد ہوئے ہیں۔ جسے امام مسلم اور سنن والوں نے نکالا ہے۔ مسلم بن خالد کی روایت میں اتنا زیادہ اور ہے کہ فجر کی سنتیں بھی نہ پڑھے۔ حضرت مولانا وحید الزماں صاحب محدث حیدر آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے امام احمد بن حنبل اور اہلحدیث کا یہی قول ہے کہ جب فرض نماز کی تکبیر شروع ہو جائے تو پھر کوئی نماز نہ پڑھے نہ فجر کی سنتیں نہ اور کوئی سنت یا فرض، بس اسی فرض میں شریک ہو جائے جس کی تکبیر ہو رہی ہے۔

اور بیہقی کی روایت میں جو یہ مذکور ہے ((الا ركعتي الفجر)) اور حنفیہ نے اس سے دلیل پکڑی کہ فجر کی جماعت ہوتے بھی سنت پڑھنی ضروری ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔ اس کی سند میں حجاج بن نصیر متروک اور عباد بن کثیر مردود ہے۔ اہلحدیث کا یہ بھی قول ہے کہ اگر کوئی فجر کی سنتیں شروع کر چکا ہو اور فرض کی تکبیر ہو تو سنت کو توڑ دے اور فرض میں شریک ہو جائے۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں اس حدیث بخاری کی شرح میں نو (۹) اقوال ذکر کئے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے: "انه ان خشى فوت الركعتين معا وانه لا يدرك الامام قبل رفعه من الركوع فى الثانية دخل معه والا فليركعهما يعنى ركعتي الفجر خارج المسجد ثم يدخل مع الامام۔" اگر یہ خطرہ ہو کہ فرض کی ہر دو رکعت ہاتھ سے نکل جائیں گی تو فجر کی سنتوں کو نہ پڑھے بلکہ امام کے ساتھ مل جائے، اور اگر اتنا بھی احتمال ہے کہ دوسری رکعت کے رکوع میں امام کے ساتھ مل سکے گا تو ان دو رکعت سنت فجر کو پڑھ لے پھر فرضوں میں مل جائے۔ اس سلسلہ میں امام صاحب رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے جو بیہقی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: ((اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة الا ركعتي الصبح)) یعنی تکبیر ہو چکنے کے بعد سوائے اس فرض نماز کے اور کوئی نماز جائز نہیں مگر صبح کی دو رکعت سنت۔

امام بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کر کے خود فرماتے ہیں: "هذه الزيادة لا اصل لها وفى اسنادها حجاج بن نصير وعباد بن كثير وهما ضعيفان۔" یعنی یہ الا ركعتي الفجر والی زیادتی بالکل بے اصل ہے۔ جس کا کوئی ثبوت نہیں اور اس کی سند میں حجاج بن نصیر اور عباد بن کثیر ہیں اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔ اس لئے یہ زیادتی قطعاً ناقابل اعتبار ہے۔ برخلاف اس کے کہ خود امام بیہقی ہی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت

ان لفظوں میں نقل کی ہے۔

"عن ابی هریرة قال: قال رسول اللهﷺ: اذا اقیمت الصلوٰة فلا صلوٰة الا المکتوبة قیل: یا رسول الله! ولا رکعتی الفجر قال: ولا رکعتی الفجر فی اسناده مسلم بن خالد الزنجی وهو متکلم فیه وقد وثقه ابن حبان واحتج به فی صحیحه۔"

یعنی رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز فرض کی تکبیر ہو جائے تو پھر کوئی اور نماز جائز نہیں۔ کہا گیا کہ فجر کی سنتوں کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا کہ وہ بھی جائز نہیں۔ اس حدیث کی سند میں مسلم بن خالد زنجی ہے۔ جس میں کلام کیا گیا ہے۔ مگر امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے اور اس کے ساتھ حجت پکڑی ہے۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے اس بحث میں آخری نواں قول ان لفظوں میں نقل کیا ہے:

"انه اذا سمع الاقامة لم یحل له الدخول فی رکعتی الفجر ولا فی غیرها من النوافل سواء کان فی المسجد اوخارجه فان فعل فقد عصی وهو قول اهل الظاهر ونقله ابن حزم عن الشافعی وجمهور السلف۔" (نیل الاوطار)

یعنی تکبیر سن لینے کے بعد نمازی کے لئے فجر کی سنت پڑھنا یا اور کسی نماز نفل میں داخل ہونا حلال نہیں ہے۔ وہ مسجد میں ہو یا باہر اگر ایسا کیا تو وہ اللہ اور رسول کا نافرمان ٹھہرا۔ اہل ظاہر کا یہی فتویٰ ہے اور علامہ ابن حزم نے امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور سلف سے اسی مسلک کو نقل کیا ہے۔

ایک تاریخی مکتوب مبارک: کون اہل علم ہے جو حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ سہارنپوری کے نام نامی سے واقف نہیں۔ آپ نے بخاری شریف کے حواشی تحریر فرما کر اہل علم پر ایک احسان عظیم فرمایا ہے۔ مگر اس بحث کے موقع پر آپ کا قلم بھی جادۂ اعتدال سے ہٹ گیا۔ یعنی آپ نے اسی بیہقی والی روایت کو بطور دلیل نقل کیا ہے۔ اور اسے علامہ مولانا محمد اسحاق صاحب دہلوی رحمہ اللہ کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ انصاف کا تقاضا تھا کہ اس روایت پر روایت نقل کرنے والے بزرگ یعنی خود علامہ بیہقی کا فیصلہ بھی نقل کر دیا جاتا، مگر ایسا نہیں کیا جس سے متاثر ہو کر استاذ الاساتذہ شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا و استاذنا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے آپ کے نام ایک خط تحریر فرمایا تھا۔ چونکہ یہ خط ایک علمی دستاویز ہے جس سے روشن خیال نوجوان کو بہت سے مفید امور معلوم ہو سکیں گے۔ اس لئے اس خط کا پورا متن درج ذیل کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام و علمائے عظام اس کے مطالعہ سے محظوظ ہوں گے۔

من العاجز النحیف السید محمد نذیر حسین الی المولوی احمد علی سلمه الله القوی السلام علیکم ورحمة الله برکاته وبعد فاتباعا بحدیث خیر الانام علیه افضل التحیة والسلام الدین النصیحة وابتغاء تأس باحسن القول کفی بالمرء اثما ان یحدث بکل ماسمع اظهر بخد متکم الشریفة ان ما وقع من ذالك المکرم فی الحاشیة علی صحیح البخاری تحت حدیث "اذا اقیمت الصلوٰة فلا صلوٰة الا المکتوبة" سمعت استاذی مولانا محمد اسحاق رحمه الله یقول وردفی روایة البیهقی "اذا اقیمت الصلوٰة فلا صلاة الا رکعتی الفجر" انتهی۔ جعله اکثر طلبة العلم بل بعض اکابر زماننا الذین یعتمدون علی قولکم عروة انفسهم یصلون السنة ولا یبالون فوت الجماعة وهذه الزیادة الاستثناء الا خیر الا رکعتی الفجر لا اصل لها بل مردودة مطرودة عند المحققین ولاسیما عند البیهقی الا مین وآفة الوضع علی هذا الحدیث الصحیح انما طرء من عباد بن کثیر وحجاج بن نصیر بالحاق هذه الزیادة الاستثناء الا خیر وظنی انکم ایها الممجد ما سمعتم نقل کلام استاذی العلامة البحر الفهامةُ المشتهر بین الافاق مولانا محمد اسحاق رحمه الله خیر رحمة فی یوم التلاق فی البیهقی بالتمام والکمال فان البیهقی قال لا اصل لها او تسامع من المولانا المرحوم لضعف مزاجه فی نقلها والا فلا کلام عند الثقاة المحدثین فی بطلان الا رکعتی الفجر کما هو مکتوب الیکم ومعارضه معروض علیکم قال الشیخ سلام الله فی المحلی شرح المؤطا زاد مسلم بن خالد عن عمرو بن دینار فی قولهﷺ اذا اقیمت الصلوٰة فلا صلوٰة الا المکتوبة قیل یا رسول الله ولا رکعتی الفجر قال ولا رکعتی الفجر اخرجه ابن عدی وسنده حسن واما زیادة الا رکعتی الصبح فی الحدیث فقال

البیهقی هذه الزیادة لا اصل لها انتهی مختصرا وقال التوربشتی وزاد احمد بلفظ فلا صلوة الا التی اقیمت وهو اخص وزاد ابن عدی بسند حسن قیل یارسول الله ولا رکعتی الفجر قال ولا رکعتی الفجر وقال الشوکانی وحدیث اذا اقیمت الصلوة فلا صلوة الا المکتوبة الا رکعتی الصبح قال البیهقی هذه الزیادة لا اصل لها وقال الشیخ نور الدین فی موضوعاته حدیث اذا اقیمت الصلوة فلا صلوة الا المکتوبة الا رکعتی الفجر روی البیهقی عن ابی هریرة وقال هذه الزیادة لا اصل لها وهکذا فی کتب الموضوعآت الاخری فعلیکم والحالة هذه بصیانة الدین امام ان تصححوا الجملة الاخیرة من کتب ثقات المحققین اوترجعوا وتعلموا طلبتکم ان هذه الزیادة مردودة ولا یلیق العمل بها ولا یعتقد بسنیتهما وها انا ارجو الجواب بالصواب فانه ینبه الغفلة ویوقظ الجهلة والسلام مع الاکرام۔ (اعلام اهل العصر باحکام رکعتی الفجر، ص:۳۶)

ترجمہ: یہ مراسلہ عاجز نحیف سید محمد نذیر حسین کی طرف سے مولوی احمد علی سلمہ اللہ القوی کے نام ہے بعد سلام مسنون حدیث خیر الانام علیہ التحیة والسلام الدین النصیحة (دین خیرخواہی کا نام ہے) کی اتباع اور آنحضرت ﷺ کے فرمان کفی بالمرء اثما الحدیث (انسان کو گناہگار بنانے کے لئے یہی کافی ہے کہ بغیر تحقیق کامل ہر سنی سنائی بات کو نقل کردے) کے پیش نظر آپ کی خدمت شریف میں لکھ رہا ہوں کہ آپ مکرم نے بخاری شریف کی حدیث اذا اقیمت الصلوٰة الحدیث کے حاشیہ پر بیہقی کے حوالہ سے حضرت الاستاذ مولانا محمد اسحاق صاحب کا قول نقل فرمایا ہے۔ جس سے سنت فجر کا جماعت فرض کی حالت میں پڑھنے کا جواز نکلتا ہے۔ آپ کے اس قول پر بھروسا کر کے بہت سے طلبہ بلکہ بعض اکابر عصر حاضر کا یہ عمل ہو گیا ہے کہ فرض نماز فجر کی جماعت ہوتی رہتی ہے اور وہ سنتیں پڑھتے رہتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ روایت مذکورہ میں بیہقی کے حوالہ سے الا رکعتی الفجر والی زیادتی محققین علما خاص طور پر حضرت علامہ بیہقی کے نزدیک بالکل مردود اور مطرود ہے۔ اور حدیث صحیح روایت کردہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر یہ اضافہ عباد بن کثیر و حجاج بن نصیر کا وضع کردہ ہے۔ اور اے محترم فاضل! میرا گمان ہے کہ آپ نے حضرت مولانا و استاذنا علامہ فہامہ مولانا محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیہقی سے نقل کردہ قول پورے طور پر نہیں سنا۔ حالانکہ خود امام بیہقی وہاں فرما رہے ہیں کہ یہ قول بالکل بے اصل ہے۔ یا پھر حضرت مولانا (محمد اسحاق مرحوم) کی طرف سے اس کے نقل میں ان کے ضعف مزاج کی وجہ سے تسامح ہوا ہے۔ ورنہ الا رکعتی الفجر کے لفظوں کے بطلان میں ثقات محدثین کی طرف سے کوئی کلام ہی نہیں۔ جیسا کہ شیخ سلام اللہ صاحب نے محلی شرح مؤطا میں فرمایا ہے مسلم بن خالد نے عمرو بن دینار سے نقل کیا ہے۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا: اذا اقیمت الصلوة فلا صلاة الا المکتوبة تو آپ سے پوچھا گیا کہ فجر کی دوسنتوں کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں ولا رکعتی الفجر یعنی جب فرض نماز کی تکبیر ہو گئی تو اب کوئی نماز حتی کہ فجر کی دوسنتوں کا پڑھنا بھی جائز نہیں۔ اس کو ابن عدی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور نقل کردہ زیادتی الا رکعتی الفجر کے بارے میں امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس زیادتی کی کوئی اصل نہیں ہے۔ تورپشتی نے کہا کہ احمد نے زیادہ کیا فلا صلوة الا التی اقیمت یعنی اس وقت خصوصاً وہی نماز پڑھی جائے گی، جس کی تکبیر کہی گئی ہے۔

اور ابن عدی نے سند حسن کے ساتھ زیادہ کیا ہے۔ کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا، کیا نماز فجر کی سنتوں کے بارے میں بھی یہی ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں بوقت جماعت ان کا پڑھنا بھی جائز نہیں۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام بیہقی سے تحت حدیث اذا اقیمت الصلوة الخ میں زیادتی الا رکعتی الفجر کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ یہ زیادتی بالکل من گھڑت اور بے اصل ہے۔ شیخ نور الدین نے بھی ان لفظوں کو موضوعات میں شمار کیا ہے اور دوسری کتب موضوعات میں بھی یہ صراحت موجود ہے۔ ان حالات میں دین کی حفاظت کے لئے آپ پر لازم ہو جاتا ہے کہ یا تو ثقات محققین کی کتابوں سے اس کی صحت ثابت فرمائیں۔ یا پھر رجوع فرما کر اپنے طلبا کو آگاہ فرمادیں کہ یہ زیادتی ناقابل عمل اور مردود ہے، ان کے سنت ہونے کا عقیدہ بالکل نہ رکھا جائے۔ میں جواب باصواب کے لئے امیدوار ہوں جس سے غافلوں کو تنبیہ ہوگی۔ اور بہت سے جاہلوں کے لئے آگاہی۔ والسلام مع الاکرام۔

جہاں تک بعد کی معلومات ہیں حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مکتوب کا کوئی جواب نہیں دیا نہ ہی اس غلطی کی اصلاح کی۔ بلکہ آج تک جملہ مطبوعہ بخاری معہ حواشی مولانا مرحوم میں یہ غلط بیانی موجود ہے۔

پس خلاصۃ المرام یہ کہ فجر کی جماعت ہوتے ہوئے فرض نماز چھوڑ کر سنتوں میں مشغول ہونا جائز نہیں ہے۔ پھر ان سنتوں کو کب ادا کیا جائے اس کے بارے میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں یوں باب منعقد کیا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ تَفُوتُهُ الرَّكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ يُصَلِّيهَا بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ

باب اس بارے میں جس کی فجر کی دو سنتیں رہ جائیں وہ ان کو نماز فرض کی جماعت کے بعد ادا کرے

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ جَدِّهِ قَيْسٍ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الصُّبْحَ ثُمَّ انْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ فَوَجَدَنِي اُصَلِّي فَقَالَ: مَهْلاً يَا قَيْسُ: اَصَلَاتَانِ مَعًا قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّي لَمْ اَكُنْ رَكَعْتُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قَالَ: فَلَا اِذَنْ.

اس پر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث دلیل میں پیش کی ہے۔
یعنی محمد بن ابراہیم اپنے دادا قیس کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز فرض با جماعت ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد میں نماز میں پھر مشغول ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا، کہ اے قیس! کیا دو نمازیں پڑھ رہے ہو؟ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! مجھ سے فجر کی سنت رہ گئی تھی ان کو ادا کر رہا ہوں آپ نے فرمایا: پھر کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وقد قال قوم من اهل مكة بهذا الحديث لم يروا باسا ان يصلى الرجل الركعتين بعد المكتوبة قبل ان تطلع الشمس۔" یعنی مکہ والوں میں سے ایک قوم نے اس حدیث کے پیش نظر فتویٰ دیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ جس کی فجر کی سنتیں رہ جائیں وہ نماز با جماعت کے بعد سورج نکلنے سے پہلے ہی ان کو پڑھ لے۔ المحدث الکبیر مولانا عبدالرحمن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اعلم ان قوله ﷺ فلا اذن معناه فلا باس عليك ان تصليهما حينئذ كما ذكرته ويدل عليه رواية ابى داود فسكت رسول الله ﷺ (الى ان) فاذا عرفت هذا كله ظهر لك بطلان قول صاحب العرف الشذى فى تفسير قوله فلا اذن معناه فلا تصلى مع هذا العذر ايضا اى فلا اذن للانكار۔" (تحفة الاحوذى)

یعنی جان لے کہ فرمان نبوی فلا اذن کا مطلب یہ کہ کوئی حرج نہیں کہ تو ان کو اب پڑھ رہا ہے، ابوداؤد میں صراحت یوں ہے کہ رسول کریم ﷺ خاموش ہوگئے۔ اس تفصیل کے بعد صاحب عرف الشذی کے قول کا بطلان تجھ پر ظاہر ہوگیا۔ جنہوں نے فلا اذن کے معنی انکار کے بتلائے ہیں۔ یعنی نبی کریم ﷺ نے اس لفظ سے اس کو ان سنتوں کے پڑھنے سے روک دیا۔ حالانکہ یہ معنی بالکل غلط ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال ابن عبدالبر وغيره الحجة عند التنازع السنة فمن ادلى بها فقد افلح وترك التنفل عند اقامة الصلوة وتداركها بعد قضاء الفرض اقرب الى اتباع السنة ويتايد ذالك من حيث المعنى بان قوله فى الاقامة حى على الصلوة معناه هلموا الى الصلوة اي التى يقام لها فاسعد الناس بامتثال هذا الامر من لم يتشاغل عنه بغيره والله اعلم۔"

یعنی ابن عبدالبر وغیرہ فرماتے ہیں کہ تنازع کے وقت فیصلہ کن چیز سنت رسول ہے۔ جس نے اس کو لازم پکڑا وہ کامیاب ہوگیا اور تکبیر ہوتے ہی نفل نمازوں کو چھوڑ دینا (جن میں فجر کی سنتیں بھی داخل ہیں) اور ان کو فرضوں سے فارغ ہونے کے بعد ادا کر لینا اتباع سنت کے یہی قریب ہے اور اقامت میں جو حی علی الصلوٰۃ کہا جاتا ہے معنوی طور پر اس سے بھی اسی امر کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نماز کے لئے آؤ جس کے لئے اقامت کہی جا رہی ہے۔ پس خوش نصیب وہی ہے جو اس امر پر فوراً عامل ہوا اور اس کے سوا اور کسی غیر عمل میں مشغول نہ ہو۔

خلاصہ یہ کہ فجر کی نماز فرض کی جماعت ہوتے ہوئے سنتیں پڑھتے رہنا اور جماعت کو چھوڑ دینا عقلاً ونقلاً کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ پھر بھی ہدایت اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

بَابُ حَدِّ الْمَرِيضِ أَنْ يَشْهَدَ الْجَمَاعَةَ

باب: بیمار کو کس حد تک جماعت میں آنا چاہیے

٦٦٤ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ: قَالَ الْأَسْوَدُ: كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ فَذَكَرْنَا الْمُوَاظَبَةَ عَلَى الصَّلَاةِ وَالتَّعْظِيمَ لَهَا، قَالَتْ: لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأُذِّنَ، فَقَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ)) فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ، إِذَا قَامَ [فِي] مَقَامِكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، وَأَعَادَ فَأَعَادُوا لَهُ، فَأَعَادَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ: ((إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ)) فَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي، فَوَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً، فَخَرَجَ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رِجْلَيْهِ تَخُطَّانِ الْأَرْضَ مِنَ الْوَجَعِ، فَأَرَادَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَتَأَخَّرَ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ مَكَانَكَ، ثُمَّ أُتِيَ بِهِ حَتَّى جَلَسَ إِلَى جَنْبِهِ فَقِيلَ لِلْأَعْمَشِ: فَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلَاتِهِ، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ بِرَأْسِهِ: نَعَمْ. رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بَعْضَهُ وَزَادَ أَبُو مُعَاوِيَةَ: جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ كَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي قَائِمًا. [راجع: ١٩٨] [مسلم: ٩٤١، ٩٤٢؛ ابن ماجه: ١٢٣٢]

(٦٦٤) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے ابراہیم نخعی سے بیان کیا کہ حضرت اسود بن یزید نخعی نے کہا کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے۔ ہم نے نماز میں ہمیشگی اور اس کی تعظیم کا ذکر کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں جب نماز کا وقت آیا اور اذان دی گئی تو فرمایا کہ "ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔" اس وقت آپ سے کہا گیا کہ ابوبکر بڑے نرم دل ہیں۔ اگر وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں تو نماز پڑھانا ان کے لیے مشکل ہو جائے گا۔ آپ نے پھر وہی حکم فرمایا، اور آپ کے سامنے پھر وہی بات دہرا دی گئی۔ تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا کہ "تم تو بالکل یوسف علیہ السلام کے ساتھ والی عورتوں کی طرح ہو۔ (کہ دل میں کچھ ہے اور ظاہر کچھ اور کر رہی ہو) ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔" آخر ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے۔ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض میں کچھ کمی محسوس کی اور دو آدمیوں کا سہارا لے کر باہر تشریف لے گئے۔ گویا میں اس وقت آپ کے قدموں کو دیکھ رہی ہوں کہ تکلیف کی وجہ سے زمین پر لکیر کرتے جاتے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے انہیں اپنی جگہ رہنے کے لیے کہا۔ پھر ان کے قریب آئے اور بازو میں بیٹھ گئے۔ جب اعمش نے یہ حدیث بیان کی، ان سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی اقتداء کی اور لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز کی اقتداء کی؟ حضرت اعمش نے سر کے اشارہ سے بتلایا کہ ہاں۔ ابوداود طیالسی نے اس حدیث کا ایک ٹکڑا شعبہ سے روایت کیا ہے اور شعبہ نے اعمش سے اور ابو معاویہ نے اس روایت میں یہ زیادہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بائیں طرف بیٹھے۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

٦٦٥ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، قَالَ:

(٦٦٥) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ہشام بن یوسف

أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ، فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْأَرْضَ، وَكَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَبَيْنَ رَجُلٍ آخَرَ. قَالَ عُبَيْدُاللَّهِ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقَالَ لِي: وَهَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ. [راجع :١٩٨]

نے خبر دی معمر سے، انہوں نے زہری سے، کہا کہ مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ بیمار ہوگئے اور تکلیف زیادہ بڑھ گئی تو آپ نے اپنی بیویوں سے اس کی اجازت لی کہ بیماری کے دن میرے گھر میں گزاریں۔ انہوں نے اس کی آپ کو اجازت دے دی۔ پھر آپ باہر تشریف لے گئے۔ آپ کے قدم زمین پر لکیر کر رہے تھے۔ آپ اس وقت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص کے بیچ میں تھے (یعنی دونوں حضرات کا سہارا لیے ہوئے تھے) عبیداللہ راوی نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کی، تو آپ نے فرمایا اس شخص کو بھی جانتے ہو جن کا نام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نہیں لیا؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا کہ وہ دوسرے آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد باب منعقد کرنے اور یہ حدیث لانے سے ظاہر ہے کہ جب تک مریض کسی نہ کسی طرح سے مسجد میں پہنچ سکے حتیٰ کہ کسی دوسرے آدمی کے سہارے سے جا سکے تو جانا ہی چاہیے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ومناسبة ذالك من الحديث خروجه ﷺ متوكئا على غيره من شدة الضعف فكانه يشير الى انه من بلغ الى تلك الحال لا يستحب له تكلف الخروج للجماعة الا اذا وجد من يتوكأ عليه۔" (فتح البارى)

یعنی حدیث سے اس کی مناسبت بایں طور ہے کہ نبی کریم ﷺ کا گھر سے نکل کر مسجد میں تشریف لانا شدت ضعف کے باوجود دوسرے کے سہارے ممکن ہوا۔ گویا یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جس مریض کا حال یہاں تک پہنچ جائے اس کے لئے جماعت میں حاضری کا تکلف مناسب نہیں۔ ہاں اگر وہ کوئی آدمی پالے جو اسے سہارا دے کر پہنچا سکے تو مناسب ہے۔

حدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے آخری وقت میں دیکھ لیا تھا کہ امت کی باگ ڈور سنبھالنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ موزوں کوئی دوسرا شخص اس وقت نہیں ہے۔ اس لئے آپ نے بار بار تاکید فرما کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو مصلے پر بڑھایا۔ خلافت صدیقی کی حقانیت پر اس سے زیادہ واضح اور دلیل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ جب ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس سلسلے میں کچھ معذرت پیش کی اور اشارہ کیا کہ محترم والد ماجد بے حد رقیق القلب ہیں۔ وہ مصلے پر جا کر رونا شروع کر دیں گے۔ لہٰذا آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم فرمائیے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی ایسا خیال نقل کیا گیا ہے کہ اگر والد ماجد مصلے پر تشریف لائے اور بعد میں نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا تو عوام والد ماجد کے متعلق قسم قسم کی بدگمانیاں پیدا کریں گے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے یہ کہہ کر کہ تم یوسف کے ساتھ والیوں جیسی ہو سب کو خاموش کر دیا۔ جیسا کہ زلیخا کی سہیلیوں کا حال تھا کہ ظاہر میں کچھ کہتی تھیں اور دل میں کچھ اور ہی تھا۔ یہی حال تمہارا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً:

(۱) ایسے شخص کی اس کے سامنے تعریف کرنا جس کی طرف سے امن ہو کہ وہ خود پسندی میں مبتلا نہ ہوگا۔ (۲) اپنی بیویوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا۔ (۳) چھوٹے آدمی کو حق حاصل ہے کہ کسی اہم امر میں اپنے بڑوں کی طرف مراجعت کرے۔ (۴) کسی عمومی مسئلہ پر باہمی مشورہ کرنا۔ (۵) بڑوں کا ادب بہر حال بجا لانا جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے۔ (۶) نماز میں بکثرت

رونا۔(۷)بعض اوقات محض اشارے کا بولنے کے قائم مقام ہو جانا۔(۸)نماز باجماعت کی تاکید شدید وغیرہ وغیرہ۔(فتح الباری)

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْمَطَرِ وَالْعِلَّةِ أَنْ يُصَلِّيَ فِي رَحْلِهِ

باب: بارش اور کسی عذر کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھ لینے کی اجازت کا بیان

٦٦٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، أَذَّنَ بِالصَّلَاةِ فِي لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِيحٍ ثُمَّ قَالَ: أَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَمَطَرٍ يَقُوْلُ: ((أَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ)) . [راجع:٦٣٢] [مسلم: ١٦٠٠؛ ابوداود: ١٠٦٣؛ نسائي: ٦٥٣]

(۶۶۶)ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے نافع سے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ٹھنڈی اور برسات کی رات میں اذان دی، پھر یوں پکار کر کہہ دیا کہ لوگو! اپنی قیام گاہوں پر ہی نماز پڑھ لو۔ پھر فرمایا کہ نبی کریم ﷺ سردی و بارش کی راتوں میں مؤذن کو حکم دیتے تھے کہ وہ اعلان کر دے: ''لوگو! اپنی قیام گاہوں پر ہی نماز پڑھ لو۔''

٦٦٧ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ، كَانَ يَؤُمُّ قَوْمَهُ وَهُوَ أَعْمَى، وَأَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! إِنَّهَا تَكُوْنُ الظُّلْمَةُ وَالسَّيْلُ وَأَنَا رَجُلٌ ضَرِيْرُ الْبَصَرِ، فَصَلِّ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! فِيْ بَيْتِي مَكَانًا أَتَّخِذْهُ مُصَلًّى، فَجَاءَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ؟)) فَأَشَارَ إِلَى مَكَانٍ مِنَ الْبَيْتِ، فَصَلَّى فِيْهِ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ. [راجع :٤٢٤] [مسلم: ١٤٩، ١٥٠، ١٤٩٦، ١٤٩٧، ١٤٩٨؛ نسائي: ٧٨٧، ١٣٢٦؛ ابن ماجه: ٧٥٤]

(۶۶۷)ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہوں نے محمود بن ربیع انصاری سے کہ عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نابینا تھے اور وہ اپنی قوم کے امام تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ! اندھیری اور سیلاب کی راتیں ہوتی ہیں اور میں اندھا ہوں، اس لیے آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ لیجئے تا کہ میں وہیں اپنی نماز کی جگہ بنالوں۔ پھر رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لائے اور پوچھا کہ ''تم کہاں نماز پڑھنا پسند کرو گے؟'' انہوں نے گھر میں ایک جگہ بتلا دی اور رسول اللہ ﷺ نے وہاں نماز پڑھی۔

تشریح: مقصد یہ ہے کہ جہاں نماز باجماعت کی شدید تاکید ہے وہاں شریعت نے معقول عذروں کی بنا پر ترک جماعت کی اجازت بھی دی ہے۔ جیسا کہ احادیث بالا سے ظاہر ہے۔

بَابٌ: هَلْ يُصَلِّي الْإِمَامُ بِمَنْ

باب: جو لوگ (بارش یا اور کسی آفت میں) مسجد میں

حَضَرَ؟ وَهَلْ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي الْمَطَرِ؟

آ جائیں تو کیا امام ان کے ساتھ نماز پڑھ لے اور برسات میں جمعہ کے دن خطبہ پڑھے یا نہیں؟

تشریح: یعنی ایسی آفتوں میں جماعت میں حاضر ہونا معاف ہے لیکن اگر کچھ لوگ تکلیف اٹھا کر مسجد میں آ جائیں تو امام ان کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھ لے۔ کیونکہ گھروں میں نماز پڑھ لینا رخصت ہے افضل تو یہی ہے کہ مسجد میں حاضر ہو۔

٦٦٨۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْحَمِيْدِ، صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ، قَالَ: خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ ذِي رَدْغٍ فَأَمَرَ الْمُؤَذِّنَ لَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ: قُلِ الصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ، فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، فَكَأَنَّهُمْ أَنْكَرُوْا فَقَالَ: كَأَنَّكُمْ أَنْكَرْتُمْ هَذَا إِنَّ هَذَا فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي ـيَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ. إِنَّهَا عَزْمَةٌ، وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُخْرِجَكُمْ وَعَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: كَرِهْتُ أَنْ أُؤَثِّمَكُمْ، فَتَجِيْئُوْنَ تَدُوْسُوْنَ الطِّيْنَ إِلَى رُكَبِكُمْ. [راجع :٦١٦]

(٦٦٨) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب بصری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالحمید صاحب الزیادی نے بیان کیا کہ کہا میں نے عبداللہ بن حارث بن نوفل سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ایک دن ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب بارش کی وجہ سے کیچڑ ہو رہی تھی خطبہ سنایا۔ پھر مؤذن کو حکم دیا اور جب وہ حی علی الصلوٰۃ پر پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ آج یوں پکار دو کہ نماز اپنی قیام گاہوں پر پڑھ لو۔ لوگ ایک دوسرے کو (حیرت کی وجہ سے) دیکھنے لگے۔ جیسے اس کو انہوں نے ناجائز سمجھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے شاید اس کو برا جانا ہے۔ ایسا تو مجھ سے بہتر ذات یعنی رسول اللہ ﷺ نے بھی کیا تھا۔ بیشک جمعہ واجب ہے۔ مگر میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ حی علی الصلوٰۃ کہہ کر تمہیں باہر نکالوں (اور تکلیف میں مبتلا کروں) اور حماد عاصم سے، وہ عبداللہ بن حارث سے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ البتہ انہوں نے اتنا اور کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مجھے اچھا معلوم نہیں ہوا کہ تمہیں گنہگار کروں اور تم اس حالت میں آؤ کہ تم مٹی میں گھٹنوں تک آلودہ ہو گئے ہو۔

تشریح: شارحین بخاری لکھتے ہیں: "مقصود المصنف من عقد ذالك الباب بيان ان الامر بالصلوة فى الرحال للاباحة لا للوجوب ولا للندب والا لم يجز اولم يكن اولى ان يصلى الامام بمن حضر۔" یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد باب یہ ہے کہ بارش اور کیچڑ کے وقت اپنے ٹھکانوں پر نماز ادا کرنے کا حکم وجوب کے لئے نہیں ہے۔ صرف اباحت کے لئے ہے۔ اگر یہ امر وجوب کے لئے ہوتا تو پھر حاضرین مسجد کے ساتھ امام کا نماز ادا کرنا بھی جائز نہ ہوتا یا اولیٰ نہ ہوتا۔ بارش میں ایسا ہوتا ہی ہے کہ کچھ لوگ آ جاتے ہیں کچھ نہیں آ سکتے بہر حال شارع نے ہر طرح سے آسانی کو پیش نظر رکھا ہے۔

٦٦٩۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ فَقَالَ: جَاءَتْ سَحَابَةٌ

(٦٦٩) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن کثیر سے بیان کیا، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے (شب قدر کو) پوچھا۔ آپ نے

فَمطرَتْ حَتَّى سَالَ السَّقْفُ، وَكَانَ مِنْ جَرِيْدِ النَّخلِ، فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ، حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ فِيْ جَبْهَتِهِ. [اطرافه في: ٨١٣، ٨٣٦، ٢٠١٦، ٢٠١٨، ٢٠٢٧، ٢٠٣٦، ٢٠٤٠] [مسلم: ٢٧٦٩، ٢٧٧٠، ٢٧٧١، ٢٧٧٢، ٢٧٧٣؛ ابوداود: ٨٩٤، ٨٩٥، ٩١١، ١٣٨٢؛ نسائي: ١٠٩٤، ١٣٥٥]

فرمایا کہ بادل کا ایک ٹکڑا آیا اور برسا یہاں تک کہ (مسجد کی چھت) ٹپکنے لگی جو کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی۔ پھر نماز کے لیے تکبیر ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کیچڑ اور پانی میں سجدہ کر رہے تھے۔ کیچڑ کا نشان آپ کی پیشانی پر بھی میں نے دیکھا۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے یہ ثابت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے کیچڑ اور بارش میں بھی نماز مسجد میں پڑھی۔ باب کا یہی مقصد ہے کہ ایسی آفتوں میں جو لوگ مسجد میں آ جائیں ان کے ساتھ امام نماز پڑھ لے۔

٦٧٠- حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُوْلُ: قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: إِنِّي لَا أَسْتَطِيْعُ الصَّلَاةَ مَعَكَ. وَكَانَ رَجُلًا ضَخْمًا، فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا فَدَعَاهُ إِلَى مَنْزِلِهِ، فَبَسَطَ لَهُ حَصِيْرًا وَنَضَحَ طَرَفَ الْحَصِيْرِ، فَصَلَّى عَلَيْهِ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ آلِ الْجَارُوْدِ لِأَنَسٍ: أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الضُّحَى؟ قَالَ: مَا رَأَيْتُهُ صَلَّاهَا إِلَّا يَوْمَئِذٍ. [طرفاه في: ١١٧٩، ٦٠٨٠] [ابوداود: ٦٥٧]

(٦٧٠) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے انس بن سیرین نے بیان کیا، کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انصار میں سے ایک مرد نے عذر پیش کیا کہ میں آپ کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہو سکتا اور وہ موٹا آدمی تھا۔ اس نے نبی کریم ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا اور آپ کو اپنے گھر دعوت دی اور آپ کے لیے ایک چٹائی بچھا دی اور اس کے کنارہ کو (صاف کر کے) دھویا۔ آپ ﷺ نے اس بوریے پر دو رکعتیں پڑھیں۔ آل جارود کے ایک شخص (عبدالحمید) نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ چاشت کی نماز پڑھتے تھے انہوں نے فرمایا کہ اس دن کے سوا اور کبھی میں نے آپ کو پڑھتے نہیں دیکھا۔

تشریح: یہاں یہ حدیث لانے سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ معذور لوگ اگر جمعہ جماعت میں نہ شریک ہو سکیں اور وہ امام سے درخواست کریں کہ ان کے گھر میں ان کے لئے نماز کی جگہ تجویز کر دی جائے۔ تو امام کو ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ باب میں بارش کے عذر کا ذکر تھا اور حدیث ہذا میں ایک انصاری مرد کے موٹاپے کا عذر مذکور ہے۔ جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ شرعاً جو عذر معقول ہو اس کی بنا پر جماعت سے پیچھے رہ جانا جائز ہے۔

بَابٌ: إِذَا حَضَرَ الطَّعَامُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ

باب: جب کھانا حاضر ہو اور نماز کی تکبیر ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِالْعَشَاءِ وَقَالَ أَبُو

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما تو ایسی حالت میں پہلے کھانا کھاتے تھے۔ اور ابو درداء رضی اللہ عنہ

الدَّرْدَاءِ: مِنْ فِقْهِ الْمَرْءِ إِقْبَالُهُ عَلَى حَاجَتِهِ حَتَّى يُقْبِلَ عَلَى صَلَاتِهِ وَقَلْبُهُ فَارِغٌ.

فرماتے تھے کہ عقل مندی یہ ہے کہ پہلے آدمی اپنی حاجت پوری کر لے تا کہ جب وہ نماز میں کھڑا ہو تو اس کا دل فارغ ہو۔

٦٧١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي سَمِعْتُ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَؤُوْا بِالْعَشَاءِ)).

[طرفه في: ٥٤٦٥]

(٦٧١) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے ہشام بن عروہ سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ "اگر شام کا کھانا سامنے رکھا جائے اور ادھر نماز کے لیے تکبیر بھی ہونے لگے تو پہلے کھانا کھالو۔"

٦٧٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قُدِّمَ الْعَشَاءُ فَابْدَؤُوْا بِهِ قَبْلَ أَنْ تُصَلُّوْا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ، وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَائِكُمْ)).

[طرفه في: ٥٤٦٣]

(٦٧٢) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے عقیل سے، انہوں نے ابن شہاب سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جب شام کا کھانا حاضر کیا جائے تو مغرب کی نماز سے پہلے کھانا کھالو (اور کھانے میں بے مزہ بھی نہ ہونا چاہیے) اور اپنا کھانا چھوڑ کر نماز میں جلدی مت کرو۔

تشریح: ان جملہ آثار اور احادیث کا مقصد اتنا ہی ہے کہ بھوک کے وقت اگر کھانا تیار ہو، تو پہلے اس سے فارغ ہونا چاہیے، تا کہ نماز پورے سکون کے ساتھ ادا کی جائے اور دل کھانے میں نہ لگا رہے اور یہ اس کے لئے ہے جسے پہلے ہی سے بھوک ستا رہی ہو۔

٦٧٣- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَؤُوْا بِالْعَشَاءِ، وَلَا يَعْجَلْ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ)) وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوْضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلَاةُ فَلَا يَأْتِيهَا حَتَّى يَفْرُغَ، وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ.

[طرفاه في: ٦٧٤، ٥٤٦٤] [مسلم: ١٢٤٤]

(٦٧٣) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا ابو اسامہ حماد بن اسامہ سے، انہوں نے عبید اللہ سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جب تم میں سے کسی کا شام کا کھانا تیار ہو چکا ہو اور تکبیر بھی کہی جا چکی تو پہلے کھانا کھالو اور نماز کے لیے جلدی نہ کرو، کھانے سے فراغت کر لو۔" اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے کھانا رکھ دیا جاتا، ادھر اقامت بھی ہو جاتی لیکن آپ کھانے سے فارغ ہونے تک نماز میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ آپ امام کی قراءت برابر سنتے رہتے تھے۔

٦٧٤- وَقَالَ: زُهَيْرٌ وَوَهْبُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَلَا يَعْجَلْ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ

(٦٧٤) زہیر اور وہب بن عثمان نے موسیٰ بن عقبہ سے بیان کیا، انہوں نے نافع سے، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "اگر تم میں سے کوئی کھانا کھا رہا ہو تو جلدی نہ کرے بلکہ پوری طرح کھا لے گو نماز کھڑی کیوں نہ ہو گئی ہو۔" ابو عبد اللہ حضرت امام

مِنْهُ، وَإِنْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ)) قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ وَهْبِ بْنِ عُثْمَانَ، وَوَهْبٌ مَدَنِيٌّ . [راجع: ٦٧٣]
[مسلم: ١٢٤٥]

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھ سے ابراہیم بن منذر نے وہب بن عثمان سے یہ حدیث بیان کی اور وہب مدنی ہیں۔

بَابٌ: إِذَا دُعِيَ الْإِمَامُ إِلَى الصَّلَاةِ وَبِيَدِهِ مَا يَأْكُلُ

باب: جب امام کو نماز کے لیے بلایا جائے اور اس کے ہاتھ میں کھانے کی چیز ہو تو وہ کیا کرے؟

٦٧٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ، أَنَّ أَبَاهُ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْكُلُ ذِرَاعًا يَحْتَزُّ مِنْهَا، فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَامَ فَطَرَحَ السِّكِّينَ، فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع :٢٠٨]

(٦٧٥) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے صالح بن کیسان سے بیان کیا، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے کہا کہ مجھ کو جعفر بن عمرو بن امیہ نے خبر دی کہ ان کے باپ عمرو بن امیہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ بکری کی دستی کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے۔ اتنے میں آپ نماز کے لیے بلائے گئے آپ کھڑے ہو گئے اور چھری ڈال دی، پھر آپ نے نماز پڑھائی اور وضو نہیں کیا۔

تشریح: اس باب اور اس کے تحت اس حدیث کے لانے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ ثابت کرنا منظور ہے کہ پچھلی حدیث کا حکم استحبابا تھا وجوبا نہ تھا۔ ورنہ نبی کریم ﷺ کھانا چھوڑ کر نماز کے لئے کیوں جاتے بعض کہتے ہیں کہ امام کا حکم علیحدہ ہے۔ اسے کھانا چھوڑ کر نماز کے لئے جانا چاہیے۔ حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

بَابُ مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَهْلِهِ فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَخَرَجَ

باب: اس آدمی کے بارے میں جو اپنے گھر کے کام کاج میں مصروف تھا کہ تکبیر ہوئی اور وہ نماز کے لیے نکل کھڑا ہوا

٦٧٦۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ: مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ بَيْتِهِ؟ قَالَتْ: كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ۔ تَعْنِي: فِي خِدْمَةِ أَهْلِهِ۔ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ. [طرفاه في: ٥٣٦٣، ٦٠٣٩] [ترمذي: ٢٤٨٩]

(٦٧٦) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حکم بن عتبہ نے ابراہیم نخعی سے بیان کیا، انہوں نے اسود بن یزید سے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول کریم ﷺ اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ آپ نے بتلایا کہ آپ ﷺ اپنے گھر کے کام کاج یعنی اپنے گھر والیوں کی خدمت کیا کرتے تھے۔ اور جب نماز کا وقت ہوتا فوراً (کام کاج چھوڑ کر) نماز کے لیے چلے جاتے تھے۔

بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ وَهُوَ لَا يُرِيدُ إِلَّا أَنْ يُعَلِّمَهُمْ صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ وَسُنَّتَهُ

باب: کوئی شخص صرف یہ بتلانے کے لیے کہ نبی کریم ﷺ نماز کیونکر پڑھا کرتے تھے اور آپ کا طریقہ کیا تھا' نماز پڑھائے تو کیسا ہے؟

٦٧٧ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فِي مَسْجِدِنَا هَذَا فَقَالَ: إِنِّي لَأُصَلِّي بِكُمْ، وَمَا أُرِيدُ الصَّلَاةَ، أُصَلِّي كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي؟ فَقُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ: كَيْفَ كَانَ يُصَلِّي؟ قَالَ: مِثْلَ شَيْخِنَا هَذَا وَكَانَ الشَّيْخُ يَجْلِسُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ قَبْلَ أَنْ يَنْهَضَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى. [أطرافه في: ٨٠٢، ٨١٨، ٨٢٤] [ابوداود: ٨٤٢، ٨٤٣؛ نسائي: ١١٥٠، ١١٥٢]

(٦٧٧) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے ابوقلابہ عبداللہ بن زید سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ایک دفعہ ہماری اس مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تم لوگوں کو نماز پڑھاؤں گا۔ اور میری نیت نماز پڑھنے کی نہیں ہے، میرا مقصد صرف یہ ہے کہ تمہیں نماز کا وہ طریق سکھا دوں جس طریقہ سے نبی ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے۔ میں نے ابوقلابہ سے پوچھا کہ انہوں نے کس طرح نماز پڑھی تھی؟ انہوں نے بتلایا کہ ہمارے شیخ (عمر بن سلمہ) کی طرح۔ شیخ جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو ذرا بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہوتے۔

تشریح: دوسری یا چوتھی رکعت کے لئے تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھنا یہ جلسہ استراحت کہلاتا ہے۔ اسی کا ذکر اس حدیث میں آیا ہے۔ "قال الحافظ فی الفتح: وفيه مشروعية جلسة الاستراحة واخذ بها الشافعي وطائفة من اهل الحديث." یعنی فتح الباری میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث سے جلسہ استراحت کی مشروعیت ثابت ہوئی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اہل حدیث کی ایک جماعت کا اسی پر عمل ہے۔ مگر احناف نے جلسہ استراحت کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ لکھا ہوا ہے:

"یہ جلسہ استراحت ہے اور حنفیہ کے یہاں بہتر ہے کہ ایسا نہ کیا جائے۔ ابتدا میں یہی طریقہ تھا۔ لیکن بعد میں اس پر عمل ترک ہو گیا تھا۔" (تفہیم البخاری، ص:۸۱)۔ آگے یہی حضرت اپنے اس خیال کی خود ہی تردید فرما رہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ "یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ اس میں اختلاف صرف افضلیت کی حد تک ہے۔"

جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ اسے درجہ جواز میں مانتے ہیں۔ پھر یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ بعد میں اس پر عمل ترک ہو گیا تھا۔ ہم اس بحث کو طول دینا نہیں چاہتے۔ صرف مولانا عبدالحیٔ صاحب حنفی لکھنوی کا تبصرہ نقل کر دیتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

"اعلم ان اكثر اصحابنا الحنفية وكثيرا من المشايخ الصوفية قد ذكروا فى كيفية صلوة التسبيح الكيفية التى حكاها الترمذى والحاكم عن عبدالله بن المبارك الخالية عن جلسة الاستراحة والشافعية والمحدثون اكثرهم اختاروا الكيفية المشتملة على جلسة الاستراحة وقد علم مما اسلفنا ان الاصح ثبوتا هو هذه الكيفية فلياخذ بها من يصليها حنفيا كان او شافعيا." (تحفة الاحوذى، ص:٢٣٧ بحواله كتاب الآثار المرفوعة)

یعنی جان لو کہ ہمارے اکثر علمائے احناف اور مشائخ صوفیہ نے صلوٰۃ التسبیح کا ذکر کیا ہے۔ جسے ترمذی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن

مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔ مگر اس میں جلسہ استراحت کا ذکر نہیں ہے۔ جب کہ شافعیہ اور اکثر محدثین نے جلسہ استراحت کو مختار قرار دیا ہے اور ہمارے بیان گزشتہ سے ظاہر ہے کہ ثبوت کے لحاظ سے صحیح یہی ہے کہ جلسہ استراحت کرنا بہتر ہے۔ پس کوئی حنفی ہو یا شافعی اسے چاہیے کہ جب بھی وہ صلوٰۃ التسبیح پڑھے ضرور جلسہ استراحت کرے۔

محدث کبیر علامہ عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قد اعتذر الحنفية وغيرهم من لم يقل بجلسة الاستراحة عن العمل بحديث مالك بن الحويرث المذكور في الباب باعذار كلها باردة۔" (تحفة الاحوذی)

یعنی جو حضرات استراحت کے قائل نہیں احناف وغیرہ انہوں نے حدیث مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ جو یہاں ترمذی میں مذکور ہوئی ہے (اور بخاری شریف میں بھی قارئین کے سامنے ہے) پر عمل کرنے سے کئی ایک عذر پیش کئے ہیں جن میں کوئی جان نہیں ہے اور جن کو عذر بے جا ہی کہنا چاہیے (مزید تفصیل کے لئے تحفۃ الاحوذی کا مطالعہ کرنا چاہیے)

بَابٌ: أَهْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ

باب: امامت کرانے کا سب سے زیادہ حق دار وہ ہے جو علم اور (عملی طور پر بھی) فضیلت والا ہو

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس باب کے منعقد کرنے سے ان لوگوں کی تردید ہے جو امامت کرانے والوں کے لئے علم وفضل کی ضرورت نہیں سمجھتے اور ہر ایک جاہل کندہ ناتراش کو بے تکلف نماز میں امام بنا دیتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب ہے کہ عالم امامت کا زیادہ حق دار ہے بنسبت قاری کے کیونکہ قاری صحابہ میں ابی بن کعب رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ تھے۔ تب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امام نہیں بنایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم دیا اور حدیث میں جو آیا ہے کہ جو زیادہ تم میں اللہ کی کتاب کا قاری ہو وہ امامت کرے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ یہ حکم آپ ہی کے زمانہ مبارک میں تھا۔ اس وقت جو اقرأ ہوتا وہ افقہ یعنی عالم بھی ہوتا تھا اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اقرأ کو مقدم رکھا ہے افقہ پر اور اگر کوئی افقہ بھی ہو اور اقرأ بھی تو وہ سب پر مقدم ہوگا بالاتفاق ہمارے زمانہ میں بھی یہ بلا عام ہوگئی ہے، لوگ جاہلوں کو پیش امام بنا دیتے ہیں جو اپنی نماز بھی خراب کرتے ہیں اور دوسروں کی بھی۔ (خلاصہ شرح وحیدی)

٦٧٨۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ ابْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُوْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوْسَى، قَالَ: مَرِضَ النَّبِيُّ ﷺ فَاشْتَدَّ مَرَضُهُ فَقَالَ: ((مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ)) قَالَتْ عَائِشَةُ: إِنَّهُ رَجُلٌ رَقِيْقٌ، إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ قَالَ: ((مُرِيْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ)) فَعَادَتْ فَقَالَ: ((مُرِيْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ)) فَأَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَصَلَّى

(٦٧٨) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حسین بن علی بن ولید نے زائدہ بن قدامہ سے بیان کیا، انہوں نے عبدالملک بن عمیر سے، کہا کہ مجھ سے ابو بردہ عامر نے بیان کیا، انہوں نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور جب بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ نے فرمایا کہ "ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔" اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بولیں کہ وہ نرم دل ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان کے لیے نماز پڑھانا مشکل ہوگا۔ آپ نے پھر فرمایا کہ "ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔" عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر وہی بات کہی۔ آپ نے پھر فرمایا کہ "ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں، تم لوگ صواحب یوسف (زلیخا) کی طرح (باتیں بناتی) ہو۔" آخر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

بِالنَّاسِ فِيْ حَيَاةِ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفه في: ٣٣٨٥] [مسلم: ٩٤٨]

کے پاس آدمی بلانے آیا اور آپ نے لوگوں کو نبی ﷺ کی زندگی میں ہی نماز پڑھائی۔

٦٧٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّهَا قَالَتْ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ: ((مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ)) قَالَتْ عَائِشَةُ: قُلْتُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ، فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ: قُوْلِيْ لَهُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ، فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَهْ، إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ، مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ)) فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ: مَا كُنْتُ لِأُصِيْبَ مِنْكِ خَيْرًا. [راجع: ١٩٨]

(۶۷۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ہشام بن عروہ سے خبر دی، انہوں نے اپنے باپ عروہ بن زبیر سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری میں فرمایا کہ ''ابوبکر سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: ابوبکر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو روتے روتے وہ (قرآن مجید) سنا نہ سکیں گے، اس لیے آپ عمر سے کہئے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ آپ فرماتی تھیں کہ میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ وہ بھی کہیں کہ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو روتے روتے لوگوں کو (قران) سنا نہ سکیں گے۔ اس لیے عمر رضی اللہ عنہ سے کہئے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حفصہ رضی اللہ عنہا (ام المؤمنین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی) نے بھی اسی طرح کہا تو آپ نے فرمایا کہ ''خاموش رہو! تم صواحب یوسف کی طرح ہو۔ ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' پس حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: بھلا مجھ کو کہیں تم سے بھلائی پہنچ سکتی ہے؟

تشریح: اس واقعہ سے متعلق احادیث میں ''صواحب یوسف'' کا لفظ آتا ہے۔ صواحب صاحبۃ کی جمع ہے، لیکن یہاں مراد صرف زلیخا سے ہے۔ اسی طرح حدیث میں ''انتم'' کی ضمیر جمع کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ لیکن یہاں بھی صرف ایک ذات عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد ہے۔ یعنی زلیخا نے عورتوں کے اعتراض کے سلسلے کو بند کرنے کے لئے انہیں بظاہر دعوت دی اور اعزاز و اکرام کیا۔ لیکن مقصد صرف یوسف علیہ السلام کو دکھانا تھا کہ تم مجھے کیا ملامت کرتی ہو بات ہی کچھ ایسی ہے کہ میں مجبور ہوں۔ جس طرح اس موقع پر زلیخا نے اپنے دل کی بات چھپائے رکھی تھی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی جن کی دلی تمنا یہی تھی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں۔ لیکن نبی کریم ﷺ سے مزید توثیق کے لئے ایک دوسرے عنوان سے بار بار پچھواتی تھیں۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے ابتدا میں غالباً بات نہیں سمجھی ہوگی۔ اور بعد میں جب نبی کریم ﷺ نے زور دیا۔ تو وہ بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد سمجھ گئیں اور فرمایا کہ میں بھلا تم سے کبھی بھلائی کیوں دیکھنے لگی۔ (تفہیم البخاری، ص: ۸۲/ پ: ۳)

حفصہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ تھا کہ آخر سوکن ہو، تو کیسی ہی سہی تم نے ایسی صلاح دی کہ نبی کریم ﷺ کو مجھ پر خفا کر دیا۔ اس حدیث سے اہل دانش سمجھ سکتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو قطعی طور پر یہ منظور تھا کہ ابوبکر کے سوا اور کوئی امامت نہ کرے اور باوجودیکہ عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی پیاری بیوی نے تین بار معروضہ پیش کیا۔ مگر آپ نے ایک نہ سنی۔

پس اگر حدیث القرطاس میں بھی آپ کا منشا یہی ہوتا کہ خواہ مخواہ کتاب لکھی جائے تو آپ ضرور لکھوا دیتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جھگڑے کے بعد کئی دن زندہ رہے مگر دوبارہ کتاب لکھوانے کا حکم نہیں فرمایا۔ (وحیدی)

٦٨٠ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ وَكَانَ تَبِعَ النَّبِيَّ ﷺ وَخَدَمَهُ وَصَحِبَهُ- أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّي لَهُمْ فِي وَجَعِ النَّبِيِّ ﷺ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ الِاثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوفٌ فِي الصَّلَاةِ، فَكَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ سِتْرَ الْحُجْرَةِ يَنْظُرُ إِلَيْنَا، وَهُوَ قَائِمٌ كَأَنَّ وَجْهَهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ، ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ، فَهَمَمْنَا أَنْ نَفْتَتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ، فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ، وَظَنَّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَارِجٌ إِلَى الصَّلَاةِ، فَأَشَارَ إِلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ، وَأَرْخَى السِّتْرَ، فَتُوُفِّيَ مِنْ يَوْمِهِ ﷺ. [أطرافه في: ٦٨١، ٧٥٤، ١٢٠٥، ٤٤٤٨]

(٦٨٠) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے زہری سے خبر دی، کہا کہ مجھے انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی...... آپ نبی کریم ﷺ کی پیروی کرنے والے، آپ کے خادم اور صحابی تھے...... کہ نبی ﷺ کے مرض الموت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے تھے۔ پیر کے دن جب لوگ نماز میں صف باندھے کھڑے ہوئے تھے تو نبی ﷺ حجرہ کا پردہ ہٹائے کھڑے ہوئے، ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک (حسن و جمال اور صفائی میں) گویا مصحف کا ورق تھا۔ آپ مسکرا کر ہنسنے لگے۔ ہمیں اتنی خوشی ہوئی کہ خطرہ ہو گیا کہ کہیں ہم سب آپ کو دیکھنے ہی میں نہ مشغول ہو جائیں اور نماز توڑ دیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ الٹے پاؤں پیچھے ہٹ کر صف کے ساتھ آ ملنا چاہتے تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ نبی ﷺ نماز کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ لیکن آپ نے ہمیں اشارہ کیا کہ نماز پوری کر لو۔ پھر آپ نے پردہ ڈال دیا۔ پس آپ ﷺ کی وفات اسی دن ہو گئی۔ (انا للّٰہ و انا الیہ راجعون)

٦٨١ـ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمْ يَخْرُجِ النَّبِيُّ ﷺ ثَلَاثًا، فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ فَقَالَ: نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهُ، فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا كَانَ أَعْجَبَ إِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ وَضَحَ لَنَا، فَأَوْمَأَ النَّبِيُّ بِيَدِهِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَتَقَدَّمَ، وَأَرْخَى النَّبِيُّ ﷺ الْحِجَابَ، فَلَمْ يُقْدَرْ عَلَيْهِ حَتَّى مَاتَ . [راجع: ٦٨٠] [مسلم: ٩٤٧]

(٦٨١) ہم سے ابومعمر عبداللہ بن عمر منقری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، آپ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ (ایام بیماری میں) تین دن تک باہر تشریف نہیں لائے۔ ان ہی دنوں میں ایک دن نماز قائم کی گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھنے کو تھے کہ نبی ﷺ نے (حجرہ مبارک کا) پردہ اٹھایا جب آپ ﷺ کا چہرہ مبارک دکھائی دیا تو آپ کے روئے پاک و مبارک سے زیادہ حسین منظر ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ (قربان اس حسن و جمال کے) پھر آپ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھنے کے لیے اشارہ کیا اور آپ نے پردہ گرا دیا اور اس کے بعد وفات تک کوئی آپ کو دیکھنے پر قادر نہ ہو سکا۔

٦٨٢ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ:

(٦٨٢) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن

حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ وَجَعُهُ قِيلَ لَهُ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: ((مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ)) قَالَتْ عَائِشَةُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ، إِذَا قَرَأَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ قَالَ: ((مُرُوْهُ فَلْيُصَلِّ)) فَعَاوَدَتْهُ فَقَالَ: ((مُرُوْهُ فَلْيُصَلِّ، إِنَّكُنَّ صَاحِبُ يُوْسُفَ)) تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ وَإِسْحَاقُ ابْنُ يَحْيَى الْكَلْبِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ عُقَيْلٌ: وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یونس بن یزید ایلی نے ابن شہاب سے بیان کیا، انہوں نے حمزہ بن عبداللہ سے، انہوں نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ جب رسول کریم ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور آپ سے نماز کے لیے کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ "ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔" عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کچے دل کے آدمی ہیں۔ جب وہ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو بہت رونے لگتے ہیں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ "ان ہی سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔" دوبارہ انہوں نے پھر وہی عذر دہرایا۔ آپ نے پھر فرمایا کہ "ان سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔ تم تو بالکل صواحب یوسف کی طرح ہو۔" اس حدیث کی متابعت محمد بن ولید زبیدی اور زہری کے بھتیجے اور اسحاق بن یحییٰ کلبی نے زہری سے کی ہے اور عقیل اور معمر نے زہری سے، انہوں نے حمزہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

تشریح: ان جملہ احادیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہی ہے کہ امامت اس شخص کو کرانی چاہیے جو علم میں ممتاز ہو۔ یہ ایک اہم ترین منصب ہے جو ہر کس و ناکس کے لئے مناسب نہیں۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا کہ والد محترم نبی کریم ﷺ کی جگہ کھڑے ہوں اور نبی کریم ﷺ کی وفات ہو جائے تو لوگ کیا کیا خیالات پیدا کریں گے۔ اس لئے بار بار وہ عذر پیش کرتی رہیں مگر اللہ پاک کو یہ منظور تھا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد اولین طور پر اس گدی کے مالک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہو سکتے ہیں۔ اس لئے آپ ہی کا تقرر عمل میں آیا۔

زبیدی کی روایت کو طبرانی نے اور زہری کے بھتیجے کی روایت کو ابن عدی نے اور اسحاق کی روایت کو ابوبکر بن شاذان نے وصل کیا۔ عقیل اور معمر نے اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا۔ کیونکہ حمزہ بن عبداللہ نے نبی کریم ﷺ کو نہیں پایا۔ عقیل کی روایت کو ابن سعد اور ابویعلیٰ نے وصل کیا ہے۔

بَابُ مَنْ قَامَ إِلَى جَنْبِ الْإِمَامِ لِعِلَّةٍ

باب: جو شخص کسی عذر کی وجہ سے صف چھوڑ کر امام کے بازو میں کھڑا ہو

٦٨٣۔ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَمَرَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِي مَرَضِهِ، فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمْ. قَالَ عُرْوَةُ: فَوَجَدَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً، فَخَرَجَ، فَإِذَا أَبُوْ بَكْرٍ يَؤُمُّ النَّاسَ، فَلَمَّا رَآهُ

(٦٨٣) ہم سے زکریا بن یحییٰ بلخی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشام بن عروہ نے اپنے والد عروہ سے خبر دی، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیماری میں حکم دیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس لیے آپ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ عروہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے آپ کو کچھ ہلکا پایا اور باہر تشریف لائے۔ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے جب

أَبُو بَكْرٍ اسْتَأْخَرَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ كَمَا أَنْتَ، فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِذَاءَ أَبِي بَكْرٍ إِلَى جَنْبِهِ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ.

نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا۔ لیکن آپ ﷺ نے اشارے سے انہیں اپنی جگہ قائم رہنے کا حکم فرمایا۔ پس رسول کریم ﷺ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بازو میں بیٹھ گئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی اقتدا کر رہے تھے۔ اور لوگ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے تھے۔

[راجع: ١٩٨] [مسلم: ٩٤٣؛ ابن ماجه: ١٢٣٣]

تشریح: گو باب میں امام کے بازو میں کھڑا ہونا مذکور ہے اور حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بازو میں بیٹھنا بیان ہو رہا ہے۔ مگر شاید آپ پہلے بازو میں کھڑے ہو کر پھر بیٹھ گئے ہوں گے یا کھڑے ہونے کو بیٹھنے پر قیاس کر لیا گیا ہے۔

بَابُ مَنْ دَخَلَ لِيَؤُمَّ النَّاسَ فَجَاءَ الْإِمَامُ الْأَوَّلُ فَتَأَخَّرَ الْأَوَّلُ أَوْ لَمْ يَتَأَخَّرْ جَازَتْ صَلَاتُهُ

باب: ایک شخص نے امامت شروع کر دی پھر پہلا امام آ گیا اب پہلا شخص (مقتدیوں میں ملنے کے لیے) پیچھے سرک گیا یا نہیں سرکا، بہر حال اس کی نماز جائز ہو گئی

فِيْهِ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

٦٨٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: أَتُصَلِّي لِلنَّاسِ؟ فَأُقِيْمَ قَالَ: نَعَمْ فَصَلَّى أَبُوْ بَكْرٍ، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ، فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي الصَّفِّ، فَصَفَّقَ النَّاسُ، وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلَاتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ الْتَفَتَ فَرَأَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ، فَرَفَعَ أَبُوْ بَكْرٍ يَدَيْهِ، فَحَمِدَاللّٰهَ عَلَى مَا أَمَرَهُ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

(٦٨٤) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابو حازم بن دینار سے خبر دی، انہوں نے سہل بن سعد ساعدی (صحابی) سے کہ رسول اللہ ﷺ بنی عمرو بن عوف میں (قبا میں) صلح کرانے کے لیے گئے، پس نماز کا وقت آ گیا۔ مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آ کر کہا کہ کیا آپ نماز پڑھائیں گے۔ میں تکبیر کہوں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کر دی۔ اتنے میں رسول کریم ﷺ تشریف لے آئے تو لوگ نماز میں تھے۔ آپ صفوں سے گزر کر پہلی صف میں پہنچے۔ لوگوں نے ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا (تاکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی آمد پر آگاہ ہو جائیں) لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔ جب لوگوں نے متواتر ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے۔ اور رسول کریم ﷺ کو دیکھا۔ آپ نے اشارہ سے انہیں اپنی جگہ رہنے کے لیے کہا۔ (کہ نماز پڑھائے جاؤ) لیکن انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو امامت کا اعزاز بخشا، پھر بھی وہ پیچھے ہٹ

مِنْ ذٰلِكَ، ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُوْ بَكْرٍ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفِّ، وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلَّى، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((يَا أَبَا بَكْرٍ! مَا مَنَعَكَ أَنْ تَثْبُتَ إِذْ أَمَرْتُكَ؟)) فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: مَا كَانَ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا لِي رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيقَ؟ مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيُسَبِّحْ، فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ إِلَيْهِ، وَإِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ)). [أطرافه في: ١٢٠١، ١٢٠٤، ١٢١٨، ١٢٣٤، ٢٦٩٠، ٢٦٩٣، ٧١٩٠] [مسلم: ٩٤٩]

گئے اور صف میں شامل ہو گئے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا کہ "ابوبکر جب میں نے آپ کو حکم دے دیا تھا۔ پھر آپ ثابت قدم کیوں نہ رہے۔" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے کہ ابو قحافہ کے بیٹے (یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ) کی یہ حیثیت نہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نماز پڑھا سکیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی طرف خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "عجیب بات ہے۔ میں نے دیکھا کہ تم لوگ بکثرت تالیاں بجا رہے تھے۔ (یاد رکھو) اگر نماز میں کوئی بات پیش آ جائے تو سبحان اللہ کہنا چاہیے جب وہ یہ کہے گا تو اس کی طرف توجہ کی جائے گی اور یہ تالی بجانا عورتوں کے لیے ہے۔"

تشریح: بنی عمرو بن عوف ساکنان قبا قبیلہ اوس کی ایک شاخ تھی۔ ان میں آپس میں تکرار ہو گئی۔ ان میں صلح کرانے کی غرض سے نبی کریم ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور چلتے وقت بلال رضی اللہ عنہ سے فرما گئے تھے کہ اگر عصر کا وقت آ جائے اور میں نہ آ سکوں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہنا وہ نماز پڑھا دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کو وہاں کافی وقت لگ گیا۔ یہاں تک کہ جماعت کا وقت آ گیا۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مصلیٰ پر کھڑے کر دیے گئے اتنے ہی میں نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے۔ اور معلوم ہونے پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہو گئے۔ اور نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تواضع اور کسر نفسی کی بنا پر اپنے آپ کو ابو قحافہ کا بیٹا کہا۔ کیونکہ ان کے باپ ابو قحافہ کو دوسرے لوگوں پر کوئی خاص فضیلت نہ تھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مقررہ امام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص امام بن جائے اور نماز شروع کرتے ہی فوراً دوسرا امام مقررہ آ جائے تو اس کو اختیار ہے کہ خواہ خود امام بن جائے اور دوسرا شخص جو امامت شروع کرا چکا تھا وہ مقتدی بن جائے یا نئے امام کا مقتدی رہ کر نماز ادا کرے کسی حال میں نماز میں خلل نہ ہوگا اور نہ نماز میں کوئی خرابی آئے گی یہ بھی معلوم ہوا کہ مردوں کو اگر امام کو لقمہ دینا پڑے تو آواز بلند سبحان اللہ کہنا چاہیے۔ اگر کوئی عورت لقمہ دے تو اسے تالی بجا دینا کافی ہوگا۔

بَابٌ إِذَا اسْتَوَوْا فِي الْقِرَاءَةِ فَلْيَؤُمَّهُمْ أَكْبَرُهُمْ

باب: اگر جماعت کے سب لوگ قراءت میں برابر ہوں تو امامت بڑی عمر والا کرے

٦٨٥۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، قَالَ: قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ، فَلَبِثْنَا عِنْدَهُ نَحْوًا مِنْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ رَحِيْمًا فَقَالَ: ((لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَى

(٦٨٥) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں حماد بن زید نے خبر دی ایوب سختیانی سے، انہوں نے ابو قلابہ سے، انہوں نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنے ملک سے حاضر ہوئے۔ ہم سب ہم عمر نوجوان تھے۔ تقریباً بیس رات ہم آپ کی خدمت میں ٹھہرے رہے۔ آپ ﷺ بڑے ہی رحم دل تھے۔ آپ نے (ہماری غربت کا حال دیکھ کر) فرمایا کہ "جب تم لوگ اپنے

بِلَادِكُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ، مُرُوْهُمْ فَلْيُصَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا، وَصَلَاةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا، وَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ)). [راجع :٦٢٨]

گھروں کو جاؤ تو اپنے قبیلے والوں کو دین کی باتیں بتانا اور ان سے نماز پڑھنے کے لیے کہنا کہ فلاں نماز فلاں وقت اور فلاں نماز فلاں وقت پڑھیں۔ اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو کوئی ایک اذان دے اور جو عمر میں بڑا ہو وہ امامت کرائے۔"

تشریح: باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ حدیث میں ((اکبر کم)) سے عمر میں بڑا مراد ہے۔

بَابٌ: إِذَا زَارَ الْإِمَامُ قَوْمًا فَأَمَّهُمْ

باب: جب امام کسی قوم کے یہاں گیا اور انہیں (ان کی فرمائش پر) نماز پڑھائی (تو یہ جائز ہوگا)

٦٨٦۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ، قَالَ: سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ، قَالَ: اسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَذِنْتُ لَهُ فَقَالَ: ((أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟)). فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ أُحِبُّ، فَقَامَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا . [راجع :٤٢٤] [مسلم: ١٤٩، ١٥٠، ١٤٩٦، ١٤٩٧، ١٤٩٨؛ نسائي: ٧٨٧، ١٣٢٦؛ ابن ماجه: ٧٥٤]

(٦٨٦) ہم سے معاذ بن اسد نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی، کہا کہ مجھے محمود بن ربیع نے خبر دی، کہا کہ میں نے عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے (میرے گھر تشریف لانے کی) اجازت چاہی اور میں نے آپ کو اجازت دی، آپ نے دریافت فرمایا کہ "تم لوگ اپنے گھر میں جس جگہ پسند کرو میں نماز پڑھ دوں۔" میں جہاں چاہتا تھا اس کی طرف میں نے اشارہ کیا۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھ لی۔ پھر آپ نے جب سلام پھیرا تو ہم نے بھی سلام پھیرا۔

تشریح: دوسری حدیث میں مروی ہے کہ کسی شخص کو اجازت نہیں کہ دوسری جگہ جا کر ان کے امام کی جگہ خود امام بن جائے۔ مگر وہ لوگ خود چاہیں اور ان کے امام بھی اجازت دیں تو پھر مہمان بھی امامت کرا سکتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ بڑا امام جسے خلیفہ وقت یا سلطان کہہ جائے چونکہ وہ خود آمر ہے، اس لئے وہاں امامت کرا سکتا ہے۔

بَابٌ: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ،

باب: امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ لوگ اس کی پیروی کریں،

وَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ بِالنَّاسِ وَهُوَ جَالِسٌ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: إِذَا رَفَعَ قَبْلَ الْإِمَامِ يَعُوْدُ فَيَمْكُثُ بِقَدْرِ مَا

اور رسول کریم ﷺ نے اپنے مرض وفات میں لوگوں کو بیٹھ کر نماز پڑھائی (لوگ کھڑے ہوئے تھے) اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب کوئی امام سے پہلے سر اٹھا لے (رکوع میں سجدے میں) تو پھر وہ رکوع یا

رَفَعَ ثُمَّ يَتْبَعُ الْإِمَامَ. وَقَالَ الْحَسَنُ: فِيمَنْ يَرْكَعُ مَعَ الْإِمَامِ رَكْعَتَيْنِ وَلَا يَقْدِرُ عَلَى السُّجُوْدِ يَسْجُدُ لِلرَّكْعَةِ الْأَخِرَةِ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ يَقْضِي الرَّكْعَةَ الْأُوْلَى بِسُجُوْدِهَا وَفِيْمَنْ نَسِيَ سَجْدَةً حَتَّى قَامَ يَسْجُدُ.

سجدے میں چلا جائے اور اتنی دیر ٹھہرے جتنی دیر سر اٹھائے رہا تھا پھر امام کی پیروی کرے۔ اور امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے لیکن سجدہ نہ کر سکے، تو وہ آخری رکعت کے لیے دو سجدے کرے۔ پھر پہلی رکعت سجدہ سمیت دہرائے اور جو شخص سجدہ کئے بغیر بھول کر کھڑا ہو گیا تو وہ سجدے میں چلا جائے۔

٦٨٧۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا زَائِدَةُ، عَنْ مُوْسَى بْنِ أَبِيْ عَائِشَةَ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ: أَلَا تُحَدِّثِيْنِيْ عَنْ مَرَضِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ قَالَتْ: بَلَى، ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((أَصَلَّى النَّاسُ)) فَقُلْنَا: لَا، وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! قَالَ: ((ضَعُوْا لِيْ مَاءً فِي الْمِخْضَبِ)) قَالَتْ: فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ فَذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ: ((أَصَلَّى النَّاسُ)) قُلْنَا: لَا، هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! قَالَ: ((ضَعُوْا لِيْ مَاءً فِي الْمِخْضَبِ)) قَالَتْ: فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ: ((أَصَلَّى النَّاسُ)) قُلْنَا: لَا، هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! قَالَ: ((ضَعُوْا لِيْ مَاءً فِي الْمِخْضَبِ)) فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ: ((أَصَلَّى النَّاسُ)) قُلْنَا: لَا، هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! وَالنَّاسُ عُكُوْفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُوْنَ النَّبِيَّ ﷺ لِصَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ. فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى أَبِيْ بَكْرٍ بِأَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَأَتَاهُ الرَّسُوْلُ

(٦٨٧) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں زائدہ بن قدامہ نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے خبر دی، انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے، انہوں نے کہا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: کاش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی حالت آپ ہم سے بیان کرتیں، (تو اچھا ہوتا) انہوں نے فرمایا کہ ہاں ضرور سن لو! آپ کا مرض بڑھ گیا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ "کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟" ہم نے عرض کی جی نہیں یا رسول اللہ! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ "میرے لیے ایک لگن میں پانی رکھ دو۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم نے پانی رکھ دیا اور آپ نے بیٹھ کر غسل کیا۔ پھر آپ اٹھنے لگے، لیکن آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش ہوا تو پھر آپ نے پوچھا کہ "کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟" ہم نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے (پھر) فرمایا کہ "لگن میں میرے لیے پانی رکھ دو۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے پھر پانی رکھ دیا اور آپ نے بیٹھ کر غسل فرمایا۔ پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن (دوبارہ) پھر آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش ہوا تو آپ نے پھر یہی فرمایا کہ "کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟" ہم نے عرض کی کہ نہیں یا رسول اللہ! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ "لگن میں پانی لاؤ۔" اور آپ نے بیٹھ کر غسل کیا۔ پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن پھر آپ بے ہوش ہو گئے۔ پھر جب ہوش ہوا تو آپ نے پوچھا کہ "کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟" ہم نے عرض کی کہ نہیں یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ لوگ مسجد میں عشاء کی نماز کے لیے بیٹھے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیجا اور حکم فرمایا کہ

فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَأْمُرُكَ أَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ. فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ:- وَكَانَ رَجُلًا رَقِيقًا- يَا عُمَرُ! صَلِّ بِالنَّاسِ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَنْتَ أَحَقُّ بِذٰلِكَ. فَصَلّٰى أَبُوْ بَكْرٍ تِلْكَ الْأَيَّامَ، ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَجَدَ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ لِصَلَاةِ الظُّهْرِ، وَأَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ، فَلَمَّا رَآهُ أَبُوْ بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ بِأَنْ لَا يَتَأَخَّرَ. قَالَ: ((أَجْلِسَانِيْ إِلٰى جَنْبِهِ)). فَأَجْلَسَاهُ إِلٰى جَنْبِ أَبِيْ بَكْرٍ. قَالَ: فَجَعَلَ أَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ وَهُوَ يَأْتَمُّ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّاسُ بِصَلَاةِ أَبِيْ بَكْرٍ، وَالنَّبِيُّ ﷺ قَاعِدٌ قَالَ: عُبَيْدُاللّٰهِ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهُ: أَلَا أَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ عَنْ مَرَضِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: هَاتِ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَدِيْثَهَا، فَمَا أَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: أَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِيْ كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: هُوَ عَلِيٌّ. [راجع: ١٩٨] [مسلم: ٩٣٦؛ نسائي: ٨٣٣]

وہ نماز پڑھا دیں۔ بھیجے ہوئے شخص نے آ کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو نماز پڑھانے کے لیے حکم فرمایا ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل انسان تھے۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نماز پڑھاؤ۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ آخر (بیماری کے) دنوں میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے رہے۔ پھر جب نبی کریم ﷺ کو مزاج کچھ ہلکا معلوم ہوا تو دو مردوں کا سہارا لے کر جن میں ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے ظہر کی نماز کے لیے گھر سے باہر تشریف لائے اور ابو بکر نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا۔ لیکن نبی ﷺ نے اشارے سے انہیں روکا کہ پیچھے نہ ہٹو! پھر آپ نے ان دونوں مردوں سے فرمایا: ''مجھے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بازووں میں بٹھا دو۔'' چنانچہ دونوں نے آپ کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بازو میں بٹھا دیا۔ راوی نے کہا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں نبی ﷺ کی پیروی کر رہے تھے اور لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نماز کی پیروی کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ بیٹھے بیٹھے نماز پڑھ رہے تھے۔ عبید اللہ نے کہا کہ پھر میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں گیا اور ان سے عرض کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کی بیماری کے بارے میں جو حدیث بیان کی ہے کیا میں وہ آپ کو سناؤں؟ انہوں نے فرمایا کہ ضرور سناؤ۔ میں نے یہ حدیث ان کو سنا دی۔ انہوں نے کسی بات کا انکار نہیں کیا۔ صرف اتنا کہا کہ کیا عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان صاحب کا نام بھی تم کو بتایا جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ میں نے کہا: نہیں آپ نے فرمایا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

تشریح: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مرض موت میں آپ نے لوگوں کو یہی نماز پڑھائی وہ بھی بیٹھ کر بعض نے گمان کیا کہ یہ فجر کی نماز تھی۔ کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے وہیں سے قراءت شروع کی جہاں تک ابو بکر پہنچے تھے مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ظہر میں بھی آیت کا سننا ممکن ہے۔ جیسے ایک حدیث میں ہے کہ آپ سری نماز میں بھی اس طرح سے قراءت کرتے تھے کہ ایک آدھ آیت ہم کو سنا دیتے یعنی پڑھتے پڑھتے ایک آدھ آیت ذرا ہلکی آواز سے پڑھ دیتے کہ مقتدی اس کو سن لیتے۔ (مولانا وحید الزماں مرحوم)

ترجمۃ الباب کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "هذه الترجمة قطعة من الحديث الاتى فى الباب والمراد بها ان الائتمام يقتضى متابعة المأموم لامامه...... الخ۔" (فتح الباری) یعنی یہ باب حدیث ہی کا ایک ٹکڑا ہے جو آگے مذکور ہے۔ مراد یہ ہے کہ اقتدا کرنے کا اقتضا ہی یہ ہے کہ مقتدی اپنے امام کی نماز میں پیروی کرے اس پر سبقت نہ کرے۔ مگر دلیل شرعی سے کچھ ثابت ہو تو وہ امر دیگر ہے۔ جیسا کہ یہاں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔

٦٨٨ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، أَنَّهَا قَالَتْ: صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ، فَصَلَّى جَالِسًا وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوْا، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُوْلُوْا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا أَجْمَعُوْنَ)).

[أطرافه في: ١١١٣، ١٢٣٦، ٥٦٥٨] [ابوداود: ٦٠٥]

(٦٨٨) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا کہ ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ہشام بن عروہ سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے باپ عروہ سے، انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے بتلایا کہ رسول کریم ﷺ نے ایک مرتبہ بیماری کی حالت میں میرے ہی گھر میں نماز پڑھی۔ آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھ رہے تھے۔ آپ نے ان کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ "امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لیے جب وہ رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں جاؤ۔ اور جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ سمع الله لمن حمده کہے تو تم ربنا ولك الحمد کہو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔"

تشریح: صاحب عون المعبود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال الخطابی: قلت: وفی اقامة رسول الله ﷺ ابابكر عن يمينه وهو مقام المأموم وفی تكبيره بالناس وتكبير ابی بكر بتكبيره بيان واضح ان الامام فی هذه الصلوة رسول الله ﷺ وقد صلى قاعدا والناس من خلفه قيام وهی اخر صلوة صلاها بالناس فدل على ان حديث انس وجابر منسوخ ويزيد ما قلناه وضوحا ما رواه ابو معاوية عن الاعمش عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة قالت: لما ثقل رسول الله ﷺ وذكر الحديث قالت: فجاء رسول الله ﷺ حتى جلس عن يسار ابی بكر فكان رسول الله ﷺ يصلی بالناس جالسا وابو بكر قائما يقتدی به والناس يقتدون بابی بكر حدثونا به عن يحيى بن محمد بن يحيى قال نا مسدد قال نا ابو معاوية والقياس يشهد لهذا القول لان الامام لا يسقط عن القوم شيئا من اركان الصلوة مع القدرة عليه الاترى انه لا يحيل الركوع والسجود الى الايماء وكذالك يحيل القيام الى القعود والى هذا ذهب سفيان الثوری واصحاب الرای والشافعی وابو ثور وقال مالك بن انس: لاينبغی لاحد ان يؤم الناس قاعداً وذهب احمد بن حنبل واسحاق بن راهويه ونفر من اهل الحديث الى خبر انس فان الامام اذا صلى قاعدًا صلوا من خلفه قعودا وزعم بعض اهل الحديث ان الروايات اختلف فی هذا فروی الاسود عن عائشة ان النبی ﷺ كان اماما وروى شقيق عنها ان الامام كان ابو بكر فلم يجز ان يترك به حديث انس وجابر۔" (عون المعبود، ج:۱/ ص:۲۳٤)

یعنی امام خطابی نے کہا کہ حدیث مذکور میں جہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ کی دائیں جانب کھڑا ہونا ذکر ہے جو مقتدی کی جگہ ہے اور ان کا لوگوں کو تکبیر کہنا اور ابوبکر کی تکبیروں کا نبی کریم ﷺ کی تکبیر کے پیچھے ہونا اس میں واضح بیان موجود ہے کہ اس نماز میں امام رسول کریم ﷺ ہی تھے اور آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور سارے صحابہ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھ رہے تھے اور یہ آخری نماز ہے جو رسول کریم ﷺ نے پڑھائی۔ جو اس بات پر دلیل ہے کہ حضرت انس اور جابر رضی اللہ عنہما کی احادیث جن میں امام بیٹھا ہو تو مقتدیوں کو بھی بیٹھنا لازم مذکور ہے، وہ منسوخ ہے اور

ہم نے جو کہا ہے اس کی مزید وضاحت اس روایت سے ہو گئی ہے جسے ابو معاویہ نے اعمش سے، انہوں نے ابراہیم سے، انہوں نے اسود سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بیمار ہو گئے تو آپ تشریف لائے اور ابو بکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور آپ بیٹھ کر ہی لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور ابو بکر کھڑے ہو کر آپ کی اقتدا کر رہے تھے۔ اور دیگر جملہ نمازی کھڑے ہو کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر رہے تھے۔ اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے کہ امام ارکان صلوٰۃ میں سے مقتدیوں سے جب وہ ان پر قادر ہوں کسی رکن کو ساقط نہیں کر سکتا نہ وہ رکوع سجود ہی کو محض اشاروں سے ادا کر سکتا ہے۔ تو پھر قیام جو ایک رکن نماز ہے اسے قعود سے کیسے بدل سکتا ہے۔ امام سفیان ثوری اور اصحاب رائے اور امام شافعی اور ابو ثور وغیرہ کا یہی مسلک ہے اور حضرت امام مالک بن انس کہتے ہیں کہ مناسب نہیں کہ کوئی بیٹھ کر لوگوں کی امامت کرائے اور امام احمد بن حنبل و اسحاق بن راہویہ اور ایک گروہ اہلحدیث کا یہی مسلک ہے جو حدیث انس میں مذکور ہے کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی بھی بیٹھ کر ہی پڑھیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

راقم کہتا ہے کہ میں اس تفصیل کے لئے سخت حیران تھا، تحفۃ الاحوذی، نیل الاوطار، فتح الباری وغیرہ جملہ کتب سامنے تھیں مگر کسی سے تشفی نہ ہو رہی تھی کہ اچانک اللہ سے امر حق کے لئے دعا کر کے عون المعبود کو ہاتھ میں لیا اور کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھایا کہ پہلی ہی دفعہ فی الفور تفصیل بالا سامنے آ گئی جسے یقیناً تائید غیبی کہنا ہی مناسب ہے۔ والحمد للہ علی ذالك۔ (راز)

٦٨٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ، فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ، فَصَلَّى صَلَاةً مِنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ قُعُوْدًا، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا أَجْمَعُوْنَ)) قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ: قَالَ الْحُمَيْدِيُّ قَوْلُهُ: ((وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا)) هُوَ فِيْ مَرَضِهِ الْقَدِيْمِ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ جَالِسًا وَالنَّاسُ خَلْفَهُ قِيَامٌ، لَمْ يَأْمُرْهُمْ بِالْقُعُوْدِ، وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْآخِرِ فَالْآخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ ﷺ.
[راجع: ٣٧٨] [مسلم: ٩٢٤؛ ابوداود: ٦٠١؛

(٦٨٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابن شہاب سے خبر دی، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپ اس پر سے گر پڑے۔ اس سے آپ کے دائیں پہلو پر زخم آ ئے۔ تو آپ نے کوئی نماز پڑھی۔ جسے آپ بیٹھ کر پڑھ رہے تھے۔ اس لیے ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا کہ "امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ اس لیے جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولك الحمد کہو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔" ابو عبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ حمیدی نے آپ کے اس قول "جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بیٹھ کر پڑھو۔" کے متعلق کہا ہے کہ یہ ابتدا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرانی بیماری کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد آخری بیماری میں آپ نے خود بیٹھ کر نماز پڑھی تھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر اقتدا کر رہے تھے۔ آپ نے اس وقت لوگوں کو بیٹھنے کی ہدایت نہیں فرمائی اور اصل یہ ہے کہ جو فعل آپ کا آخری ہو اس کو لینا چاہیے اور پھر جو اس سے آخری ہو۔

نسائي: ٨٣١]

بَابٌ: مَتَى يَسْجُدُ مَنْ خَلْفَ الْإِمَامِ؟

قَالَ أَنَسٌ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((فَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا)).

٦٩٠ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُاللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ ـ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ ـ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَالَ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) لَمْ يَحْنِ أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَقَعَ النَّبِيُّ ﷺ سَاجِدًا، ثُمَّ نَقَعُ سُجُودًا بَعْدَهُ.

حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، نَحْوَهُ. [طرفاه في :٧٤٧، ٨١١]

[مسلم: ١٠٦٨، ١٠٦٩؛ ابوداود: ٦٢٠؛ ترمذي: ٢٨١؛ نسائي: ٨٢٨]

باب: امام کے پیچھے مقتدی کب سجدہ کریں؟

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ "جب امام سجدہ کرے تو تم لوگ بھی سجدہ کرو۔" (یہ حدیث پیچھے گزر چکی ہے)

(٦٩٠) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے سفیان سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابواسحاق نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، وہ جھوٹے نہیں تھے۔ (بلکہ نہایت ہی سچے تھے) انہوں نے بتلایا کہ جب نبی ﷺ سمع الله لمن حمده کہتے تو ہم سے کوئی بھی اس وقت تک نہ جھکتا جب تک نبی ﷺ سجدہ میں نہ چلے جاتے پھر ہم لوگ سجدہ میں جاتے۔

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے، انہوں نے ابو اسحاق سے جیسے اوپر گزرا۔

بَابُ إِثْمِ مَنْ رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ

٦٩١ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَمَا يَخْشَى أَحَدُكُمْ ـ أَوْ عَلَى يَخْشَى أَحَدُكُمْ ـ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ؟ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ صُورَتَهُ صُورَةَ حِمَارٍ؟)).

[مسلم: ٩٦٥؛ ابوداود: ٦٢٣]

باب: (رکوع یا سجدہ میں) امام سے پہلے سر اٹھانے والے کا گناہ کتنا ہے؟

(٦٩١) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن زیاد سے بیان کیا، کہا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم میں وہ شخص جو (رکوع یا سجدہ میں) امام سے پہلے اپنا سر اٹھالیتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ کہیں اللہ پاک اس کا سر گدھے کے سر کی طرح بنا دے یا اس کی صورت کو گدھے کی سی صورت بنا دے۔"

بَابُ إِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْمَوْلَى

باب: غلام کی اور آزاد کیے ہوئے غلام کی امامت

وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ وَوَلَدِ الْبَغِيِّ وَالْأَعْرَابِيِّ وَالْغُلَامِ الَّذِي لَمْ يَحْتَلِمْ، لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((يَؤُمُّهُمْ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ)) وَلَا يُمْنَعُ الْعَبْدُ مِنَ الْجَمَاعَةِ بِغَيْرِ عِلَّةٍ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی امامت ان کا غلام ذکوان قرآن دیکھ کر کیا کرتا تھا۔ اور ولد الزنا اور گنوار اور نابالغ لڑکے کی امامت کا بیان' کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "کتاب اللہ کا سب سے بہتر پڑھنے والا امامت کرائے۔" اور غلام کو بغیر کسی خاص عذر کے جماعت میں شرکت سے نہ روکا جائے گا۔

تشریح: مقصد باب یہ ہے کہ غلام اگر قرآن شریف کا زیادہ عالم ہو تو وہ امامت کرا سکتا ہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے غلام ذکوان ان کو نماز پڑھایا کرتے تھے اور جہری نمازوں میں وہ مصحف دیکھ کر قراءت کیا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وصله ابو داود فى كتاب المصاحف من طريق ايوب عن ابن ابى مليكة ان عائشة كان يؤمها غلامها ذكوان فى المصحف ووصله ابن ابى شيبة قال حدثنا وكيع عن هشام بن عروة عن ابن ابى مليكة عن عائشة انها اعتقت غلاما لها عن دبر فكان يؤمها فى رمضان فى المصحف ووصله الشافعى وعبدالرزاق من طريق اخرى عن ابن ابى مليكة انه كان ياتى عائشة باعلى الوادى هو وابوه وعبيد بن عمير والمسور بن مخرمة وناس كثير فيؤمهم ابو عمرو مولى عائشة وهو يومئذ غلام لم يعتق وابو عمر المذكور هو ذكوان۔" (فتح البارى)

خلاصہ اس عبارت کا یہی ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے غلام ابو عمرو ذکوان نامی رمضان شریف میں شہر سے دور وادی سے آتے، ان کے ساتھ ان کا باپ ہوتا اور عبید بن عمیر اور مسور بن مخرمہ اور بھی بہت سے لوگ جمع ہو جاتے۔ اور وہ ذکوان نامی غلام قرآن شریف دیکھ کر قراءت کرتے ہوئے نماز پڑھایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بعد میں ان کو آزاد بھی کر دیا تھا۔ چونکہ روایت میں رمضان کا ذکر ہے۔ لہٰذا احتمال ہے کہ وہ تراویح کی نماز پڑھایا کرتے ہوں اور اس میں قرآن شریف دیکھ کر قراءت کیا کرتے ہوں۔ اس روایت کو ابوداؤد نے کتاب المصاحف میں اور ابن ابی شیبہ اور امام شافعی اور عبدالرزاق وغیرہ نے موصولاً روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"استدل به على جواز القراءة المصلى من المصحف ومنع عنه اخرون لكونه عملا كثيرا فى الصلوٰة۔" (فتح البارى)

یعنی اس سے دلیل لی گئی ہے کہ نمازی قرآن شریف دیکھ کر قراءت جوازاً کر سکتا ہے اور دوسرے لوگوں نے اسے جائز نہیں سمجھا کیونکہ ان کے خیال کے مطابق یہ نماز میں عمل کثیر ہے جو منع ہے۔

تحریف کا ایک نمونہ: ہمارے محترم علمائے دیو بند رحمۃ اللہ علیہم جو صحیح بخاری کا ترجمہ اور شرح شائع فرما رہے ہیں ان کی جرأت کہیے یا حمایت مسلک کہ بعض بعض جگہ ایسی تشریح کر ڈالتے ہیں جسے صراحتاً تحریف ہی کہنا چاہیے۔ جس کا ایک نمونہ یہاں بھی موجود ہے۔ چنانچہ صاحب تفہیم البخاری دیوبندی اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں کہ "حضرت ذکوان کے نماز میں قرآن مجید سے قراءت کا مطلب یہ ہے کہ دن میں آیتیں یاد کر لیتے تھے اور رات کے وقت انہیں نماز میں پڑھتے تھے"۔ (تفہیم البخاری، پ:۳/ص:۹۲)

ایسا تو سارے ہی حفاظ کرتے ہیں کہ دن بھر دور فرماتے اور رات کو سنایا کرتے ہیں۔ اگر حضرت ذکوان بھی ایسا ہی کرتے تھے تو خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر کرنے کی راویوں کو کیا ضرورت تھی۔ پھر روایت میں صاف فی المصحف کا لفظ موجود ہے۔ جس کا مطلب ظاہر ہے کہ قرآن شریف دیکھ کر قراءت کیا کرتے تھے۔ چونکہ مسلک حنفیہ میں ایسا کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لئے تفہیم البخاری کو اس روایت کی تاویل کرنے کے لئے اس غلط تشریح کا سہارا لینا پڑا۔ اللہ پاک علمائے دین کو توفیق دے کہ وہ اپنی علمی ذمہ داریوں کو محسوس فرمائیں۔ آمین

اگر مقتدیوں میں صرف کوئی نابالغ لڑکا ہی زیادہ قرآن شریف جاننے والا ہو تو وہ امامت کرا سکتا ہے۔ مگر فقہائے حنفیہ اس کے خلاف ہیں۔ وہ مطلقاً منع کا فتویٰ دیتے ہیں۔ جو غلط ہے۔

٦٩٢- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ الْعُصْبَةَ- مَوْضِعًا بِقُبَاءٍ- قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ، وَكَانَ أَكْثَرَهُمْ قُرْآنًا.

[طرفه في:٧١٧٥] [ابوداود: ٥٨٨]

(٦٩٢) ہم سے ابراہیم بن منذر حزامی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا انہوں نے عبیداللہ عمری سے، انہوں نے حضرت نافع سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ جب پہلے مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے بھی پہلے قبا کے مقام عصبہ میں پہنچے تو ان کی امامت ابوحذیفہ کے غلام سالم رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے۔ آپ کو قرآن مجید سب سے زیادہ یاد تھا۔

٦٩٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اسْمَعُوْا وَأَطِيْعُوْا، وَإِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ)). [طرفاه في: ٦٩٦، ٧١٤٢]

(٦٩٣) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوالتیاح یزید بن حمید ضبعی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: "(اپنے حاکم کی) سنو اور اطاعت کرو، خواہ ایک ایسا حبشی (غلام تم پر) کیوں نہ حاکم بنا دیا جائے جس کا سر سوکھے ہوئے انگور کے برابر ہو۔

تشریح: اس سے باب کا مطلب یوں نکلتا ہے کہ جب حبشی غلام کی جو حاکم ہو اطاعت کا حکم ہوا تو اس کی امامت بطریق اولیٰ صحیح ہوگی۔ کیونکہ اس زمانہ میں جو حاکم ہوتا وہی امامت بھی نماز میں کیا کرتا تھا۔ اس حدیث سے یہ دلیل بھی لی ہے کہ بادشاہ وقت سے گو وہ کیسا ہی ظالم بے وقوف ہو لڑنا اور فساد کرنا نادرست ہے بشرطیکہ وہ جائز خلیفہ یعنی قریش کی طرف سے بادشاہ بنایا گیا ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حبشی غلام کی خلافت درست ہے۔ کیونکہ خلافت سوائے قریشی کے اور کسی قوم والے کی درست نہیں ہے جیسے دوسری حدیث سے ثابت ہے۔ (مولانا وحیدالزماں رحمۃ اللہ علیہ)

بَابٌ: إِذَا لَمْ يُتِمَّ الْإِمَامُ وَأَتَمَّ مَنْ خَلْفَهُ

باب: اگر امام اپنی نماز کو پورا نہ کرے اور مقتدی پورا کریں

٦٩٤- حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسَى الْأَشْيَبُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((يُصَلُّوْنَ لَكُمْ، فَإِنْ أَصَابُوْا فَلَكُمْ وَإِنْ أَخْطَأُوْا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ)).

(٦٩٤) ہم نے فضل بن سہل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حسن بن موسیٰ اشیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے بیان کیا زید بن اسلم سے، انہوں نے عطاء بن یسار سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "امام لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں۔ پس اگر امام نے ٹھیک نماز پڑھائی تو اس کا ثواب تمہیں ملے گا اور اگر غلطی کی تو بھی (تمہاری نماز کا) ثواب تم کو ملے گا اور غلطی کا وبال ان پر رہے گا۔"

تشریح: یعنی امام کی نماز میں نقص رہ جانے سے مقتدیوں کی نماز میں کوئی خلل نہ ہوگا جب انہوں نے تمام شرائط اور ارکان کو پورا کیا۔

بَابُ إِمَامَةِ الْمَفْتُونِ وَالْمُبْتَدِعِ

وَقَالَ الْحَسَنُ: صَلِّ وَعَلَيْهِ بِدْعَتُهُ.

باب: باغی اور بدعتی کی امامت کا بیان

اور بدعتی کے متعلق امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لے اس کی بدعت اس کے سر رہے گی۔

٦٩٥۔ وَقَالَ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ خِيَارٍ، أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَهُوَ مَحْصُورٌ فَقَالَ: إِنَّكَ إِمَامُ عَامَّةٍ، وَنَزَلَ بِكَ مَا تَرَى وَيُصَلِّي لَنَا إِمَامُ فِتْنَةٍ وَنَتَحَرَّجُ فَقَالَ: الصَّلَاةُ أَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ، فَإِذَا أَحْسَنَ النَّاسُ فَأَحْسِنْ مَعَهُمْ، وَإِذَا أَسَاءُوا فَاجْتَنِبْ إِسَاءَتَهُمْ وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: لَا نَرَى أَنْ يُصَلَّى خَلْفَ الْمُخَنَّثِ إِلَّا مِنْ ضَرُورَةٍ لَا بُدَّ مِنْهَا.

(٦٩٥) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے کہا کہ ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا، کہا ہم سے امام زہری نے حمید بن عبدالرحمٰن سے نقل کیا' انہوں نے عبیداللہ بن عدی بن خیار سے کہ وہ خود حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جب کہ باغیوں نے ان کو گھیر رکھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہی عام مسلمانوں کے امام ہیں مگر آپ پر جو مصیبت ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔ ان حالات میں باغیوں کا مقررہ امام نماز پڑھا رہا ہے۔ ہم ڈرتے ہیں کہ اس کے پیچھے نماز پڑھ کر گنہگار نہ ہو جائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا نماز تو جو لوگ کام کرتے ہیں ان کاموں میں سب سے بہترین کام ہے۔ تو وہ جب اچھا کام کریں تم بھی ان کے ساتھ مل کر اچھا کام کرو اور جب وہ برا کام کریں تو تم ان کی برائی سے الگ رہو۔ اور محمد بن یزید زبیدی نے کہا کہ امام زہری نے فرمایا ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہیجڑے کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ مگر ایسی ہی لاچاری ہو تو اور بات ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔

تشریح: مفتون کا ترجمہ باغی کیا ہے جو سچے برحق امام کے حکم سے پھر جائے۔ اور بدعتی سے عام بدعتی مراد ہے۔ خواہ اس کی بدعت اعتقادی ہو جیسے شیعہ، خوارج، مرجیہ، معتزلہ وغیرہ کی، خواہ عملی ہو جیسے سہرا باندھنے والے، تیجا، دسواں کرنے والے، تعزیہ یا علم اٹھانے والے، قبروں پر چراغاں کرنے والے، میلاد یا غنا یا مرثیہ کی مجلس کرنے والے کی، بشرطیکہ ان کی بدعت کفر اور شرک کی حد تک نہ پہنچے۔ اگر کفر یا شرک کے درجے پر پہنچ جائے تو ان کے پیچھے نماز درست نہیں۔ تسہیل میں ہے کہ سنت کہتے ہیں حدیث کو اور جماعت سے مراد صحابہ اور تابعین ہیں۔ جو لوگ حدیث شریف پر چلتے ہیں اور اعتقاد اور عمل میں صحابہ اور تابعین کے طریق پر ہیں وہی اہل سنت والجماعت ہیں باقی سب بدعتی ہیں۔ (مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ)

٦٩٦۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَبِي ذَرٍّ: ((اسْمَعْ وَأَطِعْ، وَلَوْ لِحَبَشِيٍّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ)). [راجع: ٦٩٣]

(٦٩٦) ہم سے محمد بن ابان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر محمد بن جعفر نے بیان کیا شعبہ سے، انہوں نے ابوالتیاح سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے ابوذر سے فرمایا: "(حاکم کی) سن اور اطاعت کر خواہ وہ ایک ایسا حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو جس کا سر منقے کے برابر ہو۔"

بَابٌ: يَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْإِمَامِ، بِحِذَاءِهِ سَوَاءً إِذَا كَانَا اثْنَيْنِ

باب: جب صرف دو ہی نمازی ہوں تو مقتدی امام کے دائیں جانب اس کے برابر کھڑا ہو

٦٩٧ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ فَصَلَّى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهِ، فَصَلَّى خَمْسَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ نَامَ حَتَّى سَمِعْتُ غَطِيْطَهُ، أَوْ قَالَ: خَطِيْطَهُ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ. [راجع: ١١٧]

(٦٩٧) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے حکم سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے سعید بن جبیر سے سنا، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے کہ انہوں نے بتلایا کہ ایک رات میں اپنی خالہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر رہ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے بعد جب ان کے گھر تشریف لائے تو یہاں چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر آپ سو گئے پھر (نماز تہجد کے لیے) آپ اٹھے اور نماز پڑھنے لگے) تو میں بھی اٹھ کر آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ لیکن آپ نے مجھے اپنی دائیں طرف کر لیا۔ آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھی۔ پھر دو رکعت (سنت فجر) پڑھ کر آپ سو گئے۔ اور میں نے آپ کے خراٹے کی آواز بھی سنی۔ پھر آپ فجر کی نماز کے لیے برآمد ہوئے۔

تشریح: حدیث ہذا سے ثابت ہوا کہ جب امام کے ساتھ ایک ہی آدمی ہو تو وہ امام کے داہنی طرف کھڑا ہو جوان ہو یا نابالغ۔ پھر کوئی دوسرا آ جائے تو وہ امام کے بائیں طرف نیت باندھ لے۔ پھر امام آگے بڑھ جائے یا مقتدی پیچھے ہٹ جائیں۔

بَابٌ: إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَسَارِ الْإِمَامِ،

باب: اگر کوئی شخص امام کے بائیں طرف کھڑا ہو،

فَحَوَّلَهُ الْإِمَامُ إِلَى يَمِيْنِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُمَا.

اور امام اسے پھرا کر دائیں طرف کر لے تو دونوں میں سے کسی کی بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

٦٩٨ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: نِمْتُ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ وَالنَّبِيُّ ﷺ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ، فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَأَخَذَنِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهِ، فَصَلَّى ثَلَاثَ

(٦٩٨) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن حارث مصری نے عبدربہ بن سعید سے بیان کیا، انہوں نے مخرمہ بن سلیمان سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے۔ آپ نے بتلایا کہ میں ایک رات ام المؤمنین میمونہ کے یہاں سو گیا۔ اس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی وہیں سونے کی باری تھی۔ آپ نے وضو کیا اور نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ اس لیے آپ

عَشْرَةَ رَكْعَةً، ثُمَّ نَامَ حَتَّى نَفَخَ - وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ - ثُمَّ أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ، فَخَرَجَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. قَالَ: عَمْرٌو فَحَدَّثْتُ بِهِ بُكَيْرًا فَقَالَ: حَدَّثَنِي كُرَيْبٌ بِذَلِكَ. [راجع :١١٧]

نے مجھے پکڑ کے دائیں طرف کر دیا۔ پھر تیرہ رکعت (وتر سمیت) نماز پڑھی اور سو گئے۔ یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے اور نبی کریم ﷺ جب سوتے تو خراٹے لیتے تھے۔ پھر مؤذن آیا تو آپ باہر تشریف لے گئے۔ آپ نے اس کے بعد (فجر کی) نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ عمرو نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث بکیر بن عبداللہ کے سامنے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث مجھ سے کریب نے بھی بیان کی تھی۔

بَابٌ: إِذَا لَمْ يَنْوِ الْإِمَامُ أَنْ يَؤُمَّ ثُمَّ جَاءَ قَوْمٌ فَأَمَّهُمْ

باب: نماز شروع کرتے وقت امامت کی نیت نہ ہو، پھر کچھ لوگ آ جائیں اور وہ ان کی امامت کرنے لگے (تو کیا حکم ہے)

٦٩٩ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ، فَقُمْتُ أُصَلِّي مَعَهُ، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَأَخَذَ بِرَأْسِي فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ. [راجع: ١١٧] [نسائي: ٨٠٥]

(٦٩٩) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے ایوب سختیانی سے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن سعید بن جبیر سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ آپ نے بتلایا کہ میں نے ایک دفعہ اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات گزاری۔ نبی کریم ﷺ رات میں نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں بھی آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا۔ میں (غلطی سے) آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر آپ نے میرا سر پکڑ کے دائیں طرف کر دیا۔ (تاکہ صحیح طور پر کھڑا ہو جاؤں)

بَابٌ: إِذَا طَوَّلَ الْإِمَامُ وَكَانَ لِلرَّجُلِ حَاجَةٌ فَخَرَجَ وَصَلَّى

باب: اگر امام لمبی سورت شروع کر دے اور کسی کو کام ہو وہ اکیلے نماز پڑھ کر چل دے تو یہ کیسا ہے؟

٧٠٠ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ: أَنَّ مُعَاذَ ابْنَ جَبَلٍ، كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ. [أطرافه في: ٧٠١، ٧٠٥، ٧١١، ٦١٠٦]

(٧٠٠) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے عمرو بن دینار سے بیان کیا، انہوں نے جابر بن عبداللہ سے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے پھر واپس آ کر اپنی قوم کی امامت کیا کرتے تھے۔

٧٠١ـح: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ:

(٧٠١) (دوسری سند) اور مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے

حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ، فَصَلَّى الْعِشَاءَ فَقَرَأَ بِالْبَقَرَةِ، فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ، فَكَانَ مُعَاذٌ يَنَالُ مِنْهُ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((فَتَّانٌ فَتَّانٌ)) ثَلَاثَ مِرَارٍ أَوْ قَالَ: ((فَاتِنًا فَاتِنًا فَاتِنًا)) وَأَمَرَهُ بِسُوْرَتَيْنِ مِنْ أَوْسَطِ الْمُفَصَّلِ. قَالَ عَمْرٌو: لَا أَحْفَظُهُمَا. [راجع: ٧٠٠]

غندر محمد بن جعفر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے عمرو سے بیان کیا، کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے سنا، آپ نے فرمایا کہ معاذ بن جبل نبی کریم ﷺ کے ساتھ (فرض) نماز پڑھتے پھر واپس جا کر اپنی قوم کے لوگوں کو (وہی) نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ایک بار عشاء میں انہوں نے سورۂ بقرہ شروع کی۔ (مقتدیوں میں سے) ایک شخص نماز توڑ کر چل دیا۔ معاذ رضی اللہ عنہ اس کو برا کہنے لگے۔ یہ خبر نبی ﷺ کو پہنچی (اس شخص نے جا کر معاذ کی شکایت کی) آپ نے معاذ کو فرمایا کہ ”تو بلا میں ڈالنے والا ہے، فتنہ میں ڈالنے والا، بلا میں ڈالنے والا۔“ تین بار فرمایا، یا یوں فرمایا کہ ”تو فسادی ہے، فسادی، فسادی۔“ پھر آپ نے معاذ کو حکم فرمایا کہ مفصل کے بیچ کی دو سورتیں پڑھا کرے۔ عمرو بن دینار نے کہا کہ مجھے یاد نہ رہیں (کہ کون سی سورتوں کا آپ نے نام لیا)۔

تشریح: اس سے امام شافعی اور امام احمد اور اہلحدیث کا مذہب ثابت ہوا کہ فرض پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔ حنفیہ نے یہاں بھی دور از کار تاویلات کی ہیں۔ جو سب محض تعصب مسلک کا نتیجہ ہے۔ مثلاً حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اوپر نبی کریم ﷺ کی خفگی کے بارے میں لکھا ہے کہ ممکن ہے اس وجہ سے بھی آپ خفا ہوئے ہوں کہ دوبارہ کیوں جا کر نماز پڑھائی (دیکھو تفہیم البخاری، پ ۳: ص: ۹۷) یہ ایسی تاویل ہے جس کا اس واقعہ سے دور تک بھی تعلق نہیں۔

قاس کن زگلستان من بہار مرا

بَابُ تَخْفِيْفِ الْإِمَامِ فِي الْقِيَامِ وَإِتْمَامِ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

باب: امام کو چاہیے کہ قیام ہلکا کرے (مختصر سورتیں پڑھے) اور رکوع اور سجدے پورے پورے ادا کرے

٧٠٢۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: سَمِعْتُ قَيْسًا، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُوْ مَسْعُوْدٍ، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا. فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ، ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ، فَأَيُّكُمْ مَا صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ، فَإِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَا

(۷۰۲) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر بن معاویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابی خالد نے بیان کیا، کہا کہ میں نے قیس بن ابی حازم سے سنا، کہا کہ مجھے ابو مسعود انصاری نے خبر دی کہ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ! قسم اللہ کی میں صبح کی نماز میں فلاں کی وجہ سے دیر میں جاتا ہوں، کیونکہ وہ نماز کو بہت لمبا کر دیتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نصیحت کے وقت اس دن سے زیادہ (کبھی بھی) غضب ناک نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ ”تم میں سے کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ (عوام کو عبادت سے یا دین سے) نفرت دلا دیں، خبردار! تم میں سے لوگوں کو جو شخص بھی نماز پڑھائے تو ہلکی پڑھائے۔ کیونکہ نمازیوں میں کمزور

الْحَاجَةِ)). [راجع: ٩٠]

بوڑھے اور ضرورت والے سب ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔"

بَابٌ: إِذَا صَلَّى لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ

باب: جب اکیلا نماز پڑھے تو جتنی چاہے طویل کرسکتا ہے

٧٠٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَالْكَبِيرَ، وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ)). [ابوداود: ٧٩٤؛ نسائي: ٨٢٢]

(۷۰۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابوالزناد سے خبر دی، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "جب کوئی تم میں سے لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے۔ کیونکہ جماعت میں ضعیف بیمار اور بوڑھے (سب ہی) ہوتے ہیں۔ لیکن اکیلا پڑھے تو جس قدر جی چاہے طول دے سکتا ہے۔"

تشریح: باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابُ مَنْ شَكَا إِمَامَهُ إِذَا طَوَّلَ،

باب: اس کے بارے میں جس نے امام سے نماز کے طویل ہو جانے کی شکایت کی

وَقَالَ أَبُوْ أُسَيْدٍ: طَوَّلْتَ بِنَا يَا بُنَيَّ.

ایک صحابی ابواسید (مالک بن ربیعہ) نے اپنے بیٹے (منذر) سے فرمایا: بیٹا تو نے نماز کو ہم پر لمبا کر دیا۔

٧٠٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الْفَجْرِ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا فُلَانٌ فِيهَا فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ، مَا رَأَيْتُهُ غَضِبَ فِي مَوعِظَةٍ كَانَ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ، ثُمَّ قَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ، فَمَنْ أَمَّ مِنْكُمُ النَّاسَ فَلْيَتَجَوَّزْ، فَإِنَّ خَلْفَهُ الضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ)). [راجع: ٩٠]

(۷۰۴) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا اسماعیل بن ابی خالد سے، انہوں نے قیس بن ابی حازم سے، انہوں نے ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے، آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ! میں فجر کی نماز میں تاخیر کر کے اس لیے شریک ہوتا ہوں کہ فلاں صاحب فجر کی نماز بہت طویل کر دیتے ہیں۔ اس پر آپ اس قدر غصہ ہوئے کہ میں نے نصیحت کے وقت اس دن سے زیادہ غضب ناک آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔ پھر آپ نے فرمایا: "لوگو! تم میں بعض لوگ (نماز سے لوگوں کو) دور کرنے کا باعث ہیں۔ پس جو شخص امام ہو اسے ہلکی نماز پڑھنی چاہیے اس لیے کہ اس کے پیچھے کمزور، بوڑھے اور ضرورت والے سب ہی ہوتے ہیں۔"

٧٠٥۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ الْأَنْصَارِيَّ، قَالَ: أَقْبَلَ رَجُلٌ بِنَاضِحَيْنِ وَقَدْ جَنَحَ اللَّيْلُ، فَوَافَقَ مُعَاذًا يُصَلِّي، فَبَرَكَ نَاضِحَيْهِ وَأَقْبَلَ إِلَى مُعَاذٍ، فَقَرَأَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ أَوِ النِّسَاءِ، فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ، وَبَلَغَهُ أَنَّ مُعَاذًا نَالَ مِنْهُ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَشَكَا إِلَيْهِ مُعَاذًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا مُعَاذُ! أَفَتَّانٌ أَنْتَ ۔أَوْقَالَ۔ أَفَاتِنٌ أَنْتَ؟)) ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. ((فَلَوْ لَا صَلَّيْتَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ، وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا، وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى، فَإِنَّهُ يُصَلِّي وَرَاءَكَ الْكَبِيرُ وَالضَّعِيفُ وَذُو الْحَاجَةِ)). أَحْسِبُ هَذَا فِي الْحَدِيثِ وَتَابَعَهُ سَعِيدُ بْنُ مَسْرُوقٍ وَمِسْعَرٌ وَالشَّيْبَانِيُّ قَالَ عَمْرٌو وَعُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ مِقْسَمٍ وَأَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ: قَرَأَ مُعَاذٌ فِي الْعِشَاءِ بِالْبَقَرَةِ وَتَابَعَهُ الْأَعْمَشُ عَنْ مُحَارِبٍ. [راجع: ٧٠٠] [نسائي: ٨٣٥]

(۷۰۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محارب بن دثار نے بیان کیا، کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے سنا، آپ نے بتلایا کہ ایک شخص پانی اٹھانے والے دو اونٹ لیے ہوئے آیا۔ رات تاریک ہو چکی تھی۔ اس نے معاذ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھاتے ہوئے پایا۔ اس لیے اپنے اونٹوں کو بٹھا کر (نماز میں شریک ہونے کے لیے) معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے نماز میں سورۂ بقرہ یا سورۂ نساء شروع کی۔ چنانچہ وہ شخص نیت توڑ کر چل دیا۔ پھر اسے معلوم ہوا کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کو (مجھے) برا بھلا کہا ہے۔ اس لیے وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور معاذ کی شکایت کی، نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا: ''معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو۔ آپ نے تین مرتبہ (فتان یا فاتن) فرمایا، سبح اسم ربك الاعلى، والشمس وضحها، والليل اذا يغشى (سورتیں) تم نے کیوں نہ پڑھیں۔ کیونکہ تمہارے پیچھے بوڑھے، کمزور اور حاجت مند نماز پڑھتے ہیں۔'' شعبہ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ آخری جملہ (کیونکہ تمہارے پیچھے الخ) حدیث میں داخل ہے۔ شعبہ کے ساتھ اس کی متابعت سعید بن مسروق، مسعر اور شیبانی نے کی ہے۔ اور عمرو بن دینار، عبیداللہ بن مقسم اور ابوالزبیر نے بھی اس حدیث کو جابر کے واسطہ سے بیان کیا ہے کہ معاذ نے عشاء میں سورۂ بقرہ پڑھی تھی اور شعبہ کے ساتھ اس روایت کی متابعت اعمش نے محارب کے واسطہ سے کی ہے۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے ان احادیث سے ایک نہایت اہم مسئلہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ کیا کسی ایسے کام کے بارے میں جو خیر محض ہو شکایت کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ نماز ہر طرح خیر ہی خیر ہے۔ کسی برائی کا اس میں کوئی پہلو نہیں۔ اس کے باوجود اس سلسلے میں ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے شکایت کی اور نبی کریم ﷺ نے اسے سنا اور شکایت کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کے معاملات میں بھی شکایت بشرطیکہ معقول اور مناسب ہو جائز ہے۔ (تفہیم البخاری)

دوسری روایت میں ہے کہ سورۂ الطارق اور والشمس وضحها یا سبح اسم یا اقتربت الساعة پڑھنے کا حکم فرمایا۔ مفصل قرآن کی ساتویں منزل کا نام ہے۔ یعنی سورۂ ق سے آخر قرآن تک پھر ان میں تین ٹکڑے ہیں۔ طوال یعنی سورۂ ق سے عم تک۔ اوساط یعنی بیچ کی عم سے والضحیٰ تک۔ قصار یعنی چھوٹی والضحی سے آخر تک۔ ائمہ کو ان ہدایات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

بَابُ الْإِيجَازِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز مختصر اور پوری پڑھنا (یعنی رکوع وسجود

وَإِكْمَالِهَا

اچھی طرح کرنا)

٧٠٦- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ:كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُوْجِزُ الصَّلَاةَ وَيُكَمِّلُهَا. [طرفه في: ٧٠٨] [مسلم: ١٠٥٢؛ ترمذي: ٢٣٧؛ ابن ماجه: ٩٨٥، ٩٨٩]

(٧٠٦) ہم سے ابومعمر عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نماز کو مختصر اور پوری پڑھتے تھے۔

بَابُ مَنْ أَخَفَّ الصَّلَاةَ عِنْدَ بُكَاءِ الصَّبِيِّ

باب: جس نے بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو مختصر کر دیا

٧٠٧-حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيْهِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنِّي لَأَقُوْمُ فِي الصَّلَاةِ أُرِيْدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيْهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَأَتَجَوَّزُ فِيْ صَلَاتِيْ كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ)). تَابَعَهُ بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ وَبَقِيَّةُ وَابْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ. [طرفه في: ٨٦٨] [ابوداود: ٧٨٩، ٧٩٠؛ نسائي: ٨٢٤؛ ابن ماجه: ٩٩١]

(٧٠٧) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام عبدالرحمن بن عمرو اوزاعی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے باپ ابوقتادہ حارث بن ربعی سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ "میں نماز دیر تک پڑھنے کے ارادہ سے کھڑا ہوتا ہوں۔ لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو ہلکی کر دیتا ہوں۔ کیونکہ اس کی ماں کو (جو نماز میں شریک ہوگی) تکلیف میں ڈالنا برا سمجھتا ہوں۔" ولید بن مسلم کے ساتھ اس روایت کی متابعت بشر بن بکر، بقیہ بن ولید اور ابن مبارک نے اوزاعی کے واسطہ سے کی ہے۔

٧٠٨-حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُوْلُ: مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ إِمَامٍ قَطُّ أَخَفَّ صَلَاةً وَلَا أَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، وَإِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ أَنْ تُفْتَنَ أُمُّهُ. [راجع: ٧٠٦] [مسلم: ١٠٥٣]

(٧٠٨) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر قریشی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ سے زیادہ ہلکی لیکن کامل نماز میں نے کسی امام کے پیچھے کبھی نہیں پڑھی۔ آپ کا یہ حال تھا کہ اگر آپ بچے کے رونے کی آواز سن لیتے تو اس خیال سے کہ اس کی ماں کہیں پریشانی میں نہ مبتلا ہو جائے نماز مختصر کر دیتے۔

تشریح: یعنی آپ کی نماز باعتبار قراءت کے تو ہلکی ہوتی، چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے اور ارکان یعنی رکوع سجدہ وغیرہ پورے طور سے ادا فرماتے جو لوگ سنت کی پیروی کرنا چاہیں۔ ان کو امامت کی حالت میں ایسی ہی نماز پڑھانی چاہیے۔

٧٠٩ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيْدُ إِطَالَتَهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ مِنْ بُكَائِهِ)). [طرفه في: ٧١٠] [مسلم: ١٠٥٦؛ ابن ماجه: ٩٨٩]

(۷۰۹) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے قتادہ نے بیان کیا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "میں نماز شروع کر دیتا ہوں۔ ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز طویل کروں۔ لیکن بچے کے رونے کی آواز سن کر مختصر کر دیتا ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے ماں کے دل پر بچے کے رونے سے کیسی چوٹ پڑتی ہے۔"

٧١٠ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ فَأُرِيْدُ إِطَالَتَهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَأَتَجَوَّزُ مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ مِنْ بُكَائِهِ)).

(۷۱۰) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں محمد بن ابراہیم بن عدی نے سعید بن ابی عروبہ کے واسطہ سے خبر دی، انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ "میں نماز کی نیت باندھتا ہوں، ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز کو طویل کروں گا، لیکن بچے کے رونے کی آواز سن کر مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ میں اس درد کو جانتا ہوں جو بچے کے رونے کی وجہ سے ماں کو ہوتا ہے۔"

وَقَالَ مُوْسَى: حَدَّثَنَا أَبَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ. [راجع: ٧٠٩]

اور موسیٰ بن اسماعیل نے کہا ہم سے ابان بن یزید نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے، کہا ہم سے انس نے نبی ﷺ سے یہی حدیث بیان کی۔

تشریح: ان جملہ احادیث سے آپ کی شفقت ظاہر ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں عورتیں بھی شریک جماعت ہوا کرتی تھیں، ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ایک دفعہ آپ نے پہلی رکعت میں ساٹھ آیات کو پڑھا۔ پھر بچے کے رونے کی آواز سن کر آپ نے اتنا اثر لیا کہ دوسری رکعت میں صرف تین آیات پڑھ کر نماز کو پورا کر دیا۔ (ﷺ)

بَابٌ: إِذَا صَلَّى ثُمَّ أَمَّ قَوْمًا

باب: ایک شخص نماز پڑھ کر دوسرے لوگوں کی امامت کرے

٧١١ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَأَبُو النُّعْمَانِ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمْ. [راجع: ٧٠٠]

(۷۱۱) ہم سے سلیمان بن حرب اور ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے عمرو بن دینار سے، انہوں نے جابر سے فرمایا کہ معاذ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے پھر واپس آ کر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے۔

[مسلم: ١٠٤٢]

بَابُ مَنْ أَسْمَعَ النَّاسَ تَكْبِيرَ الْإِمَامِ

باب: اس سے متعلق جو مقتدیوں کو امام کی تکبیر سنائے

٧١٢۔حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَتَاهُ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ قَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ)). قُلْتُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ، إِنْ يَقُمْ مَقَامَكَ يَبْكِ فَلَا يَقْدِرُ عَلَى الْقِرَاءَةِ. فَقَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ)). فَقُلْتُ مِثْلَهُ، فَقَالَ: فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ: ((إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ)). فَصَلَّى وَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَخُطُّ بِرِجْلَيْهِ الْأَرْضَ، فَلَمَّا رَآهُ أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ صَلِّ، فَتَأَخَّرَ أَبُو بَكْرٍ وَقَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى جَنْبِهِ، وَأَبُو بَكْرٍ يُسْمِعُ النَّاسَ التَّكْبِيرَ .تَابَعَهُ مُحَاضِرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ. [راجع :١٩٨]

(۷۱۲) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن داود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے ابراہیم نخعی سے بیان کیا، انہوں نے اسود سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ کے مرض الوفات میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کی اطلاع دینے کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ ''ابوبکر سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔'' میں نے عرض کی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کچے دل کے آدمی ہیں اگر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رو دیں گے اور قراءت نہ کر سکیں گے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ''ابوبکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں۔'' میں نے وہی عذر پھر دہرایا پھر آپ نے تیسری یا چوتھی مرتبہ فرمایا کہ ''تم لوگ تو بالکل صواحب یوسف کی طرح ہو۔ ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔'' خیر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کرا دی۔ پھر نبی کریم ﷺ (اپنا مزاج ذرا ہلکا پا کر) دو آدمیوں کا سہارا لیے ہوئے باہر تشریف لائے۔ گویا میری نظروں کے سامنے وہ منظر ہے کہ آپ کے قدم زمین پر نشان کر رہے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے۔ لیکن آپ نے اشارہ سے انہیں نماز پڑھانے کے لیے کہا۔ ابوبکر پیچھے ہٹ گئے اور نبی کریم ﷺ ان کے بازو میں بیٹھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نبی کریم ﷺ کی تکبیر سنا رہے تھے۔ عبداللہ بن داود کے ساتھ اس حدیث کو محاضر نے بھی اعمش سے روایت کیا ہے۔

تشریح: جب مقتدی زیادہ ہوں تو دوسرا شخص تکبیر زور سے پکارے تا کہ سب کو آواز پہنچ جائے۔ آج کل اس مقصد کے لئے ایک آلہ وجود میں آ گیا ہے۔ جسے آواز پہنچانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور یہ اکثر علما کے نزدیک جائز قرار دیا گیا ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يَأْتَمُّ بِالْإِمَامِ وَيَأْتَمُّ النَّاسُ بِالْمَأْمُومِ،

باب: ایک شخص امام کی اقتدا کرے اور لوگ اس کی اقتدا کریں (تو کیسا ہے؟)

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: قَالَ ((ائْتَمُّوا بِي وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ)).

اور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے (پہلی صف والوں سے) فرمایا: ''تم میری پیروی کرو اور تمہارے پیچھے جو لوگ ہیں وہ تمہاری پیروی کریں۔''

٧١٣۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا

(۷۱۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو

أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ جَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ: ((مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ)). فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيْفٌ، وَإِنَّهُ مَتَى مَا يَقُوْمُ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ، فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ. فَقَالَ: ((مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ)). فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ: قُوْلِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيْفٌ، وَإِنَّهُ مَتَى مَا يَقُوْمُ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ، فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ. فَقَالَ: ((إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ، مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ)). فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ نَفْسِهِ خِفَّةً، فَقَامَ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، وَرِجْلَاهُ تَخُطَّانِ فِي الْأَرْضِ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَلَمَّا سَمِعَ أَبُوْ بَكْرٍ حِسَّهُ ذَهَبَ أَبُوْ بَكْرٍ يَتَأَخَّرُ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِيْ بَكْرٍ، فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّي قَائِمًا، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي قَاعِدًا، يَقْتَدِيْ أَبُوْ بَكْرٍ بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَالنَّاسُ مُقْتَدُوْنَ بِصَلَاةِ أَبِيْ بَكْرٍ. [راجع :١٩٨]

معاویہ محمد بن حازم نے بیان کیا، انہوں نے اعمش کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے ابراہیم نخعی سے، انہوں نے اسود سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ زیادہ بیمار ہو گئے تھے تو بلال رضی اللہ عنہ آپ کو نماز کی خبر دینے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ ''ابوبکر سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔'' میں نے کہا یا رسول اللہ! ابوبکر ایک نرم دل آدمی ہیں اور جب بھی وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے لوگوں کو (شدت گریہ کی وجہ سے) آواز نہیں سنا سکیں گے۔ اس لیے اگر آپ عمر رضی اللہ عنہ سے کہتے تو بہتر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ''ابوبکر سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔'' پھر میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا تم کہو کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی ہیں اور اگر آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو لوگوں کو اپنی آواز نہیں سنا سکیں گے۔ اس لیے اگر عمر رضی اللہ عنہ سے کہیں تو بہتر ہوگا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ''تم لوگ صواحب یوسف سے کم نہیں ہو۔ ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔'' جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض میں کچھ ہلکا پن محسوس فرمایا اور دو آدمیوں کا سہارا لے کر کھڑے ہو گئے۔ آپ کے پاؤں زمین پر نشان کر رہے تھے۔ اس طرح چل کر آپ مسجد میں داخل ہوئے۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی آہٹ پائی تو پیچھے ہٹنے لگے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اشارہ سے روکا پھر نبی کریم ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں طرف بیٹھ گئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر رہے تھے۔

تشریح: اسی جملہ سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خود مقتدی تھے۔ لیکن دوسرے مقتدیوں نے ان کی اقتدا کی۔

بَابٌ: هَلْ يَأْخُذُ الْإِمَامُ إِذَا شَكَّ بِقَوْلِ النَّاسِ؟

باب: اس بارے میں کہ اگر امام کو شک ہو جائے تو کیا مقتدیوں کی بات پر عمل کر سکتا ہے؟

٧١٤- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ

(۷۱۴) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، انہوں نے حضرت امام

مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي تَمِيْمَةَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ انْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَيْنِ، فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ: أَقُصِرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ؟)). فَقَالَ النَّاسُ: نَعَمْ. فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ، فَسَجَدَمِثْلَ سُجُوْدِهِ أَوْ أَطْوَلَ. [راجع: ٤٨٢]

[أبوداود: ١٠٠٩؛ ترمذي: ٣٩٩؛ نسائي: ١٢٢٤]

مالک بن انس سے بیان کیا، انہوں نے ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی سے انہوں نے محمد بن سیرین سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ظہر کی نماز میں) دو رکعت پڑھ کر نماز ختم کر دی تو آپ سے ذوالیدین نے کہا کہ یارسول اللہ! کیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے (اور لوگوں کی طرف دیکھ کر) پوچھا "ذوالیدین صحیح کہتے ہیں؟" لوگوں نے کہا کہ ہاں! پھر آپ اٹھے اور دوسری رکعتیں بھی پڑھیں۔ پھر سلام پھیرا۔ پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا پہلے کی طرح یا اس سے بھی کچھ لمبا سجدہ۔

تشریح: یہ باب لاکر امام بخاری رحمہ اللہ نے شافعیہ کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ امام مقتدیوں کی بات نہ سنے۔ بعض نے کہا امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف اس حالت میں ہے جب امام کو خود شک ہو۔ لیکن اگر امام کو ایک امر کا یقین ہو تو بالاتفاق مقتدیوں کی بات نہ سننا چاہیے۔ ذوالیدین کا اصلی نام خرباق تھا۔ ان کے دونوں ہاتھ لمبے لمبے تھے اس لئے لوگ ان کو ذوالیدین کہنے لگے۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ درجہ یقین حاصل کرنے کے لئے اور لوگوں سے بھی شہادت لی جا سکتی ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ امر حق کا اظہار ایک ادنیٰ آدمی بھی کر سکتا ہے۔

٧١٥۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، فَقِيْلَ: قَدْ صَلَّيْتَ رَكْعَتَيْنِ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

[راجع: ٤٨٢] [أبوداود: ١٠١٤؛ نسائي: ١٢٢٦]

(۷۱۵) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے سعد بن ابراہیم سے بیان کیا، وہ ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے، وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، آپ نے بتلایا کہ نبی ﷺ نے (ایک مرتبہ) ظہر کی صرف دو ہی رکعتیں پڑھیں (اور بھول سے سلام پھیر دیا) پھر کہا گیا کہ آپ نے صرف دو ہی رکعتیں پڑھی ہیں۔ پس آپ نے دو رکعتیں اور پڑھیں پھر سلام پھیرا۔ پھر دو سجدے کئے۔

بَابٌ: إِذَا بَكَى الْإِمَامُ فِي الصَّلَاةِ

باب: جب امام نماز میں رو دے (تو کیسا ہے؟)

وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ: سَمِعْتُ نَشِيْجَ عُمَرَ وَأَنَا فِي آخِرِ الصُّفُوْفِ يَقْرَأُ: ﴿إِنَّمَا أَشْكُوْا بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللّٰهِ﴾ [يوسف:٨٦]

اور عبداللہ بن شداد رحمہ اللہ (تابعی) نے بیان کیا کہ میں نے نماز میں عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی حالانکہ میں آخری صف میں تھا۔ آپ آیت مبارکہ ﴿انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ﴾ پڑھ رہے تھے۔

تشریح: یہ سورۂ یوسف کی آیت کا ایک جملہ ہے جس کا ترجمہ یہ کہ "میں اپنے غم اور فکر کی شکایت اللہ ہی سے کرتا ہوں۔" یہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

٧١٦۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ

(۷۱۶) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام

ابْنُ أَنَسٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِي مَرَضِهِ: ((مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ)). قَالَتْ عَائِشَةُ: قُلْتُ لَهُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ، فَمُرْ عُمَرَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ. فَقَالَ: ((مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ)). فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ: قُوْلِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ، فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ. فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَهْ، إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ، مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ)). فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ: مَا كُنْتُ لِأُصِيْبَ مِنْكِ خَيْرًا. [راجع :١٩٨]

مالک بن انس نے ہشام بن عروہ سے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الوفات میں فرمایا کہ ''ابوبکر سے لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے کہو۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو اپنی آواز نہ سنا سکیں گے۔ اس لیے آپ عمر رضی اللہ عنہ سے فرمائیے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ''ابوبکر ہی سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم بھی تو آپ ﷺ سے عرض کرو کہ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو آپ کو یاد کر کے گریہ وزاری کی وجہ سے لوگوں کو قرآن نہ سنا سکیں گے۔ اس لیے عمر رضی اللہ عنہ سے کہیے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی کہہ دیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بس چپ رہو۔ تم لوگ صواحب یوسف (علیہ السلام) سے کسی طرح کم نہیں ہو۔ ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔'' بعد میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ بھلا مجھ کو تم سے کہیں بھلائی ہوئی ہے۔

تشریح: مقصد باب یہ ہے کہ رونے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ جنت یا دوزخ کے ذکر پر رونا عین مطلوب ہے۔ کئی احادیث سے نبی کریم ﷺ کا نماز میں رونا ثابت ہے۔ یہ حدیث پہلے بھی کئی جگہ گزر چکی ہے اور امام المحدثین رحمہ اللہ نے اس سے بہت سے مسائل اخذ کئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے رونے کا ذکر سنا پھر بھی آپ نے ان کو نماز کے لئے حکم فرمایا۔ پس دعویٰ ثابت کہ رونے سے نماز نہیں ٹوٹ سکتی۔ صواحب یوسف کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔ زلیخا اور اس کے ساتھ والی عورتیں مراد ہیں۔ جن کی زبانوں پر کچھ تھا اور دل میں کچھ اور۔ حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے کہنے پر پچھتائیں اور اسی لئے عائشہ رضی اللہ عنہا پر اظہار خفگی فرمایا۔ (رضی اللہ عنہن)

بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ عِنْدَ الْإِقَامَةِ وَبَعْدَهَا

باب: تکبیر ہوتے وقت اور تکبیر کے بعد صفوں کا برابر کرنا

٧١٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، هِشَامُ بْنُ عَبْدِالْمَلِكِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ، يَقُوْلُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ)). [مسلم: ٩٧٨]

(۷۱۷) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے سالم بن ابوالجعد سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''نماز میں اپنی صفوں کو برابر کرلو نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ الٹ دے گا۔''

تشریح: یعنی مسخ کر دے گا۔ بعض نے یہ مراد لی کہ پھوٹ ڈال دے گا۔ باب کی حدیثوں میں یہ مضمون نہیں ہے کہ تکبیر کے بعد صفوں کو برابر کرو۔ لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے ان حدیثوں کے دوسرے طریقوں کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ آگے چل کر خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی حدیث کو اس طرح نکالا ہے کہ نماز کی تکبیر ہونے کے بعد آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور یہ فرمایا۔ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ تکبیر کہہ کر نماز شروع کرنے کو تھے کہ یہ فرمایا۔ امام ابن حزم نے ان حدیثوں کے ظاہر سے یہ کہا ہے کہ صفیں برابر کرنا واجب ہے اور جمہور علما کے نزدیک سنت ہے اور یہ وعید اس لئے فرمائی کہ لوگ اس سنت کا بخوبی خیال رکھیں۔ برابر رکھنے سے یہ غرض ہے کہ ایک خط مستقیم پر کھڑے ہوں آگے پیچھے نہ کھڑے ہوں۔ صف میں جو جگہ خالی رہے اس کو بھر دیں۔ (مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ) علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ویحتمل ان یکون البخاری اخذ الوجوب من صیغۃ الامر فی قولہ ((سووا صفوفکم)) ومن عموم قولہ صلوا کما رایتمونی اصلی ومن ورود الوعید علی ترکہ...... الخ۔" (فتح الباری)

یعنی ممکن ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث کے صیغہ امر ((سووا صفوفکم)) "اپنی صفوں کو سیدھا کرو۔" سے وجوب نکالا ہو اور حدیث نبوی کے اس عموم سے بھی جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "ایسی نماز پڑھو جیسی نماز پڑھتے ہوئے تم نے مجھ کو دیکھا ہے۔"

صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عثمان نہدی رضی اللہ عنہ کے قدم پر مارا جب کہ وہ صف میں سیدھے کھڑے نہیں ہو رہے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بھی یہی دستور تھا کہ جس کو وہ صف میں ٹیڑھا دیکھتے وہ ان کے قدموں کو مارنا شروع کر دیتے۔ الغرض صفوں کو سیدھا کرنا بے حد ضروری ہے۔

٧١٨۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((أَقِيْمُوْا الصُّفُوْفَ فَإِنِّي أَرَاكُمْ خَلْفَ ظَهْرِيْ)).

(٧١٨) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے عبدالعزیز بن صہیب سے بیان کیا، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "صفیں سیدھی کرلو، میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھ رہا ہوں۔"

[طرفه في: ٧١٩، ٧٢٥] [مسلم: ٩٧٦]

تشریح: یہ آپ کے معجزات میں سے ہے کہ جس طرح آپ سامنے سے دیکھتے اسی طرح پیچھے مہر نبوت سے آپ دیکھ لیا کرتے تھے۔ صفوں کو درست کرنا اس قدر اہم ہے کہ آپ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین کا بھی یہی دستور رہا کہ جب تک صف بالکل درست نہ ہو جاتی یہ نماز شروع نہیں کیا کرتے تھے۔ عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں اس مقصد کے لئے لوگ مقرر تھے جو صف بندی کرائیں۔ مگر آج کل سب سے زیادہ متروک یہی چیز ہے۔ جس مسجد میں بھی چلے جاؤ صفیں اس قدر ٹیڑھی نظر آئیں گی کہ اللہ کی پناہ، اللہ پاک مسلمانوں کو اسوۂ نبوی پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

بَابُ إِقْبَالِ الْإِمَامِ عَلَى النَّاسِ عِنْدَ تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ

باب: صفیں برابر کرتے وقت امام کا لوگوں کی طرف منہ کرنا

٧١٩۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِيْ رَجَاءٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ ابْنُ قُدَامَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: أُقِيْمَتِ

(٧١٩) ہم سے احمد بن ابی رجاء نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زائدہ بن قدامہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حمید طویل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ نماز کے لیے تکبیر کہی گئی تو رسول

الصَّلَاةُ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِوَجْهِهِ فَقَالَ: ((أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ وَتَرَاصُّوا، فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي)). [راجع: ٧١٨]

اللہ ﷺ نے اپنا منہ ہماری طرف کیا اور فرمایا کہ ''اپنی صفیں برابر کرلو اور مل کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں۔''

تشریح: ((تراصوا)) کا مفہوم یہ کہ چونا گچ دیوار کی طرح مل کر کھڑے ہو جاؤ۔ کندھے سے کندھا، قدم سے قدم، ٹخنے سے ٹخنہ ملا لو۔ سورۂ صف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ﴾ (٦١/ الصف:٤) ''اللہ پاک ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اللہ کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیواروں کی طرح متحد ہو کر لڑتے ہیں۔'' جب نماز میں ایسی کیفیت نہیں کر پاتے تو میدان جنگ میں کیا خاک کر سکیں گے۔ آج کل کے اہل اسلام کا یہی حال ہے۔

بَابُ الصَّفِّ الْأَوَّلِ

باب: صف اوّل (کے ثواب کا بیان)

٧٢٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الشُّهَدَاءُ: الْغَرِقُ وَالْمَبْطُونُ وَالْمَطْعُونُ وَالْهَدِمُ)). [راجع: ٦٥٣]

(٧٢٠) ہم سے ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے امام مالک سے بیان کیا، انہوں نے سمی سے، انہوں نے ابو صالح ذکوان سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''ڈوبنے والے، پیٹ کی بیماری میں مرنے والے، طاعون میں مرنے والے اور دب کر مرنے والے شہید ہیں۔''

٧٢١۔ وَقَالَ: ((لَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ لَاسْتَبَقُوا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ لَاسْتَهَمُوا)). [راجع: ٦١٥]

(٧٢١) اور فرمایا کہ ''اگر لوگ جان لیں جو ثواب نماز کے لیے جلدی آنے میں ہے تو ایک دوسرے سے آگے بڑھیں اور اگر عشاء اور صبح کی نماز کے ثواب کو جان لیں تو اس کے لیے ضرور آئیں۔ خواہ سرین کے بل آنا پڑے اور اگر پہلی صف کے ثواب کو جان لیں تو اس کے لیے قرعہ اندازی کریں۔''

تشریح: اتفاقاً کوئی مسلمان مرد عورت پانی میں ڈوب کر مر جائے یا ہیضہ وغیرہ امراض شکم کا شکار ہو جائے، یا مرض طاعون سے فوت ہو جائے یا کسی دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر مر جائے۔ ان سب کو شہیدوں کے حکم میں شمار کیا گیا ہے۔ پہلی صف سے امام کے قریب والی صف مراد ہے۔ قسطلانی رحمہ اللہ نے کہا کہ آگے کی صف دوسری صف کو بھی شامل ہے اس لئے کہ وہ تیسری صف سے آگے ہے۔ اس طرح تیسری صف کو بھی، کیونکہ وہ چوتھی سے آگے ہے۔ یہ حدیث بھی گزر چکی ہے۔

بَابٌ: إِقَامَةُ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ

باب: صف برابر کرنا نماز کا پورا کرنا ہے

٧٢٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَلَا تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ

(٧٢٢) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبدالرزاق نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں معمر نے ہمام بن منبہ کے واسطہ سے خبر دی، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''امام اس لیے ہوتا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے، اس لیے تم اس سے اختلاف نہ کرو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور

اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ، فَقُولُوْا: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ. وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا، وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا أَجْمَعِيْنَ، وَأَقِيمُوا الصَّفَّ فِي الصَّلَاةِ، فَإِنَّ إِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلَاةِ)).

جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تم رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر پڑھو اور نماز میں صفیں برابر رکھو۔ کیونکہ نماز کا حسن صفوں کے برابر رکھنے میں ہے۔"

[طرفه في: ٧٣٤] [مسلم: ٩٣١]

تشریح: معلوم ہوا کہ نماز میں صف درست کرنے کے لئے آدمی آگے یا پیچھے سرک جائے یا صف ملانے کے واسطے کسی طرف ہٹ جائے یا کسی کو کھینچ لے تو اس سے نماز میں خلل نہیں آئے گا بلکہ ثواب پائے گا کیونکہ صف برابر کرنا نماز کا ایک ادب ہے۔ امام کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھنا پہلے تھا بعد میں آپ کے آخری فعل سے یہ منسوخ ہوگیا۔

٧٢٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((سَوُّوْا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ)). [مسلم: ٩٧٥؛ ابن ماجه: ٩٩٣]

(۷۲۳) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعبہ نے قتادہ کے واسطہ سے خبر دی، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "صفیں برابر رکھو کیونکہ صفوں کا برابر رکھنا نماز کے قائم کرنے میں داخل ہے۔"

بَابُ إِثْمِ مَنْ لَمْ يُتِمَّ الصُّفُوْفَ

باب: اس بارے میں کہ صفیں پوری نہ کرنے والوں پر (کتنا گناہ ہے)

٧٢٤ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّائِيُّ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَقِيْلَ لَهُ: مَا أَنْكَرْتَ مِنَّا مُنْذُ يَوْمِ عَهِدْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: مَا أَنْكَرْتُ شَيْئًا إِلَّا أَنَّكُمْ لَا تُقِيْمُوْنَ الصُّفُوْفَ. وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ: قَدِمَ عَلَيْنَا أَنَسٌ الْمَدِيْنَةَ بِهٰذَا.

(۷۲۴) ہم سے معاذ بن اسد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے فضل بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید بن عبید طائی نے بیان کیا بشیر بن یسار انصاری سے، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ جب وہ (بصرہ سے) مدینہ آئے، تو آپ سے پوچھا گیا کہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک اور ہمارے اس دور میں آپ نے کیا فرق پایا؟ فرمایا کہ اور تو کوئی بات نہیں صرف لوگ صفیں برابر نہیں کرتے۔

اور عقبہ بن عبید نے بشیر بن یسار سے یوں روایت کیا کہ انس رضی اللہ عنہ ہمارے پاس مدینہ تشریف لائے۔ پھر یہی حدیث بیان کی۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث لا کر صف برابر کرنے کا وجوب ثابت کیا۔ کیونکہ سنت کے ترک کو رسول کریم ﷺ کا خلاف کرنا نہیں کہہ سکتے، اور رسول کریم ﷺ کے خلاف کرنا بموجب نص قرآنی باعث عذاب ہے: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾ (۲۴/النور:۶۳) تسہیل القاری میں ہے کہ ہمارے زمانہ میں لوگوں نے سنت کے موافق صفیں برابر کرنا چھوڑ دی ہیں۔ کہیں تو ایسا ہوتا ہے کہ آگے پیچھے بے ترتیب کھڑے ہوتے ہیں۔ کہیں برابر بھی کرتے ہیں تو کندھے سے کندھا اور ٹخنے سے ٹخنہ نہیں ملاتے بلکہ ایسا کرنے کو نازیبا جانتے ہیں۔ اللہ کی مار ان کی عقل اور تہذیب پر۔ نمازی لوگ پروردگار کی فوجیں ہیں۔ فوج میں کوئی قاعدے کی پابندی نہ کرے وہ سزائے سخت کے قابل ہوتا ہے۔ (مولانا وحید الزماں)

بَابُ إِلْزَاقِ الْمَنْكِبِ بِالْمَنْكِبِ، وَالْقَدَمِ بِالْقَدَمِ فِي الصَّفِّ

باب: صف میں کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہونا

وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ: رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنَّا يُلْزِقُ كَعْبَهُ بِكَعْبِ صَاحِبِهِ.

اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دیکھا (صف میں) ایک آدمی ہم سے اپنا ٹخنہ اپنے قریب والے دوسرے آدمی کے ٹخنہ سے ملا کر کھڑا ہوتا۔

٧٢٥۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي)). وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ. [راجع:٧١٨]

(٧٢٥) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر بن معاویہ نے حمید سے بیان کیا، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: ”صفیں برابر کرلو۔ میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں۔“ اور ہم میں سے ہر شخص یہ کرتا کہ (صف میں) اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنا قدم اس کے قدم سے ملا دیتا تھا۔

تشریح: امام الدین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں متفرق ابواب منعقد فرما کر اور ان کے تحت متعدد احادیث لا کر صفوں کو سیدھا کرنے کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے، اس سلسلہ کا یہ آخری باب ہے جس میں آپ نے بتلایا ہے کہ صفوں کو سیدھا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صف میں ہر نمازی اپنے قریب والے نمازی کے کندھے سے کندھا قدم سے قدم اور ٹخنے سے ٹخنہ ملا کر کھڑا ہو۔ جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان نقل ہوا کہ ہم اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ٹخنہ ملا کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان بھی موجود ہے۔

نیز فتح الباری، جلد: ٢/ص: ١٧٦ پر انس رضی اللہ عنہ ہی کے یہ الفاظ بھی منقول ہیں کہ "لو فعلت ذالك باحدهم اليوم لنفر كانه بغل شموس۔" اگر میں آج کے نمازیوں کے ساتھ قدم سے قدم اور ٹخنے سے ٹخنہ ملانے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ اس سے سرکش خچر کی طرح دور بھاگتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد صحابہ کے ختم ہوتے ہوتے مسلمان اس درجہ غافل ہونے لگے تھے کہ ہدایت نبوی کے مطابق صفوں کو سیدھا کرنے اور قدموں سے قدم ملانے کا عمل ایک اجنبی عمل بننے لگ گیا تھا۔ جس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ایسا کہنا پڑا۔ اس بارے میں اور بھی کئی ایک احادیث وارد ہوئی ہیں۔

”روى ابو داود والامام احمد عن ابن عمر انه عليه الصلوة والسلام قال: اقيموا صفوفكم وحاذوا بين المناكب وسدوا الخلل ولينوا بايدى اخوانكم لاتذروا فرجات الشيطان من وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله و روى البزار باسناد حسن عنه عليه الصلوة والسلام من سد فرجة فى الصف غفر الله له وفى ابى داود عنه عليه الصلوة والسلام قال: خياركم الينكم مناكب فى الصلوة۔“

یعنی ابوداؤد اور مسند احمد میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صفیں سیدھی کرو اور کندھوں کو برابر کرو۔ یعنی کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو جاؤ اور جو سوراخ دو نمازیوں کے درمیان نظر آئے اسے بند کر دو اور اپنے بھائیوں کے ساتھ نرمی اختیار کرو اور شیطان کے گھسنے کے لئے سوراخ کی جگہ نہ چھوڑو۔ یاد رکھو جس نے صف کو ملایا۔ اللہ اس کو بھی ملا دے گا اور جس نے صف کو قطع کیا اللہ اس کو قطع کر دے گا۔ بزار میں سند حسن سے ہے کہ جس نے صف کی دراڑ کو بند کیا اللہ اس کو بخشے۔ ابوداؤد میں ہے کہ تم میں وہی بہتر ہے جو نماز میں کندھوں کو نرمی کے ساتھ ملائے رکھے۔

”وعن النعمان بن بشير قال: كان رسول الله ﷺ يسوى صفوفنا كانما يسوى به القداح حتى راى انا قد عقلنا عنه ثم خرج يوما فقام حتى كاد ان يكبر فراى رجلا باديا صدره من الصف فقال: عباد الله لتسون صفوفكم او ليخالفن الله بين

وجوهكم رواه الجماعة الا البخاری فان له منه لتسون صفوفكم اوليخالفن الله بين وجوهكم ولاحمد وابی داود فی رواية قال: فرايت الرجل يلزق كعبه بكعب صاحبه وركبته بركبته ومنكبه بمنكبه۔" (نيل الاوطار، ج:۳/ ص:۱۹۹)

یعنی نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا کراتے، گویا اس کے ساتھ تیر کو سیدھا کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ آپ کو اطمینان ہوگیا کہ ہم نے اس مسئلہ کو آپ سے خوب سمجھ لیا ہے۔ ایک دن آپ مصلیٰ پر تشریف لائے اور ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ کے بندو! اپنی صفوں کو برابر کرلو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے باہمی طور پر اختلاف ڈال دے گا۔ بخاری شریف میں یوں کہ اپنی صفوں کو بالکل برابر کرلیا کرو۔ ورنہ تمہارے چہروں میں آپس میں اللہ تعالیٰ مخالفت ڈال دے گا اور احمد اور ابوداؤد کی روایات میں ہے کہ میں نے دیکھا کہ ہر نمازی اپنے ساتھی کے کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم اور ٹخنے سے ٹخنہ ملایا کرتا تھا۔

امام محمد کتاب الآثار باب اقامة الصفوف میں لکھتے ہیں:

"عن ابراهيم انه كان يقول سووا صفوفكم وسووا ناكبكم تراصوا وليتخللنكم الشيطان الخ قال محمد وبه نأخذ لا ينبغی ان يترك الصف وفيه الخلل حتى يسووا وهو قول ابی حنيفة۔"

یعنی ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صفیں اور شانہ برابر کرواور گچ کروایسا نہ ہو کہ شیطان بکری کے بچہ کی طرح تمہارے درمیان داخل ہوجائے۔ امام محمد کہتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو لیتے ہیں کہ صف میں خلل چھوڑ دینا لائق نہیں۔ جب تک ان کو درست نہ کرلیا جائے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

نیز بحر الرائق عالمگیری ودرمختار میں بھی ہے کہ "ينبغی للمأمومين ان يتراصوا وان يسدوا الخلل فی الصفوف ويسووا مناكبهم وينبغی للامام ان يامر هم بذالك وان يقف وسطهم۔" یعنی مقتدیوں کو چاہیے کہ صفوں کو چونا گچ کریں صفوں میں درازوں کو بند کردیں اور شانوں کو ہموار رکھیں۔ بلکہ امام کے لئے لائق ہے کہ مقتدیوں کو اس کا حکم کرے پھر بیچ میں کھڑا ہو۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے کہ جب صفوں میں کھڑے ہوں تو گچ کریں اور کندھے ہموار کرلیں۔ (شامی، ج:۱/ص:۵۹۵)

یہ تفصیل اس لئے پیش کی گئی ہے کہ صفوں کو سیدھا کرنا، پیر سے پیر ملا کر کھڑا ہونا ایسا مسئلہ ہے جس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ اس کے باوجود آج کل مساجد میں صفوں کا منظر یہ ہوتا ہے کہ ہر نمازی دوسرے نمازی سے دور بالکل ایسے کھڑا ہوتا ہے جیسے کچھ لوگ اچھوتوں سے اپنا جسم دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر قدم سے قدم ملانے کی کوشش کی جائے تو ایسے سرک کر الگ ہوجاتے ہیں جیسے کہ کسی بچھو نے ڈنک ماردی ہو۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ملت کے باہمی طور پر دل نہیں مل رہے ہیں۔ باہمی اتفاق مفقود ہے سچ ہے:

صفیں کج، دل پریشان، سجدہ بے ذوق ۔۔۔ کہ انداز جنوں باقی نہیں ہے

عجیب فتویٰ: ہمارے محترم دیوبندی حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے مقصد پوری طرح صفوں کو درست کرنا ہے تاکہ درمیان میں کسی قسم کی کوئی کشادگی باقی نہ رہے۔ (تفہیم البخاری، پ:۳/ص:۱۰۸) بالکل درست اور بجا ہے کہ شارع کا یہی مقصد ہے۔ اور لفظ ((تراصوا)) کا یہی مطلب ہے کہ نمازیوں کی صفیں چونا گچ دیواروں کی طرح ہونی ضروری ہیں۔ درمیان میں ہرگز ہرگز کوئی سوراخ باقی نہ رہ جائے۔ مگر اسی جگہ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ فقہائے اربعہ کے یہاں بھی یہی مسئلہ ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان چار انگلیوں کا فرق ہونا چاہیے۔ (حوالہ مذکور)

تفصیلات بالا میں شارع کا مقصد ظاہر ہو چکا ہے کہ صف میں ہر نمازی کا دوسرے نمازی کے قدم سے قدم، ٹخنے سے ٹخنہ، کندھے سے کندھا ملانا مقصود ہے۔ اکابر احناف کا بھی یہی ارشاد ہے پھر یہ "دو آدمیوں کے درمیان چار انگل کے فرق کا فتویٰ" سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا مطلب رکھتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کمال ہے کہ نہ اس کے لئے کوئی صحیح حدیث بطور دلیل پیش کی جاسکتی ہے نہ کسی صحابی وتابعی کا کوئی قول۔ پھر یہ چار انگل کے فاصلے کی اختراع کیا وزن رکھتی ہے؟

اسی فتویٰ کا شاید یہ نتیجہ ہے کہ مساجد میں جماعتوں کا عجب حال ہے۔ چار انگل کی گنجائش پا کر لوگ ایک ایک فٹ دور کھڑے ہوتے ہیں اور

باہمی قدم مل جانے کو انتہائی خطرناک تصور کرتے ہیں اور اس پرہیز کے لئے خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ کیا ہمارے انصاف پسند وحقیقت شناس علمائے کرام اس صورت حال پر محققانہ نظر ڈال کر اصلاح حال کی کوشش فرماسکیں گے۔ ورنہ ارشاد نبوی آج بھی پکار پکار کر اعلان کر رہا ہے: ((لتسون صفوفكم او ليخالفن الله بين قلوبكم)) صدق رسول الله ﷺ یعنی "صفیں برابر کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں باہمی اختلاف ڈال دے گا۔"

بَابٌ: إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَسَارِ الْإِمَامِ وَحَوَّلَهُ الْإِمَامُ خَلْفَهُ إِلَى يَمِينِهِ، تَمَّتْ صَلَاتُهُ

باب: اگر کوئی شخص امام کے بائیں طرف کھڑا ہو اور امام اپنے پیچھے سے اسے دائیں طرف کر دے تو نماز ہو جائے گی

٧٢٦۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ بِرَأْسِي مِنْ وَرَائِي، فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِيْنِهِ، فَصَلَّى وَرَقَدَ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ يُصَلِّي وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع: ١١٧]

(٧٢٦) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے داود بن عبدالرحمن نے عمرو بن دینار سے بیان کیا، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، آپ نے بتلایا کہ ایک رات میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ (آپ کے گھر میں تہجد کی) نماز پڑھی۔ میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ اس لیے آپ نے پیچھے سے میرا سر پکڑ کر مجھے اپنے دائیں طرف کر دیا۔ پھر نماز پڑھی اور آپ سو گئے جب موذن (نماز کی اطلاع دینے) آیا تو آپ نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے اور وضو نہیں کیا۔

تشریح: سو جانے پر بھی آپ کا وضو باقی رہتا تھا۔ اس لئے کہ آپ کا دل جاگتا اور ظاہر میں آنکھیں سو جاتی تھیں۔ یہ خصوصیات نبوی ﷺ میں سے ہے۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابٌ: اَلْمَرْأَةُ وَحْدَهَا تَكُوْنُ صَفًّا

باب: اس بارے میں کہ عورت اکیلی ایک صف کا حکم رکھتی ہے

٧٢٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِسْحَاقَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ أَنَا وَيَتِيْمٌ فِي بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَأُمِّي خَلْفَنَا أُمُّ سُلَيْمٍ. [راجع: ٣٨٠] [نسائي: ٨٦٨]

(٧٢٧) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ میں نے اور ایک یتیم لڑکے (ضمیرہ بن ابی ضمیرہ) نے جو ہمارے گھر میں تھا، نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور میری والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے تھیں۔

تشریح: یہیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کیونکہ ام سلیم رضی اللہ عنہا اکیلی تھیں مگر لڑکوں کے پیچھے صف میں کھڑی ہوئیں۔

بَابُ مَيْمَنَةِ الْمَسْجِدِ وَالْإِمَامِ

باب: مسجد اور امام کی دائیں جانب کا بیان

٧٢٨۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتُ ابْنُ يَزِيْدَ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قُمْتُ لَيْلَةً أُصَلِّيْ عَنْ يَسَارِ النَّبِيِّ ﷺ فَأَخَذَ بِيَدِيْ أَوْ بِعَضُدِيْ حَتَّى أَقَامَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهِ، وَقَالَ بِيَدِهِ مِنْ وَرَائِيْ. [راجع :١١٧] [ابن ماجه: ٩٧٣]

(۷۲۸) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ثابت بن یزید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عاصم احول نے عامر شعبی سے بیان کیا، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، آپ نے بتلایا کہ میں ایک رات نبی کریم ﷺ کے بائیں طرف (آپ کے گھر میں) نماز (تہجد) پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اس لیے آپ نے میرا سر یا بازو پکڑ کر مجھ کو اپنے دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تھا کہ پیچھے سے گھوم آؤ۔

تشریح: اس حدیث میں فقط امام کی داہنی طرف کا بیان ہے اور شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا۔ جس کو نسائی نے براء رضی اللہ عنہ سے نکالا کہ ہم جب آپ کے پیچھے نماز پڑھتے تو داہنی جانب کھڑا ہونا پسند کرتے تھے۔ اور ابوداؤد نے نکالا کہ اللہ رحمت اتارتا ہے اور فرشتے دعا کرتے ہیں صفوں کے داہنے جانب والوں کے لئے اور یہ اس کے خلاف نہیں جو دوسری حدیث میں ہے کہ جو کوئی مسجد کا بایاں جانب معمور کرے تو اس کو اتنا ثواب ہے۔ کیونکہ اول تو یہ حدیث ضعیف ہے۔ دوسرے یہ آپ نے اس وقت فرمایا جب سب لوگ داہنے ہی جانب کھڑے ہونے لگے اور بایاں جانب بالکل اجڑ گیا۔ (وحیدی)

بَابٌ: إِذَا كَانَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَبَيْنَ الْقَوْمِ حَائِطٌ أَوْ سُتْرَةٌ

باب: جب امام اور مقتدیوں کے درمیان کوئی دیوار حائل ہو یا پردہ (تو کچھ قباحت نہیں)

وَقَالَ الْحَسَنُ: لَابَأْسَ أَنْ تُصَلِّيَ وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهُ نَهْرٌ. وَقَالَ أَبُوْ مِجْلَزٍ: يَأْتَمُّ بِالْإِمَامِ وَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا طَرِيْقٌ أَوْ جِدَارٌ إِذَا سَمِعَ تَكْبِيْرَ الْإِمَامِ.

اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر امام کے اور تمہارے درمیان نہر ہو تب بھی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور ابو مجلز تابعی نے فرمایا کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان کوئی راستہ یا دیوار حائل ہو تب بھی اقتدا کر سکتا ہے بشرطیکہ امام کی تکبیر سن سکتا ہو۔

٧٢٩۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فِيْ حُجْرَتِهِ، وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيْرٌ، فَرَأَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَامَ أُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهِ، فَأَصْبَحُوْا فَتَحَدَّثُوْا بِذَلِكَ، فَقَامَ اللَّيْلَةَ الثَّانِيَةَ، فَقَامَ مَعَهُ أُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهِ، صَنَعُوْا ذَلِكَ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، حَتَّى إِذَا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَلَمْ يَخْرُجْ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ذَكَرَ

(۷۲۹) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدہ بن سلیمان نے یحییٰ بن سعید انصاری سے بیان کیا، انہوں نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے بتلایا کہ رسول کریم ﷺ رات میں اپنے حجرہ کے اندر (تہجد کی) نماز پڑھتے تھے۔ حجرے کی دیواریں پست تھیں اس لیے لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھ لیا اور کچھ لوگ آپ کی اقتدا میں نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ صبح کے وقت لوگوں نے اس کا ذکر دوسروں سے کیا۔ پھر جب دوسری رات آپ کھڑے ہوئے تو کچھ لوگ آپ کی اقتدا میں اس رات بھی کھڑے ہو گئے۔ یہ صورت دو یا تین راتوں تک رہی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ بیٹھ رہے اور نماز کے مقام پر تشریف نہیں لائے۔ پھر صبح کے وقت لوگوں

ذٰلِكَ النَّاسَ فَقَالَ: ((إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلَاةُ اللَّيْلِ)). [أطرافه في: ٧٣٠، ٩٢٤، ١١٢٩، ١٩٦٩، ١٩٧٠، ٢٠١١، ٢٠١٢، ٥٨٦١، ٦٤٦٤، ٦٤٦٧] [ابوداود: ١١٢٦]

نے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ "میں ڈرا کہ کہیں رات کی نماز (تہجد) تم پر فرض نہ ہو جائے۔" (اس خیال سے میں نے یہاں کا آنا ناغہ کر دیا)۔

بَابُ صَلَاةِ اللَّيْلِ

باب: رات کی نماز کا بیان

٧٣٠ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَهُ حَصِيرٌ يَبْسُطُهُ بِالنَّهَارِ، يَحْتَجِرُهُ بِاللَّيْلِ، فَثَابَ إِلَيْهِ نَاسٌ، فَصَفُّوْا وَرَاءَهُ. [راجع :٧٢٩] [مسلم:١٧٣٨ ابوداود١١٢٦، نسائي:٧٦١، ابن ماجه:٩٤٢]

(٧٣٠) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب نے بیان کیا، مقبری کے واسطہ سے، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک چٹائی تھی۔ جسے آپ دن میں بچھاتے تھے اور رات میں اس کا پردہ کر لیتے تھے۔ پھر چند لوگ آپ کے پاس کھڑے ہوئے یا آپ کی طرف جھکے اور آپ کے پیچھے نماز پڑھنے لگے۔

٧٣١ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اتَّخَذَ حُجْرَةً۔ قَالَ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: مِنْ حَصِيرٍ۔ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى فِيهَا لَيَالِيَ، فَصَلَّى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَلَمَّا عَلِمَ بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: ((قَدْ عَرَفْتُ الَّذِي رَأَيْتُ مِنْ صَنِيعِكُمْ، فَصَلُّوْا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوْتِكُمْ، فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ، إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ)). وَقَالَ عَفَّانُ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا النَّضْرِ، عَنْ بُسْرٍ، عَنْ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفاه في: ٦١١٣،

(٧٣١) ہم سے عبدالاعلیٰ بن حماد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ابوالنضر سالم سے، انہوں نے بسر بن سعید سے، انہوں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں ایک حجرہ بنالیا یا اوٹ (پردہ) بسر بن سعید نے کہا میں سمجھتا ہوں وہ بوریے کا تھا۔ آپ نے کئی رات اس میں نماز پڑھی۔ صحابہ میں سے بعض حضرات نے ان راتوں میں آپ کی اقتدا کی۔ جب آپ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے بیٹھ رہنا شروع کیا (نماز موقوف رکھی) پھر برآمد ہوئے اور فرمایا: "تم نے جو کیا وہ مجھ کو معلوم ہے۔ لیکن لوگو! تم اپنے گھروں میں نماز پڑھتے رہو کیونکہ بہتر نماز آدمی کی وہی ہے جو اس کے گھر میں ہو مگر فرض نماز (مسجد میں پڑھنا ضروری ہے)۔"
اور عفان بن مسلم نے کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابوالنضر بن ابی امیہ سے سنا، وہ بسر بن سعید سے روایت کرتے تھے۔ وہ زید بن ثابت سے، وہ نبی کریم ﷺ سے۔

٧٢٩٠] [مسلم: ١٨٢٦؛ ابوداود: ١٠٤٤، ١٤٤٧؛ ترمذي: ٤٥٠؛ نسائي: ١٥٩٨]

تشریح: اس سند کے بیان کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ موسیٰ بن عقبہ کا سماع ابوالنضر سے ثابت کریں جس کی اس روایت میں تصریح ہے۔

بَابُ إِيْجَابِ التَّكْبِيرِ وَافْتِتَاحِ الصَّلَاةِ

باب: تکبیر تحریمہ کا واجب ہونا اور نماز کا شروع کرنا

٧٣٢ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَكِبَ فَرَسًا، فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ، وَقَالَ: أَنَسٌ فَصَلَّى لَنَا يَوْمَئِذٍ صَلَاةً مِنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ قُعُوْدًا، ثُمَّ قَالَ لَمَّا سَلَّمَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. فَقُوْلُوْا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)) [راجع: ٣٧٨]

(٧٣٢) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے یہ بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعیب نے زہری کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ایک گھوڑے پر سوار ہوئے اور (گر جانے کی وجہ سے) آپ کے دائیں پہلو میں زخم آ گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ اس دن ہمیں آپ نے ایک نماز پڑھائی، چونکہ آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس لیے ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ پھر سلام کے بعد آپ نے فرمایا کہ ''امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لیے جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی کرو اور جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تم رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہو۔''

تشریح: جب امام بخاری رحمہ اللہ جماعت اور امامت کے ذکر سے فارغ ہوئے تو اب صفت نماز کا بیان شروع کیا۔ بعض نسخوں میں باب کے لفظ کے پہلے یہ عبارت ہے: ابواب صفة الصلوٰة لیکن اکثر نسخوں میں یہ عبارت نہیں ہے۔ ہمارے امام احمد بن حنبل اور شافعیہ اور مالکیہ سب کے نزدیک نماز کے شروع میں اللہ اکبر کہنا فرض ہے اور کوئی لفظ کافی نہیں اور حنفیہ کے نزدیک کوئی لفظ جو اللہ کی تعظیم پر دلالت کرے کافی ہے۔ جیسے: اللہ اجل یا اللہ اعظم (وحیدی) مگر احادیث واردہ کی بنا پر یہ خیال صحیح نہیں ہے۔

٧٣٣ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ فَصَلَّى لَنَا قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا مَعَهُ قُعُوْدًا، ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ: ((إِنَّمَا الْإِمَامُ ـ أَوْ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ ـ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا،

(٧٣٣) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے ابن شہاب زہری سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گر گئے اور آپ زخمی ہو گئے، اس لیے آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کی اقتدا میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔ پھر نماز پڑھ کر آپ نے فرمایا کہ ''امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لیے جب

وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا)). [راجع: ٣٧٨]

وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ اور جب وہ سمع الله لمن حمده کہے تو ربنا ولك الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔"

[مسلم: ٩٣٢؛ ترمذي: ٣٦١]

٧٣٤۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا، وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا أَجْمَعُوْنَ)). [راجع:٧٢٢]

(۷۳۴) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ابوالزناد نے مجھ سے بیان کیا اعرج کے واسطہ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، اس لیے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع الله لمن حمده کہے تو تم ربنا ولك الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔"

تشریح: اس بارے میں بھی قدرے اختلاف ہے۔ بہتر یہی ہے کہ امام و مقتدی ہر دو سمع الله لمن حمده کہیں اور پھر ہر دو ربنا ولك الحمد کہیں۔ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری رحمہ اللہ بذیل حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ "ثم: يقول سمع الله لمن حمده حين يرفع صلبه من الركعة ثم يقول وهو قائم: ربنا ولك الحمد۔" فرماتے ہیں:

"ربنا لك الحمد بحذف الواو وفى رواية باثباتها وقد تقدم ان الرواية بثبوت الواو ارجح وهى عاطفة على مقدر اى ربنا اطعناك وحمدناك ولك الحمد وقيل: زائدة قال الا صمعى: سالت ابا عمرو منها فقال زائدة تقول العرب يعنى هذا فيقول المخاطب نعم وهو لك بدرهم فالواو زائدة وقيل: هى واوالحال قاله ابن الاثير وضعف ما عداه وفيه ان التسميع ذكر النهوض والرفع والتحميد ذكر الاعتدال واستدل به على انه يشرع الجمع بين التسميع والتحميد لكل مصل من امام ومنفرد ومؤتم اذ هو حكاية لمطلق صلوته ﷺ۔" (مرعاة، ج:١/ ص:٥٥٩)

ربنا لك الحمد حذف واؤ کے ساتھ اور بعض روایات میں ثابت واؤ کے ساتھ مروی ہے اور ترجیح اثبات واؤ کو ہی ہے جو واؤ عطف ہے اور معطوف علیہ مقدر ہے۔ یعنی اے رب ہمارے! ہم نے تیری اطاعت کی، تیری تعریف کی اور تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ بعض لوگوں نے محاورہ عرب کے مطابق اسے واؤ زائدہ بھی کہا ہے۔ بعض نے واؤ حال کے لئے مانا ہے، اس حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا کہ لفظ سمع الله لمن حمده کہنا یہ رکوع میں جھکنے اور اس سے سر اٹھانے کا ذکر ہے اور ربنا ولك الحمد کہنا یہ کھڑے ہو کر اعتدال پر آ جانے کے وقت کا ذکر ہے۔ اسی لئے مشروع ہے کہ امام ہو یا منفرد یا مقتدی سب ہی سمع الله لمن حمده پھر ربنا ولك الحمد کہیں۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی نماز اسی طرح نقل کی گئی ہے۔ اور آپ کا ارشاد ہے کہ تم اسی طرح پڑھو جیسے "تم نے مجھ کو پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔"

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُوْلَى مَعَ الْإِفْتِتَاحِ سَوَاءً

باب: تکبیر تحریمہ میں نماز شروع کرتے ہی برابر دونوں ہاتھوں کا (کندھوں یا کانوں تک) اٹھانا

٧٣٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذَلِكَ أَيْضًا وَقَالَ: ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)). وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُوْدِ. [أطرافه في: ٧٣٦، ٧٣٨، ٧٣٩] [نسائي: ٨٧٧، ١٠٥٦]

(۷۳۵) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، انہوں نے امام مالک سے، انہوں نے ابن شہاب زہری سے انہوں نے سالم بن عبداللہ سے، انہوں نے اپنے باپ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے کہ رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے، اسی طرح جب رکوع کے لیے اللہ اکبر کہتے اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو دونوں ہاتھ بھی اٹھاتے اور رکوع سے سر مبارک اٹھاتے ہوئے سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد کہتے تھے۔ سجدہ میں جاتے وقت رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا كَبَّرَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ

باب: رفع الیدین تکبیر تحریمہ کے وقت، رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت (سنت ہے)

٧٣٦۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُوْنَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ حِيْنَ يُكَبِّرُ لِلرُّكُوْعِ، وَيَفْعَلُ ذَلِكَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَيَقُوْلُ: ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)). وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُوْدِ. [راجع: ٧٣٥] [نسائي: ٨٧٦]

(۷۳۶) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی۔ کہا کہ ہم کو یونس بن یزید ایلی نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے سالم بن عبداللہ بن عمر نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی، انہوں نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو تکبیر تحریمہ کے وقت آپ نے رفع الیدین کیا۔ آپ کے دونوں ہاتھ اس وقت کندھوں تک اٹھے اور اسی طرح جب آپ رکوع کے لیے تکبیر کہتے اس وقت بھی رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اس وقت بھی کرتے اور اس وقت آپ کہتے سمع الله لمن حمده۔ البتہ سجدہ میں آپ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

٧٣٧۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، أَنَّهُ رَأَى مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ إِذَا صَلَّى كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَنَعَ هَكَذَا.

(۷۳۷) ہم سے اسحاق بن شاہین واسطی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ طحان نے بیان کیا خالد حذاء سے۔ انہوں نے ابوقلابہ سے کہ انہوں نے مالک بن حویرث صحابی کو دیکھا کہ جب وہ نماز شروع کرتے تو تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع الیدین کرتے، پھر جب رکوع میں جاتے اس وقت بھی رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی کرتے اور انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

[مسلم: ۸٦٥]

بَابٌ: إِلَى أَيْنَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ؟

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فِي أَصْحَابِهِ: رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ.

٧٣٨ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ افْتَتَحَ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلَاةِ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ يُكَبِّرُ حَتَّى يَجْعَلَهُمَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَهُ، وَإِذَا قَالَ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)). فَعَلَ مِثْلَهُ وَقَالَ: ((رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)). وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ حِينَ يَسْجُدُ وَلَا حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ. [راجع: ٧٣٥]

[نسائي: ٨٧٥]

باب: ہاتھوں کو کہاں تک اٹھانا چاہیے؟

اور ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایا۔

(۷۳۸) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے سالم بن عبداللہ بن عمر نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز تکبیر تحریمہ سے شروع کرتے اور تکبیر کہتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھا کر لے جاتے اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے تب بھی اسی طرح کرتے اور جب سمع الله لمن حمده کہتے تب بھی اسی طرح کہتے اور ربنا ولك الحمد کہتے۔ سجدہ کرتے وقت یا سجدے سے سر اٹھاتے وقت اس طرح رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ

٧٣٩ـ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ. وَرَفَعَ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ. رَوَاهُ حَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَيُّوبَ وَمُوسَى بْنِ عُقْبَةَ مُخْتَصَرًا. [راجع:

باب: (چار رکعت نماز میں) قعدۂ اولیٰ سے اٹھنے کے بعد رفع الیدین کرنا

(۷۳۹) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبیداللہ عمری نے نافع سے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز میں داخل ہوتے تو پہلے تکبیر تحریمہ کہتے اور ساتھ ہی رفع یدین کرتے۔ اس طرح جب وہ رکوع کرتے تب اور جب سمع الله لمن حمده کہتے تب بھی دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب قعدۂ اولیٰ سے اٹھتے تب بھی رفع الیدین کرتے۔ آپ نے اس فعل کو نبی کریم ﷺ تک پہنچایا۔ (کہ نبی کریم ﷺ اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے)۔ اس حدیث کو حماد بن سلمہ نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، جبکہ ابراہیم بن طہمان نے اسے ایوب اور موسیٰ بن عقبہ سے مختصراً روایت

۷۳۵] [ابو داود: ۷٤۱، ۷٤۲] کیا۔

تشریح: تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور تیسری رکعت کے لئے اٹھنے کے وقت دونوں ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں تک اٹھانا رفع الیدین کہلاتا ہے، تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین پر ساری امت کا اجماع ہے۔ مگر بعد کے مقامات پر ہاتھ اٹھانے میں اختلاف ہے۔ ائمہ کرام وعلمائے اسلام کی اکثریت حتیٰ کہ اہل بیت سب بالاتفاق ان مقامات پر رفع الیدین کے قائل ہیں۔ مگر حنفیہ کے ہاں مقامات مذکورہ پر رفع الیدین نہیں ہے کچھ علمائے احناف اسے منسوخ قرار دیتے ہیں۔ کچھ ترک رفع کو اولیٰ جانتے ہیں کچھ دل سے قائل ہیں مگر ظاہر میں عمل نہیں ہے۔

فریقین نے اس بارے میں کافی طبع آزمائی کی ہے۔ ہر دو جانب سے خاص طور پر آج کے دور پرفتن میں بہت سے کاغذ سیاہ کئے گئے ہیں۔ بڑے بڑے مناظرے ہوئے ہیں۔ مگر بات ابھی تک جہاں تھی وہیں پر موجود ہے۔ ایک ایسے جزئی مسئلہ پر اس قدر تشدد بہت ہی افسوسناک ہے کتنے عوام ہیں جو کہتے ہیں کہ شروع اسلام میں لوگ بغلوں میں بت رکھ لیا کرتے تھے اس لئے رفع الیدین کا حکم ہوا تا کہ ان کی بغلوں کے بت گر جایا کریں۔ استغفر اللہ! یہ ایسا جھوٹ ہے جو شاید اسلام کی تاریخ میں اس کے نام پر سب سے بڑا جھوٹ کہا جا سکتا ہے۔ کچھ لوگ اس سنت نبوی کو مکھی اڑانے سے تشبیہ دے کر توہین سنت کے مرتکب ہوتے ہیں۔

کاش! علمائے احناف غور کرتے اور امت کے سواد اعظم کو دیکھ کر جو اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں کم از کم خاموشی اختیار کر لیتے تو یہ فساد یہاں تک نہ بڑھتا۔

حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تفصیلات کے بعد فیصلہ دیا ہے۔ "والذی یرفع احب الی ممن لا یرفع۔" یعنی رفع الیدین کرنے والا مجھ کو نہ کرنے والے سے زیادہ پیارا ہے۔ اس لئے کہ احادیث رفع بکثرت ہیں اور صحیح ہیں جن کی بنا پر انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ محض بدگمانیوں کے دور کرنے کے لئے کچھ تفصیلات ذیل میں دی جاتی ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین کرام تعصب سے ہٹ کر ان کا مطالعہ کریں گے اور طاقت سے بھی زیادہ سنت رسول کا احترام مدنظر رکھتے ہوئے مسلمانوں میں باہمی اتفاق کے لئے کوشاں ہوں گے کہ وقت کا یہی فوری تقاضا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "معناہ تعظیم للہ واتباع لسنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔" کہ شروع نماز میں اور رکوع میں جاتے اور سر اٹھانے پر رفع الیدین کرنے سے ایک تو اللہ کی تعظیم اور دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع مراد ہے۔ (نووی ص۱٦۷ وغیرہ)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ "رفع الیدین من زینۃ الصلوۃ۔" کہ یہ رفع الیدین نماز کی زینت ہے۔ (عینی، جلد:۳/ص:۷ وغیرہ)

اور حضرت نعمان بن ابی عیاش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لکل شیء زینۃ وزینۃ الصلوۃ ان ترفع یدیك اذا کبرت واذا رکعت واذا رفعت رأسك من الرکوع۔" کہ ہر چیز کے لئے ایک زینت ہوتی ہے اور نماز کی زینت شروع نماز میں اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کرنا ہے۔" (جزء بخاری ص:۲۱)

اور امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ھو من تمام الصلوۃ۔" کہ نماز میں رفع الیدین کرنا نماز کی تکمیل کا باعث ہے۔ (جزء بخاری، ص:۱۷)

اور عبدالملک فرماتے ہیں: "سألت سعید بن جبیر عن رفع الیدین فی الصلوۃ فقال ھو شیء تزین به صلوتك۔" (بیہقی، جلد: ۲/ص:۷۵) کہ میں نے سعید بن جبیرؒ سے نماز میں رفع الیدین کرنے کی نسبت پوچھا، تو انہوں نے کہا یہ وہ چیز ہے کہ تیری نماز کو مزین کر دیتی ہے۔

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "من رفع یدیه فی الصلوۃ له بکل اشارۃ عشر حسنات۔" کہ نماز میں ایک رفع الیدین کرنے سے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔" (فتاویٰ امام ابن تیمیہ، ص:۳۷٦) گویا دو رکعت میں پچاس اور چار رکعت میں سو نیکیوں کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

مرویات بخاری کے علاوہ مندرجہ ذیل روایات صحیحہ سے بھی رفع الیدین کا سنت ہونا ثابت ہے۔

"عن ابی بکر الصدیق قال: صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوۃ واذا رکع واذا رفع راسه من الرکوع۔" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ ہمیشہ شروع نماز میں اور رکوع

میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (بیہقی، جلد:۲/ص:۷۳)

امام بیہقی۔ امام سبکی، امام ابن حجر ﷫ فرماتے ہیں: "رجاله ثقات "کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں (بیہقی، جلد:۲/ص:۷۳، تلخیص، ص:۸۲، سبکی، ص:۶)"وقال الحاكم انه محفوظ" حاکم نے کہا یہ حدیث محفوظ ہے۔ (تلخیص الحبیر، ص:۸۲)

"عن عمر بن الخطاب انه قال: رأيت رسول الله ﷺ يرفع يديه اذا كبر واذا رفع رأسه من الركوع۔"

(رواه الدار قطني جزء سبكي: ص:٦)

"وعنه عن النبي ﷺ كان يرفع يديه عند الركوع واذا رفع رأسة۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بچشم خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ہمیشہ رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (جزء بخاری، ص:۱۳)

امام بیہقی اور حاکم ﷫ فرماتے ہیں: "فقد روى هذ السنة عن ابى بكر وعمر وعثمان وعلى۔" کہ رفع الیدین کی حدیث جس طرح حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما نے بیان کی ہے۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (تعلیق المغنی، ص:۱۱۱)

علامہ سبکی ﷫ فرماتے ہیں: "الذين نقل عنهم رواية عن النبي ﷺ ابو بكر وعمر وعثمان وعلى وغيرهم۔" کہ جن صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے رفع الیدین کی روایت نقل کی ہے حضرت ابو بکر، عمر، عثمان اور علی وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی انہیں میں سے ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شروع نماز اور رکوع میں جانے اور سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔ (جزء سبکی، ص:۹)

"وعن على بن ابى طالب ان رسول الله ﷺ كان يرفع يديه اذا كبر للصلوة حذو منكبيه واذا اراد ان يركع واذا رفع راسه من الركوع واذا قام من الركعتين فعل مثل ذالك۔" (جزء بخاري، ص:٦)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ہمیشہ تکبیر تحریمہ کے وقت کندھوں تک ہاتھ اٹھایا کرتے تھے اور جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریمہ کی طرح ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔

(ابوداؤد، جلد:۱/ص:۱۹۸، مسند احمد، جلد:۳/ص:۱۶۵، ابن ماجہ ص۶۲) وغیرہ۔

"عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح الصلوٰة واذا كبر للركوع واذا رفع راسه من الركوع رفعهما كذالك۔"

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بتحقیق رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو ہمیشہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایا کرتے۔ پھر جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی اسی طرح اپنے ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔

(مسلم، ص:۱۶۸، ابوداؤد جلد:۱/ص:۱۹۲، ترمذی، ص:۳۶ وغیرہ ان کے علاوہ اکیس کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عاشق سنت نے كان يرفع يديه فرما کر اور موجب روایت بیہقی آخر میں حتى لقى الله لا کر یہ ثابت کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ ابتدائے نبوت سے لے کر اپنی عمر شریف کی آخری نماز تک رفع الیدین کرتے رہے۔

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما كان يرفع يديه الخ کے تحت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مبارکپوری زاد فضلہ فرماتے ہیں:

"هذا دليل صريح على ان رفع اليدين فى هذه المواضع سنة وهو الحق والصواب نقل البخارى فى صحيحه عقب حديث ابن عمر هذا عن شيخه على بن المدينى انه قال: حق على المسلمين ان يرفعوا ايديهم عند الركوع والرفع منه لحديث ابن عمر هذا وهذا فى رواية ابن العساكر وقد ذكره البخارى فى جزء رفع اليدين وزاد وكان اعلم اهل زمانه انتهى۔

قلت واليه ذهب عامة اهل العلم من اصحاب النبى ﷺ والتابعين وغيرهم قال محمد بن نصر المروزى: اجمع العلماء الامصار على مشروعية ذالك الا اهل الكوفة وقال البخارى فى جزء رفع اليدين: قال الحسن وحميد بن هلال

كان اصحاب رسول اللهﷺكانوا يرفعون ايديهم فى الصلوٰة۔

وروى ابن عبدالبر بسنده عن الحسن البصرى قال: كان اصحاب رسول اللهﷺيرفعون ايديهم فى الصلوٰة اذا ركعوا واذا رفعوا كانها المراوح وروى البخارى عن حميد بن هلال قال: كان اصحاب رسول اللهﷺكانما ايديهم المراوح يرفعونها اذا ركعوا واذا رفعوا رؤوسهم قال البخارى: ولم يستثن الحسن احدا منهم من اصحاب النبىﷺدون احد ولم يثبت عند اهل العلم عن احد من اصحاب النبىﷺ انه لم يرفع يديه ثم ذكر البخارى عن عدة من علماء اهل مكة واهل الحجاز واهل العراق والشام والبصرة واليمن وعدة من اهل خراسان وعامة اصحاب ابن المبارك ومحدثى اهل بخاراً وغيرهم مما لا يحصى انهم كانوا يرفعون ايديهم عند الركوع والرفع منه لا اختلاف منهم فى ذالك...... الخ۔"(مرعاة ج:١/ ص'٥٢٩)

خلاصہ اس عبارت کا یہ کہ یہ حدیث اس امر پر صریح دلیل ہے کہ ان مقامات پر رفع الیدین سنت ہے اور یہی حق اور صواب ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے استاد علی بن المدینی سے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو (کاندھوں تک یا کانوں کی لوتک) اٹھائیں۔ اصحاب رسول اللہ ﷺ سے عام اہل علم کا یہی مسلک ہے اور محمد بن نصر مروزی کہتے ہیں کہ سوائے اہل کوفہ کے تمام علمائے امصار نے اس کی مشروعیت پر اجماع کیا ہے۔ جملہ اصحاب رسول اللہ ﷺ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ امام حسن بصری نے اصحاب نبوی میں سے اس بارے میں کسی کا استثنا نہیں کیا۔ پھر بہت سے اہل مکہ واہل حجاز واہل عراق واہل شام اور بصرہ اور یمن اور بہت سے اہل خراسان اور جمیع شاگردان عبداللہ بن مبارک اور محدثین بخارا وغیرہم جن کی تعداد شمار میں بھی نہیں آسکتی، ان سب کا یہی عمل نقل کیا ہے کہ وہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

مندرجہ ذیل احادیث میں مزید وضاحت موجود ہے۔

"عن انس ان رسول اللهﷺ كان يرفع يديه اذا دخل فى الصلوٰة واذا ركع واذا رفع راسه من الركوع رواه ابن ماجه۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ (جو دس سال دن رات آپ کی خدمت میں رہے) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی نماز میں داخل ہوتے اور رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے۔ (وسنده صحيح) سبکی نے کہا، سند اس کی صحیح ہے۔

(ابن ماجہ، ص:٦٢: بیہقی، جلد:٢/ص:٧٤، دار قطنی، ص١٠٨، جزء بخاری، ص:٩، تلخیص، ص:٨٢، جزء سبکی، ص:٣)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کان یرفع فرما کر واضح کر دیا کہ نبی کریم ﷺ نے دس سال میں ایسی کوئی نماز نہیں پڑھی، جس میں رفع الیدین نہ کیا ہو۔ (تخریج: زیلعی جلد:١/ص:٢١٤، مجمع الزوائد، ص:١٨٢، التعلیق المغنی، ص:١٠)

"عن ابن عباس عن النبىﷺكان يرفع يديه عند الركوع واذا رفع رأسه۔" (جزء بخارى، ص:١٣)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ ہی رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ، ص:٦٢)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کان یرفع فرمایا جو دوام اور ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے۔

"عن ابن ابى الزبير ان جابر بن عبد الله كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه واذا ركع واذا رفع راسه من الركوع فعل مثل ذالك ويقول: رايت رسول اللهﷺفعل ذالك۔" (رواه ابن ماجه، ص:٦٢)

"وعنه عن النبىﷺكان يرفع يديه عند الركوع واذا رفع رأسه ۔" (جزء بخارى، ص:١٣)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہمیشہ رفع الیدین کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اس لئے رفع الیدین کرتا ہوں کہ میں بچشم خود رسول اللہ ﷺ کو

رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے دیکھا کرتا تھا۔ (بیہقی، جلد:۲/ص:۷۴، جزء سبکی، ص:۵، بخاری، ص:۱۳)

اس حدیث میں بھی کان یرفع موجود ہے۔ جو ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے۔

"عن ابی موسی قال: هلم اریکم صلوة رسول الله ﷺ فکبر ورفع یدیه ثم قال: سمع الله لمن حمده ورفع یدیه ثم قال هکذا فاصنعوا رواه الدارمی۔" (جزء رفع الیدین: سبکی، ص:۵) "وعنه عن النبی ﷺ کان یرفع یدیه عند الرکوع واذا رفع راسه۔"

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں کہا: آؤ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھ کر دکھاؤں۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کی۔ جب رکوع کے لئے تکبیر کہی تو دونوں ہاتھ اٹھائے، پھر جب انہوں نے سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: لوگو! تم بھی اسی طرح نماز پڑھا کرو۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ رکوع میں جانے سے پہلے اور سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (دارمی، دارقطنی، ص:۱۰۹؛ تلخیص الحبیر ص:۸۱ جزء بخاری، ص:۱۳؛ بیہقی، ص:۷۴)

اس حدیث میں بھی کان یرفع موجود ہے جو دوام کے لئے ہے۔

مولانا انور شاہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هی صحیحة یہ حدیث صحیح ہے۔ (العرف الشذی، ص:۱۲۵)

"عن ابی هریرة انه قال: کان رسول الله ﷺ اذا کبر للصلوة جعل یدیه حذو منکبیه واذا رکع فعل مثل ذالك واذا رفع للسجود فعل مثل ذالك واذا قام من الرکعتین فعل ذالك۔" (رواه ابو داود)

"وعنه عن النبی ﷺ کان یرفع یدیه عند الرکوع واذا رفع راسه۔" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی نماز کے لئے اللہ اکبر کہتے تو اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور اسی طرح جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو ہمیشہ کندھوں تک ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ اس میں بھی کان یرفع صیغہ استمراری موجود ہے۔

(ابوداؤد، جلد ۱/ص:۱۹۷؛ بیہقی، جلد:۲/ص:۷۴، ورجالہ رجال صحیح تلخیص، ص:۸۲، وتخریج زیلعی، جلد:۱/ص:۲۱۵)

"عن عبید بن عمیر عن ابیه عن النبی ﷺ کان یرفع یدیه عند الرکوع واذا رفع راسه۔" (جزء بخاری، ص:۳)

حضرت عبید بن عمیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ رکوع میں جاتے اور اٹھتے رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

اس حدیث میں بھی کان یرفع صیغہ استمراری موجود ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے۔

"عن البراء بن عازب قال: رایت رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوة رفع یدیه واذا اراد ان یرکع واذا رفع راسه من الرکوع۔" (رواه الحاکم والبیهقی)

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بچشم خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ نبی کریم ﷺ شروع نماز اور رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (حاکم، بیہقی، جلد:۲/ص:۷۷)

"عن قتاده ان رسول الله ﷺ کان یرفع یدیه اذا رکع واذا رفع رواه عبدالرزاق فی جامعه۔" (سبکی، ص:۸) "وقال الترمذی وفی باب عن قتاده۔"

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ہمیشہ ہی رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (ترمذی ص۳۲)

اس حدیث میں بھی کان یرفع آیا ہے جو دوام اور ہمیشگی کی دلیل ہے۔

"عن سلیمان بن یسار ان رسول الله ﷺ کان یرفع یدیه فی الصلوة۔" (رواه مالك فی المؤطا جلد:۱/ ص:۹۸، سبکی، ص:۸)

حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ ہی نماز میں رفع الیدین کیا کرتے تھے اور اسی طرح عمیر لیثی سے بھی

روایت آئی ہے۔(ابن ماجہ،ص:۶۲، جزء سبکی،ص:۷)

"وفی الباب عن عمیر الیثی۔" (ترمذی، ص:۳٦، تحفة الاحوذی، ج:۱/ ص:۲۱۹)

"عن وائل بن حجر قال: قلت: لا نظرن الی صلوة رسول اللہ ﷺ کیف یصلی فنظرت الیه قام فکبر ورفع یدیه حتی حاذتا اذنیه ثم وضع یده الیمنی علی الیسری علی صدره فلما اراد ان یرکع رفع یدیه مثلها فلما رفع راسه من الرکوع رفع یدیه مثلها۔" (رواه احمد)

حضرت وائل بن حجر رحمہ اللہ (جو ایک شہزادے تھے) فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ دیکھوں رسول اللہ ﷺ نماز کس طرح پڑھتے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ جب آپ اللہ اکبر کہتے تو رفع الیدین کرتے اور سینہ پر ہاتھ رکھ لیتے۔ پھر جب رکوع میں جانے کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے۔(مسند احمد وغیرہ) سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر مسند ابن خزیمہ میں ہے۔

"عن ابی حمید قال فی عشرة من اصحاب النبی ﷺ انا اعلمکم بصلوٰة رسول اللہ ﷺ قالوا: فاذکر قال: کان النبی ﷺ اذا قام الی الصلوة رفع یدیه واذا رکع واذا رفع راسه من الرکوع رفع یدیه۔"

حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ نے دس صحابہ کی موجودگی میں فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز سے اچھی طرح واقف ہوں، انہوں نے کہا اچھا بتاؤ۔ ابوحمید نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو رفع الیدین کیا کرتے تھے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی اپنے ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ یہ بات سن کر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا صدقت هکذا کان یصلی بے شک تو سچا ہے، رسول اللہ ﷺ اسی طرح نماز میں رفع الیدین کیا کرتے تھے۔(جزء سبکی،ص:۴)

اس حدیث میں کان یصلی قابل غور ہے جو دوام اور ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے۔(جزء بخاری،ص:۸،ابوداؤد،ص:۱۹۴)

"عن عبداللہ بن الزبیر انه صلی بهم یشیر بکفیه حین یقوم وحین یرکع وحین یسجد وحین ینهض فقال ابن عباس: من احب ان ینظر الی صلوة رسول اللہ ﷺ فلیقتد بابن الزبیر۔"

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور کھڑے ہونے کے وقت اور رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے اور دو رکعتوں سے کھڑے ہونے کے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوگو! جو شخص رسول اللہ ﷺ کی نماز پسند کرتا ہو اس کو چاہیے کہ عبداللہ بن زبیر کی طرح نماز پڑھے کیونکہ یہ بالکل رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھتے ہیں۔(ابوداؤد،ص۱۹۸)

"عن الحسن ان النبی ﷺ کان اذا اراد ان یکبر رفع یدیه واذا رفع راسه من الرکوع رفع یدیه۔"

(رواه ابو نعیم، جزء سبکی، ص:۸)

حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ رکوع کرنے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

(رواہ عبدالرزاق، تلخیص الحبیر،ص:۸۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی رفع الیدین کیا کرتے تھے جیسا کہ تفصیلات ذیل سے ظاہر ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رفع الیدین کیا کرتے تھے:"عن عبد اللہ بن الزبیر قال: صلیت خلف ابی بکر فکان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوة واذا رکع واذا رفع راسه من الرکوع وقال صلیت خلف رسول اللہ ﷺ فذکر مثله۔"

(رواه البیهقی ورجاله ثقات، جلد:۲/ ص: ۷۳)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز ادا کی۔ آپ ہمیشہ شروع نماز اور رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے اب ہی نہیں بلکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بھی آپ کو رفع الیدین کرتے دیکھ کر اسی

طرح نماز پڑھا کرتا تھا۔(تلخیص،ص:۸۲۔بیکی،ص:۶)اس حدیث میں بھی صیغہ استمرار (کان یرفع) موجود ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی رفع یدین کیا کرتے تھے: "وعن عمر نحوه رواه الدارقطنى فى غرائب مالك والبيهقى وقال الحاكم انه محفوظ۔"(تلخیص الحبیر لابن حجر،ص:۸۲)حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عمر فاروق بھی رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

عبدالملک بن قاسم فرماتے ہیں:"بينما يصلون فى مسجد رسول الله ﷺ اذا خرج فيهم عمر فقال اقبلوا علی بوجوهكم اصلى بكم صلوة رسول الله ﷺ التى يصلى ويامر بها فقام ورفع يديه حتى حاذى بهما منكبيه ثم كبر ثم رفع وركع وكذالك حين رفع۔" کہ لوگ مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہے تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا،میری طرف توجہ کرو میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھاتا ہوں،جس طرح نبی کریم ﷺ پڑھا کرتے تھے اور جس طرح پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ قبلہ رو کھڑے ہوگئے اور تکبیر تحریمہ اور رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے ہوئے اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھائے۔"فقال القوم هكذا رسول الله ﷺ يصلى بنا۔"پھر سب صحابہ نے کہا: بے شک نبی کریم ﷺ ایسا ہی کرتے تھے۔

(اخرجه البيهقى فى الخلافيات تخريج زيلعى وقال الشيخ تقى الدين: رجال اسناده معروفون) (تحقيق الراسخ، ص:۳۸)

حضرت عمر فاروق،حضرت علی و دیگر پندرہ صحابہ رضی اللہ عنہم:امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:(۱)عمر بن خطاب (۲)علی بن ابی طالب (۳)عبداللہ بن عباس (۴)ابو قتادہ (۵)ابو اسید (۶)محمد بن مسلمہ (۷)سہل بن سعد (۸)عبداللہ بن عمر زیلعی (۹)انس بن مالک (۱۰)ابو ہریرہ (۱۱)عبداللہ بن عمرو (۱۲)عبداللہ بن زبیر (۱۳)وائل بن حجر (۱۴)ابو موسیٰ (۱۵)مالک بن حویرث (۱۶)ابو حمید الساعدی (۱۷)ام درداء"كانوا يرفعون ايديهم عند الركوع۔"(جزء بخاری، ص:۶) کہ یہ سب کے سب رکوع جانے اور سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

طاؤس وعطاء بن رباح کی شہادت: عطاء بن رباح فرماتے ہیں، میں نے عبداللہ بن عباس،عبداللہ بن زبیر،ابو سعید اور جابر رضی اللہ عنہم کو دیکھا "يرفعون ايديهم اذا افتتحوا الصلوة واذا ركعوا۔" کہ یہ شروع نماز اور عند الرکوع رفع الیدین کرتے تھے۔(جزء بخاری،ص:۱۱)

حضرت طاؤس کہتے ہیں "رأيت عبدالله وعبدالله وعبدالله يرفعون ايديهم۔" کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا،یہ تینوں نماز میں رفع الیدین کیا کرتے تھے۔(جز بخاری،ص:۱۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ:"عن عاصم قال: رايت انس بن مالك اذا افتتح الصلوة كبر ورفع يديه ويرفع كلما ركع ورفع رأسه من الركوع۔"عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب تکبیر تحریمہ کہتے اور رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کیا کرتے تھے۔(جزء بخاری،ص۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: "انه كان اذا كبر رفع يديه واذا رفع راسه من الركوع۔" عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب تکبیر تحریمہ کہتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کیا کرتے تھے۔(جزء بخاری،ص:۱۱)

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا: سلیمان بن عمیر فرماتے ہیں:"رأيت ام درداء ترفع يديها فى الصلوة حذو منكبيها حين تفتتح الصلوة وحين تركع فاذا قالت: سمع الله لمن حمده رفعت يديها۔" کہ میں نے ام درداء کو دیکھا وہ شروع نماز میں اپنے کندھوں تک ہاتھ اٹھایا کرتی تھی اور جب رکوع کرتی اور رکوع سے سر اٹھاتی اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتی تب بھی اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایا کرتی تھی۔(جزء رفع الیدین،امام بخاری،ص:۱۲)

ناظرین کرام کو اندازہ ہو چکا ہوگا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رفع الیدین کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا جو فعل نقل کیا ہے از روئے دلائل وہ کس قدر صحیح ہے۔جو حضرات رفع الیدین کا انکار کرتے اور اسے منسوخ قرار دیتے ہیں۔وہ بھی غور کریں گے تو اپنے خیال کو ضرور واپس لیں گے۔ چونکہ منکرین رفع الیدین کے پاس بھی کچھ نہ کچھ دلائل ہیں۔اس لئے ایک ہلکی سی نظر ان پر بھی ڈالنی ضروری ہے تاکہ ناظرین کرام کے سامنے تصویر کے

ہر دو رخ آ جائیں اور وہ خود امر حق کے لئے اپنی خداداد عقل و بصیرت کی بنا پر فیصلہ کر سکیں۔

منکرین رفع الیدین کے دلائل اور ان کے جوابات: (۱) جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ((مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذ ناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰة)) (صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلوٰة والنهی عن الاشارة بالید رفعهما عند السلام) ''یہ کیا بات ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں، نماز میں حرکت نہ کیا کرو۔''

منکرین رفع الیدین کی یہ پہلی دلیل ہے جو اس لئے صحیح نہیں کہ (ا) اول تو منکرین کو امام نووی رحمہ اللہ نے باب باندھ کر ہی جواب دے دیا کہ یہ حدیث تشہد کے متعلق ہے۔ جب کہ کچھ لوگ سلام پھیرتے وقت ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا کرتے تھے۔ ان کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا۔ بھلا اس کو رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت رفع الیدین سے کیا تعلق ہے؟ مزید وضاحت کے لئے یہ حدیث موجود ہے۔

(ب) جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، جب ہم نے السلام علیکم کہا و اشار بیده الی الجانبین اور ہاتھ سے دونوں طرف اشارہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((ما شانکم تشیرون بایدکم کانها اذناب خیل شمس)) ''تمہارا کیا حال ہے کہ تم شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ ہلاتے ہو۔ تم کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ رانوں پر رکھو ویسلم علی اخیه من علی یمینه و شماله اور اپنے بھائی پر دائیں بائیں سلام کہو اذا سلم احدکم فلیلتفت الی صاحبه و لا یومی (یرمی) بیده جب تشہد میں تم سلام کہنے لگو تو صرف منہ پھیر کر سلام کہا کرو، ہاتھوں سے اشارہ مت کرو۔'' (مسلم شریف)

(ج) تمام محدثین کا متفقہ بیان ہے کہ یہ دونوں حدیثیں دراصل ایک ہی ہیں۔ اختلاف الفاظ فقط تعداد روایات کی بنا پر ہے کوئی عقل منداس ساری حدیث کو پڑھ کر اس کو رفع الیدین عند الرکوع کے منع پر دلیل نہیں لا سکتا۔ جو لوگ اہل علم ہو کر ایسی دلیل پیش کرتے ہیں ان کے حق میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "من احتج بحدیث جابر بن سمرة علی منع الرفع عند الرکوع فلیس له حظ من العلم۔" کہ جو شخص جابر بن سمرہ کی حدیث سے رفع الیدین عند الرکوع منع سمجھتا ہے، وہ جاہل اور علم حدیث سے ناواقف ہے۔ کیونکہ اسکنوا فی الصلوٰة فانما کان فی التشهد لا فی القیام نبی کریم ﷺ نے اسکنوا فی الصلوٰة تشہد میں اشارہ کرتے دیکھ کر فرمایا تھا نہ کہ قیام کی حالت میں۔

(جزء رفع الیدین، بخاری، ص:۱۶، تلخیص، ص:۸۳، تحفہ، ص:۲۲۳)

اس تفصیل کے بعد ذرا سی بھی عقل رکھنے والا مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ اس حدیث کو رفع الیدین کے منع پر پیش کرنا عقل اور انصاف اور دیانت کے کس قدر خلاف ہے۔

(۲) منکرین کی دوسری دلیل یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی "فلم یرفع یدیه الا مرة" اور ایک ہی بار ہاتھ اٹھائے (ابوداؤد، جلد:۱/ص:۱۹۹، ترمذی، ص:۳۶)

اس اثر کو بھی بہت زیادہ پیش کیا جاتا ہے۔ مگر فن حدیث کے بہت بڑے امام ابوداؤد فرماتے ہیں: "ولیس هو بصحیح علی هذا اللفظ۔" یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ صحیح نہیں ہے۔

اور ترمذی میں ہے: "یقول عبدالله بن المبارك ولم یثبت حدیث ابن مسعود۔" عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ حدیث عبداللہ بن مسعود کی صحت ہی ثابت نہیں۔ (ترمذی، ص:۳۲، تلخیص، ص:۸۳)

اور امام بخاری، امام احمد، امام یحییٰ بن آدم اور ابو حاتم رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف کہا ہے (مسند احمد، جلد:۳/ص:۱۶) اور امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کے ضعف پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ لہٰذا یہ قابل حجت نہیں۔ لہٰذا اسے دلیل میں پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۳) تیسری دلیل براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ نبی کریم ﷺ نے پہلی بار رفع الیدین کیا، ثم لا یعود پھر نہیں کیا۔ اس حدیث کے

بارے میں بھی امام ابوداؤد فرماتے ہیں: "هذا الحديث ليس بصحيح۔" کہ یہ حدیث ہی صحیح نہیں۔ (ابوداؤد، جلد:۱/ص:۲۰۰)

"وقد رده ابن المدينى واحمد والدار قطنى وضعفه البخارى۔" اس حدیث کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف اور علی بن مدینی، امام احمد اور دارقطنی نے مردود کہا ہے لہٰذا قابل حجت نہیں۔ (تنویر، ص:۱۲)

(۴) چوتھی دلیل عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ انہوں نے پہلی بار ہاتھ اٹھائے (طحاوی) اس کے متعلق سرتاج علمائے احناف حضرت مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی فرماتے ہیں کہ یہ اثر مردود ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں ابن عیاش ہے جو متکلم فیہ ہے۔

نیز یہی حضرت مزید فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عند الرکوع رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ "فما زالت تلك صلوته حتى لقى۔" اللہ تعالیٰ یعنی ابتدائے نبوت سے اپنی عمر کی آخری نماز تک آپ رفع الیدین کرتے رہے وہ اس کے خلاف کس طرح کر سکتے تھے اور ان کا رفع الیدین کرنا صحیح سند سے ثابت ہے۔ (تعلیق المجد، ص:۱۹۳)

انصاف پسند علما کا یہی شیوہ ہونا چاہیے کہ تعصب سے بلند و بالا ہو کر امر حق کا اعتراف کریں اور اس بارے میں کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔

(۵) پانچویں دلیل: کہتے ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ پہلی بار ہی کرتے تھے۔ (دارقطنی)

دارقطنی نے خود اسے ضعیف اور مردود کہا۔ اور امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث کو ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات میں لکھا ہے۔ لہٰذا قابل حجت نہیں۔ (تلخیص الحبیر، ص:۸۳)

ان کے علاوہ انس، ابوہریرہ، ابن زبیر رضی اللہ عنہم کے جو آثار پیش کئے جاتے ہیں۔ سب کے سب موضوع لغو اور باطل ہیں لا اصل لهم ان کا اصل و ثبوت نہیں۔ (تلخیص المجد، ص:۸۳)

آخر میں حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ بھی سن لیجئے۔ آپ فرماتے ہیں: "والذى يرفع احب الى ممن لا يرفع۔" یعنی رفع الیدین کرنے والا مجھ کو نہ کرنے والے سے زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ اس کے بارے میں دلائل بکثرت اور صحیح ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ، ج:۲/ص:۸)

اس بحث کو ذرا طول اسی لئے دیا گیا کہ رفع الیدین نہ کرنے والے بھائی کرنے والوں سے جھگڑا نہ کریں اور یہ سمجھیں کہ کرنے والے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل ہیں۔ حالات زمانہ کا تقاضا ہے کہ ایسے فروعی مسائل میں وسعت قلبی سے کام لے کر رواداری اختیار کی جائے اور مسائل متفق علیہ میں اتفاق کر کے اسلام کو سربلند کرنے کی کوشش کی جائے۔ اللہ پاک ہر کلمہ گو مسلمان کو ایسی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

بَابُ وَضْعِ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنا

٧٤٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنَى عَلَى ذِرَاعِهِ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ. وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ: لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا يَنْمِي ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ. قَالَ إِسْمَاعِيلُ: يُنْمَى ذَلِكَ. وَلَمْ يَقُلْ: يَنْمِي.

(۷۴۰) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے، انہوں نے ابو حازم بن دینار سے، انہوں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھیں۔ ابو حازم بن دینار نے بیان کیا کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے تھے۔ اسماعیل بن ابی اویس نے کہا یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی جاتی تھی یوں نہیں کہا کہ پہنچاتے تھے۔

تشریح: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لم یذکر سهل بن سعد فی حدیثه محل وضع الیدین من الجسد وهو عندنا علی الصدر لما ورد فی ذالك من احادیث صریحة قویة فمنها حدیث وائل بن حجر قال: صلیت مع النبی ﷺ فوضع یدیه الیمنی علی یده الیسری علی صدره اخرجه ابن خزیمة فی صحیحه ذکره الحافظ فی بلوغ المرام والدرایة والتلخیص وفتح الباری والنووی فی الخلاصة وشرح المهذب وشرح مسلم للاحتجاج علی ما ذهبت الیه الشافعیة من وضع الیدین علی الصدر وذکر هما هذا الحدیث فی معرض الاحتجاج به وسکوتهما عن الکلام فیه یدل علی ان حدیث وائل هذا عندهما صحیح او حسن قابل للاحتجاج...... الخ۔" (مرعاة المفاتیح)

یعنی حضرت سہل بن سعد نے اس حدیث میں ہاتھوں کے باندھنے کی جگہ کا ذکر نہیں کیا اور وہ ہمارے نزدیک سینہ ہے۔ جیسا کہ اس بارے میں کئی احادیث قوی اور صریح موجود ہیں۔ جن میں ایک حدیث وائل بن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر باندھا اور ان کو سینے پر رکھا۔ اس روایت کو محدث ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بلوغ المرام اور درایہ اور تلخیص اور فتح الباری میں ذکر فرمایا ہے۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب خلاصہ اور شرح مہذب اور شرح مسلم میں ذکر کیا ہے اور شافعیہ نے اسی سے دلیل پکڑی ہے کہ ہاتھوں کو سینے پر باندھنا چاہیے۔ حافظ ابن حجر اور علامہ نووی نے اس بارے میں اس حدیث سے دلیل لی ہے اور اس حدیث کی سند میں انہوں نے کوئی کلام نہیں کیا، لہٰذا یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح یا حسن حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

اس بارے میں دوسری دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"حدثنا یحییٰ بن سعید عن سفیان ثنا سماك عن قبیصة بن هلب عن ابیه قال: رایت رسول اللہ ﷺ ینصرف عن یمینه وعن یساره ورایته یضع هذه علی صدره ووصف یحییٰ الیمنٰی علی الیسریٰ فوق المفصل ورواة هذا الحدیث کلهم ثقات واسناده متصل۔" (تحفة الاحوذی، ص:٢١٦)

یعنی ہم سے یحییٰ بن سعید نے سفیان ثوری سے بیان کیا، کہتے ہیں کہ ہم سے سماک نے قبیصہ بن ہلب سے بیان کیا، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا۔ آپ اپنے دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے تھے اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر سینے کے اوپر رکھا تھا۔ اس حدیث کے راوی سب ثقہ ہیں اور اس کی سند متصل ہے۔

تیسری دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ابوداؤد نے مراسیل میں اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

"حدثنا ابو توبة حدثنا الهیثم یعنی ابن حمید عن ثور عن سلیمان بن موسیٰ عن طاوس قال: کان رسول اللہ ﷺ یضع یده الیمنی علی یده الیسری ثم یشد بینهما علی صدره۔" (حوالہ مذکور)

یعنی ہم سے ابوتوبہ نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ہیثم یعنی ابن حمید نے ثور سے بیان کیا، انہوں نے سلیمان بن موسیٰ سے، انہوں نے طاؤس سے، وہ نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھتے اور ان کو خوب مضبوطی کے ساتھ ملا کر سینہ پر باندھا کرتے تھے۔

عون المعبود شرح ابوداؤد کے صفحہ: ٢٧٥ پر یہ حدیث اسی سند کے ساتھ موجود ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ اس لئے کہ طاؤس راوی تابعی ہیں اور اس کی سند حسن ہے اور حدیث مرسل امام ابوحنیفہ امام مالک و امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک مطلقاً حجت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شرط کے ساتھ تسلیم کیا ہے۔ جب اس کی تائید میں کوئی دوسری روایت موجود ہو۔ چنانچہ اس کی تائید حدیث وائل بن حجر اور حدیث ہلب طائی سے ہوتی ہے جو اوپر ذکر کی گئی ہیں۔ پس اس حدیث سے استدلال بالکل درست ہے کہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا سنت نبوی ہے (ﷺ)

چوتھی دلیل وہ حدیث ہے جسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت کریمہ ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (١٠٨/الکوثر:٢) کی تفسیر میں روایت کیا ہے

یعنی ضع یدك الیمنی علی الشمال عند النحر یعنی اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ پر باندھو۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس آیت کی تفسیر اسی طرح منقول ہے۔
(تفسیر البیان جلد ۱۰ صفحہ ۴۶۲، تفسیر طبری جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۶، احکام القرآن لابن العربی ج ۴ صفحہ ۱۹۷۵، بیہقی جلد ۲ صفحہ ۳۰)
بیہقی اور ابن ابی شیبہ اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور دار قطنی اور ابو الشیخ وحاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ان حضرات کی اس تفسیر کو ان لفظوں میں نقل کیا ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں فرمایا ہے:

"ورای بعضهم ان یضعهما فوق السرة ورای بعضهم ان یضعهما تحت السرة وکل ذالك واسعة عندهم۔"
یعنی صحابہ وتابعین میں بعض نے ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا اختیار کیا۔ بعض نے ناف کے نیچے اور اس بارے میں ان کے نزدیک گنجائش ہے۔
اختلاف مذکور افضلیت سے متعلق ہے اور اس بارے میں تفصیل بالا سے ظاہر ہو گیا کہ افضلیت اور ترجیح سینہ پر ہاتھ باندھنے کو حاصل ہے۔
ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والوں کی بڑی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ قول ہے، جسے ابوداؤد اور احمد اور ابن ابی شیبہ اور دار قطنی اور بیہقی نے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ "ان علیا قال: السنة وضع الکف علی الکف تحت السرة۔" یعنی سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی کلائی کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔ المحدث الکبیر مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قلت فی اسناد هذا الحدیث عبدالرحمن بن اسحاق الواسطی وعلیه مدار هذا الحدیث وهو ضعیف لا یصلح للاحتجاج۔"
یعنی میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند میں عبدالرحمن بن اسحاق واسطی ہے جن پر اس روایت کا دارومدار ہے اور وہ ضعیف ہے۔ اس لئے یہ روایت دلیل پکڑنے کے قابل نہیں ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"هو حدیث متفق علی تضعیفه فان عبدالرحمن بن اسحاق ضعیف بالاتفاق۔"
یعنی اس حدیث کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ (شرح مسلم ج ۱ صفحہ ۱۷۳، فتح الباری ج ۲ صفحہ ۳۲۶)۔
ان حضرات کی دوسری دلیل وہ روایت ہے جسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے جس میں راوی کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا اور آپ کے ہاتھ ناف کے نیچے تھے۔
اس کے متعلق حضرت علامہ شیخ محمد حیات سندھی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشہور مقالہ "فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور" میں فرماتے ہیں کہ اس روایت میں یہ تحت السرة (ناف کے نیچے) والے الفاظ راوی کتاب نے سہو سے لکھ دیئے ہیں ورنہ میں نے مصنف ابن ابی شیبہ کا صحیح نسخہ خود مطالعہ کیا ہے۔ اور اس حدیث کو اس سند کے ساتھ دیکھا مگر اس میں تحت السرة کے الفاظ مذکور نہیں ہیں۔ اس کی مزید تائید مسند احمد کی روایت سے ہوتی ہے جس میں ابن ابی شیبہ ہی کی سند کے ساتھ اسے نقل کیا گیا ہے اور اس میں یہ زیادتی لفظ تحت السرة والی نہیں ہے، مسند احمد کی پوری حدیث یہ ہے:

"حدثنا وکیع حدثنا موسی بن عمیر العنبری عن علقمة بن وائل الحضرمی عن ابیه قال رایت رسول الله ﷺ واضعا یمینه علی شماله فی الصلوة۔"
یعنی علقمہ بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھے ہوئے دیکھا۔
دار قطنی میں بھی ابن ابی شیبہ ہی کی سند سے یہ روایت مذکور ہے، مگر وہاں بھی تحت السرة کے الفاظ نہیں ہیں۔ اس بارے میں کچھ اور آثار وروایات بھی پیش کی جاتی ہیں، جن میں سے کوئی بھی قابل حجت نہیں ہے۔
پس خلاصہ یہ کہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا ہی سنت نبوی ہے اور دلائل کی رو سے اسی کو ترجیح حاصل ہے۔ جو حضرات اس سنت پر عمل نہیں کرتے نہ کریں مگر ان کو چاہیے کہ اس سنت کے عاملین پر اعتراض نہ کریں۔ ان پر زبان طعن نہ کھولیں۔ اللہ پاک جملہ مسلمانوں کو نیک سمجھ عطا کرے کہ وہ فروعی مسائل پر الجھنے کی عادت سے تائب ہو کر اپنے دوسرے کلمہ گو بھائیوں کے لئے اپنے دلوں میں گنجائش پیدا کریں۔ واللہ هو الموفق۔

بَابُ الْخُشُوْعِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں خشوع کا بیان

٧٤١- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هٰهُنَا؟ وَاللّٰهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ رُكُوْعُكُمْ وَلَا خُشُوْعُكُمْ، وَإِنِّي لَأَرَاكُمْ وَرَاءَ ظَهْرِي)). [راجع :٤١٨]

(۷۴۱) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمہ اللہ نے ابوالزناد سے بیان کیا، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم سمجھتے ہو کہ میرا منہ ادھر (قبلہ کی طرف) ہے۔ اللہ کی قسم تمہارا رکوع اور تمہارا خشوع مجھ سے کچھ چھپا ہوا نہیں ہے، میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں۔''

تشریح: آپ مہر نبوت سے دیکھ لیا کرتے تھے اور یہ آپ کے معجزات میں سے ہے۔

٧٤٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَقِيْمُوا الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ، فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِي)) وَرُبَّمَا قَالَ: ((مِنْ بَعْدِ ظَهْرِي إِذَا رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُمْ)).

[راجع : ٤١٩، مسلم:٩٥٩]

(۷۴۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے قتادہ سے سنا، وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے اور وہ نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: ''رکوع اور سجود پوری طرح کیا کرو۔ اللہ کی قسم! میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں یا اس طرح کہا کہ پیٹھ پیچھے سے جب تم رکوع کرتے ہو اور سجدہ کرتے ہو (تو میں تمہیں دیکھتا ہوں)۔''

بَابُ مَا يُقْرَأُ بَعْدَ التَّكْبِيْرِ

باب: اس بارے میں کہ تکبیر تحریمہ کے بعد کیا پڑھا جائے

٧٤٣- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ- كَانُوْا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلَاةَ بِ ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾.

[مسلم: ٨٩٠، ٨٩١]

(۷۴۳) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے قتادہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نماز ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ سے شروع کرتے تھے۔

تشریح: یعنی قرآن کی قراءت سورہ فاتحہ سے شروع کرتے تھے تو یہ منافی نہ ہوگی اس حدیث کے جو آگے آتی ہے۔ جس میں تکبیر تحریمہ کے بعد دعائے استفتاح پڑھنا منقول ہے اور الحمد لله رب العالمين سے سورہ فاتحہ مراد ہے۔ اس میں اس کی نفی نہیں ہے کہ بسم الله الرحمن الرحيم نہیں پڑھتے تھے کیونکہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزو ہے۔ تو مقصود یہ ہے کہ بسم اللہ پکار کر نہیں پڑھتے تھے۔ جیسے کہ نسائی اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ بسم اللہ کو پکار کر نہیں پڑھتے تھے۔ روضہ میں ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ جہری نمازوں میں پکار کر اور سری نمازوں میں آہستہ

اور جن لوگوں نے بسم اللہ کا نہ سننا نقل کیا ہے وہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں کم سن تھے جیسے انس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ اور یہ آخری صف میں رہتے ہوں گے، شاید ان کو آواز نہ پہنچی ہوگی اور بسم اللہ کے جہر میں بہت حدیثیں وارد ہیں۔ گو ان میں کلام بھی ہو مگر اثبات مقدم ہے نفی پر۔ (وحیدی)

٧٤٤ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ زُرْعَةَ، قَالَ:حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ إِسْكَاتَةً. قَالَ: أَحْسِبُهُ قَالَ: هُنَيَّةً. فَقُلْتُ: بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ مَا تَقُوْلُ؟ قَالَ: ((أَقُوْلُ: اللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ)) . [مسلم: ١٣٥٤، ١٣٥٥؛ ابوداود: ٧٨١؛ نسائي: ٦٠، ٣٣٣، ٨٩٣، ٨٩٤؛ ابن ماجه: ٨٠٥]

(۷۴۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عمارہ بن قعقاع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوزرعہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ اور قراءت کے درمیان تھوڑی دیر چپ رہتے تھے۔ ابوزرعہ نے کہا میں سمجھتا ہوں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یوں کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ آپ اس تکبیر اور قراءت کے درمیان کی خاموشی کے بیچ میں کیا پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں پڑھتا ہوں: ''اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری کر جتنی مشرق اور مغرب میں ہے۔ اے اللہ! مجھے گناہوں سے اس طرح پاک کر جیسے سفید کپڑا میل سے پاک ہوتا ہے۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو پانی، برف اور اولے سے دھو ڈال۔''

تشریح: دعائے استفتاح کئی طرح وارد ہے مگر سب میں صحیح یہی دعا ہے اور سبحانك اللهم جسے عموماً پڑھا جاتا ہے وہ بھی عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ مگر اس روایت کی سند میں ضعف ہے، بہر حال اسے بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ مگر ترجیح اسی کو حاصل ہے، اور اہل حدیث کا یہی معمول ہے۔

بَابٌ

باب

٧٤٥ـ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى صَلَاةَ الْكُسُوْفِ، فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ، ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ، ثُمَّ

(۷۴۵) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں نافع بن عمر نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے اسماء بنت ابی بکر سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے سورج گہن کی نماز پڑھی۔ آپ جب کھڑے ہوئے تو دیر تک کھڑے رہے پھر رکوع میں گئے تو دیر تک رکوع ہی میں رہے۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا تو دیر تک کھڑے ہی رہے۔ پھر (دوبارہ) رکوع میں گئے اور دیر تک رکوع کی حالت میں رہے اور پھر سر اٹھایا، پھر سجدہ کیا اور دیر تک سجدہ میں رہے۔ پھر سر اٹھایا اور پھر سجدہ کیا اور دیر تک سجدہ میں رہے پھر کھڑے

رَفَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ، ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ، ثُمَّ رَفَعَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ، ثُمَّ رَفَعَ ، ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ: ((قَدْ دَنَتْ مِنِّي الْجَنَّةُ حَتَّى لَوِ اجْتَرَأْتُ عَلَيْهَا لَجِئْتُكُمْ بِقِطَافٍ مِنْ قِطَافِهَا، وَدَنَتْ مِنِّي النَّارُ حَتَّى قُلْتُ: أَيْ رَبِّ أَوَ أَنَا مَعَهُمْ؟ فَإِذَا امْرَأَةٌ - حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ - قُلْتُ: مَا شَأْنُ هَذِهِ؟ قَالُوْا: حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوْعًا، لَا أَطْعَمَتْهَا، وَلَا أَرْسَلَتْهَا تَأْكُلُ)) . قَالَ نَافِعٌ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: ((مِنْ خَشِيْشِ الْأَرْضِ أَوْ خَشَاشِ)).

[طرفه في :٢٣٦٤] [نسائي: ١٤٩٧؛ ابن ماجه: ١٢٦٥]

ہوئے اور دیر تک کھڑے ہی رہے۔ پھر رکوع کیا اور دیر تک رکوع ہی میں رہے۔ پھر آپ نے سر اٹھایا اور دیر تک کھڑے رہے۔ (پھر دوبارہ) رکوع کیا اور آپ دیر تک رکوع کی حالت میں رہے۔ پھر سر اٹھایا۔ پھر آپ سجدہ میں چلے گئے اور دیر تک سجدہ ہی میں رہے۔ پھر سر اٹھایا پھر سجدہ میں چلے گئے اور دیر تک سجدہ میں رہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ”جنت مجھ سے اتنی نزدیک ہوگئی تھی کہ اگر میں چاہتا تو اس کے خوشوں میں کوئی خوشہ تم کو توڑ کر لا دیتا اور مجھ سے دوزخ بھی اتنی قریب ہوگئی تھی کہ میں بول پڑا کہ میرے مالک میں تو اس میں سے نہیں ہوں؟ میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا۔ نافع بیان کرتے ہیں کہ مجھے خیال ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے بتلایا کہ اس عورت کو ایک بلی نوچ رہی تھی، میں نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب ملا کہ اس عورت نے اس بلی کو باندھے رکھا تھا تا آنکہ بھوک کی وجہ سے وہ مرگئی، نہ تو اس نے اسے کھانا دیا اور نہ چھوڑا کہ وہ خود کہیں سے کھا لیتی۔“ نافع نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے یوں کہا کہ ”نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے وغیرہ کھا لیتی۔“

تشریح: سورج گہن یا چاند گہن ہر دو مواقع پر نماز کا یہی طریقہ ہے۔ نماز کے بعد خطبہ اور دعا بھی ثابت ہے۔ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو جانوروں پر ظلم کرے گا آخرت میں اس سے اس کا بھی بدلہ لیا جائے گا۔ حافظ نے ابن رشید سے حدیث اور باب میں مطابقت یوں نقل کی ہے کہ آپ ﷺ کی مناجات اور مہربانی کی درخواست عین نماز کے اندر مذکور ہے تو معلوم ہوا کہ نماز میں ہر قسم کی دعا کرنا درست ہے۔ بشرطیکہ وہ دعائیں شرعی حدود میں ہوں۔

بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں امام کی طرف دیکھنا

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي صَلَاةِ الْكُسُوْفِ: ((رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِيْنَ رَأَيْتُمُوْنِي تَأَخَّرْتُ)).

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے سورج گہن کی نماز میں فرمایا: ”میں نے جہنم دیکھی۔ اس کا بعض حصہ بعض کو کھائے جا رہا تھا۔ جب میں نے دیکھا تو میں (نماز میں) پیچھے سرک گیا۔“

٧٤٦- حَدَّثَنَا مُوْسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، قَالَ: قُلْنَا لِخَبَّابٍ: أَكَانَ

(٧٤٦) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے عمارہ بن عمیر سے بیان کیا، انہوں نے ابو معمر (عبداللہ بن مخبرہ) سے، انہوں نے بیان کہ ہم نے خباب بن

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ فَقُلْنَا: بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ ذَاكَ؟ قَالَ: بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ. [أطرافه في: ٧٦٠، ٧٦١، ٧٧٧] [ابو داود: ٨٠١؛ ابن ماجه: ٨٢٦]

ارت رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی رکعتوں میں (فاتحہ کے سوا) اور کچھ قراءت کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔ ہم نے عرض کی کہ آپ لوگ یہ بات کس طرح سمجھ جاتے تھے۔ فرمایا کہ آپ کی داڑھی مبارک کے ہلنے سے۔

تشریح: یہیں سے ترجمہ باب نکلا۔ کیونکہ ڈاڑھی کا ہلنا ان کو بغیر امام کی طرف دیکھے کیونکر معلوم ہو سکتا تھا۔ بہر حال نماز میں نظر امام پر رہے یا مقام سجدہ پر رہے ادھر ادھر نہ جھانکنا چاہیے۔

٧٤٧ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَنْبَأَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ، يَخْطُبُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ- وَكَانَ غَيْرَ كَذُوْبٍ- أَنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَرَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ، قَامُوْا قِيَامًا حَتّٰى يَرَوْهُ قَدْ سَجَدَ. [راجع: ٦٩٠]

(۷۴۷) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ سبیعی نے خبر دی، کہا کہ میں نے عبد اللہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے بیان کیا، کہ ہم سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا...... اور وہ جھوٹے نہیں تھے...... کہ جب وہ (صحابہ رضی اللہ عنہم) نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو آپ ﷺ کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک دیکھتے کہ آپ سجدہ میں چلے گئے ہیں (اس وقت وہ بھی سجدے میں جاتے)۔

٧٤٨ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَصَلّٰى، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ، ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ. فَقَالَ: ((إِنِّيْ أُرِيْتُ الْجَنَّةَ، فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا، وَلَوْ أَخَذْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا)). [راجع:٢٩]

(۷۴۸) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے امام مالک نے زید بن اسلم سے بیان کیا، انہوں نے عطاء بن یسار سے، انہوں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں سورج گہن ہوا تو آپ نے گہن کی نماز پڑھی۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ (نماز میں) آپ اپنی جگہ سے کچھ لینے کو آگے بڑھے تھے پھر ہم نے دیکھا کہ کچھ پیچھے ہٹے۔ آپ نے فرمایا کہ "میں نے جنت دیکھی تو اس میں سے ایک خوشہ لینا چاہا اور اگر میں لے لیتا تو اس وقت تک تم اسے کھاتے رہتے جب تک دنیا موجود ہے۔"

تشریح: وہ کبھی فنا نہ ہوتا کیونکہ بہشت کو خلود ہے۔ ترجمہ باب اس قول سے نکلتا ہے کہ ہم نے آپ کو دیکھا۔

٧٤٩ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: صَلّٰى لَنَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ

(۷۴۹) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے فلیح بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہلال بن علی نے بیان کیا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے۔ آپ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ہم کو نماز

رَقِيَ الْمِنْبَرَ، فَأَشَارَ بِيَدَيْهِ قِبَلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ قَالَ: ((لَقَدْ رَأَيْتُ الْآنَ مُنْذُ صَلَّيْتُ لَكُمُ الصَّلَاةَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مُمَثَّلَتَيْنِ فِي قِبْلَةِ هَذَا الْجِدَارِ، فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ)). ثَلَاثًا. [راجع :٩٣]

پڑھائی۔ پھر منبر پر تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے قبلہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ''ابھی جب میں نماز پڑھا رہا تھا تو جنت اور دوزخ کو اس دیوار پر دیکھا۔ اس کی تصویریں اس دیوار میں قبلہ کی طرف نمودار ہوئیں تو میں نے آج کی طرح خیر اور شر کبھی نہیں دیکھی۔'' آپ ﷺ نے قول مذکور تین بار فرمایا۔

تشریح: خیر بہشت اور شر دوزخ مطلب یہ کہ بہشت سے بہتر کوئی چیز میں نے نہیں دیکھی اور دوزخ سے بری کوئی چیز نہیں دیکھی۔ اس حدیث میں امام کا آگے دیکھنا مذکور ہے اور جب امام کو آگے دیکھنا جائز ہوا تو مقتدی کو بھی اپنے آگے یعنی امام کو دیکھنا جائز ہوگا۔ حدیث اور باب میں یہی مطابقت ہے۔

بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا کیسا ہے؟

٧٥٠۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ:حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي صَلَاتِهِمْ)). فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذَلِكَ حَتَّى قَالَ: ((لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذَلِكَ أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ)). [ابوداود: ٩١٣؛ نسائي: ١١٩٢؛ ابن ماجه: ١٠٤٤]

(٧٥٠) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید بن مہران بن ابی عروبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے قتادہ نے بیان کیا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کا کیا حال ہے۔ جو نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔'' آپ نے اس سے نہایت سختی سے روکا۔ یہاں تک آپ نے فرمایا ''لوگ اس حرکت سے باز آ جائیں ورنہ ان کی بینائی اچک لی جائے گی۔''

تشریح: فرشتے اللہ کے حکم سے اس کی بینائی سلب کر لیں گے۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ کراہت محمول ہے اس حال پر جب نماز میں دعا کی جائے جیسے مسلم میں عند الدعاء کا لفظ زیادہ ہے۔ عینی نے کہا کہ یہ ممانعت مطلق ہے نماز میں دعا کے وقت ہو یا اور کسی وقت۔ امام ابن حزم نے کہا ایسا کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

بَابُ الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں ادھر ادھر دیکھنا کیسا ہے؟

٧٥١۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، قَالَ:حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ

(٧٥١) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوالاحوص سلام بن سلیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اشعث بن سلیم نے بیان کیا اپنے والد کے واسطہ سے، انہوں نے مسروق بن اجدع سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں

فَقَالَ: ((هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ)). [طرفه في: ٣٢٩١] [ابوداود: ٩١٠، ٩١١؛ ترمذي: ٥٩٠ ؛ نسائي: ١١٩٥، ١١٩٦، ١١٩٧، ١١٩٨]

ادھر ادھر دیکھنے کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ "یہ تو ڈاکہ ہے جو شیطان بندے کی نماز پر ڈالتا ہے۔"

تشریح: اس کو التفات کہتے ہیں یعنی گردن یا سینہ موڑ ے ادھر ادھر جھانکنا نماز میں یہ سخت منع ہے۔ پہلے صحابہ نماز میں التفات کیا کرتے تھے۔ جب آیت کریمہ: ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ﴾ (۲۳/المؤمنون:۱) نازل ہوئی تو وہ اس سے رک گئے اور نظروں کو مقام سجدہ پر رکھنے لگے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب نمازی بار بار ادھر ادھر دیکھتا ہے تو اللہ پاک بھی اپنا منہ اس کی طرف سے پھیر لیتا ہے رواہ البزار عن جابر۔

٧٥٢ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِيْ خَمِيْصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ فَقَالَ: ((شَغَلَتْنِيْ أَعْلَامُ هَذِهِ، اذْهَبُوْا بِهَا إِلَى أَبِيْ جَهْمٍ وَأْتُوْنِيْ بِأَنْبِجَانِيَّةٍ)). [راجع: ٣٧٣] [مسلم: ١٢٣٨؛ ابوداود: ٩١٤، ٤٠٥٣؛ نسائي: ٧٧٠؛ ابن ماجه: ٣٥٥٠]

(۷۵۲) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے زہری سے بیان کیا، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دھاری دار چادر میں نماز پڑھی۔ پھر فرمایا کہ "اس کے نقش ونگار نے مجھے غافل کر دیا۔ اسے لے جا کر ابوجہم کو واپس کر دو اور ان سے (بجائے اس کے) سادی چادر مانگ لاؤ۔"

تشریح: یہ چادر ابوجہم نے آپ کو تحفہ میں دی تھی۔ مگر اس کے نقش ونگار آپ کو پسند نہیں آئے کیونکہ ان کی وجہ سے نماز کے خشوع وخضوع میں فرق آرہا تھا۔ اس لئے آپ نے اسے واپس کرا دیا۔ معلوم ہوا کہ نماز میں غافل کرنے والی کوئی چیز نہ ہونی چاہیے۔

بَابٌ: هَلْ يَلْتَفِتُ لِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ؟ أَوْ يَرَى شَيْئًا أَوْ بُصَاقًا فِي الْقِبْلَةِ

باب: اگر نمازی پر کوئی حادثہ ہو یا نمازی کوئی بری چیز دیکھے یا قبلہ کی دیوار پر تھوک دیکھے (تو التفات میں کوئی قباحت نہیں)

وَقَالَ سَهْلٌ: الْتَفَتَ أَبُوْ بَكْرٍ فَرَأَى النَّبِيَّ ﷺ.

اور سہل بن سعد نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے التفات کیا تو نبی کریم ﷺ کو دیکھا۔

٧٥٣ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: رَأَى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ نُخَامَةً فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ، وَهُوَ يُصَلِّيْ بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ، فَحَتَّهَا ثُمَّ قَالَ حِيْنَ انْصَرَفَ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ

(۷۵۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے نافع سے بیان کیا، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے آپ نے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں قبلہ کی دیوار پر رینٹ دیکھی۔ آپ اس وقت لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ نے (نماز ہی میں) رینٹ کو کھرچ ڈالا۔ پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا کہ "جب کوئی نماز

فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ اللَّهَ قِبَلَ وَجْهِهِ، فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ أَحَدٌ قِبَلَ وَجْهِهِ فِي الصَّلَاةِ)). رَوَاهُ مُوسَى ابْنُ عُقْبَةَ وَابْنُ أَبِي رَوَّادٍ عَنْ نَافِعٍ. [راجع: ٤٠٦] [مسلم: ١٢٢٤؛ ابن ماجه: ٧٦٣]

میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے منہ کے سامنے ہوتا ہے۔ اس لیے کوئی شخص سامنے کی طرف نماز میں نہ تھوکے۔'' اس حدیث کی روایت موسیٰ بن عقبہ اور عبدالعزیز بن ابی رواد نے نافع سے کی۔

تشریح: باب اور حدیث میں مطابقت یہ کہ نبی کریم ﷺ نے بحالت نماز مسجد کی قبلہ رخ دیوار پر بلغم دیکھا، اور آپ کو اس کی ناگواری کا بہت سخت احساس ہوا، ایسی حالت میں آپ نے اس کی طرف التفات فرمایا تو ایسا التفات جائز ہے۔ حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حالت نماز ہی میں آپ نے اس کو صاف کر ڈالا تھا۔

٧٥٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ: بَيْنَمَا الْمُسْلِمُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ لَمْ يَفْجَأْهُمْ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ، فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوفٌ، فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ، وَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ لَهُ الصَّفَّ فَظَنَّ أَنَّهُ يُرِيدُ الْخُرُوجَ، وَهَمَّ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلَاتِهِمْ، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ: أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ، وَأَرْخَى السِّتْرَ، وَتُوُفِّيَ مِنْ آخِرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ. [راجع: ٦٨٠]

(۷۵۴) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے عقیل بن خالد سے بیان کیا، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے کہا کہ مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ (رسول اللہ ﷺ کے مرض وفات میں) مسلمان فجر کی نماز پڑھ رہے تھے اچانک رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ سے پردہ ہٹایا۔ آپ نے صحابہ کو دیکھا۔ سب لوگ صفیں باندھے ہوئے تھے۔ آپ (خوشی سے) خوب کھل کر مسکرائے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (آپ کو دیکھ کر) پیچھے ہٹنا چاہا تاکہ صف میں مل جائیں۔ آپ نے سمجھا کہ آپ ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ صحابہ (آپ کو دیکھ کر خوشی سے اس قدر بے قرار ہوئے کہ گویا) نماز ہی چھوڑ دیں گے۔ لیکن آپ ﷺ نے اشارہ کیا کہ اپنی نماز پوری کرلو اور پردہ ڈال لیا۔ اسی دن چاشت کو آپ نے وفات پائی۔

تشریح: ترجمہ باب یوں نکلا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عین نماز میں التفات کیا۔ کیونکہ اگر وہ التفات نہ کرتے تو آپ کا پردہ اٹھانا کیونکر دیکھتے اور ان کا اشارہ کیسے سمجھتے۔ بلکہ خوشی کے مارے حال یہ ہوا کہ قریب تھا وہ نماز کو بھول جائیں اور نبی کریم ﷺ کے دیدار کے لئے دوڑیں۔ اسی حالت کو ان لفظوں سے تعبیر کیا گیا کہ مسلمانوں نے یہ قصد کیا کہ وہ فتنے میں پڑ جائیں۔ بہر حال یہ مخصوص حالات ہیں۔ ورنہ عام طور پر نماز میں التفات جائز نہیں جیسا کہ حدیث سابقہ میں گزرا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے: ﴿وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ (۲/البقرۃ:۲۳۸) یعنی نماز میں اللہ کے لئے دلی توجہ کے ساتھ فرمانبردار بندے بن کر کھڑے ہوا کرو۔ نماز کی روح یہی ہے کہ اللہ کو حاضر ناظر یقین کر کے اس سے دل لگایا جائے۔ آیت مبارکہ: ﴿الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾ (۲۳/المؤمنون:۲) کا یہی تقاضا ہے۔

بَابُ وُجُوبِ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا، فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، وَمَا يُجْهَرُ

باب: امام اور مقتدی کے لیے قراءت کا واجب ہونا، حضر اور سفر ہر حالت میں، سری اور جہری سب نمازوں میں

فِيهَا وَمَا يُخَافَتُ

تشریح: قراءت سے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا مراد ہے۔ جیسا کہ اگلی حدیث میں آ رہا ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

٧٥٥۔ حَدَّثَنَا مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: شَكَا أَهْلُ الْكُوفَةِ سَعْدًا إِلَى عُمَرَ فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا، فَشَكَوْا حَتَّى ذَكَرُوا أَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّي، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَقَالَ: يَا أَبَا إِسْحَاقَ إِنَّ هَؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّي قَالَ: أَمَّا أَنَا وَاللَّهِ فَإِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا أَخْرِمُ عَنْهَا، أُصَلِّي صَلَاةَ الْعِشَاءِ فَأَرْكُدُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأُخِفُّ فِي الْأُخْرَيَيْنِ. قَالَ: ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ. فَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا أَوْ رِجَالًا إِلَى الْكُوفَةِ، فَسَأَلَ عَنْهُ أَهْلَ الْكُوفَةِ، وَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا إِلَّا سَأَلَ عَنْهُ، وَيُثْنُونَ عَلَيْهِ مَعْرُوفًا، حَتَّى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِي عَبْسٍ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ: أُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ- يُكْنَى أَبَا سَعْدَةَ- فَقَالَ: أَمَّا إِذْ نَشَدْتَنَا فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ، وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ، وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ. قَالَ سَعْدٌ: أَمَا وَاللَّهِ لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ، اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هَذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً فَأَطِلْ عُمْرَهُ، وَأَطِلْ فَقْرَهُ، وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ، وَكَانَ بَعْدُ إِذَا سُئِلَ يَقُولُ: شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ، أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ. قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ: فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلَى عَيْنَيْهِ مِنَ

(٧٥٥) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعوانہ وضاح یشکری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالملک بن عمیر نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، کہا کہ اہل کوفہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو علیحدہ کر کے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا حاکم بنایا، تو کوفہ والوں نے سعد کے متعلق یہاں تک کہہ دیا کہ وہ تو اچھی طرح نماز بھی نہیں پڑھا سکتے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلا بھیجا۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ اے ابو اسحاق! ان کوفہ والوں کا خیال ہے کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھا سکتے ہو۔ اس پر آپ نے جواب دیا: اللہ کی قسم میں تو انہیں نبی کریم ﷺ ہی کی طرح نماز پڑھاتا تھا اس میں کوتاہی نہیں کرتا عشاء کی نماز پڑھاتا تو اس کی دو پہلی رکعات میں (قراءت) لمبی کرتا اور دوسری دو رکعتیں ہلکی پڑھاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابواسحاق! مجھ کو تم سے امید بھی یہی تھی۔ پھر آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک یا کئی آدمیوں کو کوفہ بھیجا۔ قاصد نے ہر ہر مسجد میں جا کر ان کے متعلق پوچھا۔ سب نے آپ کی تعریف کی لیکن جب مسجد بنی عبس میں گئے۔ تو ایک شخص جس کا نام اسامہ بن قتادہ اور کنیت ابوسعدہ تھی کھڑا ہوا۔ اس نے کہا کہ جب آپ نے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا ہے تو (سنیے کہ) سعد نہ فوج کے ساتھ خود جہاد کرتے تھے۔ نہ مال غنیمت کی تقسیم صحیح کرتے تھے اور نہ فیصلے میں عدل وانصاف کرتے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر) فرمایا کہ اللہ کی قسم میں (تمہاری اس بات پر) تین دعائیں کرتا ہوں: اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور صرف ریا ونمود کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر دراز کر اور اسے خوب محتاج بنا اور اسے فتنوں میں مبتلا کر۔ اس کے بعد (وہ شخص اس درجہ بدحال ہوا کہ) جب اس سے پوچھا جاتا تو کہتا کہ ایک بوڑھا اور پریشان حال ہوں مجھے سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا لگ گئی۔ عبدالملک نے بیان کیا کہ میں نے اسے دیکھا اس کی بھویں بڑھاپے کی وجہ سے آنکھوں پر آ گئی تھیں۔ لیکن اب بھی راستوں

الْكِبَرِ، إِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِيْ فِي الطُّرُقِ يَغْمِزُهُنَّ. [طرفاه في: ٧٥٨، ٧٧٠] [مسلم: ١٠١٦، ١٠١٧، ١٠١٨؛ ابوداود: ٨٠٣؛ نسائي: ١٠٠١، ١٠٠٢]

میں وہ لڑکیوں کو چھیڑتا۔

تشریح: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نماز کی جو تفصیل بیان کی اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا اسی سے باب کے جملہ مقاصد ثابت ہو گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، یہ مستجاب الدعوات تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی۔ عہد فاروقی میں یہ کوفہ کے گورنر تھے۔ مگر کوفہ والوں کی بے وفائی مشہور ہے۔ انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف جھوٹی شکایتیں کیں۔ آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں کے حالات کا اندازہ فرما کر حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لئے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بیت المال کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے لئے یہ کافی ہے کہ جنگ احد میں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچاؤ کے لئے بے نظیر جرأت کا ثبوت دیا۔ جس سے خوش ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے سعد! تیر چلا، تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔'' یہ فضیلت کسی اور صحابی کو نصیب نہیں ہوئی۔ جنگ ایران میں انہوں نے شجاعت کے وہ جوہر دکھلائے جن سے اسلامی تاریخ بھرپور ہے۔ سارے ایران پر اسلامی پرچم لہرایا۔ رستم ثانی کو میدان کارزار میں بڑی آسانی سے مارلیا۔ جو اکیلا ہزار آدمیوں کے مقابلہ پر سمجھا جاتا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسامہ بن قتادہ کوفی کے حق میں بددعا کی جس نے آپ پر الزامات لگائے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دعا قبول کی اور وہ نتیجہ ہوا جس کا یہاں ذکر موجود ہے۔

معلوم ہوا کہ کسی پر ناحق کوئی الزام لگانا بہت بڑا گناہ ہے۔ ایسی حالت میں مظلوم کی بددعا سے ڈرنا ایمان کی خاصیت ہے۔

٧٥٦ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ مَحْمُوْدِ ابْنِ الرَّبِيْعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ)). [مسلم: ٨٧٤، ٨٧٥، ٨٧٦، ٨٧٧؛ ابوداود: ٨٢٢؛ ترمذي: ٢٤٧؛ نسائي: ٩٠٩، ٩١٠؛ ابن ماجه: ٨٣٧]

(٧٥٦) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہری نے بیان کیا محمود بن ربیع سے، انہوں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی۔''

تشریح: امام کے پیچھے جہری اور سری نمازوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا اثبات بہت سی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ باوجود اس حقیقت کے پھر یہ ایک معرکۃ الآراء بحث چلی آ رہی ہے۔ جس پر بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ جو حضرات اس کے قائل نہیں ہیں۔ ان میں بعض کا غلو یہاں تک بڑھا ہوا ہے کہ وہ اسے حرام مطلق قرار دیتے ہیں۔ اور امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے والوں کے بارے میں یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کے منہ میں آگ کے انگارے بھرے جائیں گے۔ نعوذ باللہ منه۔ اسی لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کی کچھ وضاحت کر دی جائے تاکہ قائلین اور مانعین کے درمیان نفاق کی خلیج کچھ نہ کچھ کم ہو سکے۔

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ جو حدیث لائے ہیں اس کے ذیل میں حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"وسميت فاتحة الكتاب لانه يبدأ بكتابتها فى المصاحف ويبدأ بقراء تها فى الصلوة وفاتحة كل شيء مبداه

الذی یفتح به ما بعده افتتح فلان کذا ابتدا به قال ابن جریر فی تفسیره (ص:۲۵/ ج:۱) وسمیت فاتحة الکتاب لانها یفتتح بکتابتها المصاحف ویقرابها فی الصلوٰة فهی فواتح لما یتلوها من سور القران فی الکتابة والقراء ة وسمیت ام القران لتقدمها علی سائر سور القران غیرها وتاخرما سواها فی القراء ة والکتابة..... الخ۔" (مرعاة، ج:۱/ ص:۵۸۳)

خلاصہ اس عبارت کا یہ کہ سورۃ الحمد شریف کا نام فاتحۃ الکتاب اس لئے رکھا گیا کہ قرآن مجید کی کتابت اسی سے شروع ہوتی ہے اور نماز میں قراءت کی ابتدا بھی اسی سے کی جاتی ہے۔ علامہ ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اپنی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ اس کو ام القرآن اس لئے کہا گیا کہ کتابت اور قراءت میں یہ اس کی تمام سورتوں پر مقدم ہے۔ اور جملہ سورتیں اس کے بعد ہیں۔ یہ حدیث اس امر پر دلیل ہے کہ نماز میں قراءت سورۂ فاتحہ فرض ہے اور یہ نماز کے ارکان میں سے ہے۔ جو اسے نہ پڑھے اس کی نماز صحیح نہ ہوگی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ جلد:۲/ص:۴ پر اسے نماز کا اہم رکن تسلیم کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیث عام ہے۔ نماز چاہے فرض ہو چاہے نفل، اور وہ شخص امام ہو یا مقتدی، یا اکیلا۔ یعنی کسی شخص کی کوئی نماز بغیر فاتحہ پڑھے نہیں ہوگی۔

چنانچہ مشہور شارح بخاری حضرت علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے شرح صحیح بخاری جلد۲ ص۴۳۹ میں اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ای فی کل رکعة منفردا او اماما او ماموما سواء اسر الامام او جهر۔" یعنی اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ ہر رکعت میں (ہر نمازی کو) خواہ اکیلا ہو یا امام، یا مقتدی، خواہ امام آہستہ پڑھے یا بلند آواز سے سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ نیز اسی طرح علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وفی الحدیث (ای حدیث عبادة) دلیل علی ان قراء ة الفاتحة واجبة علی الامام والمنفرد والماموم فی الصلوات کلها۔" (عمدة القاری شرح صحیح بخاری، جلد:۳/ ص:۶۳)

یعنی حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس امر پر صاف دلیل ہے کہ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا امام اور اکیلے اور مقتدی سب کے لئے تمام نمازوں میں واجب ہے۔ نیز (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، ج:۳/ص:۶۴) میں لکھتے ہیں: حنفیوں کے مشہور شارح بخاری امام محمود احمد عینی المتوفی ۸۵۵ھ

"استدل بهذا الحدیث عبد الله بن المبارك والاوزاعی ومالك والشافعی واحمد واسحق وابو ثور وداود علی وجوب قراء ة الفا تحة خلف الامام فی جمیع الصلوات۔"

یعنی اس حدیث (حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ) سے امام عبداللہ بن مبارک، امام اوزاعی، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق، امام ابوثور، امام ابوداؤد رحمہم اللہ نے (مقتدی) کے لئے امام کے پیچھے نمازوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے وجوب پر دلیل پکڑی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ المجموع شرح مہذب جلد:۳/ص:۳۲۶ مصری میں فرماتے ہیں:

"وقراء ة الفاتحة للقادر علیها فرض من فروض الصلوٰة ورکن من ارکانهاو متعینة لا یقوم مقامها ترجمتها بغیر العربیة ولا قراء ة غیرها من القرآن ویستوی فی تعینها جمیع الصلوات فرضها ونفلها جهرها وسرها والرجل والمراة والمسافر والصبی والقائم والقاعد والمضطجع وفی حال شدة الخوف وغیرها سوآء فی تعینها الامام والماموم والمنفرد۔"

یعنی جو شخص سورۂ فاتحہ پڑھ سکتا ہے (یعنی اس کو یہ سورۂ یاد ہے) اس کے لئے اس کا پڑھنا نماز کے فرائض میں سے ایک فرض اور نماز کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور یہ سورۂ فاتحہ نماز میں ایسی معین ہے کہ نہ تو اس کی بجائے غیر عربی میں اس کا ترجمہ قائم مقام ہو سکتا ہے اور نہ ہی قرآن مجید کی کوئی دیگر آیت۔ اور اس تعین فاتحہ میں تمام نمازیں برابر ہیں فرض ہوں یا نفل، جہری ہوں یا سری اور مرد و عورت، مسافر، لڑکا (نابالغ) اور کھڑا ہو کر نماز پڑھنے والا اور بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھنے والا سب اس حکم میں برابر ہیں اور اس تعین فاتحہ میں امام، مقتدی اور اکیلا نماز پڑھنے والا (بھی) برابر ہیں۔

حدیث اور شارحین حدیث کی اس قدر کھلی ہوئی وضاحت کے باوجود کچھ حضرات کہہ دیا کرتے ہیں کہ اس حدیث میں امام یا مقتدی یا منفرد کا ذکر نہیں۔ اس لئے اس سے مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ کی فرضیت ثابت نہیں ہوگی۔ اس کے جواب کے لئے حدیث ذیل ملاحظہ ہو۔ جس میں صاف لفظوں میں مقتدیوں کا ذکر موجود ہے۔

”عن عبادة بن الصامت قال: كنا خلف رسول الله ﷺ فی صلوة الفجر فقرا رسول الله ﷺ فثقلت عليه القراء ة فلما فرغ قال: لعلكم تقرء ون خلف امامكم قلنا: نعم نهذّ هذًا يا رسول الله! قال: لا تفعلوا الا بفاتحة الكتاب فانه لا صلوة لمن لم يقرأ بها۔“ (ابو داود، ج:۱/ ص: ۹۱۱ ترمذی، ج: ۱/ ص: ۴۱، وقال: حسن)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فجر کی نماز میں ہم رسول کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے آپ نے جب قرآن شریف پڑھا تو آپ پر پڑھنا مشکل ہوگیا۔ جب آپ (نماز سے) فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ”شاید تم اپنے امام کے پیچھے (قرآن پاک سے کچھ) پڑھتے رہتے ہو۔“ ہم نے کہا! ہاں یا رسول اللہ! ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ”یاد رکھو سورۂ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو۔ کیونکہ جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔“ اور حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن کہا ہے۔

اس حدیث کے ذیل میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”والعمل علی هذا الحديث فی القراء ة خلف الامام عند اكثر اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعين وهو قول مالك بن انس وابن المبارك والشافعی واحمد واسحاق يرون القراء ة خلف الامام۔“ (ترمذی، ج:۱/ ص:۴۱)

یعنی امام کے پیچھے (سورۂ فاتحہ) پڑھنے کے بارہ میں اکثر اہل علم، صحابہ کرام اور تابعین کا اسی حدیث (عبادہ رضی اللہ عنہ) پر عمل ہے اور امام مالک، امام عبداللہ بن مبارک (شاگرد امام ابوحنیفہ) امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق (بھی) امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے۔

امام خطابی معالم السنن شرح ابوداؤد، ج:۱/ص:۲۰۵ میں لکھتے ہیں:

”هذا الحديث نص صريح بان قراء ة الفاتحة واجبة علی من صلی خلف الامام سواء جهر الامام بالقراء ة او خافت بها واسناده جيد لا طعن فيه۔“ (مرعاۃ ج:۱/ ص:۶۱۹)

یعنی یہ حدیث نص صریح ہے کہ مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ خواہ امام قراءت بلند آواز سے کرے یا آہستہ سے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خاص مقتدیوں کو خطاب کر کے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر کسی کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ اس حدیث کی سند بہت ہی پختہ ہے۔ جس میں طعن کی گنجائش نہیں۔ اس بارے میں دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

”عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال: من صلی صلوة ولم يقرا فيها بام القران فهی خداج ثلاثا غير تمام فقيل لابی هريرة انا نكون ورآء الامام فقال: اقرأ بها فی نفسك فانی سمعت رسول الله ﷺ يقول: قال الله تعالی قسمت الصلوة بينی وبين عبدی نصفين الحديث۔“ (صحیح مسلم، ج:۱/ ص:۱۶۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کوئی نماز پڑھے اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے (مردہ) ناقص ہے (مردہ) ناقص ہے (مردہ) پوری نہیں ہے۔“ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ہم لوگ امام کے پیچھے ہوتے ہیں۔ (تب بھی پڑھیں) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا (ہاں) اس کو آہستہ پڑھا کرو، کیونکہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔“ (آخر تک)

اس حدیث میں سورۂ فاتحہ ہی کو نماز کہا گیا ہے۔ کیونکہ نماز کی اصل روح سورۂ فاتحہ ہی ہے۔ دو حصوں میں بانٹنے کا مطلب یہ کہ شروع سورت سے ﴿اياك نستعين﴾ تک مختلف طریقوں سے اللہ کی حمد وثنا ہے۔ پھر آخر سورت تک دعائیں ہیں جو بندہ اللہ کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ اس طرح یہ سورت مبارکہ دو حصوں میں منقسم ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم، جلد:۱/ص:۱۷۰ میں لکھتے ہیں:

”ففيه وجوب قراء ة الفاتحة وانها متعينة لا يجزی غيرها الا لعاجز عنها وهذا مذهب مالك والشافعی وجمهور العلماء من الصحابة والتابعين فمن بعدهم۔“

یعنی اس حدیث (ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ) میں سورۂ فاتحہ کے فرض ہونے کا ثبوت ہے اور عاجز کے سوا سورۂ فاتحہ نماز میں متعین ہے۔ کوئی دوسری آیت

اس کی جگہ کفایت نہیں کر سکتی اور یہی مذہب امام مالک اور امام شافعی اور جمہور صحابہ کرام اور تابعین اور ان کے بعد علماء وائمہ عظام کا ہے۔

اس حدیث میں سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر نماز کیلئے لفظ خداج کا استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ امام خطابی معالم السنن شرح ابوداؤد، جلد:۱/ص:۲۰۳ پر فهی خداج کا معنی لکھتے ہیں:

"معناه ناقصة نقص فساد وبطلان يقول العرب: اخدجت الناقة اذا ألقت ولدها وهو دم لم يستبن خلقه فهي مخدج والخداج اسم مبنى عنه۔" (مرعاة، ج:۱/ ص:۵۸۸)

حاصل اس کا یہ ہے کہ جس نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے، وہ فاسد اور باطل ہے۔ اہل عرب اخدجت الناقة اس وقت بولتے ہیں جب اونٹنی اپنے بچے کو اس وقت گرا دے کہ وہ خون ہو اور اس کی خلقت و پیدائش ظاہر نہ ہوئی ہو۔ اور اسی سے لفظ خداج لیا گیا ہے۔ ثابت ہوا کہ خداج وہ نقصان ہے جس سے نماز نہیں ہوتی اور اس کی مثال اونٹنی کے مردہ بچہ جیسی ہے۔

"اقرأ بها في نفسك" اس کا معنی دل میں تدبر و تفکر اور غور کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ زبان کے ساتھ آہستہ آہستہ سورۂ فاتحہ پڑھا کر۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والمراد بقوله اقرابها في نفسك ان يتلفظ بها سرادون الجهر بها ولا يجوز حمله على ذكرها بقلبه دون التلفظ بها لاجماع اهل اللسان على ان ذالك لا يسمى قراء ة ولاجماع اهل العلم على ان ذكرها بقلبه دون التلفظ بها ليس بشرط ولا مسنون فلا يجوز حمل الخبر على مالا يقول به احد ولا يساعده لسان العرب۔" (كتاب القراء ة، ص:۱۷)

یعنی اس قول ((اقرابها في نفسك)) سے مراد یہ ہے کہ زبان سے آہستہ آہستہ پڑھ اور اس کو ذکر قلب یعنی تدبر و تفکر و غور پر محمول کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اہل لغت کا اس پر اجماع ہے کہ اس کو قراءت نہیں کہتے اور اہل علم کا اس پر بھی اجماع ہے کہ زبان سے تلفظ کئے بغیر صرف دل سے ذکر کرنا نماز کی صحت کے لئے نہ شرط ہے اور نہ ہی سنت۔ لہٰذا حدیث کو ایسے معنی پر حمل کرنا جس کا کوئی بھی قائل نہیں اور نہ ہی لغت عرب اس کی تائید کرے جائز نہیں۔

تفسیر جلالین، جلد:۱/ص:۱۴۸ مصری میں ﴿واذكر ربك في نفسك﴾ (۷/الاعراف:۲۰۵) کا معنی لکھا ہے۔ ای سرا یعنی اللہ تعالیٰ کو زبان سے آہستہ یاد کر۔

امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم، جلد:۱/ص:۱۷۰ میں اقرابها في نفسك کا معنی لکھتے ہیں: "فمعناه اقراها سرا بحيث تسمع نفسك واما ما حمله عليه بعض المالكية وغيرهم ان المراد تدبر ذالك وتذكره فلا يقبل لان القراء ة لا تطلق الا على حركة اللسان بحيث يسمع نفسه۔" یعنی اس کا معنی یہ ہے کہ (امام کے پیچھے) سورہ آہستہ پڑھا کر اس طرح کہ تو خود سے اور بعض مالکیہ نے اس کو سوچنے اور تدبر و فکر پر محمول کیا ہے وہ بالکل غلط ہے اور نامقبول ہے کیونکہ قراءت کا اطلاق حرکت لسان (زبان) پر ہی ہوتا ہے۔ یعنی جب تک زبان نہ ہلے اور فاتحہ کے الفاظ زبان سے ادا نہ کیے جائیں اس کو قراءت (پڑھنا) نہیں کہتے۔

اور حدیث میں قراءت (پڑھنے) کا حکم ہے۔ لہٰذا جب تک مقتدی فاتحہ کو زبان سے نہیں پڑھے گا، اس وقت تک حدیث پر عمل نہیں ہوگا۔

ہدایہ، جلد:۱/ص:۹۸ میں ہے۔ "لان القراء ة فعل اللسان۔" کیونکہ قراءت (پڑھنا) زبان کا کام ہے۔

کفایہ، جلد:۱/ص:۶۴ میں ہے "فيصلى السامع في نفسه اى يصلى بلسانه خفيا۔" یعنی جب خطیب آیت: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (۳۳/الاحزاب:۵۶) پڑھے تو سامعین کو چاہیے کہ اپنی زبان سے آہستہ درود پڑھ لیں۔ یعنی فی نفسہ کا معنی زبان سے آہستہ اور پوشیدہ پڑھنا ہے۔ ان حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ في نفسك کا معنی دل میں تدبر اور غور و فکر کرنا، لغت اور اہل علم اور خود فقہا کی تصریحات کے خلاف ہے اور صحیح معنی یہ ہے کہ زبان سے آہستہ پڑھا کر اور یہی حدیث کا مقصود ہے۔ تیسری حدیث یہ ہے:

"عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: من صلى صلوة لم يقرا فيها بفاتحة الكتاب فهى خداج غير تمام۔"

(جزء القراء ة، ص:۸ دهلى، كتاب القراء ة، ص:۳۱)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی وہ نماز ناقص ہے پوری نہیں۔'' خداج کی تفسیر اوپر گزر چکی ہے۔ اس بارے میں چوتھی حدیث یہ ہے:

"عن انس ان رسول اللہ ﷺ صلی باصحابه فلما قضی صلوته اقبل علیهم بوجهه فقال: تقرؤون فی صلوتکم خلف الامام والامام یقرأ؟ فسکتوا فقال لها ثلاث مرآت فقال قائل اوقائلون انا لنفعل قال: فلا تفعلوا ولیقرا احدکم فاتحة الکتاب فی نفسه۔" (کتاب القراءۃ، ص:٤٨، ٤٩، ٥٠، ٥٥۔ جزء القراءۃ دهلی، ص:٢٨)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی۔ نماز پوری کرنے کے بعد آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''جب امام پڑھ رہا ہو تو تم بھی اپنی نماز میں امام کے پیچھے پڑھتے ہو؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش ہو گئے۔ تین بار آپ نے یہی فرمایا۔ پھر ایک سے زیادہ لوگوں نے کہا، ہاں! ہم ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''ایسا نہ کرو۔ تم میں سے ہر ایک صرف سورۂ فاتحہ آہستہ پڑھا کرے۔'' اس حدیث سے امام کے پیچھے مقتدی کے لیے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی فرضیت صاف ثابت ہے۔

اس بارے میں مزید وضاحت کے لئے پانچویں حدیث یہ ہے:

"عن ابی قلابة ان رسول اللہ ﷺ قال: لعل احدکم یقرأ خلف الامام والامام یقرا؟ فقال رجل انا لنفعل ذالك قال: فلا تفعلوا ولکن لیقرا احدکم بفاتحة الکتاب۔" (کتاب القراءۃ ص:٥٠)

ابو قلابہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شاید جب امام پڑھ رہا ہو تو ہر ایک تمہارا امام کے پیچھے پڑھتا ہے۔'' ایک آدمی نے کہا بے شک ہم ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا مت کرو اور لیکن ہر ایک تمہارا (امام کے پیچھے) سورۂ فاتحہ پڑھا کرے۔

ان احادیث سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ ضروری ہے۔ کیونکہ ان احادیث میں خاص لفظ فاتحہ اور خلف امام موجود ہے اور بھی وضاحت کے لئے چھٹی حدیث یہ ہے:

"عن عبد اللہ بن سوادة القشیری عن رجل من اهل البادیة عن ابیه وکان ابوه اسیرا عند رسول اللہ ﷺ قال: سمعت محمدا ﷺ قال لاصحابه: تقرؤون خلفی القرآن؟ فقالوا: یارسول اللہ: نهذه هذا قال: لا تقرؤوا الا بفاتحة الکتاب۔"

(کتاب القراءۃ، ص:٥٣)

عبداللہ بن سوادہ ایک دیہاتی سے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور اس کا باپ رسول اللہ ﷺ کے پاس اسیر تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرماتے ہوئے سنا: ''کیا تم نماز میں میرے پیچھے قرآن پڑھتے ہو؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''سوائے سورۂ فاتحہ کے کچھ نہ پڑھا کرو۔'' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وتواتر الخبر عن رسول اللہ ﷺ ((لا صلوٰة الا بقراءة ام القران)) (جزء القراءۃ ص:٤ دهلی)

یعنی اس بارے میں کہ بغیر سورۂ فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ سے تواتر (یعنی جم غفیر روایت کرتے ہیں) کے ساتھ احادیث مروی ہیں۔ امام عبدالوہاب شعرانی میزان کبریٰ، جلد:١/صفحہ ١٦٦ طبع دہلی میں فرماتے ہیں:

"من قال بتعین الفاتحة وانه لا یجزی قراءة غیرها قد دار مع ظاهر الاحادیث التی کادت تبلغ حد التواتر مع تائید ذالك بعمل السلف والخلف۔"

یعنی جن علما نے سورہ فاتحہ کو نماز میں متعین کیا ہے اور کہا کہ سورہ فاتحہ کے سوا کچھ اور پڑھنا کفایت نہیں کر سکتا۔ اولا: تو ان کے پاس احادیث نبویہ اس کثرت سے ہیں کہ تواتر کو پہنچنے والی ہیں۔ ثانیا: سلف وخلف (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین وتبع تابعین وائمہ عظام رحمہم اللہ علیہم) کا عمل بھی تعین فاتحہ در نماز کی تائید کرتا ہے۔

مسک الختام شرح بلوغ المرام، جلد ۱/ص: ۲۱۹ مطبع نظامی میں ہے: "وایں حدیث راشواہد بسیار است" یعنی قراءۃ فاتحہ خلف الامام کی حدیث کے شواہد بہت زیادہ ہیں۔

تفسیر ابن کثیر، ص: ۱۲ میں ہے۔ "والاحادیث فی هذا الباب کثیرة" یعنی قراءۃ فاتحہ کی احادیث بکثرت ہیں۔

ان ہی احادیث کثیرہ کی بنا پر بہت سے محققین علمائے احناف بھی قراءۃ فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں، جس کی تفصیل کے سلسلہ میں المحدث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری مرحوم فرماتے ہیں:

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا یہ قول کہ مقتدی کو الحمد نہیں پڑھنا چاہیے ان کا پرانا قول ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پرانے قول سے رجوع کرلیا ہے اور مقتدی کے لئے الحمد پڑھنے کو سری نماز میں مستحسن اور مستحب بتایا ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف لکھتے ہیں:

"لابی حنیفة ومحمد قولان احدهما عدم وجوبها علی الماموم بل ولا تسن وهذا قولهما القدیم وادخله محمد فی تصانیفه القدیمة وانتشرت النسخ الی الاطراف وثانیهما استحسانها علی سبیل الاحتیاط وعدم کراهتها عند المخافتة الحدیث المرفوع لا تفعلوا الا بام القران وفی زوایة لا تقرؤوا بشيء اذا جهرت الا بأم القرآن وقال عطاء: کانوا یرون علی الماموم القراء ة فی مایجهر فیه الامام وفی ما یسر فرجعا من قولهما الاول الی الثانی احتیاطا انتهی کذا فی غیث الغمام ص: ۱۵٦ حاشیة امام الکلام۔"

خلاصہ ترجمہ: اس عبارت کا یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں: ایک یہ کہ مقتدی کو الحمد پڑھنا نہ واجب ہے اور نہ سنت اور ان دونوں اماموں کا یہ قول پرانا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی قدیم تصنیفات میں اسی قول کو درج کیا ہے۔ اور ان کے نسخے اطراف و جوانب میں منتشر ہوگئے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مقتدی کو نماز سری میں الحمد پڑھنا مستحسن ہے علی سبیل الاحتیاط۔ اس واسطے کہ حدیث مرفوع میں وارد ہوا ہے کہ نہ پڑھو مگر سورہ فاتحہ اور ایک روایت میں ہے کہ جب میں بآواز بلند قراءت کروں تو تم لوگ کچھ نہ پڑھو مگر سورۂ فاتحہ۔ اور عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ) کہتے تھے کہ نماز سری و جہری دونوں میں مقتدی کو پڑھنا چاہیے۔ پس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے احتیاطاً اپنے پہلے قول سے دوسرے قول کی طرف رجوع کیا۔

لو اب بقول علامہ شعرانی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی امام کے پیچھے الحمد پڑھنا جائز ہوا بلکہ مستحسن و مستحب۔

اے ناظرین! جس حدیث کو علامہ شعرانی نے ذکر کیا ہے اور جس کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے قول سے رجوع کرنا لکھا ہے۔ اسی حدیث اور اس کے مثل اور احادیث صحیحہ کو دیکھ کر خود مذہب حنفی کے بڑے بڑے فقہا و علما امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول قدیم کو چھوڑ کر امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کے قائل و فائل ہوگئے۔ بعض تو نماز سری اور جہری دونوں میں اور بعض فقط نماز سری میں۔

علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں: "بعض اصحابنا یستحسنون ذالك علی سبیل الاحتیاط فی جمیع الصلوات وبعضهم فی السریة فقط وعلیه فقهاء الحجاز والشام۔" (کذا فی غیث الغمام ص: ۱۵٦) یعنی بعض فقہائے حنفیہ ہر نماز میں خواہ سری ہو خواہ جہری امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو احتیاطاً مستحسن بتاتے ہیں اور بعض فقہا فقط نماز سری میں اور مکہ اور مدینہ اور ملک شام کے فقہا کا اسی پر عمل ہے۔

عمدۃ الرعایہ ص: ۱۷۳ میں مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھتے ہیں: "وروی عن محمد انه استحسن قراء ة الفاتحة خلف الامام فی السریة وروی مثله عن ابی حنیفة صریح به فی الهدایة والمجتبی شرح مختصر القدوری وغیرهما وهذا هو مختار کثیر من مشائخنا۔" امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کو نماز سری میں مستحسن بتایا ہے اور اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا گیا ہے۔ اور اسی کو ہمارے بہت سے مشائخ نے اختیار کیا ہے۔

ہدایہ میں ہے:"ویستحسن علی سبیل الاحتیاط فی مایروی عن محمد۔" یعنی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا احتیاطاً مستحسن ہے۔

مولوی عبدالحئی صاحب امام الکلام میں لکھتے ہیں:"وھو و ان کان ضعیفا روایۃ لکنہ قوی درایۃ ومن المعلوم المصرح فی غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی وغیرہ انہ لا یعدل عن الروایۃ اذا وافقتھا درایۃ۔" یعنی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ''امام کے پیچھے الحمد پڑھنا مستحسن ہے'' اگر چہ روایتاً ضعیف ہے لیکن دلیل کے اعتبار سے قوی ہے۔اور غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ جب روایت دلیل کے موافق ہو تو اس سے عدول نہیں کرنا چاہیے اور علامہ شعرانی کے کلام سے اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ونیز امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اخیر قول ہے۔اور ان دونوں اماموں نے اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا ہے۔

اور شیخ الاسلام نظام الملۃ والدین مولانا عبدالرحیم جو شیخ التسلیم کے لقب سے مشہور ہیں اور رئیس اہل تحقیق کے نام سے بھی آپ یاد کئے گئے ہیں اور باتفاق علما ماوراء النہر وخراسان مذہب حنفی کے ایک مجتہد ہیں۔آپ باوجود حنفی المذہب ہونے کے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک قدیم کو چھوڑ کر امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحب کہتے ہیں اور خود بھی پڑھتے اور فرماتے تھے:"لوکان فی فمی یوم القیامۃ جمرۃ احب الی من ان یقال لا صلوۃ لك۔" یعنی اگر قیامت کے روز میرے منہ میں انگارا ہو تو میرے نزدیک یہ بہتر ہے اس سے کہ کہا جائے کہ تیری تو نماز ہی نہیں ہوئی۔(امام الکلام،ص:۲۰)

اے ناظرین!یہ حدیث کہ جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی نہایت صحیح ہے اور یہ حدیث کہ جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کے منہ میں قیامت کے روز انگارہ ہوگا موضوع اور جھوٹی ہے۔شیخ التسلیم نے اپنے قول میں پہلے حدیث کے صحیح ہونے اور دوسری حدیث کے موضوع اور جھوٹی ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اور امام ابوحفص کبیر رحمۃ اللہ علیہ جو مذہب حنفی کے ایک بہت بڑے مشہور فقیہ ہیں اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کبار میں سے ہیں۔آپ نے بھی اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔یعنی یہ بھی نماز سری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کے قائل تھے اور ان کے سوا اور بہت سے فقہا نے بھی اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔جیسا کہ گزر چکا ہے اور مشائخ حنفیہ اور جماعت صوفیہ کے نزدیک بھی یہ مسلک مختار ہے۔

ملا جیون نے تفسیر احمدی میں لکھا ہے:"فان رایت الطائفۃ الصوفیۃ والمشائخین تراھم یستحسنون قراءۃ الفاتحۃ للموتم کما استحسنہ محمد ایضا احتیاطا فیما روی عنہ انتھی۔" یعنی اگر جماعت صوفیہ اور مشائخین حنفیہ کو دیکھو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ لوگ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحسن بتاتے تھے۔جیسا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ احتیاطاً استحسان کے قائل تھے۔

اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی باوجود حنفی المذہب ہونے کے امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو اولی الاقوال بتایا ہے۔دیکھو حجۃ اللہ البالغہ۔اور جناب شاہ صاحب کے والد ماجد مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کے قائل تھے۔چنانچہ شاہ صاحب "انفاس العارفین" میں اپنے والد ماجد کے حال میں لکھتے ہیں کہ وہ(یعنی مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ)اکثر مسائل فروعیہ میں مذہب حنفی کے موافق تھے۔لیکن جب کسی مسئلہ میں حدیث سے یا وجدان سے مذہب حنفی کے سوا کسی اور مذہب کی ترجیح اور قوت ظاہر ہوتی تو اس صورت میں حنفی مذہب کا مسئلہ چھوڑ دیتے۔ازاں جملہ ایک یہ ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھتے تھے اور نماز جنازہ میں بھی سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔(غیث الغمام،ص:۱۷۴)

اور مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کی فرضیت کو ترجیح دی ہے۔چنانچہ آپ ایک استفتا کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے الحمد پڑھنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک منع ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس وقت امام آہستہ پڑھے جائز ہے۔اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بغیر پڑھنے الحمد کے نماز جائز نہیں۔اور نزدیک اس فقیر کے بھی قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجیح رکھتا ہے اور بہتر ہے کیونکہ اس حدیث کے لحاظ سے کہ''نہیں نماز ہوتی مگر سورۂ فاتحہ سے۔''نماز کا بطلان ثابت ہوتا ہے۔اور قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی جا بجا وارد ہے کہ جس جگہ حدیث صحیح وارد ہو اور میرا قول اس کے خلاف پڑے تو قول کو چھوڑ دینا چاہیے اور حدیث پر عمل کرنا چاہیے۔انتھی مترجما بقدر الحاجۃ۔

اور مولوی عبدالحیٔ لکھنوی ﷫ نے اس مسئلہ میں خاص ایک رسالہ تصنیف کیا ہے جس کا نام امام الکلام ہے اس رسالہ میں آپ نے باوجود حنفی المذہب ہونے کے یہ فیصلہ کیا ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا نماز سری میں مستحسن و مستحب ہے اور نماز جہری میں بھی سکتات امام کے وقت۔ چنانچہ رسالہ مذکورہ ص۱۵۶ میں لکھتے ہیں:

"فاذن ظهر حق الظهور ان اقوى المسالك التى سلك عليها اصحابنا هو مسلك استحسان القراءة فى السرية كما هو رواية عن محمد بن الحسن واختارها جمع من فقهاء الزمن وارجو رجاء موثقا ان محمدا الماجوز القراءة فى السرية واستحسنها لا بد ان يجوز القراءة فى الجهرية فى السكتات عند وجد انها لعدم الفرق بينه وبينه ، انتهى۔"

مختصراً یعنی اب نہایت اچھی طرح ظاہر ہوگیا کہ جن مسلکوں کو ہمارے فقہائے حنفیہ نے اختیار کیا ہے، ان سب میں زیادہ قوی یہی مسلک ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا نماز سری میں مستحسن ہے۔ جیسا کہ روایت ہے امام محمد ﷫ سے اور اسی کو فقہائے زمانہ کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور میں (یعنی مولوی عبدالحیٔ صاحب ﷫) امید واثق رکھتا ہوں کہ امام محمد ﷫ نے جب نماز سری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحسن کہا ہے تو ضرور نماز جہری میں بھی سکتات امام کے وقت مستحسن ہونے کے قائل ہوں گے۔ کیونکہ نماز جہری میں سکتات امام کی حالت میں اور نماز سری میں کچھ فرق نہیں ہے اور مولوی صاحب موصوف نے اپنا یہی فیصلہ سعایہ شرح وقایہ میں بھی لکھا ہے۔

ملا علی قاری حنفی ﷫ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں یہ لکھا ہے کہ نماز سری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنا جائز ہے، اور نماز جہری میں منع۔ مولوی عبدالحیٔ نے ملا صاحب کے اس قول کو رد کر دیا ہے۔ چنانچہ سعایہ میں لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری کا یہ قول ضعیف ہے، کیا ملا علی قاری کو یہ نہیں معلوم ہے کہ عبادہ ﷜ کی حدیث سے نماز جہری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کا جواز صراحتاً ثابت ہے۔

فتح القدیر وغیرہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ منع کی دلیلوں کے لینے میں زیادہ احتیاط ہے۔ مولوی عبدالحیٔ صاحب نے اس کو بھی رد کر دیا ہے۔ چنانچہ سعایہ، ص:۳۰۴ میں لکھتے ہیں: "وكذا ضعف ما فى فتح القدير وغيره ان الاخذ بالمنع احوط فانه لا منع ههنا عند تدقيق النظر۔" یعنی فتح القدیر وغیرہ میں جو یہ لکھا ہے کہ منع کی دلیلوں کے لینے میں زیادہ احتیاط ہے، سو یہ ضعیف ہے۔ کیونکہ دقیق نظر سے دیکھا جائے تو یہاں منع کی کوئی روایت ہی نہیں ہے اور مولوی صاحب تعلیق الممجد، ص:۱۰۱ میں لکھتے ہیں: "لم يرد فى حديث مرفوع صحيح النهى عن قراءة الفاتحة خلف الامام وكل ماذكروه مرفوعا فيه اما لا اصل له واما لا يصح انتهى۔" یعنی امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کی ممانعت کسی حدیث مرفوع صحیح میں وارد نہیں ہوئی اور ممانعت کے بارے میں علمائے حنفیہ جس قدر مرفوع حدیثیں بیان کرتے ہیں یا تو ان کی کچھ اصل ہی نہیں ہے یا وہ صحیح نہیں ہیں۔

اے ناظرین! دیکھو اور تو اور خود مذہب حنفی کے بڑے بڑے فقہا و علما نے قراءت فاتحہ خلف الامام کی حدیثوں کو دیکھ کر امام ابوحنیفہ ﷫ کے مسلک مشہور کو چھوڑ کر امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحسن و مستحب بتایا ہے اور خود بھی پڑھا ہے۔ بعض فقہا نے ہر نماز میں سری ہو یا جہری اور بعض نے فقط سری میں۔ اور بقول علامہ شعرانی خود امام ابوحنیفہ ﷫ و امام محمد ﷫ نے بھی ان ہی حدیثوں کی وجہ سے اپنے پہلے قول سے رجوع کر کے نماز سری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحب و مستحسن بتایا ہے اور مولوی عبدالحیٔ صاحب لکھنوی حنفی نے اس مسئلہ میں جو کچھ فیصلہ کیا اور لکھا ہے۔ آپ لوگوں نے اس کو بھی سن لیا۔

مگر بایں ہمہ ابھی تک بعض حنفیہ کا یہی خیال ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا ہر نماز میں سری ہو خواہ جہری ناجائز و حرام ہے۔ اور امام صاحب ﷫ اسی مسلک مشہور کو (جس کی کیفیت مذکور ہو چکی ہے) شاہراہ سمجھ کر اسی پر چلے جاتے ہیں۔ خیر اگر اسی مسلک کو شاہراہ سمجھتے تھے اور اسی پر چپ چاپ چلے جاتے۔ لیکن حیرت تو یہ ہے کہ ساتھ اس کے قراءت فاتحہ خلف الامام کی ان حدیثوں کا بھی صاف انکار کیا جاتا ہے۔ جن کی وجہ سے اور تو اور خود مذہب حنفی کے ائمہ و فقہا و علما نے امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو اختیار کر لیا۔ یا اگر انکار نہیں کیا جاتا ہے تو ان کی مہمل اور ناجائز تاویلیں کی جاتی ہیں۔ اور زیادہ حیرت تو ان علمائے حنفیہ سے ہے۔ جو روایات موضوعہ و کاذبہ اور آثار مختلفہ و باطلہ کو اپنی تصنیفات میں درج کر کے اور بیان کر کے اپنے عوام اور جاہل لوگوں کو فتنے میں ڈالتے ہیں اور ان کی زبان سے اور تو اور خود اپنے ائمہ و فقہا کی شان میں کلمات ناشائستہ اور الفاظ ناگفتہ بہ نکلواتے ہیں۔ کوئی

جاہل بکتا ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھے گا وہ گنا ہگار ہے۔ والعیاذ باللہ۔ ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ﴾ (۱۸/ الکھف: ۵)
اگر چہ غور کیا جائے تو ان جاہلوں کا یہ قصور نمبر دوم میں ہے اور نمبر اول کا قصور انہیں علمائے حنفیہ کا ہے، جو روایات کا ذبہ وموضوعہ کو ذکر کر کے ان جاہلوں کو فتنے میں ڈالتے اور ان کی زبان سے اپنے بزرگان دین کے منہ میں آگ وپتھر بھرواتے ہیں اور جو چاہتے ہیں ان سے کہلواتے ہیں۔ اگر یہ لوگ روایات کاذبہ وموضوعہ کو بیان نہ کرتے یا بیان کرتے مگر ان کا کذب وموضوع ہونا بھی صاف صاف ظاہر کرتے اور ساتھ اس کے اس مضمون کو بھی واضح طور پر بیان کرتے جو اوپر ہم نے بیان کیا ہے تو ان جاہلوں کی زبان سے ایسے ناگفتہ بہ کلمات ہرگز نہ نکلتے۔

آنچہ مے پری کہ خسرورا کہ کشت غمزۂ تو چشم تو ابروئے تو

(تحقیق الکلام ، حصہ اوّل / ۱۷)

ہمارے محترم علمائے احناف کے پاس بھی کچھ دلائل ہیں جن کی تفصیلی حقیقت معلوم کرنے کے لئے محدث کبیر حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب تحقیق الکلام کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ یہاں ہم اجمالی طور پر ان دلائل کی حقیقت حضرت مولانا عبدالحئی حنفی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے لفظوں میں پیش کر دینا چاہتے ہیں۔ موصوف علمائے احناف کے چوٹی کے عالم ہیں۔ مگر اللہ پاک نے آپ کو جو بصیرت عطا فرمائی وہ قابل صد تعریف ہے۔ چنانچہ آپ نے مندرجہ ذیل بیان میں اس بحث کا بالکل خاتمہ کر دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"لم یرد فی حدیث مرفوع صحیح النھی عن قراءۃ الفاتحۃ خلف الامام وکل ماذکروہ مرفوعا فیه اما لا اصل له واما لا یصح۔" (تعلیق الممجد علی مؤطا امام محمد ، ص:۱۰۱ طبع یوسفی)
یعنی کسی مرفوع حدیث میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی نہی (منع) وارد نہیں ہوئی اور اس کے بارے میں علمائے حنفیہ جس قدر دلائل ذکر کرتے ہیں یا تو وہ بالکل بے اصل اور من گھڑت ہیں، یا وہ صحیح نہیں۔

"فظھر انه لا یوجد معارض لاحادیث تجویز القراءۃ خلف الامام مرفوعا۔" (تعلیق الممجد ، ص:۱۰۱ طبع یوسفی) یعنی امام کے پیچھے (سورۂ فاتحہ) پڑھنے کی احادیث کے معارض ومخالف کوئی مرفوع حدیث نہیں پائی جاتی۔

حنفیہ کے دلائل کے جواب ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "وبالجملة لا یظھر لاحادیث تجویز القراءۃ خلف الامام معارض یساویھا فی الدرجة ویدل علی المنع۔" (تعلیق الممجد ، ص:۱۰۱) یعنی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے پیچھے (سورۂ فاتحہ) پڑھنے کی احادیث کے درجہ کی کوئی معارض ومخالف حدیث نہیں ہے اور نہ ہی (امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے) منع پر کوئی حدیث دلالت کرتی ہے۔

امید ہے کہ ناظرین کرام کے اطمینان خاطر کے لئے اسی قدر کافی ہوگا۔ اپنا مقصد صرف یہی ہے کہ سورۂ فاتحہ خلف الامام پڑھنے والوں سے حسد بغض رکھنا، ان کو غیر مقلد، لامذہب کہنا یہ کسی طرح بھی زیبا نہیں ہے۔ ضروری ہے کہ ایسے فروعی مباحث میں وسعت قلبی سے کام لے کر باہمی اتفاق کے لئے کوشش کی جائے جس کی آج اشد ضرورت ہے۔ وباللہ التوفیق۔

نوٹ: کچھ لوگ آیت شریف: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ﴾ (۷/ الاعراف: ۲۰۴) سے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے کی دلیل پکڑتے ہیں حالانکہ یہ آیت مکہ شریف میں نازل ہوئی جب کہ نماز باجماعت کا سلسلہ ہی نہ تھا، لہٰذا استدلال باطل ہے۔ تفصیل مزید کے لئے ثنائی ترجمہ والے قرآن مجید کے آخر میں مقالہ ثنائی کا مطالعہ کیا جائے۔ (راز)

۷۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيْدُ ابْنُ أَبِي سَعِيْدٍ ، عَنْ أَبِيْهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ ،

(۷۵۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے عبیداللہ عمری سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سعید بن ابی سعید مقبری نے اپنے باپ ابو سعید مقبری سے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اس کے بعد ایک اور شخص

فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَرَدَّ فَقَالَ: ((ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ)). فَرَجَعَ فَصَلَّى كَمَا صَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ)) ثَلَاثًا وَقَالَ: وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ فَعَلِّمْنِيْ. فَقَالَ: ((إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، وَافْعَلْ فِيْ صَلَاتِكَ كُلِّهَا)). [أطرافه في: ٧٩٣، ٦٢٥١، ٦٢٥٢، ٦٦٦٧] [مسلم: ٨٨٥، ٨٨٦؛ ابوداود: ٨٥٦؛ ترمذي: ٣٠٣؛ نسائي: ٨٨٣؛ ابن ماجه: ١٠٦٠، ٣٦٩٥]

آیا۔ اس نے نماز پڑھی، پھر نبی کریم ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا: ''واپس جا اور پھر نماز پڑھ، کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔'' وہ شخص واپس گیا اور پہلے کی طرح نماز پڑھی اور پھر آ کر سلام کیا۔ لیکن آپ نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا: ''واپس جا اور دوبارہ نماز پڑھ، کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔'' آپ نے اس طرح تین مرتبہ کیا۔ آخر اس شخص نے کہا کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں اس کے علاوہ اور کوئی اچھا طریقہ نہیں جانتا، اس لیے آپ مجھے نماز سکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ ''جب نماز کے لیے کھڑے ہو تو پہلے تکبیر کہہ۔ پھر آسانی کے ساتھ جتنا قرآن تجھ کو یاد ہو اس کی تلاوت کر۔ اس کے بعد رکوع کر، پورے اطمینان کے ساتھ پھر سر اٹھا کر پوری طرح کھڑا ہو جا۔ اس کے بعد سجدہ کر پورے اطمینان کے ساتھ۔ پھر سر اٹھا اور اچھی طرح بیٹھ جا۔ اسی طرح اپنی تمام نماز پوری کر۔''

تشریح: نبی کریم ﷺ کو ہر بار یہ امید رہی کہ وہ خود درست کر لے گا۔ مگر تین بار دیکھ کر آپ نے اسے تعلیم فرمائی۔ ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے کہ ''تکبیر کہہ پھر سورۂ فاتحہ پڑھ۔'' امام احمد و ابن حبان کی روایات میں یوں ہے کہ ''جو تو چاہے وہ پڑھ۔'' یعنی قرآن میں سے کوئی سورت۔ یہیں سے ترجمہ باب نکلا کہ آپ نے اس کو قراءت قرآن کا حکم فرمایا۔ قرآن مجید میں سب سے زیادہ آسانی کے ساتھ یاد ہونے والی سورۂ فاتحہ ہے۔ اسی کے پڑھنے کا آپ نے حکم فرمایا اور آیت قرآن: ﴿فَاقْرَؤُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ (٧٣/ المزمل: ٢٠) میں بھی سورۂ فاتحہ ہی کا پڑھنا مراد ہے۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ

باب: نماز ظہر میں قراءت کا بیان

٧٥٨۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ سَعْدٌ: كُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَلَاتَيِ الْعِشَاءِ لَا أَخْرِمُ عَنْهَا، كُنْتُ أَرْكُدُ فِي الْأُوْلَيَيْنِ وَأَحْذِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ. فَقَالَ: عُمَرُ ذَالِكَ الظَّنُّ بِكَ. [راجع: ٧٥٥]

(٧٥٨) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعوانہ نے عبدالملک بن عمیر سے بیان کیا، انہوں نے جابر بن سمرہ سے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں ان (کوفہ والوں) کو نبی کریم ﷺ کی طرح نماز پڑھاتا تھا۔ ظہر اور عصر کی دونوں نمازیں، کسی قسم کا نقص ان میں نہیں چھوڑتا تھا پہلی دو رکعتیں لمبی پڑھتا اور دوسری دو رکعتیں ہلکی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ کو تم سے امید بھی یہی تھی۔

٧٥٩ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ، يُطَوِّلُ فِي الْأُوْلَى، وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ، وَيُسْمِعُ الْآيَةَ أَحْيَانًا، وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ، وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الْأُوْلَى، وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلَى مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ. [أطرافه في: ٧٦٢، ٧٧٦، ٧٧٨، ٧٧٩] [مسلم: ١٠١٢، ١٠١٣؛ ابوداود: ٧٩٨، ٧٩٩، ٨٠٠؛ نسائي: ٩٧٣، ٩٧٤، ٩٧٥، ٩٧٧؛ ابن ماجه: ٧٢٩]

(٧٥٩) ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان نے بیان کیا، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے باپ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور ہر رکعت میں ایک ایک سورت پڑھتے تھے، ان میں بھی قراءت کرتے تھے لیکن آخری دو رکعتیں ہلکی پڑھاتے تھے کبھی کبھی ہم کو بھی کوئی آیت سنا دیا کرتے تھے۔ عصر میں آپ ﷺ سورۂ فاتحہ اور (ہر رکعت میں ایک ایک سورت کل دو) سورتیں پڑھتے تھے، اس کی بھی پہلی دو رکعتیں لمبی پڑھتے۔ اسی طرح صبح کی نماز کی پہلی رکعت لمبی کرتے اور دوسری ہلکی۔

٧٦٠ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عُمَارَةُ، عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ، قَالَ: سَأَلْنَا خَبَّابًا أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ: نَعَمْ. قُلْنَا: بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ؟ قَالَ: بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ. [راجع:٧٤٦].

(٧٦٠) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا' کہا ہم سے میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے سلیمان بن مہران اعمش نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمارہ بن عمیر نے بیان کیا ابومعمر عبداللہ بن مخبرہ سے، کہا کہ ہم نے خباب بن ارت سے پوچھا، کیا نبی کریم ﷺ ظہر اور عصر میں قراءت کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے بتلایا کہ ہاں، ہم نے پوچھا کہ آپ لوگوں کو کس طرح معلوم ہوتا تھا؟ فرمایا کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک کے ہلنے سے۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعَصْرِ

باب: نماز عصر میں قرأت کا بیان

٧٦١ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ ابْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ، قُلْتُ لِخَبَّابِ ابْنِ الْأَرَتِّ: أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قُلْتُ: بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ قِرَاءَتَهُ؟ قَالَ: بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ. [راجع:٧٤٦]

(٧٦١) ہم سے محمد بن یوسف بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے اعمش سے، انہوں نے عمارہ بن عمیر سے، انہوں نے ابومعمر سے کہ میں نے خباب بن الارت سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ ظہر اور عصر کی نمازوں میں قراءت کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں! میں نے کہا کہ آپ ﷺ کی قراءت کرنے کو آپ لوگ کس طرح معلوم کر لیتے تھے؟ فرمایا کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک کے ہلنے سے۔

٧٦٢۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَسُورَةٍ سُورَةٍ، وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا. [راجع: ٧٥٩]

(۷۶۲) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے ہشام دستوائی سے، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، انہوں نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے باپ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی ﷺ ظہر اور عصر کی دو رکعات میں سورۂ فاتحہ اور ایک ایک سورت پڑھتے تھے۔ اور آپ ﷺ کبھی کبھی کوئی آیت ہمیں سنا بھی دیا کرتے۔

تشریح: مقصود یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی نمازوں میں بھی امام اور مقتدی ہر دو کے لئے قراءت سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد پہلی دو رکعات میں کچھ اور قرآن پاک پڑھنا ضروری ہے۔ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا تو اتنا ضروری ہے کہ اس کے پڑھے بغیر نماز ہی نہ ہوگی اور کچھ آیات کا پڑھنا بس مسنون طریقہ ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سری نمازوں میں مقتدیوں کو معلوم کرانے کے لئے امام اگر کبھی کسی آیت کو آواز سے پڑھ دے تو اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا۔ نسائی کی روایت میں ہے کہ ہم صحابہ آپ سے سورۂ لقمان اور سورۂ والذاریات کی آیت کبھی کبھار سن لیا کرتے تھے۔ بعض روایتوں میں سورۂ سبح اسم ربك اور سورۂ هل اتاك حديث الغاشية ۔ کا ذکر آیا ہے۔ بہرحال اس طرح کبھی کبھار کوئی آیت آواز سے پڑھ دی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْمَغْرِبِ

باب: نماز مغرب میں قراءت کا بیان

٧٦٣۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ ابْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ أُمَّ الْفَضْلِ سَمِعَتْهُ وَهُوَ يَقْرَأُ ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا﴾ فَقَالَتْ: يَا بُنَيَّ لَقَدْ ذَكَّرْتَنِي بِقِرَاءَتِكَ هَذِهِ السُّورَةَ، إِنَّهَا لَآخِرُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ۔ [طرفه في: ٤٤٢٩] [مسلم: ١٠٣٧؛ ابوداود: ٨١٠؛ ترمذي: ٣٠٨؛ نسائي: ٩٨٥؛ ابن ماجه: ٨٣١]

(۷۶۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابن شہاب سے خبر دی، انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا، انہوں کہا کہ ام فضل رضی اللہ عنہا (ان کی ماں) نے انہیں ﴿والمرسلات عرفا﴾ پڑھتے ہوئے سنا۔ پھر کہا کہ اے بیٹے! تم نے اس سورت کی تلاوت کر کے مجھے یاد دلا دیا۔ میں آخر عمر میں رسول اللہ ﷺ کو مغرب میں یہی سورت پڑھتے ہوئے سنتی تھی۔

٧٦٤۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، قَالَ: قَالَ لِي زَيْدُ ابْنُ ثَابِتٍ: مَالَكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارٍ، وَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ بِطُولَى الطُّولَيَيْنِ.

(۷۶۴) ہم سے ابوعاصم نبیل نے بیان کیا، انہوں نے ابن جریج سے، انہوں نے ابن ابی ملیکہ (زہیر بن عبداللہ) سے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے، انہوں نے مروان بن حکم سے، اس نے کہا زید بن ثابت نے مجھے ٹوکا کہ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم مغرب میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے ہو۔ میں نے نبی ﷺ کو دو لمبی سورتوں میں سے ایک سورت پڑھتے ہوئے سنا۔

[ابو داود: ٨١٢؛ نسائي: ٩٨٩]

بَابُ الْجَهْرِ فِي الْمَغْرِبِ

باب: نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا (چاہیے)

٧٦٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ. [أطرافه في: ٣٠٥٠، ٤٠٢٣، ٤٨٥٤] [مسلم: ١٠٣٥؛ ابوداود: ٨١١؛ نسائي: ٩٨٦؛ ابن ماجه: ٨٣٢]

(۷۶۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابن شہاب سے خبر دی، انہوں نے محمد بن جبیر بن مطعم سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب میں سورۂ طور پڑھتے ہوئے سنا تھا۔

تشریح: مغرب کی نماز کا وقت تھوڑا ہوتا ہے اس لئے اس میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن اگر کبھی کوئی بڑی سورت بھی پڑھ دی جائے تو یہ بھی مسنون طریقہ ہے۔ خاص طور پر سورۂ طور پڑھنا کبھی سورۂ مرسلات۔

بَابُ الْجَهْرِ فِي الْعِشَاءِ

باب: نماز عشاء میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا

٧٦٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ بَكْرٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ (الانشقاق:١) فَسَجَدَ فَقُلْتُ لَهُ قَالَ: سَجَدْتُ خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ بِهَا حَتَّى أَلْقَاهُ. [أطرافه في: ٧٦٨، ١٠٧٤، ١٠٧٨] [مسلم: ١٣٠٤، ١٣٠٥؛ ابوداود: ١٤٠٨؛ نسائي: ٩٦٧]

(۷۶۶) ہم سے ابو النعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا اپنے باپ سے، انہوں نے بکر بن عبداللہ سے، انہوں نے ابو رافع سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ اس میں آپ نے ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ پڑھی اور سجدہ (تلاوت) کیا۔ میں نے ان سے اس کے متعلق معلوم کیا تو انہوں نے بتلایا کہ میں نے ابو القاسم ﷺ کے پیچھے بھی (اس آیت میں تلاوت کا) سجدہ کیا ہے اور زندگی بھر میں اس میں سجدہ کروں گا، یہاں تک کہ میں آپ سے مل جاؤں۔

٧٦٧۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِي سَفَرٍ فَقَرَأَ فِي الْعِشَاءِ فِي إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ بِـ: ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ (التين:١) [أطرافه في: ٧٦٩، ٤٩٥٢، ٧٥٤٦] [مسلم: ١٠٣٧، ١٠٣٨؛ ابوداود: ١٢٢١؛ ترمذي: ٣١٠؛ نسائي: ٩٩٩، ١٠٠٠؛ ابن ماجه: ٨٣٤، ٨٣٥]

(۷۶۷) ہم سے ابو الولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا عدی بن ثابت سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب سے سنا کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا۔ آپ سفر میں تھے کہ عشاء کی دو پہلی رکعات میں سے کسی ایک رکعت میں آپ نے ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ پڑھی۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ بِالسَّجْدَةِ

باب: نماز عشاء میں سجدہ کی سورت پڑھنا

٧٦٨ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا التَّيْمِيُّ، عَنْ بَكْرٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ: ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ (الانشقاق:١) فَسَجَدَ فَقُلْتُ: مَا هَذِهِ؟ قَالَ: سَجَدْتُ فِيْهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ فِيهَا حَتَّى أَلْقَاهُ. [راجع: ٧٦٦]

(٧٦٨) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے تیمی نے ابوبکر سے، انہوں نے ابو رافع سے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء پڑھی، آپ نے ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ پڑھی اور سجدہ کیا۔ اس پر میں نے کہا کہ یہ سجدہ کیسا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اس سورت میں میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سجدہ کیا تھا۔ اس لیے میں بھی ہمیشہ اس میں سجدہ کروں گا، یہاں تک کہ آپ سے مل جاؤں۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ

باب: نماز عشاء میں قراءت کا بیان

٧٦٩ـ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ: فِي الْعِشَاءِ بِـ ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ (التين:١) وَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ أَوْ قِرَاءَةً. [راجع: ٧٦٧]

(٧٦٩) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے مسعر بن کدام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عدی بن ثابت نے کہا۔ انہوں نے براء رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء میں ﴿والتین والزیتون﴾ پڑھتے سنا۔ میں نے آپ سے زیادہ اچھی آواز یا اچھی قراءت والا کسی کو نہیں پایا۔

بَابٌ: يُطَوِّلُ فِي الْأُوْلَيَيْنِ وَيَحْذِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ

باب: عشاء کی پہلی دو رکعات لمبی اور آخری دو رکعات مختصر کرنی چاہئیں

٧٧٠ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي عَوْنٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ: لَقَدْ شَكَوْكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى الصَّلَاةِ. قَالَ: أَمَّا أَنَا فَأَمُدُّ فِي الْأُوْلَيَيْنِ، وَأَحْذِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ، وَلَا آلُو مَا اقْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ. قَالَ: صَدَقْتَ، ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ، أَوْ ظَنِّي بِكَ. [راجع: ٧٥٥]

(٧٧٠) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے ابو عون محمد بن عبداللہ ثقفی سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن سمرہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کی شکایت کوفہ والوں نے تمام ہی باتوں میں کی ہے، یہاں تک کہ نماز میں بھی۔ انہوں نے کہا کہ میرا عمل تو یہ ہے کہ پہلی دو رکعات میں قراءت لمبی کرتا ہوں اور دوسری دو میں مختصر۔ جس طرح میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تھی اس میں کسی قسم کی کمی نہیں کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سچ کہتے ہو۔ تم سے امید بھی اسی کی ہے۔

تشریح: پہلی دو رکعات میں قراءت طویل کرنا اور دوسری دو رکعت میں مختصر کرنا یعنی صرف سورۂ فاتحہ پر کفایت کرنا یہی مسنون طریقہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان سن کر اظہار اطمینان فرمایا مگر کوفہ کے حالات کے پیش نظر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو وہاں سے بلا لیا۔ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کمال دور اندیشی کی دلیل ہے۔ بعض مواقع پر ذمہ داروں کو ایسا اقدام کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْفَجْرِ

باب: نماز فجر میں قرآن شریف پڑھنا

وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ بِالطُّورِ .

اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے سورۂ طور پڑھی۔

٧٧١ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ سَلَامَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي، عَلَى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَوَاتِ، فَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ، وَالْعَصْرَ وَيَرْجِعُ الرَّجُلُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيتُ مَا قَالَ: فِي الْمَغْرِبِ، وَلَا يُبَالِي بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا، وَلَا الْحَدِيثَ بَعْدَهَا، وَيُصَلِّي الصُّبْحَ وَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَيَعْرِفُ جَلِيسَهُ، وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ أَوْ إِحْدَاهُمَا مَا بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ. [راجع: ٥٤١]

(۷۷۱) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سیار بن سلامہ نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ ہم نے آپ سے نماز کے وقتوں کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی نماز سورج ڈھلنے پر پڑھتے تھے۔ عصر جب پڑھتے تو مدینہ کے انتہائی کنارہ تک ایک شخص چلا جاتا۔ لیکن سورج اب بھی باقی رہتا۔ مغرب کے متعلق جو کچھ آپ نے کہا وہ مجھے یاد نہیں رہا اور عشاء کے لیے تہائی رات تک دیر کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے اور آپ اس سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ جب نماز صبح سے فارغ ہوتے تو ہر شخص اپنے قریب بیٹھے ہوئے کو پہچان سکتا تھا۔ آپ دونوں رکعات میں یا ایک میں ساٹھ سے لے کر سو تک آیتیں پڑھتے۔

٧٧٢ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: فِي كُلِّ صَلَاةٍ يُقْرَأُ، فَمَا أَسْمَعَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَسْمَعْنَاكُمْ، وَمَا أَخْفَى عَنَّا أَخْفَيْنَا عَنْكُمْ، وَإِنْ لَمْ تَزِدْ عَلَى أُمِّ الْقُرْآنِ أَجْزَأَتْ، وَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ. [مسلم: ٨٨٣؛ نسائي: ٩٦٩]

(۷۷۲) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبدالملک بن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ ہر نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کی جائے گی۔ جن میں نبی کریم ﷺ نے ہمیں قرآن سنایا تھا ہم بھی تمہیں ان میں سنائیں گے اور جن نمازوں میں آپ نے آہستہ قراءت کی ہم بھی ان میں آہستہ ہی قراءت کریں گے اور اگر سورۂ فاتحہ ہی پڑھو تب بھی کافی ہے۔ لیکن اگر زیادہ پڑھ لو تو اور بہتر ہے۔

تشریح: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ شعبہ نے شک کیا ہے۔ طبرانی میں اس کا اندازہ سورۂ الحاقہ مذکور ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں پہلی رکعت میں الم تنزیل اور دوسری رکعت میں سورۃ الدھر پڑھا کرتے تھے۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

کی روایت میں آپ کا فجر کی نماز میں سورۂ ق پڑھنا بھی آیا ہے۔ بعض روایات میں والصافات اور سورۂ واقعہ پڑھنا بھی مذکور ہے۔ بہرحال فجر کی نماز میں قراءت قرآن طویل کرنا مقصود ہے یہ وہ مبارک نماز ہے جس میں قراءت قرآن سننے کے لئے خود فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

بَابُ الْجَهْرِ بِقِرَاءَةِ صَلَاةِ الْفَجْرِ

باب: فجر کی نماز میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا

وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: طُفْتُ وَرَاءَ النَّاسِ وَالنَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي يَقْرَأُ بِالطُّوْرِ.

اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے لوگوں کے پیچھے ہو کر کعبہ کا طواف کیا' اس وقت نبی کریم ﷺ (نماز میں) سورۂ طور پڑھ رہے تھے۔

٧٧٣ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ طَائِفَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ عَامِدِيْنَ إِلَى سُوْقِ عُكَاظٍ، وَقَدْ حِيْلَ بَيْنَ الشَّيَاطِيْنِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ، فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِيْنُ إِلَى قَوْمِهِمْ. فَقَالُوْا: مَا لَكُمْ؟ قَالُوْا: حِيْلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ، قَالُوْا: مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ إِلَّا شَيْءٌ حَدَثَ، فَاضْرِبُوْا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا، فَانْظُرُوْا مَا هَذَا الَّذِيْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، فَانْصَرَفَ أُوْلَئِكَ الَّذِيْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ بِنَخْلَةَ عَامِدِيْنَ إِلَى سُوْقِ عُكَاظٍ، وَهُوَ يُصَلِّيْ بِأَصْحَابِهِ صَلَاةَ الْفَجْرِ، فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْآنَ اسْتَمَعُوْا لَهُ، فَقَالُوْا: هَذَا وَاللَّهِ الَّذِي حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ. فَهُنَالِكَ حِيْنَ رَجَعُوْا إِلَى قَوْمِهِمْ قَالُوْا: يَا قَوْمَنَا ﴿إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِيْ إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا﴾ [الجن:٢،١] فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى

(٧٧٣) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عوانہ وضاح یشکری نے ابو بشر سے بیان کیا، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف گئے۔ ان دنوں شیاطین کو آسمان کی خبریں لینے سے روک دیا گیا تھا اور ان پر انگارے (شہاب ثاقب) پھینکے جانے لگے تھے۔ تو وہ شیاطین اپنی قوم کے پاس آئے اور پوچھا کہ بات کیا ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں آسمان کی خبریں لینے سے روک دیا گیا ہے۔ اور (جب ہم آسمان کی طرف جاتے ہیں تو) ہم پر شہاب ثاقب پھینکے جاتے ہیں۔ شیاطین نے کہا کہ آسمان کی خبریں لینے سے روکنے کی کوئی نئی وجہ ہوئی ہے۔ اس لیے تم مشرق و مغرب میں ہر طرف پھیل جاؤ اور اس سبب کو معلوم کرو جو تمہیں آسمان کی خبریں لینے سے روکنے کا سبب ہوا ہے۔ وجہ معلوم کرنے کے لیے نکلے ہوئے شیاطین تہامہ کی طرف گئے جہاں نبی کریم ﷺ عکاظ کے بازار کو جاتے ہوئے مقام نخلہ میں اپنے اصحاب کے ساتھ نماز فجر پڑھ رہے تھے۔ جب قرآن مجید انہوں نے سنا تو غور سے اس کی طرف کان لگا دیئے۔ پھر کہا: اللہ کی قسم یہی ہے جو آسمان کی خبریں سننے سے روکنے کا باعث بنا ہے۔ پھر وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے اور کہا قوم کے لوگو! ''ہم نے حیرت انگیز قرآن سنا جو سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اس لیے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔'' اس پر نبی کریم ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿قل اوحی الی﴾ ''آپ کہیے کہ مجھے وحی کے ذریعہ بتایا گیا ہے'' اور آپ پر جنوں کی گفتگو وحی کی گئی تھی۔

نَبِيِّهِ ﷺ: ﴿قُلْ أُوْحِيَ إِلَيَّ﴾ وَإِنَّمَا أُوْحِيَ إِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ. [طرفه في: ٤٩٢١]

[مسلم: ١٠٠٦؛ ترمذي: ٣٣٢٣]

تشریح: عکاظ ایک منڈی کا نام تھا، جو مکہ شریف کے قریب قدیم زمانے سے چلی آ رہی ہے، نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب سمیت ایسے عام اجتماعات میں تشریف لے جاتے اور تبلیغ اسلام فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ اس جگہ جا رہے تھے کہ بطن نخلہ وادی میں فجر کا وقت ہو گیا اور آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز پڑھائی۔ جس میں جنوں کی ایک جماعت نے قرآن پاک سنا اور مسلمان ہو گئے۔ سورۂ جن میں ان ہی کا ذکر ہے۔ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز فجر میں بآواز بلند قراءت فرمائی مغرب اور عشاء اور فجر ان وقتوں کی نمازیں جہری کہلاتی ہیں کہ ان کی شروع والی رکعتوں میں بلند آواز سے قراءت کی جاتی ہے۔

٧٧٤۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ فِيمَا أُمِرَ، وَسَكَتَ فِيمَا أُمِرَ ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ [مريم: ٦٤] وَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾. [الأحزاب: ٢١]

(۷۷۴) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے عکرمہ سے بیان کیا، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، آپ نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ کو جن نمازوں میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے کا حکم ہوا تھا، آپ نے ان میں بلند آواز سے پڑھا اور جن میں آہستہ پڑھنے کا حکم ہوا تھا ان میں آپ نے آہستہ سے پڑھا ''اور تیرا رب بھولنے والا نہیں'' اور ''رسول اللہ ﷺ کی زندگی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔''

بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ

باب: ایک رکعت میں دو سورتیں ایک ساتھ پڑھنا

وَالْقِرَاءَةِ بِالْخَوَاتِيمِ، وَبِسُورَةٍ قَبْلَ سُورَةٍ، وَبِأَوَّلِ سُورَةٍ، وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ السَّائِبِ: قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُؤْمِنُونَ فِي الصُّبْحِ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذِكْرُ مُوسَى وَهَارُونَ، أَوْ ذِكْرُ عِيسَى، أَخَذَتْهُ سَعْلَةٌ فَرَكَعَ. وَقَرَأَ عُمَرُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى بِمِائَةٍ وَعِشْرِينَ آيَةً مِنَ الْبَقَرَةِ، وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُورَةٍ مِنَ الْمَثَانِي. وَقَرَأَ الْأَحْنَفُ بِالْكَهْفِ فِي الْأُولَى، وَفِي الثَّانِيَةِ بِيُوسُفَ، أَوْ يُونُسَ، وَذَكَرَ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ عُمَرَ الصُّبْحَ بِهِمَا. وَقَرَأَ ابْنُ

اور سورت کے آخری حصوں کا پڑھنا اور ترتیب کے خلاف سورتیں پڑھنا یا کسی سورت کو (جیسا کہ قرآن شریف کی ترتیب ہے) اس سے پہلے کی سورت سے پہلے پڑھنا اور کسی سورت کے اول حصہ کا پڑھنا یہ سب درست ہے۔ اور عبداللہ بن سائب سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے صبح کی نماز میں سورۂ مومنون تلاوت فرمائی، جب آپ (ﷺ) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے ذکر پر پہنچے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر پر تو آپ کو کھانسی آنے لگی، اس لیے رکوع فرما دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی ایک سو بیس آیتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں مثانی (جس میں تقریباً سو آیتیں ہوتی ہیں) میں سے کوئی سورت تلاوت کی اور حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے پہلی رکعت میں سورۂ کہف اور دوسری میں سورۂ

مَسْعُوْدٍ بِأَرْبَعِيْنَ آيَةً مِنَ الْأَنْفَالِ، وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِنَ الْمُفَصَّلِ. وَقَالَ: قَتَادَةُ فِيمَنْ يَقْرَأُ بِسُوْرَةٍ وَاحِدَةٍ فِي رَكْعَتَيْنِ، أَوْ يُرَدِّدُ سُوْرَةً وَاحِدَةً فِي رَكْعَتَيْنِ: كُلٌّ كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.

یوسف یا سورۂ یونس پڑھی اور کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز میں یہ دونوں سورتیں پڑھی تھیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۂ انفال کی چالیس آیتیں (پہلی رکعت میں) پڑھیں اور دوسری رکعت میں مفصل کی کوئی سورت پڑھی اور قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے متعلق جو ایک سورت دو رکعات میں تقسیم کرکے پڑھے یا ایک سورت دو رکعتوں میں بار بار پڑھے، فرمایا کہ ساری ہی کتاب اللہ میں سے ہیں۔ (لہٰذا کچھ حرج نہیں)

۷۷٤م- وَقَالَ عُبَيْدُاللّٰهِ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَؤُمُّهُمْ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ، وَكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُوْرَةً يَقْرَأُ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلَاةِ مِمَّا يَقْرَأُ بِهِ افْتَتَحَ بِـ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾(الاخلاص/١) حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا، ثُمَّ يَقْرَأُ بِسُوْرَةٍ أُخْرَى مَعَهَا، وَكَانَ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، فَكَلَّمَهُ أَصْحَابُهُ وَقَالُوْا إِنَّكَ تَفْتَتِحُ بِهَذِهِ السُّوْرَةِ، ثُمَّ لَا تَرَى أَنَّهَا تُجْزِئُكَ حَتَّى تَقْرَأَ بِأُخْرَى، فَإِمَّا تَقْرَأُ بِهَا وَإِمَّا أَنْ تَدَعَهَا وَتَقْرَأَ بِأُخْرَى. فَقَالَ: مَا أَنَا بِتَارِكِهَا، إِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ أَؤُمَّكُمْ بِذَلِكَ فَعَلْتُ، وَإِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ. وَكَانُوْا يَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْ أَفْضَلِهِمْ، وَكَرِهُوْا أَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ. فَلَمَّا أَتَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَخْبَرُوْهُ الْخَبَرَ فَقَالَ: ((يَا فُلَانُ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ وَمَا يَحْمِلُكَ عَلَى لُزُوْمِ هَذِهِ السُّوْرَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ)). فَقَالَ: إِنِّي أُحِبُّهَا. قَالَ: ((حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ)).

(۷۷٤) عبیداللہ بن عمر نے ثابت رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انصار میں سے ایک شخص (کلثوم بن ہدم) قبا کی مسجد میں لوگوں کی امامت کیا کرتا تھا۔ وہ جب بھی کوئی سورت (سورۂ فاتحہ کے بعد) شروع کرتا تو پہلے ﴿قل هو الله احد﴾ پڑھ لیتا۔ پھر کوئی دوسری سورت پڑھتا۔ ہر رکعت میں اس کا یہی عمل تھا۔ اس کے ساتھیوں نے اس سلسلے میں اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ تم پہلے یہ سورت پڑھتے ہو اور صرف اسی کو کافی خیال نہیں کرتے بلکہ دوسری سورت بھی (اس کے ساتھ) ضرور پڑھتے ہو۔ یا تو تمہیں صرف اسی کو پڑھنا چاہیے ورنہ اسے چھوڑ دینا چاہیے اور بجائے اس کے کوئی دوسری سورت پڑھنی چاہیے۔ اس شخص نے کہا کہ میں اسے نہیں چھوڑ سکتا اب اگر تمہیں پسند ہے کہ میں نماز پڑھاؤں تو برابر پڑھاتا رہوں گا۔ ورنہ میں نماز پڑھانا چھوڑ دوں گا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ یہ ان سب سے افضل ہیں اس لیے وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے علاوہ کوئی اور شخص نماز پڑھائے۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ان لوگوں نے آپ کو واقعہ کی خبر دی۔ آپ نے ان کو بلا کر پوچھا: "اے فلاں! تمہارے ساتھی جس طرح کہتے ہیں اس پر عمل کرنے سے تم کو کون سی رکاوٹ ہے اور ہر رکعت میں اس سورت کو ضروری قرار دے لینے کا سبب کیا ہے۔" انہوں نے کہا کہ میں اس سورت سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اس سورت کی محبت تمہیں جنت میں لے جائے گی۔"

تشریح: آپ ﷺ نے ان کے اس فعل پر سکوت فرمایا بلکہ تحسین فرمائی۔ ایسی احادیث کو تقریری کہا گیا ہے۔

۷۷٥- حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ

(۷۷۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے

أَبَا وَائِلٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ: قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ اللَّيْلَةَ فِي رَكْعَةٍ. فَقَالَ: هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرُنُ بَيْنَهُنَّ، فَذَكَرَ عِشْرِيْنَ سُوْرَةً مِنَ الْمُفَصَّلِ سُوْرَتَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ. [طرفاه في: ٤٩٩٦، ٥٠٤٣] [مسلم: ١٩٠٨، ١٩٠٩، ١٩١٠؛ ترمذي: ٦٠٢؛ نسائي: ١٠٠٤]

ابو وائل شقیق بن مسلم سے کہ ایک شخص عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے رات ایک رکعت میں مفصل کی سورت پڑھی۔ آپ نے فرمایا کہ کیا اس طرح (جلدی جلدی) پڑھی جیسے شعر پڑھے جاتے ہیں۔ میں ان ہم معنی سورتوں کو جانتا ہوں جنہیں نبی کریم ﷺ ایک ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔ آپ نے مفصل کی بیس سورتوں کا ذکر کیا۔ ہر رکعت کے لیے دو دو سورتیں۔

بَابٌ: يَقْرَأُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

باب: پچھلی دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنا

٧٧٦ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُوْلَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ، وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ، وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ، وَيُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلَى مَا لَا يُطِيْلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ، وَهَكَذَا فِي الْعَصْرِ وَهَكَذَا فِي الصُّبْحِ. [راجع: ٧٥٩]

(٧٧٦) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے باپ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی ﷺ ظہر کی دو پہلی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے۔ کبھی کبھی ہمیں ایک آیت سنا بھی دیا کرتے تھے اور پہلی رکعت میں قراءت دوسری رکعتوں سے زیادہ کرتے تھے۔ عصر اور صبح کی نمازوں میں بھی آپ کا یہی معمول تھا۔ (حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے)۔

تشریح: حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابُ مَنْ خَافَتَ الْقِرَاءَةَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

باب: جس نے ظہر اور عصر میں آہستہ سے قراءت کی

٧٧٧ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، قَالَ: قُلْنَا لِخَبَّابٍ: أَكَانَ رَسُوْلُ

(٧٧٧) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن عبدالحمید نے اعمش سے بیان کیا، وہ عمارہ بن عمیر سے، وہ ابومعمر عبداللہ بن سخبرہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا

اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ: نَعَمْ. قُلْنَا: مِنْ أَيْنَ عَلِمْتَ؟ قَالَ: بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ. [راجع: ٧٤٦]

رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر میں قرآن مجید پڑھتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! ہم نے پوچھا کہ آپ کو معلوم کس طرح ہوتا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ آپ ﷺ کی ریش مبارک ہلنے سے۔

بَابُ إِذَا أَسْمَعَ الْإِمَامُ الْآيَةَ

باب: اگر امام سری نماز میں کوئی آیت پکار کر پڑھ دے کہ مقتدی سن لیں، تو کوئی قباحت نہیں

٧٧٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ مَعَهَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا، وَكَانَ يُطِيلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى. [راجع: ٧٥٩]

(٧٧٨) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام عبدالرحمٰن اوزاعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی قتادہ نے بیان کیا، وہ اپنے والد ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی ﷺ ظہر اور عصر کی دو پہلی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھتے تھے۔ کبھی کبھی آپ کوئی آیت ہمیں سنا بھی دیا کرتے تھے۔ پہلی رکعت میں قراءت زیادہ طویل کرتے تھے۔

بَابُ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى

باب: پہلی رکعت (میں قراء ت) طویل ہونی چاہیے

٧٧٩ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ، وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ، وَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ. [راجع: ٧٥٩]

(٧٧٩) ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے والد ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی پہلی رکعت میں (قراءت) طویل کرتے تھے اور دوسری رکعت میں مختصر، صبح کی نماز میں بھی آپ اسی طرح کرتے تھے۔

بَابُ جَهْرِ الْإِمَامِ بِالتَّأْمِينِ

باب: (جہری نمازوں میں) امام کا بلند آواز سے آمین کہنا

وَقَالَ عَطَاءٌ: آمِينَ دُعَاءٌ، أَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَرَاءَهُ حَتَّى إِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً. وَكَانَ

اور عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ آمین ایک دعا ہے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان لوگوں نے جو آپ کے پیچھے (نماز پڑھ رہے) تھے۔ اس زور سے

أَبُو هُرَيْرَةَ يُنَادِي الْإِمَامَ لَا تَفُتْنِي بِآمِينَ. وَقَالَ: نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَدَعُهُ وَيَحُضُّهُمْ، وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِي ذَلِكَ خَبَرًا.

آمین کہی کہ مسجد گونج اٹھی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ امام سے کہہ دیا کرتے تھے کہ آمین سے ہمیں محروم نہ رکھنا اور نافع نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما آمین کبھی نہیں چھوڑتے تھے اور لوگوں کو اس کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے۔ میں نے آپ سے اس کے متعلق ایک حدیث بھی سنی تھی۔

٧٨٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((آمِينَ)).

[اطرافه في: ٧٨١، ٧٨٢، ٤٤٧٥، ٦٤٠٢]

[مسلم: ٩١٥؛ ابوداود: ٩٣٦؛ ترمذي: ٢٥٠؛ نسائي: ٩٢٧]

(٧٨٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے سعید بن مسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن کے واسطے سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ کیونکہ جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ہوگئی اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔" ابن شہاب نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ "آمین" کہتے تھے۔

بَابُ فَضْلِ التَّأْمِينِ

باب: آمین کہنے کی فضیلت

٧٨١۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ: آمِينَ، وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ: آمِينَ، فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). [راجع: ٧٨٠]

[نسائي: ٩٢٩]

(٧٨١) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابوالزناد سے خبر دی، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جب کوئی تم میں سے آمین کہے اور فرشتوں نے بھی اسی وقت آسمان پر آمین کہی۔ اس طرح ایک کی آمین دوسرے کی آمین کے ساتھ مل گئی تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔"

تشریح: الحمد شریف کے خاتمہ پر فرشتے بھی آمین کہتے ہیں، سری میں پست آواز سے اور جہری میں بلند آواز سے، پس جس نمازی کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ مل گئی اس کا بیڑا پار ہو گیا۔ اللہ پاک ہر مسلمان کا بیڑا پار لگائے۔

بَابُ جَهْرِ الْمَأْمُومِ بِالتَّأْمِينِ

باب: مقتدی کا آمین بلند آواز سے کہنا

٧٨٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ

(٧٨٢) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا انہوں نے امام

مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴾ فَقُوْلُوْا: آمِيْنَ. فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَنُعَيْمٌ الْمُجْمِرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع:٧٨٠]

[ابوداود: ٩٣٥]

مالک رحمۃ اللہ علیہ سے، انہوں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن کے غلام سمی سے، انہوں نے ابوصالح سمان سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴾ کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس نے فرشتوں کے ساتھ آمین کہی اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔" سمی کے ساتھ اس حدیث کو محمد بن عمرو نے بھی ابوسلمہ سے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا۔ اور نعیم مجمر نے بھی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

تشریح: مقتدی امام کی آمین سن کر آمین کہیں گے، اسی سے مقتدیوں کے لئے آمین بالجہر کا اثبات ہوا۔ بنظر انصاف مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہی کافی ہے۔ تعصب مسلکی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

جہری نمازوں میں سورۂ فاتحہ کے اختتام پر امام اور مقتدیوں کے لئے بلند آواز سے آمین کہنا یہ بھی ایک ایسی بحث ہے جس پر فریقین نے کتنے ہی صفحات سیاہ کر ڈالے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اس پر بڑے بڑے فسادات بھی ہو چکے ہیں۔ محترم برادران احناف نے کتنی مساجد سے آمین بالجہر کے عاملین کو نکال دیا۔ مارا پیٹا اور معاملہ سرکاری عدالتوں تک پہنچا ہے۔ یہی وجہ ہوئی کہ اس جنگ کو ختم کرنے کے لئے اہل حدیث حضرات نے اپنی مساجد الگ تعمیر کیں اور اس طرح یہ فساد کم ہوا۔ اگر غور کیا جائے تو عقلاً و نقلاً یہ جھگڑا ہرگز نہ ہونا چاہیے تھا۔ لفظ آمین کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ میں نے جو دعائیں تجھ سے کی ہیں ان کو قبول فرما لے۔ یہ لفظ یہود و نصاریٰ میں بھی مستعمل رہا اور اسلام میں بھی اسے استعمال کیا گیا۔ جہری نمازوں میں اس کا زور سے کہنا کوئی امر قبیح نہ تھا۔ مگر صد افسوس کہ بعض علمائے سوء نے رائی کا پہاڑ بنا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں سر پھٹول ہوئی اور عرصہ کے لئے دلوں میں کاوش پیدا ہوگئی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں باب منعقد کر کے اور اس کے تحت احادیث لا کر اس بحث کا خاتمہ فرما دیا ہے۔ پھر بھی بہت سے لوگ تفصیلات کے شائق ہیں۔ لہٰذا ہم اس بارے میں ایک تفصیلی مقالہ پیش کر رہے ہیں جو متحدہ بھارت کے ایک زبردست فاضل استاذ الفضلاء راس الاتقیاء حضرت علامہ حافظ عبداللہ صاحب روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ اس میں دلائل کے ساتھ ساتھ ان پر اعتراضات واردہ کے بھی کافی شافی جوابات دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:

بلند آواز سے آمین کہنے کے متعلق احادیث و آثار اور علمائے احناف کے فتاوے:

احادیث: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "كان رسول الله ﷺ اذا تلا ﴿غير المغضوب عليهم ولا الضالين﴾ قال: امين حتى يسمع من يليه من الصف الاول۔" (ابو داود، ص:١٣٤ طبع دهلى)

رسول اللہ ﷺ جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے۔ یہاں تک کہ جو پہلی صف میں آپ کے نزدیک تھے۔ وہ سن لیتے۔ اس حدیث پر حنفیہ کی طرف سے دو اعتراض ہوتے ہیں:

ایک یہ کہ اس حدیث کی اسناد میں بشر بن رافع الحارثی ابوالاسباط ایک راوی ہے۔ اس کے متعلق نصب الرایہ، جلد: اول/ص: ٣٧١ میں علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں: "ضعفه البخاري والترمذي والنسائي واحمد وابن معين وابن حبان" اس کو امام بخاری، ترمذی ونسائی، احمد، ابن

معین، اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف کہا ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ایک راوی ابوعبداللہ ابن عم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے۔ جو بشر بن رافع کا استاد ہے، اس کے متعلق علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ ''اس کا حال معلوم نہیں اور بشر بن رافع کے سوا اس سے کسی نے روایت نہیں کی۔ یعنی یہ مجہول العین ہے، اس کی شخصیت کا پتہ نہیں۔''

جواب اعتراض اول: خلاصہ تہذیب الکمال کے صفحہ ۴۱ میں بشر بن رافع کے متعلق لکھا ہے: ''وثقه ابن معين وابن عدى وقال البخارى لا يتابع عليه۔'' یعنی ابن معین اور ابن عدی نے اس کو ثقہ کہا ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اس کی موافقت نہیں کی جاتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی ضعیف کہتا ہے اور کوئی ثقہ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ضعیف کہنے والوں نے ضعف کی وجہ بیان نہیں کی۔ اور ایسی جرح کو جرح مبہم کہتے ہیں۔ اور اصول کا قاعدہ ہے:

''ثقہ کہنے والوں کے مقابلے میں ایسی جرح کا اعتبار نہیں۔ ہاں اگر وجہ ضعف بیان کر دی جاتی تو ایسی جرح بیشک تعدیل پر مقدم ہوتی اور ایسی جرح کو جرح مفسر کہتے ہیں۔''

پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا کہ اس کی موافقت نہیں کی جاتی۔ یہ بہت ہلکی جرح ہے۔ ایسے راوی کی حدیث حسن درجہ سے نہیں گرتی۔ غالباً اس لئے ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے اور اس سے دوسرے اعتراض کا جواب بھی نکل آیا۔ کیونکہ ابوداؤد جس حدیث پر سکوت کرتے ہیں۔ وہ ان کے نزدیک اچھی ہوتی ہے۔ اور وہ مجہول العین کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ پس ابوعبداللہ مجہول العین نہ ہوا، ورنہ وہ سکوت نہ کرتے۔ علاوہ اس کے علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کو غلطی لگی ہے۔ یہ مجہول نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تقریب میں لکھتے ہیں: مقبول یعنی اس کی حدیث معتبر ہے۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ اس حدیث کی اسناد حسن ہیں۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ یہ حدیث بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ حسن صحیح ہے۔ (نیل الاوطار، جلد ۲/ص: ۱۷ا طبع مصر)

تنبیہ: نصب الرایہ، جلد اول/ص: ۳۷۱ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس کی اسناد میں اسحاق بن ابراہیم بن العلاء زبیدی ضعیف ہے۔

مگر جو جرح مفسر ثابت نہیں ہوئی۔ اس لئے دارقطنی نے اس کو ''حسن'' کہا ہے اور حاکم نے صحیح اور بیہقی نے حسن صحیح اور میزان الاعتدال میں جو عوف طائی سے اس کا جھوٹا ہونا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تقریب میں اس کی تردید کر دی ہے اور خلاصہ تہذیب الکمال میں عوف طائی کے ان الفاظ کو نقل ہی نہیں کیا۔ حالانکہ وہ خلاصہ والے میزان الاعتدال سے لیتے ہیں۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''عن ابى هريرة قال: ترك الناس التأمين كان رسول الله ﷺ اذا قال: غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال: امين حتى يسمعها اهل الصف الاول فيرتج بها المسجد۔''

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، لوگوں نے آمین چھوڑ دی۔ رسول اللہ ﷺ جب غير المغضوب عليهم ولا الضالين کہتے تو آمین کہتے۔ یہاں تک کہ پہلی صف سن لیتی۔ پس (بہت آوازوں کے ملنے سے) مسجد گونج جاتی۔ (ابن ماجہ، ص: ۶۲ طبع دہلی)

اس حدیث کی صحت بھی ویسی ہی ہے۔ جیسی پہلی حدیث کی ملاحظہ ہو نیل الاوطار، جلد: ۲/ص: ۱۷ا طبع مصر۔

(۳) ''عن ام الحصين انها كانت تصلى خلف النبى ﷺ فى صف النساء فسمعته يقول الحمد لله رب العالمين الرحمن الرحيم مالك يوم الدين حتى اذا بلغ غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال: امين۔''

(مجمع الزوائد هيثمى ، جلد: ۲/ ص: ۱۱٤ تخريج هداية حافظ ابن حجر: ۷۸)

ترجمہ: ام الحصین رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پیچھے عورتوں کی صف میں نماز پڑھا کرتی تھیں (وہ کہتی ہیں) میں نے آپ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا۔ '' الحمد لله رب العالمين ۔ الرحمن الرحيم ۔ مالك يوم الدين یہاں تک کہ غير المغضوب عليهم ولا الضآلين پر پہنچتے تو آمین کہتے۔ یہاں تک کہ میں سنتی اور عورتوں کی صف میں ہوتی۔

مذکورہ بالا حدیث میں ایک راوی اسماعیل بن مسلم مکی ہے اس پر زیلعی نے اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تو سکوت کیا۔ مگر ہیثمی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ خیر اگر ضعیف ہو تو دوسری روایتیں مذکورہ بالا اور زیریں اس کو تقویت دیتی ہیں۔

تنبیہ: کبھی پہلی صف کا سننا اور کبھی پچھلی صفوں تک آپ کی آواز کا پہنچ جانا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی آپ آمین فاتحہ کی آواز کے برابر کہتے اور کبھی معمولی آواز سے۔

(٤) "اخرجه ابو داود والترمذی عن سفیان عن سلمة بن کهیل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر ولفظه لابی داود قال: کان رسول الله ﷺ اذا قرأ ولا الضآلین قال: آمین ورفع بها صوته انتهی ولفظ الترمذی ومدبها صوته وقال حدیث حسن۔" (تخریج هدایه زیلعی ، جلد: اول / ص: ۳۷۰)

ترجمہ: ابوداؤد اور ترمذی میں ہے، وائل بن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب ولا الضالین پڑھتے تو بلند آواز سے آمین کہتے۔ یہ ابوداؤد کے لفظ ہیں۔ اور ترمذی کے یہ لفظ ہیں "ومدبها صوته" یعنی آمین کے ساتھ آواز کو کھینچتے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

تنبیہ: بعض لوگ "مد بها صوته" کے معنی کرتے ہیں کہ آمین کے وقت الف کو کھینچ کر پڑھتے لیکن ابوداؤد کے لفظ رفع بها صوته اور نمبر ۵ کی روایت جہراً مین نے وضاحت کر دی کہ مد بهاسے مراد آواز کی بلندی ہے اور یہ عرب کا عام محاورہ ہے اور احادیث میں بھی بہت آیا ہے۔ چنانچہ ترمذی میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ غفار، اسلم اور مزینہ تینوں قبیلے تمیم، اسد، غطفان اور بنی عامر صعصعہ سے بہتر ہیں۔ یمد بها صوته۔ یعنی بلند آواز سے کہتے اور بخاری میں براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ احزاب کے دن خندق کھودتے اور یہ کلمات کہتے:

اللهم لو لا انت ما اهتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا
فانزلنا سکینة علینا وثبت الاقدام ان لا قینا
ان الاولی رغبرا علینا واذا ارادوا فتنة ابینا

قال یمد صوته باخرها۔

"یا اللہ! اگر تیرا احسان نہ ہوتا تو نہ ہم ہدایت پاتے۔ نہ صدقہ خیرات کرتے نہ نماز پڑھتے، پس اگر ہم دشمنوں سے ملیں تو ہمارے دلوں کو ڈھارس دے اور ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ۔ یہ لوگ ہم پر دشمنوں کو چڑھا کر لے آئے۔ جب انہوں نے ہم سے مشرکانہ عقیدہ منوانا چاہا۔ ہم نے انکار کر دیا۔ براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ اخیر کلمہ (ابینا یعنی ہم نے انکار کر دیا) کے ساتھ دوسرے کلمات کی نسبت آواز بلند کرتے۔"

اور ابوداؤد وغیرہ میں ترجیع اذان کے متعلق ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ اس میں یہ الفاظ فمد من صوتك یعنی اپنی آواز کو (پہلے کی نسبت) بلند کر۔

(٥) "اخرج ابو داود والترمذی عن علی بن صالح ویقال العلاء بن صالح الاسدی عن سلمة بن کهیل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر عن النبی ﷺ انه صلی فجهر بآمین۔"

ترجمہ: وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں بلند آواز سے آمین کہی۔

تنبیہ: وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے راوی شعبہ بھی ہیں، جو سلمہ بن کہیل کے شاگرد ہیں، انہوں نے اپنی روایت میں وخفض بها صوته یعنی رسول اللہ ﷺ نے آہستہ آمین کہی۔ حنفیہ اسی کو لیتے ہیں اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنی روایت میں سلمہ بن کہیل سے ومدبها صوته یا ارفع بها صوته کہا ہے اس کو ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ فتح القدیر شرح ہدایہ اور عنایہ شرح ہدایہ، جلد: اول / ص: ۲۱۹ پر رفع الیدین کی بحث میں لکھا ہے کہ زیادہ فقیہ کی روایت کو ترجیح ہوتی ہے اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بالاتفاق شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فقیہ ہیں۔ اس بنا پر سفیان کی روایت کو ترجیح ہونی چاہیے اور محدثین کا اصول ہے کہ زیادہ حافظہ والے کو ترجیح ہوتی ہے اور سفیان رحمۃ اللہ علیہ حافظہ میں بھی شعبہ سے زیادہ ہیں۔ اسی بنا پر حنفیہ نے کئی مقامات پر سفیان رحمۃ اللہ علیہ کو شعبہ کی روایت پر ترجیح دی ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی، جلد: ۱/ ص: ۲۱۰ و ص: ۲۱۱)

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ سلمہ بن کہیل کے دو شاگرد اور ہیں۔ ایک علاء بن صالح یہ ثقہ ہیں اور ان کو علی بن صالح بھی کہتے ہیں۔ دوسرے محمد بن سلمہ، یہ ضعیف ہیں۔ ان دونوں سے علاء کی روایت میں جہر بآمین ہے اور محمد بن سلمہ کی روایت میں رفع بھا صوتہ ہے بلکہ خود شعبہ نے بھی ایک روایت میں سلمہ بن کہیل سے رافعا بھا صوتہ روایت کیا ہے۔ اور سند بھی اس کی صحیح ہے۔

ملاحظہ ہو نصب الرایہ، جلد: ۱/ص: ۳۶۹ اور تلخیص الحبیر، ص: ۸۹ اور تحفۃ الاحوذی، جلد: /ص: ۲۱۱۔ مگر باوجود اس کے حنفیہ نے شعبہ کی روایت خفض بھا صوتہ ہی کو لیا ہے لیکن سارے حنفیہ ایک سے نہیں۔ کئی اس کمزوری کو محسوس کر کے آمین بالجہر کے قائل ہیں۔ چنانچہ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔ ان شاء اللہ۔

(٦) "عن عبدالجبار بن وائل عن ابيه قال: صليت خلف رسول الله ﷺ فلما افتتح الصلوة كبرو رفع يديه حتى حاذ تا اذنيه ثم قرأ فاتحة الكتاب فلما فرغ منها قال: آمين يرفع صوته رواه النسائي۔" (تخريج زيلعى ، ج: ١/ ص: ٣٧١)

ترجمہ: عبدالجبار بن وائل رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ کانوں کے برابر ہو گئے۔ پھر فاتحہ پڑھی۔ پھر جب فاتحہ سے فارغ ہوئے تو بلند آواز سے آمین کہی۔ اس حدیث کو نسائی نے روایت کیا۔

نصب الرایہ، جلد: اول/ص: ۳۷۱ کے حاشیہ میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سے بحوالہ شرح المہذب النووی لکھا ہے کہ ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ عبدالجبار نے اپنے والد سے نہیں سنا اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ اپنے باپ کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہے۔ پس یہ حدیث منقطع ہوئی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حجر بن عنبس نے بھی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے اور اس نے وائل سے سنی ہے۔ اس لئے منقطع ہونے کا شبہ رفع ہو گیا۔ نیز کتب اسماء الرجال میں عبدالجبار کا استاد زیادہ تر اس کا بھائی علقمہ لکھا ہے۔ اس لئے غالب ظن ہے کہ اس نے یہ حدیث اپنے بھائی علقمہ سے سنی ہو۔ نصب الرایہ جلد: اول/ص: ۳۷۰ پر جو لکھا ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے نہیں سنا، وہ اپنے باپ کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہے، یہ نقل کرنے والوں کی غلطی ہے اور یہیں سے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کو بھی غلطی لگی ہے وہ بھی تقریب میں لکھتے ہیں کہ علقمہ بن وائل نے اپنے باپ سے نہیں سنا۔ حالانکہ وہ عبدالجبار ہے اور وہی اپنے باپ کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ ابھی گزرا ہے۔

ترمذی باب المرأة استكرهت على الزنا میں تصریح کی ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے سنا ہے، اور وہ عبدالجبار سے بڑا ہے اور عبدالجبار نے اپنے باپ سے نہیں سنا۔

اور مسلم باب منع سب الدهر میں علقمہ کی حدیث جو اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے، لائے ہیں اور مسلم منقطع حدیث نہیں لا سکتے کیونکہ وہ ضعیف ہوتی ہے۔

اور ابوداؤد باب من حلف ليقتطع بها مالا میں اس کی حدیث اس کے باپ سے لائے ہیں اور اس پر سکوت کیا ہے۔ حالانکہ ان کی عادت ہے کہ وہ انقطاع وغیرہ بیان کرتے ہیں۔

بہر صورت علقمہ کے سماع میں شبہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خلاصہ والے تہذیب الکمال میں تقریب کی یہ عبارت کہ "اس نے اپنے باپ سے نہیں سنا" ذکر نہیں کی۔ خلاصہ والی تقریب سے لیتے ہیں۔ پس جب علقمہ کا سماع ثابت ہو گیا اور ظن غالب ہے کہ عبدالجبار نے یہ حدیث علقمہ سے لی ہے۔ پس حدیث متصل ہو گئی اور حنفیہ کے نزدیک تو تابعی کی حدیث ایسے ہی متصل کے حکم میں ہوتی ہے۔ خواہ اپنے استاد کا نام لے یا نہ لے تو ان کو تو اس پر ضرور عمل کرنا چاہیے۔

(٧) "عن علی قال: سمعت رسول الله ﷺ اذا قال: ولا الضالين قال: آمين۔" (ابن ماجه ، باب الجهر بآمين ، ص: ٦٢)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جب آپ ولا الضآلین کہتے تو آمین کہتے۔ اس حدیث میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ایک راوی ہے۔ اس کے متعلق مجمع الزوائد میں لکھا ہے۔ جمہور اس کو ضعیف کہتے ہیں اور ابوحاتم کہتے ہیں مقام اس کا صدق ہے۔ مجمع الزوائد میں جمہور کے ضعیف کہنے کی وجہ نہیں بتائی۔ تقریب التہذیب میں اس کی وضاحت کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ صدوق سيء

الحفظ جدا۔ (یعنی سچا ہے۔ حافظہ بہت خراب ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ ضعف کی وجہ حافظہ کی کمزوری ہے۔ ویسے سچا ہے، جھوٹ نہیں بولتا۔ پس یہ حدیث بھی کسی قدر اچھی ہوئی اور دوسری حدیثوں کے ساتھ مل کر نہایت قوی ہوگئی۔ تحفۃ الاحوذی، جلد: اول/ص: ۲۰۸ میں ہے:

"واما حديث على فاخرجه الحاكم بلفظ قال: سمعت رسول اللهﷺيقول: امين اذا قرأ غير المغضوب عليهم ولا الضالين واخرج ايضا عنه ان النبیﷺاذا قرأ ولا الضالين رفع صوته بامين كذا فی اعلام الموقعين۔"

ترجمہ: مستدرک حاکم میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو آمین کہتے سنا جب کہ آپ نے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ پڑھا۔ نیز مستدرک حاکم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب ولا الضالين پڑھتے تو بلند آواز سے آمین کہتے۔ اعلام الموقعین میں اسی طرح ہے۔

(۸) تحفۃ الاحوذی کے اسی صفحہ میں ہے:

"ولا بي هريرة حديث اخر فی الجهر بالتأمين رواه النسائی عن نعيم المجمر قال: صليت وراء ابی هريرة فقرأ بسم الله الرحمن الرحيم ثم قرأ بام القرآن حتى بلغ غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال: امين فقال الناس: امين الحديث وفی اخره وقال: والذی نفس محمد بيده انی لا شبهكم صلوة برسول اللهﷺواسناده صحيح۔"

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آمین بالجہر کے بارے میں ایک اور حدیث ہے جو نسائی میں ہے۔ نعیم مجمر رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ انہوں نے پہلے بسم اللہ پڑھی، پھر فاتحہ پڑھی جب غير المغضوب عليهم ولا الضالين پر پہنچے، تو آمین کہی۔ پس لوگوں نے بھی آمین کہی۔ اس حدث کے آخر میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ بے شک میں نماز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تم سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں اور اس کی اسناد صحیح ہیں۔

(۹) نصب الرایہ زیلعی جلد: اول/ص: ۳۷۱ میں ہے:

" ورواه ابن حبان فی صحيحه فی النوع الرابع من القسم الخامس ولفظه كان رسول اللهﷺاذا فرغ من قراءة ام القرآن رفع بها صوته وقال: امين۔"

ترجمہ: ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فاتحہ سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے آمین کہتے۔ (زیلعی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر کوئی جرح نہیں کی)

(۱۰) ابن ماجه باب الجهر بآمين ص ۶۳ میں ہے:

"عن عائشة عن النبیﷺما حسدتكم اليهود ما حسد تكم على السلام والتأمين۔"

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود جتنا سلام اور آمین سے حسد کرتے ہیں، اتنا کسی اور شے پر حسد نہیں کرتے۔

بلند آواز سے آمین کہنے میں جب بہت سی آوازیں مل جاتیں تو اس میں اسلامی نمائش پائی جاتی۔ اس لئے یہود کو حسد آتا۔ ورنہ آہستہ میں حسد کے کچھ معنی ہی نہیں۔ کیونکہ جب سنا ہی کچھ نہیں تو حسد کس بات پر۔ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔ جیسے منذری رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے اور ابن خزیمہ رحمہ اللہ اس کو اپنی صحیح میں لائے ہیں اور امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اپنی سنن میں اس کو سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تلك عشرة كاملة: یہ دس احادیث ہیں۔ ان کے علاوہ اور روایتیں بھی ہیں۔ مسک الختام شرح بلوغ المرام میں ۱۷ ذکر کی ہیں۔ اور آثار تو بے شمار ہیں۔ دو سو صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر تو عطاء تابعی رحمہ اللہ کے قول ہی میں گزر چکا ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی لوگ آمین کہتے تھے۔ چنانچہ نمبر ۸ کی حدیث گزر چکی ہے۔ بلکہ حنفیہ کے طریق پر اجماع ثابت ہے۔ حنفیہ کا مذہب ہے: کنویں میں گر کر مر جائے۔ تو سارا کنواں صاف کر دینا چاہیے۔ دلیل

اس کی کنویں زمزم میں ایک حبشی مر گیا تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں کنویں کا سارا پانی نکلوا دیا اور کسی نے انکار نہیں کیا۔

پس یہ اجماع ہو گیا۔ٹھیک اسی طرح آمین کا مسئلہ ہے۔عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مسجد مکہ میں صحابہ کی موجودگی میں آمین کہی اور ان کے ساتھ لوگوں نے بھی کہی۔یہاں تک کہ مسجد گونج اٹھی اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا۔پس یہ اجماع ہو گیا۔پھر حنفیہ کے پاس آہستہ آمین کے بارے میں ایک حدیث بھی نہیں۔صرف شعبہ کی روایت ہے۔جس کا ضعف اوپر بیان ہو چکا ہے اور ہدایہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کیا ہے کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے:

سبحانك اللهم ، اعوذ ، بسم الله ، آمین مگر اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔ملاحظہ ہو درایہ تخریج ہدایہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ،ص:۷۱ اور نصب الرایہ تخریج ہدایہ زیلعی رحمہ اللہ ،جلد:۱/ص:۳۲۵۔اور فتح القدیر شرح ہدایہ،جلد:۱/ص:۲۰۴،ص:۲۰۷ وغیرہ۔

ہاں ابراہیم نخعی تابعی کا یہ قول ہے کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے۔مگر مرفوع احادیث اور آثار صحابہ کے مقابلہ میں ایک تابعی کے قول کی کیا وقعت ہے۔خاص کر جب خود اس سے اس کے خلاف روایت موجود ہے۔چنانچہ اوپر گزر چکا ہے کہ وہ آیت کریمہ ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ﴾ کے معنی دعا کرتے ہیں۔اس بنا پر آمین ان کے نزدیک درمیانی آواز سے کہنی چاہیے نہ بہت چلا کر نہ بالکل آہستہ اور یہی اہلحدیث کا مذہب ہے۔

حنفیہ کے بقیہ دلائل: بعض حنفیہ نے اس مسئلہ میں کچھ اور آثار بھی پیش کئے ہیں۔ہم چاہتے ہیں کہ وہ بھی ذکر کر دیں۔شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ سفر السعادت میں لکھتے ہیں:

"از امیر المؤمنین عمر بن الخطاب روایت کرده اند که اخفاء کند امام چهار چیزرا ، تعوذ ، بسم الله ، آمین ، سبحانك اللهم وبحمدك واز ابن مسعود نیز مثل این آمده۔ وسیوطی در جمع الجوامع از ابی وائل روایت آورده که گفت بودند عمر وعلی که جهر نمی کردند بسم الله الخ و نه تعوذ نه آمین" (ابن جریر طحاوی)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے۔اعوذ باللہ ، بسم اللہ ، آمین ، سبحانك اللهم ، اور اسی کی مثل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی آیا ہے اور سیوطی رحمہ اللہ جمع الجوامع میں ابی وائل رحمہ اللہ سے روایت لائے ہیں،وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، بسم اللہ،اعوذ اور آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔ابن جریر اور طحاوی نے اس کو روایت کیا ہے۔اور ابن ماجہ طبع ہند کے ص ۶۲ کے حاشیہ میں لکھا ہے:

"وروى عن عمر بن الخطاب قال: يخفى الامام اربعة اشياء التعوذ والبسملة وامين وسبحانك اللهم وعن ابن مسعود مثله۔" وروى السيوطى فى جمع الجوامع عن ابى وائل قال: كان عمر وعلى لا يجهران بالبسملة ولا بالتعوذ ولا بآمين رواه ابن جرير و الطحاوى وابن شاهين۔"

اس عربی عبارت کا ترجمہ بعینہٖ شرح سفر السعادت کی فارسی عبارت کا ترجمہ ہے۔حنفیہ کی ساری پونجی یہی ہے۔جو ان دونوں عبارتوں میں ہے۔ ان دونوں عبارتوں (عربی،فارسی) میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کا تو کوئی حوالہ نہیں دیا کہ کس نے اس کو روایت کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فعل کہ وہ اعوذ،بسم اللہ،آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔اس کے متعلق کہا ہے کہ ابن جریر،طحاوی اور ابن شاہین نے اس کو روایت کیا ہے۔لیکن اس کی اسناد میں سعید بن مرزبان بقال ہے۔جس کے متعلق میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ امام فلاس نے اسے ترک کر دیا ہے اور ابن معین کہتے ہیں اس کی حدیث لکھنے کے قابل نہیں۔اور امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔اور ابان بن حیلہ کوفی کے ترجمہ میں میزان الاعتدال میں ابن القطان نے نقل کیا ہے بخاری کہتے ہیں جس کے حق میں،میں منکر الحدیث کہہ دوں اس سے روایت لینی حلال نہیں۔پس یہ روایت بالکل ردی ہو گئی۔علاوہ اس کے ان کتابوں کے متعلق جن کی یہ روایت ہے شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ حجۃ اللہ البالغہ اور شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ عجالہ نافعہ میں لکھتے ہیں کہ "ان کی روایتیں بغیر جانچ پڑتال کے نہیں لینی چاہییں۔کیونکہ یہ احتیاط نہیں کرتے۔جھوٹی سچی،صحیح ضعیف سب انہوں نے خلط ملط کر دی ہیں۔پس حنفیہ کا بغیر تصحیح کے ان کی روایتیں پیش کرنا دوہری غلطی ہے۔خاص کر جب خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آمین بالجہر کی روایت آ گئی ہے جو نمبر

۲۷ میں گزر چکی ہے اور بسم اللہ بھی جہراً ان سے ثابت ہے۔ چنانچہ سبل السلام اور دارقطنی میں مذکور ہے۔(ملاحظہ ہو مسک الختام شرح بلوغ المرام ص: ۲۳۰) علاوہ اس کے مرفوع احادیث کے مقابلہ میں کسی کا قول وفعل کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ خواہ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا۔ مسلمان کی شان یہ ہونی چاہیے:

مصور کھینچ یہ نقشہ جس میں یہ صفائی ہو ادھر حکم پیغمبر ہو ادھر گردن جھکائی ہو

مزید ثبوت اور علمائے احناف کی شہادت: بعض اختلافی مسائل میں جانبین کے پاس دلائل کا کچھ نہ کچھ سہارا ہوتا ہے۔ مگر یہاں تو دوسرے پلڑے میں کچھ بھی نہیں اور جو کچھ ہے اس کا اندازہ قارئین کرام کو ہو چکا ہوگا۔ اب اس کی مزید وضاحت علمائے احناف کے فیصلوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ: احناف کے جدامجد ہیں۔ حنفی مذہب کی مشہور کتاب شامی (ردالمختار) کی جلد: ۴/ص: ۳۸۸ میں لکھا ہے: " كمال ابن الهمام بلغ رتبة الاجتهاد "یعنی امام ابن الہمام مرتبہ اجتہاد کو پہنچ گئے۔ وہ اپنی کتاب فتح القدیر میں لکھتے ہیں:

" ولو كان لى فى هذا شيء لوافقت بان رواية الخفض يرادبها عدم القرع العنيف و رواية الجهر بمعنى قولها فى زبر الصوت وذيله۔" (فتح القدير ، ج :۱/ ص: ۲۵۷)

ترجمہ: اگر فیصلہ میرے سپرد ہوتا تو میں یوں موافقت کرتا کہ آہستہ کہنے کی حدیث سے یہ مراد ہے کہ چلا کے نہ کہے اور جہر کی حدیث سے درمیانی آواز ہے۔

امام ابن امیر الحاج رحمۃ اللہ علیہ: یہ امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ یہ اپنے استاد کے فیصلہ پر صاد فرماتے ہیں۔ چنانچہ اپنی کتاب ''حلیہ'' میں لکھتے ہیں:

"ورجح مشايخنا بما لا يعرى عن شيء لمتأمله فلا جرم ان قال شيخنا ابن الهمام ولو كان الى شيء...... الخ۔" (تعليق الممجد على موطا الامام محمد ، ص: ۱۰۹)

ترجمہ: ہمارے مشائخ نے جن دلائل سے اپنے مذہب کو ترجیح دی ہے وہ تامل سے خالی نہیں۔ اس لئے ہمارے شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ اگر فیصلہ میرے سپرد ہوتا............ الخ۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: جن کی فارسی عبارت شرح سفر السعادت کے حوالہ سے ابھی گزری ہے۔ یہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت پہلے ہوئے ہیں۔ انہوں نے حنفی مذہب کے ترک کا ارادہ کیا۔ لیکن علمائے مکہ نے مشورہ دیا کہ جلدی نہ کرو۔ حنفی مذہب کے دلائل پر غور کرو۔ چنانچہ اس کے بعد انہوں نے ''فتح سر المنان'' لکھی۔ اس میں حنفی مذہب کے دلائل جمع کئے۔ مسئلہ آمین کے متعلق یہی عبارت لکھی جو امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی اور امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ والا ہی فیصلہ کیا۔

مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ: حنفی مذہب کے مشہور بزرگ ہیں وہ لکھتے ہیں۔ والا نصاف ان الجهر قوى من حيث الدليل (التعلیق المجد علی موطا الامام محمد، ص: ۱۰۵) یعنی انصاف یہ ہے کہ دلیل کی رو سے آمین بالجہر قوی ہے۔

مولانا سراج احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ: یہ بھی حنفی مذہب کے مشہور بزرگ ہیں۔ شرح ترمذی میں لکھتے ہیں:

"احادیث الجهر بالتأمین اکثر واصح۔ "یعنی بلند آواز سے آمین کہنے کی احادیث اکثر ہیں اور زیادہ صحیح ہیں۔

ان کے علاوہ مولانا عبدالعلی بحر العلوم لکھنوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ بھی ''ارکان الاسلام'' میں یہی لکھتے ہیں کہ ''آمین آہستہ کہنے کی بابت کچھ ثابت نہیں ہوا۔ اور دیگر علما بھی اسی طرح لکھتے ہیں مگر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ کیونکہ جب آہستہ کہنے کا کوئی ثبوت ہی نہیں، تو بہت بھرمار سے فائدہ ہی کیا۔ تسلی و اطمینان کے لئے جو کچھ لکھا گیا۔ اللہ اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے اور ضد وتعصب سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

(مقالہ آمین ورفع الیدین حضرت حافظ عبداللہ صاحب روپڑی نور الله قبره و برد مضجعه ، آمین) آج کل کے شارحین بخاری جن کا تعلق

دیو بند سے ہے۔ ایسے اختلافی امور پر جو بے تکی رائے زنی فرمار ہے ہیں وہ سخت حیرت انگیز ہیں۔ مثلاً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پچھلے باب میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا فعل نقل فرمایا کہ وہ اس قدر بلند آواز سے آمین کہا کرتے تھے کہ مسجد گونج اٹھتی تھی۔ اس پر یہ شاہ صاحب فرمار ہے ہیں:

''غالباً یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے کہ جب آپ فجر میں عبدالملک پر قنوت پڑھتے تھے۔ عبدالملک بھی ابن زبیر رضی اللہ عنہ پر قنوت پڑھتا تھا اور جس طرح کے حالات اس زمانہ میں تھے اس میں مبالغہ اور بے احتیاطی عموماً ہو جایا کرتی ہے۔'' (تفہیم البخاری، پ: ۳/ص: ۱۳۵) اس بے تکی رائے زنی پر اہل انصاف خود نظر ڈال سکیں گے کہ یہ کہاں تک درست ہے۔ اول تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا آمین بالجہر کہنا خاص نماز فجر میں کسی روایت میں مذکور نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ کا تعلق مغرب یا عشاء سے بھی ہو۔ پھر الحمد شریف کے خاتمہ پر آمین بالجہر کا عبدالملک پر قنوت پڑھنے سے کیا تعلق۔ قنوت کا محل دوسرا ہے پھر مبالغہ اور بے احتیاطی کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کی طرف منسوب کرنا ایک بڑی جرأت ہے اور بھی اسی قسم کی بے تکی باتیں کی جاتی ہیں۔ اللہ پاک ایسے علمائے کرام کو نیک ہدایت دے کہ وہ امر حق کو تسلیم کرنے کے لئے دل کھول کر تیار ہوں اور بے جا تاویلات سے کام لے کر آج کے تعلیم یافتہ روشن خیال لوگوں کو ہنسنے کا موقع نہ دیں۔ اللهم وفقنا لما تحب وترضى آمين۔

بَابٌ: إِذَا رَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ

باب: جب صف تک پہنچنے سے پہلے ہی کسی نے رکوع کر لیا (تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟)

٧٨٣۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنِ الْأَعْلَمِ۔ وَهُوَ زِيَادٌ۔ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ، أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ رَاكِعٌ، فَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَى الصَّفِّ، فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ)).

[ابوداود: ٦٨٣، ٦٨٤؛ نسائي: ٨٧٠]

(۷۸۳) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے زیاد بن حسان اعلم سے بیان کیا، انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف (نماز پڑھنے کے لیے) گئے آپ اس وقت رکوع میں تھے۔ اس لیے صف تک پہنچنے سے پہلے ہی انہوں نے رکوع کر لیا، پھر اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ ''اللہ تمہارا شوق اور زیادہ کرے لیکن دوبارہ ایسا نہ کرنا۔''

تشریح: طبرانی کی روایت میں ہے کہ ابوبکرہ اس وقت مسجد میں پہنچے کہ نماز کی تکبیر ہو چکی تھی، یہ دوڑے۔ اور طحاوی کی روایت میں ہے کہ دوڑتے ہوئے ہانپنے لگے، انہوں نے مارے جلدی کے صف میں شریک ہونے سے پہلے ہی رکوع کر دیا۔ نماز کے بعد جب نبی کریم ﷺ کو یہ حال معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا۔

بعض اہل علم نے اس سے رکوع میں آنے والوں کے لئے رکعت کے ہو جانے پر دلیل پکڑی ہے۔ عون المعبود شرح ابوداؤد، ص: ۲۳۲ میں ہے:

''قال الشوكاني في النيل: ليس فيه ما يدل على ما ذهبوا اليه لانه كمالم يامره بالاعادة لم ينقل ايضا انه اعتدبها والدعاء له بالحرص لا يستلزم الاعتداد بها لان الكون مع الامام ماموربه سواء كان الشيء الذى يدركه الموتم معتدا به ام لا كما فى الحديث اذاجئتم الى الصلوة ونحن سجود فاسجدوا و لا تعدوها شيئا على ان النبى ﷺ قد نهى ابابكرة عن العود الى مثل ذلك والاحتجاج بشيء قد نهى عنه لا يصح وقد اجاب ابن حزم فى المحلى عن حديث ابى بكرة فقال: انه لا حجة لهم فيه لانه ليس فيه اجتزاء بتلك الركعة...... الخ۔''

خلاصہ یہ کہ بقول علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث سے یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اگر حدیث میں یہ صراحت نہیں ہے کہ آپ نے اسے

رکعت کے لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا تو ساتھ ہی منقول یہ بھی نہیں کہ اس رکعت کو کافی سمجھا۔ آپ نے ابوبکرہ کو اس کی حرص پر دعائے خیر ضرور دی مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس رکعت کو بھی کافی سمجھا اور جب نبی کریم ﷺ نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو اس فعل سے مطلقاً منع فرمادیا تو ایسی ممنوعہ چیز سے استدلال پکڑنا صحیح نہیں۔ علامہ ابن حزم نے بھی محلی میں ایسا ہی لکھا ہے۔ صاحب عون المعبود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فهذا محمد بن اسماعيل البخارى احد المجتهدين وواحد من اركان الدين قد ذهب الى ان مدركا لركوع لا يكون مدركا للركعة حتى يقرأ فاتحة الكتاب فمن دخل مع الامام فى الركوع فله ان يقضى تلك الركعة بعد سلام الامام بل حكى البخارى هذا المذهب عن كل من ذهب الى وجوب القراءة خلف الامام..... الخ۔" (عون المعبود، ص: ٣٣٤)

یعنی امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ جو مجتہدین میں سے ایک زبردست مجتہد بلکہ ملت اسلام کے اہم ترین رکن ہیں، انہوں نے رکوع پانے والے کی رکعت کو تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ ان کا فتویٰ یہ ہے کہ ایسے شخص کو امام کے سلام کے بعد یہ رکعت پڑھنی چاہیے۔ بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ہر اس شخص کا مذہب نقل فرمایا ہے جس کے نزدیک امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی واجب ہے اور ہمارے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (حوالہ مذکورہ) اس تفصیل کے بعد یہ امر بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ جو حضرات بلاتعصب محض اپنی تحقیق کی بنا پر رکوع کی رکعت کے قائل ہیں وہ اپنے فعل کے خود ذمہ دار ہیں۔ ان کو بھی چاہیے کہ رکوع کی رکعت نہ ماننے والوں کے خلاف زبان کو تعریض سے روکیں اور ایسے مختلف فیہ فروعی مسائل میں وسعت سے کام لے کر اتفاق باہمی کو ضرب نہ لگائیں کہ سلف صالحین کا یہی طریقہ یہی طرز عمل رہا ہے۔ ایسے امور میں قائلین و منکرین میں سے حدیث ((انما الاعمال بالنيات)) کے تحت ہر شخص اپنی نیت کے مطابق بدلہ پائے گا۔ اسی لئے المجتهد قد يخطى ويصيب کا اصول وضع کیا گیا ہے۔ والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب دلائل کی رو سے صحیح یہی ہے کہ رکوع میں ملنے سے اس رکعت کا لوٹانا ضروری ہے۔

بَابُ إِتْمَامِ التَّكْبِيرِ فِي الرُّكُوعِ

باب: رکوع کرنے کے وقت بھی تکبیر کہنا

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَفِيهِ مَالِكُ ابْنُ الْحُوَيْرِثِ.

یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے بھی اس باب میں روایت کی ہے۔

٧٨٤ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: صَلَّى مَعَ عَلِيٍّ ـ بِالْبَصْرَةِ فَقَالَ: ذَكَّرَنَا هَذَا الرَّجُلُ صَلَاةً كُنَّا نُصَلِّيهَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَفَعَ وَكُلَّمَا وَضَعَ. [طرفاه في: ٧٨٦، ٨٢٦]

(٧٨٤) ہم سے اسحاق بن شاہین واسطی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ طحان نے سعید بن ایاس حریری سے بیان کیا، انہوں نے ابو العلاء یزید بن عبداللہ سے، انہوں نے مطرف بن عبداللہ سے، انہوں نے عمران بن حصین سے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ میں ایک مرتبہ نماز پڑھی۔ پھر کہا کہ ہمیں انہوں نے وہ نماز یاد دلا دی جو ہم نبی ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ پھر کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب سر اٹھاتے اور جب سر جھکاتے اس وقت تکبیر کہتے۔

٧٨٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي

(٧٨٥) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے ابن شہاب سے خبر دی، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے تو

بِهِمْ، فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ، فَإِذَا انْصَرَفَ قَالَ: إِنِّيْ لَأَشْبَهُكُمْ صَلَاةً بِرَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ. [أطرافه في :٧٨٩، ٧٩٥، ٨٠٣]

[مسلم: ٨٦٧؛ نسائي: ١١٥٤]

جب بھی وہ جھکتے اور جب بھی وہ اٹھتے تکبیر ضرور کہتے ۔ پھر جب فارغ ہوتے تو فرماتے کہ میں نماز پڑھنے میں تم سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز سے مشابہت رکھنے والا ہوں۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ان لوگوں کی تردید کرنا ہے جو رکوع اور سجدہ وغیرہ میں جاتے ہوئے تکبیر نہیں کہتے ۔ بعض شاہان بنی امیہ ایسا ہی کیا کرتے تھے ۔ باب کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے، کہ تکبیر کو رکوع میں جا کر پورا کرنا ۔ مگر بہتر ترجمہ وہی ہے جو اوپر ہوا۔

بَابُ إِتْمَامِ التَّكْبِيرِ فِي السُّجُوْدِ

باب: سجدے کے وقت بھی پورے طور پر تکبیر کہنا

٧٨٦ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ، عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ كَبَّرَ، وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ أَخَذَ بِيَدِيْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَقَالَ: قَدْ ذَكَّرَنِيْ هَذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ ﷺ. أَوْ قَالَ: لَقَدْ صَلَّى بِنَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ.

[راجع:٧٨٤]

(٧٨٦) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے غیلان بن جریر سے بیان کیا، انہوں نے مطرف بن عبداللہ بن شخیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے اور عمران بن حصین نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ۔ تو وہ جب بھی سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے ۔ اسی طرح جب سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے ۔ جب دو رکعتوں کے بعد اٹھتے تو تکبیر کہتے ۔ جب نماز ختم ہوئی تو عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آج حضرت محمد ﷺ کی نماز یاد دلا دی، یا یہ کہا کہ اس شخص نے ہم کو محمد ﷺ کی نماز کی طرح آج نماز پڑھائی۔

٧٨٧ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ رَجُلاً عِنْدَ الْمَقَامِ يُكَبِّرُ فِيْ كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ وَإِذَا قَامَ وَإِذَا وَضَعَ، فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: أَوَلَيْسَ تِلْكَ صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ؟ لَا أُمَّ لَكَ! [طرفه في :٧٨٨]

(٧٨٧) ہم سے عمرو بن عون نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ہشیم بن بشیر نے ابو بشر حفص بن ابی وحشیہ سے خبر دی، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو مقام ابراہیم میں (نماز پڑھتے ہوئے) دیکھا کہ ہر جھکنے اور اٹھنے پر وہ تکبیر کہتا تھا ۔ اسی طرح کھڑے ہوتے وقت اور بیٹھتے وقت بھی ۔ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کی اطلاع دی ۔ آپ نے فرمایا: ارے تیری ماں مرے! کیا یہ رسول اللہ ﷺ کی سی نماز نہیں ہے؟

تشریح: یعنی یہ نماز تو نبی کریم ﷺ کی نماز کے عین مطابق ہے اور تو اس پر تعجب کرتا ہے ۔ " لا ام لك "عرب لوگ زجر و توبیخ کے وقت بولتے ہیں ۔ جیسے ((ثكلتك امك)) یعنی تیری ماں تجھ پر روئے ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما عکرمہ پر خفا ہوئے کہ تو اب تک نماز کا پورا طریقہ نہیں جانتا اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے فاضل پر انکار کرتا ہے۔

بَابُ التَّكْبِيرِ إِذَا قَامَ مِنَ السُّجُوْدِ

باب: جب سجدہ کر کے کھڑا ہو تو تکبیر کہے

٧٨٨- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِيْنَ تَكْبِيْرَةً، فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: إِنَّهُ أَحْمَقُ. فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ، سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ. [راجع:٧٨٧]

وَقَالَ مُوْسَى: حَدَّثَنَا أَبَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ.

(٧٨٨) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے قتادہ سے بیان کیا، وہ عکرمہ سے، کہا کہ میں نے مکہ میں ایک بوڑھے کے پیچھے (ظہر کی) نماز پڑھی۔ انہوں نے (تمام نماز میں) بائیس تکبیریں کہیں۔ اس پر میں نے ابن عباس ؓ سے کہا کہ یہ بوڑھا بالکل بے عقل معلوم ہوتا ہے۔ ابن عباس ؓ نے فرمایا تمہاری ماں تمہیں روئے! یہ تو ابوالقاسم ﷺ کی سنت ہے۔

اور موسیٰ بن اسماعیل نے یوں بھی بیان کیا، کہ ہم سے ابان نے بیان کیا، کہ کہا ہم سے قتادہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے عکرمہ نے یہ حدیث بیان کی۔

٧٨٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُوْلُ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)). حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ، ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ: ((رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ)) ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِي، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا، وَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ. وَقَالَ عَبْدُاللهِ بْنُ صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ ((وَلَكَ الْحَمْدُ)).

[راجع :٧٨٥] [مسلم: ٨٦٨، ٨٦٩؛ ابوداود: ٧٣٨؛ نسائي: ١١٤٩]

(٧٨٩) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے عقیل بن خالد کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے کہا کہ مجھے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث نے خبر دی کہ انہوں نے ابوہریرہ ؓ سے سنا، انہوں نے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے، پھر جب رکوع کرتے تب بھی تکبیر کہتے تھے۔ پھر جب سر اٹھاتے تو "سمع الله لمن حمده" کہتے اور کھڑے ہی کھڑے "ربنا لك الحمد" کہتے۔ پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے (سجدہ کے لیے) جھکتے، پھر جب سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب (دوسرے) سجدہ کے لیے جھکتے تب تکبیر کہتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تب بھی تکبیر کہتے۔ اسی طرح آپ تمام نماز پوری کر لیتے تھے۔ قعدہ اولیٰ سے اٹھنے پر بھی تکبیر کہتے تھے۔ (اس حدیث میں) عبداللہ بن صالح نے لیث کے واسطے سے (بجائے ربنا لك الحمد کے) ربنا ولك الحمد نقل کیا ہے۔ (ربنا لك الحمد کہے یا ربنا ولك الحمد واؤ کے ساتھ ہر دو طریقہ سے درست ہے)۔

تشریح: چار رکعت نماز میں کل بائیس تکبیریں ہوتی ہیں ہر رکعت میں پانچ تکبیریں، ایک تکبیر تحریمہ دوسری پہلے تشہد کے بعد اٹھتے وقت سب بائیس ہوئیں۔ اور تین رکعت نماز میں سترہ اور دو رکعت میں گیارہ ہوتی ہیں۔ اور پانچوں نمازوں میں چورانوے تکبیریں ہوتی ہیں۔ موسیٰ بن اسماعیل کی سند کے بیان سے امام بخاری ؒ کی غرض یہ ہے کہ قتادہ سے دو شخصوں نے اس کو روایت کیا ہے۔ ہمام اور ابان نے اور ہمام کی روایت اصول میں امام بخاری ؒ کی شرط پر ہے اور ابان کی روایت متابعات میں۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ قتادہ کا سماع عکرمہ سے معلوم ہو جائے۔

بَابُ وَضْعِ الْأَكُفِّ عَلَى الرُّكَبِ فِي الرُّكُوعِ

باب: اس بارے میں کہ رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھنا

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فِي أَصْحَابِهِ: أَمْكَنَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ.

اور ابوحمید نے اپنے ساتھیوں کے سامنے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے رکوع میں اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر جمائے۔

٧٩٠ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ، صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ أَبِي فَطَبَّقْتُ بَيْنَ كَفَّيَّ ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فَخِذَيَّ، فَنَهَانِي أَبِي وَقَالَ: كُنَّا نَفْعَلُهُ فَنُهِيْنَا عَنْهُ، وَأُمِرْنَا أَنْ نَضَعَ أَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكَبِ. [مسلم: ١١٩٤، ١١٩٥، ١١٩٦، ١١٩٧؛ ابوداود: ٨٦٧؛ ترمذي: ٢٥٩؛ نسائي: ١٠٣٢؛ ابن ماجه: ٨٧٣]

(٧٩٠) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا ابویعفور اکبر سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مصعب بن سعد سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد کے پہلو میں نماز پڑھی اور اپنے دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر رانوں کے درمیان رکھ لیا۔ اس پر میرے باپ نے مجھے ٹوکا اور فرمایا کہ ہم بھی پہلے اسی طرح کرتے تھے۔ لیکن بعد میں اس سے روک دیئے گئے اور حکم ہوا کہ ہم اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھیں۔

تشریح: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے رکوع میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر دونوں رانوں کے بیچ میں رکھنا منقول ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب لا کر اشارہ فرمایا کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے۔

بَابٌ: إِذَا لَمْ يُتِمَّ الرُّكُوعَ

باب: اگر رکوع اچھی طرح اطمینان سے نہ کرے تو نماز نہ ہوگی

٧٩١ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ ابْنَ وَهْبٍ، قَالَ: رَأَى حُذَيْفَةُ رَجُلًا لَا يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ وَقَالَ: مَا صَلَّيْتَ، وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلَى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِي فَطَرَ اللَّهُ مُحَمَّدًا ﷺ. [راجع: ٣٨٩] [نسائي: ١٣١١]

(٧٩١) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا سلیمان اعمش کے واسطہ سے، کہا میں نے زید بن وہب سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نہ رکوع پوری طرح کرتا ہے نہ سجدہ۔ اس لیے آپ نے اس سے کہا کہ تم نے نماز ہی نہیں پڑھی اور اگر تم مر گئے تو تمہاری موت اس سنت پر نہیں ہوگی جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا کیا تھا۔

تشریح: یعنی تیرا خاتمہ معاذ اللہ کفر پر ہوگا۔ جو لوگ سنت رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس طرح خرابی کے خاتمہ سے ڈرنا چاہیے۔ سبحان اللہ! اہل حدیث کا جینا اور مرنا دونوں اچھا۔ مرنے کے بعد نبی کریم ﷺ کے سامنے کچھ شرمندگی نہیں۔ آپ کی حدیث پہ چلتے رہے جب تک جئے خاتمہ بھی حدیث پر ہوا۔ (مولانا وحیدالزماں رحمہ اللہ)

بَابُ اسْتِوَاءِ الظَّهْرِ فِي الرُّكُوعِ

باب: رکوع میں پیٹھ کو برابر کرنا (سر اونچا نیچا نہ

رکھنا)

وَقَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ فِيْ أَصْحَابِهِ: رَكَعَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ.

ابوحمید نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے رکوع کیا، پھر اپنی پیٹھ پوری طرح جھکا دی۔

بَابٌ: حَدُّ إِتْمَامِ الرُّكُوْعِ وَالْإِعْتِدَالِ فِيْهِ وَالْإِطْمَأْنِيْنَةِ

باب: رکوع پوری طرح کرنے کی اور اس میں اعتدال وطمانیت کی (حد کیا ہے؟)

تشریح: بعض نسخوں میں یہ باب الگ نہیں ہے۔ اور درحقیقت یہ اگلے ہی باب کا ایک جزو ہے۔ اور ابوحمید رضی اللہ عنہ کی تعلیق اس کے اول جزو سے متعلق ہے اور براء کی حدیث پچھلے جزو سے۔ اب ابن منیر کا اعتراض رفع ہو گیا کہ حدیث باب کے مطابق نہیں ہے۔ کذا قالہ الحافظ۔

٧٩٢ـ حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْحَكَمُ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: كَانَ رُكُوْعُ النَّبِيِّ ﷺ وَسُجُوْدُهُ، وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوْعِ، مَا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُوْدَ قَرِيْبًا مِنَ السَّوَاءِ. [طرفاه في: ٨٠١، ٨٢٠]

[مسلم: ١٠٥٧، ١٠٥٨؛ ابوداود: ٨٥٢؛ ترمذي: ٢٧٩، ٢٨٠؛ نسائي: ١٠٦٤، ١١٤٧، ١٣٣١]

(۷۹۲) ہم سے بدل بن محبر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے حکم نے ابن ابی لیلیٰ سے خبر دی، انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ کے رکوع وسجود، دونوں سجدوں کے درمیان کا وقفہ اور جب رکوع سے سر اٹھاتے، تو تقریباً سب برابر تھے۔ سوائے قیام اور تشہد کے قعود کے۔

تشریح: قیام سے مراد قراءت کا قیام ہے اور تشہد کا قعود، لیکن باقی چار چیزیں یعنی رکوع اور سجدہ اور دونوں سجدوں کے بیچ میں قعدہ اور رکوع کے بعد قومہ یہ سب قریب قریب برابر ہوتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ رکوع سے سر اٹھا کر اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ کہنے والا کہتا آپ بھول گئے ہیں۔ حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے اس طرح ہے کہ اس سے رکوع میں دیر تک ٹھہرنا ثابت ہوتا ہے۔ تو باب کا ایک جزو یعنی اطمینان اس سے نکل آیا اور اعتدال یعنی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا وہ بھی اس روایت سے ثابت ہو چکا۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے بعض طرق میں جن کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نکالا ہے اعتدال لمبا کرنے کا ذکر ہے۔ تو اس سے تمام ارکان کا لمبا کرنا ثابت ہو گیا۔

بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ الَّذِيْ لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهُ بِالْإِعَادَةِ

باب: نبی کریم ﷺ کا اس شخص کو نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دینا جس نے رکوع پوری طرح نہیں کیا تھا

٧٩٣ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ،

(۷۹۳) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے عبیداللہ عمری سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے سعید بن ابی سعید مقبری نے اپنے والد سے بیان کیا، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَرَدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ السَّلَامَ فَقَالَ: ((ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ)) فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ)). ثَلَاثًا. فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ فَعَلِّمْنِي. فَقَالَ: ((إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا)). [راجع: ۷۵۷]

نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور نماز پڑھنے لگا۔ نماز کے بعد اس نے آ کر نبی کریم ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ "واپس جا کر دوبارہ نماز پڑھ، کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔" چنانچہ اس نے دوبارہ نماز پڑھی اور واپس آ کر پھر آپ کو سلام کیا۔ آپ نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا کہ "دوبارہ جا کر نماز پڑھ، کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔" تین بار اسی طرح ہوا۔ آخر اس شخص نے کہا کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا۔ میں تو اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اس لیے آپ مجھے سکھلا یئے آپ نے فرمایا: "جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو (پہلے) تکبیر کہہ پھر قرآن مجید میں سے جو کچھ تجھ سے ہو سکے پڑھ، اس کے بعد رکوع کر اور پوری طرح رکوع میں چلا جا۔ پھر سر اٹھا اور پوری طرح کھڑا ہو جا۔ پھر جب تو سجدہ کرے تو پوری طرح سجدہ میں چلا جا۔ پھر (سجدہ سے) سر اٹھا کر اچھی طرح بیٹھ جا۔ دوبارہ بھی اسی طرح سجدہ کر۔ یہی طریقہ نماز کی تمام (رکعتوں میں) اختیار کر۔"

تشریح: اسی حدیث کو بروایت رفاعہ بن رافع ابن ابی شیبہ نے یوں روایت کیا ہے کہ اس شخص نے رکوع اور سجدہ پورے طور پر ادا نہیں کیا تھا۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اسے نماز لوٹانے کا حکم فرمایا۔ یہی ترجمہ باب ہے۔ ثابت ہوا کہ ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے ہر رکن کا ادا کرنا فرض ہے۔ اس روایت بخاری میں یہ ہے کہ آپ نے اسے فرمایا کہ پڑھ جو تجھے قرآن سے آسان ہو۔ مگر رفاعہ بن رافع کی روایت ابن ابی شیبہ میں صاف یوں مذکور ہے: "ثم اقرا بام القرآن و ما شاء الله۔" یعنی پہلے سورہ فاتحہ پڑھ پھر جو آسان ہو قرآن کی تلاوت کر۔ اس تفصیل کے بعد اس روایت سے سورۂ فاتحہ کی عدم رکنیت پر دلیل پکڑنے والا یا تو تفصیلی روایات سے ناواقف ہے یا پھر تعصب کا شکار ہے۔

بَابُ الدُّعَاءِ فِي الرُّكُوعِ

باب: رکوع کی دعا کا بیان

۷۹٤ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ: ((سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي)). [أطرافه في: ۸۱۷، ٤٢٩٣، ٤٩٦٧، ٤٩٦٨] [مسلم: ۱۰۸۵، ۱۰۸٦، ۱۰۸۷؛ ابوداود: ۸۷۷؛ نسائي: ۱۰٤٦، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲؛ ابن ماجه: ۸۸۹]

(۷۹۴) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے منصور بن معتمر سے بیان کیا، انہوں نے ابوالضحیٰ مسلم بن صبیح سے، انہوں نے مسروق سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ رکوع اور سجدہ میں "سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي" پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: رکوع اور سجدہ میں جو تسبیح پڑھی جاتی ہے اس میں کسی کا بھی کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ اس حدیث کے پیش نظر کہ ''رکوع میں اپنے رب کی تعظیم کرو اور بندہ سجدہ کی حالت میں اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، اس لئے سجدہ میں دعا کیا کرو کہ سجدہ کی دعا کے قبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔'' بعض ائمہ نے سجدہ کی حالت میں دعا جائز قرار دی ہے اور رکوع میں دعا کو مکروہ کہا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مذکورہ حدیث میں دعا کا ایک مخصوص ترین وقت حالت سجدہ کو بتایا گیا ہے۔ اس میں رکوع میں دعا کرنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ دونوں حالتوں میں دعا کرتے تھے۔ ابن امیر الحاج نے تمام دعائیں جماعت تک میں اس شرط پر جائز قرار دی ہیں کہ مقتدیوں پر اس سے کوئی گراں باری نہ ہو۔ (تفہیم البخاری)

بَابُ مَا يَقُولُ الْإِمَامُ وَمَنْ خَلْفَهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ

باب: امام اور مقتدی رکوع سے سر اٹھانے پر کیا کہیں؟

٧٩٥ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَالَ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)). قَالَ: ((اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)). وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ يُكَبِّرُ، وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ قَالَ: ((اللَّهُ أَكْبَرُ)). [راجع: ٧٨٥]

(٧٩٥) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، انہوں نے سعید مقبری سے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب "سمع الله لمن حمده" کہتے تو اس کے بعد "اللّٰهم ربنا ولك الحمد" بھی کہتے۔ اسی طرح جب آپ رکوع کرتے اور سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ دونوں سجدوں سے کھڑے ہوتے وقت بھی آپ اللہ اکبر کہا کرتے تھے۔

تشریح: حدیث سے امام کا کہنا تو ثابت ہوا لیکن مقتدی کا یہ کہنا اس طرح ثابت ہوگا کہ مقتدی پر امام کی پیروی ضروری ہے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں مذکور ہے۔ اسی حدیث کے دوسرے طرق میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب امام سمع الله لمن حمده کہے تو پیچھے والے بھی امام کے ساتھ ساتھ ربنا ولك الحمد الخ بھی کہیں۔

بَابُ فَضْلِ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

باب: اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ پڑھنے کی فضیلت

٧٩٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ. فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). [طرفه في: ٣٢٢٨] [مسلم: ٩١٣؛

(٧٩٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے سمی سے خبر دی، انہوں نے ابوصالح ذکوان کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب امام سمع الله لمن حمده کہے تم اللهم ربنا ولك الحمد کہو۔ کیونکہ جس کا یہ کہنا فرشتوں کے کہنے کے ساتھ ہوگا۔ اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''

[ابوداود: ٨٤٨؛ ترمذي: ٢٦٧؛ نسائي: ١٠٦٢]

بَابٌ

باب

٧٩٧۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَأُقَرِّبَنَّ صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ. فَكَانَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ يَقْنُتُ فِي الرَّكْعَةِ الْأَخِرَةِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَصَلَاةِ الْعِشَاءِ، وَصَلَاةِ الصُّبْحِ، بَعْدَ مَا يَقُوْلُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. فَيَدْعُوْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَلْعَنُ الْكُفَّارَ.

[أطرافه في: ٨٠٤، ١٠٠٦، ٢٩٣٢، ٤٥٦٠، ٤٥٩٨، ٦٢٠٠، ٦٣٩٣، ٦٩٤٠]

[مسلم: ١٥٤٤؛ ابوداود: ١٤٤٠؛ نسائي: ١٠٧٤]

(۷۹۷) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے ہشام دستوائی سے، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، انہوں نے ابوسلمہ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ لو میں تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے قریب قریب کر دوں گا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ظہر، عشاء اور صبح کی آخری رکعات میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔ سمع الله لمن حمده کے بعد۔ یعنی مومنین کے حق میں دعا کرتے اور کفار پر لعنت بھیجتے۔

تشریح: کچھ غداروں نے چند مسلمانوں کو دھوکا سے بئر معونہ پر شہید کر دیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حادثہ سے سخت صدمہ ہوا اور آپ نے ایک ماہ تک ان پر بددعا کی اور ان مسلمانوں کی رہائی کے لئے بھی دعا فرمائی جو کفار کے ہاں مقید تھے۔ یہاں اسی کی قنوت کا ذکر ہے۔ جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت آئے تو ہر نماز میں آخر رکعت میں رکوع کے بعد قنوت پڑھنا مستحب ہے۔

٧٩٨۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ الْقُنُوْتُ فِي الْفَجْرِ وَ الْمَغْرِبِ.

(۷۹۸) ہم سے عبداللہ بن ابی الاسود نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، انہوں نے خالد حذاء سے بیان کیا، انہوں نے ابوقلابہ (عبداللہ بن زید) سے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا کہ دعائے قنوت فجر اور مغرب کی نمازوں میں پڑھی جاتی ہے۔

٧٩٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ الْمُجْمِرِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ، قَالَ: كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّيْ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)). قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَهُ: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ،

(۷۹۹) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے، انہوں نے نعیم مجمر بن عبداللہ سے، انہوں نے علی بن یحییٰ بن خلاد زرقی سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے رفاعہ بن رافع زرقی سے، انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو "سمع الله لمن حمده" کہتے۔ ایک شخص نے پیچھے سے کہا "ربنا ولك الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر دریافت فرمایا کہ "کس نے یہ کلمات کہے ہیں۔" اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فَلَمَّا انصرَفَ قَالَ: ((مَنِ الْمُتَكَلِّمُ؟)) قَالَ: أَنَا . قَالَ: ((رَأَيْتُ بِضْعَةً وَثَلَاثِيْنَ مَلَكًا يَبْتَدِرُوْنَهَا، أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلُ)) . [ابوداود: ٧٧٠؛ نسائي: ١٠٦١]

فرمایا کہ ''میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ ان کلمات کو لکھنے میں وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے تھے۔'' (اس سے ان کلمات کی فضیلت ثابت ہوئی)۔

بَابُ الطُّمَأْنِيْنَةِ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ

باب: رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اطمینان سے سیدھا کھڑا ہونا

وَقَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ: رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ وَاسْتَوَى حَتَّى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ.

اور ابوحمید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے (رکوع سے) سر اٹھایا تو سیدھے اس طرح کھڑے ہوگئے کہ پیٹھ کا ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ گیا۔

٨٠٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ ثَابِتٍ، قَالَ: كَانَ أَنَسٌ يَنْعَتُ لَنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ فَكَانَ يُصَلِّيْ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامَ حَتَّى نَقُوْلَ: قَدْ نَسِيَ. [طرفه في :٨٢١]

(٨٠٠) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے ثابت بنانی سے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہمیں نبی کریم ﷺ کی نماز کا طریقہ بتلاتے تھے۔ چنانچہ آپ نماز پڑھتے اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ ہم سوچنے لگتے کہ آپ بھول گئے ہیں۔

تشریح: قسطلانی رحمہ اللہ نے کہا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اعتدال یعنی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا ایک لمبا رکن ہے۔ جن لوگوں نے اس کا انکار کیا ان کا قول فاسد اور نا قابل توجہ ہے۔

٨٠١۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: كَانَ رُكُوْعُ النَّبِيِّ ﷺ وَسُجُوْدُهُ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيْبًا مِنَ السَّوَاءِ . [راجع :٧٩٢]

(٨٠١) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے حکم سے بیان کیا، انہوں نے ابن ابی لیلیٰ سے، انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے رکوع، سجدہ، رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور دونوں سجدوں کے درمیان کا بیٹھنا تقریباً برابر برابر ہوتا تھا۔

تشریح: مراد یہ کہ آپ کی نماز معتدل ہوا کرتی تھی۔ اگر قراءت میں طول کرتے تو اسی نسبت سے اور ارکان کو بھی طویل کرتے تھے۔ اگر قراءت میں تخفیف کرتے تو اور ارکان کو بھی ہلکا کرتے۔

٨٠٢۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، قَالَ: كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ يُرِيْنَا كَيْفَ كَانَ صَلَاةُ النَّبِيِّ ﷺ وَذَاكَ فِيْ غَيْرِ وَقْتِ الصَّلَاةِ، فَقَامَ فَأَمْكَنَ الْقِيَامَ، ثُمَّ

(٨٠٢) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے ابوقلابہ سے کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہمیں (نماز پڑھ کر) دکھلاتے کہ نبی کریم ﷺ کس طرح نماز پڑھتے تھے اور یہ نماز کا وقت نہیں تھا۔ چنانچہ آپ (ایک مرتبہ) کھڑے ہوئے اور پوری طرح کھڑے رہے۔ پھر جب

رَكَعَ فَأَمْكَنَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَنْصَبَ هُنَيَّةً، قَالَ: فَصَلَّى بِنَا صَلَاةَ شَيْخِنَا هَذَا أَبِي يَزِيدَ. وَكَانَ أَبُو يَزِيدَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الْآخِرَةِ اسْتَوَى قَاعِدًا ثُمَّ نَهَضَ. [راجع:٦٧٧]

رکوع کیا اور پوری طمانیت کے ساتھ پھر سر اٹھایا تب بھی تھوڑی دیر سیدھے کھڑے رہے۔ ابوقلابہ نے بیان کیا کہ مالک رضی اللہ عنہ نے ہمارے اس شیخ ابو یزید کی طرح نماز پڑھائی۔ ابو یزید جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو پہلے اچھی طرح بیٹھ لیتے پھر کھڑے ہوتے۔

بَابٌ: يَهْوِي بِالتَّكْبِيرِ حِينَ يَسْجُدُ

باب: سجدہ کے لیے اللہ اکبر کہتا ہوا جھکے

وَقَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.

اور نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما (سجدہ کرتے وقت) پہلے ہاتھ زمین پر ٹیکتے، پھر گھٹنے ٹیکتے۔

تشریح: اس تعلیق کو ابن خزیمہ اور طحاوی نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔ لیکن باقی تینوں اماموں نے یہ کہا ہے کہ پہلے گھٹنے ٹیکے پھر ہاتھ زمین پر رکھے، نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا دلیل کی رو سے دونوں مذہب برابر ہیں اور اسی لئے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ نمازی کو اختیار ہے، چاہے گھٹنے پہلے رکھے چاہے ہاتھ۔ اور ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ترجیح دی ہے، جس میں مذکور ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرنے لگتے تو پہلے گھٹنے زمین پر رکھتے پھر ہاتھ۔ (مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ)

درست یہ ہے کہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راجح اور اصح ہے جو مسلم میں موجود ہے اور اس میں ہاتھ پہلے اور گھٹنے بعد میں ٹیکنے کا مسئلہ بیان ہے۔

٨٠٣۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي أَبُوبَكْرِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ وَغَيْرِهَا فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ، فَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُولُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. ثُمَّ يَقُولُ: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ. حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الِاثْنَتَيْنِ، وَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ حَتَّى يَفْرُغَ مِنَ

(٨٠٣) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے زہری سے، انہوں نے کہا کہ مجھ کو ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تمام نمازوں میں تکبیر کہا کرتے تھے۔ خواہ فرض ہوں یا نہ ہوں۔ رمضان کا مہینہ ہو یا کوئی اور مہینہ ہو۔ چنانچہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے، رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر "سمع الله لمن حمده" کہتے اور اس کے بعد "ربنا ولك الحمد" سجدہ سے پہلے۔ پھر جب سجدہ کے لیے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر سجدہ سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر دوسرا سجدہ کرتے وقت اللہ اکبر کہتے۔ اسی طرح سجدہ سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔ دو رکعتوں کے بعد قعدہ اولیٰ کرنے کے بعد جب کھڑے ہوتے تب بھی تکبیر کہتے۔ اور آپ ہر رکعت میں ایسا ہی کیا کرتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہونے تک۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرماتے کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تم میں سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ ہوں۔ اور

الصَّلَاةِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: حِيْنَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنِّيْ لَأَقْرَبُكُمْ شَبَهًا بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِنْ كَانَتْ هَذِهِ لَصَلَاتَهُ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا. [راجع: ٧٨٥] [ابوداود: ٨٣٦؛ نسائي: ١١٥٥]

آپ اسی طرح نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔

٨٠٤ـ قَالَا: وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ يَقُوْلُ: ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)). يَدْعُوْ لِرِجَالٍ فَيُسَمِّيْهِمْ بِأَسْمَائِهِمْ، فَيَقُوْلُ: ((اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيْعَةَ، وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ، وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ)). وَأَهْلُ الْمَشْرِقِ يَوْمَئِذٍ مِنْ مُضَرَ مُخَالِفُوْنَ لَهُ. [راجع: ٧٩٧]

(۸۰۴) ابو بکر اور ابو سلمہ دونوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ جب سر مبارک (رکوع سے) اٹھاتے تو "سمع الله لمن حمده، ربنا ولك الحمد" کہہ کر چند لوگوں کے لیے دعائیں کرتے اور نام لے لے کر فرماتے: "یا اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور تمام کمزور مسلمانوں کو (کفار سے) نجات دے۔ اے اللہ! قبیلہ مضر کے لوگوں کو سختی کے ساتھ کچل دے اور ان پر ایسا قحط مسلط کر جیسا یوسف (علیہ السلام) کے زمانہ میں آیا تھا۔" ان دنوں پورب والے قبیلہ مضر کے لوگ مخالفین میں تھے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں دعا یا بددعا کسی مستحق حقیقی کا نام لے کر بھی کی جا سکتی ہے۔

٨٠٥ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، غَيْرَ مَرَّةٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُوْلُ: سَقَطَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ فَرَسٍ ـ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ: مِنْ فَرَسٍ ـ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدُهُ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَصَلَّى بِنَا قَاعِدًا وَقَعَدْنَا ـ وَقَالَ سُفْيَانُ: مَرَّةً صَلَّيْنَا قُعُوْدًا ـ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. فَقُوْلُوْا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. وَإِذَا

(۸۰۵) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بار بار زہری سے یہ بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے زمین پر گر گئے۔ سفیان نے اکثر (بجائے عن فرس کے) من فرس کہا۔ اس گرنے سے آپ کا دایاں پہلو زخمی ہو گیا۔ تو ہم آپ کی خدمت میں عیادت کی غرض سے حاضر ہوئے۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا اور آپ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ ہم بھی بیٹھ گئے۔ سفیان نے ایک مرتبہ کہا کہ ہم نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا کہ "امام اس لیے ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ اس لیے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ سمع الله لمن حمده کہے تو تم ربنا ولك

سَجَدَ فَاسْجُدُوْا)). كَذَا جَاءَ بِهِ مَعْمَرٌ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ لَقَدْ حَفِظَ، كَذَا قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَلَكَ الْحَمْدُ. حَفِظْتُ: مِنْ شِقِّهِ الْأَيْمَنِ. فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَنَا عِنْدَهُ فَجُحِشَ سَاقُهُ الْأَيْمَنُ.

[راجع :٣٧٨] [مسلم: ٩٢١]

الحمد کہواور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔" (سفیان نے اپنے شاگرد علی بن مدینی سے پوچھا کہ) کیا معمر نے بھی اسی طرح حدیث بیان کی تھی۔ (علی کہتے ہیں کہ) میں نے کہا جی ہاں۔ اس پر سفیان بولے کہ معمر کو حدیث یاد تھی۔ زہری نے یوں کہا ولک الحمد۔ سفیان نے یہ بھی کہا کہ مجھے یاد ہے کہ زہری نے یوں کہا آپ کا دایاں بازو چھل گیا تھا۔ جب ہم زہری کے پاس سے نکلے ابن جریج نے کہا میں زہری کے پاس موجود تھا تو انہوں نے یوں کہا کہ آپ کی داہنی پنڈلی چھل گئی۔

تشریح: زہری نے کبھی تو پہلو کہا، کبھی پنڈلی۔ بعض نے یوں ترجمہ کیا ہے سفیان نے کہا جب ہم زہری کے پاس سے نکلے تو ابن جریج نے اس حدیث کو بیان کیا۔ میں ان کے پاس تھا اور ابن جریج نے پہلو کے بدلے پنڈلی کہا۔ حافظ نے اس ترجمہ کو ترجیح دی ہے۔ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور ظاہر ہے کہ مقتدی امام کے بعد سجدہ میں جاتا ہے تو اس کی تکبیر بھی امام کے بعد ہی ہوگی اور جب دونوں فعل اس کے امام کے بعد ہوئے تو تکبیر اسی وقت پر آن کر پڑے گی جب مقتدی سجدہ کے لئے جھکے گا اور یہی ترجمہ باب ہے۔

بَابُ فَضْلِ السُّجُوْدِ

باب: سجدہ کی فضیلت کا بیان

٨٠٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ، وَعَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، أَخْبَرَهُمَا أَنَّ النَّاسَ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: ((هَلْ تُمَارُوْنَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُوْنَهُ سَحَابٌ)). قَالُوْا: لَا، يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! قَالَ: ((فَهَلْ تُمَارُوْنَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُوْنَهَا سَحَابٌ)). قَالُوْا: لَا، قَالَ: ((فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذَلِكَ، يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَقُوْلُ: مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ. فَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الشَّمْسَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الْقَمَرَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الطَّوَاغِيتَ، وَتَبْقَى هَذِهِ الْأُمَّةُ فِيهَا مُنَافِقُوْهَا، فَيَأْتِيهِمُ اللَّهُ فَيَقُوْلُ: أَنَا

(٨٠٦) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے سعید بن مسیب اور عطاء بن یزید لیثی نے خبر دی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے رب کو قیامت میں دیکھ سکیں گے؟ آپ نے (جواب کے لیے) پوچھا: "کیا تمہیں چودھویں رات کے چاند کے دیکھنے میں جب کہ اس کے قریب کہیں بادل بھی نہ ہو شبہ ہوتا ہے؟" لوگ بولے ہرگز نہیں یا رسول اللہ! پھر آپ نے پوچھا: "اور کیا تمہیں سورج کے دیکھنے میں جب کہ اس کے قریب کہیں بادل بھی نہ ہو شبہ ہوتا ہے۔" لوگوں نے کہا کہ نہیں یا رسول اللہ! پھر آپ نے فرمایا کہ "رب العزت کو تم اسی طرح دیکھو گے۔ لوگ قیامت کے دن جمع کئے جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو جسے پوجتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے۔ چنانچہ بہت سے لوگ سورج کے پیچھے ہولیں گے، بہت سے چاند کے اور بہت سے بتوں کے ساتھ ہولیں گے۔ یہ امت باقی رہ جائے گی۔ اس میں منافقین بھی ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک نئی صورت میں آئے گا اور ان سے کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ وہ

رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ: هَذَا مَكَانُنَا حَتَّى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا، فَإِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ. فَيَأْتِيهِمُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ فَيَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ: أَنْتَ رَبُّنَا. فَيَدْعُوهُمْ وَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يَجُوزُ مِنَ الرُّسُلِ بِأُمَّتِهِ، وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ إِلَّا الرُّسُلُ، وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ: اللَّهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ. وَفِي جَهَنَّمَ كَلَالِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ)). قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ: ((فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا إِلَّا اللَّهُ، تَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ، فَمِنْهُمْ مَنْ يُوبَقُ بِعَمَلِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُخَرْدَلُ، ثُمَّ يَنْجُو، حَتَّى إِذَا أَرَادَ اللَّهُ رَحْمَةَ مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، أَمَرَ اللَّهُ الْمَلَائِكَةَ أَنْ يُخْرِجُوا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ، فَيُخْرِجُونَهُمْ وَيَعْرِفُونَهُمْ بِآثَارِ السُّجُودِ، وَحَرَّمَ اللَّهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُودِ فَيَخْرُجُونَ مِنَ النَّارِ، فَكُلُّ ابْنِ آدَمَ تَأْكُلُهُ النَّارُ إِلَّا أَثَرَ السُّجُودِ، فَيَخْرُجُونَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتَحَشُوا، فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيَاةِ، فَيَنْبُتُونَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ، ثُمَّ يَفْرُغُ اللَّهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ، وَيَبْقَى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَهُوَ آخِرُ أَهْلِ النَّارِ دُخُولًا الْجَنَّةَ، مُقْبِلًا بِوَجْهِهِ قِبَلَ النَّارِ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِي عَنِ النَّارِ، فَقَدْ قَشَبَنِي رِيحُهَا، وَأَحْرَقَنِي ذَكَاؤُهَا. فَيَقُولُ: هَلْ عَسَيْتَ إِنْ فُعِلَ ذَلِكَ بِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَ

منافقین کہیں گے کہ ہم یہیں اپنے رب کے آنے تک کھڑے رہیں گے۔ جب ہمارا رب آئے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے۔ پھر اللہ عزوجل ان کے پاس (ایسی صورت میں جسے وہ پہچان لیں) آئے گا اور فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ وہ بھی کہیں گے کہ بے شک تو ہمارا رب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بلائے گا۔ پل صراط جہنم کے بیچوں بیچ رکھا جائے گا اور (نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ) میں اپنی امت کے ساتھ اس سے گزرنے والا سب سے پہلا رسول ہوں گا۔ اس روز سوائے انبیا کے کوئی بھی بات نہ کر سکے گا اور انبیاء بھی صرف یہ کہیں گے۔ اے اللہ! مجھے محفوظ رکھیو! اے اللہ! مجھے محفوظ رکھیو! اور جہنم میں سعدان کے کانٹوں کی طرح آنکس ہوں گے۔ سعدان کے کانٹے تو تم نے دیکھے ہوں گے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہاں! (آپ نے فرمایا) تو وہ سعدان کے کانٹوں کی طرح ہوں گے۔ البتہ ان کے طول و عرض کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ یہ آنکس لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق کھینچ لیں گے۔ بہت سے لوگ اپنے عمل کی وجہ سے ہلاک ہوں گے۔ بہت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ پھر ان کی نجات ہوگی۔ جہنمیوں میں سے اللہ تعالیٰ جس پر رحم فرمانا چاہے گا تو ملائکہ کو حکم دے گا کہ جو خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے تھے، انہیں باہر نکال لو۔ چنانچہ ان کو وہ باہر نکالیں گے اور موحدوں کو سجدے کے آثار سے پہچانیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم پر سجدہ کے آثار کا جلانا حرام کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ جب جہنم سے نکالے جائیں گے تو اثر سجدہ کے سوا ان کے جسم کے تمام ہی حصوں کو آگ جلا چکی ہوگی۔ جب جہنم سے باہر ہوں گے تو بالکل جل چکے ہوں گے۔ اس لیے ان پر آب حیات ڈالا جائے گا۔ جس سے وہ اس طرح ابھر آئیں گے۔ جیسے سیلاب کے کوڑے کرکٹ پر سیلاب کے تھمنے کے بعد سبزہ ابھر آتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بندوں کے حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ لیکن ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان اب بھی باقی رہ جائے گا۔ یہ جنت میں داخل ہونے والا آخری دوزخی شخص ہوگا۔ اس کا منہ دوزخ کی طرف ہوگا۔ اس لیے کہے گا کہ اے میرے رب! میرے منہ کو دوزخ کی طرف سے پھیر دے۔ کیونکہ اس کی بدبو مجھ کو مارے ڈالتی ہے

ذٰلِكَ؟ فَيَقُوْلُ: لَا وَعِزَّتِكَ . فَيُعْطِي اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مَا يَشَاءُ مِنْ عَهْدٍ وَمِيْثَاقٍ، فَيَصْرِفُ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ، فَإِذَا أَقْبَلَ بِهِ عَلَى الْجَنَّةِ رَأَى بَهْجَتَهَا سَكَتَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَسْكُتَ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ قَدِّمْنِي عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ: أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِيْثَاقَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنْتَ سَأَلْتَ؟ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ لَا أَكُوْنُ أَشْقَى خَلْقِكَ. فَيَقُوْلُ: فَمَا عَسَيْتَ إِنْ أُعْطِيْتَ ذٰلِكَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَهُ فَيَقُوْلُ: لَا وَعِزَّتِكَ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَ ذٰلِكَ . فَيُعْطِي رَبَّهُ مَا شَاءَ مِنْ عَهْدٍ وَمِيْثَاقٍ، فَيُقَدِّمُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ، فَإِذَا بَلَغَ بَابَهَا، فَرَأَى زَهْرَتَهَا وَمَا فِيهَا مِنَ النَّضْرَةِ وَالسُّرُوْرِ، فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَسْكُتَ، فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ. فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: وَيْحَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ؟ أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ الْعَهْدَ وَالْمِيْثَاقَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي أُعْطِيْتَ فَيَقُوْلُ : يَا رَبِّ لَا تَجْعَلْنِي أَشْقَى خَلْقِكَ. فَيَضْحَكُ اللّٰهُ مِنْهُ، ثُمَّ يَأْذَنُ لَهُ فِي دُخُوْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ لَهُ: تَمَنَّ. فَيَتَمَنَّى حَتَّى إِذَا انْقَطَعَتْ أُمْنِيَّتُهُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: زِدْ مِنْ كَذَا وَكَذَا. أَقْبَلَ يُذَكِّرُهُ رَبُّهُ، حَتَّى إِذَا انْتَهَتْ بِهِ الْأَمَانِيُّ قَالَ اللّٰهُ: لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ)). وَقَالَ أَبُو سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ لِأَبِي هُرَيْرَةَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَكَ ذٰلِكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ)). قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: لَمْ أَحْفَظْهُ مِنْ رَسُوْلِ

اور اس کی چمک مجھے جلائے دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا اگر تیری یہ تمنا پوری کردوں تو تو دوبارہ کوئی نیا سوال تو نہیں کرے گا؟ بندہ کہے گا نہیں تیری بزرگی کی قسم! اور جیسے جیسے اللہ چاہے گا وہ قول وقرار کرے گا۔ آخر اللہ تعالیٰ جہنم کی طرف سے اس کا منہ پھیر دے گا۔ جب وہ جنت کی طرف منہ کرے گا اور اس کی شادابی نظروں کے سامنے آئی تو اللہ نے جتنی دیر چاہا وہ چپ رہے گا۔ لیکن پھر بول پڑے گا اے اللہ! مجھے جنت کے دروازے کے قریب پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا تو نے عہد و پیمان نہیں باندھا تھا کہ اس ایک سوال کے سوا اور کوئی سوال تو نہیں کرے گا؟ بندہ کہے گا اے میرے رب! مجھے تیری مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہ ہونا چاہیے۔ اللہ رب العزت فرمائے گا کہ پھر کیا ضمانت ہے کہ اگر تیری یہ تمنا پوری کر دی گئی تو دوسرا کوئی سوال نہیں کرے گا۔ بندہ کہے گا۔ نہیں تیری عزت کی قسم اب دوسرا سوال کوئی تجھ سے نہیں کروں گا۔ چنانچہ اپنے رب سے ہر طرح عہد و پیمان باندھے گا اور جنت کے دروازے تک پہنچا دیا جائے گا۔ دروازہ پر پہنچ کر جب جنت کی پہنائی، تازگی اور مسرتوں کو دیکھے گا تو جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ بندہ چپ رہے گا۔ لیکن آخر بول پڑے گا کہ اے اللہ! مجھے جنت کے اندر پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: افسوس اے ابن آدم! تو ایسا دغاباز کیوں بن گیا؟ کیا ابھی تو نے عہد و پیمان نہیں باندھا تھا کہ جو کچھ مجھے دے دیا گیا، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ بندہ کہے گا: اے رب! مجھے اپنی سب سے زیادہ بدنصیب مخلوق نہ بنا۔ اللہ پاک ہنس دے گا اور اسے جنت میں بھی داخلہ کی اجازت عطا فرما دے گا اور پھر فرمائے گا مانگ کیا ہے تیری تمنا۔ چنانچہ وہ اپنی تمنائیں (اللہ تعالیٰ کے سامنے) رکھے گا اور جب تمام تمنائیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ فلاں چیز اور مانگو، فلاں چیز کا مزید سوال کرو۔ خود اللہ پاک ہی یاد دہانی کرائے گا۔ اور جب وہ تمام تمنائیں پوری ہو جائیں گی تو فرمائے گا کہ تمہیں یہ سب اور اتنی ہی اور دی گئیں۔'' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ اور اس سے دس گناہ اور زیادہ تمہیں دی گئیں۔'' اس پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ

اللّٰهِ ﷺ إِلَّا قَوْلَهُ: ((لَكَ ذَٰلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ)). قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ [الْخُدْرِيُّ]: إِنِّيْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: ((ذَٰلِكَ لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ)). [طرفاه في: ٦٥٧٣، ٧٤٣٧] [مسلم: ٤٥١، ٤٥٤؛ نسائي: ١١٣٩]

کی یہی بات صرف مجھے یاد ہے کہ "تمہیں یہ تمنائیں اور اتنی ہی اور دی گئیں۔" لیکن حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آپ کو یہ کہتے سنا تھا کہ "یہ اور اس کی دس گنا تمنائیں تجھ کو دی گئیں۔"

تشریح: امام المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سجدے کی فضیلت بیان کرنے کے لئے اس طویل حدیث کو لائے ہیں۔ اس میں ایک جگہ مذکور ہے کہ اللہ پاک نے دوزخ پر حرام کیا ہے کہ وہ اس پیشانی کو جلائے جس پر سجدے کے نشانات ہیں۔ ان ہی نشانات کی بنا پر بہت سے گناہگاروں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر دوزخ سے نکالا جائے گا باب اور حدیث میں یہی مطابقت ہے۔ باقی حدیث میں اور بھی بہت سی باتیں مذکور ہیں: ایک یہ کہ اللہ کا دیدار برحق ہے جو اس طرح حاصل ہوگا جیسے چودھویں رات کے چاند کا دیدار عام ہوتا ہے نیز اس حدیث میں اللہ پاک کا آنا اور اپنی صورت پر جلوہ افروز ہونا اور اہل ایمان کے ساتھ شفقت کے ساتھ کلام کرنا۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات اور بہت سی احادیث صحیحہ جن میں اللہ پاک کی صفات مذکور ہیں۔ ان کی بنا پر اہل حدیث اس پر متفق ہیں کہ اللہ پاک ان جملہ صفات سے موصوف ہے۔ وہ حقیقتاً کلام کرتا ہے۔ جب وہ چاہتا ہے فرشتے اس کی آواز سنتے ہیں اور وہ اپنے عرش پر ہے۔ اس کی ذات کے لئے جہت فوق ثابت ہے۔ اس کا علم اور سمع و بصر ہر ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہے جہاں چاہے جس طرح چاہے آئے جائے۔ جس سے چاہے بات کرے اس کے لئے کوئی امر مانع نہیں۔

حدیث ہذا میں دوزخ کا بھی ذکر ہے سعدان نامی گھاس کا ذکر جس کے کانٹے بڑے سخت ہیں اور پھر دوزخ کا سعدان جس کی بڑائی اور ضرر رسانی اللہ ہی جانتا ہے کہ کس حد تک ہوگی۔ نیز حدیث میں ماء الحیات کا ذکر ہے۔ جو جنت کا پانی ہوگا اور ان دوزخیوں پر ڈالا جائے گا جو دوزخ میں جل کر کوئلہ بن چکے ہوں گے۔ اس پانی سے ان میں زندگی لوٹ آئے گی۔ آخر میں اللہ پاک کا ایک گناہگار سے مکالمہ مذکور ہے۔ جسے سن کر اللہ پاک ہنسے گا۔ اس کا یہ ہنسنا بھی برحق ہے۔

الغرض حدیث بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارکہ ہے کہ ایک حدیث سے بہت سے مسائل کا استخراج کرتے ہیں۔ ایک مجتہد مطلق کی شان یہی ہونی چاہیے۔ پھر حیرت ہے ان حضرات پر جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے فاضل اسلام کو مجتہد مطلق تسلیم نہیں کرتے۔ ایسے حضرات کو بنظر انصاف اپنے خیال پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

بَابٌ: يُبْدِيْ ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِيْ فِي السُّجُوْدِ

باب: سجدے میں دونوں بازو کھلے اور پیٹ رانوں سے الگ رکھے

٨٠٧۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ بَكْرُ بْنُ مُضَرَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ، عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ. وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ نَحْوَهُ. [راجع: ٣٩٠]

(٨٠٧) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے بکر بن مضر نے جعفر بن ربیعہ سے بیان کیا، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ہرمز سے، انہوں نے عبداللہ بن مالک بن بحینہ سے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز پڑھتے تو سجدے میں اپنے دونوں بازوؤں کو اس قدر پھیلا دیتے کہ بغل کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی۔ لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے اسی طرح حدیث بیان کی۔

تشریح: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الام میں کہا ہے کہ سجدے میں کہنیاں پہلو سے الگ رکھنا اور پیٹ کو رانوں سے جدا رکھنا سنت ہے۔

بَابٌ: يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ

باب: سجدہ میں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا چاہیے،

قَالَهُ أَبُو حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس بات کو ابوحمید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے بیان کیا ہے۔

بَابٌ: إِذَا لَمْ يُتِمَّ سُجُودَهُ

باب: جب سجدہ پوری طرح نہ کرے (تو کیسا گناہ ہے؟)

٨٠٨- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، أَنَّهُ رَأَى رَجُلاً لَا يُتِمُّ رُكُوعَهُ وَلَا سُجُودَهُ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ: مَا صَلَّيْتَ- وَأَحْسِبُهُ قَالَ:- وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلَى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ.

[راجع: ٣٨٩]

(۸۰۸) ہم سے صلت بن محمد بصری نے بیان کیا، کہا ہم سے مہدی بن میمون نے واصل سے بیان کیا، انہوں نے ابو وائل سے، انہوں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع اور سجدہ پوری طرح نہیں کرتا تھا۔ جب وہ نماز پڑھ چکا تو انہوں نے اس سے فرمایا کہ تو نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ ابووائل نے کہا کہ مجھے یاد آتا ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ اگر تم مر گئے تو تمہاری موت محمد ﷺ کے طریق پر نہیں ہوگی۔

بَابُ السُّجُودِ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ

باب: سات ہڈیوں پر سجدے کرنا

٨٠٩- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ أُمِرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْضَاءٍ، وَلَا يَكُفَّ شَعْرًا وَلَا ثَوْبًا الْجَبْهَةِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ.

[أطرافه في: ٨١٠، ٨١٢، ٨١٥، ٨١٦]
[مسلم: ١٠٩٥، ١٠٩٦؛ ابوداود: ٨٨٩، ٨٩٠؛ ترمذي: ٢٧٣؛ نسائي: ١١١٢، ١١١٤؛ ابن ماجه: ٨٣٨، ١٠٤٠]

(۸۰۹) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عمرو بن دینار سے بیان کیا، انہوں نے طاؤس سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، آپ نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ کو سات اعضا پر سجدہ کا حکم دیا گیا تھا۔ اس طرح کہ نہ بالوں کو آپ سمیٹتے نہ کپڑے کو (وہ سات اعضا یہ ہیں) پیشانی (مع ناک) دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔

٨١٠- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أُمِرْنَا أَنْ

(۸۱۰) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے، انہوں نے عمرو سے، انہوں نے طاؤس سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ

نَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَلَا نَكُفَّ وَلَا ثَوْبًا)). [راجع: ٨٠٩]

"ہمیں سات اعضا پر اس طرح سجدہ کا حکم ہوا ہے کہ ہم نہ بال سمیٹیں نہ کپڑے۔"

٨١١۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ۔ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ۔ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فَإِذَا قَالَ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)). لَمْ يَحْنِ أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ جَبْهَتَهُ عَلَى الْأَرْضِ. [راجع: ٦٩٠]

(٨١١) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسرائیل نے ابواسحاق سے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن یزید سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، وہ جھوٹ نہیں بول سکتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے (یعنی رکوع سے سر اٹھاتے) تو ہم میں سے کوئی اس وقت تک اپنی پیٹھ نہ جھکاتا جب تک آپ اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ دیتے۔

تشریح: اصل میں پیشانی ہی زمین پر رکھنا سجدہ کرنا ہے اور ناک بھی پیشانی ہی میں داخل ہے۔ اس لئے ناک اور پیشانی ہر دو کا زمین سے لگانا واجب ہے۔ پھر دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں کا زمین پر ٹیکنا اور دونوں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ رخ موڑ کر رکھنا۔ یہ کل سات اعضا ہوئے جن پر سجدہ ہوتا ہے۔

بَابُ السُّجُودِ عَلَى الْأَنْفِ

باب: سجدہ میں ناک بھی زمین سے لگانا

٨١٢۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ۔ وَأَشَارَ بِيَدِهِ عَلَى أَنْفِهِ۔ وَالْيَدَيْنِ، وَالرُّكْبَتَيْنِ وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ، وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَالشَّعَرَ)). [راجع: ٨٠٩] [مسلم: ١٠٩٧، ١٠٩٨، ١٠٩٩؛ نسائي: ١٠٩٥، ١٠٩٦، ١٠٩٧؛ ابن ماجه: ٨٨٤]

(٨١٢) ہم سے معلیٰ بن اسد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن طاؤس سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مجھے سات اعضا پر سجدہ کرنے کا حکم ہوا ہے، پیشانی پر اور اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کیا اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیوں پر۔ اس طرح کہ ہم نہ کپڑے سمیٹیں نہ بال۔"

بَابُ السُّجُودِ عَلَى الْأَنْفِ فِي الطِّينِ

باب: سجدہ کرتے ہوئے کیچڑ میں بھی ناک زمین پر لگانا

٨١٣۔ حَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ إِلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فَقُلْتُ: أَلَا تَخْرُجُ بِنَا

(٨١٣) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت

إِلَى النَّخْلِ نَتَحَدَّثْ؟ فَخَرَجَ. قَالَ: قُلْتُ: حَدِّثْنِي مَا سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ. قَالَ: اعْتَكَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ، وَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ، فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ: إِنَّ الَّذِيْ تَطْلُبُ أَمَامَكَ. فَاعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ، وَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ، فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ: إِنَّ الَّذِيْ تَطْلُبُ أَمَامَكَ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ خَطِيْبًا صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ: ((مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ النَّبِيِّ فَلْيَرْجِعْ، فَإِنِّيْ أُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَإِنِّيْ نُسِّيْتُهَا وَإِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِيْ وِتْرٍ، وَإِنِّيْ رَأَيْتُ كَأَنِّيْ أَسْجُدُ فِيْ طِيْنٍ وَمَاءٍ)). وَكَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ جَرِيْدَ النَّخْلِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ شَيْئًا، فَجَاءَتْ قَزَعَةٌ فَأُمْطِرْنَا، فَصَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ وَالْمَاءِ عَلَى جَبْهَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَرْنَبَتِهِ تَصْدِيْقَ رُؤْيَاهُ. [راجع: ٦٦٩]

میں حاضر ہوا۔ میں نے کہا کہ فلاں نخلستان میں کیوں نہ چلیں، سیر بھی کریں گے اور کچھ باتیں بھی کریں گے۔ چنانچہ آپ تشریف لے چلے۔ ابوسلمہ نے بیان کیا کہ میں نے راہ میں کہا کہ شب قدر سے متعلق آپ نے اگر کچھ نبی کریم ﷺ سے سنا ہے تو اسے بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان کے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا اور ہم بھی آپ کے ساتھ اعتکاف میں بیٹھ گئے۔ لیکن جبرئیل علیہ السلام نے آ کر بتایا کہ آپ جس کی تلاش میں ہیں (شب قدر) وہ آگے ہے۔ چنانچہ آپ نے دوسرے عشرے میں بھی اعتکاف کیا اور آپ کے ساتھ ہم نے بھی۔ جبرئیل علیہ السلام دوبارہ آئے اور فرمایا کہ آپ جس کی تلاش میں ہیں وہ (رات) آگے ہے۔ پھر آپ نے بیسویں رمضان کی صبح کو خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ ''جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ دوبارہ کرے۔ کیونکہ شب قدر مجھے معلوم ہو گئی۔ لیکن میں بھول گیا اور وہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے اور میں نے خود کو کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔'' مسجد کی چھت کھجور کی ڈالیوں کی تھی۔ مطلع بالکل صاف تھا کہ اتنے میں ایک پتلا سا بادل کا ٹکڑا آیا۔ اور برسنے لگا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی۔ اور میں نے رسول کریم ﷺ کی پیشانی اور ناک پر کیچڑ کا اثر دیکھا۔ آپ کا خواب سچا ہو گیا۔

تشریح: آپ ﷺ کا فرمان کہ میں اس شب میں پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ ترجمہ باب یہیں سے نکلتا ہے کہ آپ نے پیشانی اور ناک پر سجدہ کیا۔ حمیدی نے اس حدیث سے دلیل لی کہ پیشانی اور ناک میں اگر مٹی لگ جائے تو نماز میں نہ پونچھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب یہ ہے کہ سجدے میں ناک کو زمین پر رکھنا ضروری ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے زمین تر ہونے کے باوجود ناک زمین پر لگائی اور کیچڑ کی کچھ پروا نہ کی۔

بَابُ عَقْدِ الثِّيَابِ وَشَدِّهَا وَمَنْ ضَمَّ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِذَا خَافَ أَنْ تَنْكَشِفَ عَوْرَتُهُ

باب: کپڑوں میں گرہ لگانا اور باندھنا کیسا ہے اور جو شخص شرمگاہ کے کھل جانے کے خوف سے کپڑے کو جسم سے لپیٹ لے تو کیا حکم ہے

٨١٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُمْ عَاقِدُوْ أُزْرِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ

(۸۱۴) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں سفیان نے ابوحازم سلمہ بن دینار کے واسطہ سے خبر دی، انہوں نے سہل بن سعد سے، انہوں نے کہا کہ کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تہبند چھوٹے ہونے کی وجہ سے انہیں گردنوں سے باندھ کر نماز پڑھتے تھے اور عورتوں سے کہہ دیا گیا تھا کہ

عَلَى رِقَابِهِمْ فَقِيلَ لِلنِّسَاءِ: ((لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوسَكُنَّ حَتَّى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوسًا)). [راجع: ٣٦٢]

"جب تک مرد اچھی طرح بیٹھ نہ جائیں تم اپنے سروں کو (سجدہ سے) نہ اٹھاؤ۔"

تشریح: اسلام کا ابتدائی دور تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر طرح تنگیوں کا شکار تھے۔ بعض لوگوں کے پاس تن پوشی کے لیے صرف ایک ہی تہ بند ہوتا تھا۔ بعض دفعہ وہ بھی ناکافی ہوتا اس لیے عورتوں کو جو جماعت میں شرکت کرتی تھیں یہ حکم دیا گیا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ عورتوں کی نگاہ مردوں کے ستر پر نہ پڑے۔ ایسی تنگ حالت میں بھی عورتوں کا نماز باجماعت میں پردہ کے ساتھ شرکت کرنا زمانہ نبوی میں معمول تھا یہی مسئلہ آج بھی ہے اللہ نیک سمجھ دے اور عمل خیر کی ہر مسلمان کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بَابٌ: لَا يَكُفُّ شَعْرًا

باب: اس بارے میں کہ نمازی (سجدے میں) بالوں کو نہ سمیٹے

٨١٥- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أُمِرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ، وَلَا يَكُفَّ شَعْرَهُ وَلَا ثَوْبَهُ. [راجع: ٨٠٩]

(۸۱۵) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، عمرو بن دینار سے، انہوں نے طاؤس سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کو حکم تھا کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور بال اور کپڑے نہ سمیٹیں۔

تشریح: شارحین لکھتے ہیں: "ومناسبة هذه الترجمة لاحكام السجود من جهة ان الشعر يسجد مع الراس اذا لم يكف اويلف۔" یعنی باب اور حدیث میں مطابقت یہ ہے کہ جب بالوں کو لپیٹا نہ جائے تو وہ بھی سر کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں، جیسے دوسری روایت میں ہے سنن ابوداؤد میں مرفوعاً روایت ہے کہ بالوں کے جوڑے پر شیطان بیٹھ جاتا ہے سات اعضا جن کا سجدہ میں زمین پر لگنا فرض ہے ان کا تفصیلی بیان تیسرے پارے میں گزر چکا ہے۔

بَابٌ: لَا يَكُفُّ ثَوْبَهُ فِي الصَّلَاةِ

باب: اس بیان میں کہ نماز میں کپڑا نہ سمیٹنا چاہیے

٨١٦- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ، لَا أَكُفُّ شَعَرًا وَلَا ثَوْبًا)). [راجع: ٨٠٩]

(۸۱۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعوانہ وضاح نے، عمرو بن دینار سے بیان کیا، انہوں نے طاؤس سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: "مجھے سات ہڈیوں پر اس طرح سجدہ کا حکم ہوا ہے کہ نہ بال سمیٹوں اور نہ کپڑے۔"

تشریح: مطلب یہ ہے کہ نماز پورے انہماک اور استغراق کے ساتھ پڑھی جائے۔ سر کے بال اگر اتنے بڑے ہیں کہ سجدہ کے وقت زمین پر پڑ جائیں یا نماز پڑھتے وقت کپڑے گرد آلود ہو جائیں تو کپڑے اور بالوں کو گرد و غبار سے بچانے کے لیے سمیٹنا نہ چاہیے کہ یہ نماز میں خشوع اور استغراق کے خلاف ہے۔ اور نماز کی اصل روح خشوع و خضوع ہی ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: ﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ﴾

(۲۳/المؤمنون:۲) یعنی ''مؤمن وہ ہیں جو خشوع کے ساتھ دل لگا کر نماز پڑھتے ہیں۔'' دوسری آیت: ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ (۲/البقرة:۲۳۸) کا بھی یہی تقاضا ہے یعنی نمازوں کی حفاظت کرو خاص طور پر درمیان والی نماز کی اور اللہ کے لیے فرمانبردار بندے بن کر کھڑے ہو جاؤ۔ یہاں بھی قنوت سے خشوع وخضوع ہی مراد ہے۔

بَابُ التَّسْبِيْحِ وَالدُّعَاءِ فِي السُّجُوْدِ

باب: سجدہ میں تسبیح اور دعا کا بیان

۸۱۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْصُوْرُ [بْنُ الْمُعْتَمِرِ] عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُكْثِرُ أَنْ يَقُوْلَ فِيْ رُكُوْعِهِ وَسُجُوْدِهِ: ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ)) يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ. [راجع: ۷۹٤]

(۸۱۷) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے، سفیان ثوری سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے منصور بن معتمر نے مسلم بن صبیح سے بیان کیا، انہوں نے مسروق سے، ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ سجدہ اور رکوع میں اکثر یہ پڑھا کرتے تھے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ (اس دعا کو پڑھ کر) آپ قرآن کے حکم پر عمل کرتے تھے۔

تشریح: سورۂ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ﴾ میں ہے ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ﴾ (۱۱۰/النصر:۳) ''اپنے رب کی پاکی بیان کر اور اس سے بخشش مانگ'' اس حکم کی روشنی میں آپ ﷺ سجدہ اور رکوع میں مذکورہ دعا پڑھا کرتے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''یا اللہ میں تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں اے اللہ تو مجھ کو بخش دے۔'' اس دعا میں تسبیح اور تحمید اور استغفار تینوں موجود ہیں اس لیے رکوع اور سجدہ میں اس کا پڑھنا افضل ہے علاوہ ازیں رکوع میں ((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ)) اور سجدہ میں ((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى)) مسنونہ دعائیں بھی آیات قرآنیہ ہی کی تعمیل ہیں جیسا کہ مختلف آیات میں حکم ہے ایک روایت میں ہے کہ سورۂ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ﴾ کے نزول کے بعد آپ ہمیشہ رکوع وسجود میں اس دعا کو پڑھتے رہے یعنی ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ)) علامہ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اس کا مطلب یوں بیان فرماتے ہیں "بتوفيقك لي وهدايتك وفضلك علي سبحانك لا بحولي وقوتي۔" یعنی ''یا اللہ میں محض تیری توفیق اور ہدایت اور فضل سے تیری پاکی بیان کرتا ہوں اپنی طرف سے اس کار عظیم کے لیے مجھ میں کوئی قوت نہیں ہے۔'' بعض روایات میں رکوع وسجدہ میں یہ دعا پڑھنی بھی نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے ((سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ)) (احمد مسلم وغیرہ) یعنی ''میرا رکوع یا سجدہ اس ذات واحد کے لیے ہے جو جملہ نقائص اور شرکا سے پاک ہے وہ مقدس ہے وہ فرشتوں کا اور جبرئیل کا بھی پروردگار ہے۔''

بَابُ الْمُكْثِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

باب: دونوں سجدوں کے بیچ میں ٹھہرنا

۸۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، أَنَّ مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ، قَالَ لِأَصْحَابِهِ: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: وَذَاكَ

(۸۱۸) ہم سے ابو النعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے ایوب سختیانی سے بیان کیا، انہوں نے ابو قلابہ عبداللہ بن زید سے، کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں تمہیں نبی کریم ﷺ کی نماز کیوں نہ سکھا دوں۔ ابو قلابہ نے کہا یہ نماز کا وقت نہیں تھا

فِي غَيْرِ حِيْنِ صَلَاةٍ، فَقَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَامَ هُنَيَّةً، ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ هُنَيَّةً، ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَصَلَّى صَلَاةَ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ شَيْخِنَا هٰذَا. قَالَ أَيُّوْبُ: كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ أَرَهُمْ يَفْعَلُوْنَهُ، كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ. [راجع: ٦٧٧]

(مگر آپ ہمیں سکھانے کے لیے) کھڑے ہوئے۔ پھر رکوع کیا اور تکبیر کہی پھر سر اٹھایا اور تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ پھر سجدہ کیا اور تھوڑی دیر کے لیے سجدہ سے سر اٹھایا اور پھر سجدہ کیا اور سجدہ سے تھوڑی دیر کے لیے سر اٹھایا۔ انہوں نے ہمارے شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھی۔ ایوب سختیانی نے کہا کہ وہ عمرو بن سلمہ نماز میں ایک ایسی چیز کیا کرتے تھے کہ دوسرے لوگوں کو اس طرح کرتے میں نے نہیں دیکھا۔ آپ تیسری یا چوتھی رکعت پر (سجدہ سے فارغ ہو کر کھڑے ہونے سے پہلے) بیٹھتے تھے (یعنی جلسۂ استراحت کرتے تھے پھر نماز سکھلانے کے بعد)۔

٨١٩- فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ، فَقَالَ: ((لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَى أَهَالِيكُمْ صَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا، صَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ)). [راجع: ٦٢٨]

(٨١٩) (مالک بن حویرث نے بیان کیا کہ) ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے یہاں ٹھہرے رہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ "(بہتر ہے) تم اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔ دیکھو یہ نماز فلاں وقت اور یہ نماز فلاں وقت پڑھنا۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو ایک شخص تم میں سے اذان دے اور جو تم میں بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔"

تشریح: مراد جلسہ استراحت ہے جو پہلی اور تیسری رکعت کے خاتمہ پر سجدہ سے اٹھتے ہوئے تھوڑی دیر بیٹھ لینے کو کہتے ہیں۔ بعض نسخوں میں یہ عبارت "ثم سجد ثم رفع رأسه هنية۔" ایک ہی بار ہے چنانچہ نسخہ قسطلانی میں بھی یہ عبارت ایک ہی بار ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے اگر دو بار ہو پھر بھی مطلب یہی ہوگا کہ دوسرا سجدہ کر کے ذرا بیٹھ گئے جلسہ استراحت کیا پھر کھڑے ہوئے۔ یہ جلسہ استراحت مستحب ہے اور حدیث ہذا سے ثابت ہے شارحین لکھتے ہیں: "بذالك اخذ الامام الشافعي وطائفة من اهل الحديث وذهبوا الى سنية جلسة الاستراحة" یعنی اس حدیث کی بنا پر امام شافعی اور جماعت اہل حدیث نے جلسہ استراحت کو سنت تسلیم کیا ہے۔

کچھ ائمہ اس کے قائل نہیں ہیں بعض صحابہ سے بھی اس کا ترک منقول ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جلسہ فرض وواجب نہیں ہے مگر اس کے سنت اور مستحب ہونے سے انکار کرنا بھی صحیح نہیں۔

٨٢٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحِيْمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ، مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: كَانَ سُجُوْدُ النَّبِيِّ ﷺ وَرُكُوْعُهُ، وَقُعُوْدُهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيْبًا مِنَ السَّوَاءِ. [راجع: ٧٩٢]

(٨٢٠) ہم سے محمد بن عبدالرحیم صاعقہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو احمد محمد بن عبداللہ زبیری نے کہا کہ ہم سے مسعر بن کدام نے حکم عتیبہ کوفی سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کا سجدہ، رکوع اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار تقریباً برابر ہوتی تھی۔

تشریح: قسطلانی رحمہ اللہ نے کہا یہ جماعت کا ذکر ہے اکیلے آدمی کو اختیار ہے کہ وہ اعتدال اور قومہ سے رکوع اور سجدہ دوگنا کرے حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے ظاہر ہے۔

٨٢١ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: إِنِّي لَا آلُو أَنْ أُصَلِّيَ بِكُمْ كَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي بِنَا. قَالَ ثَابِتٌ: كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ أَرَكُمْ تَصْنَعُوْنَهُ، كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامَ حَتَّى يَقُوْلَ الْقَائِلُ: قَدْ نَسِيَ. وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتَّى يَقُوْلَ الْقَائِلُ: قَدْ نَسِيَ. [راجع: ٨٠٠]

[مسلم: ١٠٦٠]

(٨٢١) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے ثابت سے بیان کیا، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے جس طرح نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تھا بالکل اسی طرح تم لوگوں کو نماز پڑھانے میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں چھوڑتا ہوں۔ ثابت نے بیان کیا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک ایسا عمل کرتے تھے جسے میں تمہیں کرتے نہیں دیکھتا۔ جب وہ رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ بھول گئے ہیں اور اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان اتنی دیر تک بیٹھے رہتے کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ بھول گئے ہیں۔

تشریح: حضرت مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسی پر عمل کیا ہے اور دونوں سجدوں کے بیچ میں بار بار رَبِّ اغْفِرْلِیْ کہنا مستحب جانا ہے۔ جیسے حذیفہ کی حدیث میں وارد ہے حافظ رحمہ اللہ نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں سے ثابت نے یہ گفتگو کی وہ دونوں سجدوں کے درمیان نہ بیٹھتے ہوں گے لیکن حدیث پر چلنے والا جب حدیث صحیح ہو جائے تو کسی کی مخالفت کی پروا نہیں کرتا۔ حضرت علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وقد ترك الناس هذه السنة الثابتة بالاحاديث الصحيحة محدثهم وفقيههم ومجتهدهم ومقلدهم فليت شعرى ما الذى عوا واعليه ذالك والله المستعان۔“

یعنی صد افسوس کہ لوگوں نے اس سنت کو جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے چھوڑ رکھا ہے حتیٰ کہ ان کے محدث اور فقیہ اور مجتہد اور مقلد سب ہی اس سنت کے تارک نظر آتے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ اس کے لیے ان لوگوں نے کون سا بہانہ تلاش کیا ہے اور اللہ ہی مددگار ہے۔

دونوں سجدوں کے درمیان یہ دعا بھی مسنون ہے: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ))۔

بَابٌ: لَا يَفْتَرِشُ ذِرَاعَيْهِ فِي السُّجُوْدِ

باب: اس بارے میں کہ نمازی سجدہ میں اپنے دونوں بازوؤں کو (جانور کی طرح) زمین پر نہ بچھائے

وَقَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ: سَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ وَوَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا.

اور ابوحمید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے سجدہ کیا اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے بازو نہیں بچھائے نہ ان کو پہلو سے ملایا۔

٨٢٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ،

(٨٢٢) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے قتادہ سے سنا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے انہوں

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ، وَلَا يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ)).

نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''سجدہ میں اعتدال کو ملحوظ رکھو اور اپنے بازو کتوں کی طرح نہ پھیلایا کرو۔''

[راجع: ٢٤١] [مسلم: ١١٠٢، ١١٠٣؛ ابوداود: ٨٩٧؛ ترمذي: ٢٧٦؛ نسائي: ١١٠٩]

تشریح: کیونکہ اس طرح بازو بچھا دینا سستی اور کاہلی کی نشانی ہے۔ کتے کے ساتھ تشبیہ اور بھی مذمت ہے۔ اس کا پورا لحاظ رکھنا چاہیے۔ امام قسطلانی رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر کوئی ایسا کرے تو نماز مکروہ تنزیہی ہوگی۔

بَابُ مَنِ اسْتَوَى قَاعِدًا فِي وِتْرٍ مِنْ صَلَاتِهِ ثُمَّ نَهَضَ

باب: اس شخص کے بارے میں جو شخص نماز کی طاق رکعت (پہلی اور تیسری) میں تھوڑی دیر بیٹھے اور پھر اٹھ جائے

٨٢٣ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ اللَّيْثِيُّ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي، فَإِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ مِنْ صَلَاتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا. [ابوداود: ٨٤٤؛ ترمذي: ٢٨٧؛ نسائي: ١١٥١]

(۸۲۳) ہم سے محمد بن صباح نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشیم نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں خالد حذاء نے خبر دی، ابو قلابہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے مالک بن حویرث لیثی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ آپ نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ ﷺ جب طاق رکعت میں ہوتے اس وقت تک نہ اٹھتے جب تک تھوڑی دیر بیٹھ نہ لیتے۔

تشریح: طاق رکعتوں کے بعد پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے جب اٹھے تو تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر اٹھنا، اس کو جلسہ استراحت کہتے ہیں جو سنت صحیحہ سے ثابت ہے۔

بَابٌ: كَيْفَ يَعْتَمِدُ عَلَى الْأَرْضِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَةِ

باب: اس بارے میں کہ رکعت سے اٹھتے وقت زمین کا کس طرح سہارا لے

٨٢٤ـ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فَصَلَّى بِنَا فِي مَسْجِدِنَا هَذَا فَقَالَ: إِنِّي لَأُصَلِّي بِكُمْ، وَمَا أُرِيْدُ الصَّلَاةَ، وَلَكِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي. قَالَ أَيُّوبُ:

(۸۲۴) ہم سے معلی بن اسد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، انہوں نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے ابو قلابہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں تشریف لائے اور آپ نے ہماری اس مسجد میں نماز پڑھائی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نماز پڑھا رہا ہوں لیکن میری نیت کسی فرض کی ادائیگی نہیں ہے بلکہ میں صرف تم کو یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کس طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔

فَقُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ وَكَيْفَ كَانَتْ صَلَاتُهُ قَالَ: مِثْلَ صَلَاةِ شَيْخِنَا هَذَا - يَعْنِي عَمْرَو ابْنَ سَلِمَةَ - قَالَ: أَيُّوبُ وَكَانَ ذَلِكَ الشَّيْخُ يُتِمُّ التَّكْبِيرَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ عَنِ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ قَامَ. [راجع: ٦٧٧] [مسلم: ١٥٣٥، ١٥٣٦؛ ابوداود: ١٠٠٢؛ نسائي: ١١٥٠]

ایوب سختیانی نے بیان کیا کہ میں نے ابو قلابہ سے پوچھا کہ مالک رضی اللہ عنہ کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارے شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح۔ ایوب نے بیان کیا کہ شیخ تمام تکبیرات کہتے تھے اور جب دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے تو تھوڑی دیر بیٹھتے اور زمین کا سہارا لے کر پھر اٹھتے۔

تشریح: یعنی جلسہ استراحت کرکے پھر دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر اٹھتے۔ حنفیہ نے جو اس کے خلاف ترمذی کی حدیث سے دلیل لی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں کی انگلیوں پر کھڑے ہوتے تھے تو یہ حدیث ضعیف ہے علاوہ اس کے اس سے یہ نکلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جلسہ استراحت کیا اور کبھی نہیں کیا اہل حدیث کا یہی مذہب ہے وہ جلسہ استراحت کو مستحب کہتے ہیں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضعف یا علالت کی وجہ سے ایسا کیا اور یہ کہنا کہ نماز کا موضوع استراحت نہیں ہے قیاس ہے بمقابلہ نص اور وہ فاسد ہے۔ (مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ)

بَابٌ: يُكَبِّرُ وَهُوَ يَنْهَضُ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يُكَبِّرُ فِي نَهْضَتِهِ

باب: جب دو رکعتیں پڑھ کر اٹھے تو تکبیر کہے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت تکبیر کہا کرتے تھے

٨٢٥- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: صَلَّى لَنَا أَبُو سَعِيدٍ فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيرِ حِينَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، وَحِينَ سَجَدَ، وَحِينَ رَفَعَ، وَحِينَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم.

(٨٢٥) ہم سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فلیح بن سلیمان نے، انہوں نے سعید بن حارث سے، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور جب انہوں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو پکار کر تکبیر کہی پھر سجدہ کیا تو ایسا ہی کیا پھر سجدہ سے سر اٹھایا تو بھی ایسا ہی کیا اسی طرح جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوئے اس وقت بھی آپ نے بلند آواز سے تکبیر کہی اور فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا۔

٨٢٦- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غَيْلَانُ ابْنُ جَرِيرٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ الْحُصَيْنِ، صَلَاةً خَلْفَ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ، وَإِذَا

(٨٢٦) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے غیلان بن جریر نے بیان کیا، انہوں نے مطرف بن عبداللہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ آپ نے جب سجدہ کیا، سجدہ سے سر اٹھایا دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہوئے تو ہر

رَفَعَ كَبَّرَ، وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ، فَلَمَّا سَلَّمَ أَخَذَ عِمْرَانُ بِيَدِي فَقَالَ: لَقَدْ صَلَّى بِنَا هَذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ ﷺ. أَوْ قَالَ: لَقَدْ ذَكَّرَنِي هَذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ ﷺ. [راجع: ٧٨٤]

مرتبہ تکبیر کہی۔ جب آپ نے سلام پھیر دیا تو عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ انہوں نے واقعی ہمیں حضرت محمد ﷺ کی طرح نماز پڑھائی ہے یا یہ کہا کہ مجھے انہوں نے حضرت محمد ﷺ کی نماز یاد دلا دی۔

تشریح: بعض ائمہ بنی امیہ نے بآواز بلند اس طرح تکبیر کہنا چھوڑ دیا تھا جو اسوۂ نبوی کے خلاف تھا اس واقعہ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ دور سلف میں مسلمانوں کو اسوۂ رسول کی اطاعت کا بے حد اشتیاق رہتا تھا خاص طور پر نماز کے بارے میں ان کی کوشش ہوتی کہ وہ عین سنت رسول ﷺ کے مطابق نماز ادا کرسکیں۔ اس دور آخر میں صرف اپنے اپنے فرضی اماموں کی تقلید کا جذبہ باقی رہ گیا ہے حالانکہ ایک مسلمان کا اولین مقصد سنت نبوی کی تلاش ہونا چاہیے۔ ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے صاف فرمادیا ہے کہ ہر وقت صحیح حدیث کی تلاش میں رہو اگر میرا کوئی مسئلہ حدیث کے خلاف نظر آئے تو اسے چھوڑ دو اور صحیح حدیث نبوی پر عمل کرو۔ امام رحمۃ اللہ علیہ کی اس پاکیزہ وصیت پر عمل کرنے والے آج کتنے ہیں؟ یہ ہر سمجھ دار مسلمان کے غور کرنے کی چیز ہے یونہی لکیر کے فقیر ہو کر رسمی نمازیں ادا کرتے رہنا اور سنت نبوی کو تلاش نہ کرنا کسی بابصیرت مسلمان کا کام نہیں۔ وفقنا الله لما يحب ويرضى۔

بَابُ سُنَّةِ الْجُلُوسِ فِي التَّشَهُّدِ

باب: تشہد میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ!

وَكَانَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ تَجْلِسُ فِي صَلَاتِهَا جِلْسَةَ الرَّجُلِ، وَكَانَتْ فَقِيهَةً.

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا فقیہہ تھیں اور وہ نماز میں (بوقت تشہد) مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں۔

٨٢٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ، كَانَ يَرَى عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَتَرَبَّعُ فِي الصَّلَاةِ إِذَا جَلَسَ، فَفَعَلْتُهُ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ، فَنَهَانِي عَبْدُاللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ: إِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنَى وَتَثْنِيَ الْيُسْرَى. فَقُلْتُ: إِنَّكَ تَفْعَلُ ذَلِكَ. فَقَالَ: إِنَّ رِجْلَايَ لَا تَحْمِلَانِي. [ابو داود: ٩٥٨]

(٨٢٧) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن قاسم کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن عبداللہ سے انہوں نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو وہ ہمیشہ دیکھتے کہ آپ نماز میں چارزانوں بیٹھتے ہیں میں ابھی نوعمر تھا میں نے بھی اسی طرح کرنا شروع کر دیا لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے روکا اور فرمایا کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ (تشہد میں) دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بایاں پھیلا دے میں نے کہا کہ آپ تو اسی (میری) طرح کرتے ہیں آپ بولے کہ (کمزوری کی وجہ سے) میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا پاتے۔

تشریح: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آخر میں کمزوری کی وجہ سے چارزانو بیٹھتے تھے یہ محض عذر کی وجہ سے تھا ورنہ مسنون طریقہ یہی ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا رہے اور بائیں کو پھیلا کر اس پر بیٹھا جائے تو اسے تورک کہتے ہیں عورتوں کے لیے بھی یہی مسنون ہے باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

٨٢٨۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ

(٨٢٨) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے خالد سے بیان کیا، ان سے سعید نے بیان کیا، ان

ابْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ؛ ح قَالَ: وَحَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، وَيَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرْنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ: أَنَا كُنْتُ أَحْفَظَكُمْ لِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ، وَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا، وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ، فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى، فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْأُخْرَى وَقَعَدَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ. وَسَمِعَ اللَّيْثُ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ وَيَزِيدُ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَلْحَلَةَ وَابْنُ حَلْحَلَةَ مِنَ ابْنِ عَطَاءٍ. وَقَالَ أَبُو صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ: كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ. وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ حَدَّثَهُ: كُلُّ فَقَارٍ. [مسلم: ٩٦٣، ٩٦٤، ٩٦٥، ٩٦٦؛ ترمذي: ٣٠٤، ٣٠٥؛ نسائي: ١٠٣٨، ١١٠٠، ١١٨٠، ١٢٦١؛ ابن ماجه: ٨٠٣، ٨٦٢، ١٠٦١]

سے محمد بن عمرو بن حلحلہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عمرو بن عطاء نے بیان کیا۔ (دوسری سند) اور کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، اور ان سے یزید بن ابی حبیب اور یزید بن محمد نے بیان کیا، ان سے محمد بن عمرو بن حلحلہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عمرو بن عطاء نے بیان کیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے چند اصحاب رضوان اللہ علیہم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی نماز کا ذکر ہونے لگا تو ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے نبی کریم ﷺ کی نماز تم سب سے زیادہ یاد ہے میں نے آپ کو دیکھا کہ جب آپ تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک لے جاتے، جب آپ رکوع کرتے تو گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پوری طرح پکڑ لیتے اور پیٹھ کو جھکا دیتے۔ پھر جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اس طرح سیدھے کھڑے ہو جاتے کہ تمام جوڑ سیدھے ہو جاتے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو آپ اپنے ہاتھوں کو (زمین پر) اس طرح رکھتے کہ نہ بالکل پھیلے ہوئے ہوتے اور نہ سمٹے ہوئے پاؤں کی انگلیوں کے منہ قبلہ کی طرف رکھتے۔ جب آپ ﷺ دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو بائیں پاؤں کو آگے کر لیتے اور دائیں کو کھڑا کر دیتے پھر مقعد پر بیٹھتے۔ لیث نے یزید بن ابی حبیب سے اور یزید بن محمد بن حلحلہ سے سنا اور محمد بن حلحلہ نے ابن عطا سے، اور ابوصالح نے لیث سے كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ نقل کیا ہے اور ابن المبارک نے یحییٰ بن ایوب سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا کہ محمد بن عمرو بن حلحلہ نے ان سے حدیث میں كُلُّ فَقَارٍ بیان کیا۔

تشریح: صحیح ابن خزیمہ میں دس بیٹھنے والے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں سہل بن سعید اور ابوحمید ساعدی اور محمد بن مسلمہ اور ابوہریرہ اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہم کے نام بتلائے گئے ہیں باقی کے نام معلوم نہیں ہوسکے یہ حدیث مختلف سندوں کے ساتھ کہیں مجمل اور کہیں مفصل مروی ہے اس میں دوسرے قعدے میں تورک کا ذکر ہے یعنی سرین پر بیٹھنا دائیں پاؤں کو کھڑا کرنا اور بائیں کو آگے کرکے تلے سے دائیں طرف باہر نکالنا اور دونوں سرین زمین سے ملا کر بائیں ران پر بیٹھنا یہ تورک چار رکعت والی نماز میں اور نماز فجر کی آخری رکعت میں کرنا چاہیے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے آخر حدیث میں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی جو روایت ہے اسے فریابی اور جوزنی اور ابراہیم حربی نے وصل کیا ہے سنن نماز کے سلسلہ میں یہ حدیث ایک اصولی تفصیلی بیان کی حیثیت رکھتی ہے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ التَّشَهُّدَ الْأَوَّلَ وَاجِبًا

باب: اس شخص کی دلیل جو پہلے تشہد کو (چار رکعت یا تین رکعت نماز میں) واجب نہیں جانتا (یعنی فرض)

لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَرْجِعْ.

کیونکہ نبی ﷺ دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہو گئے اور بیٹھے نہیں۔

تشریح: باوجودیکہ لوگوں نے سبحان اللہ کہا لیکن آپ نہ بیٹھے اگر تشہد پہلا فرض ہوتا تو ضرور بیٹھ جاتے جیسے کوئی رکوع یا سجدہ بھول جائے اور یاد آئے تو اسی وقت لوٹانا لازم ہے ہمارے امام ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ تشہد واجب ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو ہمیشہ کیا اور بھول گئے تو سجدہ سہو سے اس کا تدارک کیا (مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ)

٨٢٩۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ هُرْمُزَ، مَوْلَى بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔ وَقَالَ: مَرَّةً مَوْلَى رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ۔ أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ بُحَيْنَةَ، قَالَ: وَهُوَ مِنْ أَزْدِ شَنُوءَةَ وَهُوَ حَلِيفٌ لِبَنِي عَبْدِ مَنَافٍ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِهِمُ الظُّهْرَ، فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ لَمْ يَجْلِسْ، فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ حَتَّى إِذَا قَضَى الصَّلَاةَ، وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيمَهُ، كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ. [أطرافه في: ٨٣٠، ١٢٢٤، ١٢٢٥، ١٢٣٠، ٦٦٧٠] [مسلم: ١٢٧٠، ١٢٧١، ١٢٧٢؛ ابوداود: ١٠٣٤، ١٠٣٥؛ ترمذي: ٣٩١؛ نسائي: ١١٧٦، ١١٧٧، ١٢٢١، ١٢٢٢، ١٢٦٠؛ ابن ماجه: ١٢٠٦، ١٢٠٧]

(٨٢٩) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی، انہوں نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبدالرحمن بن ہرمز نے بیان کیا جو مولی بنی عبدالمطلب (یا مولی ربیعہ بن حارث) تھے، کہ عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ جو صحابی رسول اور بنی عبد مناف کے حلیف قبیلہ از دشنوءہ سے تعلق رکھتے تھے، نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے انہیں ظہر کی نماز پڑھائی اور دو رکعتوں پر بیٹھنے کے بجائے کھڑے ہو گئے، چنانچہ سارے لوگ بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے، جب نماز ختم ہونے والی تھی اور لوگ آپ کے سلام پھیرنے کا انتظار کر رہے تھے تو آپ نے اللہ اکبر کہا اور سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے، پھر سلام پھیرا۔

تشریح: علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر یوں باب منعقد فرمایا ہے: "باب الامر بالتشهد الاول وسقوطه بالسهو۔" یعنی تشہد اول کے لیے حکم ہے اور وہ بھول سے رہ جائے تو سجدہ سہو سے ساقط ہو جاتا ہے۔ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں جو لفظ "فقولوا التحيات" وارد ہوئے ہیں اس پر علامہ فرماتے ہیں: "فيه دليل لمن قال بوجوب التشهد الاوسط وهو احمد في المشهور عنه والليث واسحاق وهو قول الشافعي واليه ذهب داود و ابو ثور ورواه النووي عن جمهور المحدثين۔" یعنی اس میں ان حضرات کی دلیل ہے جو درمیانی تشہد کو واجب کہتے ہیں امام احمد سے بھی یہی منقول ہے اور دیگر ائمہ مذکورین سے بھی بلکہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جمہور محدثین کرام رحمہم اللہ سے نقل فرمایا ہے۔

حدیث مذکور سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی ثابت فرمایا ہے کہ تشہد اول اگر فرض ہوتا تو آپ اسے ضرور لوٹاتے مگر یہ ایسا ہے کہ اگر رہ جائے تو سجدہ سہو سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ روایت میں عبداللہ بن بحینہ رحمۃ اللہ علیہ کے حلیف ہونے کا ذکر ہے عہد جاہلیت میں اگر کوئی شخص یا قبیلہ کسی دوسرے سے یہ عہد کر لیتا کہ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا، تمہارے دوست کا دوست اور دشمن کا دشمن تو اسے اس قوم کا حلیف کہا جاتا تھا صحابی مذکور بنی عبد مناف کے حلیف تھے۔

بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الْأُولَى

باب: پہلے قعدہ میں تشہد پڑھنا

٨٣٠۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرٌ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ الظُّهْرَ، فَقَامَ وَعَلَيْهِ جُلُوْسٌ، فَلَمَّا كَانَ فِيْ آخِرِ صَلَاتِهِ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ. [راجع: ٨٢٩]

(۸۳۰) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بکر بن مضر نے جعفر بن ربیعہ سے بیان کیا، انہوں نے اعرج سے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ نے کہا، کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز ظہر پڑھائی۔ آپ کو چاہیے تھا بیٹھنا لیکن آپ (بھول کر) کھڑے ہو گئے پھر نماز کے آخر میں بیٹھے ہی بیٹھے دو سجدے کئے۔

تشریح: اور تشہد نہیں پڑھا۔ حدیث میں عليه الجلوس کے لفظ بتلاتے ہیں کہ آپ کو بیٹھنا چاہیے تھا مگر آپ بھول گئے جلوس سے تشہد مراد ہے۔ ترجمہ باب کی مطابقت ظاہر ہے۔

بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الْآخِرَةِ

باب: آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا

٨٣١۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُاللَّهِ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ قُلْنَا: السَّلَامُ عَلَى جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ، السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانٍ. فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ، فَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، [وَ]الصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ

(۸۳۱) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے شقیق بن سلمہ سے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ہم نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو کہتے: سلام ہو جبرئیل اور میکائیل پر سلام ہو فلاں اور فلاں پر (اللہ پر سلام) نبی کریم ﷺ ایک روز ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اللہ تو خود "سلام" ہے (تم اللہ کو کیا سلام کرتے ہو) اس لیے جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو یہ کہے: تمام آدابِ بندگی، تمام عبادات اور تمام بہترین تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ آپ پر سلام ہو اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہم پر سلام اور اللہ کے تمام صالح بندوں پر سلام۔ جب یہ کہو گے تو تمہارا سلام آسمان و زمین میں جہاں کوئی

الصَّالِحِينَ- فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمُوْهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ- أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ))۔ [اطرافه في: ٨٣٥، ١٢٠٢، ٦٢٣٠، ٦٢٦٥، ٦٣٢٨، ٧٣٨١] [مسلم: ٩٠٠؛ ابوداود: ٩٦٨؛ نسائي: ١١٦٤، ١١٦٨، ١١٦٩، ١٢٧٦، ١٢٧٨، ١٢٩٧]

اللہ کا نیک بندہ ہے اس کو پہنچ جائے گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

تشریح: یہ قعدہ کی دعا ہے جسے تشہد کہتے ہیں۔ بندہ پہلے کہتا ہے کہ تحیات صلوات اور طیبات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ یہ تین الفاظ قول وفعل کے تمام محاسن کو شامل ہیں یعنی تمام خیر اور بھلائی خداوند قدوس کے لیے ثابت ہے اور اسی کی طرف سے ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ پر سلام بھیجا گیا اور اس میں خطاب کی ضمیر اختیار کی گئی کیوں کہ صحابہ کو یہ دعا سکھائی گئی تھی اور آپ اس وقت موجود تھے۔ اب جن الفاظ کے ساتھ ہمیں یہ دعا پہنچی ہے اسی طرح پڑھنی چاہیے۔ (تفہیم البخاری) سلام درحقیقت دعا ہے یعنی تم سلامت رہو اللہ پاک کو ایسی دعا دینے کی حاجت نہیں کیونکہ وہ ہر ایک آفت اور تغیر سے پاک ہے وہ ازلی ابدی ہے اس میں کوئی عیب اور نقص نہیں وہ ساری کائنات کو خود سلامتی بخشنے والا اور سب کی پرورش کرنے والا ہے اسی لیے اس کا نام سلام ہوا اسی دعا میں لفظ تحیات اور صلوات اور طیبات وارد ہوتے ہیں تحیات کے معنی سلامتی بقا عظمت ہر نقص سے پاکی ہر قسم کی تعظیم مراد ہے یہ عبادات قولی پر صلوات فعلی پر اور طیبات عبادات مالی پر بھی بولا گیا ہے۔ (فتح الباری)

پس یہ تینوں قسم کی عبادات ایک اللہ ہی کے لیے مخصوص ہیں جو لوگ ان عبادات میں کسی غیر کو شریک کرتے ہیں وہ فرشتے ہوں یا انسان یا اور کچھ، وہ خالق کا حق چھین کر جو مخلوق کو دیتے ہیں یہی وہ ظلم عظیم ہے جسے قرآن مجید میں شرک کہا گیا ہے جس کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّهُ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾ (۵/المائدہ:۷۲) یعنی شرک کرنے والوں پر جنت حرام ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے عبادات قولی میں زبان سے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اس کا نام لینا، عبادات فعلی میں رکوع سجدہ قیام، عبادات مالی میں ہر قسم کا صدقہ وخیرات نذر ونیاز وغیرہ وغیرہ مراد ہے۔

بَابُ الدُّعَاءِ قَبْلَ السَّلَامِ

باب: (تشہد کے بعد) سلام پھیرنے سے پہلے کی دعائیں

٨٣٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ، أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَدْعُوْ فِي الصَّلَاةِ: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ))۔ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: مَا أَكْثَرَ مَا

(۸۳۲) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں عروہ بن زبیر نے خبر دی، انہیں نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے: "اے اللہ! قبر کے عذاب سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ زندگی کے اور موت کے فتنوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ دجال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں گناہوں سے اور قرض سے۔" کسی (یعنی ام المومنین حضرت عائشہ ؓ) نے نبی ﷺ سے عرض کی کہ آپ ﷺ تو قرض سے بہت

تَسْتَعِيْذُ مِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ: ((إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ)) . وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ سَمِعْتُ خَلَفَ بْنَ عَامِرٍ يَقُوْلُ فِي الْمَسِيحِ وَالْمَسِّيحِ لَيْسَ بَيْنَهُمَا فَرْقٌ وَهُمَا وَاحِدٌ أَحَدُهُمَا عَيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْآخَرُ الدَّجَّالُ. [أطرافه في: ٨٣٣، ٢٣٩٧، ٦٣٦٨، ٦٣٧٥، ٦٣٧٦، ٦٣٧٧، ٧١٢٩] [مسلم: ١٣٢٥؛ ابوداود: ٨٨٠؛ نسائي: ١٣٠٨]

ہی زیادہ پناہ مانگتے ہیں! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جب کوئی مقروض ہو جائے تو وہ جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ خلاف ہو جاتا ہے۔" محمد بن یوسف مطر فربری نے کہا میں نے خلف بن عامر سے سُنا، وہ کہتے تھے کہ مسیح (بلا تشدید) اور مسّیح (با تشدید) میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں ایک ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح اور مسّیح کہہ سکتے ہیں اور دجال کو بھی۔

٨٣٣۔ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَسْتَعِيْذُ فِيْ صَلَاتِهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ. [راجع: ٨٣٢]

(۸۳۳) اور اسی سند کے ساتھ زہری سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز میں دجال کے فتنے سے پناہ مانگتے سنا۔

تشریح: ((وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ)) کے بعد بعض نسخوں میں یہ عبارت زائد ہے: "وقال محمد بن يوسف سمعت خلف بن عامر يقول في المسيح والمسيح ليس بينهما فرق وهما واحد احدهما عيسى عليه السلام والاخر الدجال۔" یعنی محمد بن یوسف نے کہا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں نے خلف بن عامر سے سنا مسیح اور مسّیح میں کچھ فرق نہیں دونوں ایک ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مسیح اور مسّیح کہہ سکتے ہیں اور دجال کو بھی۔

٨٣٤۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ: عَلِّمْنِيْ دُعَاءً أَدْعُوْ بِهِ فِيْ صَلَاتِيْ. قَالَ: ((قُلِ اللَّهُمَّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ، فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِيْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ)). [طرفاه: ٦٣٢٦، ٧٣٨٨] [مسلم: ٦٨٧٠؛ ترمذي: ٣٥٣١؛ نسائي: ١٣٠١]

(۸۳۴) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے یزید بن ابی حبیب سے بیان کیا، ان سے ابوالخیر مرثد بن عبداللہ نے ان سے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے، ان سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے کوئی ایسی دعا سکھا دیجئے جسے میں نماز میں پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو: "اے اللہ! میں نے اپنی جان پر (گناہ کر کے) بہت زیادہ ظلم کیا پس گناہوں کو تیرے سوا کوئی دوسرا معاف کرنے والا نہیں۔ مجھے اپنے پاس سے بھرپور مغفرت عطا فرما اور مجھ پر رحم کر کہ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا بے شک وشبہ تو ہی ہے۔"

بَابُ مَا يُتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ

باب: تشہد کے بعد جو دعا اختیار کی جاتی ہے اس کا

بَعْدَ التَّشَهُّدِ، وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ

بیان اور یہ کہ اس دعا کا پڑھنا کچھ واجب نہیں ہے

٨٣٥ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: حَدَّثَنِي شَقِيقٌ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: كُنَّا إِذَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الصَّلَاةِ قُلْنَا: السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ مِنْ عِبَادِهِ، السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانٍ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تَقُولُوا: السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ. فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ، وَلَكِنْ قُولُوا: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ. فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمْ ذَلِكَ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ فِي السَّمَاءِ أَوْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ فَيَدْعُو)). [راجع: ٨٣١] [مسلم: ٩٠٠؛ ابوداود: ٩٦٨؛ نسائي: ١١٦٣، ١١٦٨، ١١٦٩، ١٢٧٦، ١٢٧٨، ١٢٩٧؛ ابن ماجه: ٨٩٩]

(۸۳۵) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے اعمش سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے شقیق نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ (پہلے) جب ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو ہم (قعدہ میں) یہ کہا کرتے تھے کہ اس کے بندوں کی طرف سے اللہ پر سلام ہو اور فلاں پر اور فلاں پر سلام ہو۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "یہ نہ کہو کہ "اللہ پر سلام ہو" کیوں کہ اللہ تو خود سلام ہے۔ بلکہ یہ کہو: آداب بندگان اور تمام عبادات اور تمام پاکیزہ خیراتیں اللہ ہی کے لیے ہیں آپ پر اے نبی! سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں ہم پر اور اللہ کے صالح بندوں پر سلام ہو۔ اور جب تم یہ کہو گے تو آسمان پر اللہ کے تمام بندوں کو پہنچے گا یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ آسمان اور زمین کے درمیان تمام بندوں کو پہنچے گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس کے بعد دعا کا اختیار ہے جو اسے پسند ہو کرے۔"

تشریح: یہ لفظ عام ہے دین اور دنیا کے متعلق ہر ایک قسم کی دعا مانگ سکتا ہے اور مجھ کو حیرت ہے کہ حنفیہ نے یہ کیسے کہا ہے کہ فلاں قسم کی دعا نماز میں مانگ سکتا ہے فلاں قسم کی نہیں مانگ سکتا۔ نماز میں بندے کو اپنے مالک کی بارگاہ میں باریابی کا شرف حاصل ہوتا ہے پھر اپنی اپنی لیاقت اور حوصلے کے موافق ہر بندہ اپنے مالک سے معروضہ کرتا ہے اور مالک اپنے کرم اور رحم سے عنایت فرماتا ہے اگر صرف دین کے متعلق ہی دعائیں مانگنا نماز میں جائز ہوں اور کچھ دعائیں جائز نہ ہوں تو دوسرے مطلب کس سے مانگے صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ سے اپنی حاجتیں مانگو یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے یا ہانڈی میں نمک نہ ہو تو بھی اللہ سے کہو۔ (مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ) مترجم کا کہنا ہے کہ ادعیہ ماثورہ ہمارے بیشتر مقاصد و مطالب پر مشتمل موجود ہیں ان کا پڑھنا موجب صد برکت ہوگا حدیث نمبر ۸۳۲، ۸۳۳، و۸۳۴ میں جامع دعائیں اور آخر میں سب مقاصد پر مشتمل پاکیزہ دعا یہ کافی ہے: "ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار۔"

بَابُ مَنْ لَمْ يَمْسَحْ جَبْهَتَهُ وَأَنْفَهُ حَتَّى صَلَّى

باب: اگر نماز میں پیشانی یا ناک کو مٹی لگ جائے تو نہ پوچھے جب تک نماز سے فارغ نہ ہو

قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: رَأَيْتُ الْحُمَيْدِيَّ يَحْتَجُّ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں نے عبداللہ بن زبیر حمیدی کو دیکھا وہ اسی

بِهٰذَا الْحَدِيْثِ أَنْ لَا يَمْسَحَ الْجَبْهَةَ فِي الصَّلَاةِ.

حدیث سے دلیل لیتے تھے کہ نماز میں اپنی پیشانی نہ پونچھے۔

٨٣٦۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ فَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ فِيْ جَبْهَتِهِ. [راجع:٦٦٩]

(٨٣٦) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے انہوں نے کہا کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو آپ نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کیچڑ میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ مٹی کا اثر آپ ﷺ کی پیشانی پر صاف ظاہر تھا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی پیشانی مبارک سے پانی اور کیچڑ کے نشانات کو صاف نہیں فرمایا تھا۔ امام حمیدی رحمہ اللہ کے استدلال کی بنیاد یہی ہے۔

بَابُ التَّسْلِيْمِ

باب: سلام پھیرنے کا بیان

٨٣٧۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ، أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِيْنَ يَقْضِيْ تَسْلِيْمَهُ، وَمَكَثَ يَسِيْرًا قَبْلَ أَنْ يَقُوْمَ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأُرَى- وَاللّٰهُ أَعْلَمُ- أَنَّ مُكْثَهُ لِكَيْ يَنْفُذَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُنَّ مَنِ انْصَرَفَ مِنَ الْقَوْمِ [اطرافه في: ٨٤٩، ٨٥٠، ٨٦٦، ٨٧٠، ٨٧٥] [ابوداود: ١٠٤٠؛ نسائي: ١٣٣٢؛ ابن ماجه: ٩٣٢]

(٨٣٧) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب زہری نے ہند بنت حارث سے حدیث بیان کی کہ (ام المومنین حضرت) ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب (نماز سے) سلام پھیرتے تو سلام کے ختم ہوتے ہی عورتیں کھڑی ہو جاتیں (باہر آنے کے لیے) اور آپ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر ٹھہرے رہتے تھے۔ ابن شہاب رحمہ اللہ نے کہا میں سمجھتا ہوں اور پورا علم تو اللہ ہی کو ہے آپ اس لیے ٹھہر جاتے تھے کہ عورتیں جلدی چلی جائیں اور مرد نماز سے فارغ ہو کر ان کو نہ پائیں۔

تشریح: سلام پھیرنا امام احمد اور شافعی اور مالک اور جمہور علما اور اہل حدیث کے نزدیک فرض اور نماز کا ایک رکن ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ لفظ سلام کو فرض نہیں جانتے بلکہ نماز کے خلاف کوئی کام کر کے نماز سے نکلنا فرض جانتے ہیں اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ سلام پھیرا اور فرمایا کہ نماز سے نکلنا سلام پھیرنا ہے۔ (مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ)

بَابٌ: يُسَلِّمُ حِيْنَ يُسَلِّمُ الْإِمَامُ،

باب: اس بارے میں کہ امام کے سلام پھیرتے ہی مقتدی کو بھی سلام پھیرنا چاہیے،

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ. يَسْتَحِبُّ إِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس بات کو مستحب جانتے تھے کہ مقتدی بھی

أَنْ يُسَلِّمَ مَنْ خَلْفَهُ.

اسی وقت سلام پھیریں جب امام سلام پھیرے۔

٨٣٨۔ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَحْمُودٍ هُوَ ابْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ. [راجع: ٤٢٤]

(٨٣٨) ہم سے حبان بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں معمر بن راشد نے زہری سے خبر دی، انہیں محمود بن ربیع انصاری نے، انہیں عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے، آپ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی پھیرا۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب یہ ہے کہ مقتدیوں کو سلام پھیرنے میں دیر نہ کرنی چاہیے بلکہ امام کے ساتھ ہی ساتھ وہ بھی سلام پھیر دیں۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَرُدَّ السَّلَامَ عَلَى الْإِمَامِ وَاكْتَفَى بِتَسْلِيمِ الصَّلَاةِ

باب: اس بارے میں کہ امام کو سلام کرنے کی ضرورت نہیں صرف نماز کے دو سلام کافی ہیں

تشریح: یہ باب لا کر امام بخاری رحمہ اللہ نے مالکیہ کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ مقتدی ایک اسلام امام کو بھی کرے۔

٨٣٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ، وَزَعَمَ، أَنَّهُ عَقَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا مِنْ دَلْوٍ كَانَتْ فِي دَارِهِمْ. [راجع: ٧٧]

(٨٣٩) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی کہا کہ ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی کہا کہ مجھے محمود بن ربیع نے خبر دی، وہ کہتے تھے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ پوری طرح یاد ہیں اور آپ کا میرے گھر کے ڈول سے کلی کرنا بھی یاد ہے (جو آپ نے میرے منہ میں ڈالی تھی)۔

٨٤٠۔ قَالَ: سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ، ثُمَّ أَحَدَ بَنِي سَالِمٍ قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي، وَإِنَّ السُّيُولَ تَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوْمِي، فَلَوَدِدْتُ أَنَّكَ جِئْتَ فَصَلَّيْتَ فِي بَيْتِي مَكَانًا، أَتَّخِذُهُ مَسْجِدًا، فَقَالَ: ((أَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ)). فَغَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ مَعَهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ، فَاسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى قَالَ: ((أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟)).

(٨٤٠) انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عتبان بن مالک انصاری سے سنا، پھر بنی سالم کے ایک شخص سے اس کی مزید تصدیق ہوئی۔ عتبان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اپنی قوم بنی سالم کی امامت کیا کرتا تھا۔ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری آنکھ خراب ہوگئی ہے اور (برسات میں) پانی سے بھرے ہوئے نالے میرے اور میری قوم کی مسجد کے بیچ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر پر تشریف لا کر کسی ایک جگہ نماز ادا فرمائیں تاکہ میں اسے اپنی نماز کے لیے مقرر کرلوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ان شاء اللہ تعالیٰ میں تمہاری خواہش پوری کروں گا۔'' صبح کو دن چڑھ گیا تو نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے (اندر آنے کی) اجازت چاہی اور میں نے دے دی۔ آپ بیٹھے نہیں بلکہ پوچھا کہ گھر کے کس حصہ میں

فَأَشَارَ إِلَيْهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِيْ أَحَبَّ أَنْ يُصَلِّيَ فِيْهِ، فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ سَلَّمَ، وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ .[راجع: ٤٢٤]

نماز پڑھوانا چاہتے ہو۔ایک جگہ کی طرف جسے میں نے نماز پڑھنے کے لیے پسند کیا تھا، اشارہ کیا۔ آپ (نماز کے لیے) کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی پھر آپ نے سلام پھیرا اور جب آپ نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی پھیرا۔

تشریح: جمہور فقہا کے نزدیک نماز میں دو سلام ہیں۔لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تنہا نماز پڑھنے والے کے لیے صرف ایک سلام کافی ہے اور نماز باجماعت ہو رہی ہو تو دو سلام ہونے چاہییں۔ امام کے لیے بھی اور مقتدی کے لیے بھی۔لیکن اگر مقتدی امام کے بالکل پیچھے ہے یعنی نہ دائیں جانب نہ بائیں جانب تو اسے تین سلام پھیرنے پڑیں گے۔ایک دائیں طرف کے نمازیوں کے لیے دوسرا بائیں طرف والوں کے لیے اور تیسرا امام کے لیے۔گویا اس سلام میں انہوں نے ملاقات کے سلام کے آداب کا لحاظ رکھا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جمہور کے مسلک کی ترجمانی کر رہے ہیں۔(تفہیم البخاری) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو کئی جگہ لائے ہیں اور اس سے متعدد مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔یہاں اس حدیث سے باب کا مطلب یوں نکلا کہ ظاہر یہ ہے کہ مقتدیوں کا سلام بھی نبی کریم ﷺ کے سلام کی طرح تھا اور اگر مقتدیوں نے کوئی تیسرا سلام کہا ہوتا تو اس کو ضرور بیان کرتے یہ بھی حدیث سے نکلا کہ معذورین کے لیے اور نوافل کے لیے گھر کے کسی حصہ میں نماز کی جگہ متعین کر دی جائے تو اس کی اجازت ہے۔یہ بھی ثابت ہے کہ کسی واقعی اہل اللہ بزرگ سے اس قسم کی درخواست جائز ہے۔

بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

باب: نماز کے بعد ذکر الٰہی کرنا

٨٤١- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو، أَنَّ أَبَا مَعْبَدٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ- أَخْبَرَهُ أَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِيْنَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوْا بِذَلِكَ إِذَا سَمِعْتُهُ. [طرفه في:٨٤٢] [مسلم: ١٣١٨؛ ابوداود: ١٠٠٣]

(٨٤١) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبدالرزاق بن ہمام نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہمیں عبدالملک بن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھ کو عمرو بن دینار نے خبر دی کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ابو معبد نے انہیں خبر دی اور انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ بلند آواز سے ذکر، فرض نماز سے فارغ ہونے پر نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں جاری تھا۔
ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں ذکر سن کر لوگوں کی نماز سے فراغت کو سمجھ جاتا تھا۔

٨٤٢- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كُنْتُ أَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ بِالتَّكْبِيْرِ. قَالَ عَلِيٌّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ: كَانَ

(٨٤٢) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، کہا کہ مجھے ابو معبد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ آپ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کی نماز ختم ہونے کو تکبیر کی وجہ سے سمجھ جاتا تھا۔ علی بن مدینی نے کہا کہ ہم سے سفیان نے عمرو کے حوالے سے بیان کیا کہ

أَبُوْ مَعْبَدٍ أَصْدَقَ مَوَالِي ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ عَلِيٌّ: وَاسْمُهُ نَافِذٌ. [راجع: ٨٤١] [مسلم: ١٣١٦، ١٣١٧؛ ابوداود: ١٠٠٢؛ نسائي: ١٣٣٤]

ابومعبد ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلاموں میں سب سے زیادہ قابل اعتماد تھے۔ علی بن مدینی نے بتایا کہ ان کا نام نافذ تھا۔

٨٤٣ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ الْفُقَرَاءُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوْا: ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُوْرِ مِنَ الْأَمْوَالِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلَى وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ، يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ، وَلَهُمْ فَضْلٌ مِنْ أَمْوَالٍ يَحُجُّوْنَ بِهَا، وَيَعْتَمِرُوْنَ، وَيُجَاهِدُوْنَ، وَيَتَصَدَّقُوْنَ فَقَالَ: ((أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِمَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ أَدْرَكْتُمْ مَنْ سَبَقَكُمْ وَلَمْ يُدْرِكْكُمْ أَحَدٌ بَعْدَكُمْ، وَكُنْتُمْ خَيْرَ مَنْ أَنْتُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ، إِلَّا مَنْ عَمِلَ مِثْلَهُ تُسَبِّحُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ، وَتُكَبِّرُوْنَ خَلْفَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ)) فَاخْتَلَفْنَا بَيْنَنَا فَقَالَ بَعْضُنَا: نُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ، وَنَحْمَدُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ، وَنُكَبِّرُ أَرْبَعًا وَثَلَاثِيْنَ فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ: ((تَقُوْلُ: سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، حَتَّى يَكُوْنَ مِنْهُنَّ كُلِّهِنَّ ثَلَاثًا وَثَلَاثُوْنَ)). [طرفه في: ٦٣٢٩] [مسلم: ١٣٤٧]

(۸۴۳) ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا، ان سے سمی نے بیان کیا، ان سے ابوصالح ذکوان نے بیان کیا، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نادار لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ امیر و رئیس لوگ بلند درجات اور ہمیشہ رہنے والی جنت حاصل کر چکے حالانکہ جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور جیسے ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں مال و دولت کی وجہ سے انہیں ہم پر فوقیت حاصل ہے کہ اس کی وجہ سے وہ حج کرتے ہیں، عمرہ کرتے ہیں، جہاد کرتے ہیں اور صدقے دیتے ہیں (اور ہم محتاجی کی وجہ سے ان کاموں کو نہیں کر پاتے) اس پر آپ نے فرمایا کہ "لو میں تمہیں ایک ایسا عمل بتاتا ہوں کہ اگر تم اس کی پابندی کرو گے تو جو لوگ تم سے آگے بڑھ چکے ہیں انہیں تم پالو گے اور تمہارے مرتبہ تک پھر کوئی نہیں پہنچ سکتا اور تم سب سے اچھے ہو جاؤ گے سوا ان کے جو یہی عمل شروع کر دیں ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ تسبیح (سبحان اللہ) تحمید (الحمدللہ) تکبیر (اللہ اکبر) کہا کرو۔" پھر ہم میں اختلاف ہو گیا کسی نے کہا کہ ہم تسبیح تینتیس مرتبہ، تحمید تینتیس مرتبہ اور تکبیر چونتیس مرتبہ کہیں گے۔ میں نے اس پر آپ ﷺ سے دوبارہ معلوم کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "سبحان اللہ اور الحمدللہ اور اللہ اکبر کہو۔ تا آنکہ ہر ایک ان میں سے تینتیس مرتبہ ہو جائے۔"

٨٤٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ وَرَّادٍ، كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: أَمْلَى عَلَيَّ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فِي كِتَابٍ إِلَى مُعَاوِيَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ فِي دُبُرِ

(۸۴۴) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عبدالملک بن عمیر سے بیان کیا، ان سے مغیرہ بن شعبہ کے کاتب وراد نے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں لکھوایا کہ نبی کریم ﷺ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے: "اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اس کا کوئی شریک

كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ: ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ)). وَقَالَ شُعْبَةُ: عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ، بِهَذَا. وَقَالَ الْحَسَنُ: جَدٌّ غِنًى. وَعَنِ الْحَكَمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ، عَنْ وَرَّادٍ بِهَذَا. [أطرافه في: ١٤٧٧، ٢٤٠٨، ٥٩٧٥، ٦٣٣٠، ٦٤٧٣، ٦٦١٥، ٧٢٩٢] [مسلم: ١٣٣٨، ١٣٣٩، ١٣٤٠، ١٣٤١؛ ابوداود: ١٥٠٥؛ نسائي: ١٣٤٠، ١٣٤١]

نہیں۔ بادشاہت اس کی ہے اور تمام تعریف اسی کے لیے ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! جسے تو دے اس سے روکنے والا کوئی نہیں اور جسے تو نہ دے اسے دینے والا کوئی نہیں اور کسی مال دار کو اس کی دولت و مال تیری بارگاہ میں کوئی نفع نہ پہنچا سکیں گے۔" شعبہ نے بھی عبدالملک سے اسی طرح روایت کی ہے۔ حسن نے فرمایا کہ (حدیث میں لفظ) جد کے معنی مال داری کے ہیں اور حکم، قاسم بن مخیمرہ سے وہ وراد کے واسطہ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

بَابٌ: يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ النَّاسَ إِذَا سَلَّمَ

باب: امام جب سلام پھیر چکے تو لوگوں کی طرف منہ کرے

٨٤٥۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ. [أطرافه في: ١١٤٣، ١٣٨٦، ٢٠٨٥، ٢٧٩١، ٣٢٣٦، ٣٣٥٤، ٤٦٧٤، ٦٠٩٦، ٧٠٤٧] [مسلم: ٥٩٢٧؛ ترمذي: ٢٢٩٤]

(۸۴۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو رجاء عمران بن تمیم نے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ جب نماز (فرض) پڑھا چکتے تو ہماری طرف منہ کرتے۔

تشریح: اس سے صاف معلوم ہوا کہ نماز فرض کے بعد سنت طریقہ یہی ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد امام دائیں یا بائیں طرف منہ پھیر کر مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے۔ مگر صد افسوس کہ ایک دیوبندی صاحب مترجم و شارح بخاری فرماتے ہیں آج کل دائیں یا بائیں طرف رخ کر کے بیٹھنے کا عام طور پر رواج ہے اس کی کوئی اصل نہیں نہ یہ سنت ہے نہ مستحب، جائز ضرور ہے (تفہیم البخاری پ۴ص۲۲) پھر حدیث مذکور و منعقدہ باب کا مفہوم کیا ہے اس کا جواب فاضل موصوف یہ دیتے ہیں کہ مصنف رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر امام اپنے گھر جانا چاہتا ہے تو گھر چلا جائے لیکن اگر مسجد میں بیٹھنا چاہتا ہے تو سنت یہ ہے کہ دوسرے موجودہ لوگوں کی طرف رخ کر کے بیٹھے (حوالہ مذکورہ) ناظرین خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ فاضل شارح بخاری کے ہر دو بیانات میں کس قدر تضاد ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے باب اور حدیث کا مفہوم ظاہر ہے۔

٨٤٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ،

(۸۴۶) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، انہوں نے امام مالک

عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلَى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّوَجَلَّ؟)) قَالُوْا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ((أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهِ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ)). [أطرافه في: ۱۰۳۸، ٤١٤٧، ۷۵۰۳] [مسلم: ۲۳۱؛ ابوداود: ۳۹۰٦؛ نسائي: ١٥٢٤]

سے بیان کیا، انہوں نے صالح بن کیسان سے بیان کیا، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے بیان کیا، ان سے زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی اور رات کو بارش ہو چکی تھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے لوگوں کی طرف منہ کیا اور فرمایا: "معلوم ہے تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے۔" لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ "تمہارے رب کا ارشاد ہے کہ صبح ہوئی تو میرے کچھ بندے مجھ پر ایمان لائے۔ اور کچھ میرے منکر ہوئے جس نے کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہمارے لیے بارش ہوئی تو وہ میرا مومن ہے اور ستاروں کا منکر اور جس نے کہا کہ فلاں تارے کے فلاں جگہ پر آنے سے بارش ہوئی وہ میرا منکر ہے اور ستاروں کا مومن۔"

تشریح: کفر سے حقیقی کفر مراد ہے معلوم ہوا کہ جو کوئی ستاروں کو موثر جانے وہ بہ نص حدیث کافر ہے۔ پانی برسانا اللہ کا کام ہے ستارے کیا کر سکتے ہیں۔

۸٤٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ، سَمِعَ يَزِيْدَ ابْنَ هَارُوْنَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ، قَالَ: أَخَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الصَّلَاةَ ذَاتَ لَيْلَةٍ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا، فَلَمَّا صَلَّى أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ: ((إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَرَقَدُوْا، وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلَاةَ)). [راجع: ۵۷۲]

(۸٤٧) ہم سے عبداللہ بن منیر نے بیان کیا، انہوں نے یزید بن ہارون سے سنا، انہیں حمید ذیلی نے خبر دی، اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات (عشاء کی) نماز میں دیر فرمائی تقریباً آدھی رات تک، پھر آخر حجرہ سے باہر تشریف لائے اور نماز کے بعد ہماری طرف منہ کیا اور فرمایا کہ "دوسرے لوگ نماز پڑھ کر سو چکے لیکن تم لوگ جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے گویا نماز ہی میں رہے (یعنی تم کو نماز کا ثواب ملتا رہا)۔"

تشریح: ان جملہ مرویات سے ظاہر ہوا کہ سلام پھیرنے کے بعد امام مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے، پھر تسبیح وتہلیل کرے یا لوگوں کو مسئلہ مسائل بتلائے یا پھر اٹھ کر چلا جائے۔

بَابُ مُكْثِ الْإِمَامِ فِي مُصَلَّاهُ بَعْدَ السَّلَامِ

باب: سلام کے بعد امام اسی جگہ ٹھہر کر (نفل وغیرہ) پڑھ سکتا ہے

۸٤٨۔ وَقَالَ لَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ

(۸٤٨) اور ہم سے آدم بن ابی ایاس نے کہا کہ ان سے شعبہ نے بیان کیا

أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي فِي مَكَانِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ الْفَرِيضَةَ. وَفَعَلَهُ الْقَاسِمُ. وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ: ((لَا يَتَطَوَّعُ الْإِمَامُ فِي مَكَانِهِ)). وَلَمْ يَصِحَّ. [ابوداود: ١٠٠٦؛ ابن ماجه: ١٤٢٧]

ان سے ایوب سختیانی نے ان سے نافع نے، فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (نفل) اس جگہ پڑھتے تھے جس جگہ فرض پڑھتے۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر نے بھی اسی طرح کیا ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ''امام اپنی (فرض پڑھنے کی) جگہ پر نفل نہ پڑھے۔'' اور یہ صحیح نہیں۔

٨٤٩ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا سَلَّمَ يَمْكُثُ فِي مَكَانِهِ يَسِيرًا. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَنُرَى- وَاللَّهُ أَعْلَمُ- لِكَيْ يَنْفُذَ مَنْ يَنْصَرِفُ مِنَ النِّسَاءِ. [راجع: ٨٣٧]

(٨٤٩) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے زہری نے ہند بنت حارث سے بیان کیا ان سے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ جب سلام پھیرتے تو کچھ دیر اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے۔ ابن شہاب رحمہ اللہ نے کہا اللہ بہتر جاننے والا ہے ہم تو سمجھتے ہیں کہ یہ آپ اس لیے کرتے تھے تاکہ عورتیں پہلے چلی جائیں۔

٨٥٠ـ وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ، كَتَبَ إِلَيْهِ قَالَ: حَدَّثَتْنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ الْفِرَاسِيَّةُ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَكَانَتْ مِنْ صَوَاحِبَاتِهَا قَالَتْ: كَانَ يُسَلِّمُ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ فَيَدْخُلْنَ بُيُوتَهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَنْصَرِفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَالَ: ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَتْنِي هِنْدُ الْفِرَاسِيَّةُ. وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَتْنِي هِنْدُ الْقُرَشِيَّةُ. وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ: أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ أَنَّ هِنْدًا بِنْتَ الْحَارِثِ الْقُرَشِيَّةَ أَخْبَرَتْهُ، وَكَانَتْ تَحْتَ مَعْبَدِ بْنِ الْمِقْدَادِ- وَهُوَ حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ- وَكَانَتْ تَدْخُلُ عَلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ شُعَيْبٌ:

(٨٥٠) اور ابوسعید بن ابی مریم نے کہا کہ ہمیں نافع بن یزید نے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا کہ ابن شہاب زہری نے انہیں لکھ بھیجا کہ مجھ سے ہند بنت حارث فراسیہ نے بیان کیا اور ان سے نبی کریم ﷺ کی پاک بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے (ہند ان کی صحبت میں رہتی تھیں) انہوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ سلام پھیرتے تو عورتیں لوٹ کر جانے لگتیں اور نبی کریم ﷺ کے اٹھنے سے پہلے اپنے گھروں میں داخل ہو چکی ہوتیں۔

اور ابن وہب نے یونس کے واسطہ سے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا اور انہیں ہند بنت حارث فراسیہ نے خبر دی، اور عثمان بن عمر نے کہا کہ ہمیں یونس نے زہری سے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھ سے ہند قرشیہ نے بیان کیا۔ محمد بن ولید زبیدی نے کہا کہ مجھ کو زہری نے خبر دی کہ ہند بنت حارث قرشیہ نے انہیں خبر دی اور وہ بنو زہرہ کے حلیف معبد بن مقداد کی بیوی تھی، اور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھی، اور شعیب نے زہری سے اس حدیث کو روایت کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ہند قرشیہ نے حدیث بیان کی، اور ابن ابی عتیق

عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَتْنِي هِنْدُ الْقُرَشِيَّةُ. وَقَالَ ابْنُ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ الْفِرَاسِيَّةِ وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَهُ ابْنُ شِهَابٍ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ حَدَّثَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

نے زہری کے واسطہ سے بیان کیا اور ان سے ہند فراسیہ نے بیان کیا۔ لیث نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا اور ان سے قریش کی ایک عورت نے نبی کریم ﷺ سے روایت کر کے بیان کیا۔

تشریح: ان سندوں کے بیان کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ ہند کی نسبت کا اختلاف ثابت کریں کسی نے ان کو فراسیہ کہا کسی نے قرشیہ اور رد کیا اس شخص پر جس نے قرشیہ کو تصحیف قرار دیا کیونکہ لیث کی روایت میں اس کے قرشیہ ہونے کی تصریح ہے مگر لیث کی روایت موصول نہیں ہے اس لیے کہ ہند فراسیہ یا قرشیہ نے نبی کریم ﷺ سے نہیں سنا مقصد باب وحدیث ظاہر ہے کہ جہاں فرض نماز پڑھی گئی ہو وہاں نفل بھی پڑھی جاسکتی ہے مگر دیگر روایات کی بنا پر ذرا جگہ بدل لی جائے یا کچھ کلام کرلیا جائے تا کہ فرض اور نفل نمازوں میں اختلاط کا وہم نہ ہو سکے۔

بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَذَكَرَ حَاجَتَهُ فَتَخَطَّاهُمْ

باب: اگر امام لوگوں کو نماز پڑھا کر کسی کام کا خیال کرے اور ٹھہرے نہیں بلکہ لوگوں کی گردنیں پھاندتا چلا جائے تو کیا ہے

٨٥١۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ، قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فَقَامَ مُسْرِعًا، فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ، فَرَأَى أَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ فَقَالَ: ((ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِي، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ)). [أطرافه في: ١٢٢١، ١٤٣٠، ٦٢٧٥] [نسائي: ١٣٦٤]

(٨٥١) ہم سے محمد بن عبید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عیسیٰ بن یونس نے عمر بن سعید سے یہ حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی ان سے عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے مدینہ میں نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ ﷺ جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے آپ اپنی کسی بیوی کے حجرہ میں گئے۔ لوگ آپ ﷺ کی اس تیزی کی وجہ سے گھبرا گئے۔ پھر جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور جلدی کی وجہ سے لوگوں کے تعجب کو محسوس فرمایا تو فرمایا کہ ''ہمارے پاس ایک سونے کا ڈلا (تقسیم کرنے سے) بچ گیا تھا مجھے اس میں دل لگا رہنا برا معلوم ہوا، میں نے اس کے بانٹ دینے کا حکم دے دیا۔''

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض کے بعد امام کو اگر کوئی فوری ضرورت معلوم ہو جائے تو وہ کھڑا ہو کر جاسکتا ہے کیوں کہ فرضوں کے سلام کے بعد امام کو خواہ مخواہ اپنی جگہ ٹھہرے رہنا کچھ لازم یا واجب نہیں ہے۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو اپنی پیغمبرانہ ذمہ داریوں کا کس شدت سے احساس رہتا تھا کہ سونے کا ایک تولہ بھی گھر میں محض بطور امانت ہی ایک رات کے لیے رکھ لینا ناگوار معلوم ہوا۔ پھر ان معاندین پر پھٹکار ہو جو ایسے پاک پیغمبر فداہ ابی وامی کی شان میں گستاخی کرتے اور نعوذ باللہ آپ ﷺ پر دنیاداری کا غلط الزام لگاتے رہتے ہیں۔ ھداھم اللہ۔

بَابُ الْإِنْفِتَالِ وَالْإِنْصِرَافِ

باب: نماز پڑھ کر دائیں یا بائیں دونوں طرف پھر

عَنِ الْيَمِينِ، وَالشِّمَالِ

بیٹھنا یا لوٹنا درست ہے

وَكَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَنْفَتِلُ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ يَسَارِهِ، وَيَعِيبُ عَلَى مَنْ يَتَوَخَّى، أَوْ مَنْ تَعَمَّدَ الْإِنْفِتَالَ عَنْ يَمِينِهِ.

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ دائیں اور بائیں دونوں طرف مڑتے تھے۔ اور اگر کوئی دائیں طرف خواہ مخواہ قصد کر کے مڑتا تو اس پر آپ اعتراض کرتے تھے۔

٨٥٢۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: قَالَ عَبْدُاللَّهِ: لَا يَجْعَلْ أَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئًا مِنْ صَلَاتِهِ، يَرَى أَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ لَا يَنْصَرِفَ إِلَّا عَنْ يَمِينِهِ، لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ كَثِيرًا يَنْصَرِفُ عَنْ يَسَارِهِ.

(٨٥٢) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے سلیمان سے بیان کیا، ان سے عمارہ بن عمیر نے، ان سے اسود بن یزید نے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنی نماز میں سے کچھ بھی شیطان کا حصہ نہ لگائے اس طرح کہ داہنی طرف ہی لوٹنا اپنے لیے ضروری قرار دے لے۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو اکثر بائیں طرف سے لوٹتے دیکھا۔

[مسلم: ١٦٣٨؛ ابوداود: ١٠٤٢؛ نسائي: ١٣٥٩؛ ابن ماجه: ٩٣٠]

تشریح: معلوم ہوا کہ کسی مباح یا مستحب کام کو لازم یا واجب کر لینا شیطان کا اغوا ہے ابن منیر نے کہا مستحب کام کو اگر کوئی لازم قرار دے تو وہ مکروہ ہو جاتا ہے جب مباح کام لازم قرار دینے سے شیطان کا حصہ سمجھا جائے تو جو کام مکروہ یا بدعت ہے اس کو کوئی لازم قرار دے لے اور اس کے نہ کرنے پر اللہ کے بندوں کو ستائے یا ان کا عیب کرے تو اس پر شیطان کا کیا تسلط ہے سمجھ لینا چاہیے۔ ہمارے زمانہ میں یہ وبا بہت پھیلی ہے۔ بے اصل کاموں کو عوام کیا بلکہ خواص نے لازم قرار دے لیا ہے (مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ) تیجہ، فاتحہ چہلم وغیرہ سب اسی قسم کے کام ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الثُّومِ النِّيءِ وَالْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ

باب: لہسن، پیاز اور گندنے کے متعلق جو روایات آئی ہیں ان کا بیان

وَقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((مَنْ أَكَلَ الثُّومَ أَوِ الْبَصَلَ مِنَ الْجُوعِ أَوْ غَيْرِهِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا)).

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جس نے لہسن یا پیاز بھوک یا اس کے علاوہ کسی وجہ سے کھائی ہو وہ ہماری مسجد کے پاس نہ پھٹکے۔''

٨٥٣۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ- يُرِيدُ الثُّومَ- فَلَا يَغْشَانَا فِي مَسْجِدِنَا)). قُلْتُ: مَا يَعْنِي بِهِ قَالَ: مَا

(٨٥٣) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعاصم ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی کہا کہ مجھے عطا بن ابی رباح نے خبر دی کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ''یہ درخت کھائے (آپ ﷺ کی مراد لہسن سے تھی) تو وہ ہماری مسجد میں نہ آئے۔'' عطاء نے کہا میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کی مراد اس سے کیا تھی۔ انہوں نے جواب دیا

أُرَاهُ يَعْنِي إِلَّا نِيئَهُ. وَقَالَ: مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ إِلَّا نَتْنَهُ. [أطرافه في: ٨٥٥، ٥٤٥٢، ٧٣٥٩] [مسلم: ١٢٥٥؛ ترمذي: ١٨٠٦؛ نسائي: ٧٠٦]

کہ آپ کی مراد صرف کچے لہسن سے تھی۔ مخلد بن یزید نے ابن جریج کے واسطہ سے (إِلَّا نِيئَهُ کے بجائے) إِلَّا نَتْنَهُ نقل کیا ہے (یعنی آپ ﷺ کی مراد صرف لہسن کی بدبو سے تھی)۔

٨٥٤ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ ((مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ. يَعْنِي الثُّوْمَ. فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا)). [أطرافه في: ٤٢١٥، ٤٢١٧، ٤٢١٨، ٥٥٢١، ٥٥٢٢] [مسلم: ١٢٤٨؛ ابوداود: ٣٨٢٥]

(۸۵۴) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے، عبیداللہ بکیری سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جنگ خیبر کے موقع پر کہا تھا کہ جو شخص اس درخت یعنی لہسن کو کھائے ہوئے ہو اسے ہماری مسجد میں نہ آنا چاہیے (کچا لہسن یا پیاز کھانا مراد ہے کہ اس سے منہ میں بو پیدا ہو جاتی ہے)۔

تشریح: کسی بھی بدبودار چیز کو مسجد میں لے جانا یا اس کے کھانے کے بعد مسجد میں جانا برا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ لوگ اس کی بدبو سے تکلیف محسوس کریں گے اور پھر مسجد ایک پاک اور مقدس جگہ ہے جہاں اللہ کا ذکر ہوتا ہے۔ آج کل بیڑی سگریٹ والوں کے لیے بھی لازم ہے کہ منہ صاف کر کے بدبو دور کر کے مسواک سے منہ کو رگڑ رگڑ کر مسجد میں آئیں اگر نمازیوں کو ان کی بدبو سے تکلیف ہوئی تو ظاہر ہے کہ یہ کتنا گناہ ہوگا۔ کچا لہسن، پیاز اور سگریٹ بیڑی وغیرہ بدبودار چیزوں کا ایک ہی حکم ہے اتنا فرق ضرور ہے کہ پیاز لہسن کی بو اگر دور کی جا سکے تو ان کا استعمال جائز ہے جیسا کہ پکا کر ان کی بو کو دفع کر دیا جاتا ہے۔

٨٥٥ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: زَعَمَ عَطَاءٌ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ، زَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَكَلَ ثُوْمًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا. أَوْ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا. وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ)). وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِقِدْرٍ فِيْهِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُوْلٍ، فَوَجَدَلَهَا رِيْحًا فَسَأَلَ فَأُخْبِرَ بِمَا فِيْهَا مِنَ الْبُقُوْلِ فَقَالَ: ((قَرِّبُوْهَا)) إِلَى بَعْضِ أَصْحَابِهِ كَانَ مَعَهُ، فَلَمَّا رَآهُ كَرِهَ أَكْلَهَا فَقَالَ: ((كُلْ فَإِنِّي أُنَاجِي مَنْ لَا تُنَاجِي)). وَقَالَ: أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ أُتِيَ بِبَدْرٍ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ: يَعْنِي

(۸۵۵) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن وہب نے یونس سے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے کہ عطاء جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''جو لہسن یا پیاز کھائے ہوئے ہو تو وہ ہم سے دور رہے یا (یہ کہا کہ اسے) ہماری مسجد سے دور رہنا چاہیے اور اسے اپنے گھر میں ہی بیٹھنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک ہانڈی لائی گئی جس میں کئی قسم کی ہری ترکاریاں تھیں۔ (پیاز یا گندنا بھی) آپ ﷺ نے اس میں بو محسوس کی اور اس کے متعلق دریافت کیا۔ اس سالن میں جتنی ترکاریاں ڈالی گئی تھیں وہ آپ کو بتا دی گئیں۔ وہاں ایک صحابی موجود تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی طرف یہ سالن بڑھا دو۔ آپ ﷺ نے اسے کھانا پسند نہیں فرمایا اور فرمایا کہ ''تم لوگ کھالو۔ میری جن سے سرگوشی رہتی ہے تمہاری نہیں رہتی۔'' اور احمد بن صالح نے ابن وہب سے یوں نقل کیا کہ تھال آپ ﷺ کی خدمت میں

طَبَقًا فِيهِ خَضِرَاتٌ وَلَمْ يَذْكُرِ اللَّيْثُ وَأَبُوْ صَفْوَانَ عَنْ يُوْنُسَ قِصَّةَ الْقِدْرِ ، فَلَا أَدْرِي هُوَ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ أَوْ فِي الْحَدِيْثِ. [راجع: ٨٥٤] [مسلم: ١٢٥٣؛ ابوداود: ٣٨٢٢]

لائی گئی تھی۔ ابن وہب نے کہا کہ طبق جس میں ہری ترکاریاں تھیں اور لیث اور ابوصفوان نے یونس سے روایت میں ہانڈی کا قصہ نہیں بیان کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (یا سعید یا ابن وہب نے کہا) میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ خود زہری کا قول ہے یا حدیث میں داخل ہے۔

٨٥٦۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ، عَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ مَا سَمِعْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ فِي الثُّوْمِ؟ فَقَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّا، وَلَا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا)).

(٨٥٦) ہم سے ابومعمر نے بیان کیا، ان سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا، ان سے عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کیا ، کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ نے نبی کریم ﷺ سے لہسن کے بارے میں کیا سنا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جو شخص اس درخت کو کھائے وہ ہمارے قریب نہ آئے ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔''

[أطرافه في: ٥٤٥١]

تشریح: مقصد یہی ہے کہ ان چیزوں کو کچا کھانے سے منہ میں جو بو پیدا ہو جاتی ہے وہ دوسرے ساتھیوں کیلئے تکلیف دہ ہے لہٰذا ان چیزوں کے کھانے والوں کو چاہیے کہ جس طور ممکن ہو ان کی بدبو کا ازالہ کر کے مسجد میں آئیں۔ بیڑی سگریٹ کیلئے بھی یہی حکم ہے۔

بَابُ وُضُوْءِ الصِّبْيَانِ، وَمَتَى يَجِبُ عَلَيْهِمُ الْغُسْلُ وَالطُّهُوْرُ وَحُضُوْرِهِمُ الْجَمَاعَةَ وَالْعِيْدَيْنِ وَالْجَنَائِزَ وَصُفُوْفِهِمْ؟

باب: اس بارے میں کہ بچوں کے لیے وضو اور ان پر غسل اور طہارت اور جماعت، عیدین، جنازوں میں ان کی حاضری اور ان کی صفوں میں شرکت کب ضروری ہوگی اور کیوں کر ہوگی

٨٥٧۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى قَبْرٍ مَنْبُوْذٍ، فَأَمَّهُمْ وَصَفُّوْا عَلَيْهِ . فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَمْرٍو! مَنْ حَدَّثَكَ؟ قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ. [أطرافه في: ١٢٤٧، ١٣١٩، ١٣٢١، ١٣٢٢، ١٣٢٦، ١٣٣٦، ١٣٤٠] [مسلم: ٢٢٠٨، ٢٢٠٩، ٢٢١٠؛ ابوداود: ٣١٩٦؛ ترمذي: ١٠٣٧؛ نسائي: ٢٠٢٢، ٢٠٢٣؛ ابن ماجه: ١٥٣٠]

(٨٥٧) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے سلیمان شیبانی سے سنا، انہوں نے شعبی سے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے ایک ایسے شخص نے خبر دی جو (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک اکیلی الگ تھلگ ٹوٹی ہوئی قبر پر سے گزر رہے تھے وہاں آپ ﷺ نے نماز پڑھائی اور لوگ آپ ﷺ کے پیچھے صف باندھے ہوئے تھے۔ سلیمان نے کہا کہ میں نے شعبی سے پوچھا کہ ابوعمرو آپ سے یہ کس نے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ بچے اگرچہ نابالغ ہوں مگر ٧، ١٠ سال کی عمر میں جب وہ نماز پڑھنے لگیں تو ان کو

وضو کرنا ہوگا اور وہ جماعت وعیدین وجنائز میں بھی شرکت کر سکتے ہیں جیسا کہ یہاں اس روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے جو ابھی نابالغ تھے مگر یہاں ان کا صف میں شامل ہونا ثابت ہے پس اگر چہ بچے بالغ ہونے پر ہی مکلف ہوں گے مگر عادت ڈالنے کے لیے نابالغی کے زمانہ ہی سے ان کو ان باتوں پر عمل کرانا چاہیے حضرت مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صاف یوں نہیں کہا کہ لڑکوں پر وضو واجب ہے یا نہیں کیونکہ صورت ثانی میں لڑکوں کی نماز بے وضو درست ہوتی اور صورت اولیٰ میں لڑکوں کو وضو اور نماز کے ترک پر عذاب لازم آتا صرف اس قدر بیان کر دیا جتنا حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نماز وغیرہ میں شریک ہوتے اور یہ ان کی کمال احتیاط ہے۔ اہلحدیث کی شان یہی ہونی چاہیے کہ آیت کریمہ: ﴿لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (۴۹/الحجرات:۱) ''اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت بڑھو۔'' کے تحت صرف اسی پر اکتفا کریں جو قرآن وحدیث میں وارد ہوا آگے بے جا رائے، قیاس، تاویل فاسدہ سے کام نہ لیں خصوصا نص کے مقابلہ پر قیاس کرنا ابلیس کا کام ہے۔

۸۵۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ)). [أطرافه في: ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۹۵، ۲۶۶۵] [مسلم: ۱۹۵۷؛ ابوداود: ۳۴۱؛ ترمذي: ۱۳۷۶؛ ابن ماجه: ۱۰۸۹]

(۸۵۸) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے صفوان بن سلیم نے عطاء سے بیان کیا، ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جمعہ کے دن ہر بالغ کے لیے غسل ضروری ہے۔''

تشریح: معلوم ہوا کہ غسل واجب اس وقت ہوتا ہے جب کہ بچے بالغ ہو جائیں وہ بھی بصورت احتلام غسل واجب ہوگا اور غسل جمعہ کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ لوگوں کے پاس شروع اسلام کپڑے بہت کم تھے اس لیے کام کرنے میں پسینہ سے کپڑوں میں بدبو پیدا ہو جاتی تھی اور اسی لیے اس وقت جمعہ کے دن غسل کرنا واجب تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فراخی دی تو یہ وجوب باقی نہیں رہا اب بھی ایسے لوگوں پر غسل ضروری ہے جن کے پسینے کی بدبو سے لوگ تکلیف محسوس کریں۔ غسل صرف بالغ پر واجب ہوتا ہے اسی کو بیان کرنے کیلئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث لائے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کا غسل واجب ہے

۸۵۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، قَالَ: أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ لَيْلَةً، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوْءًا خَفِيْفًا۔ يُخَفِّفُهُ عَمْرٌو وَيُقَلِّلُهُ جِدًّا۔ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَقُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأَ، ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَحَوَّلَنِي

(۸۵۹) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار سے بیان کیا، کہا کہ مجھے کریب نے خبر دی ابن عباس سے، انہوں نے بیان کیا کہ ایک رات میں اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سویا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں سو گئے۔ پھر رات کا ایک حصہ جب گزر گیا آپ کھڑے ہوئے اور ایک لٹکی ہوئی مشک سے ہلکا سا وضو کیا۔ عمرو (راوی حدیث نے) اس وضو کو بہت ہی ہلکا بتلایا (یعنی اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کم پانی استعمال فرمایا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے اس کے بعد میں نے بھی اٹھ کر اسی طرح وضو کیا جیسے

فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ، ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ، فَأَتَاهُ الْمُنَادِي يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلَاةِ، فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. قُلْنَا لِعَمْرٍو: إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ. قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُولُ: إِنَّ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ﴾. [الصافات: ١٠٢] [راجع: ١١٧]

آپ ﷺ نے کیا تھا پھر میں آپ ﷺ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ لیکن آپ ﷺ نے مجھے داہنی طرف پھیر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے جتنا چاہا آپ نے نماز پڑھی پھر آپ لیٹ رہے پھر سو گئے۔ یہاں تک آپ خراٹے لینے لگے۔ آخر مؤذن نے آ کر آپ کو نماز کی خبر دی اور آپ اسکے ساتھ نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ اور نماز پڑھائی مگر (نیا) وضو نہیں کیا سفیان نے کہا۔ ہم نے عمرو بن دینار سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ (سوتے وقت) آپ ﷺ کی (صرف) آنکھیں سوتی تھیں لیکن دل نہیں سوتا تھا۔ عمرو بن دینار نے جواب دیا کہ میں نے عبید بن عمیر سے سنا وہ کہتے تھے کہ انبیا کا خواب بھی وحی ہوتا ہے پھر عبید نے اس آیت کی تلاوت کی ''میں نے خواب دیکھا ہے کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔''

تشریح: ترجمہ باب اس سے نکلا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وضو کیا اور نماز میں شریک ہوئے حالانکہ اس وقت وہ نابالغ لڑکے تھے آیت مذکورہ سورہ صافات میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں یہاں خواب بمعنی وحی ہے صاحب خیر جاری لکھتے ہیں: ''ولما كانت وحيا لم يكن نومهم نوم غفلة مؤدية الى الحدث بل نوم تنبه وتيقظ وانتباه وانتظار للوحى...... الخ۔'' اور جب انبیا کا خواب بھی وحی ہے تو ان کا سونا ایسی غفلت کا سونا نہیں جس سے وضو کرنا فرض لازم آئے بلکہ وہ سونا محض ہوشیار ہونا اور وحی کا انتظار کرنے کا سونا ہے۔

٨٦٠ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ جَدَّتَهُ، مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ فَقَالَ: ((قُومُوا فَلِأُصَلِّيَ بِكُمْ)). فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لُبِثَ، فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْيَتِيمُ مَعِي، وَالْعَجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا، فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ. [راجع: ٣٨٠] [مسلم: ١٤٩٩؛ ابوداود: ٦١٢؛ ترمذي: ٢٣٤؛ نسائي: ٨٠٠]

(٨٦٠) ہم سے اسماعیل بن اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمہ اللہ نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ (ان کی ماں) اسحاق کی دادی ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے پر بلایا جسے انہوں نے آپ ﷺ کے لیے بطور ضیافت تیار کیا تھا۔ آپ ﷺ نے کھانا کھایا پھر فرمایا کہ چلو میں تمہیں نماز پڑھا دوں۔ ہمارے یہاں ایک بوریا تھا جو پرانا ہونے کی وجہ سے سیاہ ہو گیا تھا۔ میں نے اسے پانی سے صاف کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور (پیچھے) میرے ساتھ یتیم لڑکا (ضمیرہ بن سعد) کھڑا ہوا۔ میری بوڑھی دادی (ملیکہ ام سلیم) ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔

تشریح: یہاں امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یتیم کے لفظ سے بچپن سمجھ میں آتا ہے کیوں کہ بالغ کو یتیم نہیں کہتے۔ گویا ایک بچہ جماعت میں شریک ہوا اور نبی کریم ﷺ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ دن کو نفل نماز ایسے مواقع پر جماعت سے بھی پڑھی جا سکتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مکان پر نفل وغیرہ نمازوں کے لئے کوئی جگہ مخصوص کر لینا بھی درست ہے۔ صحیح یہی ہے کہ ام ملیکہ اسحاق کی دادی ہیں

جزم به جماعة وصححه النووى بعض لوگوں نے ان کو انس رضی اللہ عنہ کی دادی قرار دیا ہے، ابن حجر رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

٨٦١ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ: أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَتَانٍ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي بِالنَّاسِ بِمِنًى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ، فَنَزَلْتُ وَأَرْسَلْتُ الْأَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ. [راجع: ٧٦]

(٨٦١) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب زہری نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے، آپ نے فرمایا کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا۔ ابھی میں جوانی کے قریب تھا (لیکن بالغ نہ تھا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ کے سامنے دیوار وغیرہ (آڑ) نہ تھی۔ میں صف کے ایک حصے کے آگے سے گزر کر اترا۔ گدھی چرنے کے لیے چھوڑ دی اور خود صف میں شامل ہو گیا۔ کسی نے مجھ پر اعتراض نہیں کیا (حالانکہ میں نابالغ تھا)۔

تشریح: اس حدیث سے بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کا مطلب ثابت کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت نابالغ تھے، ان کا صف میں شریک ہونا اور وضو کر نا نماز پڑھنا ثابت ہوا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بلوغت سے پہلے بھی لڑکوں کو ضرور ضرور نماز کی عادت ڈلوانی چاہیے۔ اسی لئے سات سال کی عمر سے نماز کا حکم کرنا ضروری ہے اور دس سال کی عمر ہونے پر ان کو دھمکا کر بھی نماز کا عادی بنانا چاہیے۔

٨٦٢ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؛ ح وَقَالَ عَيَّاشٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْعِشَاءِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ: قَدْ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ. قَالَتْ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يُصَلِّي هٰذِهِ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ)). وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ يَوْمَئِذٍ يُصَلِّي غَيْرَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ. [راجع: ٥٦٦] [نسائي: ٥٣٤]

(٨٦٢) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عشاء میں دیر کی (دوسری سند) اور عیاش نے ہم کو عبدالاعلیٰ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو معمر نے زہری سے بیان کیا، ان کو عروہ نے، اور ان کو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء میں ایک مرتبہ دیر کی۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آواز دی کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور فرمایا کہ "(اس وقت) روئے زمین پر تمہارے سوا اور کوئی اس نماز کو نہیں پڑھتا، اس زمانہ میں مدینہ والوں کے سوا اور کوئی نماز نہیں پڑھتا تھا۔

تشریح: اس لئے کہ اسلام صرف مدینہ میں محدود تھا، خاص طور پر نماز باجماعت کا سلسلہ مدینہ ہی میں تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے باب کا مطلب یوں نکالا کہ اس وقت عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے بچے بھی آتے رہتے ہوں گے۔ جبھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ پس جماعت میں عورتوں کا مع بچوں کے شریک ہونا بھی ثابت ہوا" والظاهر من كلام عمر انه

شاهد النساء اللاتي حضرن في المسجد قد نمن وصبيانهن معهن۔" (حاشیہ بخاری) یعنی ظاہر کلام عمر رضی اللہ عنہ سے یہی ہے کہ انہوں نے ان عورتوں کا مشاہدہ کیا جو مسجد میں اپنے بچوں سمیت نماز عشاء کے لئے آئی تھیں اور وہ سو گئیں جب کہ ان کے بچے بھی ان کے ساتھ تھے۔

٨٦٣۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ عَابِسٍ، قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَهُ رَجُلٌ: شَهِدْتَ الْخُرُوجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: نَعَمْ، وَلَوْلَا مَكَانِي مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ۔ يَعْنِي مِنْ صِغَرِهِ۔ أَتَى الْعَلَمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ، ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُهْوِي بِيَدِهَا إِلَى حَلْقِهَا تُلْقِي فِي ثَوْبِ بِلَالٍ، ثُمَّ أَتَى هُوَ وَبِلَالٌ الْبَيْتَ. [راجع: ٩٨] [ابوداود: ١١٤٦؛ نسائي: ١٥٨٥]

(٨٦٣) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن عابس نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا اور ان سے ایک شخص نے یہ پوچھا تھا کہ کیا تم نے (عورتوں کا) نکلنا عید کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں دیکھا ہے اگر میں آپ کا رشتہ دار عزیز نہ ہوتا تو کبھی نہ دیکھتا یعنی میری کم سنی (اور قرابت کی وجہ سے آپ ﷺ مجھ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے) کثیر بن صلت کے مکان کے پاس جو نشان ہے پہلے وہاں آپ ﷺ تشریف لائے وہاں آپ ﷺ نے خطبہ سنایا پھر آپ ﷺ عورتوں کے پاس تشریف لائے اور انہیں بھی وعظ ونصیحت کی۔ آپ ﷺ نے ان سے خیرات کرنے کے لیے کہا۔ چنانچہ عورتوں نے اپنے چھلے اور انگوٹھیاں اتار اتار کر بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالنی شروع کردیں۔ آخر آپ ﷺ بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ گھر تشریف لائے۔

تشریح: ابن عباس رضی اللہ عنہما کمسن تھے، باوجود اس کے عید میں شریک ہوئے، یہیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے اور اس سے عورتوں کا عیدگاہ میں جانا ثابت ہوا۔ چونکہ احناف کے ہاں عیدگاہ میں عورتوں کا جانا جائز نہیں ہے۔ اس لئے ایک دیوبندی ترجمہ بخاری میں یہاں ترجمہ ہی بدل دیا گیا ہے چنانچہ وہ ترجمہ یوں کرتے ہیں "ان سے ایک شخص نے یہ پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ آپ عیدگاہ گئے تھے حالانکہ پوچھا جا رہا تھا کہ کیا تم نے عید کے دن نبی کریم ﷺ کے ساتھ عورتوں کا نکلنا دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں ضرور دیکھا ہے۔ یہ بدلا ہوا ترجمہ دیوبندی تفہیم البخاری، پارہ: ۴/ص: ۳۲ پر دیکھا جا سکتا ہے۔ غالباً ایسے ہی حضرات کے لئے کہا گیا ہے خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں۔ وفقنا الله لما يحب ويرضى آمين۔

بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ وَالْغَلَسِ

باب: عورتوں کا رات میں اور (صبح کے وقت) اندھیرے میں مسجدوں میں جانا

٨٦٤۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْعَتَمَةِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ. فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ

(٨٦٤) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ عشاء کی نماز میں اتنی دیر کی کہ عمر رضی اللہ عنہ کو کہنا پڑا کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ (حجرے سے) تشریف لائے اور فرمایا کہ "دیکھو روئے زمین

غَيْرُكُمْ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ)). وَلَا يُصَلَّى يَوْمَئِذٍ إِلَّا بِالْمَدِينَةِ، وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ الْعَتَمَةَ فِيْمَا بَيْنَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ.

[راجع: ٥٦٦]

پر اس نماز کا (اس وقت) تمہارے سوا اور کوئی انتظار نہیں کر رہا ہے۔" ان دنوں مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اور لوگ عشاء کی نماز شفق ڈوبنے کے بعد سے رات کی پہلی تہائی گزرنے تک پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ عورتیں بھی نماز کے لیے حاضر تھیں، تب ہی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ بآواز بلند فرمایا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں اور نماز پڑھائیں۔ ترجمہ باب اسی سے نکلتا ہے کہ عورتیں اور بچے سو گئے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں بھی رات کو عشاء کی نماز کے لیے مسجد میں آیا کرتیں۔ اس کے بعد جو حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی، اس سے بھی یہی نکلتا ہے کہ رات کو عورت مسجد میں جا سکتی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے نہ روکو۔ یہ حدیثیں اس کو خاص کرتی ہیں یعنی رات کو روکنا منع ہے۔ اب عورتوں کا جماعت میں آنا مستحب ہے یا مباح اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا جوان عورت کو مباح ہے اور بوڑھی کو مستحب۔ حدیث سے یہ بھی نکلا کہ عورتیں ضرورت کے لئے باہر نکل سکتی ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں عورتوں کا جمعہ میں آنا مکروہ جانتا ہوں اور بڑھیا عشاء اور فجر کی جماعت میں آ سکتی ہیں اور نمازوں میں نہ آئے اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا بڑھیا ہر ایک نماز کے لئے مسجد میں آ سکتی ہے اور جوان کا آنا مکروہ ہے۔ قسطلانی (مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول خلاف حدیث ہونے کی وجہ سے حجت نہیں جیسا کہ خود امام رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت ہے کہ میرا قول خلاف حدیث چھوڑ دو۔

٨٦٥۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ مُوْسَى، عَنْ حَنْظَلَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ نِسَاؤُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأْذَنُوْا لَهُنَّ)). تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [أطرافه في: ٨٧٣، ٨٩٩، ٩٠٠، ٥٢٣٨]

(٨٦٥) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے حنظلہ بن ابی سفیان سے بیان کیا، ان سے سالم بن عبداللہ بن عمر نے، ان سے ان کے باپ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ "اگر تمہاری بیویاں تم سے رات میں مسجد آنے کی اجازت مانگیں تو تم لوگ انہیں اس کی اجازت دے دیا کرو۔" عبیداللہ کے ساتھ اس حدیث کو شعبہ نے بھی اعمش سے روایت کیا، انہوں نے مجاہد سے، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

٨٦٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَتْنِيْ هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ، أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ النِّسَاءَ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كُنَّ إِذَا سَلَّمْنَ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ قُمْنَ، وَثَبَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَنْ صَلَّى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَاءَ اللّٰهُ، فَإِذَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَامَ الرِّجَالُ.

(٨٦٦) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں یونس بن یزید نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے ہند بنت حارث نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں فرض نماز سے سلام پھیرنے کے فوراً بعد (باہر آنے کے لیے) اٹھ جاتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مرد نماز کے بعد اپنی جگہ بیٹھے رہتے۔ جب تک اللہ کو منظور ہوتا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے تو دوسرے مرد بھی کھڑے ہو جاتے۔

تشریح: اس حدیث سے بھی عورتوں کا جماعت میں شریک ہونا ثابت ہوا۔

٨٦٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ؛ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ، فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ، مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ. [راجع: ٣٧٢] [مسلم: ١٤٥٩؛ ابوداود: ٤٢٣؛ ترمذي: ١٥٣؛ نسائي: ٥٤٢]

(٨٦٧) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا۔ (دوسری سند) اور ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن سعید انصاری سے خبر دی، انہیں عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھ لیتے پھر عورتیں چادریں لپیٹ کر (اپنے گھروں کو) واپس ہو جاتی تھیں۔ اندھیرے سے ان کی پہچان نہ ہو سکتی۔

٨٦٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِيْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنِّي لَأَقُوْمُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيْدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيْهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ)). [راجع ٧٠٧]

(٨٦٨) ہم سے محمد بن مسکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بشر بن بکر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام اوزاعی نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن ابی قتادہ انصاری نے، ان سے ان کے والد ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں، میرا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز لمبی کروں لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کہ مجھے اس کی ماں کو تکلیف دینا برا معلوم ہوتا ہے۔''

تشریح: ((فاتجوز)) ''ای فاخفف قال ابن سابط: التجوز ههنا يراد به تقليل القراءة والدليل عليه ما رواه ابن ابی شيبة ان رسول اللہ ﷺ قرأ فی الركعة الاولي بسورة نحو ستين آية فسمع بكاء صبی فقرأ فی الثانية بثلاث آيات ومطابقة الحديث للترجمة تفهم من قوله كراهية ان اشق علی امة لانه يدل علی حضور النساء الی المساجد مع النبی ﷺ وهو اعم من ان يكون بالليل او بالنهار قاله العينی۔'' (حاشيه البخاری شريف، ص:١٢٠)

یعنی یہاں تخفیف کرنے سے قراءت میں تخفیف مراد ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہلی رکعت میں تقریباً ساٹھ آیتیں پڑھیں جب کسی بچے کا رونا معلوم ہوا تو دوسری رکعت میں آپ نے صرف تین آیتوں پر اکتفا فرمایا اور باب اور حدیث میں مطابقت اس سے ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں عورتوں کی تکلیف کو مکروہ جانتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ عورتیں مساجد میں حاضر ہوا کرتی تھیں رات ہو یا دن یہ عام ہے۔

٨٦٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَوْ أَدْرَكَ رَسُوْلُ

(٨٦٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن سعید سے خبر دی، ان سے عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے، انہوں نے فرمایا کہ آج عورتوں میں جونئی

اللَّهِ ﷺ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ. فَقُلْتُ لِعَمْرَةَ: أَوَ مُنِعْنَ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. [مسلم: ۹۹۹؛ ابوداود: ۵۶۹]

باتیں پیدا ہوگئی ہیں اگر رسول کریم ﷺ انہیں دیکھ لیتے تو ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔ میں نے پوچھا کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔

تشریح: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ ہمارے زمانے میں عورتوں کو مسجد میں جانا منع ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے نہ یہ زمانہ پایا نہ منع کیا اور شریعت کے احکام کسی کے قیاس اور رائے سے نہیں بدل سکتے۔ مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ام المومنین کی رائے تھی کہ اگر نبی کریم ﷺ یہ زمانہ پاتے تو ایسا کرتے اور شاید ان کے نزدیک عورتوں کا مسجد میں جانا منع ہوگا اس لئے بہتر یہ ہے کہ فساد اور فتنے کا خیال رکھا جائے اور اس سے پرہیز کیا جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بھی خوشبو لگا کر اور زینت کر کے عورتوں کو نکلنے سے منع کیا۔ اسی طرح رات کی قید بھی لگائی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب یہ حدیث بیان کی کہ اللہ کی لونڈیوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے نہ روکو تو ان کے بیٹے واقد یا بلال نے کہا ہم تو روکیں گے۔ عبداللہ نے ان کو ایک گھونسہ لگایا اور سخت سست کہا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ مرنے تک بات نہ کی اور یہی سزا ہے اس نالائق کی جو نبی کریم ﷺ کی حدیث سن کر سر نہ جھکائے اور ادب کے ساتھ تسلیم نہ کرے۔ وکیع نے کہا کہ شعار یعنی قربانی کے اونٹ کا کوہان چیر کر خون نکال دینا سنت ہے۔ ایک شخص بولا ابوحنیفہ رحمہ اللہ تو اس کو مثلہ کہتے ہیں۔ وکیع نے کہا کہ تو اس لائق ہے کہ قید رہے جب تک توبہ نہ کرے، میں تو نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول لاتا ہے۔ اس روایت سے مقلدین بے انصاف کو سبق لینا چاہیے اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے اور ان کے سامنے کوئی حدیث کے خلاف کسی مجتہد کا قول لاتا تو گردن مارنے کا حکم دیتے ارے لوگو! ہائے خرابی! یہ ایمان ہے یا کفر کہ پیغمبر کا فرمودہ سن کر پھر دوسروں کی رائے اور قیاس کو اس کے خلاف منظور کرتے ہو تو تم جانو، تمہارا کام جانے اپنے پیغمبر کو جو جواب قیامت کے دن دینا ہو وہ دے لینا۔ وما علینا الا البلاغ۔ (مولانا وحید الزماں)

بَابُ صَلَاةِ النِّسَاءِ خَلْفَ الرِّجَالِ

باب: عورتوں کا مردوں کے پیچھے نماز پڑھنا

[۸۷۵م] ۸۷۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِيْنَ يَقْضِي تَسْلِيْمَهُ، وَيَمْكُثُ هُوَ فِي مَقَامِهِ يَسِيْرًا قَبْلَ أَنْ يَقُوْمَ. قَالَ: نَرَى -وَاللَّهُ أَعْلَمُ- أَنَّ ذَلِكَ كَانَ لِكَيْ تَنْصَرِفَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُنَّ مِنَ الرِّجَالِ.

[راجع: ۸۳۷]

(۸۷۰) ہم سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے زہری سے بیان کیا، ان سے ہند بنت حارث نے بیان کیا، ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب سلام پھیرتے تو آپ کے سلام پھیرتے ہی عورتیں جانے کے لیے اٹھ جاتی تھیں اور آپ ﷺ تھوڑی دیر ٹھہرے رہتے کھڑے نہ ہوتے۔ زہری نے کہا کہ ہم یہ سمجھتے ہیں، اللہ بہتر جانتا ہے، یہ اس لیے تھا تاکہ عورتیں مردوں سے پہلے نکل جائیں۔

[۸۷٤م] ۸۷۱۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ إِسْحَاقَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ:

(۸۷۱) ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ابن عیینہ نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے، ان سے

صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِي بَيْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ، فَقُمْتُ وَيَتِيمٌ خَلْفَهُ، وَأُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا. [راجع: ٣٨٠] [نسائي: ٨٦٨]

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (میری ماں) ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر نماز پڑھائی ۔ میں اور یتیم مل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے تھیں۔

بَابُ سُرْعَةِ انْصِرَافِ النِّسَاءِ مِنَ الصُّبْحِ وَقِلَّةِ مَقَامِهِنَّ فِي الْمَسْجِدِ

باب: صبح کی نماز پڑھ کر عورتوں کا جلدی سے چلا جانا اور مسجد میں کم ٹھہرنا

٨٧٢ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى، قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ بِغَلَسٍ فَيَنْصَرِفْنَ نِسَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ، لَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ، أَوْ لَا يَعْرِفُ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا. [راجع: ٣٧٢]

(٨٧٢) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن منصور نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فلیح بن سلیمان نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے بیان کیا، ان سے ان کے باپ (قاسم بن محمد بن ابی بکر) نے ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھتے تھے۔ مسلمانوں کی عورتیں جب (نماز پڑھ کر) واپس ہوتیں تو اندھیرے کی وجہ سے پہچان نہ ہوتی یا وہ ایک دوسری کو نہ پہچان سکتیں۔

تشریح: نماز ختم ہوتے ہی عورتیں واپس ہو جاتی تھیں۔ اس لئے ان کی واپسی کے وقت بھی اتنا اندھیرا رہتا تھا کہ ایک دوسری کو پہچان نہیں سکتی تھیں۔ لیکن مرد فجر کے بعد عام طور سے نماز کے بعد مسجد میں کچھ دیر کے لئے ٹھہرتے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ پاک نے اجتہاد کا درجہ کامل عطا فرمایا تھا۔ اسی بنا پر آپ نے اپنی جامع الصحیح میں ایک ایک حدیث سے بہت سے مسائل کا استخراج فرمایا ہے حدیث مذکور پیچھے بھی کئی بار مذکور ہو چکی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فجر کی نماز اول وقت غلس میں پڑھنے کا اثبات فرمایا ہے۔ اور یہاں عورتوں کا شریک جماعت ہونا اور سلام کے بعد ان کا فوراً مسجد سے چلے جانا وغیرہ مسائل بیان فرمائے ہیں۔ تعجب ہے ان عقل کے دشمنوں پر جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے مجتہد مطلق کی درایت کا انکار کرتے اور آپ کو صرف روایت کا امام تسلیم کرتے ہیں حالانکہ روایت اور درایت ہر دو میں آپ کی مہارت تامہ ثابت ہے اور مزید خوبی یہ کہ آپ کی درایت وتفقہ کی بنیاد محض قرآن وحدیث پر ہے رائے اور قیاس پر نہیں جیسا کہ دوسرے ائمہ مجتہدین میں سے بعض حضرات کا حال ہے جن کا تفقہ کی بنیاد محض رائے اور قیاس پر ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے جو مقام عطا فرمایا تھا وہ امت میں بہت کم لوگوں کے حصہ میں آیا ہے اللہ نے آپ کو پیدا ہی اس لئے فرمایا تھا کہ شریعت محمدیہ کو قرآن وسنت کی بنیاد پر اس درجہ منضبط فرمائیں کہ قیامت تک کے لئے امت اس سے بے نیاز ہو کر بے دھڑک شریعت پر عمل کرتی رہے۔ آیت مبارکہ: ﴿وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ (٦٢/ الجمعہ: ٣) کے مصداق بے شک وشبہ ان ہی محدثین کرام رحمہم اللہ کی جماعت ہے۔

بَابُ اسْتِئْذَانِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا بِالْخُرُوْجِ إِلَى الْمَسْجِدِ

باب: عورت مسجد جانے کے لیے اپنے خاوند سے اجازت لے

۸۷۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةُ أَحَدِكُمْ فَلَا يَمْنَعْهَا)). [راجع: ۸٦۵]

(۸۷۳) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے معمر نے، ان سے زہری نے، ان سے سالم بن عبداللہ بن عمر نے، ان سے ان کے باپ نے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "جب تم میں سے کسی کی بیوی (نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آنے کی) اس سے اجازت مانگے تو شوہر کو چاہیے کہ اس کو نہ روکے۔"

تشریح: اجازت دے اس لئے کہ بیوی کوئی ہماری لونڈی نہیں ہے بلکہ ہماری طرح وہ بھی آزاد ہے صرف معاہدہ نکاح کی وجہ سے وہ ہمارے ماتحت ہے۔ شریعت محمدی میں عورت اور مرد کے حقوق برابر تسلیم کئے گئے ہیں اب اگر اس زمانہ کے مسلمان اپنی شریعت کے برخلاف عورتوں کو قیدی اور لونڈی بنا کر رکھیں تو اس کا الزام ان پر ہے نہ کہ شریعت محمدی پر۔ جن پادریوں نے شریعت محمدی کو بدنام کیا ہے کہ اس شریعت میں عورتوں کو مطلق آزادی نہیں، یہ ان کی نادانی ہے۔ (مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ)

حنفیہ کے ہاں مساجد میں نماز کے لئے عورتوں کا آنا درست نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ان کی بڑی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جس کے الفاظ یہ ہیں: "قالت لو ادرك النبی ﷺ ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بنی اسرائیل اخرجه الشیخان۔" یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر نبی کریم ﷺ ان چیزوں کو پالیتے جو آج عورتوں نے نئی ایجاد کر لی ہیں تو آپ ان کو مساجد سے منع فرما دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔ اس کے جواب میں المحدث الکبیر علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ابکار المنن فی تنقید آثار السنن، ص: ۱۰۱ پر فرماتے ہیں:

"لایترتب علی ذالك تغیر الحكم لانها علقته علی شرط لم یوجد بناء علی ظن ظنته فقالت: لو رای لمنع فیقال لم یر ولم یمنع فاستمر الحكم حتی ان عائشة لم تصرح بالمنع وان كان كلامها یشعر بانها كانت تری المنع وایضا فقد علم الله سبحانه ماسیحدثن فما اوحی الی نبیه بمنعهن ولو كان ما احدثن یستلزم منعهن من المساجد لكان منعهن من غیرها كالاسواق اولی وایضا فالاحداث انما وقع من بعض النساء لا من جمیعهن فان تعین المنع فلیكن لمن احدثت قاله الحافظ فی فتح الباری (ج:۱ ص:۴۷۱) وقال فیه والاولی ان ینظر الی ما یخشی منه الفساد فیجتنب لاشارته ﷺ الی ذالك بمنع التطیب والزینة وكذلك التقیید باللیل۔" انتهی

اس عبارت کا خلاصہ یہ کہ اس قول عائشہ رضی اللہ عنہا کی بنا پر مساجد میں عورتوں کی حاضری کا حکم متغیر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے جس شرط کے ساتھ معلق فرمایا وہ پائی نہیں گئی۔ انہوں نے یہ گمان کیا کہ اگر نبی کریم ﷺ دیکھتے تو منع فرما دیتے۔ پس کہا جا سکتا ہے کہ نہ آپ نے دیکھا نہ منع فرمایا پس حکم نبوی اپنی حالت پر جاری رہا یہاں تک کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی منع کی صراحت نہیں فرمائی اگرچہ ان کے کلام سے منع کے لئے اشارہ نکلتا ہے اور یہ بھی ہے کہ اللہ پاک کو ضرور معلوم تھا کہ آئندہ عورتوں میں کیا کیا نئے امور پیدا ہوں گے مگر پھر بھی اللہ پاک نے اپنے رسول کریم ﷺ کی طرف عورتوں کو مساجد سے روکنے کے بارے میں وحی نازل نہیں فرمائی اور اگر عورتوں کی نئی نئی باتوں کی ایجاد پر ان کو مساجد سے روکنا لازم آتا تو مساجد کے علاوہ دوسرے مقامات بازار وغیرہ سے بھی ان کو ضرور ضرور منع کیا جاتا ہے اور یہ بھی ہے کہ نئے نئے امور کا احداث بعض عورتوں سے وقوع میں آیا نہ سب ہی سے۔ پس اگر منع کرنا ہی متعین ہوتا تو صرف ان عورتوں کے لئے ہونا تھا جو احداث کی مرتکب ہوتی ہوں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں ایسا فرمایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ ان امور پر غور کیا جائے جن سے فساد کا ڈر ہو پس ان سے پرہیز کیا جائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ عورتوں کے لئے خوشبو استعمال کر کے یا زیب و زینت کر کے نکلنا منع ہے، اسی طرح رات کی بھی قید لگائی گئی۔

مقصد یہ کہ حنفیہ کا قول عائشہ رضی اللہ عنہا کی بنا پر عورتوں کو مساجد سے روکنا درست نہیں ہے اور عورتیں قیود شرعی کے تحت مساجد میں جا کر نماز باجماعت میں شرکت کر سکتی ہیں۔ عیدگاہ میں ان کی حاضری کے لئے خصوصی تاکید ہوئی ہے جیسا کہ اپنے مقام پر مفصل بیان کیا گیا ہے۔

خواتین بنی اسرائیل کی مخالفت کے بارے میں حضرت مولانا رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قلت منع النساء المساجد کان فی بنی اسرائیل ثم اباح اللہ لھن الخروج الی المساجد لامۃ محمد ﷺ ببعض القیود کما قال رسول اللہ ﷺ : اذا استاذنتکم النساء باللیل الی المساجد فاذنوا لھن وقال: لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ...... الخ۔" (حوالہ مذکور)

یعنی میں کہتا ہوں کہ عورتوں کو بنی اسرائیل کے دور میں مساجد سے روک دیا گیا تھا پھر امت محمد ﷺ میں اسے بعض قیود کے ساتھ مباح کر دیا گیا جیسا کہ فرمان رسالت ہے کہ رات میں جب عورتیں تم سے مساجد میں نماز پڑھنے کی اجازت مانگیں تو تم ان کو اجازت دے دو اور فرمایا کہ اللہ کی مساجد سے اللہ کی بندیوں کو منع نہ کرو جیسا کہ یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی مرویات بکثرت آئی ہیں اس لئے مناسب ہوگا کہ قارئین کرام کو ان بزرگوں کے مختصر حالات زندگی سے واقف کرا دیا جائے تا کہ ان حضرات کی زندگی ہمارے لئے بھی مشعل راہ بن سکے یہاں بھی متعدد احادیث ان حضرات سے مروی ہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما: نبی کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے والد گرامی کا نام ام فضل لبابہ اور باپ کا نام حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھا۔ ہجرت سے صرف تین سال پیشتر اس احاطہ میں پیدا ہوئے جہاں نبی کریم ﷺ اپنے تمام خاندان والوں کے ساتھ محصور تھے۔ آپ کی والدہ گرامی بہت پیشتر ایمان لا چکی تھیں اور گو آپ کا اسلام لانا فتح مکہ کے بعد کا واقعہ بتایا جاتا ہے تاہم ایک مسلم ماں کی آغوش میں آپ اسلام سے پوری طرح مانوس ہو چکے تھے اور پیدا ہوتے ہی نبی کریم ﷺ کا لعاب دہن آپ کے منہ میں پڑ چکا تھا۔ بچپن ہی سے نبی کریم ﷺ سے استفاضہ وصحبت کا موقع ملا اور اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں آتے اور نبی کریم ﷺ کی دعائیں لیتے رہے، اسی عمر میں کئی بار نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کا بھی اتفاق ہوا۔

ابھی تیرہ ہی سال کے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے رحلت فرمائی۔ عہد فاروقی میں سن شباب کو پہنچ کر اس عہد کی علمی صحبتوں میں شریک ہوئے اور اپنے جوہر دماغی کا مظاہرہ کرنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کو شیوخ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے اور برابر ہمت افزائی کرتے۔ پیچیدہ مسائل حل کراتے اور ذہانت کی داد دیتے۔ ۲۷ھ میں یہ عالم ہو گیا تھا کہ جب مہم مصر میں شاہ افریقہ جرجیہ سے مکالمہ ہوا تو وہ آپ کی قابلیت علمی دیکھ کر متحیر رہ گیا تھا۔ ۳۵ھ میں آپ امیر الحج بنا کر مکہ معظمہ بھیجے گئے اور آپ کی عدم موجودگی ہی میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آ گیا۔

علم وفضل میں آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ ایک وحید العصر اور یگانہ روزگار ہستی تھے۔ قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، شاعری آیات قرآنی کے شان نزول اور ناسخ ومنسوخ میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ شقیق تابعی کے بیان کے مطابق حج کے موقع پر سورۂ نور کی تفسیر جو بیان کی وہ اتنی بہتر تھی اگر اسے فارس اور روم کے لوگ سن لیتے تو یقیناً اسلام لے آتے۔ (مستدرک حاکم)

قرآن کریم کے فہم میں بڑے بڑے صحابہ سے بازی لے جاتے تھے۔ تفسیر میں آپ ہمیشہ جامع اور قرین عقل مفہوم کو اختیار کیا کرتے تھے۔ سورۂ کوثر میں لفظ کوثر کی مختلف تفاسیر کی گئیں مگر آپ نے اسے خیر کثیر کے مفہوم سے تعبیر کیا۔ قرآن کی آیت مبارکہ: ﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا﴾ الآیۃ (۳/آل عمران:۱۸۸) یعنی "جو لوگ اپنے کئے پر خوش ہوتے ہیں اور جو نہیں کیا ہے اس پر تعریف چاہتے ہیں تو ایسے لوگوں کی نسبت ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔" یہ چیز فطرت انسانی کے خلاف ہے اور بہت کم لوگ اس جذبہ سے خالی نظر آتے ہیں۔ مسلمان اس پر پریشان تھے۔ آخر مروان نے آپ کو بلا کر پوچھا کہ ہم میں سے کون ہے جو اس جذبہ سے خالی ہے۔ فرمایا ہم لوگوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ نیز بتایا یہ ان اہل کتاب کے متعلق ہے جس سے نبی کریم ﷺ نے کسی امر کے متعلق استفسار کیا، انہوں نے اصل بات کو جو

ان کی کتاب میں تھی، چھپا کر ایک فرضی جواب دے دیا اور اس پر خوشنودی کے طالب ہوئے اور اپنی اس چالاکی پر مسرور ہوئے۔ ہمارے نزدیک عام طور پر اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جو لوگ خفیہ طور پر درپے آزار رہتے ہیں بظاہر ہمدرد بن کر جڑیں کاٹتے رہتے ہیں اور منہ پر یہ کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں خدمت کی، فلاں احسان کیا اور اس پر شکریہ کے طالب ہوتے ہیں اور اپنی چال پر خوش ہوتے اور دل میں کہتے ہیں کہ خوب بے وقوف بنایا وہ لوگ عذاب الٰہی سے ہرگز نہیں بچ سکتے کہ یہ ایک فریب ہے۔

علم حدیث کے بھی اساطین سمجھے جاتے تھے۔ ۱۶۶۰ احادیث آپ سے مروی ہیں۔ عرب کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر خرمن علم کا انبار لگالیا۔ فقہ وفرائض میں بھی یگانہ حیثیت حاصل تھی۔ ابوبکر محمد بن موسیٰ (خلیفہ مامون رشید کے پوتے) نے آپ کے فتاویٰ بیس جلدوں میں جمع کیے تھے۔ علم فرائض اور حساب میں بھی ممتاز تھے۔ عربوں میں شاعری لازمہ شرافت سمجھی جاتی تھی بالخصوص قریش کی آتش بیانی تو مشہور تھی۔ آپ شعر گوئی کے ساتھ فصیح بھی تھے۔ تقریر اتنی شیریں ہوتی تھی کہ لوگوں کی زبان سے بے ساختہ مرحبا نکل جاتا تھا۔ غرض یہ کہ آپ اس عہد کے جملہ علوم کے منتہی اور فاضل اجل تھے۔

آپ کا مدرسہ یا حلقہ بہت وسیع اور بہت مشہور تھا اور دور دور سے لوگ آتے اور اپنی دلچسپی اور مذاق کے مطابق مختلف علوم کی تحصیل کرتے۔ مکان کے سامنے اتنا اژدہام ہوتا کہ آمد ورفت بند ہو جاتی تھی۔ ابوصالح تابعی کا بیان ہے کہ آپ کی علمی مجلس وہ مجلس تھی کہ اگر سارا قریش اس پر فخر کرے تو بھی بجا ہے، ہر فن کے طالب وسائل باری باری آتے اور آپ سے تشفی بخش جواب پا کر واپس لوٹتے۔ واضح رہے کہ اس وقت تک کتابی تعلیم کا رواج نہ ہوا تھا اور نہ کتابیں موجود تھیں، علم وفنون کا انحصار محض حافظہ پر تھا۔ اللہ نے اس عہد کی ضرورتوں کے مطابق لوگوں کے حافظے بھی اتنے قوی کر دیے تھے کہ آج اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ایک ایک شخص کو دس دس بیس بیس ہزار احادیث اور اشعار کا یاد کر لینا تو ایک عامۃ الورود واقعہ تھا، سات سات آٹھ آٹھ لاکھ احادیث کے حافظ موجود تھے۔ جنہیں حافظہ کے ساتھ فہم ذہانت سے بھی حصہ ملا تھا۔ وہ مطلع انوار بن جاتے تھے۔ آج دو ہزار احادیث کے حافظ بھی بمشکل ہی کہیں نظر آتے ہیں اور ہمیں اس زمانے کے بزرگوں کے حافظہ کی داستانیں افسانہ معلوم ہوتی ہیں۔ سفر وحضر ہر حالت میں فیض رسانی کا سلسلہ جاری تھا اور طالبان علم کا ہجوم لگا رہتا تھا۔

نومسلموں کی تعلیم وتلقین کے لئے آپ نے مخصوص ترجمان مقرر کر رکھے تھے تاکہ انہیں اپنے سوال میں زحمت نہ ہو ایران وروم تک سے لوگ جوق در جوق چلے آتے تھے، تلامذہ کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی تھی اور ان میں کثرت ان بزرگوں کی تھی جو حافظہ کے ساتھ فہم وفراست اور ذہانت کے بھی حامل تھے۔ علمی مذاکروں کے دن مقرر تھے۔ کسی روز واقعات مغازی کا تذکرہ کرتے۔ کسی دن شعر وشاعری کا چرچہ ہوتا۔ کسی روز تفسیر قرآن پر روشنی ڈالتے۔ کسی روز فقہ کا درس دیتے۔ کسی روز ایام عرب کی داستان سناتے۔ بڑے سے بڑا عالم بھی آپ کی صحبت میں بیٹھتا، اس کی گردن بھی آپ کے کمال علم کے سامنے جھک جاتی۔

تمام جلیل القدر اور ذی مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ کی کم سنی کے باوجود آپ کے فضل وعلم کا اعتراف تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آپ کے ذہن رسا کی تعریف میں ہمیشہ رطب اللسان رہے۔ حضرت طاؤس یمانی فرمایا کرتے تھے میں نے پانچوں صحابہ کو دیکھا۔ ان میں جب کسی مسئلہ پر اختلاف ہوا تو آخری فیصلہ آپ ہی کی رائے پر ہوا۔ حضرت قاسم بن محمد کا بیان ہے کہ آپ سے زیادہ کسی کا فتویٰ سنت نبوی کے مشابہ نہیں دیکھا۔ حضرت مجاہد تابعی کہا کرتے تھے کہ ہم نے آپ کے فتاویٰ سے بہتر کسی شخص کا فتویٰ نہیں دیکھا۔ ایک بزرگ تابعی کا بیان ہے کہ میں نے آپ سے زیادہ سنت کا عالم، صائب الرائے اور بڑا دقیق النظر کسی کو نہیں پایا۔ حضرت ابی بن کعب بھی بہت بڑے تھے۔ انہوں نے ابتدا ہی میں آپ کی ذہانت وطباعی دیکھ کر فرما دیا تھا کہ ایک روز یہ شخص امت کا زبردست عالم اور منتہی فاضل ہوگا۔

تمام معاصرین آپ کی حد درجہ عزت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ سوار ہونے لگے تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے پہلے تو آپ کی رکاب تھام لی اور پھر بڑھ کر ہاتھ چومے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کریم سے غیر معمولی شیفتگی وگرویدگی حاصل تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی کرب اور وفات کی حالت یاد ہوتی

بے قرار ہو جاتے۔ روتے اور بعض اوقات اس قدر روتے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ بچپن ہی سے خدمت نبوی میں مسرت حاصل ہونے لگی اور خود نبی کریم ﷺ بھی آپ سے خدمت لے لیا کرتے تھے۔ احترام کی یہ حالت تھی کہ کم سنی کے باوجود نماز میں بھی آپ کے برابر کھڑا ہونا گستاخی تصور کرتے تھے اور بے حد ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے ساتھ بھی عزت وتکریم کے ساتھ پیش آتے رہتے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے دعا دی تھی خداوندا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دین کی سمجھ اور قرآن کی تفسیر عطا فرما۔ ایک مرتبہ اور آپ کے ادب سے خوش ہو کر آپ کے لئے فہم وفراست کی دعا عطا فرمائی۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ جوان ہو کر سرآمد روزگار بن گئے اور مطلع اخلاق روشن ہو گیا۔ صحابہ کے آخر زمانہ میں نومسلم عجمیوں کے ذریعہ سے خیر وشر اور قضا وقدر کی بحث عراق میں پیدا ہو چکی تھی۔ آپ نابینا ہو چکے تھے مگر جب معلوم ہوا کہ ایک شخص تقدیر کا منکر ہے تو آپ نے فرمایا مجھے اس کے پاس لے چلو۔ عرض کی کیا کرو گے؟ فرمایا ناک کاٹ لوں گا اور گردن ہاتھ میں آ گئی تو اسے توڑ دوں گا کیوں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ ''تقدیر کا انکار اس امت کا پہلا شرک ہے''۔ میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ایسے لوگوں کی بری رائے یہیں تک محدود نہ رہے گی بلکہ جس طرح انہوں نے اللہ کو شر کی تقدیر سے معطل کر دیا۔ اسی طرح اس کی خیر کی تقدیر سے بھی منکر ہو جائیں گے۔

یوں تو آپ کی زندگی کا ہر شعبہ اہم و دلکش ہے لیکن جو چیز سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ یہ ہے کہ کسی کی طرف سے برائی ومخاصمت کا ظہور اس کی حقیقی عظمت اور خوبیوں کے اعتراف میں مانع نہیں ہوتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خلافت کا دعویٰ کیا اور آپ کو بھی اپنی بیعت پر مجبور کرنے کی سعی کی، اس زور وشور کے ساتھ کہ جب آپ نے اس سے انکار کیا تو یہی نہیں کہ آپ کو زندہ آگ میں جلا ڈالنے کی دھمکی دی بلکہ آپ کے کاشانۂ معلیٰ کے اردگرد خشک لکڑیوں کے انبار بھی اسی مقصد سے لگوا دیئے اور بمشکل آپ کی جانبری ہو سکی۔ اس سے بھی زیادہ یہ کہ انہی کی بدولت جوار حرم چھوڑ کر آپ کو طائف نقل وطن کرنا پڑی۔ ظاہر ہے کہ یہ زیادتیاں تھیں اور آپ کو ان کے ہاتھ سے بہت تکلیف اٹھانا پڑی تھی۔ لیکن جب ابن ملیکہ نے آپ سے کہا ہے کہ لوگوں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر بیعت شروع کر دی ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے اندر آخر وہ کون سی خوبیاں اور مفاخر ہیں جن کی بنا پر انہیں ادعائے خلافت کی جرأت ہوئی ہے اور اتنے بڑے حوصلہ سے کام لیا ہے فرمایا: یہ تم نے کیا کہا ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے زیادہ مفاخر کا حامل کون ہو سکتا ہے۔ باپ وہ ہیں جو حواری رسول کے معزز لقب سے ملقب تھے۔ ماں اسماء ذات النطاق تھیں۔ نانا وہ ہیں جن کا اسم گرامی ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ''لقب'' رفیق غار ہے۔ ان کی خالہ نبی کریم ﷺ کی محبوب ترین زوجہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کے والد محترم کی پھوپھی ام المؤمنین حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا حرم محترم رسول اکرم ﷺ تھیں اور دادی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خود نبی کریم ﷺ کی پھوپھی تھیں، یہ تو ہیں ان کے خاندانی مفاخر۔ ذاتی حیثیت سے بہت بلند اور بے حد ممتاز ہیں، قاری قرآن ہیں، بے مثل بہادر اور عدیم النظیر مدبر ہیں، وہاۃ العرب میں سے ہیں۔ بہت پاکباز ہیں۔ ان کی نمازیں پورے خشوع وخضوع کی نمازیں ہیں۔ پھر ان سے زیادہ خلافت کا مستحق کون ہو سکتا ہے، وہ کھڑے ہوئے ہیں اور بجا طور پر کھڑے ہوئے ہیں، ان کا بیعت لینا بجا ہے۔ اللہ کی قسم وہ میرے ساتھ کوئی احسان کریں گے تو یہ ایک عزیزانہ احسان ہوگا اور میری پرورش کریں گے تو یہ اپنے ایک ہمسر محترم کی پرورش ہوگی۔ ۶۸ھ میں آپ نے وفات پائی۔ انتقال کے وقت آیات کریمہ: ﴿يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ﴾ (۸۹/ الفجر: ۲۸) کے مصداق ہوئے (رضی اللہ عنہ وارضاہ)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے یگانۂ روزگار صاحبزادے اور اپنے عہد کے زبردست جید عالم تھے۔ باپ کے اسلام لانے کے وقت آپ کی عمر صرف پانچ سال تھی۔ زمانہ بعثت کے دوسرے سال کتم عدم سے پردۂ وجود پر جلوہ افروز ہوئے۔ ہوش سنبھالا تو گھر کے در و بام اسلام کی شعاعوں سے منور تھے۔ باپ کے ساتھ غیر شعوری طور پر اسلام قبول کیا۔ چونکہ مکہ میں ظلم وطغیان کی گرج برابر بڑھتی جا رہی تھی اس لئے اپنے خاندان والوں کے ساتھ آپ بھی ہجرت کر گئے۔ تیرہ برس ہی کی عمر تھی کہ غزوہ بدر میں شرکت کے لئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور کم سنی کی وجہ سے واپس کر دیئے گئے۔ اگلے سال غزوۂ احد میں بھی اسی بنا پر شریک نہ کئے گئے۔ البتہ پندرہ سال کی عمر ہو جانے پر غزوۂ احزاب میں ضرور شریک ہوئے جو ۵ھ میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ ۶ھ میں بیعت رضوان کا بھی شرف حاصل کیا۔ غزوۂ خیبر میں بھی بڑی جانبازی کے ساتھ لڑے۔ اسی سفر میں حلال وحرام کے متعلق جو احکام دربار رسالت سے صادر ہوئے تھے آپ ان کے راوی ہیں۔ اس کے بعد فتح مکہ غزوہ حنین اور محاصرہ طائف میں بھی شریک رہے۔

غزوہ تبوک میں جارہے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے حجر کی طرف سے گزرتے ہوئے جہاں قدیم عادوثمود کی آبادیوں کے کھنڈرات تھے، فرمایا کہ

''ان لوگوں کے مساکن میں داخل نہ ہو جنھوں نے اللہ کی نافرمانی کر کے اپنے اوپر ظلم کیا مبادا تم بھی اس عذاب میں مبتلا ہو جاؤ جس میں وہ مبتلا ہوئے تھے اور اگر گزرنا ہی ہے تو یہ کرو کہ خوف اللہ اور خشیت الٰہی سے روتے ہوئے گزر جاؤ۔''

جوش جہاد! عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں جو فتوحات ہوئیں اس میں آپ سپاہیانہ حیثیت سے برابر لڑتے رہے، جنگ نہاوند میں بیمار ہوئے تو آپ نے از خود یہ کیا کہ ''پیاز کو'' دوا میں پکاتے تھے اور جب اس میں پیاز کا مزہ آ جاتا تو اسے نکال کر دوا پی لیتے تھے۔ غالباً پیچس کا مرض لاحق ہو گیا ہوگا۔ شام و مصر کی فتوحات میں بھی مجاہدانہ حصے لیتے رہے لیکن انتظامی امور میں حصہ لینے کا موقع نہ ملا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے خاندان وقبیلہ کے افراد کو الگ رکھتے رہے۔ عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں آپ کی قابلیت کے مدنظر آپ کو عہد قضا پیش کیا گیا لیکن آپ نے یہ فرما کر انکار کر دیا کہ قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں جاہل، عالم مائل الی الدنیا کہ یہ دونوں جہنمی۔ تیسرے وہ ہیں جو صحیح اجتہاد کرتے ہیں انہیں نہ عذاب ہے نہ ثواب اور صاف کہہ دیا مجھے کہیں کا عامل نہ بنائیے اس کے بعد امیر المؤمنین نے بھی اصرار نہ کیا البتہ اس عہد کے معرکہ ہائے جہاد میں ضرور شریک ہوتے رہے۔ تیونس، الجزائر، مراکش، خراسان اور طبرستان کے معرکوں میں لڑے۔ جس قدر مناصب اور عہدوں کی قبولیت سے گھبراتے تھے جہاد میں اسی قدر جوش وخروش اور شوق ودل بستگی کے ساتھ حصہ لیتے تھے۔

آخر عہد عثمانی میں جو فتنے رونما ہوئے آپ ان سے بالکل کنارہ کش رہے۔ ان کی شہادت کے بعد آپ کی خدمت میں خلافت کا اعزاز پیش کیا اور عدم قبولیت کے سلسلے میں قتل کی دھمکی دی گئی لیکن آپ نے فتنوں کے نشو وارتقا کے پیش نظر اس عظیم الشان اعزاز سے بھی انکار کر دیا اور کوئی اعتنا نہ کی۔ اس کے بعد آپ نے اس شرط پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی کہ وہ خانہ جنگیوں میں کوئی حصہ نہ لیں گے۔ چنانچہ جنگ جمل وصفین میں شرکت نہ کی۔ تاہم متاسف تھے اور کہا کرتے کہ

''گو میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنا ہاتھ آگے نہیں بڑھایا لیکن حق پر مقابلہ بھی افضل ہے''۔ (مستدرک)

فیصلہ ثالثی سننے کے لئے دومۃ الجندل میں تشریف لے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو شوق جہاد میں اس عہد کے تمام معرکوں میں نیز مہم قسطنطنیہ میں شامل ہوئے۔ یزید کے ہاتھ پر فتنہ اختلاف امت سے دامن بچائے رکھنے کے لئے بلا تامل بیعت کر لی اور فرمایا یہ خیر ہے تو ہم اس پر راضی ہیں اور اگر یہ شر ہے تو ہم نے صبر کیا۔ آج کل لوگ فتنوں سے بچنا تو درکنار اپنے مقاصد ذاتی کے لئے فتنے پیدا کرتے ہیں اور اللہ کے خوف سے جسم پر لرزہ طاری نہیں ہوتا۔ پھر یہ بیعت حقیقتاً نہ کسی خوف کی بنا پر تھی اور نہ کسی لالچ میں آئے تھے۔ طنطنہ اور حق پرستی کا یہ عالم تھا کہ امر حق کے مقابلہ پر کسی بڑی سے بڑی شخصیت کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔



حدیث شریف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے
جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں"۔

ابن ماجہ، جلد ۲، حدیث ۲۰۵۴

